

شرح میرزا ابن ہاشم الروضۃ الاثنف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ علیہ السلام

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء القرآن پبلیشرز

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

شرح سیر ابن ہشام

جلد سوم

ترجمہ

الروض الاُنف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین، بھیر شریف

ضیاء المشرق پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روضہ انف (جلد سوم)	نام کتاب
امام ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیہلی رحمۃ اللہ علیہ	مؤلفہ
علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم	مترجمین
من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف	زیر اہتمام
ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف	زیر نگرانی
قاری اشفاق احمد خان، انور سعید	تاریخ اشاعت
اگست 2005ء	تعداد
ایک ہزار	ناشر
محمد حفیظ البرکات شاہ	کمپیوٹر کوڈ
17461	قیمت
1350/- روپے کامل سیٹ	

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس: 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350

14۔ انقال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411 فیکس: 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

- 43 نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول
- 43 عاقب، سید اور اسقف کا معنی
- 43 شاہان روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام و مرتبہ
- 43 کرز بن علقمہ کے قبول اسلام کا سبب
- 44 رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبول اسلام
- 45 عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا
- 45 وفد نجران کے اہماء، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ
- 47 وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورہ آل عمران کی آیات کی تفسیر
- 52 یہود و نصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات
- 55 مومنین کو وعظ و نصیحت اور تنبیہ
- 56 خلق علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات
- 58 حضرت زکریا اور مریم علیہما السلام کے متعلق آیات
- 59 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 59 حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جرج راہب کی کفالت کا دعویٰ
- 61 نزول قرآن فی بیان آیات عیسیٰ علیہ السلام
- 65 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 67 رفع عیسیٰ علیہ السلام
- 69 بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام
- 71 یہودیوں کا ملاعنیت سے انکار
- 71 ابو عبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی
- 73 کچھ منافقین کے بارے میں

- 73 ابن ابی اور ابن صلی
- 74 ابن ابی کا منافقانہ قبول اسلام
- 75 ابن صلی کا کفر پر اصرار
- 75 حضور ﷺ کے ساتھ تعریض کے نتیجہ میں ابن صلی کا انجام
- 76 اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس
- 76 ابن صلی پر حضرت کعب کی ہجو
- 77 قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا
- 79 ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی
- 80 بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ
- 80 حضرت ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہ کی علالت
- 83 مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور ﷺ کی دعا
- 84 مسلمانوں میں وبا کی شدت
- 85 مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز
- 87 ہجرت کی تاریخ
- 87 سب سے پہلا غزوہ، غزوہ دان
- 87 بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی
- 89 سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
- 89 سب سے پہلا پرچم
- 90 لشکر اسلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء
- 90 اس سریہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق کے اشعار
- 93 ابن ربیع کے جوابی اشعار
- 95 ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار
- 96 اسلام کا پہلا جھنڈا
- 97 سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ
- 97 مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ

- 97 حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار
- 100 حضرت حمزہ کے جواب میں ابو جہل سے منسوب اشعار
- 102 غزوہ بواط
- 103 غزوہ عسیرہ
- 103 عسیرہ کا راستہ
- 104 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب
- 106 سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- 106 غزوہ سفوان، پہلا غزوہ بدر
- 107 سریہ عبد اللہ بن جحش
- 107 آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط
- 109 حضرمی کے نسب میں اختلاف
- 111 شہر حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی
- 112 حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآن کریم کا نزول
- 115 اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار
- 116 تحویل قبلہ جانب کعبہ
- 117 غزوہ بدر الکبریٰ
- 117 ابوسفیان کا قافلہ
- 117 مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف
- 118 عاتکہ بنت عبد المطلب کا خواب
- 119 خواب کا افشاء اور ابو جہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو
- 121 روانگی کے لئے قریش کی تیاری
- 122 عقبہ کی روانگی
- 122 قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ
- 124 مکرز بن حفص کے اشعار
- 126 شیطان اور قریش

- 126 حضور ﷺ کی روانگی
- 126 ایک پرچم اور دو جھنڈے
- 127 بدری مسلمانوں کے اونٹ
- 127 بدر کی طرف روانگی
- 129 جہاد کے بارے میں حضرات ابوبکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے
- 131 حضور ﷺ کی انصار سے مشاورت
- 132 اخبار قریش کی جستجو
- 135 ابوسفیان کا قافلے سمیت فرار
- 135 ہبیم بن صلت کا خواب
- 136 ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا
- 136 بنی زہرہ کی واپسی
- 137 مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ
- 138 حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ
- 139 رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش کا انتظام
- 139 قریش کی روانگی
- 141 حنظلہ کا نسب
- 143 اسود مخزومی کا قتل
- 143 عتبہ کی دعوت مبارزت
- 145 فریقین کا مقابلہ
- 145 حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا
- 146 رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا
- 150 پہلے شہید
- 151 مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب
- 152 رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا
- 154 بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت

- 157 امیہ بن خلف کا قتل
- 160 غزوہ بدر میں ملائکہ کی حاضری
- 161 ابو جہل کی ہلاکت
- 162 بدر کے روز مسلمانوں کا شعار
- 162 ابو جہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ
- 167 عکاشہ بن محسن کا واقعہ
- 169 بدر کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عہد الرحمن کے مابین گفتگو
- 171 مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا
- 174 اصحاب قلب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 179 جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ
- 180 بدر کے اموال فہیمت کا بیان
- 182 فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی
- 182 رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت
- 184 نصیر اور عقبہ کا قتل
- 185 قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی
- 192 قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ
- 194 سہیل بن عمرو کا فدیہ
- 196 عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی
- 198 ابوالعاص بن ربیع کی اسیری
- 198 حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب
- 199 بنات رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش
- 200 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابوالعاص کا فدیہ بھیجنا
- 201 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ
- 201 آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی بھیجنا
- 201 ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور

202 ابوسفیان کا مشورہ

204 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار

207 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار

207 رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا

208 ابوالعاص بن ربیع کا قبول اسلام

208 مسلمانوں کا ابوالعاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ

209 ابوالعاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبول اسلام

210 حضرت ابوالعاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی

211 حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال

211 فدیہ لئے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیران جنگ

214 فدیہ کی رقم

214 عمیر بن وہب کا قبول اسلام

214 صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا

215 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا

رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے مکالمہ سے آگاہ فرمانا

216 اور اس کا مسلمان ہونا

217 دعوت اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی

218 ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزول آیات

219 چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش کے ساتھ ابلیس کی دھوکہ

220 بازی کے بارے میں

222 حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش

223 بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام

223 مشرکین کے گھوڑے، سورۃ انفال کا نزول

- 223 تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات
- 226 قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات
- 232 مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات
- 233 طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت
- 235 مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی ترغیب
- 237 رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت
- 237 قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا
- 239 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 240 غزوہ بدر اور سورہ منزل کے نزول کی درمیانی مدت
- 240 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 241 ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات
- 241 کفار کے ساتھ جہاد کا حکم
- 242 مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات
- 243 رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم
- 244 مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم
- 245 شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس کا فرار
- 246 جہاد کی تیاری کا حکم
- 247 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 250 قیدیوں اور اموال غنیمت کے متعلق نازل کردہ آیات
- 255 مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کی ترغیب
- 258 غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان
- 258 بنی ہاشم و مطلب
- 259 بنی عبد شمس، حضرت سالم کا نسب
- 260 بنی عبد شمس کے حلفاء
- 261 بنی کبیر کے حلفاء، بنی نوفل، بنی اسد

- 262 بنی عبدالدار، بنی زہرہ
- 263 بنی تیم
- 264 نمر کا نسب، بنی مخزوم
- 265 شام کی وجہ تسمیہ
- 265 بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء
- 267 بنی نجیح بن عمرو اور ان کے حلفاء
- 267 بنی سہم بن عمرو، بنی عامر بن لؤی
- 268 بنی حارث بن لہر
- 268 مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد
- 268 انصار اصحاب بدر (قبیلہ اوس)
- 268 بنی عبدالاسہل
- 269 بنی عبید بن کعب
- 269 بنی زعوراء بن عبدالاسہل اور ان کے حلفاء
- 270 بنی سواد بن کعب
- 270 بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء
- 270 بنی حارثہ
- 271 بنی عمرو، بنی امیہ بن زید
- 271 بنی عبید اور ان کے حلفاء
- 273 بنی ثعلبہ بن عمرو
- 273 بنی جحججہ بنی اور ان کے حلفاء
- 274 بنی غنم بن سلم
- 274 بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء
- 275 اوس اصحاب بدر کی تعداد
- 275 انصار اصحاب بدر (قبیلہ خزرج)
- 275 بنی امرؤ القیس

- 276 بنی زید بن مالک
- 277 بنی ہدی، بنی احمر، بنی جشم اور بنی زید، بنی جدارہ
- 278 بنی الجمر، بنی عوف، بنی جزء اور ان کے حلفاء
- 279 بنی سالم، بنی اصرم، بنی دعد، بنی قریوش، بنی مرضہ
- 280 بنی لودان اور ان کے حلفاء
- 281 بنی ساعدہ
- 281 بنی ہدی اور ان کے حلفاء
- 281 بنی ظریف اور ان کے حلفاء
- 282 بنی جشم
- 282 جموح کالسب
- 283 بنی عبید اور ان کے حلفاء
- 283 بنی خناس
- 284 بنی نعمان
- 284 بنی سواد
- 284 بنی عدی بن ثابی
- 285 بنی زریق
- 285 بنی خالد
- 285 بنی خلدہ
- 286 بنی عجلان بن عمرو
- 286 بنی بیاضہ
- 286 بنی حبیب
- 287 بنی نجار
- 287 بنی عسیرہ
- 287 بنی عمرو
- 287 بنی عبید

287	بنی عائد اور ان کے حلفاء
287	بنی زید بن ثعلبہ
288	بنی سواد بن مالک اور ان کے حلفاء
288	بنی عامر بن مالک
289	بنی عمرو بن مالک
289	بنی عدی بن عمرو
289	بنی عدی بن نجار
290	بنی حرام بن جندب
290	بنی حازن بن نجار اور ان کے حلفاء
290	بنی خنساء بن مبدول
290	بنی ثعلبہ بن حازن
291	بنی دینار بن نجار
291	بنی قیس بن مالک
291	دیگر اصحاب
292	اصحاب بدر کی کل تعداد
292	شہدائے بدر
292	بنی مطلب
293	بنی زہرہ
294	بنی عدی بن کعب
295	بنی حارث بن فہر
295	انصاء: ربنی عمرو بن عوف
295	بنی حارث بن خزرج
295	بنی سلمہ
296	بنی حبیب
296	بنی نجار

296	بنی غنم
296	غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین
296	بنی عبد شمس
298	بنی نوفل
298	بنی اسد
299	بنی عبدالدار
299	بنی تیم بن مرہ
300	بنی مخزوم
303	بنی سہم
304	بنی جمح
305	بنی عامر بن لوی
305	مقتولین کی تعداد
305	دیگر مقتولین
306	بنی عبد شمس
306	بنی اسد
306	بنی عبدالدار
306	بنی تیم
306	بنی مخزوم
307	بنی جمح
307	بنی سہم
308	غزوہ بدر میں اسیران قریش
308	بنی ہاشم
308	بنی مطلب
308	بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء
309	بنی نوفل اور ان کے حلفاء

310	بنی عبدالدار اور ان کے حلفاء
310	بنی اسد اور ان کے حلفاء
311	بنی مخزوم
313	بنی سہم
313	بنی جمح
314	بنی عامر
315	بنی حارث بن فہر
315	دیگر اسیران بدر
315	بنی ہاشم
316	بنی مطلب
317	بنی عبد شمس
318	بنی نوفل
318	بنی اسد
318	بنی عبدالدار
319	بنی تیم
319	بنی مخزوم
319	بنی جمح
320	بنی سہم
320	بنی عامر
320	بنی حارث
320	غزوہ بدر کے متعلق اشعار
320	قصیدہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
323	حارث بن ہشام کا جواب
325	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ
327	حارث بن ہشام کا جواب

- 329 ضرار بن خطاب کا قصیدہ
- 331 حضرت عکرمہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب
- 333 قصیدہ عبد اللہ بن زبیرؓ
- 334 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب
- 335 غزوہ بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 340 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار
- 341 اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 348 پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 351 حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ
- 352 غزوہ بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 354 رسول کریم ﷺ اور اصحاب قلب بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار
- 356 ابو جہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار
- 358 ابو جہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار
- 359 مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار
- 360 مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار
- 365 ابو اسامہ کے اشعار
- 378 ہند بنت عتبہ کے اشعار
- 381 صفیہ کے اشعار
- 383 ہند بنت اثاثہ کے اشعار
- 384 قتیلہ بنت حارث کے اشعار
- 385 غزوہ بدر سے فراغت کی تاریخ
- 386 چشمہ کدر پر غزوہ بنی سلیم
- 387 غزوہ سویق
- 390 غزوہ ذی امر
- 391 غزوہ بخران

- 391 غزوہ بنی قینقاع
- 391 بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب
- 392 بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات
- 393 اولین عہد شکن لوگ
- 393 بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب
- 396 رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی
- 394 بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت اور اسکے متعلق نزول آیات
- 396 ہشمہ قرده کی طرف سریہ زید بن حارثہ
- 397 قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 400 کعب بن اشرف کا قتل
- 400 حضور ﷺ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار
- 401 حضور ﷺ کے خلاف انگخت میں اس کے اشعار
- 403 اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 404 کعب کے جواب میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 405 حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کعب کے اشعار
- 406 کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر
- 409 ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 409 ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 412 محیصہ اور حویصہ کا واقعہ
- 412 حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا
- 414 حویصہ کے قبول اسلام کی دوسری روایت
- 415 حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوہ احد کی درمیانی مدت
- 416 غزوہ احد
- 416 حضور ﷺ سے جنگ کی انگخت
- 417 اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ

- 418 قریش کا جنگ پر اتفاق
- 420 لشکر قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت
- 421 رسول اللہ ﷺ کا خواب
- 422 رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت
- 423 منافقین کی واپسی
- 424 رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا
- 425 مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزرا اور اس کی بدسلوکی
- 428 کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت
- 429 حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی داد شجاعت
- 430 ابو عامر فاسق کا حال
- 431 قریش کی انگلیخت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب
- 432 ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی
- 432 مسلمانوں کا شعار
- 432 حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ
- 435 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت
- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی ضمیری اور ابن خیاری کی روایت
- 436 حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحشی کا قبول اسلام
- 439 وحشی کے ہاتھوں مسلمان کا قتل
- 440 دیوان سے وحشی کے نام کا خروج
- 441 حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 441 حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- 443 غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ
- 444 حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار
- 445 ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 448

- 450 ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 451 ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان
- 452 صواب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 453 عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 454 احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم
- 457 عتبہ اور جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 458 حضرت ابن سکین اور غزوہ احد میں ان کی آزمائش
- 458 غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد
- حضرت ابودجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے
- 459
- 460 حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اور ان کی آنکھ کا واقعہ
- 460 حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- 461 حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم
- 461 ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص
- 462 حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل
- 463 ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 464 پہاڑ کی گھاٹی میں حضور ﷺ کا ورود مسعود
- 465 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش
- 465 قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا
- 466 حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی معاونت
- 467 حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا
- 467 حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت
- 468 حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو
- 469 قرمان منافق کی ہلاکت
- 470 مخیرق کا قتل

- 470 حارث بن سدید کا حال
- 471 حضرت مجذّر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق
- 471 حضرت اصیرم کا حال
- 472 حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 473 ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ
- 474 ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار
- 474 ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار
- 475 ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگخت
- 477 ابوسفیان کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی
- احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہار مسرت اور حضرت عمر رضی اللہ
- 477 عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو
- 478 مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی
- 479 حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں
- 480 میدان احد میں مقتولین کا حال
- 481 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم و اندوہ اور مشرکین کو مثلہ کی دھمکی
- 482 مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات
- 483 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نماز جنازہ
- 484 حضرت صفیہ اور ان کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم و اندوہ
- 485 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین
- 486 شہداء کی تدفین
- 487 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمزہ کا غم و اندوہ
- 488 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ و بکا
- 489 بنی دینار کی ایک عورت کا حال
- 490 تلواریں کی صفائی
- 491 دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب

- 492 حضور ﷺ کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی ایک مثال
- 492 حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تقرر بطور عامل مدینہ
- 493 معبد الخزاعی کا واقعہ
- 495 حضور ﷺ کو ابوسفیان کا پیغام
- 496 صفوان کا ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا
- 496 ابو عزرہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل
- 497 معاویہ بن مغیرہ کا قتل
- 498 غزوہ احد کے بعد عبداللہ بن ابی کا کردار
- 499 یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن
- 500 غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات
- 502 بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام
- 504 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 505 سود کی ممانعت
- 506 اطاعت کی ترغیب
- 507 مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی
- 509 مجاہدین کو جنت کی دعوت
- 512 اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے
- 513 سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان
- 514 بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام
- 515 اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت
- 518 نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ
- 520 مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں
- 521 مسلمانوں پر حضور ﷺ کی مہربانی اور شفقت کا ذکر
- 523 خیانت کے متعلق نازل کردہ آیات
- 524 رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

- 525 مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان
- 527 جہاد کی ترغیب
- 530 شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ
- 534 حضور ﷺ کی معیت میں حراء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر
- 537 غزوہ احد کے مہاجر شہداء کا بیان
- 537 بنی ہاشم
- 537 بنی امیہ
- 538 بنی عبدالدار
- 538 بنی مخذوم
- 538 انصار شہداء
- 538 بنی عبدالاشہل
- 539 اہل رائج
- 539 بنی ظفر
- 539 بنی ضبیہ
- 539 بنی عبید
- 539 بنی ثعلبہ
- 540 بنی سلیم
- 540 بنی عجلان
- 540 بنی معاویہ
- 540 بنی نجار
- 540 بنی مہذول
- 541 بنی عمرو
- 541 بنی عدی
- 541 بنی مازن
- 541 بنی دینار

541	بنی حارث
542	بنی ابجر
542	بنی ساعدہ
542	بنی طریف
542	بنی عوف
543	بنی جبلی
543	بنی سللی
543	بنی سواد
543	بنی زریق
543	شہداء کی تعداد
543	بنی معاویہ
544	بنی خطمہ
544	بنی خزرج
544	بنی عمرو
544	بنی سالم
544	غزوہ احد میں مشرکین کے مقتول
544	بنی عبدالدار
545	بنی اسد
545	بنی زہرہ
546	بنی مخزوم
546	بنی جمح
546	بنی عامر
546	مشرکین کے مقتولوں کی تعداد
547	غزوہ احد کے متعلق کہے گئے اشعار
547	ہمیرہ کے اشعار

- 550 ہمیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 552 ہمیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 559 ابن زبیری کے اشعار
- 562 ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 565 حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرثیے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار
- 568 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار
- 570 یوم احد کے متعلق ابن زبیری کے اشعار
- 572 ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 575 یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار
- 576 ابن العاصی کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 577 یوم احد کے متعلق ضرار کے اشعار
- 579 یوم احد کے متعلق عمرو کے اشعار
- 580 عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 584 علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 590 شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 597 حضرت حمزہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار
- 600 آپ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 603 آپ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 603 غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 612 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار
- 614 غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 615 غزوہ احد کے متعلق ضرار کے اشعار
- 617 احد کے روز ابوز عنہ کا رجز
- 618 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کا رجز
- 618 احد کے روز عکرمہ کا رجز

- 619 احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشی تمیمی کے اشعار
- 620 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 621 شمس کے مرثیہ میں نعم کے اشعار
- 623 نعم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار
- 623 احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار
- 625 یوم رجیع کا بیان
- 625 ۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت
- 625 عضل اور قارہ کا نسب
- 626 حضرات مرشد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت
- 630 شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا
- 631 حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دہنہ کی قتل گاہ
- 633 رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دہنہ کی وفاداری کی مثال
- 634 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان
- 637 واقعہ رجیع کے متعلق نزول قرآن کریم
- 639 بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام
- 641 بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام
- 641 پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 643 حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 646 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ
- 646 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 653 حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 656 حادثہ بئر معونہ
- 656 بئر معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب

- 657 بیچے جانے والے اصحاب
 658 عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے
 659 ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا
 660 دو عامریوں کا قتل
 661 ابو براء کے اس عمل پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی
 661 حضرت ابن فہیرہ اور آسمان
 662 ابن سلمیٰ کے قبول اسلام کا سبب
 ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ
 663 کے اشعار
 663 حکم اور ام البنین کا نسب
 663 ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا
 663 ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ
 664 شہدائے بُر معونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
 665 واقعہ بُر معونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
 666 القرطام کا نسب
 668 ۴ھ میں بنی نضیر کی جلا وطنی کا حکم
 668 بنی نضیر رسول کریم ﷺ کے قتل کی سازش کرتے ہیں
 669 اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے
 670 بنی نضیر کا محاصرہ
 670 یہودیوں کو ایک گروہ کی انگینت پھران کا صلح کا ارادہ
 671 خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی
 671 مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم
 672 بنی نضیر میں اسلام لانے والے خوش نصیب
 672 ابن جحاش کے قتل پر یامین کو انگینت
 672 بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات

- 674 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 675 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 677 بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار
- بنی نضیر کی جلاوطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 685
- 689 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار
- 689 رجال بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار
- 691 ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار
- 692 خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار
- 694 ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار
- 696 ۴ھ میں غزوۂ ذات الرقاع
- 696 اس غزوہ کی وجہ تسمیہ
- 697 صلوٰۃ خوف
- 698 غورث بن حارث کا حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ
- 699 حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ
- 706 حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت
- 710 رسول کریم ﷺ کی واپسی
- 710 شعبان ۴ھ میں غزوۂ بدر ثانی
- 710 رسول کریم ﷺ کی روانگی
- 711 مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر
- 711 ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی
- 712 رسول کریم ﷺ اور خشی ضمری
- 712 معبد اور اپنی اونٹنی کے متعلق اس کے اشعار
- 713 غزوۂ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار
- 714 غزوۂ بدر ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

- 715 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار
- 717 ماہ ربیع الاول ۵۵ھ میں غزوہ دومۃ الجندل
- 718 غزوہ خندق، شوال ۵۵ھ
- 718 غزوہ خندق کی تاریخ
- 718 قریش کو یہود کی انگخت
- 720 بنی غطفان کو یہود کی انگخت
- 720 احزاب مشرکین کی روانگی
- 720 خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد
- 720 خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات
- 723 بعض مشکل الفاظ کی وضاحت
- 723 خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز
- 723 خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور
- 728 کعب بن اسد کو حی بن اخطب کی انگخت
- 730 کعب کی عہد شکنی کی تصدیق
- 731 منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ
- 732 کیا معتب منافق تھا؟
- 733 قبیلہ غطفان سے معاہدہ صلح کا ارادہ
- 734 چند مشرکین کا خندق عبور کرنا
- 735 حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ
- 735 عمر بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ
- 740 عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 741 غزوہ خندق کے روز مسلمانوں کا شعار
- 741 حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- 742 حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟
- 744 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ

- 746 حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب
- 748 مشرکین کی حالت پر آگاہی
- 749 ابوسفیان کا اعلان روائگی
- 750 خندق سے واپسی
- 750 غزوہ بنی قریظہ (۵ھ)
- 750 بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الہی
- 750 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یادہ گوئی کی اطلاع
- 751 حضرت جبریل علیہ السلام وحیہ کی شکل میں
- 752 رسول کریم ﷺ کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت
- 752 محاصرہ
- 752 کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت
- 755 ابولبابہ کا واقعہ
- 756 حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت
- 758 بعض بنی ہدل کا قبول اسلام
- 758 عمرو بن سعدی
- 759 بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر رسول کریم ﷺ کی رضامندی
- 763 بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ
- 764 حی بن اخطب کا قتل
- 765 بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت
- 766 زبیر بن باطا کا واقعہ
- 769 عطیہ قرظی اور رفاعہ
- 770 بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم
- 771 ریحانہ کا واقعہ
- 771 غزوہ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات
- 774 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

- 776 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 777 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 782 حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات
- 785 شہدائے غزوہ خندق
- 785 مشرکین کے مقتول
- 786 غزوہ بنی قریظہ کے شہداء
- 786 قریش پر حملہ کی بشارت
- 787 غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اشعار
- 787 ضرار کے اشعار
- 789 ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 792 ابن زبیری کے اشعار
- 794 ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 797 ابن زبیری کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 807 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 809 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 810 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 816 عمرو پر مسافع کی آہ و بکاء
- 817 عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت
- 818 عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکاء اور اپنے فرار کی عذر خواہی
- 819 عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکاء
- 820 عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار
- غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی
- 822 اللہ عنہما کے اشعار
- 823 حضرت ابن معاذ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہم کے اشعار
- 825 غزوہ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

- 827 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار
- 827 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار
- 829 سلام بن ابی الحقیق کا قتل
- 829 ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست
- 829 عمل خیر میں اوس و خزرج کا جذبہ مسابقت
- 830 ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ
- 833 ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 835 حضرت عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام
- 835 حضرت عمرو بن جاشی کے دربار میں
- 837 راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات
- 737 حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
- 739 حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کے متعلق ابن زبعری کے اشعار
- 841 غزوہ بنی الحیان

الروضِ الانف

- 43 نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول
- 44 کن فیکون کی تاویل
- 49 آیات محکمات کی تاویل
- 56 عقیدہ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل
- 61 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل
- 64 وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ
- 69 مہلبہ
- 70 نکتہ
- 73 سلول
- 74 عربوں میں بادشاہت
- 77 عبد اللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم

80	حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار
87	تاریخ ہجرت اور غزوہ و دوان
89	غزوہ عبیدہ بن حارث
90	شرح قصیدہ ابی بکر و قصیدہ ابن زبیرؓ و ابی جہل
95	غیر منصرف اسماء
96	کفار کے اشعار کی روایت
102	غزوہ بواط
103	غزوہ عسیرہ
104	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب
106	سب سے بڑا بد بخت انسان
106	بنی ضمرہ سے معاہدہ
107	سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
107	لفظ مناوہ کے ساتھ روایت کی صحت
109	حضری کی اولاد
112	اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت
117	غزوہ بدر
117	اطلاعات کا حصول
118	عائکہ کا خواب
122	اللیاط کا معنی
124	المجسرة و الالوة
124	شرح اشعار مکرز
127	رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات
129	انساب
130	قال بد اور قبیح نام کی کراہت
131	مسلم و مخرم کے دو پہاڑ

- 131 برک الغماد
- 132 مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا
- 137 چند کلمات کی وضاحت
- 142 اس کلام کو سب سے پہلے کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟
- 145 کچھ حضرت سواد بن عزیز کے بارے میں
- 146 بعض مناشدات کی وضاحت
- 148 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم
- 149 معرکہ جنگ میں جہاد نبی ﷺ
- 149 المفاعلة
- 150 عَصَبَ اور عَصَمَ
- 151 واقعہ عمیر بن حمام
- 152 واقعہ عوف بن عفراء
- 152 پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت
- 155 ابوالبختری اور مجذر کے کلام کی وضاحت
- 158 ہا اللہ اور ہبروہ کی وضاحت
- 161 ابوداؤد مازنی کا نسب
- 162 لغات
- 163 ابو جہل کو قتل کرنے والے دونو جوان
- 166 حرف جر کا اضمار
- 167 حضرت عکاشہ بن محسن کا واقعہ
- 169 سبقک بہا عکاشة
- 171 اصحاب قلب بدر کونداء
- 171 ایک نحوی مسئلہ
- 174 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی
- 176 مقتولین مشرکین کو کنوئیں میں پھینکنے کا مقصد

- 177 اشعار کی مزید وضاحت
- 178 الجبوب کا معنی
- 178 معاطی الکعوب
- 179 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت
- 180 عرش اور عریش
- 180 بنو عابد اور بنو عائد
- 181 کچھ تقسیم کے متعلق
- 182 سورہ انفال کی ابتدائی آیات کی شان نزول
- 184 عقبہ بن ابی معیط
- 187 بنی امیہ کے نسب میں طعن
- 184 ابو ہند حجام
- 187 بدر کے جنگی قیدی
- 189 ابورافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی
- 190 ام فضل اور ابولہب کی پٹائی
- 194 ضمیرہ
- 194 ابن دثم
- 196 کچھ مکرمز کے اشعار کے بارے میں
- 198 ابوالعاصی بن ربیع
- 202 قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں
- 204 قصیدہ ابی خیثمہ کی تشریح
- 210 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی
- 212 امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 214 عمیر بن وہب کا قبول اسلام
- 218 کیا غزوہ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟
- 223 غزوہ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات

نفل کی پہلی قسم

226

دوسری قسم

227

تیسری قسم

228

چوتھی قسم

228

فرشتوں کی جنگ کا بیان

230

جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات

233

وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

242

نبی کریم ﷺ کے متعلق اخس اور ابو جہل کی رائے

245

آخرین کون ہیں؟

248

بدر کے اموال غنیمت

251

بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے

255

شرکائے بدر کے اسماء

258

حضرت خوات کا قصہ

265

نعمان بن عسکر کا نسب

271

انساب کی تصحیح

272

صاحب صاع

275

قریوش یا قریوس

276

جدارہ یا خدارہ

277

ایک نسب کی تصحیح

281

چند شہدائے بدر کا تعاف

292

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

292

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

292

حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ

293

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

293

چند دیگر اصحاب بدر

294

- 296 غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین
- 296 عاصی بن سعید
- 301 سائب بن ابی سائب
- 304 اوس بن خولی
- 304 طلحہ کا بھائی
- 305 ابن عبد اللہ بن جدعان
- 307 حذیفہ بن ابی حذیفہ
- 308 اسیران بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء
- 308 حضرت عباس رضی اللہ عنہ
- 309 حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- 310 حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ
- 311 حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ
- 311 حضرت ابو عزیز بن عمیر عبد ری رضی اللہ عنہ
- 311 حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ
- 312 حضرت خالد بن ہشام
- 312 حضرت عبد اللہ بن سائب
- 312 حضرت مطلب بن حطب
- 313 حضرت حکم بن عبد المطلب
- 314 مزید اسلام لانے والے اسیران بدر
- 314 حضرت ابو داعدہ حارث بن صبرہ
- 315 حضرت حجاج بن حارث
- 315 حضرت عبد اللہ بن ابی
- 315 حضرت وہب بن عمیر نجی
- 316 حضرت سہیل بن عمرو
- 316 حضرت عبد بن زمعہ

- 316 حضرت قیس بن سائب مخزومی
- 317 حضرت نسطاس
- 317 اسلام قبول نہ کرنے والے اسیران بدر
- 317 حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات
- 320 غزوہ بدر کے متعلق اشعار
- 321 حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار
- 326 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 335 کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں
- 336 مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ میں فرق
- 337 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت
- 340 کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں
- 345 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت
- 366 ابواسامہ کے اشعار کی وضاحت
- 375 ابواسامہ کے قصیدہ فاویہ کی تشریح
- 378 ہند کے اشعار
- 384 قتیلہ کے اشعار
- 386 غزوہ قرقرۃ الکدر
- 389 سلام بن مشکم
- 391 واقعہ بنی قینقاع
- 396 سریہ زید بن حارثہ
- 397 مخاض اور اوارک
- 400 کعب بن اشرف کا قتل
- 412 حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل
- 416 غزوہ احد
- 416 جبل احد کی فضیلت

- 418 اسم جبل احد کی اغراض تو حید کے ساتھ موافقت
- 421 رسول اللہ ﷺ کا خواب
- 424 الغل والطيرة
- 426 غزوة احد کے روز کم سن مجاہدین
- 427 کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں
- 427 حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
- 726 وحشی کی روایت
- 444 حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق
- 446 ابوسفیان کے اشعار
- 452 غزوة احد میں چلانے والا
- 455 نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال
- 456 رات کے اجزاء کے نام
- 456 حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک
- 462 حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل
- 465 حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ
- 467 حضرت حذیفہ یمانی کا نسب
- 469 الہامة والظما
- 469 بعض اصحاب احد کے متعلق
- 472 حضرت ابن جموح
- 474 من اور اس کے بعد ساکن کا حکم
- 476 لکاع اور لکم
- 480 حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور ﷺ کا استفسار
- 481 حمید الطویل اور طلحہ الطلیحات
- 483 شہداء کی نماز جنازہ
- 485 حضرت عبداللہ بن جحش المجدع رضی اللہ عنہ

- 488 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو
- 489 مخیر لیق کا واقعہ اور دور اسلام میں پہلی وقف
- 494 غزوہ حمراء الاسد
- 494 شرح قصیدہ معبد الخزاعی
- 496 ابو غزہ جمحی
- 498 ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ
- 498 عبد اللہ بن ابی کی گفتگو
- 500 غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر
- 505 اتخذ کا معنی
- 510 خلافت صدیق اکبر کے دلائل
- 513 ربیون اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفی
- 515 چند آیات احد کی کچھ تفسیر
- 523 خیانت کا حکم
- 527 شہادت اور شہداء
- 529 عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت
- 541 ابوحنہ یاحبہ
- 547 غزوہ احد کے متعلق اشعار کی تشریح
- 550 ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء
- 552 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح
- 559 ابن زبیری کے اشعار کی تشریح
- 559 دور جاہلیت میں تقدیر کا عقیدہ
- 562 ابن زبیری کے رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 564 حرف جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟
- 565 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت
- 566 حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

- 573 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت
- 580 عمرو بن العاص کے اشعار
- 581 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 584 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار
- 589 ابن عطاء کے اشعار
- 590 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ حانیہ
- 597 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ
- 598 بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا
- 600 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 603 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ زانیہ
- 604 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ نونیہ
- 615 ضرار کے اشعار
- 618 عکرمہ کا رجز
- 621 نعیم کے اشعار
- 622 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ
- 625 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت
- 632 حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 635 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟
- 637 حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزول قرآن کریم
- 645 حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر
- 647 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا
- 648 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کھبیب کا ذکر
- 653 حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم
- 654 خبیب اور ہذیل کا مادہ اشتقاق
- 655 ہمزہ کے بغیر رسالت

- 656 واقعہ بئر معونہ
- 656 ملاعب الاسب، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء
- 659 ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار
- 661 حضرت ابن فہرہ کا ٹھکانہ
- 663 ام البنین الاربعہ
- 664 الزہان یا الریان
- 666 القرطاء
- 666 ایک منسوخ آیت
- 668 غزوہ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول
- 668 کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل
- 672 سورہ حشر کی ابتدائی آیات
- 680 دو کاہن
- 681 خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج
- 686 غزوہ ذات الرقاع
- 687 صلوة خوف
- 699 منصوبہ کو رفع دینا
- 701 حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل
- 702 حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرے ہیں
- 704 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت
- 705 عمرو بن عبید سے حدیث کی روایت
- 706 واقعہ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف
- 710 الرہینۃ کا معنی
- 711 اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ
- 712 معبد کار جز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار
- 717 غزوہ دومۃ الجندل

- 718 غزوہ خندق
- 720 عیینہ بن حصن
- 726 چکنے والی بجلیاں
- 727 زغابہ کے نام کی تحقیر
- 728 یقتل فی الذرۃ والغارب
- 730 اللحن
- 733 احزاب سے صلح
- 735 سلمان منا
- 735 ابن ادریس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت
- 740 الفرعل
- 742 ابن عرقہ اور ام سعد
- 742 عرش الہی کا جنبش میں آنا
- 744 کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟
- 751 حضرت وحیدہ اور مقام سورین کا واقعہ
- 753 ایک لقمہ مسئلہ
- 755 کچھ حضرت ابولہبابہ کے بارے میں
- 756 لعل، عسلی اور لہت
- 762 آسمان کا ایک نام
- 762 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فوقیت
- 763 کیسہ
- 765 رفیدہ
- 765 غزوہ خندق
- 765 مرتدہ کا قتل
- 765 زبیر بن باطا
- 769 بلوغت کی پہچان میں اہل اصل ہے

- 769 جی کا لباس
- 771 سلمیٰ بنت ایوب
- 771 سلمیٰ بنت قیس
- 772 قرآنی آیات کی تفسیر
- 782 عرش الہی کا جھومنا
- 787 فصل برائے اشعار غزوہ خندق
- 787 ضرار کے اشعار
- 790 حضرت کعب کے اشعار
- 794 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث
- 797 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 803 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ
- 806 بلہ اور اس کے مابعد کا حکم
- 809 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ عینیہ
- 809 قیس عیلان اور قیس کبہ
- 810 غزوہ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار
- 829 ابن ابی الحقیق کا قتل
- 831 قطنی، قد اور نون وقایہ
- 835 حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
- 838 نجاشی کے ساتھ ضمیری کی گفتگو
- 839 شاہان عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد
- 840 السہریہ
- 841 غزوہ بنی لحيان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

عاقب، سید اور اسقف کا معنی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ساٹھ سوار تھے۔ ان میں سے چودہ اشراف سے تعلق رکھتے تھے، ان چودہ میں سے تین افراد ایسے تھے جو ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ عاقب ان کا امیر اور صاحب مشورہ تھا جس کی رائے کے بغیر وہ کوئی کام نہ کرتے۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ ان کا سید ان کا فریادرس، امیر سفر اور متفق علیہ فرد تھا۔ اس کا نام اسیم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ جو بنی بکر بن وائل کا ایک فرد تھا، ان کا اسقف، عالم، امام اور تورات کا قاری تھا۔

شاہانِ روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام و مرتبہ

ابو حارثہ نے عیسائیوں کے درمیان بلند مقام و مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس نے ان کی کتابیں پڑھیں یہاں تک کہ ان کے دین کا ایک جید عالم بن گیا۔ روم کے عیسائی بادشاہ اس کی عزت کرتے، اسے مال و دولت سے نوازتے اور اس کی خدمت کرتے۔ انہوں نے اس کی خاطر کلیسے تعمیر کئے اور اس پر اپنے انعامات کی بارش کر دی۔ اس عزت و تکریم کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعے ان کے دین کا علم اور اجتہاد ان تک پہنچتا تھا۔

کرز بن علقمہ کے قبولِ اسلام کا سبب

جب وفدِ نجران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو حارثہ سب سے آگے اپنے ایک خچر پر سوار تھا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی کوز بن علقمہ بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اسے کرز بھی کہا جاتا ہے۔ ابو حارثہ کا خچر پھسلا تو کوز بولا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد رسول اللہ ﷺ تھے (نعود باللہ من ذلک)۔ ابو حارثہ نے اسے کہا بلکہ تو ہلاک ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نجران، نجران بن زید بن یثجب بن یعر ب بن قحطان کے نسب سے معروف ہے جبکہ اس کا قبیلہ بنی حارثہ بن کعب بن مذحج ہے۔

بھائی جان؟ اس نے کہا قسم بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے رہے۔ کوز نے اسے کہا پھر تجھے اسلام قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ تو یہ بات مانتا ہے؟ اس نے کہا مجھے وہ چیز مانع ہے جو اس قوم نے ہم پر احسان کیا۔ انہوں نے ہماری عزت و تکریم کی اور ہمیں مال و دولت سے نوازا۔ یہ لوگ اس نبی کے مخالف ہیں۔ اگر میں اسلام قبول کر لوں تو یہ لوگ ہم سے یہ سب کچھ چھین لیں گے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے بھائی کوز بن علقمہ نے یہ بات دل میں بٹھالی یہاں تک کہ بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ ابو حارثہ کے متعلق یہ بات اسی کوز نے بتائی جو مجھ تک پہنچی۔

رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبول اسلام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی کہ نجران کے سرداروں کی کتب و رشہ در و رشہ چلتی رہیں۔ جب ان کا ایک سردار مرتا اور حکومت دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی تو وہ ان کتابوں پر لگی ہوئی سابقہ مہروں کے اوپر ایک اور مہر لگا دیتا اور پہلی مہر کو نہ توڑتا۔ نبی کریم ﷺ کا ہم عصر سردار ایک دفعہ پیدل لکھا، وہ پھسلا تو اس کے بیٹے نے کہا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد نبی کریم ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ اس کے باپ نے اسے کہا "ایسا نہ کہو، وہ نبی ہیں۔ ان کا نام حکمت کی کتابوں میں موجود ہے۔" جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے نے ہمت کی اور ان مہروں کو توڑ دیا۔ اس نے ان کتابوں میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی دیکھا تو اسلام قبول کر لیا اور سچا مسلمان بن گیا اور حج بھی کیا۔ وہی یہ شعر کہتا ہے۔

کُنْ فَيَكُونُ کی تاویل

نجران کے عیسائیوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے محمد (ﷺ) ان کا باپ کون ہے؟ ان کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** (آل عمران) "بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔" اس میں ایک نکتہ ہے، وہ یہ کہ کلام کا ظاہر تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا **خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** تاکہ فعل ماضی کا عطف فعل ماضی پر ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب فاء کے ساتھ عطف کیا جاتا ہے تو وہ تعلیب اور تسہیب دونوں کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ **فَيَكُونُ** فرماتا تو فاء صرف تسہیب کا فائدہ دیتی اور اللہ تعالیٰ کا **كُنْ** فرمانا ہو جانے کا سبب ہوتا لیکن جب یہاں فعل حال استعمال ہوا ہے تو فاء تسہیب کے ساتھ ساتھ تعلیب پر بھی دلالت کر رہی ہے یعنی امر کے بعد بغیر کسی وقفہ

إِلَيْكَ تَعْدُو قَلْبًا وَضِيئَةً مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَنِينًا
مُخَالِفًا وَبَيْنَ النَّصَارَى وَبَيْنَهَا

”(اوٹنی) تیری ہی طرف اس حال میں دوڑ رہی ہے کہ اس کا کمر بند حرکت کر رہا ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ اس کے آڑے آرہا ہے اور اس (کے سوار) کا دین عیسائیوں کے دین کے مخالف ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا وَضِيئَةً کا معنی اوٹنی کا کمر بند ہے۔ حضرت ہشام بن عروہ نے کہا اس شعر کے ساتھ اس مصرعہ کا اضافہ اہل عراق نے کیا ہے: مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَنِينًا جہاں تک ابو عبیدہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق اشعار ہم نے پہلے ذکر کر دیئے ہیں۔

عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا کہ جب نجران کے عیسائی مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوئے تو وہ مسجد نبوی میں اس وقت داخل ہوئے جبکہ آپ ﷺ نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ وہ علماء کے جبوں اور چادروں میں ملبوس بنی حارث بن کعب کے مردوں کے حسن و جمال کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔ صحابہ کرام نے جب انہیں دیکھا تو ایک صحابی نے کہا ہم نے اس جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ مسجد نبوی کے اندر ہی ادائیگی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

وفد نجران کے اسباء، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو چودہ اشرف ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے ان کے نام یہ ہیں: عاقب، یہ عبد المسیح تھا، سید، یہ ایہم تھا، ابو حارثہ بن علقمہ، یہ بنی بکر بن وائل کا فرد تھا، اوس،

کے ہو جانے کا فعل واقع ہو رہا ہے اور رکاف اور نون کے درمیان ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا كُنْ فَإِذَا شِئْوَ كَانُوا۔ ”ہو جا تو وہ فوراً ہو گیا“ کیونکہ فعل حال امر کے فوراً بعد ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین پیدا کئے جو کہ چھ ہزار سال کے برابر تھے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کن فیکون کا کیا معنی ہو گا؟ اہل علم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ رب العزت کے ارشاد کن کی توجہ مخلوق کی طرف مطلق بھی ہے اور مقید بھی۔ جب یہ مطلق ہو تو وہ

حارث، زید، قیس، یزید، نبیہ، خویلد، عمرو، خالد، عبد اللہ اور محسن۔ وہ ساٹھ سوار تھے، ان میں سے ابو حارثہ بن علقمہ، عاقب عبد اسح اور سید اسہم نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی۔ وہ اپنے بادشاہ کے دین کے مطابق عیسائی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا آپس میں اختلاف بھی تھا۔ بعض کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی (نعوذ باللہ) اللہ ہیں، بعض کہتے وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض کہتے وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا قول ہے۔

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے، بیماروں کو شفا دیتے، غیب کی خبریں دیتے اور مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ حالانکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے باعث ہوئے تھے: **وَلِنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ (مریم: ۲۱)** ”اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کے لئے۔“

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ وہ کہتے کہ ان کا کوئی ایسا باپ نہیں جس کا کسی کو علم ہو اور آپ نے گہوارے میں گفتگو فرمائی۔ یہ کام آپ سے پہلے اولادِ آدم میں سے کسی نے نہ کیا۔

تیسرے قول کہ وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں، پر ان کی دلیل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَعَلْنَا (ہم نے کیا)، أَمَرْنَا (ہم نے حکم دیا)، خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)**۔ وہ کہتے اگر ایک خدا ہوتا تو یوں کہتا **فَعَلْتُ (میں نے کیا)، أَمَرْتُ (میں نے حکم دیا)، خَلَقْتُ (میں نے پیدا کیا) اور قَضَيْتُ (میں نے فیصلہ کیا)** لیکن خدا تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم۔ ان کے ہر قول کے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ جب ان کے دو علماء نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اسلام قبول نہیں کیا، اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

چیز اس وقت واقع ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور جب یہ کسی صفت یا زمانہ کے ساتھ مقید ہو تو وہ چیز اس وقت واقع ہوگی جب اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے مطابق ارادہ فرمائے گا جس کے ساتھ وہ امر مقید ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ یوں فرمائے **كُنْ فِي أَلْفِ سَنَةٍ**۔ تو وہ چیز ہزار سال بعد ہی پیدا ہوگی اور اگر یوں فرمائے کہ بغیر کسی ایک لمحہ کے وقفہ کے فوراً ہو جا تو وہ چیز فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے کا دعویٰ کرنا، صلیب کی عبادت کرنا اور خنزیر کو کھانا اسلام کے مانع ہے۔ ان دونوں نے کہا: اے محمد (ﷺ) پھر ان کا باپ کون ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں جواب نہ دیا۔

وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورہ آل عمران کی آیات کی تفسیر

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وفد نجران کے عقیدہ اور اس میں ان کے اختلاف کے متعلق سورہ آل عمران کی اسی سے زائد ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿١﴾ (آل عمران)

”الف، لام، میم اللہ (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے، زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں عیسائیوں کے غلط اقوال سے اپنی پاکی اور خلق و امر میں اپنی وحدانیت بیان فرمائی کہ ان امور میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ عیسائیوں کے کفر کا رد ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مد مقابل ٹھہرائے تھے۔ نیز یہ انہی کے قول کے ساتھ انہی کے خلاف دلیل ہے تاکہ اس طرح انہیں اپنی گمراہی کا علم ہو جائے۔ فرمایا: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یعنی اس کے امر میں اس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں حالانکہ بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور انہیں سولی پر چڑھایا گیا۔ مخلوق میں اس کی سلطنت اپنے حال پر قائم و دائم ہے، اسے زوال نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول ان کے اپنے اس مقام سے زوال پذیر ہو گئے جو انہیں حاصل تھا اور اس مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ ﴿٢﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿٤﴾ (آل عمران)

”نازل فرمائی اس نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ ۱۔ تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے (اتری) ہیں اور اتاری اس نے تورات اور انجیل ۲۔ اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اتارا فرقان کو ۳۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے ۴۔“

۱۔ یعنی جس بات میں انہوں نے اختلاف کیا اس میں سچ بات کے ساتھ۔

۲۔ تو رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جس طرح اس نے ان رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو ان سے پہلے تھے۔

۳۔ وہ کتاب نازل فرمائی جو اس اختلاف میں حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والی ہے جو عیسائی فرقوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور دیگر امور میں کیا۔

۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص سے بدلہ لینے والا ہے جس نے اس کی آیات کا انکار کیا حالانکہ اسے ان کا علم ہو چکا تھا اور ان آیات میں جو حکم تھا اسے اس کی معرفت حاصل ہو چکی تھی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿١﴾ (آل عمران)

”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ رہتی اس پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ ارادے کرتے ہیں، خفیہ تدبیریں کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے اور اس پر بہتان باندھتے ہوئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور رب بنایا حالانکہ ان کے پاس جو علم ہے وہ کسی اور چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾ (آل عمران)

”وہی ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے (ماؤں کے) رحموں میں جس طرح چاہتا ہے کوئی معبود نہیں بغیر اس کے (وہی) غالب ہے حکمت والا ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان انسانوں میں سے ہیں جن کی ماؤں کے رحموں میں تصویر بنائی گئی جس طرح دیگر بنی آدم کی تصویر بنائی گئی۔ اس بات کو عیسائی نہ رد کر سکتے ہیں اور نہ اس کا انکار۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ ان کا یہ مقام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لگائے گئے بہتانوں سے اپنی ذات کی تزیہ اور وحدانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾ یعنی جب وہ کافروں سے انتقام لینا چاہے تو اس میں وہ غالب ہے اور بندوں کی طرف اپنی حجت اور دلیل میں حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ

إِلَّا أُولَٰئِكَ الْبَابُ ۝ (آل عمران)

”وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں ۱۔ اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں ۲۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے ۳ (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے ۴۔ اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے ۵۔ اور پختہ علم

آیاتِ محکمات کی تاویل

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات ذکر کیں اور ان کی تفسیر میں بہت کچھ لکھا۔ ان آیات میں سے ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے مِنْهُ أَيْتٌ مُّحْكَمَتٌ۔ یہ وہ آیات ہیں جو صرف ایک معنی کا احتمال رکھتی ہیں۔ میرے نزدیک لفظ محکم اہل عرب کے اس قول سے مشتق ہے: أَحْكَمْتُ الْفَرَسَ بِحَكْمَتِهِ۔ یعنی میں نے گھوڑے کو اس کے راستہ سے پھر جانے سے روکا۔ اسی طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَنُحَكِّمُ بِالْقَوَافِي مَنْ هَجَانَا

یعنی ہم اس شخص کو شعروں کی لگام دے کر روک دیتے ہیں جو ہماری ہجو کرے۔ اسی طرح محکم آیت کو پڑھتے ہوئے قاری کے سامنے مختلف تاویلات نہیں آتیں اور اسے مختلف احتمالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ لفظ الحکمۃ سے مشتق نہیں کیونکہ قرآن کریم سارے کا سارا علم و حکمت ہے اور متشابہ آیت میں غور و فکر کرتے ہوئے آدمی مختلف توجیہات اور جدا جدا راستوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے: كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَتُهُ (ہود: ۱) ”یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محفوظ و مستحکم بنا دی گئی ہیں“۔ اس میں أُحْكِمَتْ کا کلمہ حکمت اور احکام سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پختہ کرنا۔ اس معنی کے لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم محکم ہے اور ایک لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم متشابہ بھی ہے کیونکہ براعتِ الفاظ، اعجازِ نظم، جزالت معنی اور حکمت کے بدائع کے لحاظ سے بعض آیات بعض دیگر آیات کے متشابہ ہیں۔ پس پورا قرآن مجید متشابہ بھی ہے اور محکم بھی اور پہلے معنی کے مطابق یہ آیات ہیں: مِنْهُ أَيْتٌ مُّحْكَمَتٌ اور وَآخِرُ مُّتَشَبِهَاتٍ۔ پس اہل زیغ متشابہ آیات کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالتے ہیں اور اپنی آراء کے متعلق ان کے ساتھ بحث کرتے ہیں جبکہ راخنین فی العلم متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند۔

۱۔ جن میں اللہ رب العزت کی حجت، بندوں کی عصمت اور خصوم و باطل کا توڑ ہے، ان کے معنی میں کوئی تغیر اور تحریف نہیں ہو سکتی۔

۲۔ جن میں تاویل اور معانی مختلفہ کی گنجائش ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے جس طرح انہیں حلال و حرام میں آزمایا ہے تاکہ بندے ان آیات کے مفہوم کو حق سے پھیر کر باطل کی طرف نہ لے جائیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل ہدایت سے دور ہیں وہ صرف ان آیتوں کی پیروی کرتے ہیں جو مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنی بدعتوں اور افتراء بازیوں کی تصدیق کریں تاکہ وہ آیات ان کی حجت اور ان کے متشابہ قول کی دلیل بن جائیں۔

۴۔ اس سے ان کا مقصد معاملات میں التباس پیدا کرنا اور غلط معنی کی تلاش ہے۔ یہ ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ ہے جس کا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں شکار ہو گئے: خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہی اس معنی کو جانتا ہے جس کا انہوں نے ارادہ کیا۔

۶۔ لہذا یہ مختلف کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ رب واحد کی طرف سے قول واحد ہے۔ یہ قول کرنے کے بعد راسخین فی العلم نے متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کے معنی کی طرف پھیر دیا جن کا صرف ایک معنی ہے۔ ان کے قول کے ساتھ کتاب کے معانی ترتیب پاتے ہیں۔ ان کا بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کی حجت نافذ ہو جاتی ہے، اس کی وہ حجت ظاہر ہو جاتی ہے جس کی بناء پر عذر کیا جاسکتا ہو، اس کے ذریعے باطل مٹ جاتا ہے اور حق کفر پر غالب آ جاتا ہے۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے صرف عقلمند نصیحت قبول کرتے ہیں۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء: ۵۹) ”پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لونا دوا سے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف“۔ نیز وہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لئے اس کا بعض بعض کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (آل عمران: ۷) کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿١٠﴾
(آل عمران)

”اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل بعد اس کے کہ تو نے ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت، بے شک تو ہی سب کچھ بہت زیادہ دینے والا ہے۔“
یعنی تو ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر اگرچہ ہم اپنی بدعتوں کے ساتھ ٹیڑھے ہو جائیں۔ پھر فرمایا:
شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلِكُ ۖ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١﴾ (آل عمران)

”شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بے شک نہیں خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل و انصاف کو، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے (جو) عزت والا حکمت والا ہے۔“
یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اہل علم نے اس بات کے خلاف گواہی دی جو عیسائیوں نے کہی۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٢﴾ (آل عمران)
”بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے! اور نہیں جھگڑا کیا جن کو دی گئی تھی کتاب مگر بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس صحیح علم ۲ (اور یہ جھگڑا) باہمی حسد کی وجہ سے تھا اور جو انکار کرتا ہے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“
۱۔ جس دین پر اے محمد ﷺ آپ کا رہند ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت کی توحید اور سب رسولوں کی تصدیق۔

فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس آیت کریمہ میں بحث مباحثہ کر رہے ہوں تو ان سے دور ہو جاؤ۔ محکم اور متشابہ کے معنی میں سلف صالحین کے مختلف اقوال ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں مگر ان میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ وقف و ما یعلم تاویلہ الا اللہ پر ہے۔ ان کی رائے میں یہاں کلام مکمل ہو جاتا ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہ آپ بغیر واؤ کے الراسخون فی العلم پڑھتے (1) یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ راسخین فی

1۔ یہ قراءت غیر متواترہ ہے جو سند صحیح کی محتاج ہے۔

۲ جو آپ کے پاس آیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۖ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ
ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ ۖ وَاللَّهُ بِصِيرٍ
بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران)

”پھر اگر (اب بھی) جھگڑا کریں آپ سے ۱ تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے جھکا دیا ہے اپنا سر اللہ کے سامنے ۲ اور جنہوں نے میری پیروی کی اور کہئے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی اور ان پڑھوں سے ۳ کہ کیا تم اسلام لائے پس اگر وہ اسلام لے آئیں جب تو ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیر لیں تو اتنا ہی آپ کے ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں (جو آپ نے پہنچا دیا) اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے (اپنے بندوں کو)۔“

۱ اس باطل دلیل کے ساتھ جو وہ اپنے اس قول سے لائے: خَلَقْنَا، فَعَلْنَا، أَمَرْنَا۔ یہ بالکل باطل شبہ ہے جو انہوں نے قولِ حق سے سمجھا۔

۲ جو ایک ہے۔

۳ جن کے لئے کوئی کتاب نہیں۔

یہود و نصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دونوں فرقوں (یہود و نصاریٰ) کو جمع کر دیا اور ان کی بدعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَ يَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ
بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (آل عمران)

العلم متشابہ آیات کی تاویل نہیں جانتے، اگرچہ وہ ان کی تفسیر جانتے ہیں۔ ان علماء کے نزدیک تاویل اور تفسیر کا مفہوم الگ الگ ہے۔ ان کے نزدیک تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں ہے: يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (الاعراف: 53) جس روز ظاہر ہوگا اس کا انجام۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ والراسخون کا عطف ماقبل پر ہے اور وہ تاویل کے عالم ہیں۔ ان کے نقلی اور عقلی دلائل بڑے طویل ہیں اور میرے نزدیک ایک تیسرا نقطہ نظر پسندیدہ ہے جو علامہ ابن اسحاق نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ و ما يعلم تاويله الا الله پر کلام ختم ہو

”بے شک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دوا نہیں درد ناک عذاب کی۔“

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَالُهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”یہ ہیں وہ (بد نصیب) اکارت گئے جن کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار۔“

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ فَرِيقًا مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا کچھ حصہ کتاب کا (جب) بلائے جاتے ہیں کتاب الہی کی طرف تاکہ تصفیہ کر دے ان کے باہمی جھگڑوں کا تو پیٹھ پھیر لیتا ہے ایک گروہ ان میں سے در آنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں۔“

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَسُنَا النَّارُ إِلَّا أَيْامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٥٢﴾ (آل عمران)

”اس (بیباکی) کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بالکل نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گئے ہوئے اور فریب میں مبتلا رکھا نہیں ان کے دین کے معاملہ میں ان باتوں نے جو وہ خود گھڑا کرتے تھے۔“

فَكَيْفَ إِذَا جُمِعْتُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٣﴾ (آل عمران)

”سو کیا حال ہوگا (ان کا) جب ہم جمع کریں گے انہیں اس روز جس کے آنے میں کوئی

جاتا ہے اور الراسخون فی العلم نیا کلام ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ان آیات کی تاویل نہیں جانتے جس طرح پہلے فریق نے کہا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف پھیرنے، خفی پر جلی کے ساتھ استدلال کرنے اور مختلف فیہ پر متفق علیہ کے ذریعے استدلال کرنے کے ساتھ ان کی تاویل جانتے ہیں۔ اس کے ساتھ حجت نافذ ہو جاتی ہے، باطل مٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کا درجہ بلند ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے میں اس کے ساتھ ایمان لایا، یہ سب میرے رب کی طرف سے ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کیونکر ہو سکتا

شک نہیں اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“
 قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ
 وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۚ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱﴾ (آل عمران)

”(اے حبیب! یوں) عرض کرو اے اللہ! اے مالک سب ملکوں کے! تو بخش دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہے ساری بھلائی! بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

۱۔ یعنی اے سب بندوں اور سب ملکوں کے پروردگار جن میں تیرے سوا کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتا۔

۲۔ یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ یعنی تو ہی اپنی سلطنت اور قدرت کے ساتھ ان امور پر قادر ہے، تیرے سوا اور کوئی ان امور کی قدرت نہیں رکھتا۔

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْمَوْتَ مِنَ الْمَوْتِ ۚ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمْتِ ۚ وَتُخْرِجُ الْمَمْتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمْتِ ۚ (آل عمران)

”تو داخل کرتا ہے رات (کا حصہ) دن میں اور داخل کرتا ہے تو دن (کا حصہ) رات میں اور نکالتا ہے تو زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب۔“

۱۔ اپنی اس قدرت کے ساتھ۔

۲۔ تیرے سوا کوئی اور ان امور پر قادر نہیں اور یہ سب کچھ صرف تو ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان اشیاء کا اختیار دیا تھا جن کی بناء پر عیسائی آپ کو خدا کہتے ہیں یعنی مردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا، مٹی سے پرندے بنانا

ہے؟ اور جب یہ دونوں علم مختلف ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم اور راسخین فی العلم کا علم تو الٰہی اسحقون کا ما قبل پر عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی تاویل میں اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔ اسے یہ علم غور و فکر، دقت نظر اور دلائل میں تحقیق کے ساتھ حاصل نہیں ہوا۔ پس اس طرح ان آیات کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ راسخین فی العلم اس کی تاویل دلائل کی تحقیق، دقت نظری اور درست

اور غیب کی خبریں دینا تو یہ اس لئے تھا کہ میں ان امور کو لوگوں کے لئے ان کی نبوت کی علامت اور تصدیق بناؤں جس کے ساتھ میں نے ان کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ تو جو میں نے انہیں عطا نہیں کیا وہ بھی اپنی قدرت اور اختیار سے عطا نہیں کیا یعنی سب ملکوں کی ملکیت، امر نبوت، نبوت عطا کرنے کا اختیار، رات کے حصہ کو دن میں اور دن کے حصہ کو رات میں داخل کرنا، مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالنا اور نیک و بد میں سے جس کو چاہنا بے حساب رزق عطا کرنا، میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام امور کا اختیار نہیں دیا اور انہیں ان امور کا مالک نہیں بنایا۔ کیا عیسائیوں کے لئے اس میں عبرت اور واضح دلیل نہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو یہ سب کچھ ان کے اختیار میں ہوتا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ دیگر بادشاہوں سے جنگیں کرتے رہے اور ان سے مختلف شہروں میں انتقام لیتے رہے۔

مومنین کو وعظ و نصیحت اور تنبیہ

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں ڈرایا پھر فرمایا:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران)

”(اے محبوب!) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ ۛ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۱۔ یعنی اگر تمہارا یہ قول حق ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور تم اس کی تعظیم کرتے ہو۔

۲۔ یعنی جو تم نے اس سے پہلے کفر کیا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ كُنْتُمْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران)

”آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ کی اور (اس کے) رسول کی! پھر اگر وہ منہ پھیریں ۛ تو

یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

۱۔ جنہیں تم جانتے ہو اور جن کا ذکر اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

۲۔ اپنے کفر کی طرف۔

تعبیرات کے ساتھ جانتے ہیں۔ اسی لئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَا يَكُنْ إِلَّا أَوْلَا الْأَلْبَابِ ۝ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔

خلق عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ان کے معاملہ کی ابتداء ہوئی۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر۔“

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۴﴾ (آل عمران)

”یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران کی زوجہ اور ان کے قول کا ذکر فرمایا:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۵﴾ (آل عمران)

”جب عرض کی عمران کی بیوی نے اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے۔ سو قبول فرمالے (یہ نذرانہ) مجھ سے

عقیدہٗ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اہل نجران کے پادریوں اور ان کے علماء کی دلیل ذکر کی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے ارشادات سے حاصل کی: مخلقنا، امرنا وغیرہ۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا مقام ان کے اس قول سے بلند ہے۔ یہی وہ کجی ہے کہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف لوٹائے بغیر ان سے استدلال کیا جائے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (البقرة: 163) ترجمہ: ”اور تمہارا خدا ایک خدا ہے۔“ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (الاخلاص: 1) ترجمہ: ”فرمادیتے ہو وہ اللہ ہے یکتا۔“ ان کی کم عقلی پر تعجب ہے کہ انہوں نے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ان آیات سے کیسے استدلال کیا جو آپ ﷺ پر ہی اتریں حالانکہ آپ ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی آیات کا معنی زیادہ جاننے والے ہیں کیونکہ جن الفاظ سے انہوں نے استدلال کیا وہ مجاز عربی ہیں تو رات اور انجیل

بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا (نیتوں کو) جاننے والا ہے۔

۱۔ یعنی میں نے اس کی نذر مانی اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، اس سے دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کیا جائے گا۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ ۚ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ ۚ وَ اِنِّیْ اَعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۱۹﴾

(آل عمران)

”پھر جب اس نے جنا اسے (توحیرت و حسرت سے) بولی اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے! اور (ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے۔“

۱۔ یعنی اب لڑکا اس لڑکی کی مانند نہیں ہو سکتا جب میں نے تیرے لئے نذر مان کر اس لڑکی کو سب کاموں سے آزاد کر دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ ۖ وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۖ وَكَلَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْبِحَرَابَ ۚ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ لَيْسَ بِیْ اٰیٍ لِّكَ هٰذَا ۚ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ غَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۰﴾ (آل عمران)

”پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے

کے الفاظ نہیں اور عربی میں اس مجاز کا اصول یہ ہے کہ جب کسی بادشاہ کے دربار سے کوئی تحریر جاری ہو تو اس میں بادشاہ کی طرف سے جو عبارت ہوتی ہے وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ بادشاہ کا کلام ہے جس کے حکم کی پیروی لازمی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب عزیز میں لوگوں کو مخاطب کیا تو اس میں انہی کے مذاہب کے مطابق کلام نازل فرمایا اور اس میں بادشاہ کے دربار سے صادر ہونے والے کلام کے اسلوب پر الفاظ جاری ہوئے اور یہ اسلوب صرف عربی زبان میں ہے اور عقلی طور پر بھی اس مجاز کا کلام قدیم کے ساتھ قریب کا تعلق بھی نہیں بلکہ یہ مجاز صرف نازل شدہ الفاظ میں ہی ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کی خبر دیتا ہے جو اس نے ہم سے پہلے کسی نبی کو فرمائی یا جس میں ہمارے علاوہ کسی اور کو مخاطب کیا۔ جیسے ارشاد فرمایا:

اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنادیا اس کا ذکر کیا کوا۔

۱۔ اس کے والدین کے بعد۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کفلہا کا معنی ہے صَہَّہا یعنی انہیں ان کے ساتھ ملا دیا۔

حضرت زکریا اور مریم کے متعلق آیات

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی یتیمی کا ذکر فرمایا پھر ان کا اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور آپ کی دعا اور آپ پر اپنی عنایت کا ذکر فرمایا جب آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور فرشتوں کے قول کا ذکر فرمایا:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ لَيُزَيِّمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكَ وَطَهَّرَكَ وَاصْطَفٰكِ عَلٰٓى نِسَاء الْعٰلَمِيْنَ ۝

(آل عمران)

اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم ابے شک اللہ تعالیٰ نے جن لیا ہے تمہیں اور خوب پاک کر دیا ہے تمہیں اور پسند کیا ہے تجھے سارے جہانوں کی عورتوں سے۔

لَيُزَيِّمُ اَقْنَتِيْ لِرَبِّكَ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ۝ (آل عمران)

”اے مریم! خلوص سے عبادت کرتی رہ اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔“

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدَيَّ ۚ (ص: 75)

ترجمہ: ”کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے۔“ تو اس میں یوں نہیں فرمایا: مخلقتا ہايدينا (جسے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا)۔ جس طرح فرمایا: وَمَا عَلَّمْتَا اٰدَمَ الْاٰیٰتِ الْكُبْرٰ (یسین: 71) ترجمہ: ”اس مخلوق سے جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی۔“ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے اپنی وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَنُصْنَمُ عَلٰٓى عَيْنِيْ ۙ (طہ: 39) اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے۔ اس طرح نہیں فرمایا جیسے دوسری آیت میں فرمایا: تَنْجُوْنِيْ بِاَعْيُنِنَا ۙ (القمر: 14) ترجمہ: ”وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کی خبر دی جسے اس نے اس عربی زبان پر نازل نہ فرمایا اور بعینہ وہ الفاظ ذکر نہیں فرمائے جو اس نے نازل فرمائے بلکہ ان الفاظ کا معنی بیان فرمایا اور معنی میں مہاذ نہیں ہوتا۔ اسی طرح بندے کے لئے یہ کہنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ (آل عمران)

”یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف، اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی۔“

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اقلامہم کا معنی تیر ہے یعنی وہ تیر جن کے ساتھ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق قرعہ اندازی کی۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام کا تیر لکھا تو آپ نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جرتج راہب کی کفالت کا دعویٰ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہاں جس کفالت کا ذکر ہے وہ جرتج راہب نے کی۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو بڑھئی تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا قرعہ اس کے نام لکھا۔ چنانچہ اس نے آپ کی کفالت کی جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس سے پہلے آپ کی کفالت کی تھی۔ ہوا یوں کہ بنی اسرائیل میں شدید قحط پڑ گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی کفالت سے عاجز آ گئے۔ بنی اسرائیل نے اس پر قرعہ اندازی کی کہ آپ کی کفالت کون کرے گا۔ چنانچہ

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (اے میرے پروردگار مجھے بخش دو) اِذْ حَوَّیْنِی (مجھ پر رحم فرماؤ) عَلَیْکُمْ تَوَلَّیْتُ (میں نے تم پر توکل کیا) اِلَیْکُمْ اَتَّیْتُ (میں نے تمہاری طرف رجوع کیا) ایسا کلام کسی نبی نے کبھی اپنی مناجات اور دعا میں نہیں کیا۔ اس کی دو وجوہات ہیں: (1) بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنے دل کو توحید کا شعور دلائے حتیٰ کہ اس کے الفاظ بھی اس کے عقیدہ کے موافق ہوں۔ (2) دوسری وجہ وہی ہے جو ہم نے اس مہار کی بحث میں پہلے ذکر کی ہے کہ اس کا سبب ہادشاہ کے دربار سے کلام کا صدور ہے تاکہ اس اسلوب میں کلام عرب کی موافقت حاصل ہو اور یہ اسلوب صرف ہادشاہوں اور اشراف کی عادت کے ساتھ خاص ہے۔ ہم اس شخص کے قول کی طرف نہیں دیکھیں گے جس نے اس مسئلہ میں یہ صیغہ جمع کے

آپ کی کفالت کا قرعہ جرتج راہب کے نام نکلا۔ اس نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذِ اتَّخَذُوا صُورًا ۝ (آل عمران)

یعنی آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اشارۃً اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم حاصل ہے جو انہوں نے آپ سے چھپائی۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی قوی دلیل اور حجت ہے کہ آپ نے ان باتوں کی خبر دی جو اہل کتاب نے آپ سے چھپانے کی کوشش کی۔ پھر فرمایا:

إِذْ قَالَتِ الْمَلِكَةُ يَزْرِعُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِئْنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۖ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝

(آل عمران)

”جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں ۲ اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکو کاروں میں سے ہوگا ۳

۱۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اس طرح تھا نہ کہ اس طرح جیسے تم ان کے بارے میں کہتے ہو۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

ساتھ کہا: وَبِذَلِكَ رُؤِ بَعَثُوا اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے متعلق خبر دی جس پر موت کا وقت آگیا ہو تو اس وقت وہ کہتا ہے: رَبِّ ارْجِعُونِ ۖ اس کو جواباً کہا جائے گا کہ یہ اس شخص کے متعلق خبر ہے جس کے پاس شیاطین حاضر ہوں کیا آپ اس سے پہلے یہ ارشاد نہیں دیکھتے: وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُوا ۖ (مومنون) ترجمہ: ”اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں“۔ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس کے پاس شیاطین آئیں اور اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئیں اور موت کے وقت اس کی زبان پر وہی الفاظ جاری ہو گئے جن کا وہ زندگی میں عادی تھا جن الفاظ کے ساتھ وہ ہر معاملہ دوسری مخلوق کی طرف لوٹا دیتا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی کلام کو غلط ملط کر دیا۔ پہلے کہا، رَبِّ (اے میرے پروردگار)

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان حالات کی خبر دے رہا ہے جن سے آپ کو زندگی میں گزارے گا جس طرح دوسرے بنی آدم کو بچپن اور بڑھاپے کی زندگی میں مختلف حالات سے گزارتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گہوارے میں کلام کے لئے خاص کر لیا تا کہ یہ آپ کی نبوت پر دلیل ہو اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقامات قدرت کی پہچان ہو جائے۔“

قَالَتْ رَبِّ اَلَيْسَ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۚ قَالَ كَذَلِكِ اَللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ (آل عمران)

”مریم بولیں اے میرے پروردگار! کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ! حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے۔ فرمایا بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے ۱۔ جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے ۲

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان اور غیر انسان میں سے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی جو وہ چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے تو بس اسے اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا۔

نزولِ قرآن فی بیان آیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

پھر کہہ دیا اِرْجِعُوْنَ (تم مجھے واپس بھیج دو) اے وہ شخص جو اللہ رب العزت کو مخاطب کرنے کے لئے صیغہ جمع کو جائز قرار دیتا ہے کیا تم نے کبھی اپنی دعا میں یہ کہا ہے: اِرْحَمُوْنِ يَا رَبِّ وَاِرْزُقُوْنِ (اے میرے رب مجھ پر رحم کرو اور مجھے رزق دو) بلکہ تم اگر کسی دوسرے کو ایسا کہتے ہوئے سنو تو تم اس پر حملہ کر دیتے ہو۔ جہاں تک امام مالک اور دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے کہ اَلَا مَرُ عِنْدَنَا رَاٰیْنَا كَذًا يٰ نَرٰی كَذًا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قول ایسا ہوتا ہے جس میں وہ منفرد نہیں ہوتے۔ اگر وہ منفرد ہوتے تو یہ قول بدعت ٹھہرتا۔ اس قول کے ساتھ نہ امام مالک نے اپنی ذات کی تعظیم کا قصد کیا ہے اور نہ دوسرے اہل دین نے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل

عیسائیوں نے آپ کی الوہیت پر جو اس بات سے استدلال کیا ہے کہ آپ مردے زندہ کرتے اور

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٥٢﴾ (آل عمران)

”اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے کتاب و حکمت اور تورات ۱ اور انجیل ۲“

۱۔ جو ان کے پاس آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی تھی۔

۲۔ ایک اور نئی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجی جس کا صرف اتنا ذکر ان کے پاس تھا کہ وہ کتاب کسی بعد میں آنے والے نبی کی ہوگی۔

وَمَا سُوِّا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ إِنِّي أَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخُرُونَ ۖ فِي بُيُوتِكُمْ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ (آل عمران)

مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تھے۔ اگر وہ کچھ غور و فکر سے کام لیتے تو یہ بات ان پر ظاہر ہوتی کہ یہ تو انہی کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیاء کے برعکس ایسے معجزات کے ساتھ خاص کیا جو اس شخص کی بات کو باطل کر دیتے ہیں جو آپ کو جھٹلاتا ہے اور اس شخص کی بات کو بھی رد کر دیتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں اور اس شخص کے نظریہ کو بھی باطل قرار دیتے ہیں جس کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ آپ بے باپ مخلوق ہیں۔ آپ کا مٹی میں پھونکنا اور اس کا زندہ ہو کر پرندہ بن جانا ان لوگوں کے لئے تنبیہ ہے۔ اگر وہ اس بات کو سمجھتے کہ آپ کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا پھر اس میں روح پھونکی گئی تو وہ زندہ انسان بن گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے بنائے ہوئے پرندے میں روح پھونکنا اس سے زیادہ باعث تعجب نہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اسی طرح آپ کا مردوں کو زندہ کرنا اور گہوارے میں کلام کرنا یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ اپنی ماں کے گریبان میں روح القدس کے پھونکنے سے پیدا ہوئے، آپ کی تخلیق کسی مرد کی منی سے نہیں ہوئی۔ آپ میں روح پھونکے جانے کا وصف دیگر مخلوق سے زیادہ قوی ہے۔ اس لئے آپ کے معجزات بھی روحانی تھے جو آپ کے درمیان اور روح حیات کے درمیان مناسبت کی قوت پر دلالت کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو روح حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی یہ وہی روح تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے جو آپ کے منہ کے ذریعے آپ کے شکم میں داخل ہوئے۔ اسے الکشی نے

”اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آ کر کہے گا کہ) میں آ گیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے ۱ (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے ۲ اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو ۳ اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں

سند حسن کے ساتھ حضرت ابی سے مرفوعاً روایت کیا ہے (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مادرزاد اندھے اور لاعلاج کوڑھی کو تندرست کرنے کے معجزہ کے ساتھ خاص کیا گیا۔ اس تخصیص کی اس بات کے ساتھ مشابہت ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ ایسا تھا جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا، یہ یہودی تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا کہ جب ان کے دل ایمان کے ساتھ سفید ہو گئے تو انہوں نے آپ کی تعظیم میں غلو کیا۔ پھر اس غلو کے ساتھ ان کے ایمان فاسد ہو گئے۔ تو پہلے گروہ کی مثال اس کوڑھی کی طرح ہے جس کا جسم سفید داغوں سے فاسد ہو گیا ہو اور دوسرے گروہ کی مثال مادرزاد اندھے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دلائل عطا فرمائے جو دونوں گروہوں کے اقوال کو باطل کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کے دلائل آپ کے لئے عبودیت کو ثابت کرتے ہیں اور آپ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے خاص معجزات آپ کی والدہ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے لئے نبوت کو اور آپ کی ماں کے لئے صدیقیت کو ثابت کرتے ہیں۔ پس مسیح الہدیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میں ایسی آیات کا ہونا جو آپ کے حالات کے مشابہ تھے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح الضلالة (دجال) کی ظاہری صورت میں وہ علامات رکھ دیں جو اس کی ظاہری حالت کے مشابہ ہوں گی اور اس کی باطنی صورت کے موافق ہوں گی اور وہ اس کا کانا اور دجال ہونا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم نے اس کتاب کے علاوہ کسی اور مقام پر بھی کی ہے۔ الحمد للہ (۲)

۱۔ یہ حدیث نص قرآنی کے خلاف ہے۔ جو روح آپ کے سامنے انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی اس کے متعلق مفسرین نے کہا ہے کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو آپ سے مخاطب ہوئے اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ یہ وہ روح نہیں تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں۔

۲۔ ضمیمہ

حضرت شیخ احمد قطان نے اپنے ایک سفر میں ایک عیسائی عالم سے چند سوال کئے جو تقابل ادیان کا پروفیسر اور متخصص تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

۱۔ کیا تم نے کسی ایسے انسان کو دیکھا یا اس کے متعلق سنا جس نے مثلاً کسی گائے سے نکاح کیا ہو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لئے ۴ اگر تم ایمان دار ہو۔

۱۔ جس کے ساتھ میری نبوت کی تصدیق ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

۲۔ جس نے مجھے تمہارے طرف سے مبعوث فرمایا۔ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

وَضَعْتُهَا اُنْثٰی

اہل نجران کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حضرت حنہ بنت ماثان کا یہ قول ذکر کیا: رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو)۔ بعض اہل تاویل نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے اس قول سے حیض کی طرف اشارہ کیا کیونکہ عورت کو حیض آتا ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد کی خدمت نہیں کر سکتی، اسی وجہ سے فرمایا: وَتَلِّسَ

(گزشتہ سے پیوستہ) اور اس سے ایسا بچہ پیدا ہوا، جو نصف انسان اور نصف گائے ہو؟ اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں کے اعضاء کی فطرت ایک دوسرے سے بالکل مخالف ہے۔

حضرت شیخ نے اسے کہا: پھر تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) حضرت مریم علیہا السلام سے نکاح کیا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نصف خدا اور نصف انسان تھے؟

۲۔ پھر انہوں نے اسے کہا: یہ بات تو مسلم ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ کو اور بڑا چھوٹے کو اپنے اندر سمو لیتا ہے مثلاً کمرہ جو کہ بڑا ہوتا ہے وہ اندرونی اشیاء کو اپنے اندر سمو لیتا ہے جو کہ اس سے چھوٹی ہوتی ہیں تو تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی رحم جو کہ ادنیٰ تھی اس نے خدا کو اپنے سمو لیا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے؟

۳۔ پھر آپ نے اسے کہا: تمہارے نزدیک یہ بات قابل تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نصف ناسوتی (انسانی فطرت سے) ہے اور نصف لاہوتی (خدائی) ہے تو تمہارے دعویٰ کے مطابق کون سے نصف کو سولی پر چڑھایا گیا۔ اگر نصف ناسوتی چڑھایا گیا تو نصف لاہوتی خائن اور مجرم ٹھہرے گا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ خدا غیب جانتا ہے اور نصف لاہوتی کو علم ہوا کہ نصف ناسوتی کو سولی پر چڑھایا جائے گا، جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔ اور اس نے نصف ناسوتی کو خبر نہ دی تو نصف لاہوتی نے اس کے ساتھ خیانت کی۔ کیا یہ ہی تمہارا خدا ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟ اور اگر نصف لاہوتی کو سولی پر چڑھایا گیا ہو تو تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ تم ایک ایسے خدا کی عبادت کرتے ہو جسے سولی پر چڑھایا گیا۔

۴۔ پھر آپ نے اسے کہا: ایک باپ ہے جس کے سات بیٹے ہیں۔ ان میں سے چھ بد بخت ہیں اور ایک اپنے باپ کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔ باپ نے اپنے بیٹوں سے کہا: اگر تم میری عفو و درگزر اور میری محبت چاہتے ہو تو اپنے ساتویں بھائی کو قتل کر دو جو اپنے باپ کا مطیع اور اس پر مہربان ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ کیسا باپ ہے؟ لازماً وہ پاگل ہے۔ تو اب بتاؤ کہ تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو اپنے بیٹے مسیح (تمہارے مذہم کے مطابق) پر قدرت دے دی جنہوں نے اسے سولی پر چڑھادیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

۳۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکمہ وہ ہوتا ہے جو مادر زاد اندھا ہو۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا: هَرَجْتُ فَارْتَدَّ ارْتِدَادَ الْاَكْمَةِ۔ ”یعنی میں نے شیر کو دھمکایا تو وہ مادر زاد اندھے کی طرح واپس پلٹ گیا۔“

الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی۔ کیونکہ لڑکے کو حیض نہیں آتا اس لئے وہ ہمیشہ مسجد کی خدمت کر سکتا ہے۔ یہ ایک اچھا اشارہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ کلام یوں ہوتی: وَ لَيْسَ الْاُنْثٰی كَالذَّكَرِ۔ کیونکہ عورت مرد سے کم مرتبہ ہے۔ لیکن پہلے لڑکے کا کیوں ذکر کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بندے کی نگاہ میں تو لڑکی لڑکے سے کم درجہ ہے کیونکہ بندہ بیٹوں سے محبت کرتا ہے اور اموال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور بندے کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے زیادہ قریب ہیں لیکن بندے کے لئے اس کے رب کی نگاہ بندے کی اپنی ذات کے لئے اپنی نگاہ سے بہتر ہے۔ اس لحاظ سے لڑکا لڑکی کی مانند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش میں لڑکی افضل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰۤهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَّاۤ اِنَّا (الشوریٰ: 49) ترجمہ: ”بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بچیاں“۔ اس آیت کریمہ میں بچیوں کو بچوں سے پہلے ذکر فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے: اِبْدُوْا بِالْاَنَابِ۔ یعنی اولاد میں رحمت اور خوشی بانٹنے میں بچیوں سے ابتدا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ عَالَ جَارٍ يَتِيْمٍ دَخَلَتْ اَنَا وَ هُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ۔ یعنی ”جس نے دو بچیوں کی کفالت کی میں اور وہ جنت میں ان دو (انگلیوں) کی طرح مل کر جنت میں داخل ہوں گے“۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں کلام کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بندے کے لئے افضل کے اعتبار سے ہے۔ واللہ اعلم۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

۵۔ پھر آپ نے اسے کہا: جب یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہیں تو یہودی ان دونوں پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ تو حق سے نکل گئے اور اے عیسائیو! اگر سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہوں تو تم اور یہودی آپ پر ایمان نہیں لاتے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔

۴۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف اس کا رسول ہوں۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلَا حِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي هُزِمَ عَلَيْكُمْ وَجُنُودُكُمْ
بِأَيِّ قَوْمٍ رَبُّكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (آل عمران)

”اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں
حلال کردوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر۔ اور لایا ہوں تمہارے
پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے، سوڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو۔“

۱۔ یعنی تاکہ میں تمہیں آگاہ کروں کہ وہ چیزیں تم پر حرام تھیں اس لئے تم نے انہیں چھوڑے
رکھا پھر میں ان چیزوں کو تخفیف کے طور پر تمہارے لئے حلال کردوں تاکہ تم کو آسانی حاصل ہو
اور تمہیں اس کی سختیوں سے نجات ملے۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ (آل عمران)

”بے شک اللہ تعالیٰ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا
ہے تمہیں۔ سو اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔“

۱۔ اس کلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان باتوں سے اپنی براءت ظاہر کر رہے ہیں جو
لوگ آپ کے متعلق کہتے تھے اور یہ کلام ان کے خلاف آپ کے رب کی دلیل ہے۔

۲۔ یعنی یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر میں نے تم کو چلایا اور جو تمہارے پاس لے کر آیا۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۚ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ
أَنْصَارُ اللَّهِ ۖ آمَنَّا بِاللَّهِ ۖ وَأَشْهَدُ بِأَنَّكَ مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران)

”پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر (وانکار) (تو) آپ نے کہا کون
ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں؟ (یہ سن کر) کہا حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ
(کے دین) کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر۔ اور (اے نبی) آپ گواہ ہو جائیو کہ ہم (حکم الہی
کے سامنے) سر جھکائے ہوئے ہیں۔“

۱۔ یہ ان خوش بختوں کا قول ہے جنہیں اپنے رب کی طرف سے فضیلت حاصل ہوئی۔

۲۔ ہم وہ بات نہیں کہتے جس کے بارے میں یہ لوگ آپ سے جھگڑ رہے ہیں۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ (آل عمران)

”اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے تابعداری کی

رسول کی تو لکھ لے ہمیں (حق پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ۔

یعنی ان حواریوں کا قول اور ایمان بھی اسی طرح تھا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھانے کا ذکر فرمایا جبکہ یہودی آپ کو قتل کرنے پر متفق ہو چکے تھے۔ فرمایا:

وَمَكْرُؤًا مَّكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرُؤِينَ ﴿٥٩﴾ (آل عمران)

”اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔“

پھر انہیں خبر دی کہ جب یہودیوں نے آپ کو سولی چڑھانے کی قرار دیا منظور کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا کر اور آپ کو ان کی تہمتوں سے پاک کر کے ان کی اس سازش کو کیسے ناکام بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا:

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فُتُوحًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا لُكُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٠﴾ (آل عمران)

”یاد کرو جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ! یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تمہیں ان لوگوں (کی تہمتوں) سے جنہوں نے (تیرا) انکار کیا اور بنانے والا ہوں ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی غالب کفر کرنے والوں پر قیامت تک۔ پھر میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تم نے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔“

۱۔ اس وقت تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پاک کرنے والا ہوں جب وہ آپ کے بارے ارادہ کریں گے جو ارادہ کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٦١﴾ (آل عمران)

”یہ جو ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو آیتیں ہیں اور نصیحت حکمت والی۔“

۱۔ اے محمد ﷺ!

۲۔ یہ قاطع، فیصلہ کرنے والی اور حق نصیحت ہے جس کے ساتھ باطل خلط ملط نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ اس کے علاوہ کوئی اور خبر قبول نہ کریں۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متعلق ان امور کی خبر ہے جن میں یہودیوں نے اختلاف کیا۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٠﴾

(آل عمران)

”بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔“

۱۔ اس لئے آپ اسے غور سے سنئے۔

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”(اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰ انسان ہیں) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی) ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے ۲۔“

۱۔ یعنی تیرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے۔

۲۔ یعنی تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حقیقت آچکی ہے پس تو اس میں ہرگز شک نہ کر۔ اگر وہ کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی تو اپنی ہی قدرت کے ساتھ بغیر باپ اور ماں کے مٹی سے پیدا کیا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گوشت اور خون، بالوں اور جلد سے مرکب تھے، اس لئے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق اس سے زیادہ حیران کن نہیں۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ۖ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٥٢﴾

(آل عمران)

”پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آگیا آپ کے پاس (یقینی) علم۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہارے عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔“

۱۔ یعنی اس کے بعد کہ میں نے آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کا معاملہ کیسا تھا۔

بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابو عبیدہ نے کہا نَبْتَهْلُ کا معنی ہے کہ ہم لعنت کی دعا کریں۔
اعشی بن قیس بن ثعلبہ نے اپنے ایک قصیدہ میں کہا:

لَا تَقْعُدَنَّ وَ قَدْ أَكَلَتْهَا حَطَبًا نَعُوذُ مِنْ شَرِّهَا يَوْمًا وَ نَبْتَهْلُ

ترجمہ: ”تو ہرگز نہ بیٹھ جبکہ تو نے اسے ایندھن کھلایا۔ ہم ایک دن اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کے لئے لعنت کی دعا کرتے ہیں۔“

اہل عرب کہتے ہیں: بَهْلَ اللّٰهُ فَلَانًا یعنی فلاں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی طرح کہتے ہیں عَلَيْهِ بَهْلَةُ اللّٰهِ اس پر اللہ کی لعنت۔

ابن ہشام کہتے ہیں: بَهْلَةُ اللّٰهِ بھی کہا جاتا ہے اور نَبْتَهْلُ کا یہ معنی بھی ہے کہ ہم دعا میں پوری کوشش کریں۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(آل عمران)

”بے شک یہی ہے واقعہ سچا۔ اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک اللہ ہی غالب“

مباہلہ

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے اور چھوٹے بچوں کو حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی طرح مروی ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا اور چھوٹے پر لعنت کی دعا کی تو تم پر اس وادی میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ تفسیر کشی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ تَدَلَّى إِلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَبَّاهْلُونِي لَا اسْتَوْصِلُوا مِنْ عَلَى جَدِيدِ الْأَرْضِ (صحیح بخاری) ترجمہ: ”بے شک عذاب ان کی طرف لپکا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو روئے زمین سے ان کی جڑ کاٹ دی جاتی۔“

ہے (اور) حکمت والا ہے۔“

۱۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر میں نے آپ کو دی ان کے بارے میں یہی سچا واقعہ ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾

”پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے فساد برپا کرنے والوں کو۔“

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٣١﴾ (آل عمران)

”(میرے نبی!) آپ کہئے اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں (کسی کی) سوائے اللہ کے اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنالے کوئی ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا پھر اگر وہ روگردانی کریں (اس سے) تو تم کہہ دو گواہ رہنا (اے اہل کتاب!) کہ ہم مسلمان ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں انصاف کی طرف بلایا اور ان کے سامنے حجت تمام کر دی۔

نکتہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نَدْعُ أَهْبَاءَنَا وَأَهْبَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ۔ اس آیت کریمہ میں ذاتوں کے ذکر سے پہلے بیٹوں اور عورتوں کا ذکر فرمایا۔ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اَنفُسَنَا وَ اَنفُسَكُمْ کا یہ معنی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بلائیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنفُسِكُمْ (النور: 61) ترجمہ: ”تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو۔“ ایک قول کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اولاد کا ذکر کیا جو جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں، پھر عورتوں کا ذکر کیا جن کے درمیان اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے محبت اور رحمت کے جذبات پیدا فرمادیئے، پھر ان کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو ایک دوسرے کو بلانے والے ہیں کیونکہ انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا۔ اس کلام کی ترتیب اس اسلوب پر ہے جو قرآن کریم کے اعجاز میں معروف ہے۔ ابن ہشام کی روایت کے علاوہ

یہودیوں کا ملاعنّت سے انکار

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی خبر آ گئی اور آپ کے درمیان اور یہودیوں کے درمیان فیصلہ کن حجت آ گئی اور آپ کو حکم دیا گیا کہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان کے ساتھ مباہلہ کریں تو آپ ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں مہلت دیجئے تاکہ ہم اس مسئلہ میں صلاح مشورہ کر لیں پھر آپ کو بتائیں گے کہ ہم اس معاملہ میں کیا کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی۔ چنانچہ وہ اپنے عاقب (صاحب مشورہ) کے پاس گئے اور اسے کہا: اے عبدالمسیح! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے گروہ نصاریٰ! قسم بخدا! تم جانتے ہو کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نبی مرسل ہیں، وہ تمہارے پاس تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی سچی خبر لائے ہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ جب بھی کسی قوم نے کسی نبی کے ساتھ ملاعنّت کی تو ان کے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو گئے۔ اگر تم نے بھی ایسا کیا تو تمہاری بھی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اگر تم اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو اور اپنے صاحب کے بارے میں اسی قول پر قائم رہنا چاہتے ہو جس پر تم پہلے قائم ہو تو اس شخص کی دشمنی چھوڑ کر صلح کر لو پھر اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے، ہم آپ کو آپ کے دین پر چھوڑتے ہیں اور خود اپنے دین کی طرف لوٹ جاتے ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنا ایک صحابی بھیجئے جو ہمارے درمیان ان اموال کا فیصلہ کرے جن میں ہمارا اختلاف ہے، تم ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہو۔

ابو عبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی

محمد بن جعفر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شام کو میرے پاس آنا، میں تمہارے ساتھ ایک طاقتور اور امانت دار شخص بھیج دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میرے دل میں اس روز سے زیادہ کبھی امیر بننے کا شوق پیدا نہیں ہوا۔ مجھے امید تھی

ابن اسحاق سے مروی دیگر روایات میں اہل نجران کے واقعہ میں بہت زیادہ اضافہ ہے۔ جس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب اہل نجران کا وفد اپنے ایک راہب کے پاس واپس گیا اور اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ راہب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے ارشادات سننے اور آپ کو ایک تلوار، ایک پیالہ

کہ میں ان کا امیر بنوں گا۔ چنانچہ میں اول وقت میں ہی نمازِ ظہر کے لئے نکل پڑا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ ظہر پڑھائی تو سلام پھیرا اور دائیں بائیں دیکھا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے ہونے کی کوشش کرنے لگا تا کہ حضور مجھے دیکھ لیں۔ آپ اپنی نگاہ دوڑاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو دیکھا، انہیں بلایا اور فرمایا: ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور ان کے درمیان ان امور میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ یہ شرف لے گئے۔

اور ایک چادر ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ یہی چادر اب خلفائے بنی عباس کے پاس ورثہ در ورثہ چلی آرہی ہے۔

کچھ منافقین کے بارے میں

ابن ابی اور ابن صفی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ کا سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول عوفی ثم جہلی تھا۔ اس کے مقام و مرتبہ میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہ تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد اس اور خزرج کے قبائل کسی ایک شخص پر متفق نہ ہوئے تھے یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا۔ اس وقت اس کے ساتھ قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا جسے شریف اور قابل اطاعت سمجھا جاتا تھا۔ وہ ابو عامر عبد عمرو بن صفی بن نعمان تھا۔ یہ بنی ضبیعہ بن زید کا ایک فرد تھا، یہی غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی اور

سلول

علامہ ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی ابن سلول کا حال بیان کیا ہے۔ سلول ابی کی ماں کا نام ہے جس کا تعلق بنو خزاعہ سے ہے اور ابی بن مالک کا تعلق بنی جہلی سے ہے اور جہلی کا نام سالم ہے، اس کی نسبت دو ضموں کے ساتھ حُبْلٰی آتی ہے۔ نسبت کے قیاس کے مطابق حُبْلَوِی، حُبْلٰی یا حُبْلَاوِی کہنا ناپسند کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہلی اور سُکْرٰی وغیرہ کے اسماء جب کسی مذکر کا نام ہوں تو جمع میں ان پر تانیث کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ یہی حکم فَعْلَاء کے وزن کا ہے۔ جب کسی مرد کا نام سلمی یا ورقاء ہو تو اس کی جمع سلمون اور ورقاؤون آتی ہے لیکن تاء تانیث کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ طلحہ جب کسی مرد کا نام ہو تو اس کی جمع طلحات ہی آتی ہے جس طرح علم نہ ہونے کی صورت میں اس کی جمع طلحات آتی ہے کیونکہ تاء صرف تانیث کے لئے آتی ہے اور الف کبھی تانیث کے لئے اور کبھی غیر تانیث کے لئے آتا ہے۔ پس جب اسماء اور اعلام میں الف تانیث تاء تانیث کے خلاف ہے تو ان کی نسبت کا حکم بھی ان اسمائے غیر اعلام کی نسبت کے حکم کے خلاف ہوگا جن کے آخر میں الف تانیث ہو۔ مگر جہلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے اگرچہ اس کی جمع کا حکم قیاس کے موافق ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ چنانچہ جس نکتہ کی بناء پر بنی جہلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے وہ یہ ہے کہ اہل عرب اس میں تانیث کے حکم کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ جہلی حاملہ عورت کا وصف ہے۔ لہذا جہلی جب کسی

کمبل کا لباس پہنا کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو راہب کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں اپنی عزت و شرف کے باوجود بد بخت نکلے اور ان کی بد بختی نے انہیں خسارے میں ڈال دیا۔

ابن ابی کا منافقانہ قبولِ اسلام

عبداللہ بن ابی کی قوم نے اس کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کریں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھیج دیا۔ جب اس کی قوم نے اسے چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تو وہ حسد کی آگ پر لوٹنے لگا۔ وہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم اسلام قبول کرنے پر متفق ہو گئی ہے تو اس نے بھی چار و ناچار بظاہر اسلام قبول کر لیا لیکن اپنے نفاق اور حسد پر مصر رہا۔

مرد کا نام ہو تو اس میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنے میں اہل عرب کی ناپسندیدگی اس طرح نہیں ہے جس طرح وہ کسی مرد کے نام سلمیٰ میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنا ناپسند کرتے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے نسبت میں اس کے حکم کو تبدیل کر دیا حتیٰ کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے لفظ حُبْل کی طرف نسبت کی۔ واللہ اعلم

جہاں تک بنو خزاعہ میں سلول کا تعلق ہے تو اس کا ذکر حبشیہ بن سلول کے بیان میں ہو چکا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے اور منصرف ہے اور جو بنی عامر کے بھائی بنو سلول بن مصعہ ہیں وہ ابن مرہ بن مصعہ ہیں اور سلول ان کی ماں ہے جو کہ ذہل بن شیبان کی بیٹی ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں تین سلول نام آئے ہیں۔ ایک مرد کا نام ہے جو کہ منصرف ہے اور دو عورتوں کے نام ہیں جو غیر منصرف ہیں۔ انہی دو کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

عربوں میں بادشاہت

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ انصار نے عبداللہ بن ابی کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کر لیں۔ اس کی وجہ تھی کہ انصار یمنی تھے اور یمن کے تاج پوش بادشاہ آل قحطان میں سے تھے۔ سب سے پہلے جس بادشاہ کو تاج پہنایا گیا وہ سبا بن شجب بن یرب بن قحطان تھا۔ عربوں میں سے صرف قحطانی بادشاہ کو تاج پہنایا گیا۔ ابو عبیدہ نے اسی طرح کہا تو انہیں کہا گیا کہ ہوزہ بن علی حنفی صاحب یمامہ کو بھی تاج پہنایا گیا تھا اور اس کے بارے میں اعشیٰ نے کہا تھا:

ابن صفی کا کفر پر اصرار

اسی طرح جب ابو عامر کی قوم دین اسلام پر متحد ہو گئی تو وہ کفر پر ڈٹا رہا اور اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ وہ اپنے دس پندرہ ساتھیوں کو لے کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔ محمد بن ابی امامہ نے بعض آل حنظلہ بن ابی عامر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو۔“

حضور ﷺ کے ساتھ تعریف کے نتیجہ میں ابن صفی کا انجام

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت جعفر بن عبد اللہ بن ابی الحکیم کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ابو عامر مکہ کی طرف جانے سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کون سا دین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا: دین ابراہیمی پر تو میں بھی ہوں۔ حضور نے فرمایا: تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا کیوں نہیں، اے محمد (ﷺ) آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جن کا اس دین

مَنْ يَرَى هَوْدَةً يَسْجُدُ غَيْرَ مُتَّيِّبٍ إِذَا تَعَمَّمَ فَوْقَ التَّاجِ أَوْ وَضَعَا
ترجمہ: ”جب ہودہ تاج کے اوپر عمامہ باندھتا ہے یا اسے کھولتا ہے تو جو شخص بھی اسے دیکھتا ہے وہ بلا جھجک سجدے میں گر جاتا ہے۔“

خرزات کا معنی تاج ہے، اس کے متعلق شاعر لبید، حارث بن ابی شمر غسانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

دَعَى عُرَوَاتِ الْمَلِكِ عِشْرِينَ حِجَّةً وَ عِشْرِينَ حَتَّى قَدَّ وَالشَّيْبُ شَامِلٌ
ترجمہ: ”حارث نے چالیس سال بادشاہی کے تاج پہن کر حکومت کی۔ یہاں تک کہ وہ اس حال میں مر گیا کہ اسے بڑھاپے نے آلیا تھا۔“

ابو عبیدہ نے کہا: وہ تاج نہیں تھا بلکہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے جواہرات تھے۔ ہودہ کی تاج پوشی کا سبب یہ بنا کہ اس نے کسری کی خاطر ایک ایسی عورت کو پناہ دی جسے تھپڑ مارا گیا تھا اور اہل عرب میں سے کسی نے اسے اغواء کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اس کی حفاظت کی۔ جب ہودہ ایک وفد کے ہمراہ کسری کے پاس پہنچا تو اس احسان کی وجہ سے اس نے ہودہ کو تاج پہنا کر بادشاہ بنا دیا۔

سے تعلق نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اسے ساری آلائشوں سے پاک صاف کر کے پیش کیا ہے۔ وہ کہنے لگا: ”جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تشاموت دے“۔ اس کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا۔ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس دین کو پاک صاف کر کے نہیں لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے“۔ چنانچہ وہ دشمن خدا مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا۔ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا ہلاک ہو گیا۔

اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس

ابو عامر کے ساتھ علقمہ بن علاشہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب اور کنانہ بن عبد یاسیل بن عمرو بن عمیر ثقفی بھی بھاگ کر نکلے تھے، جب وہ مر گیا تو یہ دونوں اس کی میراث کا جھگڑالے کر قیصر شاہ روم کے پاس پہنچے، قیصر نے کہا شہری شہریوں کے وارث ہوتے ہیں اور دیہاتی دیہاتیوں کے۔ چنانچہ دیہاتیوں میں سے کنانہ بن عبد یاسیل اس کا وارث بنا اور علقمہ وارث نہ بن سکا۔

ابن صفی پر حضرت کعب کی ہجو

ابو عامر کے اس کرتوت کی بنا پر حضرت کعب بن مالک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

مُعَاذَ اللَّهِ مِنْ عَمَلٍ خَبِيثٍ كَسَعِيكَ فِي الْعَشِيرَةِ عَبْدَ عَمْرٍو
”اے عبد عمرو! برادری میں تیری اس سعی جیسے برے عمل سے اللہ کی پناہ“۔

فَإِمَّا قُلْتَ لِي شَرَفٌ وَ نَحْلٌ فَقَدْ مَأْبَعْتَ إِيْمَانًا بِكُفْرٍ
”اگر تو نے یہ کہا کہ میرے پاس عزت اور کھجوروں کے باغات ہیں تو تو نے کفر کے بدلے ایمان پہلے ہی بیچ دیا تھا“۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے:

فَإِمَّا قُلْتَ لِي شَرَفٌ وَ مَالٌ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عبد اللہ بن ابی اپنی قوم کے درمیان تذبذب کی حالت میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس پر اسلام غالب آ گیا اور وہ مجبوراً اس میں داخل ہو گیا۔

قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد بن مسلم زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو بیمار ہو گئے تھے۔ جس دراز گوش پر حضور ﷺ سوار تھے اس پر زین کسی ہوئی تھی اور اس پر فدک کا بنا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا اور اس کی باگ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی مزاحم گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا (ابن ہشام فرماتے ہیں مزاحم گڑھی کا نام ہے) اور اس کے ارد گرد اس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو یوں ہی گزر جانا مناسب نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اترے اور اسے سلام فرمایا اور اس کے پاس کچھ دیر کے

عبد اللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم

حضرت ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ وَهُوَ فِي ظِلِّ مُزَاحِمٍ أَطْبَهَ: جبکہ وہ اپنی مزاحم نامی گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اطام مدینہ گڑھیوں کو کہتے ہیں۔ ان کے کئی نام ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: مزاحم، زوراء، یہ بنی جلاح کی گڑھی تھی، معرض یہ بنی ساعدہ کی گڑھی تھی، فارغ یہ بنی حدیلہ کی گڑھی تھی، مسعط، واقم۔ معرض کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

وَ نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ بُضَاعَةَ كَلِّهَا وَ نَحْنُ بَنَيْنَا مَعْرَضًا فَهُوَ مُشْرِفٌ
”اور ہم نے ہی بضاعہ کے سارے علاقے کا دفاع کیا اور ہم نے ہی معرض کی گڑھی بنائی جو بلند مقام پر ہے۔“

فَاصْبَحَ مَعْبُورًا طَوِيلًا قَدَالَهُ وَ تَخَرَّبَ اطَامُ بِهَا وَ تَقْصَفُ
”وہ گڑھی آباد ہو گئی اور اس کا پچھلا حصہ طویل ہو گیا اور اس کے ساتھ دوسری گڑھیاں ویران ہو کر منہدم ہو گئیں۔“

بضاعہ بنی ساعدہ کا علاقہ ہے۔ اسی کی طرف بنی بضاعہ منسوب ہے۔ ایک گڑھی اجیش تھی جو قباء کے علاقہ میں تھی۔ حمیم، نورحان یہ بنی انیف اور بنی صرار کی دو گڑھیاں تھیں جو جوانیہ اور ربان میں تھیں۔ شعبان یہ تمغ میں تھی، راتح، ابیض، عاصم، رطل یہ حضیر بن ساک کی گڑھی تھی۔ حیط، واسط،

لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی، اس کے ذکر کی تلقین کی، نافرمانی سے ڈرایا، بشارتیں دیں اور عذاب الہی سے خبردار کیا۔ عبد اللہ چپ چاپ گم صم بیٹھا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا: ارے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن گفتگو کا یہ طریقہ پسند نہیں۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اسے خواہ مخواہ پریشان نہ کریں اور اس کی مجلس میں جا کر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ دیگر صحابہ کے درمیان موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں بلکہ آپ بصد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہماری مجلسوں، ہمارے گھروں اور ہمارے مکانوں میں قدم رنجہ فرمائیں۔ بخدا یہ ایسی بات ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔ عبد اللہ بن ابی نے جب دیکھا کہ اس کی قوم کی رائے اس کی اپنی رائے کے خلاف ہے تو اس نے یہ شعر کہے:

مَتَى مَا يَكُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ يَصْرَعُكَ الَّذِينَ تُصَارِعُ
”جب تیرا مد مقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل و رسوا ہوتا رہے اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا۔“

ہمیشہ، اغلب اور منیع۔ یہ مدینہ طیبہ کی گڑھیاں ہیں جن میں سے اکثر زبیر نے ذکر کی ہیں۔ لفظ اطمِ اِنْتَطَمَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بلند ہونا۔ جب کوئی شخص غصے سے پھول جائے تو کہا جاتا ہے: اِنْتَطَمَ عَلَى فُلَانٍ۔ اور اطمات پہاڑوں میں جلنے والی آگ کو کہتے ہیں جو کبھی نہیں بجھتیں۔ ان کے شعلے آسمان کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں، یہ ہمیشہ جلتی رہتی ہیں کیونکہ یہ گندھک کی کانوں میں ہوتی ہے۔ مسعودی نے ان میں سے چند کا ذکر کیا ہے اور ان کے مقامات کو بھی بیان کیا ہے۔

عبد اللہ بن ابی کا شعر ہے۔

مَتَى مَا يَكُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ يَصْرَعُكَ الَّذِينَ تُصَارِعُ
”جب تیرا مد مقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل ہوتا رہے اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا۔“

کہا جاتا ہے کہ ابن ابی نے یہ دونوں شعر مثال کے طور پر بیان کیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ

وَهَلْ يَنْهَضُ الْبَازِي بِغَيْرِ جَنَاحِهِ وَ إِنْ جُدَّ يَوْمًا رِيْشُهُ فَهُوَ وَاقِعٌ
”کیا باز اپنے پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے۔ اگر کسی دن اس کے پر توڑ دیے جائیں تو وہ گر جائے گا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: دوسرا شعر غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت اسامہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد نے عرض کی: بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حضور ﷺ کے رخ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور ﷺ کو ناپسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک، پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں، بخدا! اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمارے پاس لے آیا، اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوا رہے تھے۔ بخدا! وہ خیال کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے۔

دونوں شعر خفاف بن ندبہ کے بارے میں ہیں جو کہ عمرو بن شریک کا بیٹا تھا جو عرب کا سوڈانی باشندہ تھا۔ ندبہ اس کی ماں کا نام تھا۔ اس میں دو لغتیں ہیں نَذْبَةٌ اور نَذْبَةٌ۔ اس کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔

عبداللہ بن ابی کے ذکر میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ یونس کی روایت میں کچھ اضافہ ہے جس میں ایک فقہی مسئلہ بھی ہے کہ کسی شخص نے رات کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو باہر بلایا تھا۔ آپ اس کی طرف نکلے تو اس شخص نے آپ پر تلوار کا دار کر کے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس زخم کی وجہ سے آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے انہیں رات کے وقت باہر نکلنے پر ڈانٹا۔ اس میں یہی فقہی مسئلہ ہے (کہ رات کو باہر نہیں نکلنا چاہیے)۔

بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ

حضرات ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہم کی علالت

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہشام بن عروہ اور عمر بن عبد اللہ بن عروہ نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت یہاں تمام روئے زمین سے زیادہ بخار کی وبا تھی جس کی وجہ سے چند صحابہ کرام بیمار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وبا سے محفوظ رکھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں آزاد کردہ غلام حضرات بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ایک گھر میں رہتے تھے انہیں بخار ہو گیا۔ میں ان کی مزاج پرسی کے لئے آئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ہم پر پردہ لازم نہیں ہوا تھا، انہیں اتنا سخت بخار تھا جس کی شدت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور عرض کی: ابا جان آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبِّحٌ فِيْ اَهْلِهِ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ
”ہر انسان اپنے اہل خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اس کے قریب ہے۔“

میں نے کہا: بخدا میرے ابا جان بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ پھر میں حضرت عامر بن فہیرہ کے پاس گئی اور پوچھا عامر! کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا:

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ اِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی جبکہ حضرت ابوبکر، حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم کو شدید بخار ہوا اور آپ کی مزاج پرسی کے جواب میں انہوں نے رجز یہ اشعار پڑھے۔ ان میں سے حضرت عامر کا قول ہے:

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ

یہ عمرو بن مامہ کا شعر ہے۔ اس حدیث میں جوان حضرات کا مکہ مکرمہ کی طرف اشتیاق ذکر کیا گیا

”میں نے موت چکھنے سے پہلے ہی موت کو پالیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔“

كُلُّ امْرِئٍ مُّجَاهِدٌ بِطَوِّقِهِ كَالثَّوْدِ يَحْيِي جِلْدَهُ بِرَوْقِهِ
”ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور نیل اپنے سینگ سے اپنی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہاں طوق سے مراد قوت و طاقت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا بخدا! عامر بھی بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب اترتا تو وہ گھر کے صحن میں آ کر لیٹ جاتے پھر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ اَبَيْتَنَ لَيْلَةً بِفَجَةٍ وَ حَوْلِي اِذْ حَرٌّ وَ جَلِيلٌ
”اے کاش! کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں مقامِ نِجْم میں رات بسر کروں اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل کی خوشبودار گھاس ہو۔“

ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر انسان کے دل میں اپنے وطن سے محبت اور اشتیاق رہتا ہے۔ حضرت اصیل غفاری کی حدیث میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ہدلی جب مکہ مکرمہ سے آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: اے اصیل! تم نے مکہ مکرمہ کو کیسے چھوڑا؟ اس نے کہا میں نے اس کو اس وقت چھوڑا جب اس کی وادیاں سفید ہو گئیں، اس کی چھوٹی گھاس ٹیڑھی ہو گئی اور اس کی لمبی گھاس کاٹ دی گئی اور اس کے سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) نے پتے نکالنے شروع کر دیے۔ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اصیل! ہمارے سامنے اس قدر منظر کشی نہ کرو۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے فرمایا دلوں کو ٹھنڈا ہونے دو۔ پہلے شخص نے یہ شعر کہے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ اَبَيْتَنَ لَيْلَةً بِوَادِي الْخَزَامِي حَيْثُ رَبَّتْنِي اَهْلِي
”اے کاش! کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی خزامی میں رات بسر کروں گا۔“

بِلَادُ بِهَا نِيْطَتْ عَلَيَّ تَمَانِيْ وَ قُطِعْنَ عَنِّيْ حِيْنَ اَدْرَكْنِيْ عَقْلِيْ
”وہ ایسا وطن ہے جہاں مجھ پر میرے تعویذ لٹکائے گئے اور پھر جب میں عقلمند ہو گیا تو انہیں مجھ سے کاٹ دیا گیا۔“

وَهَلْ أَرَدَنْ يَوْمًا مِيَاةَ مَجَنَّةٍ وَ هَلْ يَبْدُون لِي شَامَةً وَ طَفِيلٌ
”کیا کبھی ایسا ہوگا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا۔ کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِفَجٍّ وَ حَوْلِي إِذْخِرُ وَ جَلِيلٌ۔ فج مکہ مکرمہ سے باہر ایک مقام ہے جہاں ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ اس مقام کے متعلق شاعر کہتا ہے:

مَا ذَا بِفَجٍّ مِّنَ الْأَشْرَاقِ وَالطَّيِّبِ وَ مِّنْ جَوَارِ نَقِيَّاتٍ رَّعَابِيْبِ
”مقام فج میں کیسی چمک اور خوشبو ہے اور کیسی پاکیزہ اور خوبصورت لونڈیاں ہیں۔“

مقام فج میں رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں غسل فرمایا۔ اذخر مکہ مکرمہ کی ایک گھاس ہے۔ صاحب کتاب النبات حضرت ابو حنیفہ احمد بن داؤد دنیوری فرماتے ہیں: عرب کے قدیم دیہاتیوں سے مروی ہے کہ اذخر کی جڑیں ٹیڑھی ہوتی ہیں، اس کی ٹہنیاں باریک ہوتی ہیں اور اس کی خوشبو ہوا کو معطر کر دیتی ہے۔ اس کی جڑیں بردی گھاس کی جڑوں کی طرح ہوتی ہیں مگر یہ چوڑی اور مکعب نما ہوتی ہیں۔ اس کا پھل ایسے ہوتا ہے جیسے سرکنڈے کا بنا ہوا جھاڑو ہو مگر یہ باریک اور چھوٹا ہوتا ہے۔ ابو زیاد کہتے ہیں: اذخر کا پودا اسل کے پودے (پتلی اور لمبی شاخوں والا ایک پودا) کے مشابہ ہوتا ہے جس سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کا پودا غرز کے بھی مشابہ ہوتا ہے اور غرز شام گھاس (ایک قسم کی گھاس جو لمبی نہیں ہوتی) کی ایک قسم ہے۔ غرز کا واحد غرزة ہے۔ اس سے پھلنیاں بنائی جاتی ہیں اور اذخر اس سے قدرے باریک ہوتی ہے، اسے پیس کر خوشبو میں شامل کیا جاتا ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں: اذخر جنبہ (وہ پودے جو بھری سے بڑے اور درخت سے چھوٹے ہوتے ہیں) میں سے ہے۔ اذخر کا ایک پودا بہت کم اگتا ہے اور جلیل کے بارے میں انہوں نے ابو بھر سے روایت کیا کہ اہل حجاز اسے الشمام الجلیل کہتے ہیں۔ جس جنبہ کا ذکر ابو عمر نے کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ پودا جس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ نشیبی زمین میں بھی اس کی ٹہنیاں ختم ہونے کے باوجود وہ ختم نہیں ہوتیں۔ موسم خزاں میں اس کی پیوند کاری کی جاتی ہے۔ یہ ان درختوں کی طرح نہیں ہوتا جس کی جڑیں اور ٹہنیاں دونوں نشیبی زمین میں باقی رہتی ہیں اور نہ ان بیلوں کی طرح ہوتا ہے جن کی ٹہنیاں اور جڑیں دونوں ختم ہو جاتی ہیں بلکہ یہ پودا نیل اور درخت کے بین بین ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو جنبہ کہتے ہیں۔ اسے طریفہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور مجنہ، عکاظ اور ذی الجاز کے درمیان عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار کا نام ہے۔ تمام بازاروں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مجنہ میں دو وزن جائز ہیں مَفْعَلَةٌ اور فَعْلَةٌ۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ مجن میں میم اصلی ہے اور اس کا وزن فِعْلٌ ہے۔ لیکن

شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آرہی ہوں گی۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شامہ اور طفیل مکہ کے قریب دو پہاڑ ہیں۔

مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور ﷺ کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا اور کہا کہ وہ بخار کی شدت کی وجہ سے غیر معقول باتیں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَا وَ صَاعِيْهَا وَ اَنْقَلْ وَ بَاءَ هَا اِلَيَّ مِهِيْعَةً۔ (صحیح بخاری 30/3، صحیح مسلم، کتاب الحج: 480)

ترجمہ: ”اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ہمیں اس کے پیانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما اور اس کی وبا کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے۔“ مہیعہ سے مراد مقام چھ ہے۔“

دوسرے لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا وزن مِفْعَل ہے۔ یہ جَن سے مشتق ہے جس کا معنی ڈھانپنا ہے۔ عرب کے بازاروں میں سے ایک حباشہ بھی ہے، یہ بحنہ سے دور ہے۔

جہاں تک شامہ اور طفیل کا تعلق ہے تو خطابي نے شرح بخاری کی کتاب الاعلام میں کہا ہے کہ میں انہیں دو پہاڑ خیال کرتا تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس سے گزرا اور ان کے پاس ٹھہرا تو مجھے علم ہوا کہ یہ دو پانی کے چشمے ہیں۔ خطابي کے اس قول کی تائید کسیر کے اس قول سے ہوتی ہے:

وَمَا اَنْسَ اِلَآ اَشْيَاءَ لَا اَنْسَ مَوْقِفًا لَنَا وَلَهَا بِالْخَبْتِ خَبْتِ طِفِيلٍ
”میں کچھ اشیاء کو نہیں بھول سکتا، میں شدت غم کی وجہ سے طفیل کی وادی میں اپنے مقام کو نہیں بھول سکتا۔“

حبت نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَا وَ صَاعِيْهَا۔ یعنی اس غلے میں برکت عطا فرما جسے صاع کے ساتھ ناپا جاتا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا: كَيْلُوا طَعَامَكُمْ يَّارَكْ لَكُمْ فِيْهِ (صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ) ترجمہ: ”اپنے غلے کو ناپا کرو تمہارے لئے اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔“ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں غلہ جلد ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا تم

مسلمانوں میں وبا کی شدت

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابن شہاب زہری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہیں مدینہ طیبہ کے وبائی بخار نے آلیا حتیٰ کہ مرض نے اس قدر شدت اختیار کی کہ صحابہ کرام بیٹھ

بغیر ناپے ڈالتے ہو یا ناپ کر؟ انہوں نے عرض کی بلکہ بغیر ناپے ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ناپ لیا کرو، بغیر ناپے نہ ڈالا کرو“۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے: قَوُّوْا طَعَامَكُمْ يَبْدَلْكُمْ فِيهِ (طبرانی، مسند بزار) تو ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ روٹیاں چھوٹی رکھا کرو۔ اس حدیث کو بزار نے ابوالدرداء کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی وہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے بیان کی اور ابو عبیدہ نے ذکر کیا کہ کتاب الاموال میں مدینہ طیبہ کے مد کی مقدار ایک رطل اور رطل کا تہائی حصہ ہے اور رطل ایک سوا ٹھائیس درہم کا ہوتا ہے اور درہم پچاس حہ اور حہ کے دو خمس کا ہوتا ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان ہے: وَانْقُلْ حُمَاهَا وَاجْعَلْهَا بِمَهْيَعَةٍ (اس کے بخار کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے) مہیعہ سے مراد جگہ ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام بلاد اسلام سے بخار کو دور کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اگر آپ یہ ارادہ فرماتے تو صرف اتنا فرماتے: انْقُلْ حُمَاهَا اور کسی مقام کو خاص نہ فرماتے یا کفار کے کسی علاقہ کو خاص فرماتے۔ اس کی وجہ (واللہ اعلم) یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث ام میتب (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ) میں بخار کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ بخار پاک کرنے والا ہے (مستدرک حاکم) اور یہ آگ سے ہر مومن کا حصہ ہے (مسند احمد، مشکل الآثار للطحاوی) اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف تو صحابہ کرام پر نرمی فرماتے ہوئے ان کے لئے اس سے شفاء کی دعا فرمائی تو دوسری طرف انہیں بخار ہونے کے اجر سے بھی محروم نہیں رکھا اور اس کو مکمل طور پر دور نہیں فرمایا۔

حضور ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے مہیعہ میں یہ وبا شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ کوئی پرندہ بھی اگر غدیر خم کے اوپر سے گزرتا ہے تو وہ اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غدیر خم مہیعہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں کوئی بچہ بھی پیدا ہو کر سن بلوغ کو نہیں پہنچا۔ اس علاقے میں رہنا اور ہمیشہ کے لئے سکونت پذیر ہونا بہت مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

کر نماز پڑھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وباء سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: اَعْلَمُوا أَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ۔ ”یاد رکھو بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ رکھتی ہے۔“ راوی فرماتے ہیں: اس کے بعد صحابہ کرام نے فضیلت حاصل کرنے کے لئے کمزوری اور بیماری کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی تکلیف برداشت کی۔

مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور ان مشرکین عرب کے ساتھ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی حرمت بیان فرمائی۔ اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق سے ایک اور روایت مروی ہے جسے انہوں نے شریح بن سعد سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں حرم مدینہ میں پرندوں کے جال کے ساتھ شکار کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے نہس (ایک شکاری پرندہ) کا شکار کیا لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور میری گدی پر زور سے تھپڑ رسید کیا پھر اسے آزاد کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (صحیح مسلم، کتاب المسافرین) یہ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو شدت بخار کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر صحابہ کرام نے بیماری کے باوجود کھڑا ہونے کی تکلیف برداشت کی۔ حدیث کے ان الفاظ کی تائید بیٹھنے والے کی نماز کے بارے میں خطاب کی اس تاویل سے ہوتی ہے کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ پر ہے۔ پھر خطاب نے کہا یہ حکم اس کمزور شخص کے لئے جو تکلیف کے باوجود کھڑا ہو سکتا ہو اور اگر وہ کھڑا ہونے سے بالکل عاجز ہو تو اس کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز کی مثل ہے۔ یہ فرض و نفل ہر نماز کا حکم ہے۔ ابوطیب نے اس حدیث کے حالت صحت میں نفل نماز کے ساتھ خاص ہونے کی مخالفت کی ہے۔ علامہ خطاب نے حضرت عمران بن حصین کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ انہوں نے کہا: تمام امت کا اجماع ہے کہ بغیر بیماری کے لیٹ کر نماز پڑھنا کسی کے لئے جائز

جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے جن کے ساتھ جنگ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا۔ اس وقت آپ کی بعثت کے تیرہ سال گزر چکے تھے۔

نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صرف اس مریض کے بارے میں ہے جو تکلیف کے ساتھ کھڑا ہونے پر یا مشقت کے ساتھ بیٹھنے پر قادر ہو۔ بعض لوگوں نے نسوی کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ اس نے اس حدیث میں تصحیف کی ہے۔ انہوں نے کہا: یہ حدیث یوں ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ نسوی کو وہم ہوا اور اس نے نائما کے بجائے قائما کہہ دیا۔ اس نے اپنی کتاب میں اس پر یہ باب لکھا ہے: باب صلاة النائم۔ لیکن ان لوگوں کی یہ بات درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ وَ صَلَاةُ النَّائِمِ عَلَى التَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ۔ اور اس طرح کی حدیث میں تصحیف نہیں ہو سکتی اور خطاب کا قول ہے کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ لیٹنے والا حالت صحت میں نفلی اور غیر نفلی نمازیں نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں اجماع کے دعویٰ میں ابو عمر نے اس کی موافقت کی ہے لیکن یہ متفقہ مسئلہ نہیں جیسے ان دونوں نے خیال کیا بلکہ بعض اسلاف صحت مند آدمی کے لئے بھی لیٹ کر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسے امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے۔

ہجرت کی تاریخ

سابقہ سند کے ساتھ عبد الملک بن ہشام سے مروی ہے، انہوں نے کہا زیاد بن عبد اللہ بکائی نے محمد بن اسحاق مطہی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ دوپہر کا وقت تھا اور سورج عین سر پر تھا۔ بقول ابن ہشام بھی ہجرت کی یہی تاریخ ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ربیع الاول کے بقیہ ایام، ربیع الثانی، جمادین (جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ)، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی قعد، ذی الحجہ اور محرم کے مہینے گزارے۔ اس سال مشرکین ہی حج کے والی تھے۔ پھر بارہ ماہ بعد ماہ صفر میں حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے جہاد کے لیے نکلے۔ حضرت ابن ہشام کہتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

سب سے پہلا غزوہ غزوہ ودان

بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں یہاں تک کہ حضور ﷺ مقام ودان پہنچے۔ اسے غزوہ ابواء

تاریخ ہجرت اور غزوہ ودان

حضرت ابن اسحاق نے رسول ﷺ کے ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز مدینہ طیبہ تشریف لانے کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے باب الحجرت میں ابن کلبی اور دوسرے علماء کے اقوال ذکر کر دیے ہیں کہ حضور ﷺ کس تاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اس وقت عجمی مہینوں کے اعتبار سے کون سا مہینہ تھا؟

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے: اَنَّهُ اَقَامَ بِالْمَدِينَةِ بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ وَ شَهْرَ رَبِيعِ الْاٰخَرِ وَ جُمَادَيْنِ۔ قیاس تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا: شَهْرِيْ جُمَادٰی یا پھر یوں کہا جاتا: بَقِيَّةَ رَبِيعِ وَ رَبِيعًا الْاٰخَرَ جیسا کہ دیگر مہینوں میں لفظ شہر ذکر نہیں کیا لیکن جب کوئی علم کسی مہینہ کا نام بنا دیا جائے تو

کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارادہ قریش مکہ اور بنی ضمہ بن بکر بن عبدمنافہ بن کنانہ کی طرف نکلنے کا تھا۔ لیکن بنی ضمہ نے آپ ﷺ سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ جس شخص نے ان کی طرف سے مسلمانوں سے صلح کی وہ مخشی بن عمرو ضمیری تھا۔ اس زمانہ میں یہ ان کا سردار تھا۔ اس کے بعد

وہ طرف نہیں بنتا اور اقامت یا عمل کا وقوع اس پورے مہینہ میں شمار کیا جاتا ہے مگر جب یوں کہا جائے شَهْرٌ كَذَا (تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں نہیں ہوا)۔ جیسا کہ اس سے پہلے حدیث بعثت کے تحت ہم نے شہر رمضان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ سیبویہ نے یہی کہا ہے۔ پس حضرت ابن اسحاق کا قول جُمَادَيْنِ وَ رَجَبًا (بغیر لفظ شہر کے) اسی اصول پر ہے (کہ ان مہینوں میں اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں ہے)۔

اور حضرت ابن اسحاق کا قول ہے بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيعٍ۔ اس میں لفظ شہر اس لئے ذکر کیا کیونکہ عمل اور اقامت مہینہ کے بعض حصہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ اسی وجہ سے بَقِيَّةَ رَبِيعِ الْاَوَّلِ نہیں کہا لیکن آگے چل کر کہا: وَ شَهْرُ رَبِيعِ الْاَوَّلِ (حالانکہ عمل اور اقامت پورے مہینہ میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں) یہ اس لئے کہا تا کہ کلام ماقبل کے مماثل اور مشابہ ہو جائے۔ یہ ساری باتیں علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں یا ان سے پہلے شخص کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں اگر انہوں نے اسے باللفظ روایت کیا ہو۔

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: وَ جُمَادَيْنِ وَ رَجَبًا۔ قیاس تو یہ تھا کہ الف لام کے ساتھ الْجُمَادَيْنِ کہا جاتا کیونکہ یہ علم ہے اور علم کا تشبیہ نہیں آتا کیونکہ یہ معرفہ ہوتا ہے مگر اسی صورت میں تشبیہ آسکتا ہے جب یہ معرف باللام ہو جیسے کہا جاتا ہے الزَّيْدَانِ اور الْعَمْرَانِ لیکن حضرت ابن اسحاق نے اپنی فصاحت کے ساتھ اسے اَبَانَيْنِ اور قَتَوَيْنِ کے قائم مقام رکھا ہے۔ یہ دونوں کلمات دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان پر الف لام داخل نہیں ہوتا کیونکہ ان کی تعریف تشبیہ کے ساتھ زائل نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں ہمیشہ لازم و ملزوم رہتے ہیں اس لئے ان دونوں کا تشبیہ بھی علیت کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ بخلاف دو آدمیوں کے ناموں کے۔ اور جب جمادین ایسے دو مہینے ہیں جو لازم و ملزوم ہیں تو حضرت ابن اسحاق نے زمان میں ان دونوں کو مکان میں ابانین کی طرح بنادیا اور ان دونوں کو الزَّيْدَيْنِ اور الْعَمْرَيْنِ کی طرح نہیں بنایا جن کے درمیان کوئی تلازم نہیں۔ یہی کلام عرب ہے۔ حطیب نے کہا:

بَآتَتْ لَهَا بِكَيْفٍ حَرَبَةٌ لَيْلَةً وَ طَفَاءٌ بَيْنَ جُمَادَيْنِ دَرْدُورُ
اس عورت نے رات کی شدید ظلمت میں اس کے لئے ٹیلے پر رات گزاری اور جمادین میں خوزیر
جنگ کی آگ بجھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔ آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا پھر حضور ماہ صفر کے باقی دن اور ماہ ربیع الاول کے ابتدائی ایام مدینہ طیبہ میں اقامت گزیر رہے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی۔

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ سب سے پہلا پرچم تھا جو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا علامہ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کی۔ اس لشکر میں مہاجرین کے ساتھ یا اسی سوار شریک ہوئے، ان میں کوئی انصاری شامل نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ستاروں کے بارے میں تو عرب کہتے ہیں السَّمَاءُ کَافٌّ حالانکہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے السُّرُطَانُ۔ ہم کہیں گے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اسماء میں صفت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی صفت کے وقت یہ آدمیوں میں الحارث اور العباس کے باب سے ہیں۔ مہینوں اور ایام کے بارے میں علمیت کے اسرار، اس کی انواع کی تقسیم اور ان کی مراد کے متعلق میں کسی اور مقام پر کلام کروں گا۔ یہاں تو صرف میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی فصاحت سے متعجب ہوا کہ بقیۃ شہر کذا و شہر کذا و جمادین و رجباً و شعبان۔ انہوں نے الفاظ کو وہی مقام دیا ہے جو لغت کے حقائق کو سمجھنے والے اہل لغت کے نزدیک ان الفاظ کا مقام ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

غزوہ عبیدہ بن حارث

علامہ ابن اسحاق نے غزوہ عبیدہ میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین کا سردار مکرز بن حفص بن اخیف تھا۔ مکرز میم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔ ابن ماکولا نے المؤتلف والمختلف میں ابو عبیدہ النسابة سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ وہ میم کے فتح کے ساتھ مکرز کہا کرتے۔ شاید یہ الکریز سے مَفْعَل یا مَفْعَل کا وزن ہے۔ کریز خشک دودھ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اور دوسرے علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں أَخِيف ہمزہ کے فتح اور خاء کے سکون کے ساتھ ہے۔ ابن ماکولا اکیلے یہ کہتے تھے کہ جس اخیف کا تعلق بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ساتھ ہے جو خشاش تمیمی کا دادا ہے وہ ہمزہ کے ضمہ اور خاء کے فتح کے ساتھ ہے یعنی أَخِيف لیکن دارقطنی نے اسے بھی أَخِيف کہا جس طرح دیگر علماء نے پہلے اسم میں کہا ہے۔

یہ لشکر روانہ ہوا یہاں تک کہ وادی حجاز میں مثنیۃ المرہ کے نیچے جو چشمہ ہے وہاں پہنچا تو اس کا سامنا قریش کے بہت بڑے لشکر سے ہوا۔ دونوں لشکروں کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس روز تیر چلایا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو دور اسلام میں چلایا گیا۔

لشکر اسلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء

پھر دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ مسلمانوں کو ایک حمایت حاصل ہوئی۔ وہ یہ کہ مشرکین کے لشکر سے دو شخص مقداد بن عمرو بہرانی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور عتبہ بن غزوہ بن جابر مازنی جو بنی نوفل بن عبد مناف کے حلیف تھے نکل کر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے۔ یہ دونوں مسلمان تھے لیکن وہ صرف اس لیے لشکر کفار میں شریک ہوئے تاکہ مسلمانوں میں شامل ہونے کا حیلہ کر سکیں۔ اس روز لشکر کفار کا سپہ سالار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: ابن ابی عمرو بن علاء نے ابو عمرو مدنی سے روایت کیا ہے کہ کفار کا سپہ سالار مرکز بن حفص بن اخیف تھا جو بنی معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر کا ایک فرد تھا۔

اس سریہ کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوہ عبیدہ بن حارث کے بارے میں اشعار کہے لیکن حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

أَمِنْ طَيْفٍ سَلْنِي بِالْبَطَاحِ الدَّمَانِثِ أَرِقْتُ وَ أَمْرٍ فِي الْعَشِيرَةِ حَلُوتِ

شرح قصیدہ ابی بکر و قصیدہ ابن زبیری و ابی جہل

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قصیدہ اور ابن زبیری کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا ہے۔ لغت میں زبیری کا معنی بد اخلاق ہے۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ زَبَعْرِيٌّ وَ امْرَأَةٌ زَبَعْرَاءٌ۔ بد اخلاق مرد اور بد اخلاق عورت۔ اور زبیری اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جس کے کانوں اور چہرے پر کثیر چھوٹے چھوٹے بال ہوں۔ یہ زبیر کا قول ہے۔ ان اشعار میں اور ان کے مابعد اشعار میں الذبۃ کا ذکر ہے۔ اس کا معنی ریت کا ٹیلہ ہے اور دال کے ضمہ کے ساتھ الذبۃ

کیا اس وجہ سے تیری نینداڑ گئی کہ تجھے نرم زمین کی ریتکی ندیوں کے پاس رہنے والی سلمیٰ کا خیال آیا اور خاندان میں کسی بڑے حادثے کے رونما ہونے کی فکر دامن گیر ہوئی؟

تَرَى مِنْ لُؤْيٍ فُرْقَةً لَا يَصُدُّهَا عَنْ الْكُفْرِ تَذَكُّيرٌ وَلَا بَعَثُ بَاعِثٌ
تو قبیلہ لؤی میں انتشار دیکھ رہا تھا جسے نہ کوئی نصیحت کفر سے پھیرتی ہے اور نہ کسی ترغیب دینے والے کی ترغیب۔

رَسُولٌ آتَاهُمْ صَادِقٌ فَتَكَذَّبُوا عَلَيْهِ وَ قَالُوا لَسْتَ فِينَا بِمَا كِثَّ
ان کے پاس ایک سچا رسول تشریف لایا لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ تم ہمارے درمیان نہیں رہ سکتے۔

إِذَا مَا دَعَوْنَا هُمْ إِلَى الْحَقِّ أَذَبَرُوا وَ هَرُّوا هَرِيرَ الْمُحْجَرَاتِ اللَّوَاهِثِ
جب ہم انہیں حق کی دعوت دیتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور مجبور ہو کر پناہ گاہوں میں چھپنے والے اور زبان نکال کر ہانپنے والے کتوں کی طرح آوازیں نکاتے ہیں۔

فَكَمْ قَدْ مَتَنَّا فِيهِمْ بِقَرَابَةٍ وَ تَرَكْنَا فِيهِمْ شَيْءٌ لَهُمْ غَيْرُ كَارِثٍ
ہم نے قرابت کے سبب بارہا ان سے صلہ رحمی کی لیکن پرہیزگاری کو چھوڑ دینا تو ان کے لیے ایسی چیز ہے جس کا انہیں کوئی غم نہیں۔

فَإِنْ يَرْجِعُوا عَنْ كُفْرِهِمْ وَ عَقُوبِهِمْ فَمَا طَيِّبَاتُ الْحِلِّ مِثْلَ الْخَبَائِثِ
پس اگر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے تائب ہو جائیں تو (یہ کس قدر بہتر ہے کیونکہ) حلال پاکیزہ اشیاء خبیث چیزوں کی طرح نہیں ہو سکتیں۔

وَ إِنْ يَرْكَبُوا طُغْيَانَهُمْ وَ ضَلَالَتَهُمْ فَلَيْسَ عَذَابُ اللَّهِ عَنْهُمْ بِلَايَةٍ
اور اگر وہ اپنی سرکشی اور گمراہی (کے گھوڑوں) پر سوار رہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سے دیر کرنے والا نہیں۔

کامعنی سنت اور طریقہ ہے۔ کہا جاتا ہے جَرَى فُلَانٌ عَلَى دُبَّةٍ فُلَانٍ۔ یعنی فلاں شخص فلاں کی سنت اور طریقہ پر چلا۔ الذَّبَّةُ (دال کے فتح کے ساتھ) زیتون کے تیل کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔ راجز کا قول ہے:

لَيْكَ بِالْعَنْفِ عِفَاصُ الذَّبَّةِ

زیتون کے تیل کے برتن کا کارک مضبوط ہونا چاہیے۔

وَ نَحْنُ اَنَاسٌ مِّنْ ذُوَابَةِ غَالِبٍ لَّنَا الْعِزُّ مِنْهَا فِي الْفُرُوعِ الْاَثَانِثِ
اور ہم تو غالب کی نسل میں سے چوٹی کے لوگ ہیں، ہمیں ان کی بہت سی جمع ہونے والی
شاخوں سے عزت ملی ہے۔

فَاُولٰٓئِیْ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ عَشِیَّةً حَرَّاجِیْنِہُ تُخْدِیْ فِی السَّرِیْحِ الرَّثَانِثِ
میں شام کے وقت رقصاں دراز قد اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں جو بوسیدہ چمڑے
کے موزے پہنے ہوئے ہانگی جاتی ہیں۔

كَادِمٍ ظِبَاءٍ حَوْلَ مَكَّةَ عُكْفٍ یَّرِدْنَ حِیَاضَ الْبَنَرِ ذَاتِ النُّوْبَانِثِ
جو گندم گوں پیٹھ اور سفید پیٹ والی ہر نیوں کی طرح مکہ کے آس پاس مقیم ہیں اور نکالی ہوئی
مٹی والے کنوؤں کے حوضوں پر پانی پینے آتی ہیں۔

لَیْنٌ لَّمْ یُفِیْقُوا عَاجِلًا مِّنْ ضَلَالِهِمْ وَ لَسْتُ اِذَا الْبَیْتُ قَوْلًا بِحَاقِثِ
اگر وہ جلدی اپنی گمراہی سے ہوش میں نہ آئے اور جب میں کسی بات پر حلف اٹھاؤں تو اس
کو ہرگز نہیں توڑتا

لَتَبْتَدِرْنَهُمْ غَارَةً ذَاتُ مَصْدَقٍ تُحَرِّمُ اَطْهَارَ النِّسَاءِ الطَّوَامِثِ
تو بہت جلد ان پر ایک ایسا سخت حملہ ہوگا جو جوان عورتوں کے پاکی کے ایام کو (بھی ہم
بستری کے لئے مردوں پر) حرام کر دے گا۔

تَغَاوِرُ قَتْلَى تَعْصِبُ الطَّيْرُ حَوْلَهُمْ وَ لَا تَرَأْفُ الْكُفَّارَ رَأْفَ ابْنِ حَارِثِ
وہ (حملہ) مقتولوں کی یہ حالت کر دے گا کہ ان کے ارد گرد پرندے جمع ہو جائیں گے اور وہ
ابن حارث کی طرح کفار پر رحم نہیں کریں گے۔

فَابْلَغْ بَنِیْ سَهْمٍ لَّدَیْكَ رِسَالَةً وَ کُلُّ کَفُوْرٍ یَّتَغٰی الشَّرَّ بَاحِثِ
پس (اے مخاطب!) یہ جو تیرے پاس پیغام آیا ہے، یہ بنی سہم اور ہر اس ناقدرے کو پہنچا

شاعر کا قول ہے تُخْدِیْ فِی السَّرِیْحِ الرَّثَانِثِ۔ سریح نعل کے مشابہ ایک چیز ہوتی ہے جو
اونٹوں کے پاؤں پر پہنائی جاتی ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ یہ لمبے قد والے اونٹ اتنی تیزی سے چلتے
ہیں کہ زیادہ سفر کی وجہ سے ان کے پاؤں پر پہنائے گئے نعل بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

دَوْمِیْ الْاَیْدِ یَحْبِطُنَ السَّرِیْحَا
ہاتھوں سے ہونے والی بارشیں نعلوں پر گر رہی ہیں

دے جو فساد کی خواہش میں جستجو کرنے والا ہو

فَإِنْ تَشَعَّثُوا عَرَضِي عَلَى سُوءِ دَائِكُمْ فَإِنِّي مِنْ أَعْرَاضِكُمْ غَيْرُ شَاعِي
کہ اگر تم اپنی کم عقلی کے باعث میری عزت پامال کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری عزتوں کو
خاک میں ملانا نہیں چاہتا۔

ابن زبیری کے جوابی اشعار

ان اشعار کا جواب عبد اللہ بن زبیری نے یوں دیا:

أَمِنْ دَسَمِ دَارٍ أَقْفَرَتْ بِالْعَنَائِعِ بَكَيْتَ بَعَيْنٍ دَمَعَهَا غَيْرُ لَابِثٍ
کیا اس گھر کے کھنڈرات پر، جو ریت کے بے آب و گیاہ ٹیلوں پر ویران ہو چکا ہے تو ایسی
آنکھ سے رو رہا ہے جس کے آنسو تھمتے نہیں۔

وَمِنْ عَجَبِ الْآيَامِ وَالذَّهْرِ كُلُّهُ لَهُ عَجَبٌ مِنْ سَابِقَاتٍ وَحَادِثٍ
زمانے کے عجائبات میں سے (ایک بات یہ بھی ہے) حالانکہ زمانے کی ساری باتیں قابل
تعجب ہیں، خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی۔

لِجَمِشِ آتَا نَادَى عَرَامٍ يَقُودُهُ عُبَيْدَةُ يُدْعَى فِي الْهَيَاجِ ابْنُ حَارِثٍ
(عجائبات زمانہ میں سے ہے) وہ کثیر التعداد لشکر جو (مقابلہ کے لئے) ہمارے پاس آیا
جبکہ اس کی قیادت عبیدہ کر رہا ہے جو جنگ میں ابن حارث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

لِنَتْرُكَ أَصْنَامًا بِبَكَّةَ عُكْفًا مَوَارِيثَ مَوْدُوثَ كَرِيمٍ لَوَارِثٍ

شاعر نے عناعت کا ذکر کیا ہے۔ اس کا واحد عنعت ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کی ایک گھاس ہے۔ یہ ابو
حنیفہ کا قول ہے اور العین میں ہے کہ عنعت بے آب و گیاہ ریت کے ٹیلے کی سطح کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ علمائے شعر کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ
قصیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ منکرین کے اس قول کی صحت کی شہادت اس روایت
سے بھی ہوتی ہے جسے امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے اور
انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا ہے جو
تمہیں یہ خبر دے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حالت اسلام میں ایک شعر بھی کہا ہو (متننف
عبدالرزاق)۔ اسے محمد بخاری نے ابومتوکل سے اور انہوں نے عبدالرزاق رحمہم اللہ سے روایت
کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وہ لشکر اس لئے آیا کہ ہم مکہ میں جمے ہوئے ان بتوں کو چھوڑ دیں جو وارثوں کے لئے عزت والے اسلاف کی میراث ہیں۔

فَلَمَّا لَقَيْنَاهُمْ بَسْبَرٍ رُدَيْنَا وَ جُرَدٍ عِتَاقٍ فِي الْعَبَاجِ لَوَاهِثٍ
پھر جب ہم نے ان سے گندم گوں ردینوں یعنی نیزوں اور کم مو، شریف اور گردوغبار میں (دوڑتے ہوئے) ہانپنے والے گھوڑوں کے ذریعے مقابلہ کیا۔

وَ بِيضٍ كَانَ الْيَلَمُ فَوْقَ مُتُونِهَا بَايْدَى كَمَاةٍ كَاللُّيُوثِ الْعَوَانِثِ
اور اپنی سفید تلواروں کے ذریعے جن کی پشتوں پر گویا چربی ہے اور وہ ایسے بہادروں کے ہاتھوں میں ہیں جو شیروں کی طرح فسادی ہیں۔

نَقِيمٌ بِهَا إِصْعَارٌ مَّن كَانَ مَائِلًا وَ نَشْفَى الدُّخُولَ عَاجِلًا غَيْرَ لَا بَيْتِ
ہم ان تلواروں کے ساتھ تکبر سے گردن ٹیڑھی رکھنے والوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیتے ہیں اور بغیر مہلت کے (جذبہ) انتقام کو فوری تسلی دیتے ہیں۔

فَكَفُّوا عَلَى خَوْفٍ شَدِيدٍ وَهَيْبَةٍ وَ أَعْجَبَهُمْ أَمْرُ لَهِمَّ أَمْرٌ رَائِبٌ
پس وہ سخت خوف اور ہیبت کے مارے رک گئے اور انہیں ایسا طریقہ پسند آیا جیسا کسی کام میں دیر کرنے والا پسند کرتا ہے۔

وَ لَوْ أَنَّهُمْ لَمْ يَفْعَلُوا نَاحَ نِسْوَةٍ أَيَّامِي لَهُمْ مِنْ بَيْنِ نَسْءٍ وَ طَامِثٍ
اور اگر وہ (دیر) نہ کرتے (اور ہمارے مقابلہ میں آجاتے) تو ان کی بیوہ عورتیں حیض کے دنوں اور حمل کے ابتدائی ایام میں بھی روتی رہتیں۔

وَ قَدْ غَوْدَرَتْ قَتْلَى يُخْبِرُ عَنْهُمْ حَفِيُّ بِهِمْ أَوْ غَافِلٌ غَيْرُ بَاحِثٍ
اور ان کے مقتول اس حالت میں پڑے رہتے کہ ان کے حالات کی جستجو کرنے والا اور جستجو کرنے کے بجائے غفلت میں رہنے والا دونوں ان کے متعلق خبر دیتے۔

فَإِيلَغُ أَبَاكَرٍ لَدَيْكَ رِسَالَةٌ فَمَا أَنْتَ عَنْ أَعْرَاضٍ فِيهِ بِمَآكِثِ

ابن زبیری کا قول ہے: بَيْنَ نَسْءٍ وَ طَامِثٍ۔ نسء عورت کے حمل کو کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے ابتدائی ایام میں ہو اور طامث کا لفظ مشہور و معروف ہے۔ کہا جاتا ہے نُسْنَتِ الْمَرْأَةُ نَسًا۔ یعنی حمل کی وجہ سے عورت کا حیض موخر ہو گیا۔ کتاب العین میں یہی مذکور ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رَأْبُ ابْنِ حَارِثٍ۔ اس سے مراد عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب ہے۔

پس (اے مخاطب!) یہ تیرے پاس جو ایک پیام ہے، یہ ابو بکر کو پہنچا دے کہ بنی فہر کی عزت و آبرو سے تو رکنے والا نہیں۔

وَلَمَّا تَجَبَّ مِنْنِي يَمِينُ غَلِيظَةً تَجَدَّدَ حَرْبًا حَلْفَةً غَيْرَ حَانِثٍ
اور جب کبھی میری کوئی سخت قسم جسے میں توڑنے والا نہیں، واجب العمل ہو جاتی ہے تو ایک نئی جنگ چھیڑ دیتی ہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر چھوڑ دیا ہے اور اکثر علمائے شعر اس قصیدے کو ابن زبیری کا کلام نہیں مانتے۔

ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس روز کی تیر اندازی کے بارے میں یہ اشعار کہے:

إِلَّا هَلْ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ أَنِّي حَمِيتُ صَحَائِي بِصُدُورِ نَبِيٍّ
سنو! کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی یہ خبر پہنچی کہ میں نے اپنے تیروں کی انیوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

أَذُودُ بَهَا أَوَانِلَهُمْ ذِيَادًا بِكُلِّ حُزُونَةٍ وَ بِكُلِّ سَهْلٍ
میں پتھریلی اور نرم زمین میں ان تیروں کے ساتھ ان کے ہر اول دستے کی مدافعت کرتا رہوں گا۔

فَمَا يَعْتَدُ دَامَ فِي عَدُوِّ بَسَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَلِيلُ
یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے کسی تیر انداز نے دشمن کے لئے تیر تیار نہ رکھا۔

غیر منصرف اسماء

ابو جہل کا قول ہے: وَرَعْنِي مَجْدِي عَنْهُمْ وَصَحْبِي۔ مجدی غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور تمام اسمائے معرفہ میں اصل ترکِ تنوین ہے، نہ کسی اسم ضمیر پر تنوین آتی ہے نہ مبہم پر، نہ معرف باللام پر اور نہ مضاف پر۔ اسی طرح علم میں بھی قیاس یہی تھا۔ پس جب شعر میں علم پر تنوین نہیں آتی تو اس میں یہی اصل ہے کیونکہ اسماء پر تنوین کا دخول اس بات کی علامت ہے کہ وہ اضافت سے جدا ہیں اور جو مضاف نہیں بن سکتا اسے تنوین کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تنوین اور امتناع تنوین اور غیر

وَ ذٰلِكَ اَنَّ دِيْنَكَ دِيْنٌ صِدْقٍ وَ ذُوْ حَقٍّ اَتَيْتَ بِهٖ وَ عَدْلٍ
اور یہ اس لئے کہ آپ کا دین سچا دین ہے اور یہ حق اور عدل و انصاف والا دین ہے جو آپ
لے کر تشریف لائے۔

يُنَجِّي الْمُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يُخْزِيْ بِهٖ الْكُفَّارُ عِنْدَ مَقَامٍ مَّهْلٍ
اس دین کے ذریعے اہل ایمان کو نجات ملے گی اور اسی کے باعث کفار لمبی مہلت رہنے کے
مقام میں رسوا ہوں گے۔

فَهَلَّا قَدْ غَوَيْتَ فَلَا تَغْنِيْ غَوِيَّ الْحَيِّ وَيَحْكُ يَا اِبْنَ جَهْلٍ
پس اے جاہل اے گمراہ قبیلے! ذرا ٹھہر (اور دیکھ تیرا انجام کیا ہوتا ہے)، تجھ پر افسوس ہے، تو
تو گمراہ ہو چکا ہے، اس لئے مجھ پر عیب نہ لگا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اس قصیدہ
کی نسبت کو نہیں مانتے۔

اسلام کا پہلا جھنڈا

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا
جھنڈا اسلام کا وہ پہلا جھنڈا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ بعض علماء کا
قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ ابواء سے واپس تشریف لائے تو مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے
حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا۔

منصرف اسماء پر جر کے اسرار ایک ایسے مسئلہ میں بیان کر دیئے ہیں جسے صرف ہم نے اس باب میں ذکر
کیا ہے۔ ہم وہاں بڑے عجیب و غریب نکلتے لائے ہیں۔ شعر میں علم پر تنوین کے امتناع پر بہت سے
شواہد ہیں۔ سیر اور مغازی کے اشعار میں غور کر کے آپ ان شواہد کو تلاش کر سکتے ہیں۔ کتاب السیرت
میں مذکور اشیاء کی شرح میں ہماری گزارش یہ ہے کہ ہم ان اشعار میں سے صرف ان اشعار کی شرح بیان
کریں گے جن کے الفاظ انتہائی مشکل ہوں یا ان کا اعراب مبہم ہو۔ جس طرح ہم نے کتاب کے
شروع میں اپنی یہ شرط ذکر کر دی ہے۔

کفار کے اشعار کی روایت

لیکن میں یہاں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے صرف ان کفار کے اشعار کی شرح پیش
کروں گا جو بعد میں اسلام لے آئے اور توبہ کر لی جیسے ضرار اور ابن زبیری۔ اکثر اہل علم نے علامہ ابن

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ

رسول اللہ ﷺ نے اسی مقام پر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو العیص کی سمت سے سیف البحر (ساحل سمندر) کی طرف روانہ کیا۔ یہ لشکر مہاجرین کے تیس سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں انصار کا کوئی فرد شریک نہ تھا۔ اس ساحل پر اس لشکر کی ملاقات ابو جہل بن ہشام سے ہوئی جس کے ساتھ اہل مکہ کے تین سو سوار تھے لیکن مجدی بن عمرو الجہنی دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو گیا۔ دونوں فریقوں کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔

حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پرچم وہ پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما دونوں کو اکٹھے روانہ کیا تھا اس لئے لوگوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اشعار بھی کہے جن میں آپ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا پرچم پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔ اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے واقعی یہ فرمایا تھا تو پھر ان شاء اللہ انہوں نے سچ ہی کہا ہوگا کیونکہ آپ سچ بات ہی کہہ سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا پہلا پرچم تھا۔ لیکن ہم نے جو بات اہل علم سے سنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جن کے لئے پرچم باندھا گیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق اس مہم کے بارے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

أَلَا يَا لِقَوْمِي لِلتَّحْلُمِ وَالْجَهْلِ وَ لِلنَّقْصِ مِنْ رَأْيِ الرِّجَالِ وَلِلْعَقْلِ

اسحاق کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے کہ انہوں نے یہاں وہ اشعار بھی شامل کر دیے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی گئی۔ بعض لوگوں نے ان کا مدر پیش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کفر لی حکایت کفر نہیں اور شعر ایک کلام ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کفار کا کلام اور نبی کریم ﷺ سے ان کی بات

سنو، تعجب ہے میری قوم کے بے اصل خیالات اور جہالت پر اور مردوں کی رائے اور عقل کی کوتاہی پر۔

وَلَدَرَّا كِبِينَا بِالْمَظْلَمِ لَمْ نَطَأْ لَهُمْ حُرْمَاتٍ مِنْ سَوَامٍ وَلَا أَهْلٍ
اور ہم پر ظلم ڈھانے والے سواروں پر (تعجب ہے) جن کے چرنے والے اونٹوں اور گھر
میں رہنے والوں کے محفوظ مقامات میں ہم نے قدم تک نہیں رکھا۔

كَأَنَّا تَبَلْنَا هُمْ وَ لَا تَبَلَّ عِنْدَنَا لَهُمْ غَيْرُ أَمْرٍ بِالْعَفَافِ وَ بِالْعَدْلِ
گویا ہم نے ان سے دشمنی کی ہے حالانکہ ہمیں ان سے پاکدامنی اور انصاف کی نصیحت کے
سوا دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔

وَأَمْرٍ بِاسْلَامٍ فَلَا يَقْبَلُونَهُ وَ يَنْزِلُ مِنْهُمْ مِثْلَ مَنَزَلَةِ الْهَزْلِ
اور اسلام کی تبلیغ (کے سوا کوئی دشمنی نہیں) لیکن وہ اسے قبول نہیں کرتے اور اس تبلیغ کا ان
کے ہاں یا وہ گوئی کا سا درجہ ہے۔

فَمَا بَرِحُوا حَتَّى انْتَدَبْتُ لِغَارَةِ لَهُمْ حَيْثُ حَلُّوا آتَبَعِي رَاحَةَ الْفَضْلِ
پس ان کا یہی رویہ رہا یہاں تک کہ وہ جہاں بھی اترے، میں نے فضیلت کا میدان جیتنے
کے لئے ان پر ہلہ بول دیا۔

بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ أَوَّلُ خَافِقٍ عَلَيْهِ لَوَاءٌ لَمْ يَكُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِي
وہ ایسا معاملہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پہلے پرچم کشتا تھے جیسا پرچم میرے واقعے
سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوا تھا۔

لَوَاءٌ لَدَيْهِ النَّصْرُ مِنْ ذِي كَرَامَةٍ إِلَهُ عَزِيزٍ فِعْلُهُ أَفْضَلُ الْفِعْلِ
وہ ایسا پرچم تھا کہ عزت والے غالب معبود کی نصرت اس کے ساتھ تھی جس کا کام ہر کام سے

بازی اور مخالفت کا کلام نثر کی صورت میں روایت کیا جائے یا نظم کی صورت میں۔ ہمارے پروردگار نے
اپنی کتاب عزیز میں سابقہ امتوں کے اپنے انبیاء کے متعلق اقوال اور ان پر طعن و تشنیع کی باتیں حکایت
کیں ہیں۔ اس لئے جو نظم یا نثر حکایت کے طور پر ذکر کی جائے اس میں مقصود زمانہ ماضی کا اعتبار ہوتا
ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر مقصود ہوتا ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت عطا کی اور گمراہی سے نجات
بخشی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لَآن يَمْتَلِيْ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ
يَمْتَلِيْ شِعْرًا (صحیح بخاری، کتاب الشعر۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر 10/9/8/7) ترجمہ: تم میں سے

افضل ہے۔

عَشِيَّةً سَارُوا حَاشِدِينَ وَ كُنَّا
جس شام وہ لشکر جمع کر رہے تھے، حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کی دیکھیں اپنے مقابل پر غصے سے ابل رہی تھیں۔

فَلَمَّا تَرَانِنَا أَنَاخُوا فَعَقَلُوا مَطَايَا وَ عَقَلْنَا مَدَى عَرَضِ النَّبْلِ
پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے اپنی سواریاں بٹھا کر ان کے پاؤں باندھ دیے اور ہم نے بھی تیر کی رسائی کے فاصلے پر (اپنی سواریاں) باندھ دیں۔

فَقُلْنَا لَهُمْ حَبْلُ إِلَهِ نَصِيرُنَا وَ مَا لَكُمْ إِلَّا الضَّلَالَةُ مِنْ حَبْلِ
پھر ہم نے ان سے کہا کہ اللہ کی رسی ہماری مددگار ہے اور گمراہی کے سوا تمہارا کوئی سہارا نہیں۔

فَقَارَ أَبُو جَهْلٍ هُنَالِكَ بَاغِيَا فَخَابَ وَرَدَّ اللَّهُ كَيْدَ أَبِي جَهْلٍ
پھر ابو جہل بغاوت کے جوش میں میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ ناکام رہا اور اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کے مکر و فریب کو خاک میں ملا دیا۔

وَ مَا نَحْنُ إِلَّا فِي ثَلَاثِينَ رَاكِبًا وَ هُمْ مِثَّتَانِ بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَضْلٍ
حالانکہ ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ دوسو، اس کے بعد ایک اور زائد۔

فَيَا لَوْيَ لَا تُطِيعُوا غَوَاتَكُمْ وَ فِينُوا إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنَّهْجِ السَّهْلِ
تو اے بنی لوی! تم اپنے گمراہوں کی پیروی نہ کرو اور اسلام اور آسان راہ کی طرف آ جاؤ۔

فَاتِنِي أَخَافُ أَنْ يُصَبَّ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ فَتَدْعُوا بِالنَّدَامَةِ وَ الثُّكُلِ
کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ تم پر عذاب کی بارش ہو، اس وقت تم ندامت اور حسرت کے ساتھ واویلا کرو۔

کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اشعار سے بھرنے سے بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث شریف کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف ان اشعار کے بارے میں جن میں رسول اللہ کی ہجو کی گئی۔ آپ نے اس شخص کے قول کا انکار کیا جس نے اس حدیث شریف میں تمام اشعار کے بارے میں عموم پر محمول کیا۔ جب ہم بھی وہی بات کہیں جو اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے تو بے شک اشعار کہنے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا کہ ان سے اپنا پیٹ بھرنے کا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابو جہل سے منسوب اشعار

ابو جہل بن ہشام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِأَسْبَابِ الْحَفِیْظَةِ وَ الْجَهْلِ وَلِلشَّاعِیْنِ بِالْخِلَافِ وَ بِالْبَطْلِ
مجھے تعجب ہے غصے اور جہالت کے اسباب پر اور مخالفت اور باطل امور کے ساتھ فتنہ و فساد
برپا کرنے والوں پر۔

وَ لِلشَّارِکِیْنَ مَا وَجَدْنَا جُدُودَنَا عَلَیْهِ ذَوِی الْآخْسَابِ وَالسُّودِ الْجَزْلِ
اور اس (راہ) کو چھوڑنے والوں پر (تعجب ہے) جس پر ہم نے اپنے اعلیٰ کردار والے اور
عظیم سرداری والے آباؤ اجداد کو پایا۔

أَتَوْنَا بِإِفْلَکِ کَیْ یَصِلُوا عُقُولَنَا وَ لَیْسَ مُضِلًّا إِفْکُهُمْ عَقْلَ ذِی عَقْلِ
وہ ہمارے پاس ایک من گھڑت بات لائے تاکہ ہماری عقلوں کو بھٹکائیں لیکن ان کی من
گھڑت بات عقل مند کی عقل کو نہیں بھٹکا سکتی۔

فَقُلْنَا لَهُمْ یَا قَوْمَنَا لَا تُخَالِفُوا عَلٰی قَوْمِکُمْ اِنَّ الْخِلَافَ مَدٰی الْجَهْلِ
تو ہم نے انہیں کہا: اے ہماری قوم کے لوگو! اپنی قوم کی مخالفت نہ کرو، بے شک مخالفت
انتہائی جہالت ہے۔

فَإِنْکُمْ اِنْ تَفْعَلُوا تَدْعُ نِسْوَةً لَّهُنَّ بَوَالِکَ بِالرِّذِیَّةِ وَ الثَّکْلِ
پھر اگر تم ایسا کرو گے تو روئے والی عورتیں ہائے مصیبت اور ہائے محرومی پکاریں گی۔

وَ اِنْ تَرْجِعُوا عَنَّا فَعَلْتُمْ فَاِنَّا بَنُو عَمِّکُمْ اَهْلُ الْحَفَایِظِ وَ الْفَضْلِ
اور اگر تم اپنے کیے سے تائب ہو جاؤ تو بے شک ہم تمہارے حفاظت کرنے والے اور
فضیلت والے چچا زاد بھائی ہیں۔

فَقَالُوا لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا رِضًا لِذَوِی الْاَحْلَامِ مِنَّا وَ ذِی الْعَقْلِ

عیب لاحق ہو، البتہ حکایت کے طور پر یا لغوی استشہاد کے طور پر کچھ اشعار روایت کرنا اس نہی کے تحت
داخل نہیں ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث
شریف ان اشعار کے بارے میں ہے جن میں اسلام کی ہجو کی گئی۔ انہوں نے کہا جب شعر کے ایک
مصرعہ کی روایت بھی حرام ہے تو ان سے پیٹ بھرنے کو ہی مذمت کے ساتھ کیسے خاص کیا جاسکتا ہے
لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ اس قسم کے اشعار میں سے ایک،

انہوں نے ہم سے کہا: بے شک ہم نے محمد (ﷺ) کو اپنے داناؤں اور عقلمندوں کی مرضی کے مطابق پایا ہے۔

فَلَمَّا آبَوْا إِلَّا الْخِلَافَ وَ ذَيْنَا جَمَاعَ الْأُمُورِ بِالْقَبِيحِ مِنَ الْفِعْلِ
پھر جب انہوں نے مخالفت کے سوا اور کوئی بات نہ مانی اور برے افعال کو اپنے اندر جمع کرنے والی باتوں کو مزین کیا۔

تَمَسَّتْهُمْ بِالسَّاحِلَيْنِ بِغَارَةٍ لَا تَرْكُهُمْ كَالْعَصْفِ لَوْسَ بِذِي أَصْلِ
تو میں نے ان پر ساحل سے حملہ کرنے کا قصد کیا تا کہ میں انہیں ایسے بھوسے کی مانند بنا ڈالوں جس کی جڑ نہ ہو۔

فَوَزَعَنِي مَجْدِي عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِي وَ قَدْ وَازَرُونِي بِالسُّيُوفِ وَ بِالنَّبْلِ
لیکن مجدی اور میرے دوستوں نے مجھے ان (کے مقابلہ) سے روک لیا حالانکہ انہوں نے تلواروں اور تیروں کے ساتھ میری مدد کی تھی۔

لَا إِلَٰهَ عَلَيْنَا وَاجِبٌ لَا نُضِيعُهُ أَمِينٌ قَوَاهُ غَيْرُ مُنْتَكِبِ الْحَبْلِ
اس عہد کے سبب (مجھے رکنا پڑا) جس کو پورا کرنا ہم پر واجب ہے، ہم اسے نہیں توڑتے، اس شخص کی قوتیں قابل اعتماد ہیں اور وہ ان تعلقات کو توڑنے والا نہیں۔

فَلَوْلَا ابْنُ عَمْرٍو كُنْتُ غَادَرْتُ مِنْهُمْ مَلَا جَمَ لِلطَّيْرِ الْعُكُوفِ بِلَا تَبَلٍ
پس اگر ابن عمرو (مجدی) نہ ہوتا تو میں ان سے ایسی جنگ کرتا جو وہاں رہنے والے پرندوں کے لئے فائدہ مند ہوتی اور جس کے بدلہ کا کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔

وَ لَكِنَّهُ إِلَى بِلَالٍ فَقَلَّصْتُ بِأَيَّامِنَا حَذَّ السُّيُوفِ عَنِ الْقَتْلِ
لیکن اس (مجدی) نے اس عہد کی قسمیں دیں چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں تلواروں کی

دو یا چند اشعار کو بطور حکایت بیان کرنا اس نثر کے قائم مقام ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی (نعوذ باللہ) مذمت کی۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اسے ابن وہب نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے لیکن اباحت کے قول کے باوجود ان اشعار میں غور و فکر کرنے اور ان کے معانی میں تتبع کرنے کے بجائے ان سے اعراض کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ دل پر یہ اشعار گراں گزرتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتا ہے خصوصاً اس وقت جب اس قسم کے اشعار اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کہے جائیں۔

دھاریں قتل کرنے سے کند ہو گئیں۔

فَإِنْ تَبَيَّنَ الْآيَاتُ أَرْجَعُ عَلَيْهِمْ بَيِّنُ رَقَاقِ الْحَدِّ مُحَدَّثَةِ الصَّقْلِ
پھر اگر زمانہ مجھے زندہ رکھے گا تو میں سفید پتلی دھار والی نئی صیقل کی ہوئی تلواریں کے ساتھ
ان پر حملہ کروں گا۔

بَايِدَى حَمَاةٍ مِّنْ لُّؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ كِرَامِ الْمَسَاعِي فِي الْجُدُوبَةِ وَالْمَخْلِ
(وہ تلواریں) بنی لؤی بن غالب کے ان حمایتیوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو قحط سالی اور
سخت بھوک کے زمانہ میں قابل عزت کوششیں کرنے والے ہیں۔
علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکثر علمائے شعر ان اشعار کو ابو جہل کی طرف منسوب کرنے
سے انکار کرتے ہیں۔

غزوة بواط

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول میں قریش کے تعاقب
میں روانہ ہوئے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سائب بن عثمان بن
مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: یہاں
تک کہ حضور ﷺ رضوی پہاڑ کے نزدیک بواط کے مقام پر پہنچے۔ پھر حضور ﷺ مدینہ کی
طرف مراجعت فرما ہوئے اور کسی لڑائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ پھر حضور ﷺ ماہ ربیع الثانی کے
بقیہ ایام جمادی الاخریٰ کے کچھ ایام مدینہ منورہ میں جلوہ فرما رہے۔

غزوة بواط

بواط ایک بڑے پہاڑ کی دو شاخیں ہیں، ان میں ایک کا نام جلسی اور دوسرے کا نام غوری ہے۔
جلسی میں بنو دینار رہتے ہیں جو بنی کلیب بن کثیر کے موالی ہیں۔ انہیں عبد الملک بن مروان کے آزاد
کردہ غلام دینار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہشام نے اس غزوہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب بن مظعون
رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن عذافہ بن جحج
کے بھائی ہیں۔ آپ نے بقول ابن اسحاق غزوہ بدر میں شرکت کی لیکن موسیٰ بن عقبہ نے انہیں اصحاب
بدر میں ذکر نہیں کیا اور جو سائب بن عثمان ہیں وہ ان کے بھتیجے ہیں۔ وہ ابن کلیب کے علاوہ تمام علماء کے
قول کے مطابق غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

غزوہٴ عَشِيرَہ

پھر حضور ﷺ قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

عَشِيرَہ کا راستہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: چنانچہ حضور ﷺ نقب بنی دینار سے گزرتے ہوئے فیفاء الخمار پہنچے اور بنطائے ابن ازہر کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اترے جسے ذات السباق کہا جاتا ہے۔ وہاں نماز ادا فرمائی جہاں آپ ﷺ کی مسجد بنادی گئی ہے۔ وہاں حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور حضور ﷺ کے ساتھ تمام لوگوں نے کھانا کھایا۔ وہ پھر جن پر ہنڈیا رکھ کر پکائی گئی انہیں وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ کو پانی پیش کیا گیا جسے مشرب کہا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور یسار کے خشک کنوؤں کو پیچھے چھوڑا اور شعبہ کے راستہ پر چلے جسے شعبہ عبد اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کا آج بھی یہی نام ہے پھر آپ وادی یسار میں اترے یہاں تک کہ یلیل کے مقام پر

غزوہٴ عَشِيرَہ

اس میں کئی لغتیں ہیں عُشِيرَہ، عُشِيرَاء، عُسِيرَہ اور عُسِيرَاء۔ امام حافظ ابو بکر رحمہ اللہ نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ الْعُشِيرَہ ہے۔ (صحیح بخاری معلقاً)

عُسِيرَہ اور عُسِيرَاء عُسِيرَاء اور عُسِيرَہ سے تصغیر کے صیغے ہیں اور جب ان کی تصغیر ترخیم کے طریقہ پر بنائی جائے تو عُسِيرَہ کہا جاتا ہے اور عُسِيرَہ ایک ترکاری ہے جو ساگ کی شکل میں ہوتی ہے پھر اسے چھایا جاتا ہے تو اسے عُسِيرَی کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وَمَا مَنَعَنَا هَا الْمَاءَ إِلَّا ضَنَانَةً بِأَطْرَافِ عُسِيرَی شَوْكُهَا قَدْ تَخَلَّدَا

ہم نے اس سے پانی نہیں روکا مگر عُسِيرَی کے اطراف میں بجل کی وجہ سے جس کے کانٹے بکھر

چکے ہیں۔ اس شعر کا معنی اس حدیث شریف کے معنی کی طرح ہے: لَا يَمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيَمْنَعَ بِهِ

الْكَلَاءُ (صحیح بخاری، کتاب المساقاة) ترجمہ: فاضل پانی سے نہ روکا جائے کہ اس وجہ سے گھاس کو بھی

روک دیا جائے۔ اور شین منقوطہ کے ساتھ عُسِيرَہ عُسَر کے واحد کی تصغیر ہے۔

پہنچے اور وہاں اترے پھر ضبوہ کے مقام پر اترے اور ضبوہ کے کنویں سے پانی نوش فرمایا پھر فرش ملل سے گزرتے ہوئے یمام کے صحراؤں میں سے گزرنے والے راستہ پر پہنچے پھر اس راستے پر چلتے ہوئے وادی ینبع میں واقع عشیہ کے مقام پر اترے۔ وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند روز قیام فرمایا اور بنو مدلج اور ان کے حلفاء بنی ضمرہ سے دوستی کا معاہدہ کیا پھر مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے اور آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب

اسی غزوہ میں حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جو فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق فرماتے: ہیں یزید بن محمد بن خثیم محاربہ نے محمد بن کعب قرظی سے انہوں نے ابو یزید محمد بن

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ضبوہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ فَعُولۃ کے وزن پر ہے اور ضَبَعَتِ الْاِبِلُ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ چلتے وقت اپنی ٹانگوں کو تیزی سے حرکت دے۔ حضور ﷺ ضبوہ کے مقام پر ایک درخت کے پاس اترے جسے ذات الساق کہا جاتا ہے۔ وہاں ایک مسجد بنادی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں سے پانی نوش فرمایا جسے مشیرب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن اسحاق سے بکاری وغیرہ کی روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ملل کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ملل اس لئے کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر آنے والا شخص اس مقام تک بڑی مشقت اور تھکاوٹ کے بعد ہی پہنچتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے بیس میل یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے خلّاق کا ذکر کیا۔ یہ مشہور و معروف کنویں ہیں۔ ابو الولید کے علاوہ دیگر لوگوں نے اسے خاء منقوطہ کے ساتھ خلّاق روایت کیا ہے۔ بعض نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ یہ خلیقہ کی جمع ہے۔ یہ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پانی نہ ہو۔ کتاب کی اکثر روایات اسی طرح ہیں۔ واللہ اعلم پھر فرش ملل کا ذکر کیا۔ فرش بقول ابو حنیفہ اس ہموار جگہ کو کہتے ہیں جہاں عرفط، سیال اور سر کے پودے اگتے ہوں۔ یہ ایک میل یا ایک فرسخ تک ہوتی ہے۔ اگر صرف عرفط کے پودے اگیں تو اسے وہط کہتے ہیں اور اگر صرف طلح کے پودے اگیں تو اسے غول کہتے ہیں۔ اس کی جمع خلاف قیاس غیلان آتی ہے اور اگر نصی اور صلیان کے پودے اگیں تو اسے لمعہ کہتے ہیں اور یہ دو میل تک ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب

علامہ ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب کے بارے میں دو حدیثیں

خیم سے اور انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ عسیر میں ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ عسیرہ کے مقام پر اترے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنی مدجن کے چند آدمیوں کو دیکھا جو اپنے ایک بٹم اور کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابو یقظان! آئیے ان لوگوں کے پاس چلیں اور دیکھیں کہ وہ کیسے کام کر رہے ہیں؟ میں نے کہا چلیں، چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور کچھ دیر ان کے کام کو دیکھا پھر ہم پر نیند غالب آ گئی۔ چنانچہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجور کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے مٹی کے اوپر لیٹ گئے اور سو گئے۔ بخدا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاؤں کو حرکت دے کر ہمیں بیدار فرمایا۔ ہم اس مٹی سے آلودہ ہو چکے تھے جس پر ہم سوئے تھے۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”مَالَكَ يَا أَبَا تُرَابٍ؟“ اے ابو تراب تجھے کیا ہوا؟ کیونکہ حضور ﷺ ان کے جسم پر مٹی دیکھے رہے تھے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی: ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی رہو جائے گی (یہ فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے آپ کی داڑھی مبارک پکڑی)۔ (مستدرک حاکم)

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی

ذکر کی ہیں لیکن ان دونوں سے وہ روایت زیادہ صحیح ہے جسے امام بخاری نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا جبکہ ان کا پہلو خاک آلود تھا۔ حضور ﷺ ان کے پہلو سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے ابو تراب! انھو آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد کی طرف چلے گئے تھے۔

(صحیح بخاری، فضائل الصحابہ)

یہ حدیث شریف کا مفہوم ہے اور علامہ ابن اسحاق نے جو حضرت عمار کی حدیث ذکر کی ہے وہ اس کے مخالف ہے مگر اس وقت مخالف نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو دو مرتبہ اس کنیت سے بلایا ہو، ایک مرتبہ مسجد میں اور ایک مرتبہ اس غزوہ میں۔ واللہ اعلم

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب اس لئے فرمایا کہ جب آپ کسی امر کے متعلق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوتے تو ان سے گفتگو نہیں فرماتے تھے اور ان سے کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہتے بلکہ کچھ مٹی اٹھاتے اور اپنے سر پر ڈال لیتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آپ پر مٹی دیکھتے تو پہچان لیتے کہ آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہیں۔ حضور فرماتے: مَا لَكَ يَا أَبَا تُرَابٍ؟ اے ابوتراب! کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کنیت کی کون سی وجہ ہے؟

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اسی مہاجرین کے ہمراہ ایک مہم پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد روانہ ہوئے یہاں تک کہ سرزمین حجاز میں خرار کے مقام پر پہنچے پھر واپس لوٹ آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھیجا تھا۔

غزوہ سفوان۔ پہلا غزوہ بدر

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ عثیرہ سے واپس تشریف لائے تو

سب سے بڑا بد بخت انسان

علامہ ابن اسحاق نے سب سے بڑے بد بخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم ثمود کا وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوئیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قدار بن سالف ہے اور اس کی ماں فذیرہ ہے۔ یہ ان نواشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ نحل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والاعلام میں ذکر کر دیے ہیں۔

بنی ضمرہ سے معاہدہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی ضمرہ کے ساتھ حضور ﷺ کے معاہدہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ بنو کنانہ کی شاخ بنو لیث کا ایک خاندان ہے اور یہ بنی غفار، بنی نعیلہ ہیں جو ملیل بن ضمرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ معاہدہ کا جو متن ابن اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

مدینہ طیبہ میں صرف چند راتیں قیام فرمایا جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ یہاں تک کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، رسول اللہ ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ ابن ہشام کا قول ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ بدر کے قریب ایک سفوان نامی وادی میں پہنچے لیکن کرز بن جابر تیزی سے آگے نکل گیا۔ حضور ﷺ اس کو نہ پاسکے۔ یہ پہلا غزوہ بدر ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور جمادی الثانیہ کے باقی ایام اور رجب اور شعبان میں مدینہ طیبہ میں اقامت گزیر رہے۔

سریہ عبد اللہ بن جحش اور یسئلونک عن الشهر الحرام کا نزول

آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط

غزوہ بدر اولیٰ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش بن رباب الاسدی رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا اور آپ کے ہمراہ اسی مہاجرین بھیجے جن میں انصار کا کوئی آدمی شریک نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے ایک خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھنا یہاں تک کہ دو دن سفر کر چکو پھر اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس میں دیے گئے حکم کے مطابق عمل کرنا اور اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ سے بنی ضمرہ کی طرف ہے۔ ان کے اموال اور جانیں محفوظ ہیں، جو شخص ان پر حملہ آور ہو اس کے مقابلے میں ان کے لئے اس وقت تک مدد ہے جب تک سمندر اون کے ٹکڑے کو تر کرتا رہے گا بجز اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جنگ کریں اور جب نبی کریم ﷺ انہیں اپنی مدد کے لئے بلائیں گے تو وہ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ ان پر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے پیارے رسول کا ذمہ ہے اور یہ مدد ان لوگوں کی خاطر ہے جنہوں نے ان میں سے اطاعت کی اور تقویٰ اختیار کیا۔“

سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

لفظ مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جرم میں ناک اور کان کاٹے گئے۔ ان کا واقعہ غزوہ احد میں آئے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں لفظ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے رفقاء مہاجرین کے قبیلہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے یہ تھے: حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کے حلفاء سے حضرت عبداللہ بن جحش، یہ امیر لشکر تھے۔ حضرت عکاشہ بن محسن بن حرثان، یہ بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف تھے، بنی نوفل بن عبد مناف سے حضرت عتبہ بن غزوہ بن جابر۔ یہ ان کے حلیف تھے، بنی زہرہ بن کلاب سے حضرت سعد بن ابی وقاص، بنی عدی بن کعب سے حضرت عامر بن ربیعہ، یہ بنی عنز بن وائل سے ان کے حلیف تھے، حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن ربیعہ۔ یہ بنی تمیم سے ان کے حلیف تھے، حضرت خالد بن بکیر۔ یہ بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف تھے اور بنی حارث بن فہر سے حضرت سہل بن بیضاء۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو دن سفر کرنے کے بعد وہ حکم نامہ کھول کر پڑھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ ”جب تم میرے اس خط کو کھول کر دیکھو تو اپنا سفر جاری رکھو یہاں تک کہ جب مکہ اور طائف کے درمیان بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ تو وہاں قریش کا انتظار کرنا اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا“۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ گرامی نامہ پڑھ چکے تو عرض کی میں بسر و چشم حاضر ہوں پھر اپنے رفقاء سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ کی طرف جاؤں اور وہاں قریش کا انتظار کروں تاکہ میں حضور کو ان کے حالات

مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے یہ عنوان لکھا ہے: صحیح الروایۃ بالمناولۃ۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاولَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَحْشٍ كِتَابَهُ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو اپنا گرامی نامہ عطا فرمایا۔ آپ نے اسے دو روز بعد کھولا اور اس میں تحریر شدہ حکم کے مطابق عمل کیا۔ اسی طرح جب کوئی عالم اپنے شاگرد کو کوئی کتاب عطا کرے تو اس کے لئے اس کتاب میں موجود روایت کو آگے روایت کرنا جائز ہے۔ یہ صحیح استدلال ہے مگر آج کل لوگوں نے مناولہ کو ایک اور صورت پر محمول کر دیا ہے کہ طالب علم شیخ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: نَاولْنِیْ کُتُبَکَ ”مجھے اپنی کتابیں عطا کرو“۔ شیخ اسے کتابیں عطا کرتا ہے اور اس کا سامان اپنے پاس روک لیتا ہے پھر طالب علم واپس چلا جاتا ہے اور کہتا ہے حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ مِّنَاوَلَةٍ۔ یعنی مجھے فلاں نے مناولہ کے طور پر یہ حدیث بتائی۔ یہ روایت اس طریقہ پر اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے ساتھ کتاب نہ لائے اور شیخ نے اسے یہ اجازت نہ دی ہو کہ وہ اس کتاب میں موجود روایات کو اس کی طرف سے روایت کر سکتا ہے۔ جن لوگوں نے مناولہ کی اس صورت کو

سے آگاہ کروں اور مجھے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کروں، اس لئے تم میں سے جو شہادت کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا مشتاق ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو یہ نہیں چاہتا وہ واپس لوٹ جائے لیکن میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جا رہا ہوں۔ چنانچہ آپ چلے اور آپ کے ساتھ آپ کے رفقاء بھی چل دیے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

آپ وادی حجاز سے گزرتے ہوئے معدن کے مقام پر پہنچے جو فرع کے اوپر ہے جسے بحران کہا جاتا ہے۔ وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوہ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا جسے وہ اپنے پیچھے لارہے تھے۔ دونوں حضرات اسے تلاش کرنے کے لئے پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جحش اور آپ کے دوسرے رفقاء نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وادی نخلہ میں پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کے ایک قافلہ کا گزر ہوا جو کشمش، چمڑا اور قریش کا سامان تجارت اٹھائے جا رہا تھا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضری بھی شامل تھا۔

حضری کے نسب میں اختلاف

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضری کا نام عمرو بن عباد ہے اور اسے مالک بن عباد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ صدف کا ایک فرد ہے اور صدف کا نام عمرو بن مالک ہے جو قبیلہ سکون بن اشرس

درست کہا ہے جو ہم نے ذکر کی ہے ان میں سے ایک حضرت مالک بن انس ہیں۔ ان سے حضرت اسماعیل بن صالح نے روایت کیا انہوں نے اپنے شاگردوں کے لئے کچھ بندھی ہوئی کتابیں نکالیں اور فرمایا: یہ میری وہ کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کی۔ پھر انہیں کہا: تم انہیں مجھ سے روایت کرو۔ حضرت اسماعیل بن صالح نے ان سے عرض: کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: حَدَّثَنَا مَالِكٌ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اسماعیل کے اس قصہ کو دارقطنی نے کتاب رواۃ مالک رحمۃ اللہ علیہ میں روایت کیا ہے۔

حضری کی اولاد

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن حضری کا ذکر کیا ہے۔ یہ تین افراد تھے۔ عمرو، عامر اور غلام۔ علماء جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں اور ان کی بہن صعبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی والدہ ہے۔ وہ ان کے باپ سے پہلے ابوسفیان بن حرب کے ہاں تھی۔ جب ابوسفیان نے اسے جدا لیا تو اس کے بارے میں یہ شعر کہے:

بن کندہ کا ایک فرد ہے اور اسے کندی بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: نیز عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبد اللہ مخزومی اور حکم بن کیسان جو کہ ہشام بن مغیرہ کا آزاد غلام تھا، بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ سہم گئے۔ انہوں نے ان کے قریب ہی پڑاؤ کیا تھا۔ حضرت عکاشہ بن محسن ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ انہوں نے اپنا سر منڈوا یا ہوا تھا۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو انہیں تسلی ہو گئی۔ کہنے لگے کہ یہ لوگ عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے بارے میں مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے کہا: بخدا آج رات تم اگر انہیں چھوڑ دیتے ہو تو یہ لوگ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکو گے اور اگر آج تم انہیں قتل کرتے ہو تو تم انہیں شہرِ حرام میں قتل کرو گے۔ چنانچہ مسلمان ان کے بارے میں متردد ہوئے اور ان پر حملہ کرنے سے گریز کرنے لگے لیکن پھر انہوں نے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو ہاتھ لگے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال چھین لیا جائے۔ واقعہ بن عبد اللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تاک کر تیر مارا جس نے اس کا کام تمام کر دیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ نوفل بن عبد اللہ ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش اور آپ کے ساتھی اونٹ اور دو قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

وَ اِنِّیْ وَ صَعْبَةٌ فِیْمَا نَرٰی بَعِیْدَانِ وَالْوُدُّ وَدُّ قَرِیْبُ
جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں ان حالات میں میں اور صعبہ ایک دوسرے سے دور ہیں لیکن ہماری محبت ایک دوسرے کے قریب ہے۔

فَاِنْ لَا یَكُنْ نَسَبٌ لَّا قَبْ فَعِنْدَ الْفَتَاةِ جَمَالٌ وَ طِیْبُ
اگر مشہور و معروف نسب نہیں ہے تو (کیا ہوا) اس لڑکی کے پاس حسن و جمال اور خوش دلی تو موجود ہے۔

فَمَا لَ قُصِّیْ اِلَّا تَعَجُّبُوْنَ اِلٰی الْوَبْرِ صَارَ الْغَزَالُ الرَّبِیْبُ
پس اے آلِ قصی! کیا تم مولے پر متعجب نہیں ہوتے کہ اس کا سوتیلا بچہ ہرن کا بچہ بن گیا ہے۔
بنی حضرمی کے نسب میں اضطراب ہے۔ ایک قول وہی کیا گیا ہے جو ابن اسحاق کا قول ہے

حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا بے شک جو مالی غنیمت ہم نے حاصل کیا ہے اس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالی غنیمت میں سے خمس فرض فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اونٹوں کا خمس علیحدہ کیا اور باقی سارے کا سارا مالی غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم فرمادیا۔

شہر حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب مسلمان مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”مَا أَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ“۔ ”میں نے تمہیں یہ حکم تو نہیں دیا تھا کہ تم حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے لگو“۔ حضور ﷺ نے اونٹوں اور دونوں قیدیوں کو ٹھہرا دیا اور ان میں سے کوئی چیز لینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ برباد ہو گئے۔ ان کے دیگر مسلمان بھائیوں نے انہیں اس اقدام پر سختی سے جھڑکا۔ ادھر قریش کہنے لگے کہ دیکھو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کی حرمت کو پا مال کر دیا ہے، اس میں خوزیزی کی ہے، مال غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ مکہ میں موجود مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے پاس آتا وہ یہ کہتا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے ماہ شعبان میں کیا ہے۔

یہودیوں نے اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف قالی بد نکالی۔ وہ کہنے لگے کہ عمرو بن حضری کو واقعہ بن عبداللہ نے قتل کیا ہے اور عمرو کا مطلب ہے عَمَرَتِ الْحَرْبُ یعنی میدان کارزار برپا ہو گیا۔ حضری کا مطلب ہے حَضَرَتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کا موقع آ گیا اور واقعہ بن

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عبداللہ بن عماد بن ربیعہ ہے اور ابن عیاد اور ابن عباد بھی کہا گیا ہے لیکن جو کچھ حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔ ان کا تعلق صدف سے ہے۔ اسے دال کے کسرہ کے ساتھ صدف بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور صدف مالک بن مرثع بن ثور ہے اور وہ کندہ ہے اور کندہ کے نام اور اس کے معنی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے ہم نے اس سے پہلے مبعث میں ذکر کر دیا ہے اور صدف کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابن سہل بن دغی بن زیاد بن حضر موت ہے اور حضر موت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حمیر بن سبا کی اولاد سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قحطان بن عامر کا بیٹا ہے۔ واللہ اعلم

عبداللہ کا مطلب ہے وَقَدَّتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی نکالی ہوئی اس فال کو ان کے حق میں کرنے کے بجائے ان کے خلاف بنادیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآن کریم کا نزول جب حضرت عبداللہ کے اس اقدام کے خلاف لوگوں کی تعداد کثیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَتُفْرِيقُهُ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ (البقرة: 217)

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک اور فتنہ (فساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے ۲ اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے ۳

۱۔ یعنی اگر تم نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی ہے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت

علامہ ابن اسحاق نے شہر حرام اور اس میں جنگ کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ جو انہوں نے اس ماہ میں خونریزی کی اس پر وہ سخت پشیمان ہوئے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی تحریم ایک ایسا حکم تھا جس پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دور سے عمل چلا آ رہا تھا اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے تھا اور ان اشیاء میں سے تھا جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی مصلحت کے لئے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ (المائدة: 97) ترجمہ: ”بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقا کا باعث لوگوں کے لئے نیز حرمت والے مہینوں کو“۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں موجود اپنی اولاد کے لئے دعا مانگی تھی جبکہ وہ ایک ایسی وادی میں تھے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو شوق و محبت سے ان کی طرف مائل کر دے۔ پس لوگوں پر حج بیت

کفر کرتے کے ساتھ ساتھ تمہیں اس کی راہ سے اور مسجد حرام سے روک دیا تھا اور ان کا تمہیں مسجد حرام سے نکالنا حالانکہ تم اس میں بسنے والے ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے قتل سے بڑا گناہ ہے، تمہیں ان میں سے تم نے قتل کیا۔

۲۔ یعنی وہ ہر مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کرتے تھے تاکہ اسے ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، ان کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

۳۔ یعنی پھر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی خبیث تر اور عظیم تر گناہ پر ڈٹے ہوئے ہیں، نہ اس سے توبہ کرتے ہیں اور نہ اس سے باز آتے ہیں۔

جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس خوف کو دور فرما دیا جس میں وہ مبتلا تھے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ اونٹ اور دونوں قیدی اپنے قبضہ میں لے لیے۔ قریش نے عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ ادا کرنے کے لئے زرفدیہ دے کر اپنے آدمی بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا فدیہ قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمارے دونوں ساتھی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوہ ان پہنچ جائیں۔ ہمیں ان کے بارے میں تمہاری طرف سے خطرہ ہے۔ اگر تم نے ان دونوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دونوں ساتھیوں کو تیغ کر دیں گے۔ چنانچہ جب حضرت سعد اور حضرت عتبہ واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دو قیدیوں کا فدیہ قبول کر لیا۔

حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا اور احکام شرعی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی ٹھہر گئے یہاں تک کہ بزمعونہ کے حادثہ کے دن آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن عثمان بن عبد اللہ مکہ واپس آ گیا اور حالت کفر میں ہی اس

اللہ کی فرضیت اہل مکہ کی مصلحت اور ان کی معیشت کی بقا کا باعث بنی پھر اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرمت والا بنا دیا۔ ان میں سے تین مسلسل تھے اور ایک اکیلا اور وہ رجب ہے۔ مسلسل تین مہینوں کو اس لئے حرمت والا بنایا تاکہ مکہ مکرمہ میں آنے والے اور واپس جانے والے حاجی حج کے مہینہ سے ایک ماہ پہلے بھی اور ایک ماہ بعد بھی اتنی مدت تک امن میں رہیں جتنی مدت تک ایک قافلہ عرب شریف کے آخری شہر تک پہنچ کر واپس آ سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور رجب کی حرمت عمرہ ادا کرنے والوں کے لئے تھی تاکہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آنے والے امن میں رہیں۔ نصف ماہ آنے کے لئے

کو موت آئی۔

نزولِ قرآن کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی وہ پریشانی دور ہو گئی جس میں وہ مبتلا تھے تو ان کے دلوں میں اجر کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ ہماری یہ کوشش جہاد شمار ہو جس پر مجاہدین کو اجر دیا جائے؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ عز و جل نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرہ)

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔“
اس طرح اللہ تعالیٰ عز و جل نے انہیں اس کوشش پر بہت بڑے اجر کا امیدوار بنادیا۔
اس بارے میں حدیث زہری اور یزید بن رومان عن عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن جحش کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال فرمایا تو اس کی اس طرح تقسیم فرمائی کہ چار خمس ان مجاہدین کو دیئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت عطا فرمایا اور ایک خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیا۔ چنانچہ ان اونٹوں کی تقسیم اسی طرح ہوئی جیسے حضرت عبداللہ بن جحش نے تقسیم فرمائی تھی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کو حاصل ہوا اور عمرو بن حضری پہلا شخص تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کيسان وہ پہلے افراد تھے جنہیں مسلمانوں نے قیدی بنایا۔

اور نصف ماہ واپس جانے کے لئے کیونکہ عرب کے دور دراز شہروں سے لوگ عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے جس طرح حج ادا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ دیکھئے ہم بھی بلا و مغرب سے صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے بلکہ جب ہم عمرہ کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ حج کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور عمرہ ادا کرنے والوں کی سب سے دور منزل پندرہ دن کی مسافت پر ہے اور ان کے پاس غذائی اموال اپنے موسموں پر آتے تھے اور سارا سال ان سے عرب کے بھیڑیے اور ڈاکو دور رہتے اور جب میں عمرہ کے لئے سفر کرنے والوں کو امان مل جاتی۔ یہ اہل عرب کے لئے مصلحت تھی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت

اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں سریہ عبد اللہ بن جحش کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جحش نے خود یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش نے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کو حلال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مال غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار عبد اللہ بن جحش کے ہی ہیں:

تَعْدُونَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً وَ اعْظَمُ مِنْهُ لَوْ يَرَى الرُّشْدَ رَاشِدُ
تم ماہ حرام میں قتل کو بڑا گناہ شمار کر رہے ہو حالانکہ اگر کوئی ہدایت یافتہ راہ ہدایت کو دیکھے تو اس سے بھی بڑے گناہ یہ ہیں:

صُدُّوْكُمْ عَمَّا يَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَ كُفِّرْ بِهِ وَاللّٰهُ دَاۤءٍ وَ شَٰهِدُ
محمد (ﷺ) کے ارشادات سے تمہاری مخالفت اور آپ سے کفر، اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کا گواہ ہے۔

وَ اٰخَرَاۤءُكُمْ مِّنْ مَّسْجِدِ اللّٰهِ اَهْلَهُ لِنَلَّا يٰرِىْ لِلّٰهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدُ
اور تمہارا اللہ کی مسجد سے اس میں بسنے والوں کو نکال دینا تا کہ بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی سجدہ کرنے والا نظر نہ آئے۔

فَاِنَّا وَ اِنْ عَيَّرْتُوْنَا بِقَتْلِهِ وَ اَرْجَفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٌ وَ حَاسِدُ
اگرچہ تم نے ہمیں قتل کی عار دلائی اور سرکش اور حسد کرنے والوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔

تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور طریقہ حج کو ملت ابراہیمی پر قائم رکھا اور اس میں تبدیلی نہ آنے دی یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا اور ابتدائے اسلام میں ماہِ رجب میں جنگ کی حرمت کا حکم بدستور قائم رہا۔ پھر آیت سیف نے اسے مباح کر دیا لیکن اشہر حرام کی حرمت بدستور باقی رہی، منسوخ نہ ہوئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَدِيْنِ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (التوبہ: 36)

ترجمہ: ”ان میں سے چار عزت والے ہیں، یہی دینِ قیم ہے، پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر۔“

سَقَيْنَا مِنْ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ رِمَاحَنَا بِنَخْلَةٍ لَنَا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَأَقْدُ
لیکن ہم نے وادی نخلہ میں ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جب واقعہ
نے جنگ کی آگ بھڑکائی۔

دَمًا وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عُثْمَانُ بَيْنَنَا يَنَازِعُهُ غُلٌّ مِّنَ الْقَيْدِ عَانِدُ
عثمان بن عبد اللہ ہمارے پاس ہے، تھے کے خون آلود طوق نے اسے جکڑ رکھا ہے۔
تحویل قبلہ جانب کعبہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف
آوری کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان میں قبلہ تبدیل کیا گیا۔

پس ان مہینوں کی حرمت کی تعظیم باقی ہے۔ اگرچہ ان میں جنگ کو مباح کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت عطاء
سے مروی ہے کہ ان مہینوں میں جنگ کی حرمت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہوا۔ باب نسب النبی ﷺ
میں سعد رجب کا ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں میں یہ
سنت قائم کی۔

غزوہ بدر الکبریٰ

ابوسفیان کا قافلہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان بن حرب قریش کے ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے جس میں قریش کے اموال اور سامان تجارت ہے۔ اس قافلہ میں قریش کے تمیں یا چالیس افراد تھے جن میں مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ اور عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بھی شامل تھے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن مسلم زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبد اللہ بن ابی بکر اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا اور ہمارے دیگر علماء نے حضرت ابن

غزوہ بدر

بدر ایک کنویں کا نام ہے جسے قبیلہ غفار کی شاخ بنی النار کے ایک بدر نامی آدمی نے کھودا تھا۔ ہم نے اس کتاب میں اس شخص کا قول ذکر کر دیا ہے جس نے کہا کہ وہ بدر بن قریش بن یخلد تھا۔ جس سے قبیلہ قریش کو قریش کا نام دیا گیا اور یونس نے ابن ابی زکریا سے اور انہوں نے ضعیفی سے روایت کیا ہے کہ بدر اس شخص کا نام ہے جو اس کنویں کا مالک تھا۔

اطلاعات کا حصول

فصل: حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان جب وادی حجاز کے قریب آتا تو اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرتا (كَانَ يَتَحَسَّسُ الْاَخْبَارَ) تحسس جب حاء کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے بذاتِ خود اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور جب جیم کے ساتھ تحسس ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دوسرے لوگوں کی مدد کے ساتھ اخبار کی چھان بین کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسُّسُوا۔ (صحیح بخاری 24/1، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة: 28، مسند احمد 287/2) یعنی ”نہ دوسرے لوگوں کی مدد سے خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور نہ خود مطلع ہونے کی کوشش کرو“۔

عباس سے روایت کیا، ان سب نے مجھے اس واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا ہے اس لئے میں نے جو واقعہ بدر بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیان کا مجموعہ ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان شام سے واپس آ رہا ہے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں اور فرمایا: هَذِهِ عِيْرُ قُرَيْشٍ فِيْهَا اَمْوَالُهُمْ فَاَخْرُجُوْا اِلَيْهَا لَعَلَّ اللّٰهُ يَنْفِلْكُمْوَهَا۔ ”یعنی یہ ہے قریش کا قافلہ جس میں ان کے اموال ہیں، اس کے تعاقب کے لئے نکلو، شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرمادے۔“ چنانچہ چند حضرات اس کے تعاقب میں نکل پڑے اور کچھ پیچھے رہ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابوسفیان جب وادی حجاز کے قریب آتا تو ادھر ادھر سے خبریں معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا اور جو سوار اسے ملتا اس سے پوچھ گچھ کرتا کیونکہ اسے لوگوں کے معاملہ کی فکر لاحق ہوتی تھی یہاں تک کہ اسے کسی سوار کی طرف سے یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے اور تیرے قافلہ کے تعاقب کے لئے اپنے صحابہ کو روانہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اسے از حد خوف لاحق ہوا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ کی طرف روانہ کیا اور اسے کہا کہ قریش کے پاس جائے اور انہیں اپنے اموال کی حفاظت پر برا بیچتے کرے اور انہیں اطلاع دے کہ محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کے ہمراہ قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ چنانچہ ضمضم بن عمرو بڑی سرعت سے مکہ پہنچا۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: ایک غیر متہم شخص نے حضرت ابن عباس سے اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور کہا: بھائی

عاتکہ کا خواب

علامہ ابن اسحاق نے عاتکہ کے خواب اور اس چیخنے والے شخص کا ذکر کیا ہے جو بلند آواز سے چیخ کر کہہ رہا تھا: يَا لَعْدَرَا اے دھوکا بازو! لفظ غدڑ اسی طرح غین اور دال کے ضمہ کے ساتھ ہے، یہ غدور کی جمع ہے۔ اس شخص کی روایت صحیح نہیں ہے جس نے اسے دال کے فتح اور راء کے کسرہ کے ساتھ يَا لَعْدَرٍ روایت کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ واحد کوند نہیں دی جاتی اور نداء میں لام استغاثہ اس

جان! بخدا! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ آپ اس راز کو محفوظ رکھیں جو میں آپ کو بتانے والی ہوں۔ انہوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک شترسوار آیا اور ابلح وادی میں آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا: اَلَا اَنْفِرُوْا يٰۤاَل غُدُرٍ لِّمَصَارِعِكُمْ فِى ثَلَاثٍ۔ ”اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔“ میں نے دیکھا کہ لوگ اس شترسوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس دوران کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے پھر اس نے اسی طرح چیخ کر کہا: ”اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔“ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابی قیس کی چوٹی پر کھڑا دیکھا۔ اس نے وہاں بھی وہی نعرہ لگایا پھر اس نے ایک چٹان پکڑی اور اسے لڑھکا دیا، وہ لڑھکتی ہوئی جب پہاڑ کے نیچے پہنچی تو پھٹ گئی اور مکہ کا کوئی ایسا مکان اور گھر نہ تھا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ یہ خواب سن کر حضرت عباس نے کہا بخدا! یہ تو بڑا اہم خواب ہے، اس کو پوشیدہ رکھنا اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔

خواب کا افشا اور ابو جہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو

پھر حضرت عباس وہاں سے نکلے تو ان کی ملاقات ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ہو گئی۔ یہ ان کا دوست تھا، انہوں نے اس خواب کا ذکر اس سے کیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز مکہ میں افشا ہو گیا۔ یہاں تک کہ قریش کی مجلسوں میں بھی اس کا تذکرہ ہونے لگا۔

حضرت عباس کہتے ہیں: میں شام کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابو جہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے اور وہاں عاتکہ کے خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جب ابو جہل نے مجھے دیکھا تو کہا: اے ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

طرح کی بنا پر داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ انہیں برا بیچتے کرنے کے لئے يٰۤاَل غُدُرٍ اَنْفِرُوْا کہہ رہا تھا یعنی اگر تم پیچھے رہے تو تم اپنی قوم کے غدار ہو گے اور لام استغاثہ کو فتح دیا گیا ہے کیونکہ منادی اسم ضمیر کے مقام پر واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے یہ معنی ہے۔ جب اس پر لام استغاثہ داخل ہوا جو کہ لام جر ہے تو اسے فتح دیا گیا جس طرح لام جر کو فتح دیا جاتا ہے جب وہ اسمائے ضمیر پر داخل ہو۔ یہ ابن سراج کا قول ہے اور

چنانچہ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ابو جہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”اے بنو عبدالمطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی؟ میں نے کہا: تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا میرا مطلب وہ خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا اے بنی عبدالمطلب! کیا تم اس پر راضی نہ ہوئے کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا حتیٰ کہ اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے، عاتکہ نے اپنے خواب میں دعویٰ کیا ہے کہ اس شترسوار نے کہا: تین دن کے اندر دوڑ کر نکلو۔ ہم تین دن انتظار کریں گے، اگر اس کی بات سچی ہوئی تو ایسا ہو جائے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور ایسا نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف یہ بات لکھ دیں گے کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ حضرت عباس کہتے ہیں: بخدا مجھے بے بس ہو کر اس خواب کو جھٹلانا پڑا اور میں نے اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے کوئی چیز دیکھی ہے۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

جب شام ہوئی تو بنی عبدالمطلب کی کوئی خاتون ایسی نہ تھی جس نے مجھے آ کر یہ نہ کہا ہو کہ پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے اسے برداشت کر لیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو۔ میں نے کہا بخدا! میں نے ایسا کیا ہے، میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اللہ کی قسم! میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا، اگر اس نے پھر کوئی ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کرنے میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

فرماتے ہیں: عاتکہ کے خواب کے تیسرے روز میں صبح گھر سے نکلا اور میرا دل غصے کی وجہ سے لوہے کی طرح سخت تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا گویا مجھ سے کوئی ایسا کام رہ گیا ہو جسے حاصل کرنا مجھے بہت محبوب ہو۔ چنانچہ جب میں مسجد شریف میں داخل ہوا تو مجھے، ابو جہل نظر آیا۔ قسم بخدا! میں اسے چھیڑنے کے لئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا تا کہ وہ دوبارہ کوئی اس طرح کی بات

ابو سعید سیرانی نے اس کی ایک اور تعلیل کی ہے جسے طوالت کی وجہ سے ہم نے ذکر کرنا پسند نہیں کیا اور یَا لَغْدَر کی شرح میں مذکورہ قول کا دارومدار صرف شیخ کی روایت پر اور اس روایت پر ہے جو اس کی اصل میں مذکور ہے اور ابو عبیدہ نے مصنف میں کہا ہے: یَا لَغْدَرُ کا مطلب ہے یَا غَادِرُ اے دھوکہ باز! اور جب اس کی جمع بنائی جائے تو کہا جاتا ہے: یَا اِلْ غَدَر۔ اس خبر میں یہی اصل ہے اور جو اس سے پہلے ذکر ہوا اس میں تغیر ہے۔ واللہ اعلم

کرے جیسی اس نے پہلے کی تھی اور میں اس کا کام تمام کر دوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابو جہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت وہ ایک پھر تیرا، غضبناک چہرے، غضبناک زبان اور غضبناک آنکھوں والا شخص دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی کتنی لعنت برس رہی ہے۔ کیا وہ اس خوف سے بھاگا جا رہا ہے کہ کہیں میں اسے برا بھلا نہ کہوں لیکن درحقیقت بات یہ تھی کہ اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ سن لی تھی جو مجھے سنائی نہ دی۔ وہ وادی کے درمیان اپنے اونٹ پر سوار کھڑا ہوا چیخ رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیے تھے، اپنے کجاوے کو الٹا کر دیا اور اپنی ٹیص پھاڑ ڈالی تھی اور وہ یہ اعلان کر رہا تھا: ”قافلہ، قافلہ (اپنے اس قافلہ کو بچاؤ) جس پر تمہارے اموال تجارت لدے ہوئے ہیں جو ابوسفیان کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے۔ فریاد پھر فریاد“۔ اس نئے حادثہ نے مجھے بھی اور اسے بھی اس قدر مشغول کر دیا کہ ہم اس پہلی بات پر توجہ نہ دے سکے۔

روانگی کے لئے قریش کی تیاری

چنانچہ لوگوں نے بڑی سرعت سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کفار کہنے لگے: کیا محمد (فداہ ابی وائی) اور اس کے صحابہ نے اس قافلہ کو ابن حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں، بخدا! انہیں اس کی حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوگی۔ تمام قریش کی حالت دو قسم کے آدمیوں کے درمیان تھی۔ ہر ایک یا تو خود جنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہو رہا تھا یا اپنے قائم مقام ایک جوان کو بھیج رہا تھا اور قریش سب کو جنگ میں حصہ لینے کے لئے مشتعل کر رہے تھے، حتیٰ کہ قریش کے رؤسا میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

مگر ابولہب بن عبدالمطلب پیچھے رہ گیا اور اپنی جگہ پر العاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ ابو

عاتکہ کے خواب میں ہے کہ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابوقبیس پر کھڑا دیکھا۔ اس پہاڑ کو جبل ابوقبیس اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر بنی جرہم کا ایک شخص ہلاک ہوا جس کا نام قبیس بن شالخ تھا۔ اس کا ذکر عمرو بن مضاض کے واقعہ میں ہے۔ جس طرح جبل حنین جس میں قبیلہ حنین آباد ہے۔ اس کا نام حنین بن قالیہ بن مہلایل کے نام پر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ عمالیق سے تھا۔ البکری نے کتاب معجم ما استعجم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

لہب نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے جو اس کے لئے عاصی کے ذمہ واجب الاداء تھے۔ وہ افلاس کی وجہ سے یہ قرض ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ابو لہب نے اس قرض کے بدلے اسے اجرت پر لیا کہ وہ اس کی طرف سے جنگ میں شریک ہو کر قرض کا بدلہ چکا دے۔ اس طرح اس نے عاصی کو بھیج دیا۔ وہ اس کی طرف سے روانہ ہو گیا اور ابو لہب پیچھے ٹھہر گیا۔

عقبہ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی نجیح کا بیان ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک معزز و محترم اور عظیم الجثہ معمر شخص تھا۔ وہ ایک روز اپنی قوم کے درمیان مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس عقبہ بن ابی معیط آیا۔ وہ ایک چھوٹی انگلیٹھی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا جس میں کچھ آگ اور بخور تھے۔ اس نے اسے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا: اے ابو علی! آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ امیہ نے کہا: ”اللہ تعالیٰ تیرا بھی بھلا نہ کرے اور اس کا بھی جو تو لایا ہے۔“ راوی فرماتے ہیں پھر عقبہ نے جنگ کی تیاری کی اور لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب لوگ اپنی تیاری سے فارغ ہوئے اور روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں اس جنگ کا خیال آیا جو ان کی بنی بکر بن عبد مناة بن کنانہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ نہ کر دیں۔ جیسا کہ بنی عامر بن لوی کے ایک شخص کا بیان ہے اس نے محمد بن سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ قریش اور بنی بکر کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ بنی معیص بن عامر بن لوی کے ایک شخص حفص بن اخیف کے بارے میں تھی۔ وہ ضحنان کے مقام پر اپنا ایک گم شدہ جانور تلاش کرنے کے لئے نکلا۔ وہ ایک

اللیاط کا معنی

ابن اسحاق نے ابو لہب کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنی جگہ پر عاصی بن ہشام کو جنگ میں شریک ہونے کے لئے بھیجا۔ وَكَانَ لَا طَ لَهُ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ دِرْهَمٍ (اس نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے)۔ لا ط کا معنی ہے سود پر قرض دینا۔ علامہ خطابی کی غریب الحدیث میں اللیاط کی تفسیر مذکور ہے اور وہ بنی ثقیف کی طرف لکھے گئے خط میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے:

نوخیز لڑکا تھا جس کی پیشانی پر لمبے بال تھے۔ اس نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ ایک خوبصورت پاکیزہ نوجوان تھا۔ وہ عامر بن یزید بن عامر بن ملوح کے پاس سے گزرا جو بنی ہمر بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبدمنافہ بن کنانہ کا ایک فرد تھا۔ وہ ضحجان کے مقام پر تھا۔ اس زمانہ میں وہ بنی بکر کا سردار تھا۔ اس نے اس لڑکے کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اس سے پوچھا: لڑکے! تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں حفص بن اخیف قرشی کا بیٹا ہوں۔ پھر جب وہ لڑکا چلا گیا تو عامر بن یزید نے کہا: اے بنی بکر! کیا تمہارا قریش میں کوئی خون ہے؟ (جس کا بدلہ لینا باقی ہو)؟ انہوں نے کہا: ہاں قسم بخدا! ہم نے ان سے کئی خونوں کا بدلہ لینا ہے۔ اس نے کہا پھر تم میں کون شخص ہے جو اپنے کسی شخص کے بدلے اس لڑکے کو قتل کر دے اور اپنے خون کا بدلہ لے لے؟ چنانچہ بنی بکر کے ایک شخص نے اس لڑکے کا تعاقب کیا اور اپنے اس خون کے بدلے اسے قتل کر دیا جو اس کا قریش کے ذمہ تھا۔ اس بارے میں قریش نے بات چیت کی تو عامر بن یزید نے کہا: اے گروہ قریش! ہمارے تمہارے ذمہ کئی خون کے بدلے ہیں تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو تم ہمارے وہ خون بہا ادا کر دو جو ہمارے تم پر ہیں اور ہم وہ خون بہا ادا کر دیتے ہیں جو تمہارے ہم پر ہیں اور اگر تم چاہو تو اس طرح خون کے بدلے چکا دیے جائیں کہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ اس طرح تم اپنے خون کے بدلے پورے کر لو جو تمہارے ہم پر ہیں اور ہم اپنے خون کے بدلے پورے کر لیتے ہیں جو ہمارے تم پر ہیں۔ اس طرح قریش کے اس قبیلے کے نزدیک اس لڑکے کی قدر و منزلت کم ہو گئی اور وہ کہنے لگے: یہ بات درست ہے کہ آدمی کے بدلے آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اس لڑکے کا ذکر چھوڑ دیا اور اس کے خون بہا کا مطالبہ نہ کیا۔

راوی فرماتے ہیں: کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا بھائی مکرز بن حفص بن اخیف مرانظہر ان سے گزر رہا تھا۔ اس کی نگاہ عامر بن یزید بن عامر الملوح پر پڑی جو اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ جب

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دِينٍ وَلَا دَهْنٍ فِيهِ فَهُوَ لِبَاطٍ مِّبْرًا مِّنَ اللَّهِ۔ یعنی جو ان کا ایسا قرض ہو جس میں گروی نہ ہو تو وہ سود ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلق اور جدا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ سود کو لیا ط اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بیع کے ساتھ چمٹا ہوا ہے حالانکہ وہ بیع نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سود کو لیا ط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقروض کے ساتھ چمٹ جاتا ہے جو اسے نہ ادا کر سکتا ہے اور نہ اسے معاف کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا اصل معنی لصوق (چمٹنا) ہے۔

اس نے اسے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا یہاں تک کہ اپنے اونٹ کو بٹھا دیا۔ عامر اپنی تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے تھا۔ مکرز نے اسی کی تلوار اس کی گردن سے اتار کر اسے قتل کر دیا۔ پھر اس نے وہ تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور تلوار کی نوک پر اسے اٹھا کر گھر لے آیا اور رات کے وقت وہ تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکا دی۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے عامر بن یزید بن عامر کی تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ عامر بن یزید کی تلوار ہے، مکرز بن حفص نے اس پر حملہ کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پس یہ ان کی بنی بکر کے ساتھ دشمنی تھی۔ وہ اسی جنگ میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے درمیان اسلام کا نور چمک اٹھا اور وہ اس میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریش نے بدر کی طرف روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر ان کے درمیان بنی بکر کی دشمنی کا ذکر چلا اور انہیں اس کی فکر لاحق ہوئی۔

مکرز بن حفص کے اشعار

مکرز بن حفص نے عامر کے قتل کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَأَيْتُ أَنَّهُ هُوَ عَامِرٌ تَذَكَّرْتُ أَشْلَاءَ الْحَبِيبِ الْمَلْحَبِ
جب میں نے دیکھا کہ یہ وہی عامر ہے تو مجھے اپنے اس محبوب کے کٹے ہوئے اعضاء یاد آ گئے جن کا گوشت لمبائی میں کاٹا گیا۔

المجمرۃ والالوة

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس ایک مجمرۃ (چھوٹی انگیٹھی) لے کر آیا جس میں آگ اور بخور تھا۔ اس نے کہا آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ مجمرۃ وہ برتن ہے جس میں بخور رکھا جاتا ہے اور بخور کو مجمر کہا جاتا ہے۔ اہل جنت کی صفت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے: مَجَامِرُهُمُ الْآلُؤَةُ (ان کے بخور اگر کی لکڑی کے ہوں گے)۔ یہ مجمر کی جمع ہے نہ کہ مجمرۃ کی اور الوة ترکڑی کہتے ہیں۔ اس میں چار لغتیں ہیں: الْوَةُ، الْوَةُ، لَوَةٌ بغیر الف کے اور لِيَّةٌ۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

ح اشعار مکرز

مکرز کا شعر ہے: تَذَكَّرْتُ أَشْلَاءَ الْحَبِيبِ الْمَلْحَبِ۔ اشلاء کا معنی ہے کٹے ہوئے اعضاء اور الملحہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: لَحَبْتُ اللَّحْمَ یعنی میں نے گوشت کو لمبائی میں کاٹا۔

وَقُلْتُ لِنَفْسِي إِنَّهُ هُوَ عَامِرٌ فَلَا تَرْهَبِيهِ وَانْظُرِي أَيَّ مَرْكَبٍ
اور میں نے اپنے نفس سے کہا: بے شک یہ وہی عامر ہے، اس سے تو نہ ڈر اور دیکھ لے یہ کس
قسم کی سواری ہے۔

وَ أَيقَنْتُ أَنِّي إِنْ أَجَلَّلَهُ ضَرْبَةً مَتَى مَا أَصَبَهُ بِالْفَرَّافِرِ يَعْطِبُ
اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں اپنی تلوار اس پر برساتے وقت اسے کاری ضرب لگاؤں تو وہ
ہلاک ہو جائے گا۔

حَفَضْتُ لَهُ جَاشِيًّ وَ أَلْقَيْتُ كَلْكَلِي عَلَى بَطْلِ شَاكِي السِّلَاحِ مُجَرَّبٍ
میں نے اس کے لئے اپنا دل کڑا کیا اور ہتھیاروں سے مسلح تجربہ کار سورما پر اپنا سینہ رکھ دیا۔
وَلَمْ أَكْ لِمَا التَّفَّ دُوْعِي وَ دُوْعُهُ عَصَارَةَ هُجْنٍ مِّنْ نِّسَاءٍ وَ لَا أَبِ
اور جب میرا ہیجان قلب اور اس کا ہیجان قلب ایک دوسرے سے باہم لپٹے تو (ظاہر ہو گیا
کہ) میں نہ عورتوں کی طرف سے دو غلے نطفے کا تھا اور نہ مردوں کی طرف سے۔

حَلَلْتُ بِهِ وَتَرِي وَ لَمْ أَنَسْ ذَحْلَهُ إِذَا مَا تَنَاسَى ذَحْلَهُ كُلَّ عَيْهَبٍ
میں نے اس سے اپنا بدلہ لے لیا اور میں اپنے انتقام کو اس وقت نہیں بھولتا جب ہر عاجز
اپنے انتقام کو بھول جائے۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: دیگر مقامات پر فرافر کا معنی ہوتا ہے ایسا شخص جو بائیں ہاتھ
سے اسی طرح کام کر سکتا ہو جیسے دائیں ہاتھ سے کرتا ہو اور یہاں اس کا معنی تلوار ہے اور عیب
بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی نہر نہر اور نہر شتر مرغ ہے۔ خلیل کا کہنا
ہے کہ عیب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خون کا بدلہ لینے سے عاجز ہو۔

اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

مکرز کا ایک اور شعر ہے: مَتَى مَا أَجَلَّلَهُ الْفَرَّافِرُ يَعْطِبُ۔ ابن ہشام نے فرافر کی تفسیر میں کہا
ہے کہ یہ کسی تلوار کا نام ہے اور میرے نزدیک یہ فَرَفَرُ اللَّحْمِ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت
کا ٹٹا۔ ابو عبید کا شعر ہے:

كَكَلَبٍ طَسَمٍ وَ قَدْ تَرَبَّيْتُ يَعْلَهُ بِالْحَلِيبِ فِي الْغَلَسِ
طسم کے اس کتے کی طرح جسے دو کوہانوں والی اونٹنی نے اندھیرے میں دودھ کے ساتھ پالا

ہو۔

شیطان اور قریش

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: یزید بن ہارون نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے جنگ کے لئے روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں بنی بکر کی دشمنی یاد آئی۔ قریب تھا کہ انہیں یہ امر اس مہم پر جانے سے روک دیتا اچانک ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جشم المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سراقہ بنی کنانہ کے رؤساء میں سے تھا۔ اس نے انہیں کہا: ”میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو“۔ چنانچہ لشکر کفار بڑی سرعت سے روانہ ہو گیا۔

حضور ﷺ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رمضان المبارک کی کچھ راتیں گزر چکی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضور ﷺ پیر کے روز آٹھ رمضان المبارک کو روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبد اللہ بن ام مکتوم ہے۔ آپ قبیلہ بنی عامر بن لوی کے ایک فرد تھے۔ پھر حضور ﷺ نے روحاء کے مقام سے حضرت ابولبابہ کو مدینہ کا عامل بنا کر واپس بھیج دیا۔

ایک پرچم اور دو جھنڈے

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کو پرچم ارزانی فرمایا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: وہ پرچم سفید رنگ کا تھا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو اور سیاہ رنگ کے جھنڈے بھی تھے۔ ایک جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس جھنڈے کا

أَنَحَى عَلَيْهِ يَوْمًا يُفَرِّقُهُ إِنَّ يَلْغُ فِي الدِّمَاءِ يَنْتَهِسُ
ایک روز وہ اس پر جھک کر اس کا گوشت کاٹنے لگا، اگر وہ خون چاٹنے لگے تو اس کا گوشت بھی اس کے دانتوں میں آجائے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ يُشَرُّ بِشْرًا ہے۔ عیب بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور ز جانور کو بھی عیب کہا جاتا ہے۔

نام عقاب تھا اور دوسرا جھنڈا کسی انصاری کے پاس تھا۔

بدری مسلمانوں کے اونٹ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس روز اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس ستر اونٹ تھے۔ مسلمان ان اونٹوں پر بار باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ ﷺ کے دو آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ اور حضرت انسہ رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے لشکر کے ساتھ (آخری حصہ) حضرت پر قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا جو بنی مازن بن نجار سے تھے اور بقول حضرت ابن ہشام انصار کا پرچم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

بدر کی طرف روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف نقب المدینہ پھر العقیق پھر ذوالحلیفہ اور پھر اولات الجیش کے مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ابن ہشام نے ذات الجیش کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر حضور تربان، ملل، غمیس الحمام، صحیرات الیمام، السیالہ، فج الروحاء اور شنوکہ کے مقامات سے گزرے۔ یہی درمیانی راستہ ہے پھر جب لشکر

رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات

ابن اسحاق نے عرق الظبہ کا ذکر کیا ہے۔ ظبہ قتادہ (ایک سخت درخت جس کے کانٹے سوئی کی طرح ہوتے ہیں) کے مشابہ ایک درخت ہے جس سے سایہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع ظبیاں آتی ہے۔ اسی طرح بدر کے راستہ میں السیالہ کا ذکر آیا ہے۔ سیال بھی ایک درخت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ درخت سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) کا تانا ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

اسلام عرقِ الظبہ پہنچا تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اس سے کفار کے بارے میں پوچھا لیکن اس کے پاس سے کوئی اطلاع نہ ملی۔ لوگوں نے اسے کہا: اللہ کے رسول کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے پوچھا: کیا تم میں کوئی اللہ کا رسول بھی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں تم ان کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ پھر وہ کہنے لگا: اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ حضرت سلمہ بن سلامہ بن قش بولے، یہ سوال اللہ کے رسول سے نہ پوچھو، ادھر آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔ تم نے اس سے بد معاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا چھوڑ داسے، تم نے اس شخص کو رسوا کر دیا ہے۔ پھر وہ حضرت سلمہ سے منہ پھیر کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

وہاں سے چل کر رسول ﷺ بحج جسے بُر الروحاء بھی کہتے ہیں، آ کر اترے پھر وہاں سے چل کر جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب نازیہ کے راستہ بدر کا قصد فرمایا پھر اسے درمیان سے چیرتے ہوئے رھقان نامی وادی سے گزرے جو نازیہ اور مضیق الصفاء کے درمیان ہے۔ پھر مضیق سے ہوتے ہوئے جب صفراء کے قریب پہنچے تو بنو ساعدہ کے حلیف بسبس بن عمرو الجہنی اور بنی نجار کے حلیف عدی بن ابی زغباء الجہنی کو بدر روانہ کیا تا کہ وہ ابوسفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آگے کوچ فرمایا۔ جب حضور ﷺ صفراء کے سامنے تشریف

اور نازیہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ ایک سرسبز وسیع میدان ہے جس میں بڑے بڑے درخت اور چراگاہیں ہیں اور بحج روحاء کے مقام پر ہے۔ اسے بحج اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور ہر وہ چیز جو دوسری دو اشیاء کے درمیان ہو وہ بحج ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ هَوَاءَ الْجَنَّةِ سَجَسَجٌ۔ یعنی جنت کی ہوا نہ زیادہ گرم ہوگی اور نہ زیادہ سرد۔ میرے نزدیک یہ السجاج سے ماخوذ ہے اور سجاج غیر خالص دودھ کو کہتے ہیں۔ یعنی ایسا دودھ جس میں پانی کی ملاوٹ زیادہ ہو۔ شاعر کا قول ہے:

وَيَشْرَبُهَا مَزْجًا وَ يَسْقِي عِيَالَهُ سَجَاجًا كَأَقْرَابِ الثَّعَالِبِ أَوْدَقًا
اور وہ خود پانی ملا شراب پیتا ہے اور اپنے عیال کو پانی ملا دودھ پلاتا ہے خاکستری رنگ کی لومڑیوں کے بچوں کی طرح۔

اور الصفاء کا ذکر آیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی وادی ہے۔

لانے جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک گاؤں ہے تو ان دو پہاڑوں کے نام دریافت کیے۔ لوگوں نے بتایا کہ ان میں سے ایک کو مسیح اور دوسرے کو مخری کہا جاتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بنو تار اور بنو جرأت ہیں جو بنی نضیر بن وہب بنی شہین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل کو اور ان کے درمیان سے گزرتے کو نامہ پند فرمایا اور ان پہاڑوں کے اسماء اور ان قبائل کے اسماء سے فال لی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو پہاڑوں اور مقام صفراء کو بانئیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب ذفران نامی وادی سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔

جہاد کے بارے میں حضرات ابوبکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ کا بچہ مار سکے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب فرمایا اور انہیں قریش کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بڑی خوب صورت گفتگو کی۔ پھر حضرت عمر بن

انساب

علامہ ابن اسحاق نے سبیس بن عمرو الجعفی اور عدی بن ابی الزغباء کا ذکر کیا ہے جبکہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تاکہ وہ لشکر قریش کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ مصنف ابی داؤد میں سبیس کی جگہ سبیر ہے اور ابوداؤد کے بعض راوی کہتے ہیں کہ یہ باء کے ضمہ کے ساتھ سبیر ہے۔ کتاب مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔ ابن اسحاق نے حمینہ تک اس کا نسب بیان کیا ہے جبکہ ایک اور راوی نے ذبیان تک بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ سبیس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن عمرو بن سعد بن ذبیان ہے۔ اور جہاں تک عدل بن ابی زغباء کا تعلق ہے تو ابی زغباء کا نام سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن بذیل ہے۔ اہل عرب میں ذال منقوطہ کے ساتھ بذیل اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ وار قطنی کا قول ہے۔ اس کا پورا نسب یوں ہے: بذیل بن سعد بن عدی بن کامل بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن حمینہ اور حمینہ سود بن اسلم (لام کے ضمہ کے ساتھ) بن الحاف بن قضاء کا بیٹا ہے۔ موسیٰ بن عتبہ نے کہا: عدی بن ابی زغباء بنی مالک بن نجار کے حلیف تھے، ان کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بدر، حد اور خندق کی جنگوں میں شریک ہوئے۔

خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی بڑے خوب صورت انداز میں گفتگو کی پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! تشریف لے چلے جدھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا: فَادْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝۔ (المائدہ) کہ ”جائیے آپ اور آپ کا خدا اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔“ بلکہ ہم یوں کہیں گے: اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُّقَاتِلُونَ کہ ”تشریف لے چلے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔“ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کلمہ خیر سے نوازا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

فالِ بد اور قبیح نام کی کراہت

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو پہاڑوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے نام دریافت کیے تو بتایا گیا کہ ان میں سے ایک کا نام مسلح اور دوسرے کا نام مخری ہے۔ حضور ﷺ نے ان پہاڑوں کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ فالِ بد نہیں ہے جس سے رسول ﷺ نے منع فرمایا بلکہ قبیح نام کی کراہیت کے باب سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امراء کی طرف لکھا کرتے تھے: اِذَا اَبْرَدْتُمْ اِلَیَّ بِرِیْدًا فَاجْعَلُوْهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْاِسْمِ: (مسند بزار 412/2، مصنف ابن ابی شیبہ 349/12) یعنی ”جب تم میری طرف کوئی قاصد بھیجو تو ایسا شخص بھیجا کرو جو خوب رو بھی ہو اور اس کا نام بھی اچھا ہو۔“ اسے بزار نے بریدہ کے طریق سے ذکر کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک دودھ والی اونٹنی کے بارے میں فرمایا: اسے کون دو ہے گا؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: مرہ۔ آپ نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ۔“ پھر ایک اور شخص نے عرض کی میرا نام یعیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم دو ہو۔“ میں نے یہ حدیث مختصر اذکر کی ہے۔ اس میں کچھ اضافہ بھی ہے جسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں نہیں جانتا کہ مجھے کچھ کہنا چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم بات کرو۔ انہوں نے عرض کی: آپ نے ہمیں فال پکڑنے سے منع

حضور ﷺ کی انصار سے مشاورت

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ۔ ”اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔“
 آپ کی مراد انصار تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی تعداد دوسرے لوگوں سے زیادہ تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بیعت عقبہ کے وقت انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ! بے شک ہم اس وقت تک آپ کے ذمہ سے بری ہیں جب تک آپ ہمارے شہر میں تشریف نہیں لاتے لیکن جب آپ وہاں تشریف لے آئیں گے تو آپ ہمارے ذمہ میں ہوں گے، ہم ہر اس چیز سے آپ کا دفاع کریں گے جس سے ہم اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ اندیشہ ظاہر کر رہے تھے کہ کہیں انصار صرف اس دشمن سے آپ کا دفاع کریں جو مدینہ طیبہ پر اچانک چڑھائی کر دے اور وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ ان پر اپنے شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنا لازم نہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو حضرت سعد بن معاذ رضی

فرمایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے فال نہیں پکڑی بلکہ اچھے نام کو اہمیت دی ہے۔ او
 کما قال علیہ السلام۔ میں نے موطا امام مالک کی شرح میں بدشگونی کے بارے میں کلام کیا ہے اور
 عورت، گھوڑے اور گھر سے بدشگونی لینے کے بارے میں جو تحقیق، بیان اور فقہی بحث میں نے ذکر کی
 ہے الحمد للہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جس نے مجھ سے بڑھ کر اس طرح کی بحث کی ہو۔

مسلم و مخری کے دو پہاڑ

ان دونوں پہاڑوں کے ان دو ناموں کا ایک سبب ہے۔ وہ یہ ہے کہ بنی غفار کا ایک غلام ان
 پہاڑوں میں اپنے آقا کی بکریاں چرا یا کرتا تھا۔ ایک روز وہ چراگاہ سے واپس آیا تو اس کے آقا نے
 اس سے پوچھا: تو کیوں واپس آیا ہے؟ اس نے کہا: إِنَّ هَذَا الْحَبْلَ مُسْلِحٌ لِلْغَنَمِ وَإِنَّ هَذَا
 الْآخَرَ مُخْرِيٌّ کہ یہ پہاڑ بکریوں کو لید کرانے والا ہے اور یہ دوسرا پہاڑ ان کو پاخانہ کرانے والا
 ہے۔ چنانچہ ان دونوں پہاڑوں کے یہی نام پڑ گئے۔ میں نے یہ وجہ تسمیہ قشی سے نقل کردہ شیخ جافظ کی
 تحریر میں دیکھی ہے۔

برک الغماد

حضرت ابن اسحاق نے حضرت مقداد کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے
 جائیں الخ۔ میں نے بعض کتب تفسیر میں دیکھا ہے کہ اس سے مراد شہر حبشہ ہے۔

اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ تو حضرت سعد گویا ہوئے: ”بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کیے ہیں اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمان باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے چلئے جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ ہم حضور کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اگر آپ ہمیں سمندر کے پاس لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے، ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے، کہ آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں، دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جائیے۔“ حضرت سعد کے ان جذبات کو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا: سِيرُوا وَابْشِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ وَعَدَنِي أَحَدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللَّهِ لَكَائِي الْآنَ أَنْظُرُ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ۔ ”روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔“

اخبار قریش کی جستجو

پھر رسول اللہ ﷺ ذافران سے روانہ ہوئے اور اصابا فرنامی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے دبہ نامی گاؤں میں اترے۔ آپ ﷺ نے حنان کو اپنے دائیں جانب چھوڑ دیا۔ یہ ایک پہاڑ نما بہت بڑا ریت کا ٹیلہ ہے پھر حضور ﷺ نے بدر کے قریب نزول فرمایا۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ

مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا

ان کنوؤں کا ذکر ہوا جنہیں مشرکین نے پانی پینے کے لئے کھودا تھا۔ راوی کا بیان ہے: فَأَمَرَ بِتِلْكَ الْقُلُبِ فَعُورَتْ۔ یعنی حضور ﷺ کے حکم سے ان کنوؤں میں مٹی بھر دی گئی۔ عُورَتْ ایک اچھا کلمہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کنویں عین یعنی چشموں کی شکل میں تھے تو انہیں عین الانس یعنی انسانی آنکھ کے ساتھ تشبیہ دی اور انسانی آنکھ کے بارے میں کہا جاتا ہے: عُورَتْهَا فَعَارَتْ یعنی میں نے

اور ایک صحابی سوار ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں، وہ صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن یحییٰ بن حبان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ ایک شیخ عربی سے ملے اور اس سے قریش اور محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ کہنے لگا میں تمہیں تب بتاؤں گا جب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس قبیلہ سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم بھی تمہیں اپنے متعلق آگاہ کر دیں گے۔ وہ کہنے لگا: کیا ادلے کا بدلہ؟ حضور نے فرمایا: ہاں۔ شیخ نے کہا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ فلاں فلاں دن روانہ ہو چکے ہیں۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے۔“ اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں رسول اللہ ﷺ پہنچے تھے۔ ”اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ قریش فلاں دن روانہ ہوئے۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے۔“ اس نے اس جگہ کا نام لیا جہاں قریش پہنچے تھے۔ جب وہ اپنی اطلاع سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: مِمَّنْ أَنْتُمْ؟ تم کس سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَحْنُ مِنْ مَّاءٍ۔ ہم ماء (پانی) سے ہیں۔ پھر آپ اس کے پاس سے پلٹ آئے۔ وہ کہنے لگا: مَا مِنْ مَّاءٍ۔ اَمِنْ مَّاءِ الْعِرَاقِ؟ پانی سے ہیں کیا مطلب کیا عراق کے پانی سے؟ ابن ہشام فرماتے ہیں وہ بوڑھا سفیان ضمری تھا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس واپس تشریف لائے۔ یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرات علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چند دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ بدر کے چشمہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہ آپ ﷺ کے لئے وہاں کی خبروں کی جستجو کریں۔ انہیں قریش کے لئے پانی لے جانے والا ایک قافلہ ملا جس میں بنی حجاج کا غلام اسلم اور بنی عاص بن سعید کا غلام ابویسار عریض بھی تھے۔ صحابہ کرام ان دونوں کو

اسے کانا کیا پس وہ کافی ہو گئی، عَوْرَتْهَا نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح کنوؤں کے بارے میں واؤ کے سکون کے ساتھ عَوْرَتْ کہا۔ لیکن جب فعل مجہول ذکر کیا تو عین کو ضمہ دے دیا گیا۔ یہ اس شخص کی لغت پر ہے جو کہتا ہے: قَوْلُ الْقَوْلِ (بات کہی گئی)، بَوَّعَ الْمَتَاعَ (سامان بیچا گیا)۔ یہ بذیل، بنی اسد کی شاخ بنی دبیر اور بنی فقعس کی لغت ہے۔ دبیر ترخیم کے طریقہ پر ادبیر کی تصغیر ہے۔ اگرچہ یہ لغت قبیح ہے لیکن یہاں واؤ کی حفاظت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر عَوْرَتْ کہا جاتا تو واؤ قائم نہ رہتی اور نظر و فکر کے بغیر یہ

لائے اور ان سے سوالات کئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے بتایا: ہم قریش کے لئے پانی لے جانے والے ہیں، انہوں نے ہمیں اپنے لئے پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کی بات نہ مانی اور خیال کیا کہ شاید وہ ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس لئے انہوں نے انہیں زد و کوب کی اور جب انہیں بہت تنگ کیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا، دو سجدے کیے اور سلام پھیر دیا اور فرمایا: إِذَا صَدَقَاكُمْ ضَرْبَتْوُهَا وَ إِذَا كَذَبَاكُمْ تَرَكَتْوُهَا۔ صَدَقَا وَاللَّهِ إِنَّهُمَا لِقُرَيْشٍ، أَخْبِرَانِي عَنْ قُرَيْشٍ؟ ”جب ان دونوں نے تم سے سچ کہا تو تم نے انہیں مارا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ قسم بخدا! انہوں نے سچ کہا، بے شک وہ قریش کے غلام ہیں“ (پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا: ”مجھے قریش کے متعلق آگاہ کرو“۔ ان دونوں نے بتایا: قسم بخدا! وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو العدوۃ القصویٰ (دور کے ناکہ) پر نظر آ رہا ہے۔ وہ ٹیلا عتقل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: وہ لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بہت سے ہیں۔ پوچھا ان کی تعداد کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: ہمیں معلوم نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: کسی دن نو اور کسی دن دس۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ان میں قریش کے سربراہ اور وہ لوگوں میں کون کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالخثری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نصر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: هَذِهِ مَكَّةُ قَدْ آلَقْتُ إِلَيْكُمْ أَفْلَاحَ كَبِدِهَا: ”دیکھو مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں۔“

معلوم نہ ہوتا کہ یہ العود سے مشتق ہے جیسا کہ عید کے لفظ میں جمع بناتے وقت یاء کو قائم رکھتے ہوئے اس کی جمع اعیاد بنائی جاتی ہے لیکن دیح کی جمع ادواح میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا حالانکہ ادیاح بنی اسد کی لغت ہے۔ (عیوت کو عودت اس لئے پڑھا جاتا ہے) تاکہ چشمہ کے معنی پر لفظی دلالت بھی قائم رہے اگرچہ یہ العودۃ سے مشتق ہے۔ اس پر القول اور اس میں واؤ کی محافظت کو قیاس کر لیں۔ اسی طرح اہل عرب نے سُبُوخ اور قُدُوس میں ضمہ کو قائم رکھا حالانکہ قیاس کے مطابق یہ فاء کلمہ کے

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء چلتے چلتے بدر میں جا پہنچے، وہاں پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اونٹ بٹھائے پھر مشک لے کر اس میں پانی بھرنے لگے۔ مجدی بن عمرو بھی پانی کے پاس ہی تھا۔ عدی اور بسبس نے وہاں دونو خیز لڑکیوں کی آوازیں سنیں جو ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے پانی کی طرف آرہی تھیں۔ جس عورت کو دوسری نے پکڑا ہوا تھا وہ ساتھ والی سے کہہ رہی تھی: قافلہ کل یا پرسوں آئے گا، میں ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی نے کہا: تم نے سچ کہا، یوں ان دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا۔ عدی اور بسبس نے یہ باتیں سن لیں۔ وہ دونوں اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا اس کی اطلاع دی۔

ابوسفیان کا قافلے سمیت فرار

ادھر ابوسفیان احتیاط کے ساتھ قافلے سے آگے نکل آیا اور آکر پانی کے پاس اتر ا۔ اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا: کیا تو نے کسی کی آہٹ سنی ہے؟ اس نے کہا: میں نے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا البتہ میں نے دو سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے اونٹ اس ٹیلے کے پاس بٹھائے اور مشک میں پانی بھر کر چلے گئے۔ ابوسفیان ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ آیا اور ان کے اونٹوں کی میٹگنیاں اٹھا کر توڑیں تو ان میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر بولا: قسم بخدا! یہ تو یثرب کے چاراکے لیدنے ہیں۔ وہ تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا اور اپنے اونٹوں کے منہ پر ضربیں لگا کر انہیں راستے سے پھیر دیا اور ساحل سمندر کی طرف نکل گیا اور بدر کو اپنی بائیں جانب چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔

جہیم بن صلت کا خواب

قریش آئے اور جب جھہ میں اترے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے ایک خواب دیکھا اور کہا: میں نے اس حالت میں دیکھا ہے جو سونے والا دیکھتا ہے۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھڑ سوار آ رہا ہے، وہ میرے پاس آکر ٹھہر گیا، اس کے ساتھ اس کا ایک اونٹ بھی تھا پھر اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں قتل کر دیے گئے۔ اس نے ان رؤسائے

فتح کے ساتھ فَعُول کے وزن پر آنا چاہیے جیسے تَنُومٌ اور شَبُوطٌ وغیرہ لیکن انہوں نے دونوں ضمیں کو قائم رکھا تا کہ الْقُدُس، السُّبْحَاتُ اور سُبْحَانَ اللہ: کالفظی اعراب سلامت رہے۔ ان دونوں

قریش کے نام گن دینے جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کے سینے پر ضرب لگائی اور اسے لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جہاں تک اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ یہ خبر ابو جہل تک پہنچی تو اس نے کہا: یہ بنی مطلب کا ایک اور نبی ہے۔ اگر اُٹھ کر مقابلہ ہوا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہے۔

ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان نے خیال کیا کہ اس نے اپنے قافلہ کو محفوظ کر لیا ہے تو اس نے قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم صرف اپنا قافلہ، آدمی اور مال بچانے کے لئے نکلے تھے تو اللہ نے اسے بچا لیا ہے۔ اس لیے تم واپس لوٹ جاؤ۔ لیکن ابو جہل بن ہشام نے کہا: بخدا! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچ جائیں۔ بدر عرب کے میلوں میں سے ایک میلے کا مقام تھا جہاں ان کے لئے ہر سال بازار لگتا تھا۔ اس نے کہا ہم وہاں تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے، ہماری کنیریں ہمارے سامنے گیت گائیں گی، سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر اور ہمارے لشکر کے متعلق سنے گا پھر وہ ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اس لئے بڑھتے چلو۔

بنی زہرہ کی واپسی

اُخس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا، اس نے جھگڑے کے مقام پر ہی کہا: اے بنی زہرہ! اللہ نے تمہارے اموال بھی بچا لیے ہیں اور تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل کو بھی نجات بخشی ہے۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچاؤ اور اپنے مال کی حفاظت کرو۔ تم بزدلی کا الزام مجھ پر عائد کر دو اور واپس چلو کیونکہ نقصان نہ ہونے کی صورت میں تمہیں نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس شخص یعنی ابو جہل کی باتوں میں نہ آؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور بنی زہرہ کا کوئی فرد جنگ میں شریک نہ ہوا۔ انہوں نے اُخس کی اطاعت کی اور وہ ان میں قابل اطاعت شخص تھا۔ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جس میں کچھ لوگ (جنگ کے لئے) نہ نکلے ہوں۔ البتہ بنی عدی بن کعب سے کوئی آدمی نہ نکلا۔ بنی زہرہ اُخس بن شریق کے ہمراہ واپس چلے گئے۔ اس طرح ان دونوں قبیلوں سے کوئی شخص بدر میں حاضر نہ ہوا۔ لشکر قریش آگے بڑھتا

اسماء کے ساتھ متکلم زبان سے نکلنے والے پہلے حرف کے ساتھ ہی القدس اور سبحان کے معنی کا شعور دلاتا ہے۔ جب ہم نے اس کی بہت سی نظائر ذکر کر دی ہیں تو اس کی غرض و غایت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

گیا۔ حضرت ابو طالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی، انہوں نے کہا: بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ تم ہمارے ساتھ نکل آئے ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر طالب اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ گیا۔ طالب بن ابی طالب نے یہ شعر کہے:

لَا نَهْمُ إِمَّا يَغْزُونَ طَالِبٌ فِي عَصْبَةٍ مُخَالِفٌ مُحَارِبٌ
فِي مِقْنَبٍ مِّنْ هَذِهِ الْمَقَاتِبِ فَلَيْكِنِ الْمَسْلُوبُ غَيْرَ السَّالِبِ
وَلَيْكِنِ الْمَغْلُوبُ غَيْرَ الْغَالِبِ

”اے اللہ! اگر طالب کسی لشکر کے ساتھ اس حالت میں نکلے کہ وہ مخالفت کرنے والا اور جنگ کرنے والا ہو اور ان گروہوں میں سے کسی گروہ میں نکلے تو وہ ایسا شخص ہو کہ اس سے مال چھینا جا رہا ہو نہ کہ وہ مال چھیننے والا ہو اور وہ مغلوب ہو نہ کہ غالب۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کا قول فلیکن المسلوب اور ولیکن المغلوب کئی رواۃ شعر سے مروی ہے۔

مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ وادی کے دور افتادہ کنارے پر عقنقل اور بطن وادی کے پیچھے اترے۔ اس بطن وادی کا نام یلیل ہے جو بدر اور عقنقل کے درمیان واقع ہے۔ عقنقل اس ٹیلے کا نام ہے جس کے پیچھے قریش اترے۔ سارے

چند کلمات کی وضاحت

ابو جہل کا قول مذکور ہوا: قُمْ فَانْشُدْ حُفْرَتَكَ یعنی قریش سے مطالبہ کر کہ وہ تجھے پناہ دینے میں وفا کریں گے کیونکہ وہ ان کا حلیف اور پڑوسی تھا۔ کہا جاتا ہے حُفْرَتُ الرَّجُلِ حُفْرَةٌ۔ یعنی میں نے اس شخص کو پناہ دی۔ خیر کا معنی پناہ دینے والا ہے (۱) عدی بن زید عبادی کا شعر ہے:

1۔ حفر (خاء فاء اور راء) کے دو معانی ہیں: ایک حیاء اور دوسرا محافظت یا اس کی ضد۔ پہلے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: حَفَرَتِ النِّوَاةَ یعنی عورت کو حیاء آئی۔ اس سے صفت کا صیغہ حَفْرَةٌ (با حیا عورت) آتا ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: حَفَرَتِ الرَّجُلَ حَفْرَةً وَ كُنْتُ لَهُ حَفِيرًا۔ ”میں نے اس آدمی کو پناہ دی۔ پس میں اس کے لیے پناہ دینے والا تھا۔“ اسی سے ہے: تَخَفَرْتُ بِفُلَانٍ۔ میں نے فلاں سے پناہ طلب کی۔ اور کہا جاتا ہے: أَخْفَرْتُهُ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جس آپ کسی کے ساتھ خیر (محافظ) بھیجیں اور اس کے متضاد معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے أَخْفَرْتُ الرَّجُلَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کی عہد شکنی کریں۔ (مقائیس اللغة ۲/۲۰۳)

پرانے کنویں مدینہ طیبہ کی جانب بطن یلیل کے دور افتادہ کنارے پر واقع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی، اس وادی کی زمین نرم تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بارش سے یہ فائدہ ہوا کہ زمین پختہ ہو گئی اور مسلمانوں کے لئے چلنے میں رکاوٹ دور ہو گئی لیکن بارش کی وجہ سے قریش کو یہ نقصان ہوا کہ ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ قریش سے پہلے تیزی سے پانی کے کنوؤں کی طرف بڑھے اور ان کے پاس پہنچ کر وہیں نزول فرمایا۔

حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ

ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی سلمہ کے بعض افراد سے مجھے خبر ملی کہ حضرت حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ نے عرض کی؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اس جگہ پر اترنے کا خیال کیا ہے، کیا یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے جس سے ہم آگے جاسکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں، لوگوں کے ساتھ اٹھیے، ہم آگے بڑھ کر اس کنویں کے پاس اتریں جو قریش سے بہت قریب ہے پھر اس کے علاوہ سارے کنویں بند کر دیں اور وہاں ایک حوض بنا کر اسے پانی سے بھر لیں پھر قریش سے جنگ کا آغاز کریں۔ اس طرح ہم تو پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی نہیں مل سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ أَشَرْتُ بِالرَّأْيِ ”تم نے بڑی صائب رائے دی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام لوگ اٹھے اور آگے بڑھ کر قریش کے قریبی کنویں کے پاس پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا پھر دوسرے کنوؤں کو بھر دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور جس کنوئیں کے پاس پڑاؤ کیا اس پر حوض بنا دیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا اور لوگوں نے اس میں برتن ڈال دیے۔

مَنْ رَأَيْتَ الْآيَّامَ عَخْلَدْنَ أَمْ مَنْ ذَا عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يُضَامَ خَفِيزٌ
”تو نے کس شخص کو دیکھا جسے زمانے نے دوام بخشا ہو یا کون سا ایسا شخص ہے جسے ظلم و ستم سے کوئی پناہ دینے والا ہو۔“

راوی کا قول ہے: حَقِيبَةُ الْحَرْبِ ”جنگ شدت اختیار کر گئی“۔ جب کوئی معاملہ سخت ہو جائے اور اس کے متعلق سارے راستے تنگ ہو جائیں تو کہا جاتا ہے: حَقِيبَ الْأَمْرِ۔ یہ حَقِيبُ

رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش کا انتظام

ابن اسحاق فرماتے ہیں: عبد اللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ انہیں خبر ملی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے نبی! کیا ہم آپ کے لئے عریش (چھپر) نہ بنادیں تاکہ حضور اس میں قیام فرمائیں اور حضور کی سواری کے لئے وہاں اونٹ بھی تیار کھڑے ہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت عطا فرمادے اور دشمن پر فتح عطا فرمادے تو ہمارا مقصد پورا ہو گیا جو ہم چاہتے تھے اور اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور اونٹوں پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ مل جائیں جو ہمارے پیچھے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ آپ بہت سے ایسے لوگ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں کہ ہم آپ کی محبت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ اگر انہیں خیال ہوتا کہ آپ جنگ کرنے جا رہے ہیں تو وہ آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائے گا، وہ حضور کے خیر خواہ رہیں گے اور حضور کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس رائے پر ان کی بہت تعریف کی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش بنادیا گیا جس میں حضور ﷺ تشریف فرما رہے۔

قریش کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: قریش کا لشکر بھی سویرے سویرے آگے بڑھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں عقنقل سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا، یہ وہ ٹیلہ ہے جس کے راستے وہ وادی بدر میں اترے، تو عرض کی: اَللّٰهُمَّ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخِيَلِهَا وَفَخْرِهَا، تُحَادِّثُ وَتُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ، اَللّٰهُمَّ فَتَصْرَكَ الَّذِيْ وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ اَجِنَّهُمُ الْغَدَاةَ۔ ”اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آ رہا ہے تاکہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول کو جھٹلائے۔ اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اے اللہ! کل ان کو ہلاک کر دے۔“

عتبہ بن ربیعہ اپنی قوم کے درمیان سرخ اونٹ پر سوار تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھ لیا البعیر سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ کا تنگ (زین یا پالان کسنے کا چوڑا تسمہ) سخت ہو جائے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر اس کے پیٹ کے نیچے تک پہنچ جائے جس سے اونٹ کے پیشاب کا راستہ تنگ ہو جائے۔

ابو جہل کے بارے میں عتبہ کا قول ہے: سَيَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِهِ مَنِ انْتَفَخَ سَخْرُهُ۔

اور فرمایا: ”اس قوم میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے تو صرف سرخ اونٹ کے اس سوار سے، اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پالیں گے۔“

جب قریش خفاف بن ایماء بن رخصہ غفاری کے پاس سے گزر رہے تھے تو اس نے یا اس کے باپ ایماء بن رخصہ غفاری نے اپنے بیٹے کو ذبح کے قابل چند اونٹ ان کے لئے ہدیہ کے طور پر دے کر بھیجا تھا اور یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم چاہو تو ہم ہتھیاروں اور آدمیوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قریش نے اس کے بیٹے کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ ”تم سے رشتہ داری قائم رہے، تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اپنی عمر کی قسم! اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں تو ان کے مقابلے میں ہم میں کوئی کمزوری نہیں اور اگر ہماری یہ جنگ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں۔“

پھر جب یہ لوگ اترے تو قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا، رسول اللہ ﷺ کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: ”انہیں پانی پینے دو۔“ وہاں سے جس نے بھی پانی پیا وہ اس روز مارا گیا، سوائے حکیم بن حزام کے، وہ قتل نہ ہوا۔ یہ اس کے بعد مشرف باسلام ہوا اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ قسم کھاتے تو کہتے: لَا وَالَّذِي نَجَّيْنِي مِنْ يَوْمٍ بَدْرٍ ”یعنی اس ذات کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی۔“

ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھے ابو اسحاق بن یسار اور دیگر اہل علم نے بتایا کہ انصار کے بعض بوڑھوں کا بیان ہے کہ جب سب لوگ اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب انجی کو بھیجا کہ جاؤ اندازہ لگا کر ہمیں بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کی تعداد کتنی ہے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے لشکر اسلام کے ارد گرد چکر لگایا پھر واپس آ کر انہیں بتایا وہ تین سو ہیں، یا کچھ زیادہ یا کچھ کم، لیکن مجھے مہلت دو کہ میں دیکھ لوں کیا اس قوم کی کوئی چھپی ہوئی جماعت یا کوئی اور مدد بھی ہے؟ پھر وہ وادی میں دور تک چلا گیا، اسے کچھ نظر نہ آیا۔ واپس آ کر اس نے کہا میں نے

الشَّحْرُ اور الشَّحْرُ کا معنی ہے پھیپھڑا اور یہ حاء کے فتح کے ساتھ الشَّحْرُ بھی ہے۔ یہ قیاس ہے کہ ہر وہ اتم جو فَعْلُ کے وزن پر ہو اور اس کا عین کلمہ حرف حلقی ہو تو اس پر فتح بھی جائز ہے۔ پس الذَّهْرُ کو الذَّهْرُ اور اللَّحْمُ کو اللَّحْمُ بھی کہا جاتا ہے حتیٰ کہ لوگوں نے النَّحْوُ کو بھی النَّحْوُ پڑھا ہے۔ اسے ابن جنی نے ذکر کیا ہے۔ لوگوں نے حرف حلقی کی بناء پر آنے والی اس حرکت پر

کوئی چیز نہیں پائی، لیکن اے گروہ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جو موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں، یثرب کے اونٹ یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں، وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی دفاع کا سامان نہیں اور ان کے پاس تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ قسم بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ تم میں سے ایک آدمی کو قتل کر لے۔ اگر انہوں نے اپنی گنتی کے مطابق تمہارے آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا؟ اب جو تم مناسب سمجھو کرو۔“

جب حکیم بن حزام نے یہ باتیں سنیں تو مختلف لوگوں میں گھومتا ہوا عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا: اے ابو الولید! (عتبہ کی کنیت) تو قریش میں بڑا برگزیدہ شخص ہے اور ان کا سردار ہے اور مطاع ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں تا ابد کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے؟ عتبہ نے پوچھا: اے حکیم! وہ کون سا ایسا فعل ہے؟ حکیم نے کہا: لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا بوجھ تم اٹھا لو۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے، تو اس پر میرا ضامن ہے، وہ میرا حلیف ہے، اس کی دیت میرے ذمہ ہے اور جو اس کا مال ضائع ہو گا وہ بھی میرے ذمہ ہے، تم ابن حنظلہ (ابو جہل) کے پاس جاؤ۔

حنظلہ کا نسب

ابن ہشام نے کہا: حنظلہ ابو جہل کی ماں ہے، اس کا نام اسماء بنت مخربہ ہے، مخربہ بنی نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناة بن تمیم میں سے تھا۔ (عتبہ نے مزید کہا) مجھے اس کے سوا کسی سے لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کا اندیشہ نہیں۔ یعنی ابو جہل بن ہشام کے سوا۔ پھر عتبہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور کہا: ”اے گروہ قریش! بخدا! تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کرو گے؟ واللہ! اگر تم انہیں قتل کرو گے تو تم زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے، کسی نے اپنا چچا زاد بھائی قتل کیا ہو گا یا اپنا ماموں زاد یا اپنے ہی قبیلے کا کوئی

اتحاد نہیں کیا کیونکہ یہ ایک علت کی وجہ سے ہے۔ پس انہوں نے اس کی بناء پر اپنے اس قول النَّحْوُ وَالزَّهْدُ میں واؤ کو الف سے نہیں بدلا۔ اگر وہ اس فتح کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو الف سے بدل دیتے۔ اسی طرح انہوں نے يَهَبُ وَيَضَعُ میں بھی اس فتح کا لحاظ نہیں رکھا کیونکہ اس میں فتح حرف حلقی کی بناء پر ہے۔ اگر وہ اس کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو واپس لے آتے اور کہتے يَوْضَعُ وَيَوْهَبُ جس طرح کہ انہوں نے کہا يَوْجَلُ۔

فرد قتل کیا ہوگا۔ اس لئے واپس لوٹ جاؤ اور محمد (ﷺ) کو سارے عرب سے لڑنے دو، اگر ان قبائل نے انہیں قتل کر دیا تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور اگر کوئی اور صورت پیش آئی تو تمہیں ان سے ملتے ہوئے شرمندگی نہ ہوگی کیونکہ تم نے ان سے وہ سلوک نہ کیا ہوگا جو تم چاہتے ہو۔

حکیم نے کہا: پھر میں ابو جہل کے پاس آیا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور اسے درست کر رہا ہے۔ ابن ہشام نے کہا: وہ اسے تیار کر رہا ہے۔ میں نے اسے کہا: اے ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے، جو کچھ عتبہ نے کہا تھا اسے بتایا، وہ کہنے لگا: قسم بخدا! عتبہ نے جب سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے، اس کا سانس پھولا ہوا ہے، ہرگز نہیں، بخدا! ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ نے جو کچھ کہا ہے صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی (تعداد میں) ایک ذبح کیا ہوا اونٹ کھانے والے ہیں، ان میں اس کا بیٹا بھی ہے، وہ تم سے اس کے بارے میں خوف زدہ ہے۔ پھر اس نے عامر بن حضرمی کی طرف پیغام بھیجا کہ ”دیکھ تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے، تو نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے (بھائی) کے خون کا بدلہ تیری آنکھوں کے سامنے ہے، تم اٹھو، اپنے معاہدے اور اپنے بھائی کے خون کی دہائی دو۔“

عامر بن حضرمی کھڑا ہو گیا اور اپنی چادر اٹھا دی پھر چلا کر کہنے لگا: ہائے عمرو! ہائے عمرو! اس کی چیخ و پکار پر جنگ بھڑک اٹھی اور لوگوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ سب لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے جس کے لئے وہ نکلے تھے اور جس رائے کی طرف عتبہ نے لوگوں کو دعوت دی تھی وہ درہم برہم ہو گئی۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی اس بات کی خبر پہنچی کہ اِنْتَفَخَ وَاللّٰہِ سَحْرَۃً (اللہ کی قسم! اس کا پھیپھڑا پھولا ہوا ہے) تو اس نے کہا: سَيَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِہِ مَنْ اِنْتَفَخَ سَحْرَۃً، اَنَا اَمْ هُوَ؟ اس بزدل کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھولا ہوا ہے، میرا یا اس کا؟

اس کلام کو سب سے پہلا کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟

عتبہ کا قول ہے: مُصَفِّرُ اسْتِہِ (اپنی سرین کو خوشبو لگانے والا) یہ کلمہ عتبہ کی اختراع نہیں ہے اور نہ وہ اسے پہلا کہنے والا ہے۔ یہ کلمہ اس سے پہلے قابوس بن نعمان یا قابوس بن منذر کے لئے بھی کہا گیا کیونکہ وہ آسودہ حال تھا اور جنگوں میں شریک نہیں ہوتا تھا اس لئے اسے کہا گیا مُصَفِّرُ اسْتِہِ یعنی

ابن ہشام نے کہا: سحر کا معنی ہے پھپھڑا اور اس کے ارد گرد ناف کے اوپر کی سب چیزیں جو حلقوم کے ساتھ ملی ہوتی ہیں اور ناف سے نیچے کی اشیاء کو القصب کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے: رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ يَجْرُ قُصْبَهُ فِي النَّارِ ”میں نے عمرو بن لُحی کو دیکھا کہ وہ اپنا نیچے کا دھڑ آگ میں کھینچے جا رہا ہے“۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بات مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کی۔

پھر عتبہ نے سر پر پہننے کے لئے خود کی تلاش کی لیکن اسے لشکر میں کوئی ایسا خود نہ ملا جس میں اس کے سر کی بڑی کھوپڑی سما سکے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو سر پر اپنی ایک چادر لپیٹ لی۔

اسود مخزومی کا قتل

ابن اسحاق نے کہا: اسود بن عبد الاسد مخزومی نکل کھڑا ہوا۔ وہ ایک ترش رو اور بداخلاق شخص تھا۔ اس نے کہا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا تو میں ان لوگوں کے حوض سے پانی پیوں گا یا اسے توڑ ڈالوں گا یا اس کی خاطر مر جاؤں گا۔ جب وہ نکلا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو پنڈلی کے نصف تک کاٹ کر رکھ دیا وہ ابھی حوض سے دور ہی تھا کہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اس کی ٹانگ سے خون کے فوارے اچھل کر اس کے ساتھیوں کی طرف بہہ رہے تھے پھر وہ ریٹکتا ہوا حوض میں جا گھسا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنا چاہتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ آپ نے اس پر وار کیا اور حوض کے اندر ہی اس کا کام تمام کر دیا۔

عتبہ کی دعوتِ مبارزت

فرمایا: اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ، اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے درمیان چلتا ہوا نکلا اور صفوں سے آگے نکل کر کھڑا ہو گیا اور دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ تین انصاری نوجوان ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ وہ حضرات عوف اور معوذ پسرانِ حارث جن کی ماں عفراء تھیں اور ایک تیسرے نوجوان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ تھے۔ عتبہ

صفرة الخلق والطيب زرد رنگ کی خوشبودار الا۔ یہ کلمہ قیس بن زہیر نے ایک گردوغبار والے دن حذیفہ کے بارے میں کہا تھا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ حذیفہ مستوہ تھا۔ ورنہ اس شخص کا یہ قول صحیح نہیں ہوگا جس نے ابو جہل کے بارے میں عتبہ کے اس قول کے متعلق یہ کہا کہ وہ مستوہ تھا۔ واللہ اعلم

سردارانِ عرب صرف امن و امان کے ایام میں خوشبو استعمال کرتے ہیں۔ حالتِ جنگ میں اسے

وغیرہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: رَهْطٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ ”ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا: يَا مُحَمَّدُ اَخْرِجْ اِلَيْنَا اَكْفَاءَ نَا مِنْ قَوْمِنَا ”اے محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے ہماری قوم میں سے ہمارے مد مقابل بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُمْ يَا عَبِيدَةُ بَنِ الْحَارِثِ وَقُمْ يَا حِزَّةُ وَقُمْ يَا عَلِيٌّ ”اے عبیدہ بن حارث تم اٹھو، اے حمزہ تم اٹھو، اے علی تم اٹھو۔ جب یہ تینوں اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت عبیدہ نے کہا عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ نے کہا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا علی۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے: نَعَمْ اَكْفَاءُ كِرَامٍ هَآؤُمْ معزز مد مقابل ہو۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جوان تینوں میں سے عمر رسیدہ تھے انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو للکارا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تو شیبہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ولید کو مہلت دیے بغیر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر دو وار کیے۔ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مد مقابل کو بٹھا دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ پر حملہ کر دیا اور اسے پھرتی سے قتل کر دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور اپنے اصحاب کے پاس لے آئے۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ انصاری نو جوانوں نے جب اپنا تعارف کرایا تھا تو عتبہ بن ربیعہ نے کہا تھا: بے شک تم معزز مد مقابل ہو لیکن ہمیں اپنی قوم کے لوگ مطلوب ہیں۔

بہت بڑا عیب خیال کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب تجارتی قافلہ بچ کر نکل آیا اور ابو جہل نے ارادہ کیا کہ میدان بدر میں اونٹ ذبح کرے، شراب نوشی کرے اور وہاں گانے والیاں رجزیہ اشعار پڑھیں تو اس نے خوشبو لگائی یا لگانے کا ارادہ کیا۔ اس وجہ سے عتبہ نے اس کے بارے میں یہ بات کہی۔ دیکھئے بنی مخزوم کے بارے میں شاعر کا قول ہے:

وَمِنْ جَهْلٍ اَبُو جَهْلٍ اَخَوُكُمْ غَزَا بَدْرًا بِيَجْوَفٍ وَ تَوَدَّ
”یہ بات جہالت سے ہے کہ تمہارے بھائی ابو جہل نے میدان بدر میں دھونی کی انگیٹھی اور
(خوشبو کے) برتن کے ساتھ جنگ کی“ یعنی اس جنگ میں دھونی لی اور خوشبو لگائی۔

فریقین کا مقابلہ

ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ حضور ﷺ کے اذان کے بغیر تمدن نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اِنْ اِكْتَشَفْتُمُ الْقَوْمَ فَانْضَحُوْهُمْ عَنْكُمْ بِالنَّبْلِ ”اگر تو قریش قبیلہ پر تیرا ہتھیار نکل کر لے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹا دو“۔ رسول اللہ ﷺ عیش میں تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔

واقعہ بدر جمعہ کے روز ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو رونما ہوا۔

ابن اسحاق نے کہا: حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حبان بن واسع بن حبان نے اپنی قوم کے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے روز اپنے صحابہ کی صف بندی کر رہے تھے، آپ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس کے اشارہ سے اپنی قوم کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ بنی عدی بن نجار کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے۔ ابن بشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ ان کا نام واؤ مثقلہ کے ساتھ سواد ہے اور واؤ مخففہ کے ساتھ

اس کے قول مُصَفِّرُ اسْتَبَہ سے اس کی مراد مُصَفِّرُ بَدَنِہ (بدن پر خوشبو لگانے والا) ہے لیکن اس نے مذمت میں مبالغہ کا قصد کیا تو خصوصاً سرین کا ذکر کیا تا کہ اس کا ذکر اسے برا لگے۔

کچھ حضرت سواد بن غزیہ کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے وَهُوَ مُسْتَبِیْنٌ اَمَامَ الصَّفِہِ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ ابن بشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَصِیْنٌ۔ کہا جاتا ہے: اِسْتَصِیْتُ وَاسْتَصِیْتُ وَ اَيَّوَزْتُ وَ اَيَّوَزْتُ۔ راء مہمد اور زاء کے ساتھ۔ الغریب المصنف میں اسی طرح مذکور ہے۔ یہ تمام افعال اس وقت جوئے جاتے ہیں جب آپ آگے بڑھیں۔ یہ سواد واؤ کی تخفیف کے ساتھ ہے اور عرب میں ہر سواد اسی طرح واؤ کی تخفیف اور سین کے فتح کے ساتھ ہے۔ سوادے عمرو بن سواد کے، جونیہ مر بن جونی کا فرد ہے اور شیوخ حدیث میں سے ہے اور سواد سین کے ضمہ اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ مرو بن

سَوَادُ النَّصَارِ میں ان کے علاوہ کوئی اور ہے وَ هُوَ مُسْتَنْصِلٌ مِّنَ الصَّفِّ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنْصِلٌ مِّنَ الصَّفِّ۔ حضور ﷺ نے اس تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا اِسْتَوِ يَا سَوَادُ اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے درد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے فَاقْذِنِي پس مجھے اس چوٹ کا بدلہ دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنے شکم اقدس سے قمیص اٹھا دی اور فرمایا اِسْتَقِذْ ”آؤ بدلہ لے لو“۔ فَاعْتَنَقَهُ فَقَبَّلَ بَطْنَهُ انہوں نے لپک کر حضور ﷺ کو گلے لگالیا اور بطن مبارک کو چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی: يَا رَسُولَ اللَّهِ حَضَرَ مَا تَرَى فَارَدْتُ اَنْ يَكُونَ اٰخِرُ الْعَهْدِ بِكَ اَنْ يَمَسَّ جِلْدِي جِلْدَكَ ”یا رسول اللہ ﷺ جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے“۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیں درست فرمائیں اور عریش میں واپس تشریف لائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ وہاں صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

اراشہ بن قضاء کا بیٹا ہے۔ قضاء انصار کے حلفاء بنی بلی کی شاخ ہے۔ متن سیرت میں ابن ہشام کے کلام سے سَوَادُ ابْنِ غَزِيَّةٍ وَادُو کی تشدید کے ساتھ مذکور ہے لیکن صحیح وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ یہ سواد خیبر کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے جو جنیب کھجوریں حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے الموطا میں ذکر کیا لیکن نام ذکر نہیں کیا۔

ابن ہشام کے قول مُسْتَنْصِلٌ کا معنی ہے صف سے نکلنے والا، یہ نَصَلْتُ الرَّمْحَ سے مشتق ہے یعنی میں نے نیزے کا پھل نکالا۔

بَعْضَ مُنَاشِدَتِكَ کی وضاحت

علامہ ابن اسحاق نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: بَعْضَ مُنَاشِدَتِكَ رَبِّكَ فَإِنَّ اللَّهَ مُنْجِزٌ لَّكَ مَا وَعَدَكَ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اس طرح (تاء کے فتح کے ساتھ) روایت کیا ہے مُنَاشِدَتِكَ۔ حضرت قاسم نے الدلائل میں اس کی وضاحت

ان کے علاوہ کوئی اور آدمی ہمراہ نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کو اس وعدہ نصرت کا واسطہ دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا تھا۔ آپ اپنی دعا میں عرض کر رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدُ۔ اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابو بکر گزارش کرنے لگے: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَعْضُ مَنْ شَدَّتْكَ رَبُّكَ فَاِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ ”اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! اب آپ بس فرمائیے،

کی ہے، انہوں نے کہا اس طرح اس سے کبھی اغراء کا معنی لیا جاتا ہے اور کبھی کسی فعل سے روکنے کے لئے آتا ہے۔ جریر کا شعر ہے:

تَقُولُ وَ قَدْ تَرَامَحْتَ الْمَطَايَا كَذَاكَ الْقَوْلُ اِنْ عَلَيكَ عَيْنَا
تو اس وقت کہتا ہے جبکہ سواریاں نیزہ بازی کر رہی تھیں، تیری بات بالکل درست ہے لیکن تجھ پر اہل خانہ کا تحفظ ضروری ہے۔

یعنی تیرے لئے یہی بات کافی ہے، اسے چھوڑ دے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انجھ سے فرمایا: يَا اَنْجَسَهُ رُوَيْدَكَ سَوْفَكَ بِالْقَوَارِيرِ اے انجھ اپنے اونٹوں کو آہستہ لے چل جیسے توشیشوں (عورتوں) کو لے جاتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے شَوْفَكَ فرمایا۔ اس میں نصب کا معنی داخل ہے جیسا کہ عَلَيكَ زَيْدًا اور دُونَكَ زَيْدًا میں بھی نصب کا معنی داخل ہے کیونکہ جب آپ کا مخاطب زید کو تلاش کر رہا ہے اور آپ اسے کہیں دُونَكَ زَيْدًا (لوزید کو پکڑ لو) تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ نے اپنے مخاطب زید کے مکان سے آگاہ کر دیا۔ گویا آپ نے کہا خُذْ (اسے پکڑ لے)۔ اس کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ جب آپ نے کہا: كَذَاكَ الْقَوْلُ اَوْ السَّيْرِ تو گویا آپ نے یوں کہا: كَذَاكَ اَمْرٌ فَانْكَفَ وَدَعْ (میں نے تمہیں اسی طرح حکم دیا تھا لیکن اب اسے رک جاؤ اور اسے چھوڑ دو) لہذا ان دونوں بابوں کا اصول ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف ہو جس کے بعد ابتداء ہو تو وہ ظرف خبر ہو گی جو اپنے ضمن میں امر یا کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اغراء کا معنی لئے ہوئے ہوگی۔ پس اہل لغت نے ضمن کلام میں موجود اس امر یا اغراء کے معنی کے ساتھ مبتدا کو نصب دی۔ ایسا کرنا اس لحاظ سے ہے کہ انہوں نے عامل تفضی سے عامل معنوی کی طرف عدول نہیں کیا، انہوں نے تو صرف ایک عامل معنوی سے دوسرے عامل معنوی کی طرف عدول کیا۔ اُمردُونَكَ زَيْدًا کتب کے بجائے فعل و شخصوں میں ذکر کرتے اور یوں کتب اِسْتَقْرَ دُونَكَ زَيْدًا اور اس سے اغراء اور سے پکڑنے کا امر ماریتہ ہو

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اسے آپ کے لئے پورا فرمانے والا ہے۔
 رسول اللہ ﷺ عریش میں ہی تھے کہ آپ کے سر مبارک کو ایک جنبش ہوئی پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا: أَبَشِّرْ يَا أَبَا بَكْرٍ أَتَاكَ نَصْرُ اللَّهِ، هَذَا جَبْرِيْلُ اخِذْ بِعِنَانِ فَرَسٍ يَقُوْدُهُ، عَلَى ثَنَائِيهِ النَّقْعُ۔ ”اے ابو بکر مرثدہ باد! تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی، یہ جبریل ہیں کسی لحاظ سے بھی نصب جائز نہ ہوتی کیونکہ فعل ظاہر ہے اور لفظوں میں موجود ہے اور یہ عامل معنوی سے زیادہ قوی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم

اس حدیث میں ایک امر غور طلب ہے، وہ یہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو دعا میں اجتہاد سے روکنے لگیں اور آپ کی امید بندھائیں اور حوصلہ دلائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا مقام مقامِ احمدیت ہے اور آپ کا یقین ہر ایک کے یقین سے بڑھ کر ہے؟ اس بارے میں میں نے اپنے شیخ حافظ (یعنی قاضی ابو بکر بن عربی) رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مقامِ خوف میں تھے اور آپ کے صحابی (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) مقامِ رجاء میں تھے اور یہ دونوں مقامِ فضیلت میں برابر ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں برابر ہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ رجاء اور خوف دونوں ایسے مقام ہیں جو ایمان میں ضروری ہیں۔ پس اس گھڑی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ رجاء پر فائز تھے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ خوف پر فائز تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جنگ کے بعد زمین میں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہو سکے۔ لہذا آپ کا یہ خوف عبادت تھا۔ حضرت قاسم بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ گزارش ازراہ شفقت و محبت کی تھی کیونکہ آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ انتہائی تضرع اور اجتہاد سے دعا فرما رہے ہیں حتیٰ کہ (محویت کے عالم میں) چادر مبارک آپ کے کندھوں سے سرک کر نیچے گر پڑی تو آپ نے گزارش کی: بَعْضَ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اب آپ بس فرمائیے۔ یعنی حضور ﷺ اپنے آپ کو اس قدر کیوں تھکا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور نبی کریم ﷺ پر حد درجہ شفیق تھے۔

جو ایک گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اسے لے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔

معرکہ جنگ میں جہادِ نبی ﷺ

حضرت مولف نے کہا: جہاں تک نبی کریم ﷺ کے دعا میں اجتہاد اور شدت کا تعلق ہے تو اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ قتال میں پوری شدت و قوت کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں اور جبرئیل امین بھی ایک گھوڑے پر سوار ہیں جس کے پاؤں گرد آلود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انصار موت کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہے ہیں اور جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد بالسیف اور جہاد بالبدعاء، اور امام کی سنت سے ایک بات یہ ہے کہ وہ لشکر کے پیچھے ہو، لوگوں کے ساتھ مل کر قتال نہ کرے۔ اس طرح سب لوگ کسی نہ کسی اجتہاد اور کوشش میں مصروف ہوں گے اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو دونوں جہادوں اور دونوں کوششوں میں سے کسی ایک سے اپنے آپ کو اس وقت آرام پہنچا رہا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے انصار اور فرشتے جدوجہد کر رہے ہوں اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو راحت و آرام کو اس وقت ترجیح دے جبکہ اللہ تعالیٰ کا لشکر اس کے دشمنوں کے ساتھ صبر و استقامت کے ساتھ برسرِ پیکار ہو۔

المفاعلة

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بَعْضَ مُنَاشِدَاتِكَ رَبِّكَ۔ باب مفاعله میں دونوں طرف سے فعل کا وقوع ضروری ہے حالانکہ پروردگار اپنے بندے کو واسطہ نہیں دیتا لیکن یہاں باب مفاعله اس مفہوم کے لئے آتا ہے کہ یہ پروردگار کے حضور مناجات ہے اور مطلوبہ امر کے لئے محاولہ (کسی حیلے سے طلب کرنا)۔ اس لئے یہ لفظ باب مفاعله کے وزن پر آیا ہے۔ اور اس باب میں دو فاعلوں کے لئے دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو وہ دونوں لفظوں میں متفق ہوں یا معنی میں متفق ہوں۔ اکثر اہل لغت نے یہ خیال کیا ہے کہ کبھی کبھی مفاعله ایک فاعل سے بھی ہوتا ہے جیسے عَاقَبْتُ الْعَبْدَ (میں نے غلام کو سزا دی)، طَارَقْتُ النَّعْلَ (میں نے جوتے کو مضبوط کیا)، سَافَرْتُ (میں نے سفر کیا) اور عَافَاهُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ اسے شفا دے) پس ہم کہتے ہیں کہ عَاقَبْتُ الْعَبْدَ۔ یہ آپ کے اور آپ کے غلام کے درمیان معاملہ ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ جرم کا معاملہ کیا اور آپ نے اس کے ساتھ سزا کا معاملہ کیا۔ اس لئے العقوبة سے اس کا لفظ لے لیا گیا اور المعاونة سے اس کا وزن لے لیا گیا ہے۔ جہاں تک طَارَقْتُ النَّعْلَ کا تعلق ہے تو یہ الطرق سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے گویا آپ نے جوتے کو قوت دی اور اس نے آپ کو چلنے پر قوت دی۔ لہذا اس کا لفظ الطريق سے

پہلے شہید

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزادہ کردہ غلام حضرت مہج کو ایک تیر کا ہدف بنایا گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے پہلے شخص تھے جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد بنی عدی بن نجار کے قبیلہ کے ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ نے ماخوذ ہے اور اس کی بناء المعاونۃ اور المقاوۃ کے وزن پر ہے اور یہ معنی میں اتفاق ہے اگرچہ لفظ میں اتفاق نہیں۔ اور سَافَرَ الرَّجُلُ یہ سَفَرَتْ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دیں۔ گویا مسافر کا چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گیا اور لوگوں کے چہرے مسافر کے سامنے ظاہر ہو گئے۔ تو یہ لفظ اور معنی دونوں میں موافقت ہے۔ جہاں تک المعافاة کا تعلق ہے تو چونکہ آقا اپنے غلام کو مصیبت سے عافیت بخشا ہے اور غلام اپنے آقا کو شکایت اور بار بار سوال کرنے سے عافیت دیتا ہے اس لئے یہ لفظ میں موافقت ہے، پھر کلام میں اتساع اور مجاز کے طور پر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے۔

عَصَبٌ اور عَصَمٌ

علامہ ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: هَذَا جَبْرِيلُ عَلَى ثَنَائِهِ النِّقَمُ۔ النِّقَمُ کا معنی گرد و غبار ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رَأَيْتُهُ عَلَى فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءُ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ خَمْرَاءُ وَ قَدْ عَصَمَ بِثَنِيَّتِهِ الْعُبَارُ ”میں نے حضرت جبریل امین کو اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے پر دیکھا جو سرخ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑے پر پاؤں پر غبار لگا ہوا تھا“۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ عَصَبٌ اور عَصَمٌ کا ایک ہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے عَصَبٌ الرِّيقُ بِفِيهِ ”اس کے منہ میں تھوک خشک ہو گئی“۔ شاعر کا قول ہے:

يَعَصِبُ فَاهُ الرِّيقُ اَيُّ عَصَبٍ عَصَبَ الْجُبَابِ بِشَفَاةِ الْوَطْبِ
اس کے منہ میں تھوک اس طرح خشک ہو جاتا ہے جس طرح کوہان بریدہ اونٹ کے منہ کے سخت کنارے خشک ہو جاتے ہیں۔

قاسم بن ثابت نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ عصم خضاب وغیرہ کے اثر کو کہتے ہیں اور یہ مہندی، پسینہ یا کسی اور چیز کا جو بازو کے ساتھ چمٹ جائے، باقی ماندہ اثر ہے جو ہاتھ وغیرہ پر باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ عرب کی کسی عورت نے دوسری عورت سے کہا: اَعْطِنِي عَصَمَ حَنَائِكَ یعنی ”مجھے وہ مہندی دے دے جو تو نے اپنے ہاتھ سے چھڑائی اور کھرچ کر اتاری“۔

شہادت کی سعادت حاصل کی۔ آپ تالاب سے پانی پی رہے تھے کہ آپ کی طرف ایک تیر پھینکا گیا جو آپ کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں جہاد پر براہیختہ کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَفْتَاتُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ "اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو، رضائے الہی کا طالب ہو، دشمن کی طرف منہ کئے ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔" بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے، یہ کلمات سن کر وہ کہنے لگے: بَنُو بَنُو واہ واہ کیا میرے درمیان اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی اور چیز حائل ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں؟ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں، اپنی تلوار تھامی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عامر بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عوف بن حارث جو عفراء کے بیٹے تھے، نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے زورہ اور بے خود ہو کر بندے کا اپنا ہاتھ دشمن میں ڈبو دینا، انہوں نے فوراً جو زورہ چمک رکھی تھی اتار کر پھینک دی پھر اپنی تلوار لی اور جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شرف شہادت سے مشرف ہو گئے۔

واقعہ عمیر بن حمام

ابن اسحاق نے حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام کا واقعہ ذکر کیا جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینکیں اور کہا: بَنُو بَنُو (واہ واہ) یہ کلمہ تعجب کے معنی میں ہے۔ اس میں کئی لغتیں ہیں۔ بَنُو بَنُو کے سکون کے ساتھ، بَنُو بَنُو کے کسر اور تخوین کے ساتھ، بَنُو بَنُو کے تشدید اور تخوین کے ساتھ اور بَنُو بَنُو کے تشدید کے بغیر۔ بخاری و مسند حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ احد کے دن بھی پیش آیا لیکن راوی نے اس میں نہ عمیر کا ذکر کیا ہے اور نہ کسی اور کا۔ واللہ اعلم

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے ان سے بنی زہرہ کے حلیف عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری نے بیان کیا کہ جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے بالکل قریب آگئے تو ابو جہل بن ہشام نے کہا: اے اللہ جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو آج صبح ہلاک کر دے۔ اس طرح وہ خود فیصلہ کا طلب گار تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور کفار قریش

واقعہ عوف بن عفراء

حضرت عوف بن عفراء کا یہ قول مذکور ہوا: مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ ”یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے“۔ حضرت عوف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام معوذ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے۔ اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے دونوں بھائیوں کے نام معاذ اور معوذ ہیں (جو ذال منقوطہ کے ساتھ ہیں)۔

پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت

يُضْحِكُ الرَّبَّ یعنی جس سے وہ حد درجہ خوش ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہوتی ہے جس کے ساتھ خوشخبری اور بندے کی عزت افزائی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ الضحك الغضب کا متضاد ہے۔ بعض اوقات ایک آقا غضبناک ہوتا ہے پھر معاف کر دیتا ہے لیکن عتاب کو باقی رکھتا ہے اور جب وہ راضی ہو جائے تو یہ رضا عفو و درگزر سے بڑھ کر ہوتی ہے اور جب وہ خوش ہو جائے تو یہ خوشی رضا کی انتہا ہوتی ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آقا راضی ہوتا ہے لیکن اس رضا کو ظاہر نہیں کرتا جو اس کے دل میں ہوتی ہے۔ لہذا پروردگار سبحانہ و تعالیٰ کے حق میں رضا کے مفہوم کو الضحک کے ساتھ تعبیر کرنا بطور مجاز و بلاغت ہے اور مختصر لفظ میں مذکورہ معانی کو شامل کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت طلحہ بن براء کے حق میں فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ طَلَحَةٌ یُّضْحِكُ اِلَیْکَ ”اے اللہ! تو طلحہ سے اس حالت میں ملاقات کر کہ وہ تجھ پر خوش ہو اور تو اس پر خوش ہو“۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو اس کے ساتھ اس طرح ملاقات کر جس طرح دو دوست آپس میں ملاقات کرتے ہوئے اپنے دلوں میں مخفی رضا اور محبت کو ایک دوسرے کے لئے ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔

کی طرف منہ کر کے فرمایا شَهِتَ الْوُجُوْهُ اَن کے چہرے بگڑ جائیں پھر وہ کنکریاں ان کی طرف پھینک دیں اور صحابہ کرام کو حکم فرمایا: پوری قوت سے حملہ کرو۔ چشمِ زدن میں مشرکین کو شکست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کے بہت سے سواروں کو قتل کر ڈالا اور ان کے بہت سے سرداروں کو قید کرادیا۔ جب مسلمان اپنے ہاتھوں سے کفار کو قید کرنے لگے جبکہ رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے اس عریش کے دروازے پر کھڑے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی، یہ سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں پہرہ دے رہے تھے کہ مبادا آپ پر دشمن حملہ نہ کر دیں۔ لوگ قیدیوں کو پکڑ رہے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے

پس جب کہا جائے ضَحِكَ الرَّبِّ لِفُلَانٍ تو یہ ایک ایسا مختصر کلام ہے جو رضا مندی کے ساتھ ساتھ محبت، اظہارِ بشارت اور کرامت جیسے معانی کو بھی شامل ہے جن پر مزید خوشی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کلمہ ان جوامع الکلم میں سے ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کئے گئے۔ (1)

1۔ الضحك ہمارے پروردگار جل و علا کی صفات میں سے ایک صفت ہے جس پر ہم ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجہ (چہرہ) ہے، اس کی ساق (پنڈلی)، قدم اور انگلیاں ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری تیسرے حصہ میں نزول فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے، وہ غضبناک ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ نے ہمارے پروردگار جل و علا کی ان صفات کو صراحتہ بیان کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے لئے ان صفات کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اس کے قدم، ساق، انگلیوں اور چہرے، اس کے خُک، غضب، فرحت اور نزول میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ) اس کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اللہ کے خُک کی تفسیر یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہے جس کی ابتدا حق کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن کریم اور سنت نے رضا اور خُک میں فرق کیا ہے اور جب کوئی مسلمان سوال کرے، کہ ہمارے پروردگار کی خُک کیسے ہے؟ تو ہم اسے کہیں گے کہ خُک کے متعلق سوال استواء علی العرش کے متعلق سوال کی مانند ہے۔ تو کیا تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے جس طرح قرآن کریم نے بہت سی آیات میں اس کی تصریح کی، مثلاً فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (طہ) ”وہ بے حد مہربان (کائنات کی فرمانروائی کے) تخت پر متمکن ہوا“۔ تو جب آپ کا اس استواء پر ایمان ہے حالانکہ آپ اس کی کیفیت کو نہیں جانتے تو یہی قول خُک، غضب، رضا، فرحت وغیرہ میں بھی ہے۔ پھر ان صفات کے بارے میں سوال ذات کے بارے میں سوال کی فرع ہے۔ تو کیا آپ اللہ عز و جل کی ذات کا وصف بیان کر سکتے ہیں؟ لازماً جواب نفی میں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں صفات کے متعلق سوال ذات کے سوال کی فرع ہے تو جب پہلے کی نفی کی گئی تو دوسرے کی بھی نفی ہوگئی۔ اس کا مزید بیان اور وضاحت حضرت شیخ محمد بن صالح العثیمین کی کتاب القواعد العشری، فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور الرسالة التدمریہ میں ملاحظہ کریں۔

سعد! واللہ معلوم ہوتا ہے کہ تم قیدیوں کی گرفتاری کو ناپسند کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! یہ پہلی آفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر نازل کی۔ اہل شرک کو خوب قتل کرنا مجھے انہیں زندہ چھوڑنے سے زیادہ پسند تھا۔

بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عباس بن عبد اللہ بن معبد نے، ان سے کسی اہل خانہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس روز اپنے صحابہ کو فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ کے کچھ افراد کو مجبوراً یہاں لایا گیا ہے، وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے آرزو مند نہ تھے۔ اس لئے تم میں سے کسی کو اگر بنی ہاشم کا کوئی فرد ملے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جو شخص ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو ملے تو وہ اسے بھی قتل نہ کرے کیونکہ اسے بھی مجبوراً یہاں لایا گیا۔ یہ بات سن کر حضرت ابو حذیفہ یہ کہہ بیٹھے کہ کیا ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ وَاللّٰهِ لَنْ لَقِيْتُهُ لَا لِحِمَّتِهِ السَّيْفَ ” بخدا اگر عباس مجھے مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کا نوالہ ضرور ڈالوں گا۔ ابن ہشام نے کہا: ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا لَا لِحِمَّتِهِ السَّيْفَ ” یعنی میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا، ان کی یہ بات جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا یا ابا حفص اے ابو حفص، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بخدا یہ پہلا روز تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابو حفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا: اَيُّضْرَبُ وَجْهَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّيْفِ؟ ” کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا؟ ” حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں تو میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں، بخدا ابو حذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابو حذیفہ کہا کرتے تھے: مَا اَنَا بِاَمِنْ مِّنْ تِلْكَ الْكَلْبَةِ الَّتِي قُلْتُ يَوْمَئِذٍ وَلَا اَزَالُ مِنْهَا خَائِفًا اِلَّا اَنْ تُكْفِرَهَا عَنِّي الشَّهَادَةُ ” مجھے اس بات کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے جو اس روز میری زبان سے نکل گئی تھی، اس کا مجھے ہر وقت خوف لگا رہتا ہے بجز اس کے کہ میری شہادت اس کا کفارہ بن جائے۔ ” چنانچہ جنگ یمامہ میں انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابوالبختری کے قتل سے صرف اس وجہ سے

منع فرمایا تھا کہ مکہ میں وہ لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتا تھا۔ آپ کو تکلیف نہیں پہنچاتا تھا، اس سے کبھی کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی ہو، نیز وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس عہد نامے کو کالعدم کرانے میں اہم کردار ادا کیا جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف لکھا تھا۔ میدان جنگ میں اس کا سامنا حضرت مجذر بن زیاد البلوئی سے ہو گیا جو انصار کے قبیلہ بنی سالم بن عوف کے حلیف تھے۔ حضرت مجذر نے ابوالبختری کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن اسد اللیشی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔ ابوالبختری کا نام العاص ہے۔ ابوالبختری نے مجذر سے پوچھا: میرے اس دوست کا کیا بنے گا؟ مجذر نے اسے کہا: بخدا ہم تیرے دوست کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ ابوالبختری کہنے لگا: لَا وَاللّٰهِ اِذَا لَمَوْتَنَّ اَنَا وَهُوَ جَبِيْعًا ”بخدا ایسا نہیں ہوگا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے دوست کو چھوڑ دیا۔“ چنانچہ جب مجذر نے ابوالبختری کو مقابلہ کی دعوت دی اور جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے یہ رجز پڑھا:

لَنْ يُسْلِمَ ابْنُ خُرَّةَ ذَمِيْلَةٍ حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَرٰى سَبِيْلَهُ
 ”کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو حوالے نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا اسے اپنا راستہ نظر آجائے۔“

ابوالبختری اور مجذر کے کلام کی وضاحت

ابوالبختری کا قول ہے اَنَا وَ ذَمِيْلٌ میں اور میرا دوست۔ ذمیل کا معنی ہے ردیف (سوار کے پیچھے سوار ہونے والا) اسی سے ہے اِذْ ذَمَلَ الرَّجُلُ بِحَمِيْلِهِ یعنی آدمی نے اپنا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ مسند حارث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بدر کے روز تین تین شخص یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ فَكَانَ عَلِيٌّ وَ اَبُو لُبَابَةَ ذَمِيْلَي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے: یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیے، ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے: نہ تو تم چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں۔

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ مجذربن زیاد نے اسے قتل کر دیا، مجذربن زیاد نے ابوالختری کے قتل کے بارے میں کہا:

إِمَّا جَهِلْتُ أَوْ نَسِيتَ نَسَبِي . فَأَثَبْتُ النَّسَبَ آتِي مِنْ بَلِي
”اگر تو میرے نسب سے ناواقف ہے یا بھول گیا ہے تو اس نسبت کو ذہن نشین کر لے کہ میں قبیلہ بلی سے ہوں۔“

الطَّاعِنِينَ بِرِمَاحِ الْيَزَنِيِّ وَالضَّارِبِينَ الْكَبْشَ حَتَّى يَنْحَنِي
”جو یزنی نیزوں سے لڑتے ہیں اور قوم کے سردار پروار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے۔“

بَشَرٌ بَيْتٌ مِّنْ أَبَوِّ الْبُخْتَرِيِّ أَوْ بَشَرٌ بِبَيْلِهَا مِثِّي بَنِي
”اس شخص کو یتیم ہونے کی خوشخبری سنا دو جس کا باپ بختری ہے یا اسی طرح کی خوشخبری میری طرف سے میرے بیٹوں کو سنا دو۔“

أَنَا الَّذِي يُقَالُ أَصْلِي مِنْ بَلِي . أَطْعُنُ بِالصَّعْدَةِ حَتَّى تَنْتَنِي
”میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میری اصل قبیلہ بلی سے ہے، میں سیدھے نیزے کے ساتھ وار کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ دوہرا ہو جائے۔“

وَأَعْبَطُ الْقُرُونَ بِعَضْبٍ مَّشْرِفِي . أُرْذِمُ . لِلْمَوْتِ كَارِذَامِ الْمَرِي
”اور میں اپنی مشرفی تلوار کے تیز وار کے ساتھ مد مقابل کو ذبح کرتا ہوں، میں موت کے لیے اس طرح کراہتا ہوں جس طرح دودھ دینے والی اونٹنی کراہتی ہے (جب اس کا دودھ تھنوں میں اٹک جائے)۔“

فَلَا تَرَى مُجَدَّرًا يَفْرِي يَفْرِي
”پس تو مجذربن کو عجیب باتیں کرتا ہوا نہ دیکھے گا (بلکہ وہ جو کہے گا کر کے دکھائے گا)۔“
علامہ ابن ہشام نے کہا: الْمَرِي غیر ابن اسحاق کی روایت ہے اور الْمَرِي اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ مشکل سے اتارا جائے۔

مجذربن کا قول ہے: كَارِذَامِ الْمَرِي۔ المری کا معنی ہے النَّاقَةُ تَرِي لِلْحَلَب۔ وہ اونٹنی جس کا دودھ دوہنے کے لئے اس کے تھنوں کو مس کیا جائے اور اذام سے مراد اس اونٹنی کی آواز اور اس کا بلبلانا ہے اور اُرْذِمَتْ اور رَزَمَتْ کے درمیان جو فرق ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد مجذّر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے بہت کوشش کی کہ اسے قید کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں لیکن اس نے جنگ کے سوا کوئی بات نہ مانی۔ اس لئے میں اس سے نبرد آزما ہو گیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابوالخثری کا نام العاص بن ہشام بن حارث بن اسد ہے۔

امیہ بن خلف کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے یہی حدیث عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہ نے بھی بیان کی اور ان دونوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: مکہ میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ میرا نام عبد عمرو تھا، جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے اپنا نام عبد الرحمن رکھ لیا، مکہ میں جب امیہ مجھے ملتا تو کہتا: اے عبد عمرو! کیا تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا؟ میں کہتا بے شک، وہ کہتا میں الرحمن کو نہیں جانتا اس لئے تو میرے اور اپنے درمیان کوئی ایسا نام طے کر جس سے میں تمہیں بلایا کروں، تمہارا یہ رویہ ہے کہ تم مجھے اپنے پہلے نام سے جواب نہیں دیتے اور میرا یہ حال ہے کہ میں تمہیں ایسے نام سے نہیں پکاروں گا جو میں نہیں جانتا۔ حضرت عبد الرحمن فرماتے ہیں: جب وہ مجھے بلاتا اے عبد عمرو! تو میں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ میں نے اسے کہا: اے ابو علی! تو جو چاہے میرا نام طے کر لے۔ اس نے کہا پھر تو عبد اللہ ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جب کبھی میں اس کے پاس سے گزرتا تو وہ کہتا اے عبد اللہ اور میں اس کا جواب دیتا اور اس کے ساتھ باتیں کیا کرتا۔ یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا تو میں اس کے پاس سے گزرا جبکہ وہ اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ میرے پاس چند زہریں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں، میں انہیں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے عبد عمرو! میں نے اسے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے کہا اے عبد اللہ، میں نے ”ہاں“ سے جواب دیا۔ پھر اس نے کہا یہ تمہیں میری سلامتی کی ضرورت ہے، میں تمہارے لئے ان زہروں سے زیادہ بہتر ہوں جو تمہارے پاس

ہیں؟ میں نے کہا نَعَمْ هَا اللّٰهُ ذَا ہاں واللّٰہ، یہ تو بہت بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے زرہیں پھینک دیں اور اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا، کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں، پھر میں ان کو لے کر چلا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: دودھ سے اس کی مراد یہ تھی کہ جو مجھے قیدی بنائے گا تو میں اسے بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں بطور فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑالوں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبدالرحمن بن ابی عون نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب میں اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان ان دونوں کے ہاتھ تھامے کھڑا تھا تو مجھ سے امیہ بن خلف نے پوچھا: اے عبداللہ! تمہارا یہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر بطور

هَآ اللّٰہ اور هَبْرُوۃ کی وضاحت

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا امیہ کے بارے میں قول ہے۔ هَآ اللّٰہ ذَا۔ یہ ہاتھنہ ہے اور ذَا اپنی ذات کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا یہ قسم کی طرف اشارہ ہے یعنی هَذَا قَسَمِی۔ یہ میری قسم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ قسم اٹھانے والے کی طرف اشارہ ہے اور اسم اللّٰہ کی جرح قسم کی وجہ سے ہے جسے حذف کر کے هَآ تنبیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔ جس طرح استفہام اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ گویا کہ یوں کہا هَا اَنْذًا مُّقْسِمٌ۔ یہ ہوں میں قسم اٹھانے والا۔ اور هَا اور ذَا کے درمیان اسم مقسم بہ کے ساتھ فاصلہ کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہی قسم اٹھانے والا ہے۔ اس لئے اَنَا ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ کا یہ قول بھی اسی طرح ہے لَا هَآ اللّٰہ ذَا۔ اور زہیر کا قول ہے۔ تَعَلَّمَنَّ هَآ لَعَبْرُ اللّٰہِ ذَا قَسَمًا۔ اس نے اپنی اس قسم کو مصدر کے ساتھ مؤکد کیا جس پر سابقہ کلام دلالت کرتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن کا قول ہے: هَبْرُوۃ بِأَسْيَافِهِمْ۔ یہ الھَبْرُوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت کا بہت بڑا ٹکڑا۔ یعنی انہوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

علامہ ابن اسحاق نے بنی غفار کے ایک آدمی کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے بادل میں گھوڑوں کے ہنہانے کی آواز سنی اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا اَقْدُمْ حَيَزُومْ۔ اَقْدُم دال کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی اے گھوڑے آگے بڑھ۔ حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ یہ الحزم

علامت سجایا ہوا ہے؟ میں نے کہا یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ وہ بولا یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں: بخدا! میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی شخص تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں اسلام ترک کرنے کے لئے اذیتیں دیتا تھا۔ وہ آپ کو مکہ کی گرم ریت کی طرف لے جاتا، جب وہ گرم ہو جاتی تو آپ کو اس پر پیٹھ کے بل لٹا دیتا پھر ایک بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا جو آپ کے سینہ پر رکھ دی جاتی۔ پھر کہتا، تمہاری یہی حالت رہے گی یا پھر تم محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو گے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَحَدٌ اَحَدٌ (1) پکارتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو کہا دَأْسُ الْكُفْرِ أُمِّيَّةٌ بَنُ خَلْفٍ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا۔ ”یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف، اگر آج وہ بچ گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے“۔ میں نے کہا اے بلال!

سے فیعل کا وزن ہے اور صدر (سینے) کے اوپر والے حصے کو بھی حیزوم کہتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس گھوڑے کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہو کیونکہ وہ فرشتوں کے گھوڑوں کا سردار ہے اور ان سب سے مقدم ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اور گھوڑا الحیاء بھی ہے جو جس چیز کو چھوتا ہے وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ یہی وہ گھوڑا ہے جس کے نشانِ قدم سے سامری لے مٹھی بھر مٹی لے کر اس پتھرے میں ڈال دی تھی جو اس نے سونے کو ڈھال کر بنایا تھا تو اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ اسے زجاج نے ذکر کیا ہے۔

1۔ اَحَذَ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تصریح کی۔ یہ ان اسمائے حسنی میں سے ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک بار آئے ہیں اور یہ سورۃ اخلاص میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اَلَا حَذَ سب اسماء سے زیادہ قوت، جمعیت، عدم تفریق، عدم تجزی اور عدم انفصال پر دلالت کرتا ہے۔ جب یہ لفظ اَحَذَ مفرد ہو تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کی جائے گی۔ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ وارضاء کا قول ہے اَحَذَ اَحَذَ۔ نیز جب یہ اسم حالت اثبات میں غیر مضاف ہو کر استعمال ہو تو بھی اسے اللہ عزوجل کی طرف پھیرا جائے گا۔ جیسا کہ سورۃ اخلاص میں بھی ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَذَ (اے حبیب!) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ پس یہ کلام مثبت ہے اور اسم غیر مضاف ہے۔ البتہ جب یہ اسم حالت اثبات میں مضاف ہو کر استعمال ہو تو پھر صرف اللہ عزوجل کی پہچان نہیں ہوگا بلکہ عام ہوگا، سب کو شامل ہوگا اور مطلق ہوگا جیسے سورۃ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاتَّبِعُوا اَحَدَکُمْ بِوَرۡقٰکُمْ هٰذِہٖ (الکہف: 19) ترجمہ: ”پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکے کے ساتھ“۔ نیز جب یہ حالت نفی میں ہو تو بھی عام اور مطلق ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ اخلاص کے آخر میں ہے: وَلَئِنۡ یَّتَنۡبَہَا کُفُوًا اَحَدٌ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: یُنۡسَاۡءُ النِّسَآءَ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: 32) ترجمہ: ”اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند“۔ اسی طرح کی اور بھی بہت آیات ہیں۔

کیا تم میرے دو قیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا اگر وہ بچ گیا تو پھر میں نہیں بچ سکوں گا۔ میں نے کہا اے ابن سوداء کیا تو سن رہا ہے؟ انہوں نے کہا اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔ پھر انہوں نے بلند آواز سے پکارا اے انصار اللہ! یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے، اگر وہ بچ گیا تو پھر میں بچ نہیں سکوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں کنگن کی طرح گھیر لیا، میں اسے بچا رہا تھا۔ ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور اس کے بیٹے کی ٹانگ پر وار کیا، وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر امیہ نے ایسی چیخ ماری کہ میں نے اس جیسی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے کہا اپنے آپ کو بچاؤ۔ اب تم بچ نہیں سکتے، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ فَهَبْرَوْهُمَا بِأَسْيَافِهِمْ حَتَّى فَرَعُوا مِنْهُمَا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے ان دونوں کے پرزے اڑاتے رہے یہاں تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن کہا کرتے تھے: ”اللہ تعالیٰ بلال پر رحم کرے، میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے فدیہ سے بھی محروم کر دیا۔“

غزوہ بدر میں ملائکہ کی حاضری

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان کے سامنے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی گئی۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک چچا زاد بھائی ہم دونوں آئے اور ایک ایسے پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں سے بدر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم مشرک تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ جنگ میں آفت کس پر پڑتی ہے تاکہ ہم بھی لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹ میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ اس اثناء میں کہ ہم پہاڑ پر تھے ایک بادل کا ٹکڑا ہمارے قریب ہوا۔ ہم نے اس میں گھوڑوں کے ہنہانے کی آواز سنی۔ میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: اَقْدُمْ حَيَّوْمَ حَيَّوْمَ ”جیزوم آگے بڑھ۔“ میرے چچا زاد بھائی کے تودل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور رہا میں تو میں بھی ہلاکت کے قریب ہو گیا تھا پھر میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بنی ساعدہ کے بعض افراد سے اور انہوں نے ابو اسید مالک بن ربیعہ سے جو غزوہ بدر میں حاضر تھے، یہ روایت بیان کی، یہ واقعہ ان کی بینائی جاتے رہنے کے بعد کا ہے۔ انہوں نے کہا: آج میں بدر میں ہوتا اور میری بینائی بھی ہوتی تو میں تم کو وہ گھائی دکھاتا جس سے فرشتے نکلے، مجھے اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ شبہ۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے بنی مازن بن نجار کے کچھ لوگوں سے، انہوں نے ابوداؤد مازنی سے روایت کیا جو غزوہ بدر میں حاضر تھے، انہوں نے کہا بے شک میں نے بدر کے روز ایک مشرک کا تعاقب کیا تا کہ اس پر وار کروں تو اچانک میں نے دیکھا کہ میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سرکٹ کر گر پڑا، میں نے جان لیا کہ اسے میرے سوا کسی اور نے قتل کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ اس نے عبد اللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے اور اس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھی جن کے شملے انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے اور حنین کے روز سرخ عمامے (ان کی علامت تھی)۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمامے عربوں کے تاج ہیں اور بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید تعویذات تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبریل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا، اس نے مقسم سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرشتوں نے بدر کے سوا کسی اور جنگ میں قتال نہیں کیا۔ وہ دوسری جنگوں میں تعداد اور مدد کو بڑھانے کے لئے شریک ہوتے تھے، کسی کو مارتے نہیں تھے۔

ابو جہل کی ہلاکت

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس روز ابو جہل لڑتا ہوا اور یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

مَا تَنْقِمُ الْحَرْبُ الْعَوَانَ مِثِّي بَاذِلُ عَامِيْنَ حَدِيْثُ سِنِي

ابوداؤد مازنی کا نسب

علامہ ابن اسحاق نے ابوداؤد مازنی اور ان کے اس قول کا ذکر کیا ہے: لَقَدْ اتَّبَعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَسَقَطَ رَأْسُهُ قَبْلَ أَنْ أَصِلَ إِلَيْهِ کہ میں نے ایک مشرک کا تعاقب کیا تو میرے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر نیچے گر گیا۔ کہا گیا ہے کہ ابوداؤد کا نام عمیر بن عامر ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے ابوالختری بن ہشام کو قتل کیا اور اس کی تلوار چھین لی۔ یہ ابن اسحاق کے علاوہ سیرت نگاروں کی

لِيُثَلَّ هَذَا وَلَدَتْنِي أُمِّي

”یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نو جوان طاقتور اونٹ ہوں جو اپنے
عمقوانِ شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے۔“

بدر کے روز مسلمانوں کا شعار

علامہ ابن ہشام نے کہا: بدر کے روز اصحاب رسول اللہ ﷺ کا شعار ”أَحَدٌ أَحَدٌ“ تھا۔

ابو جہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول ﷺ اپنے دشمن سے فارغ ہوئے تو مقتولوں
میں ابو جہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

مجھ سے ثور بن یزید نے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت کیا اور عبد اللہ بن ابی بکر نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے، ان دونوں (ثور بن
یزید اور عبد اللہ بن ابی بکر) کا بیان ہے کہ بنی سلمہ کے ایک فرد حضرت معاذ بن عمرو بن جموح نے

ایک جماعت کا قول ہے اور ابن اسحاق نے کہا: اسے مجذر نے قتل کیا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔

لغات

ابو جہل کے قتل میں حضرت معاذ بن عمرو کا قول ہے: مَا شَبَّهْتُ رَجُلَهُ حِمْنَ طَاحَتْ إِلَّا
بِالنَّوَاةِ تَطْيِخُ مِنَ الْبِرْضِ ضَخَّةٍ کہ جب ابو جہل کا پاؤں کٹ کراڑا تو میں نے اس کے پاؤں کو ایک
ایسی گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی جو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے۔ طَاحَتْ کا معنی ہے ذہبت یعنی
وہ گیا اور یہ ذہاب ہلاکت کی طرف ہوتا ہے اور البرضہ ضخۃ الارزبۃ کی طرح ہے یعنی وہ بڑا پتھر جس
کے ساتھ جانوروں کے چارہ کے لئے گٹھلیاں کوٹی جاتی ہیں۔ البرضہ حاء مہملہ کے ساتھ ہو تو اس کا
معنی ہوتا ہے خشک چیز کو توڑنا اور البرضہ کا معنی ہوتا ہے تر چیز کو توڑنا۔ الطائی کا شعر ہے:

أَتَرْضَحُنِي رَضَحَ الثَّوَى وَهِيَ مُضَيَّتٌ وَ يَأْكُلُنِي أَكَلَ الدَّبَا وَ هُوَ جَائِعٌ

”کیا تو مجھے گٹھلیوں کی طرح کوٹ رہا ہے درآں حالیکہ وہ خاموش ہیں اور وہ مجھے کدو کی طرح کھا

رہا ہے جبکہ وہ بھوکا ہے۔“

انہوں نے حبیب بن اوس الطائی کے قول سے صرف اس کے علم کی وجہ سے دلیل پکڑی ہے نہ کہ

اس وجہ سے کہ وہ کوئی عربی ہے جس کی لغت سے حجت پکڑی جاتی ہو۔

کہا میں نے لوگوں سے سنا جبکہ ابو جہل لوگوں کے درمیان الحرجۃ درخت کی طرح تھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا ہے الْحَرْجَةُ کا معنی ہے وہ درخت جو دوسرے درختوں کے درمیان لپٹا ہوا ہو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے الحرجۃ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ بہت سے درختوں کے درمیان ایک ایسا درخت ہوتا ہے جس تک پہنچنا مشکل ہو۔

(حضرت معاذ فرماتے ہیں میں نے لوگوں سے سنا) وہ کہہ رہے تھے ابوالحکم تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے ابو جہل کو اپنا مقصود بنالیا اور اس تک پہنچنے کی ٹھان لی۔ جب وہ میری دسترس میں آ گیا تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس پر ایک ایسا وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو نصف پنڈلی تک کاٹ دیا۔ بخدا جب وہ کٹ کر اڑا تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی کھجور کی گٹھلی گٹھلیوں کو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے جب ان پر پتھر کی ضرب پڑتی ہے۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر وار کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور میری پہلو کی کھال سے لٹکنے لگا۔ اس وجہ سے اس سے لڑنا میرے لیے بڑا دشوار ہو گیا۔ میں سارا دن اسی حالت میں لڑتا رہا کہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتا پھرتا تھا۔ جب وہ میرے لیے اذیت کا باعث بنا تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا، اسے اس پر دبایا اور کھینچ کر الٹ کر دیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ پھر ابو جہل کے پاس سے حضرت معوذ بن عفراء گزرے جبکہ وہ لنگڑا پڑا تھا۔ آپ نے اس پر

ابو جہل کو قتل کرنے والے دونو جوان

علامہ ابن اسحاق نے ان دو لڑکوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ابو جہل کو قتل کیا وہ دونوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء تھے جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح ہیں۔ اور عفراء یہ عبید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم بن مالک بن نجار کی بیٹی ہے۔ اس کے نسب سے بنو عفراء معروف ہیں اور ان کا باپ حارث بن رفاعہ بن سواد ہے۔ اس میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ ابن اسحاق سے ابن ادریس کی روایت ہے جیسا کہ کتاب مسلم میں بھی ہے کہ ابو عمر نے کہا: اس واقعہ کی صحیح ترین روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ أَبِي جَهْلٍ "میرے پاس ابو جہل کی خبر کو لائے گا" الحدیث۔ اس میں ہے کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کیا تھا۔

ایسا وار کیا کہ اسے زمین پر جا گرایا پھر اسے چھوڑ دیا، ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی۔ حضرت معوذ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابو جہل کے پاس سے اس وقت گزرے جب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اسے مقتولوں میں تلاش کیا جائے۔ مجھے جو خبر ملی ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تھا: ”اگر وہ مقتولوں کے درمیان تم سے پہچانا نہ جائے تو اس کے گھٹنوں پر ایک زخم کا نشان دیکھنا کیونکہ ایک روز عبداللہ بن جدعان کے پاس دعوت کے موقع پر اس کے اور میرے درمیان مڈ بھیڑ ہوئی تھی۔ اس وقت ہم دونوں کم سن تھے۔ میں اس کی بنسبت کچھ کمزور اور دبلا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا جس کے باعث اس کے ایک گھٹنے پر خراش آ گئی جس کا نشان ابھی تک باقی ہے۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے جاں بلب پایا، اسے پہچانا اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔ اس نے ایک بار مکہ میں مجھے بڑی سختی سے اپنی گرفت میں لے کر اذیت پہنچائی تھی اور مجھے مکے مارے تھے۔ پھر میں نے اسے کہا اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا؟ اس نے کہا: اس نے مجھے کس بات کے ساتھ رسوا کیا۔ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ۔ کیا میں اس شخص سے بھی زیادہ رسوا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا ہے؟ مجھے بتاؤ آج فتح کس کو ہوئی؟ میں نے کہا: اللہ کو اور اس کے رسول کو۔

ابن ہشام نے کہا: ضَبَّثَ کا معنی ہے اس نے اسے گرفتار کیا اور اس کے ساتھ چمٹ گیا۔

ابو جہل کا قول ہے: اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ۔ ایک روایت میں ہے قَتَلَهُ قَوْمُهُ۔ یعنی اس شخص سے بڑھ کر رسوا جسے اس کی قوم نے قتل کر دیا ہو۔ یہی ابن ہشام کی تفسیر کا مفہوم ہے جہاں انہوں نے کہا: اَيُّ لَيْسَ عَلَيْهِ عَارٌ۔ یعنی اس پر کوئی عار نہیں۔ پہلی تفسیر غریب الحدیث میں ابو عبید نے بیان کی ہے۔ انہوں نے اس شعر سے استشہاد کیا ہے:

تَقْدَمُ قَيْسٌ كُلَّ يَوْمٍ كَرِيْهَةً وَ يُثْنِي عَلَيْهَا فِي الرِّخَاءِ ذُنُوبُهَا
ہر جنگ کے دن بنی قیس کو آگے کیا جاتا ہے اور آسودگی کے ایام میں ان کے گناہوں پر ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

وَ اَعْمَدُ مِنْ قَوْمٍ كَفَاهُمْ اَخُوْهُمْ صِدَامَ الْاَعَادِي حِيْنَ قُلْتَ نُوْبُهَا
اور وہ اس قوم سے بھی زیادہ غضبناک ہیں جس کے لئے ان کا بھائی دشمن کا حملہ روکنے کے لئے اس وقت کافی ہو جب دشمنوں کے مصائب کو شکست دی جائے۔

ضابی بن حارث برجمی نے کہا:

فَأَصْبَحْتُ مِمَّا كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ مِّنَ الْوَدِّ مِثْلَ الضَّابِثِ الْمَاءِ بِالْيَدِ
”میرے اور تمہارے درمیان جو محبت ہے اس کی وجہ سے میں اس شخص کی مانند ہو گیا جو پانی کو اپنے ہاتھ سے پکڑنا چاہتا ہے۔“

ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو جہل نے کہا: أَعَادَ عَلِيٌّ رَجُلًا قَتَلْتُمُوهُ۔ ”کیا اس شخص پر کوئی عار ہے جسے تم نے قتل کیا، مجھے خبر دو کہ آج فتح کس کی ہوئی؟“

ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم کے بعض افراد کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے عَيْدَ الْبَعِيرِ يَعْدُ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ کی کوہان سوچ جائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو معنی یہ بنے گا أَهْلَكَ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ۔ اس شخص سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا جسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ ابن اسحاق نے جو ابو جہل کا یہ قول ذکر کیا ہے اور بنی مخزوم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ابو جہل کا یہ قول ذکر کیا ہے: لَقَدْ ارْتَقَيْتَ مُرْتَقَى صَعْبًا يَا دُوَيْعَى الْغَنَمِ ”یعنی اے بکریوں کے نکلے چرواہے تو بڑے دشوار زینہ پر چڑھ گیا ہے۔ یہ دونوں قول اس روایت کے معارض ہیں جو سیر ابن شہاب اور مغازی ابن عقبہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے بیٹھا ہوا پایا، نہ وہ حرکت کر سکتا تھا اور نہ بات، آپ نے اس سے اس کی زرہ اتاری تو دیکھا کہ اس کے جسم پر سیاہ نکتے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس کے خود کی زرہ کے ساتھ ملی ہوئی کڑیوں کو کھولا وہ کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ابو جہل کی ہی تلوار سونتی اور اس کے ساتھ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر جب آپ اس کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سیاہ نکتوں کے بارے میں پوچھا جو آپ نے اس کے بدن پر دیکھے تھے۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ اسے فرشتوں نے قتل کیا تھا اور وہ فرشتوں کی ضربوں کے نشانات تھے۔ اور یونس نے ابو عمیس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا مجھے قاسم بن عبد الرحمن نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلوار دکھائی اور کہا یہ ابو جہل کی تلوار ہے جب آپ نے اسے قتل کیا تھا اور یہ تلوار چھین لی تھی۔ وہ ایک چھوٹی سی چوڑی تلوار تھی جس کے کناروں پر چاندی کے ٹکڑے اور حلقے لگے ہوئے تھے۔ ابو عمیس نے کہا اس تلوار کے ساتھ قاسم نے ایک بیل کی گردن پروار کیا تو اس نے اسے کاٹ دیا اور اس میں بہت بڑا رخنہ ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس رخنے کو دیکھ کر قاسم کی چیخ نکل گئی۔

کرتے تھے کہ ابو جہل نے مجھے کہا: اے بکریوں کے نکلے چرواہے تو نے بڑے دشوارزینہ پر قدم رکھا ہے۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کے دشمن ابو جہل کا یہ سر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ۔ ”اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں“۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قسم ہوا کرتی تھی۔ میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ پھر میں نے اس کا سر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ابو عبیدہ اور دیگر علمائے مغازی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص سے، جب وہ آپ کے پاس سے گزرے، کہا میرا خیال ہے تمہارے دل میں کوئی رنجش ہے۔ میں سمجھتا ہوں تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، بے شک اگر میں اسے قتل کرتا تو اس کے قتل کا تم سے عذر نہ کرتا لیکن میں نے اپنے خالو عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا ہے اور تمہارے باپ کے پاس سے تو میں اس حالت میں گزرا ہوں کہ وہ سینگوں کے ساتھ زمین کھودنے والے بیل کی طرح زمین کھود رہا تھا۔ میں اس سے کترا کر نکل گیا۔ اس کے چچا زاد بھائی علی اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔

حرف جر کا اضمار

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ سیبویہ وغیرہ کے نزدیک جر کے ساتھ ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہمزہ استفہام حرف جر کے عوض ہے اور جب آپ کو اختیار دیا جائے تو پھر آپ صرف نصب کے ساتھ اللہ بھی کہہ سکتے ہیں، مبرداں کے علاوہ کوئی حرکت جائز قرار نہیں دیتے اور سیبویہ نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقسم بہ باء یا داؤ کے ساتھ مجرور ہے اور حروف جر کو مضمّر ماننا جائز نہیں سوائے اس طرح کے مواقع پر یا جن مواقع پر اس کا استعمال بہت کثیر ہو جیسا کہ مروی ہے کہ روہ سے جب پوچھا جاتا کیفَ اَصْبَحْتَ؟ آپ نے صبح کیسے کی تو وہ کہتے عَمَّوْ غَفَلَکَ اللّٰهُ۔ خیریت سے، اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت بخشے۔

ابن اسحاق نے ابو جہل کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے عبد اللہ بن جدعان کی دعوت پر آپ کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔ ذکر میلاد میں عبد اللہ بن جدعان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور ہم نے اس کے بڑے پیالے کا واقعہ اور تنگدستی کے بعد اس کی تو نگری کا سبب بھی پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

عکاشہ بن محسن کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف حضرت عکاشہ بن محسن بن حرمٰن الاسدی رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنی تلوار کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی اسے دے دی اور فرمایا: قَاتِلْ بِهَذَا يَا عَكَشَةُ ”اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو“۔ جب آپ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر لہرایا تو وہ لکڑی آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا اور اس کی رنگت سفید تھی۔ آپ اس کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کو العون کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ تلوار آپ کے پاس رہی، آپ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تمام غزوات میں اسی کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ فتنہ ارتداد میں آپ شہید ہو گئے، جبکہ وہ تلوار آپ کے پاس تھی۔ آپ کو طلحہ بن خویلد الاسدی نے شہید کیا تھا۔ اسی کے متعلق طلحہ نے کہا:

فَمَا ظَنُّكُمْ بِالْقَوْمِ إِذْ تَقْتُلُونَهُمْ أَلَيْسُوا وَإِنْ لَمْ يُسَلِّبُوا بِرِجَالٍ
”ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جب تم انہیں قتل کر رہے ہو۔ کیا وہ آدمی نہیں اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔“

فَإِنْ تَكُ أَذَاوُدُ أَصْبَنَ وَ نِسْوَةٌ فَلَئِنْ تَذَهَبُوا فَرَّغًا بِقَتْلِ حِبَالٍ
اگر کوئی دس اونٹ سے کم تعداد کا قافلہ ہو یا عورتیں ہوں جو مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو پھر

حضرت عکاشہ بن محسن کا واقعہ

عکاشہ کو کاف کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ صاحب العین نے کہا یہ عَكَشَ عَلَى الْقَوْمِ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص دوسرے لوگوں پر حملہ آور ہو۔ دیگر اہل لغت کا کہنا ہے کہ عکاشہ العکاش سے مشتق ہے جس کا معنی لکڑی ہے۔ جہاں تک حضرت عکاشہ کی اس تلوار کا تعلق ہے جو لکڑی کی تھی تو کہا گیا ہے کہ وہ تلوار عکاشہ کی اولاد میں نسل در نسل چلتی رہی۔ تلوار کے بارے میں عکاشہ کے واقعہ کی مثل حضرت عبد اللہ بن جحش کے بارے میں بھی مروی ہے۔ اس کا ذکر غزوہ احد میں آئے گا۔

طلحہ کا قول ہے: فَلَئِنْ يَذْهَبُوا فَرَّغًا بِقَتْلِ حِبَالٍ۔ قرع کا معنی ہے خون معاف کر دینا اور اس کا بدلہ نہ لینا اور حبال طلحہ کا بھتیجا ہے، اس کا بیٹا نہیں اور وہ حبال بن مسلمہ بن خویلد ہے اور مسلمہ اس کا

بھی تم حبال کو قتل کر کے بغیر قصاص کے یوں ہی بھاگ نہ سکو گے۔“

نَصَبْتُ لَهُمْ صَدْرَ الْحِمَالَةِ إِنَّهَا مُعَاوِدَةٌ قِيلَ الْكَمَةِ نَزَالٌ
”میں نے ان لوگوں کی خاطر اپنی حمالہ نامی اونٹنی کو تکلیفیں دیں، بے شک یہ اونٹنی مسلح سرداروں کو بار بار بلانے والی ہے کہ مقابلے کے لئے اترؤ۔“

فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجَلَالِ مَصُونَةٌ وَ يَوْمًا تَرَاهَا غَيْرَ ذَاتِ جَلَالٍ
”کسی روز تو اسے جھول میں محفوظ دیکھے گا اور کسی روز تو اسے دیکھے گا کہ وہ جھول سے خالی ہے۔“

عَشِيَّةً غَادَرْتُ ابْنَ أَقْرَمَ قَاوِيًا وَ عُكَّاشَةَ الْغَنِيِّ عِنْدَ حِجَالِ
”وہ شام یاد کرو جب میں نے ابن اقرم اور عکاشہ الغنمی کو میدان جنگ میں پیوند خاک کر دیا تھا۔“

ابن ہشام نے کہا: حبال طلحہ بن خویلد کا بیٹا ہے اور ابن اقرم کا نام ثابت بن اقرم انصاری ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا یہ وہی عکاشہ بن محسن ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مرثدہ سنایا

باپ ہے، اسی نے حضرت عکاشہ کو شہید کیا تھا۔ مسلمہ نے آپ کا گلا گھونٹا اور طلحہ نے لزام نامی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ پر وار کیا۔ اور ثابت بھی ایک مخبر نامی گھوڑے پر سوار تھا۔ ارتداد کے واقعات میں اس کا قصہ مشہور ہے۔

واقعی نے ارتداد کے بارے میں اس کے اس قول فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجَلَالِ مَصُونَةٌ کے بعد یہ ذکر کیا ہے: وَ يَوْمًا تَرَاهَا فِي ظِلَالِ عَوَالٍ۔ یعنی اور کسی روز تو اسے اہل وعیال کے سائے میں دیکھے گا۔ الی آخر الشعر۔

ایک خبر میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ اور ثابت بن اقرم البلوی دونوں انصار کے حلیف تھے۔ وہ دونوں حضرت خالد کے لشکر میں تھے جب آپ نے طلحہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مسلمانوں کے آگے نکل گئے اور طلحہ کے گھڑسواروں میں گھس گئے۔ طلحہ انہی کے درمیان تھا۔ وہاں یہ دونوں اکٹھے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ بزاخہ (1) کے دن پیش آیا۔ سلیمان التیمی کے علاوہ تمام سیرت نگاروں نے اسی طرح کہا ہے۔ سلیمان نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکاشہ ایک سریہ میں شہید ہوئے جو رسول اللہ ﷺ نے بنی اسد کی طرف بھیجا تھا لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔

1۔ بزاخہ بنی اسد یا بنی طی کا ایک چشمہ تھا۔

کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی اس طرح جنت میں داخل ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تو انہی میں سے ہے یا فرمایا: اے اللہ! اسے تو ان میں کر دے۔“ یہ سن کر ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے اور دعا ٹھنڈی ہو گئی۔

ہمیں جو خبر حضرت عکاشہ کے گھر والوں سے موصول ہوئی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنَا خَيْرُ فَارِسٍ فِي الْعَرَبِ۔ ”عرب کا بہترین شہسوار ہم میں سے ہے۔“ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عکاشہ بن مھسن۔ حضرت ضرار بن ازور اسدی کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! وہ شخص تو ہم میں سے ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُ مَنَا لِلْجَلْفِ ”وہ تم میں سے نہیں بلکہ حلیف ہونے کی وجہ سے ہم میں سے ہے۔“

بدر کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمن کے مابین گفتگو علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو بلایا، وہ اس روز مشرکین کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا: اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ عبدالرحمن نے کہا: لَمْ يَبْقَ غَيْرُ شِكَّةٍ وَ يَعْبُوبُ وَ صَارِمٌ يَقْتُلُ ضَلَّالَ الشَّيْبِ ”ہتھیاروں کو تنگ کرنے کے لئے لکڑی کے پتھر، لمبے تیز گھوڑے اور اس تلوار کے سوا کچھ باقی نہیں رہا جو بوڑھے گمراہوں کو قتل کرتی ہے۔“

سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

ابن اسحاق نے عکاشہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ذکر کیا جب انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اہل جنت میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔ ”اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔“ صحاح میں یہ حدیث اسی طرح ہے اور ابن اسحاق نے یہ الفاظ زیادہ کہے: وَ بَرَدَتِ الدَّعْوَةُ اور دعا ٹھنڈی ہو گئی۔

یہ وہ بات ہے جو میرے سامنے عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی روایت سے ذکر کی گئی ہے۔

ابو عمر النمری نے بعض اہل علم سے ذکر کیا ہے جن کا انہوں نے نام نہیں لیا کہ جس شخص کو یہ کہا گیا سَبَقْتُ بِهَا عَكَاشَةَ وہ منافق تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا نہ فرمائی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مسند بزار میں ابوصالح کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیار مہاجرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے ابن بطلان نے کہا: حضور ﷺ کے ارشاد سَبَقْتُ بِهَا عَكَاشَةَ کا معنی یہ ہے کہ عکاشہ تم سے اس صفت میں سبقت لے گیا ہے جو ان ستر ہزار جنتیوں کی صفت ہے یعنی پرندوں سے قال بازی کو ترک کرنا وغیرہ۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے یا ان کے اخلاق پر نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ اپنے کلام میں خصوصاً صحابہ کرام کے ساتھ کلام کرنے میں حسن ادب اور شفقت کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بارے میں جو بات میرے نزدیک درست ہے وہ یہ کہ وہ قبولیت دعا کی ساعت تھی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے۔ جب وہ ساعت گزر گئی تو پھر آپ نے اس شخص سے وہ بات کہی تھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی بات کو واضح کرتی ہے کیونکہ آپ نے اس حدیث میں حضرت عکاشہ کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ۔ ”اے اللہ اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔“ پھر کچھ دیر لوگ خاموش رہے اس کے بعد ایک تیسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں عکاشہ اور اس کا ساتھی تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر تو پہلے کہتا تو میں بھی کہہ دیتا اور اگر میں کہہ دیتا تو وہ بات واجب ہو جاتی۔ یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ اور مسند بزار میں بھی ہے یہ معنی حضرت ابن اسحاق کی روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے وبردت الدعوة کے الفاظ زیادہ ذکر کئے ہیں۔ حدیث عکاشہ کی تفسیر میں ہمارے اس بیان پر آگاہ ہو جائیے کیونکہ یہ اسی کتاب کے فوائد میں سے ہے۔

جو لوگ کسی عذر کی بناء پر غزوہ بدر میں حاضر نہ ہو سکے ان میں سے ایک قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ ہیں جو کہ نقباء میں سے تھے۔ چونکہ آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا تھا اس لئے آپ جہاد کے لئے نہ نکل سکے۔ یہ قحطی کا قول ہے، اسی وجہ سے ابن اسحاق نے انہیں اور ابن عقبہ کو اصحاب بدر میں ذکر

مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا گیا بجز امیہ بن خلف کی لاش کے، وہ اپنی زرہ میں پھول گئی تھی جس سے زرہ بھر گئی۔ جب اسے حرکت دی گئی تو اس کا گوشت بکھر گیا۔ اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ جب انہیں کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اوپر کھڑے ہو کر ندا دی: **يَا أَهْلَ الْقَلَيْبِ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا** ”اے کنویں والو! جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا

نہیں کیا لیکن ایک طائفہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک ابن کلبی ہیں اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہے۔

اصحاب قلیب بدر کو نداء

ایک نحوی مسئلہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: **يَا عَتَبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ اِلْحِ- يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ تاء کے ضمہ اور نون کے نصب اور دونوں کے نصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔ جو لوگ جَاءَنِي زَيْدُ ابْنِ فُلَانٍ کو تنوین کے ساتھ بولتے ہیں وہی اسے **يَا زَيْدُ ابْنِ فُلَانٍ** دال کے ضمہ کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور جو لوگ تنوین کے بغیر جَاءَنِي زَيْدُ ابْنِ کہتے ہیں وہی لوگ نداء میں دال کے نصب کے ساتھ **يَا زَيْدُ ابْنِ** بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے بغیر لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں ابن کو ماقبل کے ساتھ ملا کر اسم واحد بنایا گیا ہے۔ اس بناء پر جب آپ کہیں گے **يَا حَارِثُ ابْنِ عَمْرٍو** تو اسے الف کے ساتھ لکھیں گے کیونکہ آپ کی مراد **يَا حَارِثُ** ضمہ کے ساتھ ہے، کیونکہ اگر آپ **يَا حَارِثُ** بولنے کا ارادہ کرتے تو اسے مرخم نہ کرتے کیونکہ وہ اسم کے درمیان آ گیا ہے۔ سیبویہ نے اسے اس قول کے قائم مقام رکھا ہے: **امراء** اسی طرح حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے **و يا ابا جهل بن هشام** کہ اگر ابو جهل کے لام کو تنوین دیں گے تو ابن کو الف کے ساتھ لکھیں گے اور اگر لام کو تنوین نہیں دیں گے تو ابن کو بغیر الف کے لکھیں گے۔**

میں نے اسے سچا پایا۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مرے ہوئے لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا بے شک وہ جانتے ہیں کہ جو ان کے رب نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ سچ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لَقَدْ سَمِعُوا مَا قُلْتُ لَهُمْ ”جو کچھ میں نے انہیں کہا ان لوگوں نے سن لیا۔“ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا: لَقَدْ عَلِمُوا کہ ”بے شک انہوں نے جان لیا۔“

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حمید الطویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: يَا أَهْلَ الْقَلْبِ، يَا عْتَبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَ يَا أُمِّيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَ يَا أَبَا جَهْلٍ بْنَ هِشَامٍ۔ ”اے کنوئیں والو! اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، اے ابو جہل بن ہشام، آپ نے کنوئیں میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس قول کے بارے میں انکار ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَقَدْ سَمِعُوا مَا قُلْتُ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف یہ فرمایا لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ حَقٌّ۔ کہ بے شک انہوں نے جان لیا کہ جو بات میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں موجود نہ تھیں اور دیگر لوگ جو وہاں موجود تھے وہ حضور ﷺ کے الفاظ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُخَاطَبُ قَوْمًا قَدْ جَهِفُوا أَوْ أَجِيفُوا ”یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعٍ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ ”جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اور جب یہ ممکن ہے کہ وہ اس حالت میں جاننے والے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات کو سننے والے بھی ہوں یا تو اپنے سروں کے کانوں کے ساتھ جبکہ ہم یہ کہیں کہ سوال و جواب کے وقت روح پورے جسم کی طرف یا بعض جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور یہ اکثر اہل سنت کا موقف ہے، یا دل یا روح کے کانوں کے ساتھ، یہ اس شخص کے مذہب کے مطابق ہے جو کہتا ہے کہ سوال روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے، روح کو پورے جسم یا بعض جسم کی طرف لوٹایا نہیں جاتا۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ (فاطر) ”اور

ڈالے گئے تمام کفار کو شمار کیا، (پھر فرمایا) هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا ”جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا ہے۔“ تو مسلمانوں نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو ندا فرما رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَ لَكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُونَنِي ”جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ مجھے جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں۔“

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس روز یہ بات فرمائی: يَا أَهْلَ الْقَلْبِ بِشَسْ عَشِيرَةِ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَبْتُونِي وَ صَدَّقْتَنِي النَّاسُ وَ أَخْرَجْتُونِي وَ آوَانِي النَّاسُ وَ قَاتَلْتُونِي وَ نَصَرْتَنِي النَّاسُ ”اے کنوئیں والو! اپنے نبی کے تم بہت برے رشتہ دار تھے، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔“ پھر فرمایا: هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اسے تم نے سچا پایا؟ پھر وہ بات فرمائی جو فرمائی۔

آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔“ یہ آیت اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: أَفَأَنْتَ مِنَ الصُّمِّ أَوْ تَكْفُرُ بِالْعُرَى (الزخرف: 40) ”کیا آپ سنانا چاہتے ہیں بہروں کا یا راہ دکھانا چاہتے ہیں اندھوں کو۔“ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہدایت اور توفیق دیتی ہے اور پسند و نصیحت کو دلوں کے کانوں تک پہنچاتی ہے نہ کہ آپ۔ کفار کو مردہ اور بہرہ انہیں مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ کے طور پر فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو انہیں حقیقت میں سناتی ہے جب وہ چاہے نہ کہ اس کا نبی اور نہ کوئی اور، چنانچہ اس آیت کا مذکورہ بحث کے ساتھ دو صورتوں کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں، ایک یہ کہ یہ آیت صرف کفار کو ایمان کی دعوت کے بارے میں نازل ہوئی، دوسری یہ کہ اس آیت نے نبی کریم ﷺ سے سنانے کی نفی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کیونکہ مردوں کو اللہ تعالیٰ ہی سنا سکتا ہے جب وہ چاہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اصحابِ قلب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

عَرَفْتُ دِيَارَ زَيْنَبَ بِالْكَنْيَبِ كَخَطِ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ
”میں نے ٹیلے پر زینب کے گھر کو اس طرح پہچان لیا جس طرح بوسیدہ کاغذ پر تحریر کے خط کو پہچان لیا جاتا ہے۔“

تَدَاوَلَهَا الرِّيحُ وَ كُلُّ جَوْنٍ مِّنَ الْوَسِيِّ مُنْهَبٍ سَكُوبٍ
ان گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور موسم بہار کا ہر سیاہ بادل لگاتار اور موسلا دھار برستا ہے۔

فَامْسَى رَسْمَهَا خَلْقًا وَ أَمْسَتْ يَبَابًا بَعْدَ سَاكِنِهَا الْحَبِيبِ
پس ان کے نشان بوسیدہ ہو گئے اور وہ اجڑے پڑنے لگیں جبکہ پہلے وہاں کبھی محبوب رہتا تھا۔

فَدَعُ عَنْكَ التَّذَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ وَ رُدَّ حَرَارَةَ الصَّدْرِ الْكَنْيَبِ
”پس تو ہر روز ان کو یاد کرنا چھوڑ دے اور اپنے غمزہ سینے کی حرارت کو ختم کر دے۔“

وَ خَبِرْ بِالَّذِي لَا عَيْبَ فِيهِ بِصِدْقٍ غَيْرِ إِخْبَارِ الْكَذُوبِ
”اور ان جھوٹے قصوں کی اخبار کو چھوڑ کر اس سچی بات کی خبر دے جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کئے گئے ہیں جن میں آپ نے کہا:

كَخَطِ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ

لغت میں القشيب کا معنی ہے جدید لیکن اس شعر میں اس کا کوئی معنی نہیں کیونکہ اہل عرب جب نقشے بیان کرتے ہیں اور انہیں کاغذ پر تحریر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں تو اس وقت تحریر سے ان کی مراد اس کا مٹ جانا اور محو ہو جانا ہوتا ہے کیونکہ یہ چیز گھروں کے نقوش مٹ جانے اور آثار کے محو ہو جانے پر زیادہ دلالت کرنے والی ہوتی ہے۔ اشعار میں اس کی کثرت کی وجہ سے استشہاد کی ضرورت تو نہیں البتہ نابغہ کا یہ شعر پیش خدمت ہے:

وَقَفْتُ فِيهَا أَصِيلًا نَا أَسَائِلُهَا عَيْتَ جَوَابًا وَ مَا بِالرَّبْعِ مِنْ أَحَدٍ

”میں شام کے وقت ان کھنڈرات میں کھڑا ہو کر ان سے پوچھ رہا تھا، انہوں نے ناقابل فہم جواب دیا اور اس ٹیلے پر کوئی بھی نہ تھا۔“

بِمَا صَنَعَ الْمَلِكُ غَدَاةَ بَدْرٍ لَّنَا فِي الْمُشْرِكِينَ مِنَ النَّصِيبِ

إِلَّا الْآوَارِيَّ لَا يَأْمَأُ أَبْنَاهَا وَالنُّوَى كَالْحَوْضِ بِالْمَظْلُومَةِ الْجَلْدِ
”سوائے الوؤں کے، میں کچھ دیر بعد ان سے جدا ہو رہا تھا اور کھودی ہوئی سخت زمین میں
خیمہ کے ارد گرد کی نالی حوض کی مانند تھی۔“

اور زہیر کا قول ہے:

وَقَفْتُ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرَيْنَ حِجَّةً فَلَايَا عَرَفْتُ الدَّارَ بَعْدَ تَوَهُمٍ
”تو اس مقام پر بیس سال بعد کھڑا ہوا تو کچھ دیر وہم و گمان کرنے کے بعد تو نے اس گھر کو
پہچان لیا۔“

ایک اور شاعر نے کہا۔

وَ إِلَّا دُسُومَ الدَّارِ قَفْرًا كَانَهَا سَطُورٌ مَحَاهَا الْبَاهِلِيُّ بْنُ أَصْعَا
”اور سوائے اس گھر کے بے آب و گیاہ نقوش کے (وہاں کچھ نہ تھا) گویا کہ وہ ایسی سطریں
تھیں جنہیں باہلی بن اصمغ نے مٹا دیا ہو۔“

لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہاں القشيب سے وہ چیز مراد لی ہے جس میں کوئی
فاسد کرنے والی چیز مل جائے خواہ وہ کوئی گندگی ہو یا اس کا پرانا پن۔ کہا جاتا ہے طَعَامٌ مُقَشَّبٌ
یعنی وہ کھانا جس میں زہر ملا ہو۔ شاعر ابو خراش خولید بن مرہ الہذلی کہتا ہے:

بِهِ نَدَعُ الْكَيْئَ عَلَى يَدَيْهِ نَحْرُ تَخَالَهُ نَسْرًا قَشِيبًا
”ہم وہاں زرہ پوش آدمی کو بھی اس حال میں چھوڑتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کے درمیان
گلے پر ایک زخم ہوتا ہے جسے تو زہر آلود گدھ خیال کرتا ہے۔“

اس میں قشيب کا معنی زہر آلود ہے کیونکہ القشيب زہر کو کہتے ہیں۔ یہ اس حدیث کی تفسیر
میں ابن قتیبہ کا قول ہے جس میں اس شخص کا ذکر ہے جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔
اس حدیث میں ہے: قَشِينِي رِيحُهَا وَ أَحْرَقْنِي ذَكَاهَا۔ یعنی مجھے جہنم کی بونے زہر آلود کر
دیا اور اس کی مہک نے مجھے جلا دیا۔ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے القشيب کے بارے میں کہا
ہے کہ یہ ایک زہریلا پودا ہے جو شکاری پرندوں کے لئے لگایا جاتا ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں تو
مر جاتے ہیں۔ مزید فرمایا: عرب لوگ چرواہوں میں اپنے مویشیوں کو اس سے دور رکھتے ہیں تا
کہ وہ اسے توڑ نہ دیں مبادا کہ اس کی بو پھیلے اور جانوروں کو ہلاک کر دے۔ پس قتیبہ نے جس

سنا کہ خداوند مقتدر نے ہمیں بدر کے دن مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔

غَدَاةَ كَانَتْ جَمَعَهُمْ جِرَاءَ بَدَتْ أَرْكَانُهُ جُنَحَ الْغُرُوبِ
”وہ دن جب ان کا گروہ کوہِ حراء کی طرح معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی بنیادیں زوال کے وقت جھک گئیں۔“

فَلَا قَيْنَا هُمْ مِّنَّا بِجَمْعٍ كَأْسِدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَ شَيْبِ
”ہم نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جس کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیر تھے۔“

أَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَادَرُوهُ عَلَى الْأَعْدَاءِ فِي لَفْحِ الْحُرُوبِ
”وہ جماعت سیدنا محمد ﷺ کے سامنے تھی جس نے جنگ کی لپیٹ میں آپ ﷺ کی حفاظت کی۔“

بِأَيْدِيهِمْ صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٍ وَ كُلُّ مُجَرَّبٍ خَاطِي الْكُعُوبِ

شعر سے استشہاد کیا ہے اس میں اس قول تَخَالُهُ نَسْرًا قَشِيًّا کا معنی یہ ہے کہ ایسی گدھ جس نے گوشت کے درمیان اس زہر کو کھالیا ہو۔ واللہ اعلم۔ مزید فرمایا: الْآلِبُ بھی قشب کی ایک قسم ہے۔ اگر شکاری پرندوں کو اس کی بو پہنچ جائے تو وہ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اسے کھالیں تو مر جاتے ہیں اور زہریلے پودے کو ضجاج بھی کہتے ہیں۔

مقتول مشرکین کو کنویں میں پھینکنے کا مقصد

اگر یہ کہا جائے کہ مقتول مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا کیا مقصد ہے اور اس میں کون سی مصلحت ہے تو ہم کہیں گے کہ دورانِ جنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کسی انسان کی لاش کے پاس سے گزرتے تو دفن کرنے کا حکم دیتے۔ آپ اس کے مومن یا کافر ہونے کے متعلق دریافت نہیں فرماتے تھے۔ سنن دارقطنی میں اسی طرح مذکور ہے، لہذا مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکا جانا اسی باب سے ہے۔ لیکن چونکہ کفار کے مردوں کی کثرت تھی اس لئے آپ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ انہیں دفن کرنے کا حکم دے کر صحابہ کرام کو مشکل میں ڈالیں جبکہ اس کے بجائے انہیں کنویں میں پھینک دینا صحابہ کرام کے لئے نسبتاً آسان تھا۔ یہ اس بات کے موافق ہے کہ وہ کنواں بنی النار کے ایک آدمی نے کھودا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس لئے وہ کنواں کفار کے لئے تیار کی گئی فال تھا۔ یہ بات بدر کے بارے میں دو قولوں میں سے ایک قول کی بنا پر ہے۔ واللہ اعلم

”ان کے ہاتھوں میں پتلی اور تیز دھار والی تلواریں اور موٹی موٹی گرہوں والے آزمودہ نیزے تھے۔“

بَنُو الْأَوْسِ الْغَطَارِفُ وَأَزْرَتْهَا بَنُو النَّجَارِ فِي الدِّينِ الصَّلِيبِ
”وہ سردارانِ بنو اوس تھے جنہیں دینِ محکم میں بنو نجار نے مدد دی تھی۔“

فَعَادَرْنَا أَبَا جَهْلٍ صَرِيْعًا وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجَبُوبِ
”پس ہم نے ابو جہل کو بچھاڑا ہوا اور عتبہ کو سخت زمین پر پڑا ہوا چھوڑا۔“

وَ شَيْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا فِي رِجَالٍ ذَوِي حَسَبٍ إِذَا نُسِبُوا حَسِيبِ
”اور شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا جن کے نسب جب بیان کیے جائیں تو وہ بڑے نسب والے نکلیں (لیکن وہ خود ایسے بڑے ہیں کہ ان کے نسب کو اب پوچھتا کون ہے؟)“

يُنَادِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ لَمَّا قَدْ فَتَنَاهُمْ كَبَاكِبَ فِي الْقَلِيبِ
”جب ہم نے انہیں جتھوں کی صورت میں کنوئیں میں ڈالا تو رسول اللہ ﷺ انہیں ندا دے رہے تھے:

أَلَمْ تَجِدُوا كَلَامِي كَانَ حَقًّا وَ أَمْرُ اللَّهِ يَأْخُذُ بِالْقُلُوبِ
کیا تم نے نہیں پایا کہ میری بات سچ تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو (بھی) پکڑ لیتا ہے۔“

فَمَا نَطَقُوا وَ لَوْ نَطَقُوا لَقَالُوا صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ذَارِئِي مُصِيبِ
وہ کچھ نہ بولے اور اگر وہ بولتے تو کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ہی صحیح رائے والے تھے۔

اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں یہ بھی ہے: بَنُو الْأَوْسِ الْغَطَارِفِ وَأَزْرَتْهَا۔ اگر آپ ہمزہ کے ساتھ أَزْرَتْهَا کہتے تو بھی جائز ہوتا، اس وقت یہ الازر سے مشتق ہوتا۔ قرآن کریم میں ہے: فَأَزْرَهُ (الفتح: 29) یعنی اس کی جڑ کو مضبوط کیا اور اسے تقویت دی۔ لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے الوزیر کے معنی کا ارادہ کیا ہے کیونکہ آپ نے انہیں وزیر کا نام دیا ہے جو کہ الوزر سے مشتق ہے اور الوزر کا معنی بوجھ ہے کیونکہ وزیر اپنے ساتھی کا بوجھ اٹھاتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ الْوَزْرُ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پناہ گاہ کیونکہ وزیر کی رائے کی پناہ لی جاتی ہے۔ میں نے شیخ ابو بحر کے نسخہ میں اسے بغیر واؤ کے تعلیل شدہ پایا ہے یعنی أَزْرَتْهَا مگر وَأَزْرَتْهَا کا وزن فاعَلْتُ ہے اور أَزْرَتْ کا وزن فاعَلْتُ ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے کفار کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو پکڑ کر کنویں میں لڑھکایا گیا تو میری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کہ وہ غمگین ہیں اور ان کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: يَا أَبَا حَذِيفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مِنْ شَأْنِ أَبِيكَ شَيْءٌ؟ ”اے ابو حذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا؟“ اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ آپ نے عرض کی نہیں قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے، حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ یہ خوبیاں اسے

الجبوب کا معنی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَ عُتْبَةٌ قَدْ تَرَكَنَا بِالْجَبُوبِ۔ جبوب زمین کا نام ہے کیونکہ زمین کو کھودا جاتا ہے اور اس میں دفن شدہ چیزیں نکالی جاتی ہیں۔ یہ قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اہل عرب نے اسے مؤنث میں جبوب ہی کہا ہے جیسے صبور اور شکور اور جبوبة نہیں کہا کہ یہ حلوبة اور رکوبة کے باب سے ہو۔ وہ اس پر کبھی الف لام داخل کرتے ہیں اور کہتے ہیں الجبوب۔ جیسا کہ مذکورہ شعر میں ہے اور کبھی اسے اسم علم بناتے ہیں اور کہتے ہیں جبوب جیسے شعوب ہے۔ شاعر کا قول ہے:

بَنَى عَلَى قَلْبِي وَ عَيْنِي مَكَانَهُ ثَوَى بَيْنَ أَحْجَارٍ دَهْنِ جَبُوبِ
اس نے میرے دل اور میری آنکھوں پر اپنا مکان بنایا جبکہ خود زمین کے گروہ رکھے ہوئے پتھروں کے درمیان آباد (یعنی دفن) ہو گیا۔

اسی سے جَبَان اور جَبَانَةٌ کے الفاظ ہیں جو قبرستان کے لئے بولے جاتے ہیں۔ یہ الجبت اور الجبوب سے فعلان کا وزن ہے۔ الجبان کے معنی میں یہ خلیل کا قول ہے جبکہ دیگر علماء اسے الجبن سے فَعَّال کا وزن قرار دیتے ہیں۔

خاطی الکعوب

یعنی بھری ہوئی مضبوط گرہوں والے۔ کعوب نیزے کی گرہ کو کہتے ہیں اور حضرت حسان کا قول الغطارف اصل میں الغطاريف ہے جیسا کہ جرہمی کے شعر میں پہلے مذکور ہوا۔ تَطَلَّ بِهَا أَمْنَا وَ فِيهَا الْعَصَافِرُ۔ یہ بھی اصل میں العصافير ہے، یا کو ضرورۃ حذف کر دیا گیا۔

اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو یاد کیا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی دعائے خیر سے نوازا اور آپ کی تعریف فرمائی۔

جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہمیں جو خبر ملی ہے اس میں یہ ہے کہ مقتولین بدر کے نو جوانوں کا وہ گروہ جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١٠﴾ (النساء)

”بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان (کی روحوں) کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں، پر فرشتوں نے انہیں کہا: تم کس شغل میں تھے؟ (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا؟ ہم تو بے بس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا: کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تا کہ تم ہجرت کرتے اس میں؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا گیا جو آپ نے بدر کے دن اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اَيْنَ مَالِي يَا خَبِثُ۔ اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ اس نے کہا لَمْ يَبْقَ إِلَّا شِكَّةٌ وَ يَعْجُوبُ۔ الشِّكَّةُ کا معنی ہے ہتھیار اور الیعوب تیز رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں اور ایک قول کے مطابق دراز قد گھوڑے کو کہتے ہیں، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ عِبَابُ الْمَاءِ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تیز رفتاری اور تیز رفتار پانی والی ندیوں کو بھی یعوب کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام السکب تھا۔ یہ سَكَبْتُ الْمَاءَ سے مشتق ہے یعنی میں نے پانی اٹھ دیا۔ اس سے بھی الیعوب کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے والد گرامی سے عرض کیا: ابا جنان! بدر کے روز کئی بار آپ میرے نشانے پہ آئے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تو میرے نشانے پہ آ جاتا تو میں تجھے نہ چھوڑتا۔

آنے کی جگہ ہے۔“

ان کے نام یہ ہیں: بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے حارث بن زمعہ بن اسود بن عبد المطلب بن اسد، بنی مخزوم سے ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم اور ابو قیس بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، بنی جمح سے علی بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح اور بنی سہم سے عاص بن منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔

ان لوگوں کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان کے آباء اور خاندان والوں نے انہیں مکہ میں روک لیا اور انہیں گمراہ کر دیا۔ اس طرح وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے، پھر وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر میدان بدر میں پہنچے جہاں سب قتل ہو گئے۔

بدر کے اموالِ غنیمت کا بیان

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لشکر میں جو مالِ غنیمت لوگوں نے حاصل کیا ہے، جمع کیا جائے۔ چنانچہ وہ جمع کیا گیا۔ اس کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہونے لگا۔ جن لوگوں نے وہ جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہمارا ہے اور جو لوگ دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار رہے اور انہیں تلاش کرتے رہے انہوں نے کہا قسم بخدا! اگر ہم نہ ہوتے تو تم اس مال تک نہ پہنچ سکتے، ہم نے ہی ان لوگوں کو تم سے بے توجہ رکھا یہاں تک کہ تم نے یہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ اس خوف سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کی طرف پلٹ نہ آئے انہوں نے کہا بخدا تم لوگ ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔ بخدا! ہم نے دشمن کو اس

عرش اور عریش

مالِ غنیمت کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف اور اس فریق کی دلیل ذکر کی گئی جو عریش میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ عریش ہر سایہ دار اور سر کے اوپر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کے اوپر بلند ہوں تو اسے عرش کہتے ہیں اور بقول ابو حنیفہ عریش ان چار یا پانچ کھجور کے درختوں کو بھی کہتے ہیں جن کی جڑ ایک ہو۔

بنو عابد اور بنو عائد

ابو اسید کا قول ذکر کیا گیا کہ میں نے بدر کے دن بنی عابد کی تلوار پائی جسے مرزبان کہا جاتا ہے۔ بنی

حالت میں دیکھا کہ ہم انہیں قتل کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکلیں ہمارے حوالے کر دی تھیں اور ہم نے یہ موقع بھی دیکھا کہ اس مال کو لینے سے ہمیں کوئی روکنے والا نہیں تھا لیکن ہمیں رسول اللہ ﷺ پر دشمن کے حملے کا خوف تھا، ہم آپ کے دفاع میں کھڑے رہے۔ اس لیے تم ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبدالرحمن بن حارث اور ہمارے دوسرے اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے ابوامامہ باہلی سے جن کا نام بقول ابن ہشام صدی بن عجلان ہے، روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سورۃ انفال کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ ہم اصحاب بدر کے بارے نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت میں اختلاف کیا اور اس بارے میں ہمارے اخلاق بگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ ہمارے اختیار سے نکال لیا اور اپنے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان بوائے یعنی مساوی تقسیم فرمادی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے بعض بنی ساعدہ نے ابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی کی روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا مجھے بدر کے روز بنی

عابد بنی مخزوم کی شاخ ہے اور وہ بنو عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہیں اور جہاں تک یاء اور ذال معجمہ کے ساتھ بنو عائد کا تعلق ہے تو وہ بنو عائد بن عمران بن مخزوم ہیں جو آل مسیب کی قوم ہے اور اول الذکر آل بنی ساعب کی قوم ہیں۔

کچھ تقسیم کے متعلق

راوی کا قول ہے: فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَوَاءٍ يَقُولُ عَلَى سَوَاءٍ۔ اسے ابو عبید نے الاموال میں روایت کیا ہے جس میں انہوں نے یوں کہا۔ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَوَاقٍ۔ انہوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی۔ جَعَلَ بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مال غنیمت کی تقسیم میں اپنی رائے کے مطابق بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ غریب الحدیث میں ایک اور قول بھی ہے کہ عَنْ فَوَاقٍ کا معنی ہے تقسیم میں جلدی جیسے فَوَاقٍ النَّاقَةُ اونٹنی کی تیزی کو کہتے ہیں۔ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا یہ قول محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور اور زیادہ ثابت ہے۔

عائز مخزومین کی مرزبان نامی تلوار ملی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ مقبوضہ مال غنیمت واپس لوٹا دیں تو میں نے وہ تلوار لا کر مال غنیمت میں ڈال دی۔ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ سے جو چیز مانگی جاتی آپ ﷺ انکار نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ارقم بن ابی ارقم کو اس تلوار کا علم ہوا، انہوں نے وہ تلوار رسول اللہ ﷺ سے مانگی تو آپ ﷺ نے انہیں عطا فرمادی۔

فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو العالیہ (مدینہ کے بالائی محلے) والوں کی طرف اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو السافلہ (مدینہ کے نشیبی محلے) والوں کی طرف اس بات کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فتح عطا فرمائی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر اس وقت پہنچی جب ہم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر مٹی برابر کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ میں اپنے والد کی طرف آیا جبکہ وہ عید گاہ میں کھڑے تھے اور لوگوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوالختری، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف اور حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور مہبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ میں نے کہا ابا جان کیا یہ حق ہے۔ آپ نے کہا: ہاں بیٹا قسم بخدا۔

رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت

پھر رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، مشرکین کے جنگی قیدی آپ

سورۃ انفال کی ابتدائی آیات کی شان نزول

ابو عبیدہ کی ذکر کردہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید بن عاصی کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذوالکثیفہ تھا۔ میں وہ تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کے حصے میں مجھے یہ تلوار عنایت فرمادیجئے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے مقبوضہ مال میں رکھ دوں۔ اس

کے ساتھ تھے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین سے حاصل کیا ہوا مالِ غنیمت بھی لدا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت کی نگرانی پر حضرت عبد اللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار کو مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے ایک رجز گونے کہا، ابن ہشام نے کہا، کہا جاتا ہے کہ وہ عدی بن ابی زغباء تھے:

أَقِمْ لَهَا صُدُورَهَا يَا بَسْبَسَ الْيَسَ بَذَى الظَّلْحِ لَهَا مُعَرَّسُ
”اے بسبس قافلے کو وادی کے اونچے مقام پر ٹھہراؤ۔ کیا ذی لطح کے مقام پر قافلے کے لئے رات گزارنے کی جگہ نہیں ہے؟“

وَلَا بِصَحْرَاءٍ غَمِيٍّ مَحْبَسُ إِنَّ مَطَايَا الْقَوْمِ لَا تُخَيِّسُ
”اور نہ صحراء وغیرہ میں رکنے کی کوئی جگہ ہے؟ بے شک ایسے لوگوں کی سواریوں کو سدھایا نہیں جاتا۔“

فَحَلَّلَهَا عَلَى الطَّرِيقِ أَكْسُ قَدْ نَصَرَ اللَّهُ وَ قَرَّ الْآخِنَسُ
”پس ان سواریوں کو راستے پر لے چلنا زیادہ عظمندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمادی اور اخص بھاگ گیا۔“

پھر رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب الصفراء کی گھاٹی سے نکلے تو اس گھاٹی اور النازیہ کے درمیان سیر نامی ایک ٹیلے پر ایک بڑے درخت کے پاس نزول اجلال فرمایا۔ اس جگہ آپ نے وہ مالِ غنیمت تقسیم فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مسلمانوں کو دلایا تھا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کوچ فرمایا یہاں تک کہ جب مقام روحاء پر پہنچے تو مسلمان آپ سے اس فتح کی مبارکباد پیش کرنے کے لئے ملے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے رفقاء مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن رومان نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ”تم ہمیں کس بات کی مبارکباد

طرح آپ نے مجھ سے وہ مال لے لیا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے کہا میرا بھائی عمیر بھی قتل ہو گیا اور میرا چھینا ہوا مال بھی مجھ سے لے لیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْتَوُونَ عَنِ الْإِنْفَالِ (الانفال: ۱) پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ ہوا مجھے عید فرمادی۔ ابو حبیہ نے کہا: سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ عاصم بن سعید و حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

دے رہے ہو؟ قسم بخدا! ہمارے مقابلہ میں گویا بوڑھی گنچی عورتیں تھیں ان اونٹنیوں کی طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔“ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اَبِیْ اَبْنِ اَخِيْ اَوْلَيْكَ الْمَلَاءُ۔ بھتیجے! وہ لوگ تو سردار تھے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا الملاء کا معنی اشراف اور سردار ہے۔

نضر اور عقبہ کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول اللہ ﷺ مقام صفراء پر تھے تو نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ جیسا کہ مکہ کے بعض اہل علم نے مجھے خبر دی۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب عرق الظبہ کے مقام پر پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط بھی قتل کر دیا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عرق الظبہ کے الفاظ غیر ابن اسحاق سے منقول ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جس شخص نے عقبہ کو گرفتار کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں جن کا تعلق بنی عجلان سے ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو وہ بولا: اے محمد (ﷺ) میری چھوٹی بچی کا کون پرسان حال ہوگا؟ فرمایا آگ۔ اس کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی ارح قلع

عقبہ بن ابی معیط

بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کروادیا اور جس شخص نے اسے قیدی بنایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں۔ یہ سلمہ لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ سلمہ بن مالک ہیں جو بنی عجلان کے فرد ہیں۔ یہ نسب کے لحاظ سے بلوی ہیں اور عہد و پیمان کے لحاظ سے انصاری ہیں۔ انہیں احد کے روز شہید کر دیا گیا۔ جہاں تک عقبہ بن ابی معیط کا تعلق ہے تو ابی معیط کا نام ابان بن ابی عمرو ہے اور ابو عمرو کا نام ذکوان بن امیہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امیہ نے ایک لونڈی سے زنا کیا تھا یا لونڈی نے اس سے زنا کرایا تھا۔ وہ لونڈی ابو عمرو کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔ اس طرح امیہ نے جاہلیت کے دستور کے مطابق ابو عمرو کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسی وجہ سے جب عقبہ نے کہا تھا اَقْتُلْ مِنْ بَيْنِ قُرَيْشٍ صَبْرًا۔ کیا قریش کے درمیان سے صرف مجھے قتل کیا جائے گا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: حَنْ قَدْ خُ لَيْسَ مِنْهَا (۱) ”جوئے کے اس تیر نے آواز نکالی جو ان تیروں میں سے نہیں تھا۔“ آپ کا اشارہ اس کے نسب کی طرف تھا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات جوئے میں ایک مستعار تیر

۱۔ یہ ایک ضرب الثل ہے جو اس شخص کے بارے میں بولی جاتی ہے جسے ایسے نسب کی طرف منسوب کیا جائے جس سے وہ نہ ہو۔

انصاری رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ بنی عمرو بن عوف کے فرد ہیں جیسا کہ ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے مجھ سے بیان کیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بات میرے سامنے ابن شہاب زہری اور دیگر اہل علم نے ذکر کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اسی مقام پر فروہ بن عمرو البیاضی کے آزاد کردہ غلام ابو ہند نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور ایک مشک (حمیت) پیش کی جو حیس (کھجور، پنیر اور گھی ملا کر تیار کیا جانے والا حلوا) سے پر تھی۔ علامہ ابن ہشام نے کہا حمیت کا معنی مشک ہے۔ یہ ابو ہند غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے حجام تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا هُوَ اَبُو هِنْدٍ اَمْرُو مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاتَّكِحُوْهُ وَاَنْكِحُوْا اِلَيْهِ ”یہ ابو ہند انصار کے ایک فرد ہیں، ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرو“۔ صحابہ کرام نے اس حکم کی تعمیل کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ قیدیوں سے ایک روز پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن اسعد بن زرارہ نے کہا: جنگی قیدی اس وقت لائے گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا آل عفراء کے پاس عفراء کے

اصلی تیروں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جس سے کامیابی اور برکت کا تجربہ کیا جاتا ہے اور اسے اسی وجہ سے مستعار لیا جاتا ہے، اس تیر کو منہح کہا جاتا ہے جب اس تیر کو سارنگی میں اصلی تیروں کے ساتھ حرکت دی جائے تو اس کی آواز دوسرے تیروں سے ممتاز ہوتی ہے کیونکہ اس کا جوہر اصلی تیروں کے جوہر کے مخالف ہوتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے حَنْ قَدْ حَ لَيْسَ مِنْهَا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ ضرب الشل بیان فرمائی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ عقبہ قریش سے نہیں ہے۔ اسی طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا ”تو تو یہودی ہے اور اہل صفوریہ (۱) سے ہے“ کیونکہ جس لونڈی نے اس کے باپ کو جنا تھا وہ اہل صفوریہ کے ایک یہودی کی لونڈی تھی اس کا نام ترنی تھا۔ یہ قسمی کا قول ہے۔ اسی طرح جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عالم انساب دغفل بن حظلہ سے پوچھا: کیا تم نے

1۔ صفوریہ اردن کا ایک شہر ہے۔

دونوں بیٹوں عوف اور معوذ کی تعزیت کے لئے موجود تھیں۔ یہ واقعہ عورتوں پر پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: قسم بخدا! میں ان کے پاس ہی تھی جب ہمیں قیدیوں کے لائے جانے کی اطلاع ملی۔ میں فوراً گھر لوٹی، رسول اللہ ﷺ گھر ہی میں تھے تو دیکھا کہ ابویزید سہیل بن عمرو حجرے کے ایک کونے میں ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی سے اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں۔ قسم بخدا! ابویزید کو اس حالت میں دیکھ کر میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور میں نے کہہ دیا: اے ابویزید! تم لوگوں نے قیدی بننا گوارا کر لیا، عزت کی موت مر کیوں نہ گئے! قسم بخدا! حجرے میں سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے سوا کوئی مجھے ہوش میں نہ لایا: يَا سَوْدَةُ اَعْلَى اللّٰهِ وَ دَسُوْلِهِ تَحَرَّضِيْنَ؟ اے سودہ! کیا اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر ابھار رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! جب میں نے ابویزید کی یہ حالت دیکھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں تو یہ بات کہنے سے اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عبدالدار کے ایک فرد نبیہ بن وہب نے بیان کیا کہ جب قیدی لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا اور فرمایا: اِسْتَوْصُوا بِالْاَسَارِیْ خَيْرًا ”قیدیوں سے نیک سلوک کی وصیت یاد رکھو“۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھا۔ ابو عزیز نے کہا: میرا بھائی مصعب بن عمیر اور انصار کا ایک شخص جو مجھے قید کرنا چاہتا تھا میرے پاس سے گزرے تو میرے بھائی نے اسے کہا: اسے خوب کس کر باندھ لو کیونکہ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے، شاید وہ تجھے اس کا فدیہ ادا کر دے۔ ابو عزیز نے کہا: جب لوگ مجھے بدر سے لے کر آ رہے تھے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ جب وہ لوگ اپنا ناشتہ اور شام کا کھانا لاتے تو ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود صرف

حضرت عبدالمطلب کو پایا؟ تو اس نے کہا ہاں، میں نے انہیں بڑھاپے کی عمر میں خوبصورت چہرے والا اور سڈول جسم والا پایا۔ ان کے دس بیٹے انہیں ستاروں کی مانند گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے امیہ بن عبد شمس کو دیکھا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے اسے دیکھا کہ وہ کمزور نظر والا، نیلگوں اور بد شکل ہے۔ اس کا غلام ذکوان اس کے آگے آگے چلتا تھا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس! وہ تو اس کا بیٹا ابو عمرو ہے، دغفل نے کہا یہ تم ہی کہتے ہو۔

کھجوریں کھا لیتے، جب بھی ان میں سے کسی کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آجاتا تو وہ اسے پھونک جھاڑ کر مجھے پیش کر دیتا۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی، میں وہ ٹکڑا اسے واپس دیتا لیکن وہ اسے پھر مجھے واپس دے دیتا اور چھوٹا تک نہ تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابو عزیز غزوہ بدر میں نصر بن حارث کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کا علمبردار تھا۔ جب اس کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابویسر کو جس نے اسے قید کر رکھا تھا، وہ بات کہی جو کہی (کہ اسے خوب کس کر باندھ لو) تو ابو عزیز نے اسے کہا: یَا اَیْحٰی ہٰذِہٖ وَصَاتُکَ بَیْ ”میرے بھائی! میرے لئے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو“۔ تو حضرت مصعب نے اسے کہا: اِنَّہٗ اَیْحٰی دُوْنَکَ ”میرا بھائی یہ ہے نہ کہ تم“۔ اس کی ماں نے پوچھا: کسی قرشی کا سب سے گراں قیمت فدیہ کیا ہے؟ تو اسے کہا گیا چار ہزار درہم۔ اس نے چار ہزار درہم فدیہ بھیج کر اسے آزاد کرالیا۔

بنی امیہ کے نسب میں طعن

حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ طعن بنی امیہ میں سے صرف عقبہ کے نسب کے ساتھ خاص ہے۔ خود امیہ کے نسب میں ایک اور بات ہے جو سارے کنبہ کو شامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سفینہ (1) مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب انہیں کہا گیا بنی امیہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہوگی تو آپ نے فرمایا: ”امیہ کی سرین نے زرقاء کے بیٹوں کو جھٹلایا بلکہ وہ تو بادشاہ ہیں اور برے بادشاہوں میں سے ہیں“۔ کہا جاتا ہے یہی زرقاء امیہ بن عبد شمس کی ماں ہے، اس کا نام ارنب ہے۔ یہ کتاب الامثال میں اصہبانی کا قول ہے، انہوں نے کہا یہ زرقاء دورِ جاہلیت میں جھنڈوں والی عورتوں میں سے تھی (2)۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے معاملہ کو مٹا دیا اور انساب میں طعن کرنے سے منع فرمایا۔ اگر بنی امیہ کے نسب پر طعن کرنے سے باز رہنا صرف حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ضروری ہے تو یقیناً آپ اس بات کے لائق ہیں۔

ابو ہند حجام

ابو ہند حجام کا ذکر کیا گیا کہ وہ بدر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ ابو ہند کا نام عبد اللہ ہے۔

1۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام مہران ہیں۔

2۔ دورِ جاہلیت میں زانی عورتیں ایسے جھنڈے گاڑتی تھیں جن سے پتہ چلا کہ یہ زانی عورت کا گھر ہے۔

قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی

علامہ ابن اسحاق نے کہا قریش کے مصیبت زدہ افراد میں سے سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ حسیمان بن عبد اللہ خزاعی تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منہ اور ابوالبختری بن ہشام موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جب وہ اشراف قریش کو شمار کرنے لگا تو صفوان بن امیہ جو مقام حجر (حطیم) میں بیٹھا تھا، کہنے لگا بخدا! اگر یہ شخص عقل رکھتا ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے کہا صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟ اس نے کہا وہ تو یہ مقام حجر میں بیٹھا ہوا ہے، بخدا! میں نے اس کے باپ اور بھائی کی لاش کو دیکھا ہے۔

یہ فردہ بن عمرو البیاسی کا آزادہ کردہ غلام ہے۔ رہا طیبہ حجام (۱) تو وہ بنی حارثہ کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس کا نام نافع ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام دنیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام میسرہ ہے، یہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوا۔

بدر کے جنگی قیدی

قیدیوں میں ابو عزیز بن عمیر کا ذکر ہوا جبکہ وہ قیدی کی حالت میں اپنے بھائی مصعب کے پاس سے گزرا اور حضرت مصعب نے اسے قید کرنے والے کو کہا اسے خوب کس کر باندھ لو، الحدیث۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہجرت کے باب میں حضرت مصعب کے اسلام لانے کا واقعہ اور جوان کی ماں ان کے ساتھ سلوک کرتی تھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ میں نے ان کے اور ان کے بھائیوں کے تعارف کو اس مقام تک مؤخر کیا ہے۔ رہا ابو عزیز تو اس کا نام زرارہ ہے اور اس کی ماں جس نے اس کا فدیہ بھیجا وہ ام خناس بنت مالک العامریہ ہے۔ یہی اس کے بھائی مصعب اور اس کی بہن ہند بنت عمیر کی ماں بھی ہے اور یہی ہند کعبہ کے دربان شیبہ بن عثمان کی ماں ہے جو بنی شیبہ کا جد اعلیٰ ہے۔ ابو عزیز مشرف باسلام ہو گیا اور حدیث کی روایت کی اور اس کے بھائی ابوالروم اور ابویزید بھی مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بھائی مصعب کے اسلام میں کوئی خفاء نہیں۔ زبیر بن بکاری کا یہ قول غلط ہے کہ ابو عزیز کو حالت کفر میں احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ یہ اہل اخبار میں سے کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہے، ان سے نبیہ بن وہب وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ شاید احد کے روز حالت کفر میں قتل ہونے والا ان کا کوئی اور بھائی ہے۔

۱۔ شاید یہ یحییٰ ہے۔ صحیح نام ابو طیبہ ہے۔ یہ نافع حجام کی کنیت ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع نے کہا: میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام ہم گھر والوں میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباس، حضرت ام فضل اور میں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے، ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ وہ بہت مال دار تھے، ان کا مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ابولہب بھی بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا۔ تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا، جو شخص بھی پیچھے رہ گیا اس نے اپنی جگہ کوئی اور آدمی بھیجا تھا۔ جب اس کے پاس بدر کے مصیبت زدہ قریشیوں کی خبر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و رسوا کر دیا لیکن ہم نے اپنے دلوں میں قوت و عزت کا احساس کیا۔ ابورافع کہتے ہیں میں ایک ضعیف شخص تھا، تیر بنانے کا کام کرتا تھا اور زمزم کے حجرہ میں انہیں بنایا کرتا تھا۔ بخدا! میں اس حجرے میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا اور میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی ہوئی تھی جو خبر ہمیں پہنچی تھی اس نے ہمیں مسرور کر دیا تھا۔ اتنے میں ابولہب بری طرح پاؤں گھسیٹتے ہوئے وہاں آ گیا اور حجرہ کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ لوگوں نے کہا یہ ہے ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب --- ابن ہشام نے کہا ابوسفیان کا

ابورافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی

ابورافع کا نام اسلم ہے۔ ابن معین نے کہا آپ کا نام ابراہیم ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آپ کا نام ہرمز ہے (1) آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبلی غلام تھے۔ انہوں نے آپ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کر دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور ابورافع نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اسلام کی خوشخبری دی تو حضور نے انہیں آزاد کر دیا۔ چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سعید بن عاصی کے بیٹوں کے غلام تھے۔ وہ دس بیٹے تھے، ان سب نے آپ کو آزاد کر دیا سوائے خالد بن سعید کے انہوں نے اپنا حصہ نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو آزاد کر دیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واقعی کے قول کے مطابق آپ کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔

1۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام یسار ہے، ایک قول میں صالح اور ایک میں عبد الرحمن ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ مشہور ترین قول ہے۔

نام مغیرہ تھا۔۔۔ جو ابھی ابھی آیا ہے۔ ابولہب بولا اے بھتیجے! مجھے یہ بتاؤ کہ وہاں لوگوں پر کیا گزری؟ ابوسفیان نے کہا بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیے پھر وہ جیسے چاہتے تھے ہمیں تہ تیغ کرتے گئے اور جیسے چاہتے تھے ہمیں اسیر بناتے گئے۔ بخدا بایں ہمہ میں لوگوں کی ملامت نہیں کرتا۔ ہمارا مقابلہ ابلق گھوڑوں پر سوار سفید لباس میں ملبوس لوگوں سے ہوا جو زمین و آسمان کے درمیان کھڑے تھے۔ بخدا! وہ کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے اور ان کے مقابلے میں کوئی چیز قائم نہ رہتی تھی۔ ابورافع کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے حجرے کی طنائیں اٹھائیں پھر کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے

ام فضل اور ابولہب کی پٹائی

ابولہب کا ذکر ہوا اور جو اس نے حضرت ابورافع کو مارا جب آپ نے فرشتوں کا ذکر کیا اور ام فضل نے ان کی مدد کی اور ابولہب کو مارا۔ ام فضل کا نام لبابۃ الکبریٰ بنت حارث بن حزن بن بحیر بن ہزم بن رویہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ الہلالیہ ہے۔ یہ حضرت میمونہ کی بہن ہیں اور ان کی بہن لبابۃ الصغریٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سات شریف بیٹے پیدا ہوئے۔ شاعر کا قول ہے:

مَا وَلَدْتُ نَجِیَّةً مِّنْ فَحْلٍ كَسَبَعَةٍ مِّنْ بَطْنِ أُمِّ الْفَضْلِ
”حضرت ام فضل کے بطن سے پیدا ہونے والے سات بیٹوں کی مانند کسی شریف عورت نے کسی مرد سے بچے نہیں جنے۔“

اور وہ عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمن، فضل، معبد، قثم ہیں اور ساتویں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کثیر بن عباس ہیں لیکن کثیر کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کی ماں رومیہ ہے اور حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے صرف وہی بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ہم نے ذکر کئے اور ایک ان کی بہن ہے اور وہ ام حبیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے یونس بن بکیر کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ بچپن میں اپنے ہاتھوں پر ریختی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر یہ لڑکی بالغ ہوئی اور میں زندہ رہا تو میں اس سے شادی کروں گا۔“ لیکن ان کے بالغ ہونے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ ان کے ساتھ حضرت سفیان بن اسود بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمرو الحزومی نے شادی کی اور ان سے آپ کے دو بیٹے رزق اور لبابہ پیدا ہوئے۔

تھے۔ یہ بات سن کر ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا، میں نے بھی اس کا بدلہ لیا تو اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا پھر میرے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے مارنے لگا، میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام فضل نے اٹھ کر خیمے کی ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر بری طرح پھٹ گیا۔ ام فضل نے کہا تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے کہ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔ چنانچہ ابولہب ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ بخدا سات روز ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس نے اسے ہلاک کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت ام فضل نے ابولہب کے سر پر خیمے کی چوب ماری تو اس کا سر پھٹ گیا، اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس کے باعث وہ ہلاک ہو گیا۔ علامہ طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ عدسہ ایک پھوڑا ہے جس سے عرب بدشگونی لیتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس کی وبا بڑی شدید ہوتی ہے۔ جب ابولہب اس مرض میں مبتلا ہوا تو اس کے بیٹے اس سے دور ہو گئے، وہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا، کوئی بھی اس کے قریب نہ جاتا تھا۔ جب انہیں لعنت ملامت کا خوف ہوا تو انہوں نے ایک لکڑی کے ذریعے اس کی لاش کو دھکیل کر اس کے گڑھے میں پھینک دیا پھر دور سے اس پر پتھر پھینک کر اس کی لاش کو چھپا دیا اور حضرت ابن اسحاق نے یونس کی روایت میں کہا ہے کہ انہوں نے اس کے لئے گڑھا نہیں کھودا تھا بلکہ ایک دیوار کے سہارے اس کی لاش کو کھڑا کیا گیا، دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینک کر اس کو چھپا دیا گیا اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس جگہ سے گزرتیں تو اپنا چہرہ چھپا لیتی تھیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے کسی اہل خانہ نے خواب میں اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ تویبہ لونڈی کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے۔ ابوزید سے اصیلی کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اصیلی کے علاوہ دیگر کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ تویبہ لونڈی کے آزاد کرنے پر مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے اور اس نے سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان فاصلے کی طرف اشارہ کیا۔ غیر بخاری کی روایت میں ہے کہ اس کے اہل خانہ کے جس فرد نے اسے دیکھا وہ اس کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ابولہب کی موت کے بعد ایک سال تک اسے خواب میں دیکھتا رہا پھر میں نے اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی آرام نہیں پایا بجز اس کے کہ مجھ سے ہر سوموار کو عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا قریش نے اپنے مقتولوں پر نوحہ کیا پھر انہوں نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو یہ خبر پہنچے گی تو وہ تمہاری اس حالت پر خوش ہوں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے کسی کو نہ بھیجو یہاں تک کہ تم ان کے بارے میں خوب غور و فکر کر لو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب فدیہ کے بارے میں تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں۔ راوی کہتے ہیں اسود بن مطلب کی اولاد میں سے تین نوجوان زمعہ بن اسود، عقیل بن اسود اور حارث بن زمعہ مارے گئے تھے۔ وہ اولاد پر رونا چاہتا تھا، وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک رات اس نے کسی رونے والی کی آواز سنی۔ اس کی اپنی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک غلام کو کہا دیکھو کیا آہ و بکا کی اجازت دے دی گئی ہے، کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر رونا شروع کر دیا ہے؟ تا کہ میں ابو حکیمہ یعنی زمعہ پر رولوں کیونکہ میرے پیٹ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں جب غلام واپس آیا تو اس نے کہا وہ تو ایک عورت رورہی تھی جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں اس موقع پر اسود نے یہ شعر کہے:

رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت سوموار کے روز ہوئی اور ثویبہ نے اسے آپ کی ولادت با سعادت کی خوشخبری دی تھی اور اسے کہا تھا: کیا تجھے پتہ چلا کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تیرے بھائی حضرت عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا پیدا ہوا ہے؟ اس نے اسے کہا جاتو آزاد ہے۔ اس چیز نے اسے دوزخ کی آگ میں نفع دیا (۱) جس طرح اس کے بھائی ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت نے نفع پہنچایا کہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہے ابوطالب کے باب میں گزر چکا ہے کہ یہ نفع صرف عذاب میں تخفیف ہے ورنہ کافر کے تمام اعمال بلا اختلاف مٹ جاتے ہیں یعنی نہ وہ انہیں اپنے میزان میں پائے گا اور ان کے ذریعے جنت میں داخل ہوگا اور رسول اللہ ﷺ

1۔ ہر وہ عمل جو کوئی بندہ حالت کفر میں کرتا ہے اس کا ثواب اسے دنیا میں مل جاتا ہے یا تو مال کی صورت میں یا صحت اور اولاد وغیرہ کی صورت میں، یہاں تک کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس کے لئے کسی نیکی کا ثواب نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَدْ مَنَّآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا (فرقان) ترجمہ: ”اور ہم متوجہ ہوں گے ان کے کاموں کی طرف اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے“۔ ارشاد فرمایا: وَمَا تَرْبُکَ بِظِلٍّ وَّلَیْلَیْنِیْنِ (حم السجدہ) ترجمہ: ”اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں“۔ اور فرمایا: مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیْوَةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا (ہود: 15) ترجمہ: ”جو طلبگار ہیں دنیوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے“۔ الآیۃ

اَتَّبِكِي اَنْ يَّضِلَّ لَهَا بَعِيْرٌ وَ يَنْتَعَهَا مِنَ التَّوَمِ الشُّهُوْدُ
”کیا وہ اس بات پر رورہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔“

فَلَا تَبْكِي عَلٰی بَكْرِ وَّ لٰكِنْ عَلٰی بَدْرِ ثَقَا صَرَتِ الْجُدُوْدُ
”وہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے بلکہ سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔“

عَلٰی بَدْرِ سَرَاةٍ يِّنِيْ هُصَيْصِ وَّ مَخْزُوْمِ وَّ رَهْطِ اَبِي الْوَلِيْدِ
”سانحہ بدر پر روئے، بنی ہصیص اور بنی مخزوم کے بہترین فرزندوں پر اور ابو الولید کی جماعت پر روئے۔“

وَبَكِّيْ اِنْ بَكَيْتِ عَلٰی عَقِيْلٍ وَ بَكِّيْ حَارِثًا اَسَدَ الْاَسُوْدِ
اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل کے قتل پر روؤ اور حارث کے قتل پر روؤ جو شیروں کا شیر تھا۔
وَبَكِّيْهِمْ وَ لَا تَسِيْ جَبِيْعًا وَ مَا لِاَبِيْ حَكِيْمَةٍ مِنْ نَّدِيْدٍ
”ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو۔ ابو حکیم (اس کے بیٹے زمعہ کی کنیت) کا تو کوئی ہمسرہ ہی نہیں۔“

اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ وَ لَوْ لَا يَوْمٌ بَدْرِ لَمْ يَسُوْدُوْا
”ان کے بعد اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا ان اشعار میں اقواء (شعر کے قافیہ کو مختلف کرنا یعنی کسی کو رفع اور کسی کو جردینا) ہے اور یہ عربوں کے اشعار میں معروف ہے اور ہمارے نزدیک ان اشعار میں اکفاء (قافیہ کا حرف روی بدل جانا) ہے۔ اور ہم نے ابن اسحاق کی روایت سے وہ اشعار گرا دیے ہیں جو اس سے بھی زیادہ مشہور تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اسیران جنگ میں ابو دواعہ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔ رسول اللہ

مدینہ منورہ میں ثویبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور اسے تحفے دیتے تھے کیونکہ اس نے آپ کو اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے اس کے متعلق اور اس کے بیٹے جس کا نام مسروح تھا، کے متعلق پوچھا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔

ﷺ نے فرمایا اس شخص کا مکہ مکرمہ میں ایک لڑکا بڑا زریک تاجر اور مالدار ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا چاہتا ہے۔ جب قریش نے کہا کہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے میں جلدی نہ کرو تا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں تو ابووداعہ کے بیٹے مطلب نے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ الفاظ فرمائے، کہا تم نے سچ کہا، ہرگز جلدی نہ کرنا اور خود رات کو کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے آیا۔

سہیل بن عمرو کا فدیہ

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے اسیرانِ جنگ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آدی بھیجے تو مکرز بن حفص بن اخیف سہیل بن عمرو کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا، اسے بنی سالم بن عوف کے فرد حضرت مالک بن دشتم نے قیدی بنایا تھا، انہوں نے کہا:

أَسْرَتْ سُهَيْلًا فَلَا آتَيْحَىٰ أَسِيرًا بِهِ مِنْ جَمِيعِ الْأَمَمِ
”میں نے سہیل کو قیدی بنایا اور اس کے بدلے میں تمام اقوام سے کسی کو بھی قیدی نہیں بنانا چاہتا۔“

وَ خِنْدِفٌ تَعْلَمُ أَنَّ الْفَتْحَىٰ فَتَاهَا سُهَيْلٌ إِذَا يُظْلَمُ
اور بنی خندف جانتے ہیں کہ سہیل ہی اپنے قبیلے کا جواں مرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔
ضَرَبْتُ بِذِي الشَّفْرِ حَتَّىٰ انْتَنَىٰ وَ أَكْرَهْتُ نَفْسِي عَلَىٰ ذِي الْعَلَمِ

ضمیرہ

مطلب بن ابی وداعہ بن ضمیرہ کا ذکر ہوا۔ خطاب بنی نے غزوی سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اسے ضاد مجسمہ کے ساتھ ضمیرہ بولا جاتا ہے اور ضمیرہ کے باپ کا نام عوف ہے۔

ابن دشتم

مالک بن دشتم بن مرضیہ کا ذکر ہوا۔ دشتم کو دخیش بھی کہا جاتا ہے اور ابن دخیش بھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کی تھی: ایک انصاری آدی۔ آپ کو پتہ نہ چلا کہ وہ آپ سے کیا سرگوشی کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے بلند آواز سے بات کی تو آپ نے سنا کہ وہ اس شخص کے قتل کے بارے میں اجازت لے رہا ہے۔ یہ واقعہ مؤطا امام

”میں نے تلوار والے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے ہونٹ کٹے سے جنگ کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کیا۔“

سہیل ایسا شخص تھا جس کا نیچے والا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا بعض علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مالک بن دھم کے ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عامر بن لوی کے ایک شخص محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں سہیل بن عمرو کے سامنے والے دانت نکال دوں تاکہ اس کی زبان منہ سے باہر نکل آئے اور وہ آپ کے خلاف کسی جگہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا أَمْلُ بِهٖ فَيَمِثِّلَ اللّٰهُ بِيْ وَ اِنْ كُنْتُ نَبِيًّا ”میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا مبادا کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی مثلہ کر دے اگرچہ میں نبی ہوں۔“

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھے یہ بھی خبر پہنچی کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا: اِنَّهٗ عَسٰى اَنْ يَقُوْمَ مَقَلَمًا لَا تَدُمُهٗ ”امید ہے کہ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی مذمت نہ کرو۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس مقام والی حدیث کا ذکر میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مقام پر کروں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب مکرز نے لوگوں سے سہیل کے بارے میں بات چیت کی اور ان کی رضا مندی حاصل کر لی تو لوگوں نے کہا: لاؤ جو کچھ ہمیں دینا ہے۔ اس نے کہا اس کے پاؤں کے بجائے میرا پاؤں رکھ لو (یعنی اس کے بجائے مجھے قید کر لو) اور اسے آزاد کر دو تاکہ وہ

مالک کی حدیث میں ہے اور جس شخص نے آپ سے سرگوشی کی وہ عتبان بن مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مالک بن دھم کو نفاق سے بری کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لوگوں نے عرش کی زبان کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ لوگوں نے عرش کی زبان کیوں نہیں۔ تو موطا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا بَشَّ اللّٰهُ تَعَالٰی نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رُسلا پتہ ہوئے۔

تمہارے پاس اپنا فدیہ بھیج دے۔ چنانچہ مسلمانوں نے سہیل کو چھوڑ دیا اور اس کے بجائے مکرز کو اپنے پاس قید کر لیا۔ مکرز نے کہا:

فَدَيْتُ بِأَذْوَادِ ثَمَانٍ سَبَاً فَتَى يَنَالُ الصَّيِّمَ غُرْمَهَا لَا الْمَوَالِيَا
”میں نے قیمتی اونٹوں کے ساتھ اس نوجوان کا فدیہ ادا کیا۔ ایسا فدیہ سردار ہی ادا کرتے ہیں نہ کہ غلام۔“

رَهْنَتْ يَدِي وَالْمَالُ أَيْسَرُ مِنْ يَدِي عَلَى وَ لَكِنِّي خَشِيتُ الْمَخَازِيَا
”میں نے اپنا ہاتھ گروی رکھ دیا حالانکہ مجھ پر مال کا گروی رکھنا ہاتھ سے آسان ہے لیکن میں رسوائیوں سے ڈرا۔“

وَ قُلْتُ سُهَيْلٌ خَيْرُنَا فَاذْهَبُوا بِهِ لِابْنَانَا حَتَّى نُدِيرَ الْأَمَانِيَا
”اور میں نے کہا سہیل ہم سب سے بہتر ہے اس لئے ہمارے بچوں کی خاطر اسے لے جاؤ تاکہ ہم اپنی امیدوں کو حاصل کر لیں۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مکرز کے ہیں۔

عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں عمرو بن ابی بن حرب بھی تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کا نواسہ تھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عمرو بن ابی سفیان کی ماں ابو عمرو کی بیٹی اور ابو معیط بن ابی عمرو کی بہن تھی اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ابو سفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو۔ تو اس نے کہا: کیا مجھ پر میرا خون اور میرا مال دو

کچھ مکرز کے اشعار کے بارے میں

مکرز کا ذکر ہوا۔ مکرز کے نام کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ اسے میم کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن سیرت میں یہ نام صرف کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

مکرز کا قول ہے: فَدَيْتُ بِأَذْوَادِ ثَمَانٍ سَبَاً فَتَى۔ اس میں ثمان ثاء کے کسرہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ثمین کی جمع ہے جیسے سَمِين کی جمع سَمَان آتی ہے۔

چیزیں جمع ہوں گی کہ انہوں نے حنظلہ کا خون بھی بہا دیا اور اب میں عمرو کا فدیہ بھی ادا کروں؟ عمرو کو ان کے پاس ہی رہنے دو، وہ اسے جب تک چاہیں اپنے پاس روکے رکھیں۔

راوی فرماتے ہیں، وہ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں قید تھا کہ بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی معاویہ کے ایک فرد حضرت سعد بن نعمان بن اکال رضی اللہ عنہ اپنی جوان بیوی کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ عمر رسیدہ مسلمان تھے۔ آپ نقیج (مدینہ کے نواح میں ایک بستی) میں اپنے ریوڑ سمیت قیام پذیر تھے۔ وہاں سے آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ کو یہ وہم و خیال بھی نہ تھا کہ وہ کسی ایسے شخص سے سوائے بھلائی کے اور کوئی تعرض نہیں کرتے جو حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے لیکن ابوسفیان بن حرب نے مکہ مکرمہ میں آپ پر ظلم کیا اور آپ کو اپنے بیٹے عمرو کے بدلے مجبوس کر لیا پھر ابوسفیان نے یہ شعر کہے:

أَرْهَطَ ابْنِ أَكَّالٍ أَجِيبُوا دُعَاءَهُ ۖ تَعَاقَدْتُمْ لَا تُسَلِّبُوا السَّيِّدَ الْكَهْلَا
”اے بنی اکال کی جماعت! اس کی پکار کا جواب دو، تم نے اس سے معاہدہ کیا لہذا عمر رسیدہ سردار کو دشمن کے ہاتھوں میں نہ چھوڑو۔“

فَإِنْ نَبِيٌّ عَمْرٍو لِنَامٍ أَذَلَّةٌ لَّيْنٌ لَّمْ يَفْكَوْا عَنْ أَسِيرِهِمُ الْكَبَلَا
”کیونکہ بنی عمرو کینے اور ذلیل ٹھہریں گے اگر انہوں نے اپنے قیدی (کے پاؤں) سے بیڑی نہ کھلوائی۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

لَوْ كَانَ سَعْدٌ يَوْمَ مَكَّةَ مُطْلَقًا لَا كَثَرَ فِيكُمْ قَبْلَ أَنْ يُؤَسَّرَ الْقَتْلَا
اگر سعد مکہ میں اس روز آزاد ہوتے تو اسیر ہونے سے پہلے وہ تمہیں کثرت سے قتل کرتے۔
بِعَضْبٍ حُسَامٍ أَوْ بِصَفْرَاءَ نَبْعَةٍ تَحِنُّ إِذَا مَا أُنبِضَتْ تَحْفِرُ النَّبَلَا
”تیز تلوار کے ساتھ یا نبعہ (درخت) کی زرد کمان کے ساتھ جس کو جب کھینچا جائے تو آواز نکالتے ہوئے تیزی سے تیر پھینکتی ہے۔“

بنی عمرو بن عوف رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور عرض کی کہ عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ اس کے بدلے اپنے ساتھی کو چھڑا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس گزارش کو شرف قبول بخشا۔ چنانچہ انہوں

نے عمرو کو ابوسفیان کے پاس بھیج دیا تو اس نے سعد کو آزاد کر دیا۔

ابوالعاص ابن ربیع کی اسیری

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اسیرانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا داماد اور حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر ابوالعاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی حرام کے ایک شخص حضرت خراش بن صمہ نے قید کیا تھا۔

حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوالعاص کا شمار مکہ مکرمہ کے ان لوگوں میں تھا جو مال، امانت اور تجارت میں مشہور تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کا بیٹا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی خالہ تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ حضور اس کی شادی کریں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے اختلاف نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ پر نزولِ وحی سے پہلے کا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی شادی کر دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوالعاص کو اپنے فرزند کی طرح خیال کرتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو شرفِ نبوت سے نوازا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں، حضور ﷺ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو حضور لائے ہیں وہ حق ہے۔ لیکن ابوالعاص اپنے شرک پر قائم رہا۔

ابوالعاصی ابن ربیع

ابوالعاصی ابن ربیع بن عبد العزی کا ذکر ہوا۔ ابوالعاصی کا نام لقیط ہے اور مختلف اقوال کے مطابق اس کے نام ہاشم، ہشم اور ہشیم بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ یہی وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے، اس نے یہ اشعار اس وقت کہے جب وہ شام میں تاجر تھا:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا يَمُتُ إِضْمًا فَقُلْتُ سَقِيًا لِشَخْصٍ يُسْكُنُ الْحَرَمًا

”مجھے زینب کی یاد آئی جب اس نے اضم (۱) کا قصد کیا، تو میں نے کہا اس شخص کو پانی پلاؤ جو حرم میں رہتا ہے۔“

۱۔ اضم مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ اور یمامہ کے درمیان ایک گھاٹ ہے۔

بناتِ رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی عتبہ بن ابی لہب سے کی تھی۔ جب حضور ﷺ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی اور ان سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا: تم لوگوں نے محمد (ﷺ) کو اپنی (بچیوں کی) فکر سے آزاد کر دیا ہے، تم ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دو اور انہیں اپنی بیٹیوں کی فکر میں مشغول کر دو۔ چنانچہ وہ لوگ ابوالعاص کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تم اپنی رفیقہ حیات کو چھوڑ دو، ہم خاندانِ قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے۔ اس نے کہا: ”نہیں قسم بخدا! میں اپنی رفیقہ حیات کو جدا نہیں کروں گا اور نہ مجھے اپنی زوجہ کے عوض قریش کی کوئی اور عورت پسند ہے“ مجھے اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی دامادی پر اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ پھر وہ لوگ عتبہ بن ابی لہب کے پاس گئے اور اسے کہا تم محمد (ﷺ) کی صاحبزادی کو طلاق دے دو، ہم خاندانِ قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح کر دیں گے۔ اس نے کہا: اگر تم ابان بن سعید بن العاص کی بیٹی یا سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ میری شادی کر دو تو میں اسے جدا کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دی اور اس بد بخت نے آپ کو طلاق دے دی۔ اس نے ابھی تک آپ کے ساتھ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کئے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے چنگل سے آزادی دلا کر آپ کی عزت رکھ لی اور اس بد بخت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے لئے نعم البدل ثابت ہوئے۔

بِنْتُ الْأَمِينِ جَزَاهَا اللَّهُ صَالِحَةً وَ كُلُّ بَعْلِ سَيِّئِي بِالْذِي عِلْمًا
”اللہ تعالیٰ امانت دار کی صاحبزادی کو نیک جزا دے اور ہر خاوند (اپنی زوجہ کی) وہی تعریف کرے گا جس کا اسے علم ہو۔“

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ سے اس کے دو بچے امامہ (بچی) اور علی پیدا ہوئے۔ علی تو بچپن ہی میں فوت ہو گیا اور حضرت امامہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور آپ کے بعد ان سے مغیرہ بن نوفل نے عقدِ زواج کیا۔ یہی وہ خاتون ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث آئی ہے جسے عمرو بن سلیم زرقی نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآں حالیکہ حضور حضرت امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے تھے۔ الحدیث (۱) حضرت عمرو بن سلیم

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابو العاص کا فدیہ بھیجنا

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مجبوری کے تحت (مشرکین کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو) نہ جائز فرماتے تھے اور نہ حرام۔ جب حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کر لیا تو اسلام نے ان کے اور ابو العاص بن ربیع کے درمیان تفریق کر دی لیکن رسول اللہ ﷺ اسے الگ کر لینے کی ظاہر اقدرت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے اسلام پر قائم رہتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رہیں اور وہ اپنے کفر پر اڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ پھر جب قریش بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ابو العاص بن ربیع بھی اس کے ساتھ ہو لیا اور بدر کے روز یہ بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کے واسطے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی ابو العاص بن ربیع کی رہائی کے لئے فدیہ کا مال بھیجا اور اس بارے میں اپنا ایک ہار بھیجا جسے پہنا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ابو العاص کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو آپ کا دل بھرا آیا اور فرمایا: ”اگر تم مناسب خیال کرو تو اس کے قیدی کو اس کی خاطر آزاد کر دو اور اس کا مال اسے لوٹا دو“۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ٹھیک ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ چنانچہ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کا مال بھی واپس کر دیا۔

نے کہا وہ نماز نماز فجر تھی۔ اس حدیث کو عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے ابن عتاب سے، انہوں نے عمرو بن سلیم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسے ابن اسحاق نے سیرت کے علاوہ کسی اور مقام پر مقبری سے انہوں نے عمرو بن سلیم سے روایت کیا ہے۔ اس نے آپ سے فرمایا: ظہر یا عصر میں سے کسی ایک نماز میں۔ اور ابو العاصی کو حضرت عبد اللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اسے ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے ذکر کیا ہے اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتبہ کے نکاح میں تھیں۔ جب سورہ تبت نازل ہوئی تو ان دونوں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ
آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی
بھیجنا

رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے اقرار لیا تھا یا اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ کیا
تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور کے پاس آنے کے لئے آپ کا راستہ چھوڑ دے گا یا
یہ بات اس کی رہائی کی شرائط میں سے ایک شرط تھی لیکن یہ بات نہ ابوالعاص کی طرف سے ظاہر
ہوئی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تاکہ معلوم ہوتا کہ وہ کیا تھی لیکن جب ابوالعاص مکہ
سے روانہ ہوا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ
عنہ اور انصار کے ایک آدمی کو اس کی جگہ بھیجا اور فرمایا: کُونَا بَبْطَنٍ يَأْجَبُ حَتَّى تَمُرَّ بِكُنَا
ذَيْنَبُ فَتَصْحَبَهَا حَتَّى تَأْتِيَانِي بِهَا ”تم دونوں (جا کر) وادی یاجج میں رہو یہاں تک کہ
جب حضرت زینب تمہارے پاس سے گزریں تو انہیں ہمراہ لے کر میرے پاس لے آؤ۔“
چنانچہ وہ دونوں اسی وقت روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ غزوہ بدر سے ایک ماہ یا اس سے کچھ کم یا زیادہ بعد
کا ہے۔ جب ابوالعاص مکہ مکرمہ آیا تو اس نے حضرت زینب کو اپنے والد ماجد سے جاننے کی
اجازت دے دی، چنانچہ آپ تشریف لے جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے
حضرت زینب کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا: جب میں اپنے والد ماجد سے جاننے کی
تیاری کر رہی تھی تو اس دوران ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے محمد (ﷺ) کی
صاحبزادی! کیا مجھے خبر نہیں مل گئی کہ تم اپنے والد (ماجد) سے جاننے کا ارادہ رکھتی ہو؟ آپ فرماتی
ہیں: میں نے کہا میں نے تو اس بات کا ارادہ نہیں کیا۔ اس نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی! ایسا نہ

نے اپنے والدین کی قسم دینے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ عتبہ کے لئے تو نبی
کریم ﷺ نے بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے بکٹوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے تو اسے ایک
شیر نے ایسے موقع پر پھاڑ ڈالا جب کہ اس کے ساتھ ہی اس کے ارد گرد سوئے ہوئے تھے۔ البتہ ابولہب
کے دوسرے دو بیٹے عتبہ اور معتب مشرف باسلام ہوئے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

کہو (مجھ سے بات نہ چھپاؤ) اگر تمہیں کسی سامان کی ضرورت ہو جو تمہیں اپنے سفر میں آرام دے یا اپنے والد (ماجد) تک پہنچنے کے لئے کوئی رقم درکار ہو فَإِنْ عِنْدِي حَاجَتِكَ فَلَا تَضْطَنِي مَنِيَّ تو میرے پاس تمہاری ضرورت کے لئے سب کچھ ہے، تم نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ رہو کیونکہ مردوں کے آپس کے معاملات کا عورتوں کے معاملات میں کوئی دخل نہیں۔ آپ فرماتی ہیں بخدا! میں نے خیال کیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے کر گزرے گی لیکن میں اس سے محتاط رہی اور اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور تیاری کر لی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور ابوسفیان کا مشورہ

جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اپنے سفر کی تیاری سے فارغ ہوئیں تو آپ کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع آپ کی سواری کے لئے ایک اونٹ لے آیا۔ اس پر آپ سوار ہو گئیں، کنانہ

ہند کے واقعہ میں مذکور ہے فَلَا تَضْطَنِي مَنِيَّ۔ اس کا معنی ہے لَا تَنْقَبِضِي عَنِّي۔ یعنی تو نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ ہو۔ اس کا شاہد طرماح بن حکیم کا یہ شعر ہے:

إِذَا ذُكِرَتْ مَسْعَاةُ وَالِدِهِ اضْطَنِي وَلَا يَضْطَنِي مِنْ شَتَمِ أَهْلِ الْفَضَائِلِ
”جب اس کے والد کی کاوش کا ذکر کیا جاتا ہے تو نفرت کرتا ہے اور اہل فضائل کو برا بھلا کہنے سے نفرت نہیں کرتا۔“

میں نے یہ شعر شیخ کے حاشیہ میں اسی طرح دیکھا ہے لیکن حماسہ میں یہ شعر ضاد معجمہ کے ساتھ يَضْطَنِي کے لفظ کے ساتھ مروی ہے۔ یہ الضنی مصدر سے باب افتعال ہے اور اس میں قاعدۃ مضاعف جاری ہوا ہے (یعنی باب افتعال کی تاء کو ضاد سے بدل کر ضاد کو ضاد میں مدغم کر دیا گیا)۔

قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ سے روانگی اور قریش کا آپ کے تعاقب میں نکلنے کا ذکر ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے آپ تک ہبار بن اسود اور الفہری پہنچے۔ علامہ ابن اسحاق نے الفہری کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا وہ نافع بن عبد قیس ہے۔ اس سیرت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ خالد بن عبد قیس ہے جو روایت مجھ تک پہنچی ہے اس میں بزار نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

نے اپنی کمان اور ترکش حائل کیا پھر دن کے اجالے میں آپ کو لے کر روانہ ہو گیا جبکہ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں نے اس پر چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ وہ آپ کے تعاقب میں نکلے یہاں تک کہ ذی طویٰ کے مقام پر آپ کو آلیا۔ سب سے پہلے جو آپ تک پہنچے وہ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ اور الفہری تھے۔ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی تھیں۔ ہبار نے آپ کو نیزے کے ساتھ خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ امید سے تھیں، جب آپ کو خوفزدہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو گیا۔ آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اپنے ترکش کے تیر بکھیر دیے پھر کہا: بخدا تم میں سے جو شخص بھی میرے قریب آئے گا میں اس میں تیر پیوست کر دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

ابوسفیان قریش کے چند معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کنانہ کو کہا اے شخص! ہم سے اپنے تیر روک لے تاکہ ہم تیرے ساتھ گفتگو کریں، وہ رک گیا۔ ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو حالانکہ ہماری مصیبت اور ذلت کو اور محمد (ﷺ) کی طرف سے جو تباہی ہم پر آئی اسے تم جانتے ہو۔ اگر تم لوگوں کے سامنے اعلانیہ ہمارے درمیان ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے تو لوگ خیال کریں گے کہ یہ سب کچھ اس ذلت کی وجہ سے ہوا جو ہماری اس مصیبت کے باعث ہمیں پہنچی اور یہ بات ہماری ذلت اور کمزوری کی دلیل ہوگی۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو

ذکر ہوا کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہبار بن اسود نے خوفزدہ کیا تو آپ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے اس میں اضافہ کیا ہے اس نے آپ کی سواری کو کچوکا مارا جس کے باعث آپ ایک چٹان پر گر پڑیں۔ آپ امید سے تھیں اس طرح آپ کا بچہ ضائع ہو گیا۔ آپ کا خون بہتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں اپنے خاوند ابوالعاص کے اسلام لانے کے بعد وفات پا گئیں۔ حضرت زبیر نے ذکر کیا کہ ہبار بن اسود جب مسلمان ہوئے اور رسول اللہ (ﷺ) کی صحابیت کا شرف حاصل کیا تو مسلمان ان کے اس فعل پر انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا سُبَّ مَنْ سَبَّكَ يَا هَبَارُ "اے ہبار! جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو" (۱) چنانچہ اس کے بعد لوگ آپ کو برا بھلا کہنے سے

۱۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ نبی کریم (ﷺ) کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق عالیہ میں یہ بات بھی ہو کہ وہ قبول اسلام سے قبل سرزد ہونے والے گناہوں پر کسی مسلمان کو برا بھلا کہیں چہ جائیکہ نبی کریم (ﷺ) اسے یہ حکم دے کہ میں نے صحابہ کرام سے جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو۔ واللہ اعلم۔

اپنے باپ سے دور رکھ کر یہاں روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہم انتقام لے سکتے ہیں لیکن تم اس خاتون کو لے کر واپس چلے جاؤ یہاں تک کہ جب آوازیں خاموش ہو جائیں گی اور لوگ کہنے لگیں گے کہ ہم نے اسے لوٹا لیا تھا تو چپکے سے انہیں لے کر چلے جانا اور ان کے باپ سے جا ملانا۔ راوی فرماتے ہیں: اس نے ایسا ہی کیا۔ چند راتیں آپ وہاں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں تو کنانہ رات کی تاریکی میں آپ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں آپ کو ہمراہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یا بنی سالم بن عوف کے ایک فرد ابوخیثمہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے، علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار ابوخیثمہ کے ہی ہیں:

أَتَانِي الَّذِي لَا يَقْدُرُ النَّاسُ قَدْرَهُ لَزَيْنَبَ فِيهِمْ مِّنْ عُقُوبٍ وَ مَا نَمِ
”میرے پاس اس واقعہ کی خبر پہنچی جس کا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے (وہ یہ کہ) حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے لوگوں میں بدسلوکی اور گناہ ظاہر ہوا۔“

وَ إِخْرَاجُهَا لَمْ يُخْزَ فِيهَا مُحَمَّدٌ عَلَى مَاقِطٍ وَ بَيْنَنَا عِطْرُ مَنْشَمِ
”اور حضرت زینب کے (مکہ مکرمہ سے) نکال لانے میں محمد (ﷺ) کی کسی میدان

رک گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں امامہ کی ولادت ہوئی۔ یہی وہ بچی ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث مروی ہے جسے حضرت عمرو بن سلیم بن خلدہ بن مغلہ بن عامر بن زریق الزرقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآں حالیکہ آپ نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمرو بن سلیم نے فرمایا: آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے قریب ہی پہلے مذکور ہوئی۔

قصیدۃ البی خیثمہ کی تشریح

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر ہوا اور ایک قول کیا گیا کہ بلکہ یہ اشعار ابوخیثمہ نے کہے۔ ان اشعار میں ہے: عَلَى مَاقِطٍ وَ بَيْنَنَا عِطْرُ مَنْشَمِ۔ مَاقِطُ کا معنی ہے میدانِ جنگ اور عِطْرُ مَنْشَمِ جنگ کی شدت سے کنایہ ہے۔ یہ ضرب المثل ہے لوگوں کے دعویٰ کے مطابق اس کا پس منظر یہ

جنگ میں رسوائی نہیں ہوئی حالانکہ ہمارے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔“

وَ اَمْسَى اَبُو سَفْيَانَ مِنْ جَلْفِ ضَضَمَ وَ مِنْ حَرَبِنَا فِی رَغَمِ اَنْفٍ وَ مَنَدَمِ
”اور ضمضم کی حمایت کی وجہ سے اور ہم سے لڑائی کے باعث ابوسفیان کی ناک خالود ہو چکی
تھی اور وہ نادم ہو چکا تھا۔“

قَرْنَا ابْنَهُ عَمْرًا وَ مَوْلَى یَسِیْنَهٗ بِذِیْ حَلَقِ جَلْدِ الصَّلَاحِ مُحْكَمِ
”پس ہم نے اس کے بیٹے عمرو اور اس کے حلیف کو حلقوں اور جھنکار والی مضبوط زنجیروں
میں جکڑ دیا۔“

فَاَقْسَمْتُ لَا تَنْفَكُ مِنَّا كَتَائِبُ سَرَاةٍ خَبِیْثٍ فِیْ لُهَامِ مُسَوِّمِ
”پھر میں نے قسم کھالی کہ ایک خاص نشان والے بڑے لشکر میں سرداروں کے لشکر کی ٹولیاں
ہم سے کبھی جدا نہ ہوں گی۔“

نَرُوْغُ قُرَیْشِ الْكُفْرِ حَتّٰی نَعْلَمَ بِخَاطِیَةِ فَوْقِ الْاَنْوْفِ بِیْسَمِ
”ہم قریش کو کفر سے روکتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم بار بار حملہ کر کے ان کی ناکوں پر داغ
لگانے والے آلے کے ذریعے نکیل ڈال دیں گے۔“

نُنَزِّلُهُمْ اَكْنَافَ نَجْدٍ وَ نَخْلَةَ وَ اِنْ یُّتْهِوْا بِالْخَیْلِ وَالرَّجْلِ نُنْتِهِمِ
ہم انہیں نجد (بلند زمین) اور نخلہ (کھجوروں والی زمین) کے اطراف و اکناف میں اتار دیں
گے اور اگر وہ گھڑ سواروں اور پیادوں کو لے کر تہامہ میں اترے تو ہم بھی وہاں اتر جائیں گے۔
یَدَ الدَّهْرِ حَتّٰی لَا یُعَوِّجَ سِرْبُنَا وَ نُلْحِقُهُمْ اَثَارَ عَادٍ وَ جُرْهُمِ
”طویل زمانہ تک (ہم ان سے لڑتے رہیں گے) جب تک ہمارا فوجی دستہ ٹیڑھا نہیں ہوگا
اور ہم انہیں عاد اور جرہم کے آثار کے ساتھ ملا دیں گے۔“

ہے کہ منشم قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک عورت تھی جو عطر اور خوشبو بیچا کرتی تھی۔ اس سے مردوں کے لئے عطر
خریداجاتا، یہاں تک کہ اس کے باعث لوگوں نے اس سے بدشگونی لینا شروع کر دی۔ یہ بھی کہا گیا ہے
کہ کچھ لوگوں نے باہم موت پر حلف اٹھایا اور حلف کی تاکید کے طور پر مذکورہ منشم کی خوشبو میں اپنے
ہاتھ ڈبوئے، چنانچہ یہ واقعہ جنگ کی شدت کے بارے میں ضرب المثل بن گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے
کہ منشم عدانہ کی ایک عورت تھی جو بنی تمیم کی شاخ بنی ربوع بن حنظلہ کا ایک کنبہ تھا۔ یہ عورت اس یسار
کی صاحبہ تھی جسے یسار الواعب کہا جاتا ہے۔ یہ اس کا غلام تھا۔ اس نے اس عورت کو بہلایا پھلایا کہ

وَ يَنْدَمُ قَوْمٌ لَّمْ يَظِيعُوا مُحَمَّداً عَلَى أَمْرِهِمْ وَ آئِي حِمِينَ تَنْدَمُ
 ”اور وہ قوم پچھتا رہی ہے جنہوں نے اپنے معاملات میں محمد (ﷺ) کی اطاعت نہ کی
 لیکن اب کون سا پچھتانے کا وقت ہے۔“

فَابْلَغْ أَبَا سُفْيَانَ إِمَّا لَقِيْتَهُ لَئِنْ آتَتْ لَمْ تُخْلِصْ سُجُودًا وَ تُسَلِّمِ
 ”(اے مخاطب!) اگر تو ابوسفیان سے ملے تو اسے یہ پیغام پہنچا دے کہ اگر تو خلوص سے نہ
 جھکا اور سر تسلیم خم نہ کیا

فَابْشِرْ بِخِزْيٍ فِي الْحَيَاةِ مُعْجَلٍ وَ سِرْبَالٍ قَارٍ خَالِدًا فِي جَهَنَّمَ
 تو تجھے اس زندگی میں فوری رسوائی اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے روغنِ قار کے لباس کی بشارت
 ہو۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: وَ سِرْبَالٍ نَارٍ بھی مروی ہے یعنی آگ کا لباس۔

ابوسفیان کے حلیف کے بارے میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کے مابین اختلاف
 علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے حلیف سے مراد عامر بن الحضرمی ہے جو
 اسیرانِ جنگ میں تھا۔ حضرمی کا معاہدہ حرب بن امیہ کے ساتھ تھا۔
 علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے حلیف سے مراد عقبہ بن عبدالحارث بن
 الحضرمی ہے اور عامر بن حضرمی تو غزوہ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

اس سے مطلب براری کرے۔ اس نے اس سے کہا ذرا ٹھہرنا تاکہ میں تجھے آزاد عورتوں کی خوشبو
 سونگھاؤں۔ جب اس نے اپنی ناک اس کے آگے کی تو اس نے اچانک اسٹرے کا وار کر کے اس کی
 ناک کو جڑے سے کاٹ دیا۔ اس واقعہ سے یہ ضرب المثل بن گئی لَا قَى الَّذِیْ لَا قَى يَسَارُ
 الْكَوَاعِبُ یعنی فلاں نے اس شخص کا سامنا کیا جس کا یسار الکواعب نے سامنا کیا۔ اور ایک ضرب
 المثل عَطْرُ مَنْشَمِ بْنِ۔

ان اشعار میں مذکور ہے: بِذِي حَلَقٍ جَلْدِ الصَّلَاصِلِ مُحْكَمٍ۔ صلاصل سے مراد ہتھکڑیاں
 ہیں۔ یہ صلاصلہ کی جمع ہے جس کا معنی لوہے کی زنجیر ہے۔

ہند بنت عتبہ کا قول ذکر کیا گیا جو اس نے قریش کی جماعت کو اس وقت کہا جب وہ بدر سے لوٹے
 تھے:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار
جب وہ لوگ لوٹ گئے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف نکلے تھے تو ان سے ہند
ہنت عقبہ کی ملاقات ہوئی، اس نے انہیں کہا:

اَفِي السِّلْمِ اَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً وَ فِي الْحَرْبِ اَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ
”کیا حالت صلح میں (لوگ) بے وفائی اور سختی کے لحاظ سے گدھے ہیں اور حالت جنگ میں
حائضہ عورتوں کی مانند ہیں؟“

اور کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار اس
وقت کہے جب اس نے آپ کو دو آدمیوں کے حوالے کیا:

عَجِبْتُ لِهَبَّارٍ وَ اَوْبَاشٍ قَوْمِهِ يُرِيدُونَ اخْفَارِي بَيْنَتِ مُحَمَّدٍ
”میں ہبار اور اس کی قوم کے کینے لوگوں سے حیران ہوں کہ محمد (ﷺ) کی صاحبزادی
سے میرے معاہدہ کو توڑنا چاہتے ہیں۔“

وَ لَسْتُ اَبَالِي مَا حَيَّيْتُ عَدِيْدَهُمْ وَ مَا اسْتَجْمَعْتُ قَبْضًا يَدِي بِالْمُهَنْدِ
”مجھے ان کی بڑی جماعت کی کوئی پرواہ نہیں جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک میرا ہاتھ
مضبوطی سے ہندی تلوار کو تھامے ہوئے ہے۔“

رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا انہوں نے بکیر بن
عبد اللہ بن اشج سے انہوں نے سلیمان بن یسار سے انہوں نے ابو اسحاق دوسی سے انہوں نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ

اَفِي السِّلْمِ اَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً وَ فِي الْحَرْبِ اَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ
کہا جاتا ہے عَرَكَتِ الْمَرَاةَ وَ دَرَسَتْ وَ طَبِثَتْ جب اسے حیض آئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
جب عورت کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے ضَحِكَتْ۔ اس معنی کی بنا پر یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر
ہے: وَ اَمْرًا تَقَابِهَةً فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاسْحَاقٍ (ہود: 71) ”اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی
تھیں۔ انہیں حیض آیا تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحق کی۔“ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عورت کو حیض
آئے تو کہا جاتا ہے اَكْبَرَتِ الْمَرَاةُ۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو اسی معنی پر محمول کیا ہے۔
اَكْبَرْنَهُ وَقَطَعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (یوسف: 31) ”انہیں حیض آگیا اور (وارثی کے عالم میں) کاٹ بیٹھیں

روانہ کیا جس میں میں شریک تھا۔ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا: ”اگر ہبار بن اسود یا وہ شخص تمہارے قابو میں آجائے جو ہبار کے ساتھ زینب کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں حضرت ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں اس کا نام نافع بن عبد قیس ذکر کیا ہے۔۔۔ تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا“ آپ فرماتے ہیں: دوسری صبح حضور ﷺ نے پیغام بھیجا کہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ اگر تم ان دونوں آدمیوں پر قابو پا لو تو انہیں نذر آتش کر دینا پھر میں نے سمجھا کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عز و جل کو سزاوار ہے، اگر تم ان دونوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

ابوالعاص بن ربیع کا قبولِ اسلام

مسلمانوں کا ابوالعاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوالعاص مکہ مکرمہ میں مقیم رہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت پذیر رہیں۔ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی تھی یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ابوالعاص تجارت کے لئے ملک شام روانہ ہو گیا۔ وہ بڑا قابل اعتماد آدمی تھا، اس کے پاس اپنا مال بھی تھا اور قریش کے کچھ لوگوں کا سرمایہ بھی تھا جو انہوں نے اسے تجارت کی غرض سے دیا تھا۔ جب وہ اپنی تجارت سے فارغ ہوا اور واپسی کا سفر شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کے روانہ کئے ہوئے ایک لشکر سے اس کی ٹڈ بھڑ ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس کا مال و اسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابوالعاص خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ جب یہ لشکر اس سے حاصل کردہ مال و متاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں ابو العاص بھی وہاں آ گیا اور حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر پناہ کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اسے پناہ دے دی۔ وہ اپنا مال واپس لینے کے لئے یہاں آیا تھا، جب رسول

اپنے ہاتھوں کو۔ اس قول کی بناء پر اَنْكَبَرْنَه میں ضمیر مصدر پر لوٹے گی لیکن یہ ضعیف تاویل ہے۔ اَعْيَادًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس میں عامل فعل محذوف ہے کیونکہ الاعیاد اسم مشتق کے قائم مقام ہے۔ گویا یوں کہا فی السِّلْمِ بِلَدَاءِ جُفَاءٍ مِثْلَ الْاَعْيَادِ ”کیا حالت صلح میں وہ (لوگ) گدھوں کی طرح بے وقوف اور بے وفائیں۔ جُفَاءً اور غِلْظَةً کی نصب اس مصدر کی نصب کی طرح ہے جو حال کی جگہ پر لایا جاتا ہے جیسے زَيْدٌ اَلْاَسَدُ شِدَّةً اِیْ یَمَاتِلُهُ مِمَاتِلَةً شَدِيدًا۔ یعنی زید کی شیر کے ساتھ شدید مماثلت ہے، اس میں الشدة المماثلة کی صفت ہے جیسا کہ جب آپ کہیں کَلِمَتُهُ مُشَفِّهَةٌ میں نے اس کے ساتھ بالمشافہ بات کی تو اس میں

اللہ ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے باہر تشریف لائے جیسا کہ یزید بن رومان نے مجھے بتایا ہے اور تکبیر تحریمہ کبھی اور سب لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کبھی تو اس وقت مفعۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی: اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ "اے لوگو! میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے"۔ راوی فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِمَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا عَلِمْتُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ حَتَّى سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ، اِنَّهُ يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ اَدْنَاهُمْ "سن لو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں یہاں تک کہ میں نے یہ بات سنی جو تم نے سنی، مسلمانوں سے آیتِ ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ دے سکتا ہے (1) پھر رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کے ہاں واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: اَيُّ بَنِيَّةٍ اَكْرَمِي مَثْوَاهُ وَلَا يَخْلُصَنَّ اِلَيْكَ فَاِنَّكَ لَا تَحِلِّينَ لَهُ "اے میری بچی! ابو العاص کی عزت و تکریم کرنا لیکن وہ تمہارے نزدیک ہرگز نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو"۔

ابو العاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبولِ اسلام

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سریہ میں شریک ان مجاہدین کو بلا بھیجا جنہوں نے ابو العاص کے مال پر قبضہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اس آدمی کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے، اس کے مال پر تم نے قبضہ کر لیا ہے، اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو

المشافهة المكالمة کی صفت ہے اور یہ حقیقت میں مصدر سے حال ہے اور اس کے قول اَفِي السِّلْمِ میں حرف جر اس فعل کے معنی کے متعلق ہے جو الا عیاد کا لفظ ادا کر رہا ہے۔ گویا اس نے یوں کہا اَفِي السِّلْمِ تَتَبَلَّدُونَ "کیا تم حالتِ صلح میں بے وقوفی کا اظہار کرتے ہو"۔ الا عیاد کو نصب دینے والے اس فعل محذوف کے اظہار کا عدم جواز اس اصل کی وجہ سے ہے جس پر ہم نے عبداللہ بن حارث المبرق کے اس قول میں آگاہ کیا ہے: وَ عَانِدًا بِكَ اَنْ يَّغْلُوا فَيَطْغُونِي۔ اس کی وضاحت ہجرت حبشہ میں دیکھئے۔

1۔ یعنی اُمیرِ مکی نے ابو العاص کو پناہ دی ہے تو میں یا وجہِ حرام سے اس سے (میاہ النبی)

ہمیں تمہارا یہ عمل بہت پسند ہوگا اور اگر تم آمادہ نہ ہو تو یہ مال فے ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے، تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ سب نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ اموال اس کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں، چنانچہ انہوں نے وہ سارا مال اسے لوٹا دیا حتیٰ کہ کوئی شخص ڈول لا رہا تھا اور کوئی بوسیدہ مشکیزہ اور چمڑے کا لوٹا لا رہا تھا۔ الغرض انہوں نے ابوالعاص کا سارے کا سارا مال لوٹا دیا اور اس میں سے کوئی چیز گم نہ تھی۔ اس کے بعد ابوالعاص اس مال کو لے کر مکہ واپس آیا اور قریش کے ہر صاحب مال کو اس کا مال لوٹا دیا اور جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اس کا حصہ اصل زر بمع نفع اس تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد اس نے اعلان کیا: **يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ! هَلْ بَقِيَ لَأَحَدٍ مِّنْكُمْ عِنْدِي مَالٌ لَّمْ يَأْخُذْهُ؟** ”اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو؟“ سب نے کہا نہیں، اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ بے شک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن و خوبی ادا کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے۔ ابوالعاص نے اعلان کر دیا: **فَإِنَّا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**۔ ”لو سنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“ بخدا! مجھے حضور ﷺ کے پاس اسلام لانے سے بجز اس خوف کے کوئی اور مانع نہ تھا کہ تم گمان کرنے لگو کہ میں تمہارے اموال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے وہ اموال تم تک پہنچا دیے اور میں اس ذمہ داری سے سرخرو ہو گیا تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

حضرت ابوالعاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے سامنے داؤد بن حصین نے بیان کیا انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی

حضرت داؤد بن حصین کی روایت ذکر کی گئی کہ انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔ اس

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: مجھے ابو عبیدہ نے بتایا کہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ جب مشرکین کے اموال کے ساتھ شام سے واپس آئے تو انہیں کہا گیا کہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اسلام کا اعلان کرو اور ان تمام اموال پر قبضہ کر لو، کیونکہ یہ مشرکین کے اموال ہیں۔ حضرت ابو العاص نے جواب دیا: بِنَسْ مَا أَبْدَأَ بِهِ إِسْلَامِي أَنْ أَخُونِ أَمَانَتِي ”اگر میں اپنی امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہوگا۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں میرے سامنے عبدالوارث بن سعید التتوری نے بیان کیا، انہوں نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے عامر شعمی سے انہوں نے ابو عبیدہ کی حدیث کی طرح ابو العاص سے روایت کیا۔

فدیہ لیے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیران جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں اسیران جنگ میں سے جو لوگ فدیہ لیے بغیر بطور احسان آزاد کر دیے گئے ان میں سے جن کے نام ہمیں بتائے گئے وہ یہ ہیں: بنی عبد شمس بن مناف سے ابو العاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس، حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے ان کے فدیہ کا مال بھیجا لیکن بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان پر احسان فرمایا (اور فدیہ واپس کر کے انہیں آزاد کر دیا)۔ بنی مخزوم بن یقطہ سے مطلب بن حطب بن حارث بن عبیدہ بن عمر بن مخزوم۔ یہ بنی حارث بن خزرج کے ایک شخص کے پاس قید تھا، اسے انہی کے قبضہ میں رکھا گیا

حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جو حضرت عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو ان کے پاس نکاح جدید کے ساتھ بھیجا تھا، اسی حدیث پر عمل ہے، اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت داؤد بن حصین کی حدیث کی سند زیادہ صحیح ہے لیکن میرے علم کے مطابق اس کے مطابق کسی فقیہ نے قول نہیں کیا کیونکہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈالی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ^۱ (الممتحنہ: 10) ”نہ وہ حلال ہیں کفار کے لئے اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں مومنات کے لئے“۔ اور جس نے دونوں حدیثوں میں تطبیق کی ہے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں کہا: پہلے نکاح پر لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ مہر وغیرہ میں پہلے نکاح کی مثل پر لوٹایا اور اس پر کسی شرط وغیرہ کا اضافہ نہ فرمایا۔

یہاں تک کہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ اپنی قوم سے جا ملا۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی نجار کے فرد حضرت ابویوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز صفی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے بھی گرفتار کرنے والوں کے قبضہ میں رکھا گیا، جب اس کا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی بھی نہ آیا تو انہوں نے اس سے عہد لیا کہ وہ خود اپنا فدیہ ان کی طرف بھیج دے گا۔ پھر اس کا راستہ چھوڑ دیا لیکن اس نے ان کو کچھ بھی ادا نہ کیا۔ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار

صاحب سیرت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے امیہ بن خلف کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ذکر تو کیا لیکن اس بارے میں آپ کے اشعار ذکر نہیں کیے۔ ان اشعار کو علامہ ابن اسحاق نے مذکورہ روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے، وہ اشعار یہ ہیں:

فَلَمَّا التَّقِينَا لَمْ نَكْذِبْ بِحَمَلَةٍ عَلَيْهِمْ بِأَسْيَافٍ لَنَا كَالْعَقَاقِبِ
”جب ہم نے ان کا سامنا کیا تو ہمیں ان پر اپنی بجلیوں کی طرح چمکدار تلواروں کے ساتھ حملہ کرنے میں جھٹلایا نہیں گیا۔“

و مَطْرُودَةٌ حُمُرُ الظُّبَاةِ كَأَنَّهَا إِذَا زُفِعَتْ أَشْطَانُ ذَاتِ الْآبَادِقِ
”اور ایسی تلواروں کے ساتھ جو انتہائی تیز اور سرخ دھار والی تھیں، جب انہیں بلند کیا جاتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے بجلی والی بدلیوں کی رسیاں ہیں۔“

يَنِي جُمَحٍ قَدْ حَلَّ قَعَصٌ بِشَيْخِ حَكْمٍ عَلَى مَاءٍ بَدْرٍ دَأْسٍ كُلِّ مُنَافِقٍ
اے بنی نجار! بدر کے چشمہ کے پاس تمہارے شیخ پر ناگہانی موت اتر آئی جو ہر منافق کا سردار ہے۔
هَجَمْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ وَاشْتَجَرَتْ بِهِ مَصَالِيْتُ لِلْأَنْصَارِ غَيْرُ ذَوَاهِقِ
”ہم اس پر اچانک موت لے آئے اور انصار کی تلواریں آگے گزرنے کے بجائے اس کے اندر پیوست ہو گئیں۔“

هُوَ جَيْنٌ لَأَقَانَا وَفَرَّقَ جَمْعُهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ مِنْ دَأْسِ خَالِقِ
”جب وہ ہمارے مقابلے میں آیا تو اونچے چٹیل پہاڑ کی چوٹی سے منہ کے بل آگ میں گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کا لشکر بکھر گیا۔“

وَمَا كَانَ صَافِيًا لِتُؤْفَى ذِمَّةٌ قَلْبًا فَعَلِبَ اغْنَا بَعْضُ التَّوَارِدِ
 ”اور صلی ایسا شخص تو تھا نہیں کہ اپنا ذمہ پورا کرتا، وہ تو اس لومڑی کی گردن کی مانند تھا جو کسی
 گھاٹ پر تھک گئی ہو۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ شعر ان کے اشعار میں سے ایک ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز ابو عزرہ عمرو بن عبد اللہ بن عثمان بن اہیب بن حذافہ بن
 جمح، یہ مفلس تھا اور بہت سی بچیوں کا باپ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا
 رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں، میں محتاج بھی ہوں اور عیالدار
 بھی، مجھ پر احسان فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا اور یہ وعدہ لیا کہ وہ آپ
 کے خلاف کسی کی امداد نہیں کرے گا۔ ابونمرہ نے اس واقعہ کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس
 میں وہ رسول اللہ ﷺ کی توصیف کرتا ہے اور آپ کی قوم میں آپ کی فضیلت کا ذکر کرتا ہے:

مَنْ مَّيْلَغَ عَنِّي الرَّسُولَ مُحَمَّدًا بَأَنَّكَ حَقٌّ وَالْبَلِيكَ حَبِيذُ
 کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ

اس واقعہ میں حضرت زبیر نے ابن سلام کے واسطے سے حماد بن سلمہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ
 جب انصار نے امیہ کو گھیر لیا تو اس نے کہا: يَا أَحَدُ رَايَ أَمَّا لَكُمْ بِاللَّيْنِ حَاجَةٌ؟ راوی فرماتے ہیں:
 امیہ اپنی فصاحت میں شہور تھا۔ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا کسی نے اس طرح دیکھا، کیا تمہیں بطور فدیہ
 دودھ والی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں (یعنی مجھے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر لو، میں رہائی حاصل کرنے
 کے لئے تمہیں دودھ والی اونٹیاں بطور فدیہ ادا کروں گا)۔ پھر حضرت زبیر نے اس حدیث کو اس
 حدیث کے ساتھ ملا دیا جو انہوں نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی، انہوں نے کہا: نضر بن حارث
 نے کہا تھا کہ فرشتے رحمٰن کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ
 فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ (الزخرف) ”آپ فرمائیے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا تو میں سب
 سے پہلے اس کا پجاری ہوتا۔ جب نضر نے یہ آیت سنی تو اس نے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے میرے
 قول کی تصدیق کر دی ہے (کہ رحمٰن کا بیٹا تو نہیں بیٹیاں ہیں۔ نعوذ باللہ)۔ امیہ بن خلف اس سے زیادہ
 فصیح تھا، اس نے اسے کہا نہیں بخدا! بلکہ انہوں نے تجھے جھٹلایا ہے اور کہا: کہ رحمٰن کا کوئی بچہ (بیٹا
 بیٹی) نہیں ہے۔ امیہ کے قول يَا أَحَدُ کے بارے میں حضرت ثعلب سے مروی ہے کہ اس میں یہ
 استنساخ کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے يَا هُوَذَا أَحَدٌ رَايَ ”اے لوگوؤں! دیکھو وہ ہے؟“

برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے موصوف ہے۔

وَأَنْتَ أَمْرٌ تَدْعُو إِلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ الْعَظِيمِ شَهِيدٌ
”اور آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ
گواہ ہے جو بہت بڑا ہے۔“

وَأَنْتَ أَمْرٌ بَوَّيْتُ فِيْنَا مَبَاءً لَهَا بِدَرَجَاتٍ سَهْلَةً وَ صُعُودٌ
”اور آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے درمیان ایسے اونچے مقام پر اترے ہیں جس کی سیڑھیوں
(پر چڑھنا ایک لحاظ سے) آسان اور (ایک لحاظ سے) مشکل ہے۔“

فَإِنَّكَ مَنْ حَارَبْتَهُ لَمَحَارِبْ شَقِيٌّ وَ مَنْ سَأَلْتَهُ لَسَعِيدٌ
”آپ کی شان یہ ہے کہ جس سے آپ نبرد آزما ہوں وہ بدنصیب دشمن ہے اور جس سے
آپ صلح فرمائیں تو وہ خوش نصیب ہے۔“

وَلَكِنْ إِذَا ذُكِّرْتُ بِذُرٍّ وَ أَهْلَةٍ تَأْوَبَ مَا بِيْ حَسْرَةً وَ قَعُودٌ
”لیکن جب مجھے بدر اور اہل بدر کی یاد دلائی جاتی ہے تو میری حسرت اور کم ہمتی دوبارہ
میری طرف لوٹ آتی ہے۔“

فدیہ کی رقم

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اس روز مشرکین کا فدیہ چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم فی
کس تھا لیکن جس شخص کے پاس کچھ نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا (اور فدیہ لئے
بغیر رہا کر دیا)۔

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی یہ
روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: بدر میں قریش پر نازل ہونے والی مصیبت کے کچھ عرصہ بعد
عمیر بن وہب جمعی، حجر میں صفوان بن امیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

عمیر بن وہب کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا، اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو اشکال کا باعث ہو۔

میں سے ایک شیطان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذیتیں دیتے تھے اور قیام مکہ کے دوران اس کی طرف سے انہیں دکھ ہی پہنچتے رہے۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی ذریق کے ایک فرد رفاعہ بن رافع نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: عمیر نے بدر کے کنویں والوں اور ان کی مصیبت کا تذکرہ کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندگی میں کوئی سکھ نہیں۔ عمیر نے اسے کہا: بخدا تو نے سچ کہا، سن! بخدا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے ادا کرنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں اور بال بچے نہ ہوتے جن کے برباد ہونے کا اپنے بعد مجھے خوف ہے تو میں ضرور سوار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف جاتا اور انہیں قتل کر دیتا کیونکہ ان کی طرف جانے کا میرے پاس ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ راوی فرماتے ہیں: صفوان نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تیرا قرض میرے ذمہ ہے، میں اسے تیری جانب سے ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے اہل و عیال کے ساتھ رہیں گے، میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا جب تک وہ زندہ رہے، کوئی ایسی شے نہ ہوگی جو میرے بس کی تو ہو اور ان کے بس کی نہ ہو۔ یہ سن کر عمیر نے اسے کہا تو پھر میرے اور اپنے اس معاملہ کو صیغہ راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا راوی فرماتے ہیں پھر عمیر نے اپنی تلوار تیز کرنے کے لئے دی، تیز کرنے کے بعد اسے زہر آلود کر دیا گیا پھر سفر پر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ یوم بدر کے متعلق محو گفتگو تھے اور ذکر کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی اور دشمن کی ناکامی دکھائی۔ اس دوران اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جبکہ اس نے مسجد کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور وہ تلوار کو گلے میں لٹکائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتنا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے، بخدا! یہ کسی برے مقصد کے لئے ہی آیا ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اکسایا اور بدر کے روز ہماری تعداد کا تخمینہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے

گلے میں تلوار آویزاں کئے ہوئے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے گلے میں آویزاں تلوار کے پٹے کو گریبان سمیت پکڑا اور ساتھ جو انصار تھے انہیں فرمایا: اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو اور حضور ﷺ کے پاس بٹھاؤ اور حضور ﷺ کے متعلق اس خبیث سے محتاط رہو کیونکہ یہ قابل اعتماد شخص نہیں ہے، پھر آپ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے

مکالمہ سے آگاہ فرمانا اور اس کا مسلمان ہونا

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گردن میں آویزاں تلوار کے پٹے کو پکڑے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اَدْرِيسْلُهُ يَا عُمَرُ، اَدْنُ يَا عُمَيْرُ ”اے عمر! اسے چھوڑ دو، اے عمیر قریب آؤ۔“ پھر اس نے کہا: اَنْعَبُوا صَبَاحًا ”تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔“ یہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا آپس میں سلام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِّنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَيْرُ بِالسَّلَامِ تَحِيَّةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ”اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دنائے جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ عطا فرما کر ہمیں عزت بخشی ہے اور وہ سلام ہے جو اہل جنت کا دعائیہ جملہ ہے۔“ اس نے کہا بخدا! اے محمد (ﷺ) میں نے تو زمانے کے رواج کے مطابق یہ کلمہ کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمیر! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اس قیدی کے لئے آیا ہوں جو آپ لوگوں کے پاس گرفتار ہے۔ اس کے متعلق احسان کیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا: قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُيُوفٍ وَ هَلْ اَغْنَتْ عَنَّا شَيْئًا؟ ”اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا ستیاناس کرے، انہوں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا ہے؟“ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنویں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل و عیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی ان باتوں میں تکذیب کیا کرتے تھے جو آسمانی خبریں آپ ہمارے پاس لاتے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن یہ بات تو ایسی تھی کہ وہاں میرے اور صفوان کے بغیر کوئی اور موجود ہی نہ تھا۔ قسم بخدا! میں یقین کرتا ہوں کہ اس سے مکتوم نے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہی آگاہ فرمایا ہے (۱) میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت بخشی اور مجھے اس طرح یہاں لے آیا۔ پھر اس نے حق کی گواہی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَتَقْبَلُوا أَعَاكُمُ فِي دِينِهِ وَآقَرُؤْهُ الْقُرْآنَ وَاطْلِقُوا لَهُ أَسِيرَةَ "اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ، اسے قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو (بغیر فدیہ لیے) آزاد کر دو"۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس فرمان کی تعمیل کی۔

دعوتِ اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی

پھر حضرت عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہلے میں اللہ کے نور کو بھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو اللہ عز و جل کے دین پر ہوتا اسے ایذا رسانی میں بہت سخت تھا۔ اب میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں مکہ جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام کی طرف بلاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان لوگوں کو ان کے دین کے بارے میں اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور ﷺ کے صحابہ کو ان کے دین کے بارے میں دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور آپ مکہ چلے گئے۔ جب عمیر مکہ سے روانہ ہوا تو صفوان بن امیہ لوگوں کو کہا کرتا تھا تمہیں اس واقعہ کی بشارت ہو جس کی خبر تمہیں چند روز میں مل جائے گی اور تمہیں بدر کا واقعہ بھلا دے گی۔ صفوان مدینہ سے آنے والے قافلوں سے اس کے بارے میں پوچھتا تھا حتیٰ کہ ایک سوار نے آکر اسے عمیر کے اسلام لانے کی خبر سنائی۔ یہ سن کر اس نے قسم کھائی کہ وہ نہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اسے کوئی نفع پہنچائے گا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ آئے تو وہاں ٹھہر گئے، اسیرہ کی دعوت دیتے اور جو ان کی مخالفت کرتا اسے سخت اذیت پہنچاتے، چنانچہ ان کے ہاتھ پر کٹیر

1۔ حضرت عمیر نے گواہی دی کہ جس ذات نے نبی کریم ﷺ کو اس خبر سے آگاہ فرمایا وہ اللہ عز و جل کی ہی ذات ہے۔ اس سے دلیل ہے کہ حضور ﷺ خود غیب تو نہیں جانتے جیسا کہ قرآن کریم و سنت مجیدہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یہی حدیثوں نے حضور ﷺ کو حضرت عمیر کی خبر سے آگاہ فرمایا جیسے اس آیت کریمہ میں بھی ہے: قُلْ كُنَّا فِي لَحْيِنَا نُنصِتُ لِمَا كُنَّا نَسْمَعُ رَاجِعِينَ "فرمادے مجھے اس نے آگاہ کیا ہے جو ظہیم و خیر ہے۔"

لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزولِ آیات علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے عمیر بن وہب یا حارث بن ہشام میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا کہ اس نے ابلیس کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بدر کے دن لٹے پاؤں بھاگا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کہاں جا رہے ہو؟ وہ اللہ کے دشمن (سراقہ) کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، وہ چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **وَإِذْ زَيْنَ لَّهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ** (الانفال: 48) ”اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا“۔ بیان فرمایا کہ ابلیس نے انہیں دھوکا دیا اور ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں اس وقت ظاہر ہوا جب ان لوگوں نے اپنے اور بنی بکر بن عبدمناة بن کنانہ کے درمیان اس جنگ کے متعلق تعلقات کا ذکر کیا جو ان کے

کیا غزوہ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟

حدیث کے آخر میں ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ عمیر بن وہب وہ شخص ہے جس نے بدر کے روز ابلیس کو اس وقت دیکھا جب وہ لٹے پاؤں بھاگا اور دیگر راویوں نے ذکر کیا کہ حارث بن ہشام ابلیس کے ساتھ تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک خیال کر رہا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کدھر بھاگے جا رہے ہو؟ ابلیس نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور اسے گدی کے بل گرا دیا پھر کہا: میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ وہ اس وقت سراقہ مدلجی کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا کیونکہ قریش کو بنی مدلج کی طرف سے خوف تھا کہ کہیں وہ ان کے مقابلے میں نہ آجائیں اور ان کے ساتھ ان خونوں کی وجہ سے برسرِ پیکار ہو جائیں جو ان کے درمیان بہائے گئے تھے۔ چنانچہ ان کے سامنے ابلیس سراقہ مدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور کہا میں ان لوگوں سے یعنی بنی مدلج سے تمہارا نگہبان ہوں اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کے بعد مکہ میں سراقہ کو دیکھا تو اسے کہا: اے سراقہ! کیا تو نے صف میں شکاف ڈالا اور ہمیں شکست سے دوچار کر دیا؟ اس نے کہا: بخدا! مجھے تمہارے اس معاملہ کا کوئی علم نہیں حتیٰ کہ تمہیں شکست ہوئی، نہ میں وہاں حاضر ہوا اور نہ مجھے علم ہے، لیکن قریش نے اس کی بات نہ مانی یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور وہ آیت کریمہ سنی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔ پھر انہیں علم ہوا کہ وہ تو ابلیس تھا جو انسانی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔

درمیان برپا تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا تَرَأَتْ الْفُتُنَ (الانفال: 48) ”تو جب آ منے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں“۔ اور اللہ کے دشمن نے فرشتوں کی شکل میں اللہ کے لشکروں کو دیکھا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ اور مومنین کی ان کے دشمن کے مقابلے میں مدد فرمائی تھی۔ نَكْصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بِبَرِّيٍّ مِّنْكُمْ إِنِّي أَنَا أَنَا تَرُونَ (الانفال: 48) ”تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں بری الذمہ ہوں تم سے، میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے“۔ دشمن خدا نے سچ کہا، اس نے وہ دیکھا جو انہوں نے نہیں دیکھا تھا اور کہا: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٨﴾ (الانفال) ”میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے“۔ غرض مجھے بتایا گیا کہ وہ لوگ ہر جگہ شیطان کو سراقہ کی شکل میں دیکھتے تھے اور اسے اجنبی نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا اور دونوں لشکر آ منے سامنے ہوئے تو وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ اس طرح وہ انہیں میدان جنگ تک لایا پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نَكْصَ کا معنی ہے وہ لوٹ گیا۔ بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ایک فرد اس بن حجر نے کہا:

نَكْصَتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِثْمٍ تَزْجُونَ أَنْفَالَ الْخَيْسِ الْعَرْمَرِ
”جس روز تم آئے تو الٹے پاؤں لوٹ گئے درآں حالیکہ تم بے شمار لشکر کا مال غنیمت بڑی

ابلیس لعین کا قول ہے: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ”میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس کے متعلق شارحین کے چند اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اس نے اپنے اس قول إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ میں جھوٹ بولا کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا تو ڈر گیا کہ کہیں یہ وہی دن نہ ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں وعدہ کیا ہے: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ (الفرقان: 22) ”جس روز وہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اس روز مجرموں کے لئے“۔ اور یہ قول بھی کیا گیا ہے کہ وہ اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں فرشتے اسے پکڑ نہ لیں کیونکہ اس نے اپنے لشکر کفار کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ دیکھ لیا تھا اور قاسم بن ثابت نے الدلائل میں ذکر کیا ہے کہ جب قریش بدر میں گئے تو جس روز مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی اسی روز مکہ کے اوپر سے ایک ہاتف جن گزرا جو بلند آواز سے یہ اشعار کہہ رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا:

آسانی سے لے جا رہے تھے۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش کے ساتھ ابلیس کی دھوکہ بازی کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَوْمِي الَّذِينَ هُمْ أَوْوَا نَبِيَّهِمْ وَ صَدَقُوهُ وَ أَهْلُ الْأَرْضِ كُفَّارُ
”میری قوم ایسی ہے جنہوں نے ایسی حالت میں اپنے نبی ﷺ کو پناہ دی اور ان کی تصدیق کی جبکہ ان کے اپنے علاقہ والے کافر تھے۔“

إِلَّا خَصَائِصَ أَقْوَامٍ هَبْ سَلَفٌ لِلصَّالِحِينَ مَعَ الْأَنْصَارِ أَنْصَارُ
”بجز ان مخصوص افراد (مہاجرین) کے (کہ وہ کافر نہیں) جو صالحین کے اسلاف ہیں (اور) انصار کے ساتھ مل کر (اسلام کے) مددگار ہیں۔“

مُسْتَبْشِرِينَ بِقَسَمِ اللَّهِ قَوْلُهُمْ لَمَّا أَقَاهُمْ كَرِيمُ الْأَصْلِ مُخْتَارُ
در آں حالیکہ وہ اللہ کی تقسیم پر خوش تھے۔ جب ان کے پاس کریم الاصل مختار (نبی ﷺ)

أَذَارَ الْحَنِيفِيُونَ بَدْرًا وَ قَبِيْعَةً سَمِنَقْضُ مِنْهَا دُكْنٌ كِسْرَى وَ قَيْصَرَا
”کیا ملت حنیفیہ کے ہیرو کاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس کی وجہ سے کسریٰ اور قیصر کے محلات کی دیواریں گر جائیں گی۔“

أَبْلَاتٌ رِجَالًا مِنْ لُؤْيٍ وَ أَبَوَاتٌ خَوَائِدُ يَضْرِبْنَ التَّرَائِبَ حُسْرَا
”اس سانحہ نے لوی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی نگلی چھاتیاں پیٹ رہی تھیں۔“

فَيَا وَيْخَ مَنْ أَمْسَى عَدُوَّ مُحَمَّدٍ لَقَدْ جَارَ عَنْ قَصْدِ الْهَدَى وَ تَحَمَّرَا
”پس کتنا بد بخت ہے وہ شخص جو محمد ﷺ کا دشمن ہے، اس نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سراسیمہ ہو گیا۔“

ان میں سے کسی نے پوچھا: یہ حنیفیون کون ہیں؟ تو دوسروں نے بتایا: وہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ ہیں کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف (علیہ السلام) کے مذہب پر ہیں، پھر تمہوڑے ہی دن گزرے کہ ان کے پاس اس واقعہ کی یقینی خبر پہنچ گئی۔

تشریف لایا تو ان کا قول یہ تھا:

أَهْلًا وَ سَهْلًا فَفِي أَمْنٍ وَ فِي سَعَةٍ نِعَمَ النَّبِيِّ وَ نِعَمَ الْقَسَمِ وَالْجَارِ
کہ خوش آمدید مرحبا! پس آپ امن اور کشائش میں رہیں، نبی بھی اچھا ہے اور ہمارا نصیب
اور پڑوس بھی اچھا ہے۔

فَاتَزَلُّوْهُ بِذَا لَا يَخَافُ بِهَا مَنْ كَانَ جَارَهُمْ دَارًا هِيَ الدَّارُ
”انہوں نے آپ کو ایسے گھر میں اتارا جس میں انہیں کوئی خوف نہیں جن لوگوں کا ہمسایہ ایسا
ہو وہی گھر گھر (کہلانے کا) مستحق ہے۔“

وَ قَاسَمُوْهُ بِهَا الْأَمْوَالَ إِذْ قَدِمُوا مُهَاجِرِينَ وَ قَسَمَ الْجَنْحِ النَّارُ
”اور انہوں نے اپنے پڑوسی کو اپنے اموال میں حصہ دار بنا لیا جب وہ لوگ ہجرت کر کے
آئے اور منکر کا نصیب تو آگ ہے۔“

سِرْنَا وَ سَارُوا إِلَى بَذْرِ لِحْيَتِهِمْ لَوْ يَعْلَمُونَ يَقِيْنَ الْعِلْمِ مَا سَارُوا
”ہم بھی چلے اور وہ بھی بدر کی طرف اپنی موت کی خاطر چلے اگر انہیں (موت) کا یقینی علم
ہوتا تو (ادھر) نہ چلتے۔“

دَلَّاهُمْ بِغُرُورٍ ثُمَّ أَسْلَمَهُمْ إِنَّ الْخَبِيثَ لَيْنٌ وَالْأَلَةُ غَرَّارُ
”(شیطان نے) انہیں دھوکے سے یہ راہ دکھائی پھر اس نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔
بے شک خبیث اپنے یار کو دھوکا دینے والا ہوتا ہے۔“

وَ قَالَ إِنِّي لَكُمْ جَارٌ فَأَوْرَدَهُمْ شَرَّ الْوَوَارِدِ فِيهِ الْخِزْيُ وَالْعَارُ
”اور اس نے کہا: ”میں تمہارا نگہبان ہوں“ پھر انہیں ایسے گھاٹ پر لا اتارا جس میں رسوائی
اور شرمندگی ہی تھی۔“

ثُمَّ التَّقِيْنَا فَوَلَّوْا عَنْ سَرَائِهِمْ مِنْ مُنْجِدَيْنِ وَ مِنْهُمْ فِرْقَةٌ غَارُوا
”پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو وہ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر پیٹھ پھیر گئے، بعض اونچے
مقامات پر چلے گئے اور ایک رود نے نشیبی علاقہ میں پناہ لی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت حسان کا یہ شعر لکھا آتا ہے كَرِيْمُ الْأَصْلِ مُخْتَارُ
ابوزید انصاری نے سنایا۔

حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف سے حاجیوں کے مہمان نواز حضرت عباس بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے حارث بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی بن نوفل، یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے ابوالختری بن ہشام بن حارث بن اسد اور حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد۔ یہ دونوں بھی باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔

نضر کا نسب

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نضر کا نسب یوں بھی بیان کیا جاتا ہے: نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔

بنی مخزوم

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقطہ سے ابو جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

بنی جمح

بنی جمح سے امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم کے دونوں بیٹے نبیہ اور منہہ۔ یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عامر

اور بنی عامر بن لوی سے سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس یہ گھوڑے تھے۔ مرثد بن ابی مرثد غنوی کا گھوڑا، اس کا نام السبل تھا۔ مقداد بن عمرو بہرانی کا گھوڑا، اس کا نام بعرزہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام بسجہ تھا۔ اور زبیر بن عوام کا گھوڑا، اس کا نام یعسوب تھا۔

مشرکین کے گھوڑے

علامہ ابن ہشام نے فرمایا اور مشرکین کے پاس سو گھوڑے تھے۔

سورۃ انفال کا نزول

تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: واقعہ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال نازل فرمائی اور اموال غنیمت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ

غزوہ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات

اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد سورۃ انفال نازل فرمائی۔ انفال سے مراد اموال غنیمت ہیں۔ حضرت ابو عبید نے کتاب الاموال میں فرمایا: ”نفل کا معنی ہے منعم کی طرف سے احسان اور فضل و کرم۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر مال غنیمت حلال فرما کر فضل و احسان فرمایا اور اس سے پہلے کسی امت پر اسے حلال نہ فرمایا اس لئے اموال غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے۔“ حضرت مؤلف نے فرمایا: ابو عبید کا یہ قول تو صحیح ہے: إِنَّ اللَّهَ تَفَضَّلَ بِهَا (اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کے ذریعے اس امت پر

آیات نازل ہوئیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ٥ (الأنفال)

”دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق آپ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو۔“

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جب سورۃ انفال کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب ہم نے مالِ غنیمت کے

انفس واحسان فرمایا) کیونکہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے کسی قوم پر اموالِ غنیمت حلال نہیں کئے گئے بلکہ آسمان سے ایک آگ اتر کر انہیں جلا جاتی تھی لیکن ان کا یہ قول کہ اس فضل و احسان کی بنا پر اموالِ غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایامِ جاہلیت میں بھی بل عرب اموالِ غنیمت کو انفال ہی کہتے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے قدیم جاہلی شاعر اوس بن حجر اسیدی کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

نَكَصْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِثْمٍ تَزْجُونَ أَنْفَالَ الْخَيْسِ الْعَرَمِمْ
”تم بے شمار لشکر کے اموالِ غنیمت لوٹ کر اسی روز اٹنے پاؤں لوٹ گئے جس روز تم آئے تھے۔“

اس شعر میں سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت پر مالِ غنیمت حلال ہونے سے قبل اسے انفال کا نام دیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مادۃ اشقاق نفل ہے جس کا معنی زیادتی اور اضافہ ہے کیونکہ اس سے غنمین کے اموال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اوس بن حجر کے اس شعر میں ایک اور شہادت بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ ایامِ جاہلیت میں بھی لشکر کو خیمس کہا جاتا تھا اور بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ لشکر کے لیے خیمس کا نام خیمس (پانچواں حصہ) سے ماخوذ ہے جو کہ مالِ غنیمت سے نکالا جاتا ہے، یہ درست نہیں کیونکہ اس خیمس کا تعلق بھی دورِ اسلام سے ہے کیونکہ زمانہِ جاہلیت میں سالارِ لشکر کے لئے مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ ہوتا تھا جسے مرباع کہتے تھے۔ انفال کے مادۃ اشقاق کے متعلق ایک اور قول ان شاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ حضرات ابن مسعود اور عطاء نے یسئلونک الانفال پڑھا ہے جبکہ جمہور نے یسئلونک عن الانفالی پڑھا ہے اور حق دونوں قراءتوں میں صحیح ہے کیونکہ سألوا اور سألوا عنہا دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

ہمارے میں جھگڑنا شروع کر دیا اور ہمارا اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے پیارے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضور ﷺ نے اسے مساوی طور پر تقسیم فرما دیا اور یہ تقسیم تقویٰ، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور باہمی معاملات کی اصلاح کے عین مطابق تھی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ** ہم اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ ہم نے مالِ غنیمت کے متعلق جھگڑا کیا اور ہمارا اختلاف شدت اختیار کر گیا۔ تفسیر عبد بن حمید وغیرہ میں اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے اپنے لشکر میں موجود تھے۔ حضرت ابوالیسر نے دو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور دو کو قیدی بنایا تھا۔ مالِ غنیمت کو جمع کرنے والے کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اور قتال کرنے والے اور ان کے قبضے میں کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے اختیار سے نکال کر اپنے نبی ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب وہ ایک تلوار چھین کر لائے تو انہیں اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کے لئے اس کام میں مشکل پیش آئی۔ وہ ذوالکلیفہ عاصی بن سعید کی تلوار تھی۔ پھر جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار حضرت سعد بن ابی وقاص کو عطا فرمادی اور مالِ غنیمت مساوی طور پر تقسیم فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ کی ذکر کردہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مالِ غنیمت برتری کے طور پر (یعنی کسی کو کم کسی کو زیادہ) تقسیم فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ** **مِنْ شَيْءٍ عَالِيَةٍ (الأنفال: 41)** ”اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے.....“ تو یہ آیت منسوخ ہو گئی: **قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ** **وَالرَّسُولِ (الأنفال: 1)** یہی صحیح ترین قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور جس شخص کے نزدیک یہاں انفال سے صرف وہ جانور مراد ہیں جو مسلمانوں کو دشمن سے حاصل ہوتے ہیں تو اس کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں۔ اسی طرح مجاہد کا قول ہے کہ یہاں انفال سے صرف مالِ غنیمت کا خمس مراد ہے اور یہ آیت اس وقت منسوخ شمار ہوگی جب ہم انفال سے سارا مالِ غنیمت مراد لیں۔ آثار بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: انفال کی چار قسمیں ہیں: (1) وہ نفل جس سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ (2) نفل یعنی اصل مالِ غنیمت۔ (3) نفل یعنی پانچواں حصہ۔ (4) فوجی دستوں کا نفل۔ یہ خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ مالِ غنیمت ہے۔ (5) نفل یعنی خمس کا خمس۔

قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا ذکر فرمایا جب رسول اللہ ﷺ قریش کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر مسلمانوں کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے جبکہ قریش نفع کے لالچ میں پہلی قسم

یہ نفل کی وہ قسم ہے جس میں خمس نہیں ہوتا نہ اسے اصل مال غنیمت سے نکالا جاتا ہے اور نہ خمس سے۔ یہ اس مقتول سے چھینا ہوا مال (سلب) ہے جسے معرکہ جنگ اور دشمن کی طرف پیش قدمی کے علاوہ کسی اور حالت میں قتل کیا جائے۔ یہ مال قاتل کی ملکیت ہوتا ہے۔ یہ امام اوزاعی، اہل شام اور محدثین کے ایک گروہ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے مقتول سے سلب شدہ مال بھی اسی نفل کا حصہ ہے جس سے دوسرے مال غنیمت کے ساتھ خمس نکالا جاتا ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی موطا امام مالک میں منقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم ہے کہ جب کسی آدمی نے آپ سے انفال کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: گھوڑے اور زر ہیں سب نفل ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ گھوڑے نفل سے ہیں اور نفل میں خمس ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن مسلم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ چھینا ہوا مال (سلب) قاتل کا ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے مذہب کے مطابق اس کی تفسیر کی۔ دوسرے قول کے قائلین کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت براء بن مالک نے جب مرزبان الزارہ کو قتل کر کے اس کے اونٹ، ہتھیار اور دیگر سامان چھین لیا جس کی مالیت تیس ہزار تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے خمس نکالا۔ لیکن قول اول کے قائلین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ آپ نے مرزبان سے چھینے گئے مال کو کثیر خیال کرتے ہوئے اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا جاتا لیکن چونکہ حضرت براء کے چھینے ہوئے مال کی مالیت تیس ہزار ہے اس لئے میں اس سے خمس نکال رہا ہوں۔ نیز قول اول کے قائلین نے حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث کو بھی دلیل بنایا ہے جب انہوں نے کسی شخص کو قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے چھینا ہوا سارا مال انہی کا ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کی دلیل آیت خمس کے الفاظ کا عموم ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا: **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّن شَيْءٍ فَإِنَّ** **لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ** لآیہ (الانفال: ۴۱) ”اور جان لو کہ جو کوئی چیز بھی تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کیلئے.....“ ان کی دوسری دلیل حضرت خالد بن ولید رضی

اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُونَ ﴿١﴾
يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَكُمَا يَسْتَأْذِنُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٢﴾ (الانفال)

”جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا۔ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف درآں حالیکہ وہ (موت کو) دیکھ

اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے دشمن کے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کے سلب کو لینے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا کیونکہ وہ سالار لشکر تھے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا تم نے اس کو وہ سلب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے کثیر خیال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”وہ سلب اسے دو“۔ پھر حضرت عوف حضرت خالد سے ملے تو انہوں نے ان کی چادر کھینچ کر کہا: میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے وہی پورا نہیں کرا لیا؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: ”اے خالد (اب) اس کو مت دینا، کیا تم میرے (مقرر کردہ) امیروں (کی اطاعت) کو چھوڑتے ہو؟ تمہاری اور ان کی مثال تو اس شخص کی مانند ہے جو اونٹ اور بکریاں چرانے کے لئے نکلا، ان جانوروں نے چرا پھر جب انہیں پانی پلانے کا وقت ہوا تو انہیں ایک تالاب پر لایا، جانور اس میں سے پانی پینے لگے تو صاف پانی پی لیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس کا صاف پانی انہیں اچھا لگا اور گدلا پانی ان پر گراں گزرا“۔ اسے امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا۔

اگر وہ سلب اصل مال غنیمت سے اس کا حق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے واپس نہ لوٹاتے۔ یہ نفل کی پہلی قسم کا بیان ہے۔

دوسری قسم

نفل کی دوسری قسم وہ ہے جو خمس نکالنے سے پہلے اصل مال غنیمت سے دیا جاتا ہے۔ یہ نفل ان رہنماؤں کو دیا جاتا ہے جو دشمن کے مورچوں اور راستوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، اس کے علاوہ جو مال عام اہل لشکر کے نفع کے لئے دیا جاتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔

رہے تھے۔

یعنی وہ آپ سے دشمن کا سامنا کرنے اور قریش کی پیش قدمی کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے جھگڑ رہے تھے۔

تیسری قسم

یہ وہ نفل ہے جو فوجی دستے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ابتدا میں خمس کے بعد بقیہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ بطورِ نفل دیا جاتا تھا پھر لوٹتے وقت حاصل کئے گئے مالِ غنیمت کا ثلث دیا جاتا تھا۔ حضرت مکحول عن حبیب بن مسلمہ کی روایت کردہ حدیث میں اسی طرح مذکور ہے اور ایک طائفہ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔

چوتھی قسم

نفل کی چوتھی قسم وہ ہے جو امام مالِ غنیمت کے خمس سے اہل غناء اور اہل منفعت کے لئے نکالتا ہے کیونکہ مالِ غنیمت کا جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تھا آپ ﷺ کے بعد اس کا حقدار امام ہے جو اسے وہاں خرچ کرتا ہے جہاں نبی کریم ﷺ خرچ کرتے تھے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا قول ہے۔ ایک فریق نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کا خمس صرف ان اصناف تک محدود ہے جو قرآن کریم میں ذکر کی گئی ہیں یعنی ذوی القربیٰ (حضور ﷺ کے قریبی رشتہ دار)، یتیم، مسکین اور مسافر کیونکہ جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو کسی امیر نے خمس کے مال سے ایک گدھا عطا کیا تو حضور ﷺ نے وہ واپس کر دیا کیونکہ حضرت مقداد ان مذکورہ اصناف سے نہیں تھے جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مالِ غنیمت سے تمیں کھوج عطا کئے تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ خمس سے ہوں۔

دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس کے بارے میں امام غور و فکر کرے، اگر وہ خیال کرے کہ اسے عام مسلمانوں کی منفعت میں خرچ کیا جائے اور مذکورہ چاروں اصناف کو اس کی زیادہ احتیاج نہ ہو تو عام مسلمانوں پر خرچ کر دے ورنہ انہی چار اصناف سے ابتدا کرے اور بقیہ اپنی رائے کے مطابق جہاں چاہے صرف کر دے۔

ذوی القربیٰ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمارا خیال تھا کہ وہ بنی ہاشم ہیں لیکن ہمارے ساتھیوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ تمام قریش ذوی القربیٰ ہیں۔ آپ نے نجدہ حروری کی طرف لکھے گئے خط میں اسی طرح فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد

وَاذْهَبْ إِلَى اللَّهِ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَتَاهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّكُوكِ تَكُونُ لَكُمْ
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَيِّطَ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (الانفال)
”اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تمہارے لئے
ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتہ گروہ تمہارے حصہ میں آئے۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر
دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ۔
۱۔ یعنی بغیر جنگ کے مالِ غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

امام کی قرابت میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ اس آیت میں داخل ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ ائمہ ذوی
القربیٰ میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی لقمہ کھلائے تو
وہ اس نبی کے بعد اس کے خلیفہ کے لئے ہے یا فرمایا وہ اس کے بعد اس کے قائم مقام کے لئے ہے۔
آیت خمس کے معنی کے متعلق خمس کے خمس کی تقسیم میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابو العالیہ کا کہنا ہے کہ
فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ (الانفال: ۴۱) (تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ) سے مراد یہ ہے کہ خمس سے
کعبہ شریف پر خرچ کرنے کے لئے حصہ نکالا جائے گا اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اور
بقیہ خمس چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق نے کہا خمس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے اور باقی
ماندہ چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق کا قول ہے کہ سارا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے جو
اسے ان مذکورہ اصناف اور دیگر مقامات پر خرچ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وللرسول صرف خرچ
کرنے والے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے شرف اور مالِ غنیمت کی پاکیزگی کے اظہار کے لئے
فرمایا۔ اسی طر مالِ فے کے بارے میں فرمایا لِلَّهِ وَاللِّرَّسُولِ الْآيَةُ۔ مالِ فے وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ
نے کفار کی زمینوں سے بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کی طرف پلٹا دیا لیکن آیات صدقات میں اس طرح
نہیں فرمایا اور نہ ان کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی نہ رسول کی طرف۔ کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل
ہے جو سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے مناسب نہیں۔ لہذا ان صدقات کا ذکر یوں
فرمایا: إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالتَّسْكِينِ (توبہ: ۶۰) (زکوٰۃ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو فقیر
اور مسکین ہیں) یعنی زکوٰۃ صرف انہی مصارف کے لئے ہے یہ سب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا
قول اور اس کی تفسیر ہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر جو مال حضور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا
تھا جن کی دلداری مقصود تھی اس کے متعلق بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی کہ آیا وہ اصل مالِ غنیمت سے
تھا یا خمس سے یا خمس کے خمس سے؟

۲۔ یعنی اس واقعہ کے ساتھ جو بدر کے روز قریش کے بہادر سرداروں کے ساتھ پیش آیا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِآلِيفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدَفِينَ ۝

(الانفال)

”یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے اے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد ۲ (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔“

۱۔ یہ اس لئے فرمایا کہ جب مسلمانوں نے دشمن کی کثرت اور اپنی قلت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے (فتح و نصرت کی) دعا کرنے لگے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا اور تمہاری دعا کے باعث۔

فرشتوں کی جنگ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر فرمایا: بِآلِيفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدَفِينَ ۝ (الانفال) (ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں)۔ ایک اور آیت میں فرمایا: بِثَلَاثَةِ آلِيفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ ۝ (آل عمران) (تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں)۔ اگر مردفین کو دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار فرشتوں کے پیچھے تین ہزار اور فرشتے بھیجے۔ اس طرح اکثر اقل کے مددگار بنے اور تین ہزار ایک ہزار کے پیچھے آنے والے تھے، اور اگر فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ ایک ہزار تین ہزار کے پیچھے آنے والے تھے اور یہی وہ ہزار فرشتے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَخَبِّرُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۝ (الانفال: ۱۲) (پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) اور وہ مردوں کی شکل میں تھے اور مومنین کو کہتے تھے ثابت قدم رہو، تمہارا دشمن قلیل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو یہ فرمایا کہ وَاصْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (الانفال) (اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ بدر کے روز فرشتوں کی ہر ضرب کفار کے سروں اور جوڑوں پر ہی لگی اور مسلمان کفار کی گردنوں اور جوڑوں پر لگے سیاہ نشانات کے ذریعے پہچان لیتے تھے کہ ان کو فرشتوں نے قتل کیا ہے اور بقیہ کو مسلمانوں نے۔ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ زجاج نے کہا کہ بنان جس کا واحد بنانہ ہے، انگلیوں کے پوروں اور بدن کے جوڑوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ آئینِ بَالْمَكَانِ سے مشتق ہے۔

إِذْ يُخَشِّمُ النَّعَاسَ أَمْنَةً وَنَهْ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَ بِكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ (الانفال)

”یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتار اتم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے تمہارے قدموں کو تاکہ تم پر اس وقت تسکین نازل ہوئی جب تم بے خوف و خطر سو گئے۔

۲۔ اس بارش کا پانی جو اس رات اللہ تعالیٰ نے ان پر برسائی اور مشرکین کو پانی کی طرف بڑھنے سے روک دیا اور مسلمانوں کا راستہ اس کی طرف کھول دیا۔

۳۔ یعنی تاکہ شیطان کی دوسرہ اندازی تم سے دور کر دے کیونکہ شیطان مسلمانوں کو ان کے دشمن سے خوفزدہ کر رہا تھا۔ اور تاکہ مسلمانوں کی خاطر زمین کو سخت کر دے تاکہ مسلمان اپنی اس منزل تک پہنچ جائیں جس کی طرف ان کے دشمن نے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی مقام پر مقیم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِيُطَهِّرَ بِكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (الانفال: ۱۱) (تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست) دشمن نے مسلمانوں سے پہلے گڑھے کھود کر اپنے لئے پانی ذخیرہ کر لیا تھا۔ مسلمانوں کو حدت اصغر اور حدت اکبر کی وجہ سے پانی کی ضرورت پیش آئی لیکن پانی تک ان کی رسائی مشکل تھی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں دوسرہ الا اور کہا کہ تم حق پر ہونے کے دعویدار ہو لیکن تمہارے دشمن تم سے پہلے پانی پر قبضہ جما چکے ہیں۔ تم پیاسے ہو اور بغیر وضو کے نماز پڑھنے پر مجبور ہو۔ تمہارے دشمن اس انتظار میں ہیں کہ پیاس تمہاری گردنیں کاٹ دے اور تمہاری قوتیں سلب کر لے۔ پھر وہ جیسے چاہیں تم پر اپنا تسلط جمالیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا، اس کے کدھانے کھل گئے، مسلمان پاک صاف اور سیراب ہو گئے اور ان کے قدموں کے نیچے ریتلی اور شوریلی زمین سخت ہو گئی اور اس میں ان کے قدم جم گئے اور ان سے شیطان کی دوسرہ اندازی دور ہو گئی پھر وہ دشمن کی طرف اٹھے اور ان کے پانی پر غلبہ پالیا اور ان کے قریبی کنوئیں کو بند کر دیا۔ اس طرح کفار پیاسے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئی اور حضور ﷺ نے ننگریوں کی ایک مٹھی بھری اور دشمن کی طرف پھینک دی جس نے سارے لشکر کی آنکھوں کو بھر دیا۔ اسی کے حلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَذُكِّرَتْ بِكُمْ رِجْزُ الشَّيْطَانِ (الانفال: ۱۱) ”اور (اسے محیوب) نہیں بھیجی آپ

مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلِكَةِ أَلِيَّ مَعَكُمْ فَتُنْصِرُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَالَتْنِي قُلُوبُ الَّذِينَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ فَأَصْرَبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاصْرَبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۖ (الانفال)

”یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں
پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب، سو
تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔“

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاكُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۖ
”یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا
ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“
پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا دَرَحُوا حَقًّا فَلَا تُؤَلُّوهُمْ إِلَّا دُبَارًا ۚ وَمَنْ يُؤَلَّهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبْرًا إِلَّا مَتَحَرًّا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَدِّدًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۖ (الانفال)

”اے ایمان والو! جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکر جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف
(اپنی) پٹھیں اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینتر ابدلنے

نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔“ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ہی وہ ریت سارے لشکر پر پھیلا دی اور آپ کے بس میں تو صرف چند لوگوں تک اسے پہنچانا تھا۔ یہ
تو اللہ تعالیٰ نے اسے سارے لشکر پر پھیلا دیا جب آپ نے ان میں سے چند لوگوں پر اسے پھینکا تھا۔
اور حضرت احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں تو
ان کے دلوں میں آپ نے رعب طاری نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے طاری کیا اور حضرت ہبۃ اللہ بن
سلامہ نے فرمایا: رمی کا لفظ چار معانی سے مرکب ہے: اخذ (پکڑنا)، ارسال (پھینکنا)، اصابہ (نشانے
پر مارنا) اور تبلیغ (نشانے تک پہنچانا)۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو معانی اخذ اور ارسال کو نبی کریم ﷺ کے
لئے قائم رکھا اور بقیہ دو معانی اصابہ اور تبلیغ کی آپ سے نفی فرما کر اپنی ذات کے لئے ثابت فرمایا۔

والا ہولڑائی کے لئے یا پلٹ کر آنے والا ہوا اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہوگا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“

یعنی اپنی جماعت والوں کو دشمن کے خلاف برا بیچتے کرنے کے لئے (ان کی طرف پلٹ کر آنے والا ہو) تاکہ جب وہ دشمن کا سامنا کریں تو پسپائی اختیار نہ کریں درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح و نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔“

طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فُتُوكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كُثُرْتُ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦﴾ (الانفال)

”(اے کفار) اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو (لو) آگیا تمہارے پاس فیصلہ ۱۔ اور اگر تم (اب بھی) باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے ۲۔ اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور

جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا تُؤْثِرُهُمُ الْآذِبَارَةُ (الانفال) (تو مت پھیرنا ان کی طرف) (اپنی پیٹھیں)۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا صرف بدر کے روز اور اس جنگ عظیم میں گناہ کبیرہ ہے جو آخر زمانہ میں برپا ہوگی۔ دیگر علماء نے کہا ہے کہ جب امام جنگ میں حاضر ہو تو جنگ سے فرار ہونا گناہ کبیرہ ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنا نہ ہو۔ البتہ جب کوئی امام کی طرف بھاگ کر جائے تو وہ متحیز الی فیہ (اپنی جماعت کی طرف پلٹنے والا) ہوگا کیونکہ جب مسلمانوں پر دشمن کے گھوڑوں کے حملے کی وجہ سے حضرت ابو عبید بن مسعود شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا: ”ابو عبید بن مسعود میری طرف پلٹ کر کیوں نہیں آیا حالانکہ میں ہر مسلمان کے لئے فیہ (پلٹنے کی جماعت) ہوں۔“ اسی کی مثل نبی اکرم ﷺ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ موتہ سے لوٹنے والے صحابہ کرام کو جنہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم بھاگنے والے ہیں، فرمایا: نہیں بلکہ تم لوٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارے لئے پلٹنے کی جماعت کی حیثیت رکھتا ہوں“ یہ مشہور حدیث ہے جسے میں نے

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔“

۱۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ابو جہل نے دعا مانگی تھی: اے اللہ! ہم دونوں فریقوں میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور جو زیادہ غیر معروف باتیں کرنے والا ہے اسے کل ہلاک کر دے اور استفتاح کا معنی ہے دعا میں انصاف کرنا۔

۲۔ اللہ جل شفاء قریش کو فرماتا ہے اور اگر اب بھی تم باز آ جاؤ تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر اسی طرح کی سزا دیں گے جس طرح ہم نے تم کو بدر کے روز دی تھی۔

۳۔ یعنی تمہاری کثرت تعداد تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی اور میں اہل ایمان کے ساتھ ہوں، ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد کروں گا۔

مختصر بیان کیا ہے۔ وہ تعداد جس کے ہوتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے یہ ہے جب ایک کا ایک کے ساتھ یا ایک کا دو کے ساتھ مقابلہ ہو البتہ جب ایک کا تین کے ساتھ مقابلہ ہو تو بھاگنے والے کے لئے اس کا فرار معیوب نہیں ہوگا خواہ وہ متحیز الی فیہ (اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنے والا) ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابو الولید بن رشد نے اپنے مقدمات میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے تین گنا اور اس سے زائد دشمن کے سامنے سے بھاگنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: ”بارہ ہزار کا لشکر اپنی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوگا۔“ ابتدا میں ایک شخص کے لئے دس آدمیوں کا سامنا کرنا لازم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمادی اور اس ارشاد کے ذریعے پہلے حکم کو منسوخ فرمادیا: اَلَا نَحْفَظَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے اور یہی علماء کا قول ہے لیکن اس میں نسخ کا قول واضح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اِنْ يَّكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ..... (الانفال: 65) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے.....) جملہ خبریہ ہے اور نسخ خبر میں جاری نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اَلَا نَحْفَظَ اللّٰهُ عَنْكُمْ..... (الانفال: 66) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی آیت کا حکم منسوخ ہے اور وہ دس آدمیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ لہذا آیت کے ظاہری اور باطنی دو حکم ہیں۔ اس کا ظاہری حکم خبر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ دس آدمی سو پر غالب آئیں گے اور اس کا باطنی حکم سو کے سامنے ثابت قدمی کا وجوب ہے۔ اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: جَوِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰی

مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی ترغیب
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ (الانفال)
”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو اس سے
حالانکہ تم سن رہے ہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہ کرو حالانکہ تم اس کا ارشاد سن رہے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ
وہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٦٦﴾ (الانفال)
”اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔“
یعنی منافقین کی طرح نہ بن جانا جو ظاہر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور باطن اس کی نافرمانی
کرتے ہیں۔“

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ (الانفال)
”بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ
نہیں سمجھتے۔“

یعنی میرے نزدیک سب سے بدتر مخلوق منافقین ہیں جن کی مثل بننے سے میں نے تمہیں منع
کیا، وہ بھلائی کی باتوں سے گونگے اور حق بات سے بہرے ہیں۔ جنہیں یہ احساس نہیں کہ حکم
اللہ کی مخالفت میں وہ کس عذاب اور مصیبت کے مستحق ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۚ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ (الانفال)
”اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ ان میں خوبی تو انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر سنا دیتا انہیں (قبول حق کی
استعداد کے بغیر) تو وہ پیٹھ پھیر دیتے روگردانی کرتے ہوئے۔“

فَلَقَاتِلْ (الانفال: 65) (براہیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر) لہذا نسخ کا تعلق اس باطنی حکم کے ساتھ ہے
اور خبر اپنی جگہ پر سچے وعدہ کے طور پر باقی رہی جس کا مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کے دور خلافت کے آخری ایام اور خلافت فاروقی میں مشاہدہ کیا جب عراق اور شام میں رومیوں اور
یرانیوں کے ساتھ جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں میں لاکھوں مشرکین کو شکست ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید
رضی اللہ عنہ نے عراق سے شام کی طرف بڑھتے ہوئے ایک لاکھ مشرکین کو شکست دی حالانکہ ان کے

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان منافقین میں کوئی خوبی جانتا تو انہیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرما دیتا لیکن ان کے دل اس بارے میں ان کی زبانوں کے مخالف ہیں اور وہ حق پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں۔ اگر یہ منافق لوگ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک بھی ہوتے تو روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتے اور تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُ يُوْخْشِرُونَ ﴿٣٠﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! بلیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔“

یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں جہاد کی طرف بلائیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کی پستیوں سے اٹھا کر عزت کی بلندیوں تک پہنچایا اور تمہاری کمزوری دور کر کے تمہیں قوت و طاقت بخشی اور کفار کے مصائب و آلام کے بعد ان کے مقابلے میں تمہارا دفاع کیا۔ تو ان کی پکار پر بلیک کہتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ۔

وَإِذْ كُودُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣١﴾ (الانفال)

”اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (ہر وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٣٢﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔“

یعنی ایسا نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق حق کا اظہار تو کرو لیکن پوشیدہ طور پر اس کی

اپنے لشکر کی تعداد پانچ ہزار سے بھی کم تھی بلکہ میں نے شام کی بعض فتوحات میں ملاحظہ کیا کہ ایک دفعہ شام کے مسلمانوں کے لئے عراق سے کمک آئی۔ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے جبکہ رومیوں کے پاس چار لاکھ فوج تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر کے انہیں شکست دی۔ اسی طرح اہل قادسیہ

ما فرمائی کرو کیونکہ اس میں تمہاری امانتوں کا ضیاع ہے اور اپنی جانوں کے ساتھ خیانت ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَشَاءُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ الْغَفُورُ الْعَلِيمُ ﴿٥﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کر دے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور ڈھانپ دے گا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بڑے فضل (و کرم) والا ہے۔“

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تم میں حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کی قوت پیدا کر دے گا تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہارے حق کو غالب فرما دے اور تمہارے مخالفین کے باطل کو مٹا دے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اس وقت کی گئی اپنی نعمت کا ذکر فرمایا جب کفار نے آپ کے بارے میں خفیہ تدبیریں کیں تاکہ وہ آپ ﷺ کو قید کر دیں یا شہید کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ فرمایا:

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ﴿٦﴾ (الانفال)

”وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنی پختہ خفیہ تدبیر فرمائی یہاں تک کہ حضور ﷺ کو ان سے نجات عطا فرمادی۔

قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا

پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کی جہالت اور ان کے اپنے خلاف بددعا کرنے کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے کہا:

نے رستم کی فوج کو شکست دی اور رستم کو قتل کر ڈالا حالانکہ رستم کی فوج دو لاکھ سے زائد تھی اور مسلمان اس تعداد کا دسواں حصہ بھی نہ تھے۔ رستم کی فوج نے قلعوں کی مانند مضبوط ہاتھیوں پر سوار ہو کر حملہ کیا تھا لیکن مسلمانوں کے سامنے وہ ہاتھی بھاگ اٹھے اور سواروں کو ہلاک کر دیا اور کوئی بھی اپنے شہر کی طرف واپس نہ لوٹ سکا۔ اسی طرح افریقہ اور اندلس میں حضرت موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی فتح و

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ
آلِيمٍ ۝ (الانفال)

”اے اللہ! اگر ہو یہی (قرآن) سچ تیری طرف سے تو برسائے ہم پر پتھر آسمان سے ۲۔
لے آہم پر دردناک عذاب ۳۔

۱۔ جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔

۲۔ جس طرح تو نے قوم لوط پر پتھر برسائے۔

۳۔ یعنی اس طرح کا کوئی عذاب جیسا ہم سے پہلی امتوں کو تو نے دیا۔ کفار کہا کرتے تھے کہ
اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دے گا کیونکہ ہم اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے
کسی نبی کی موجودگی میں کسی امت کو عذاب نہیں دیا یہاں تک کہ اس نبی کو اس امت سے نکال لیا
اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مغفرت طلب کرتے ہیں لہذا ان پر بھی عذاب نازل
نہیں ہوگا۔ تو جب ان کی بد اعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور عدم
واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (الانفال)
”اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں
ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔“

یہ ان کے اس قول کی وجہ سے فرمایا کہ ہم مغفرت طلب کرتے ہیں درآنحالیکہ محمد (ﷺ)
ہمارے درمیان موجود ہیں۔ پھر فرمایا:

وَمَا لَهُمْ آلَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۖ إِنْ
أَوْلِيَاءُؤُهُ إِلَّا الْمُشْكُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الانفال)

”(مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کے لئے کہ نہ عذاب دے انہیں

نصرت ظاہر ہوئی۔ ان واقعات کو پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ سچ ہے مسلمانوں پر اللہ
تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت نقاش نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا
مِائَتَيْنِ (الانفال: ۶۵) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آجائیں گے دو سو پر)
کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان صبر سے کام لیں تو اپنے سے دس گنا زیادہ لشکر پر غالب آجائیں گے اور

اللہ ۱۔ حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے ۲۔ اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں ۳۔ لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی۔“
۱۔ اگرچہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور اگرچہ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں اپنے قول کے مطابق۔

۲۔ یعنی ان کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ خاص پر ایمان لائے یعنی آپ کو اور آپ کے قبیعین کو۔

۳۔ جو اس کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہیں اور اس کے پاس نماز قائم کرتے ہیں یعنی آپ اور آپ پر ایمان لانے والے مومنین۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٥﴾ (الانفال)

”اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس ۱۔ بجز سیٹی اور تالی بجانے کے ۲۔ سوچکھواب عذاب بوجہ اس کے کہ تم کفر کیا کرتے تھے ۳۔“

۱۔ جس نماز کے متعلق وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے لئے نجات کا باعث ہوگی۔

۲۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مکاء کا معنی سیٹی بجانا اور تصدیۃ کا معنی تالی بجانا ہے۔ عنترہ بن عمرو بن شداد العبسی نے کہا:

وَلَرُبَّ قَرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ مُجَدَّلًا تَمَكُّوْ فَرِيَصَتُهُ كَشِدْقِ الْاَعْلَمِ
”کتنی ہی قوموں کو میں نے بچھاڑ کر رکھ دیا جن کی رگوں سے اس طرح آواز نکلتی تھی جس طرح اس شخص کی باتوں سے نکلتی ہے جس کا اوپر والا ہونٹ پھٹا ہوا ہو۔“

یعنی تمکو کا معنی ہے نیزہ زنی کے ذریعے خون کے نکلنے کی آواز جو سیٹی کی آواز کی مانند ہوتی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدہ کا شعر ہے اور طرماح بن حکیم طائی نے کہا:

ان کے اس غلبہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب سلامت رہیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو زندہ رہے گا وہ اپنے اہل دین کا کفر پر غلبہ اور تسلط دیکھ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں یہ بات باعث قدح نہیں کہ صبر کرنے والوں میں سے کچھ لوگ شہید ہو جائیں۔ بلکہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

لَهَا كُلَّمَا رِيَّعَتْ صَدَاةٌ وَ رَكْدَةٌ بِبُصْدَانٍ اَعْلَى ابْنَى شِمَامِ الْبَوَائِنِ

”یعنی جب بھی اسے ڈرایا جائے تو وہ دواونچے پہاڑوں کے اوپر ایک محفوظ مقام پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ پتھروں پر مارتی ہے پھر رک جاتی ہے تو اس کے ہاتھوں کے پتھروں کے ساتھ ٹکرانے سے تالی کی طرح آواز سنائی دیتی ہے۔“ یہ طرماح کے قصیدہ اردو یہ کا شعر ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ ایسی عبادت تھی جس پر اللہ تعالیٰ نہ رضا مند تھا، نہ اسے پسند تھی، نہ اس نے ان پر فرض فرمائی اور نہ انہیں اس کا حکم دیا۔

۳۔ یعنی اب اپنے کفر کی وجہ سے بدر کے روز قتل و غارت کا عذاب چکھو۔

غزوہ بدر اور سورہ مزمل کے نزول کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ حضرت عباد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا سورہ مزمل کی آیت يٰۤاَيُّهَا الْمُرۡقُلُ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَ ذُرِّيَّتِيْ وَ الْمَكۡذِبِيْنَ اُولٰٓئِۤىۡ النُّعۡمَةُ وَ مَهَلۡنَہُمۡ قَلِيۡلًا ۝۱۱ اِنۡ لَّدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَ جَحِيۡمًا ۝۱۲ وَ طَعَامًا ذَا عَصۡةٍ وَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۝۱۳ (مزل: ۱۱، ۱۳) (آپ چھوڑ دیں مجھے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں ہمارے پاس ان کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب) کے نزول کے درمیان تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز قریش کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا انکال نکل کی جمع ہے اس کا معنی ”بیڑیاں“ ہے۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا:

يَكْفِيكَ نِكْلِيْ بَغْيَ كُلِّ نِكْلِ

”ہر بیڑی کی جگہ تجھے میری ایک بیڑی ہی کافی ہے۔“

وَلَا يَدِيۡنُوۡنَ دِيۡنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡثُوۡا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوۡا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَ هُمۡ صٰغِرُوۡنَ ۝۱۰ (توبہ) ”جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں جنہیں کتاب

یہ اس کے ایک ار جوزہ کا شعر ہے۔

ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٨١﴾ (الانفال)

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ ان کے لئے باعث حسرت و افسوس، پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے۔“

اس آیت کریمہ کا مصداق کفار کا وہ گروہ ہے جو ابوسفیان اور قریش کے ہر اس شخص کے پاس گئے جس کا اس تجارتی قافلہ کے مال میں حصہ تھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں اس مال کے ذریعے ان کی مدد کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٢﴾ (الانفال)

”فرمادیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں، جو ہو چکا اور اگر وہ (پہلے کرتوت) دہرائیں تو گزر چکا ہے (ہمارا) طریقہ پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ۔ یعنی ان کے ساتھ جنہیں بدر کے روز قتل کر دیا گیا۔“

کفار کے ساتھ جہاد کا حکم

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِذَا انتَهَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٨٣﴾ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۖ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٨٤﴾ (الانفال)

دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں۔“ اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور مسلمان اس وعدہ کے مطابق غالب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے اور جو معنی ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ زیادہ واضح ہے۔

”اور (اے مسلمانو!) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لئے۔ تو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے، اور اگر وہ روگردانی کریں ۲ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے ۳ وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے۔

۱۔ یعنی اے مسلمانو! ان کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کسی مومن کو اس کے دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کیا جائے اور تو حید خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے جس میں اس کا کوئی شریک اور مد مقابل نہ رہے۔

۲۔ یعنی اگر وہ آپ کے حکم سے روگردانی کر کے اپنے کفر پر ہی ڈٹے رہیں۔

۳۔ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے جس نے تمہیں عزت بخشی اور بدر کے روز ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے باوجود تمہیں ان پر فتح عطا فرمائی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے مصارف اور اس کے احکام سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنتُمْ أَمْنُتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّلَاقِ الْجَمْعِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥﴾ (الانفال)

”اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یعنی اس دن جس روز میں نے اپنی قدرت کے ساتھ حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ یہ وہ دن تھا جس روز تمہارا اور ان (کفار) کا لشکر آمنے سامنے ہوا تھا۔

وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ (الانفال: ۴۹)

(یاد کرو جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا)۔ یہ آیت کریمہ ان اہل

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۖ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خِلْفَ لَكُمْ فِي الْعِيعَةِ ۚ وَلَكِنْ لَمْ يَقْضِ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠﴾ (الانفال)

”جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر تھا اور (جھارتی) قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے ۱۔ اور اگر تم لڑائی کے لئے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقرر سے ۲ لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لئے تھی) تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا ۳ تاکہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے جاننے والا ہے ۴۔“

۱۔ یعنی ابوسفیان کے اونٹوں کا قافلہ جس کو تم پکڑنے کے لئے نکلے تھے اور کفار جس کا دفاع کرنے کے لئے نکلے تھے، اس مقصد کے لئے نہ تم نے کوئی وقت مقرر کیا تھا اور نہ کفار نے۔

۲۔ یعنی اگر اس مقصد کے لئے تمہاری طرف سے اور کفار کی طرف سے کوئی وقت مقرر ہوتا پھر تمہیں ان کی کثرت اور اپنی قلت کا علم ہوتا تو تم ان کا مقابلہ نہ کر سکتے۔

۳۔ یعنی یہ سب کچھ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی آزمائش کے اسلام اور اہل اسلام کی عزت اور کفر اور اہل کفر کی ذلت کا جو ارادہ فرمایا تھا اسے پورا کر دکھائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ایسا کر دکھایا۔

۴۔ یعنی تاکہ جو کفر اختیار کرنا چاہے تو آیت و عبرت کے ذریعے قائم کئے گئے دلائل دیکھنے کے بعد اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے اور جو ایمان لانا چاہے تو وہ بھی اسی طرح دلائل دیکھنے کے بعد ایمان لائے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر اپنے لطف و کرم اور آپ کی خاطر اپنی خفیہ تدبیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَايِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَادَ اللَّهُ كَثِيرًا لَفُشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمُورِ

مکہ کے متعلق نازل ہوئی جو ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہ کی پھر مشرکین کے ہمراہ بدر کی طرف نکل پڑے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی قلت کا مشاہدہ کیا تو شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے غَوْ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔ ان میں سے قیس بن ولید بن مغیرہ،

لَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ (الانفال)

”یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار خواب میں قلیل اور اگر دکھایا ہوتا آپ کو لشکر کفار کثیر تعداد میں تو ضرور تم لوگ ہمت ہار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں لیکن اللہ نے (تمہیں) بچا لیا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے۔“

پس اللہ تعالیٰ نے جو بطور احسان آپ ﷺ کو لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی، دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا اور کفار کی کثرت تعداد کا مسلمانوں پر جو خوف طاری تھا اسے دور فرما دیا یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ وہ ان کے دلوں کی کیفیت کو خوب جانتا ہے۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّقَيْتُمْ فِي آعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي آعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۚ وَإِنِ اللَّهُ تَرَجَّعَ الْأُمُورِ ۝ (الانفال)

”اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔“

یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کفار کو جنگ کے ساتھ مانوس کر دے تاکہ وہ اس سے انتقام لے جس سے اس نے انتقام لینے کا ارادہ فرما رکھا ہے اور اپنے اہل ولایت پر انعام فرمائے جن پر اس نے انعام فرمانے کا ارادہ فرما رکھا ہے۔

مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان تدابیر کی تعلیم دی جو انہیں اپنی جنگ کے دوران اپنی چاہئیں۔ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۚ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (الانفال)

”اے ایمان والو! جب جنگ آزما ہو کسی لشکر سے تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس

قیس بن فاکہ اور ایک جماعت تھی جن کے اسماء ابو بکر نقاش نے ذکر کئے ہیں (۱) یہی وہ لوگ ہیں جو قتل کیے گئے۔ پس فرشتوں نے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگائیں۔

1۔ ان میں حارث بن زعمہ بن اسود، عامر بن منبہ بن حجاج اور علی بن امیہ بن خلف بھی شامل تھے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر زیر آیت ہذا۔

میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا ۲ اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۳۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو جس کی خاطر تم نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال دیں اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔

۲۔ یعنی آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے معاملات بکھر جائیں گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔

۳۔ یعنی میں اس وقت تمہارے ساتھ ہوں جب تم صبر کرو گے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (الانفال)

”اور (دیکھو) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لئے۔“

یعنی تم ابو جہل اور اس کے چیلوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے کہا تھا ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ بدر میں جا کر اونٹ ذبح کریں گے، شراب پییں گے اور لونڈیوں کے ناچ گانے سنیں گے تاکہ پورے عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے، یعنی اے مسلمانو! تمہارا مقصد ریاکاری، نمود و نمائش اور جھوٹی شہرت کا حصول نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمہارا مقصد محض جہاد، نصرتِ دین اور اپنے نبی ﷺ کی مدد ہونا چاہیے۔ تم صرف اسی کے لئے عمل کرو اور صرف اسی کی خواہش رکھو۔

شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس کا فرار

وَإِذْ زَيْنَ لَّهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَ آتِ الْفَيْثِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال)

”اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا۔“

نبی کریم ﷺ کے متعلق اخنس اور ابو جہل کی رائے

اِنْخَنَسَ کا معنی ہے پیچھے ہٹنا۔ چونکہ بدر کے روز ابی بن شریق تقریباً تین سو قریشیوں کو لے کر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس آیت کریمہ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا ذکر کرتے ہوئے ان کی جان کنی کی حالت اور ان کے مختلف اوصاف بیان فرمائے اور اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی خبر دی یہاں تک کہ یہ ارشاد فرمایا:

فَمَا تَشْقَقُهُمْ فِي الْحَرْبِ فَتَرُدُّهُمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّ كُرْؤْنَ ۝ (الانفال)
 ”پس اگر آپ پائیں انہیں (میدان) جنگ میں تو (انہیں عبرتناک سزا دے کر) منتشر کر دو
 انہیں جو ان کے پیچھے ہیں، شاید وہ سمجھ جائیں۔“

جہاد کی تیاری کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ
 الْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمْ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ
 إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝ (الانفال)

”اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تاکہ تم خوفزدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ۔ تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں اور جو چیز خرچ کرو گے راہِ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا

پیچھے ہٹ گیا تھا اس لئے اسے اخس کہا جانے لگا۔ اس کا پورا نام اخس بن شریق بن عمرو بن وہب بن علان بن ابی سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد العزی بن غیرہ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب لشکر اسلام اور لشکر کفار کا آمنہ سامنا ہوا تو ابی بن شریق نے ابو جہل سے تنہائی میں پوچھا: کیا تو (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) کو جھوٹا خیال کرتا ہے؟ ابو جہل نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں حالانکہ ہم انہیں اسی وجہ سے امین کہتے تھے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنی عبد مناف میں پہلے ہی سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب)، رفاہ (حاجیوں کی مہمان نوازی کا منصب) اور مشورہ کے منصب جمع ہو چکے ہیں، اگر نبوت بھی انہیں مل گئی تو ہمارے لئے کیا بچے گا۔“ اس وقت اخس بنی زہرہ کو لے کر واپس چلا گیا لیکن ابلیس اپنے سارے چیلوں کو اکٹھا کر کے لشکر کفار میں شامل ہو گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے جو انسانی شکل میں تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام

جائے گا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لئے آخرت میں اس کا اجر اور دنیا میں اس کا فوری بدل ضائع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ جَنَّحُوا لِلْإِسْلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١﴾ (الانفال)

”اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جائیے اس کی طرف۔ اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر ۲۔ بیشک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔“

۱۔ یعنی اگر وہ آپ کو اسلام پر صلح کی دعوت دیں تو آپ اس پر ان سے صلح کر لیجئے۔

۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جَنَّحُوا لِلْإِسْلَامِ کا معنی ہے وہ صلح کرنے کے لئے آپ کی طرف مائل ہوں۔ جنوح کا معنی مائل ہونا ہے۔ لبید بن ربیعہ نے کہا:

جُنُوحُ الْهَالِكِي عَلَى يَدَيْهِ مِكْبًا يَجْتَلِي نَقَبَ الْإِصْصَالِ

نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ مینہ سنبھال لیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میسرہ اور ان کے پیچھے دیگر فرشتوں کی کمک بھی موجود تھی جنہوں نے قتال میں حصہ نہ لیا۔ یہی وہ ہزاروں فرشتے ہیں جن کا ذکر سورہ آل عمران میں موجود ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صفوں کے درمیان تھے لیکن دیگر فرشتوں کی طرح قتال میں حصہ نہ لیا۔ مسلمانوں کا ہر آدمی فرشتوں کو کسی جانی پہچانی انسانی شکل میں دیکھتا۔ فرشتہ اسے کہتا یہ کفار کچھ بھی نہیں، تو ان پر حملہ کر دے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے: فَكَيْتَشُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الانفال: ۱۲) (پس ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) یہ تفسیر حضرت ابن اسحاق سے حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے۔ اسی کی مثل حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِثْلُ مَعَكَ وَ جِبْرِيلُ كِلَاهُمَا مَدَدٌ لِنَصْرِكَ مِنْ غَيْرِ قَلْبٍ

”(یا رسول اللہ ﷺ) حضرت میکائیل اور حضرت جبرئیل (علیہما السلام) دونوں آپ کے ساتھ ہیں، وہ دونوں عزیز اور قادر (رب) کی طرف سے آپ کی فتح و نصرت کے لئے (آپ کے) مددگار ہیں۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کے ساتھ ستر جن بھی تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔

”صیقل کرنے والے کامنہ کے بل اپنے ہاتھوں پر جھکاؤ نیزوں کے زنگ کو دور کر دیتا ہے۔“
یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور السلم کا معنی صلح بھی ہے۔ کتاب اللہ میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے: فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ (سورہ محمد: ۳۵) ”(اے
فرزندانِ اسلام) ہمت مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو، تم ہی غالب آؤ گے۔“
اسے اِلَى السَّلَام بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا بھی وہی معنی ہے۔ زبیر بن ابی سلمی نے کہا:
وَقَدْ قُلْتُمَا إِنَّ نَذْرِي السَّلَامِ وَاسِعًا بِمَالٍ وَ مَعْرُوفٍ مِّنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ
اور تم دونوں نے کہا تھا کہ اگر ہم مال و دولت اور خوش کلامی کے ساتھ صلح حاصل کر لیں تو ہم
سلامت رہیں گے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ روایت پہنچی کہ حضرت حسن بن ابی حسن بصری رحمۃ اللہ
علیہ فرمایا کرتے تھے: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ مِّنَ السَّلَامِ سَ مَرَادِ اسْلَامِ هِيَ۔ کتاب اللہ میں ہے

آخرین کون ہیں؟

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: تُزْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِّنْ
دُونِهِم (الانفال: ۶۰) انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آخرین سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں متعدد
اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ منافقین ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ یہودی ہیں لیکن صحیح ترین قول یہ ہے
کہ یہ جن ہیں کیونکہ ابن ملیکی نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی
کریم ﷺ نے آخِرِينَ مِّنْ دُونِهِمْ کے متعلق فرمایا یہ جن ہیں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَخْبُئُ أَحَدًا فِي دَارٍ فِيهَا فَرَسٌ عَتِيقٌ (۱) ”بیشک شیطان اس گھر میں
کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا جس میں ایک عمدہ گھوڑا ہو۔“ اسے حضرت حارث نے اپنی مسند میں ذکر کیا
ہے اور اس کے ساتھ یہ شعر بھی ذکر کیا ہے:

جُنُوحُ الْهَالِكِي عَلَى يَدِيهِ مِكْبًا يَجْتَلِي نَقَبَ النَّصَالِ
الہالکی کا معنی ہے صیقل کرنے والا اور نَقَبُ النَّصَالِ سے مراد لوہے کا زنگ ہے۔ اس کا واحد
نَقَبَةٌ ہے۔

۱۔ یکمئے المطالب العالیہ ابن جریر 3630، تفسیر قرطبی 38/8، تفسیر ابن کثیر 317/2۔ علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کو شریف
کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں صحیح نہیں ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا خُلُوتُمْ فِي السَّلَامِ كَأَنَّكُمْ (بقرہ: ۲۰۸) (اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے) اور اسے فی السَّلَام بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی بھی اسلام ہے۔ امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

فَمَا أَنَابُوا لِسَلَامٍ حِينَ تُنذِرُهُمْ رُسُلُ الْإِلَهِ وَمَا كُنُوا لَهُ عَصَدًا
”جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے انہیں ڈرایا تو نہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور نہ اس کے دست و بازو بنے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔ اہل عرب ایک کڑے والے ڈول کو بھی سلم کہتے ہیں۔ بنی قیس بن ثعلبہ کے ایک شاعر طرفہ بن عبد نے اپنی ایک اونٹنی کے وصف میں کہا:

لَهَا مِرْفَقَانِ افْتَلَانٍ كَأَنَّهَا تَمُرُّ بِسَلَمَى دَالِجٍ مَتَشَدِّدٍ
”اس کی ایسی دو کہنیاں ہیں جو اپنے پہلوؤں سے بہت بعید ہیں، گویا کہ وہ کنویں اور حوض کے درمیان چلنے والے ایک مضبوط شخص کے ہاتھوں میں دو ڈول ہیں جنہیں وہ اپنے کپڑوں سے دور رکھے ہوئے ہے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَ إِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنُصْرِهِ وَ
بِالْمُؤْمِنِينَ ۚ وَ أَلْفَ بَيْنٍ قُلُوبِهِمْ ۖ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بِئِنَّ
قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنِهِمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (الانفال)

”اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بیشک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ۔ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں ۱۔ اگر آپ خرچ کرتے جو پچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں، لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان ۲۔ بلاشبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

۱۔ اس ہدایت کی الفت پیدا کر دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔

۲۔ اپنے اس دین کے ذریعے جس پر اس نے ان کو جمع فرمادیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ
مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٧﴾ (الانفال)

”اے نبی (مکرم)! کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے۔
اے نبی! برا بیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر، اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب
آئیں گے دو سو پر اور اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار
کافروں پر کیونکہ یہ کافروہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔“

یعنی یہ کافروہ لوگ ہیں جو کسی نیت، حق یا خیر و شر کی معرفت کی بناء پر جنگ نہیں کرتے۔
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی کحج نے بیان کیا، انہوں نے
حضرت عطاء بن ابی رباح سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ حکم شاق گزرا کہ بیس آدمی سو
آدمیوں کا اور سو آدمی ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف
فرمادی اور اس پہلی آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٧﴾ (الانفال)

”اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے، تو اگر ہوئے
تم میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دو سو پر اور اگر ہوئے تم میں سے ایک
ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے
ساتھ ہے۔“

فرمایا پس جب مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں نصف ہو تو ان کے لئے راہ فرار
اختیار کرنا جائز نہیں لیکن اگر ان کی تعداد نصف سے بھی کم ہو تو ان پر قتال واجب نہیں بلکہ دشمن
سے کنارہ کش ہونا جائز ہے۔

قیدیوں اور اموال غنیمت کے متعلق نازل شدہ آیات
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کے متعلق عتاب فرمایا اور

اموال غنیمت کی حلت کا حکم نازل فرمایا حالانکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی کے لئے دشمن سے حاصل شدہ مال غنیمت حلال نہیں تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اسے طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا، مجھے جوامع الکلم (قلیل الفاظ میں کثیر معانی) عطا کئے گئے، میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بدر کے اموال غنیمت

اس سورت میں ذکر کیا گیا: لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ (الانفال: ۶۸) یعنی اگر یہ حکم الہی پہلے سے نہ ہوتا کہ (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) اور آپ کی امت کے لئے مال غنیمت حلال ہے تو تمہیں ضرور بڑی سزا پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! مجھ پر اس درخت سے بھی کم تمہارا عذاب پیش کیا گیا اور فرمایا اگر وہ عذاب تم پر نازل ہو جاتا تو سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی نجات نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ قیدیوں کو زخموں سے چور چور کر کے قتل کر دیا جائے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ انہیں زندہ رکھا جائے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ حَتَّىٰ يَخْرُجُوا (الانفال: ۶۹) (سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ)۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ بدر کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے جنگی قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو جلا وطن کیا اس لئے ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ ایک ایسی وادی میں ہیں جس میں کثیر ایندھن ہے، آپ اس ایندھن کی آگ جلائیے اور ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے رشتہ داروں کو تجھ سے لا تعلق کر دے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کا کنبہ، آپ کا خاندان اور آپ کی

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُفْخَنَ فِي الْأَرْضِ ۚ لَئِنْ يُرِيدُوا الْأَخِذَةَ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٥٠﴾ (الأنفال)

”نہیں مناسب نبی کے لئے ۱۔ کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں ۲۔ تم چاہتے ہو دنیا کا سامان ۳۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت ۴۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے۔“

۱۔ یعنی آپ سے پہلے کسی نبی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

۲۔ یعنی اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کر کے اسے اس سرزمین سے جلا وطن کر دے۔

قوم ہیں، ان سے درگزر فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل ان لوگوں کو نارِ جہنم سے نجات بخشے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے، کچھ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق تھے اور کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ۔ کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ان دو آدمیوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ بے شک ان دونوں کی مثال تمہارے ان بھائیوں کی طرح ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی تھی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: رَبَّنَا اطِّبَسْ عَلَيَّ أَمْوَالِهِمْ (اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: إِنَّ تَعَذِّيهِمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ... (اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے) (اور) بڑا دانا ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی: فَنَنْتَبِعُنِي فَإِنَّهُ مِنِّي... (پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے)۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دل پتھروں کی طرح سخت کر دیتا ہے اور کچھ لوگوں کے دلوں کو دودھ سے بھی زیادہ نرم کر دیتا ہے۔ بے شک تم تنگدست ہو اس لئے ان میں سے کسی کو بھی فدیہ یا گردن زدنی کے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سوچا ”سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا“۔ یہ سوچ کر میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ کس وقت پتھر برستے ہیں پھر میں نے سوچا کہ معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا:

۳۔ یعنی جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنا چاہتے ہو۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق دین کے غلبہ کے لئے کفار کو قتل کرنا چاہتا ہے جو دین آخرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا آخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ (الانفال)

”اگر نہ ہوتا حکم الہی پہلے (کہ خطائے اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا۔“

یعنی اگر میرا یہ حکم پہلے سے نہ ہوتا کہ میں منع کرنے سے پہلے عذاب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ نے ابھی تک مسلمانوں کو منع نہیں فرمایا تھا۔ تو جو کچھ تم نے کیا یعنی قیدی اور اموال غنیمت جمع کیے،

سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ سہل بن بیضاء حضرت سہیل کا بھائی تھا اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ بدر میں شرکت کی۔۔ پھر نبی کریم ﷺ نے کسی سے فدیہ نہ لیا بلکہ بعض کو بطور احسان رہا کر دیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کی رہائی کے بدلے آزاد کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا (الانفال: ۶۷) ”تم چاہتے ہو دنیا کا سامان یعنی فدیہ“۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے کو جائز اور حلال قرار دیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا کہ یا تو بطور احسان رہا کر دیا یا اپنے قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا، یہ فدیہ لینے سے افضل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَاِمَّا مَنَابِعُهُمْ فَاِذَا آءٌ (سورہ محمد: ۴) (بعد ازاں یا تو احسان کر کے ان کو رہا کر دیا ان سے فدیہ لو) میں بطور احسان رہائی کو مقدم ذکر فرمایا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار فرمایا اور اسے ترجیح دی۔

جہاں تک قیدیوں کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے مذاہب کا تعلق ہے تو حضرات اوزاعی، سفیان اور امام مالک رحمہم اللہ قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سے دشمن کو افرادی قوت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بچہ اپنی ماں کے ساتھ قید کیا جائے تو اس میں ان کا اختلاف ہے۔ اہل عراق نے اس سے فدیہ لے کر آزاد کر دینے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ فدیہ لینے سے منع فرماتے تھے۔

غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی

اس کے متعلق میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور ﷺ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے فدیہ حلال کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

فَكُلُوا مِنَّا غَنِمَتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الانفال)

”سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَن فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْأَىٰ ۚ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا ۖ إِنِّي أَخَذْتُ مِنَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الانفال)

”اے نبی (کریم) آپ فرمائیے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشنے گا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجیوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام فضل کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر حضرت عباس گویا ہوئے: اے میرے بھتیجے! تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ انہوں نے کہا: یہ تو ایسی بات ہے جس پر وہی آگاہ ہو سکتا ہے جو عالم اسرار ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ان قیدیوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ انصار میں سے کوئی بھی اچھی طرح لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور ان میں سے بعض کے پاس مال بھی نہ تھا کہ لکھنا پڑھنا سیکھ لیں، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ امر بطور فدیہ قبول کیا گیا کہ آپ دس افراد کو کتابت سکھا دیں، پھر آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ اس روز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار کی جماعت کے ساتھ کتابت سیکھی۔ یہ سب مختلف خبریں ہیں۔ میں نے ان سب کو اسی طریقے پر باہم ملا دیا ہے جس طرح حضرت ابن اسحاق نے یوم بدر کے متعلق ذکر کیا۔ میں نے یہ خبریں کتب تفاسیر و سیر سے جمع کیں اور انہیں مختصر بیان کر دیا۔

مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کی ترغیب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کی رغبت دلائی اور مہاجرین و انصار کے درمیان دین کے معاملہ میں کامل موالات قائم کی اور کفار کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیا۔ پھر فرمایا:

إِلَّا تَفْعَلُوا لَإِنَّ فِي الْأَنْفُسِ فَسَادًا كَيْدِي (الانفال)

”اگر تم (ان حکموں پر) عمل نہیں کرو گے تو برپا ہو جائے گا فتنہ ملک میں اور (پھیل جائے گا) بڑا فساد۔“

یعنی اگر کفار کے مقابلے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا تو بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے

حضرت ابن اسحاق نے بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام عجزہ تھا، ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام حبوب تھا اور ایک گھوڑا حضرت مرید غنوی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس صرف یہی تین گھوڑے تھے۔ حضرت زبیر کے گھوڑے میں اختلاف ہے۔ غزوہ بدر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کئی گھوڑے جمع ہو گئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: سکب، لزاز، مرتجز اور لحیف۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل سے آخری گھوڑے کا نام لحیف روایت کیا ہے۔ قسمی نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے مرتجز نامی گھوڑا ایک اعرابی سے خرید فرمایا لیکن بعد میں اعرابی نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے وہ گھوڑا بیچا ہی نہیں۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اعرابی کے خلاف بیع کی گواہی دی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم نے کس بنا پر گواہی دی ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی سچائی کی بناء پر گواہی دیتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا گیا۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ سند حارث میں یہ حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس گھوڑے میں برکت نہ ڈالے۔ اگلے روز نبی ﷺ وہ گھوڑا امرئیا۔ نام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے چند گھوڑے یہ تھے: فرس، عدون اور رید۔ نبی ﷺ وہ گھوڑا آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز

ملک میں حق، باطل میں اشتباہ کا فتنہ برپا ہو جائے گا اور ملک میں فساد پھیل جائے گا۔ اس لئے لازم ہے کہ اگر کافر قریبی رشتہ دار بھی ہو تب بھی اس سے دوستی نہ رکھی جائے اور اسے اپنے دینی بھائیوں پر مقدم نہ کیا جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخاة کی بناء پر توارث کے

اللہ کی راہ میں اس پر ایک مجاہد و سوار کر دیا۔ اس کا واقعہ موطا شریف میں مذکور ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دو زر ہیں ذات الفضول اور فضہ، ایک جھنڈا عقاب، دو کمانیں صفراء اور زوراء اور ایک تلوار تھی جس کا نام ذوالفقار تھا کیونکہ اس کے درمیان خراشے تھے۔ یہ تلوار حجاج کے دو بیٹوں نبیہ اور منبہ کی تھی جو انہوں نے بدر کے روز چھینی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تلوار اس لوہے سے بنائی گئی تھی جو خانہ کعبہ کے پاس مدفون ملا تھا۔ حضور ﷺ کی ایک تلوار کا نام مصمامہ تھا، یہ عمرو بن معدیکرب کی تلوار تھی، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ تلوار پورے عرب میں مشہور تھی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھوٹا نیزہ بھی تھا جس کا نام نبعہ تھا۔ علامہ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ آلات مذکور ہیں: ترکش جس کا نام جمع تھا، چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ جس کا نام مدلہ تھا، تلوار جس کا نام مشوق تھا اور دو قینچیاں جن کے نام مجھے بھول گئے۔ علاوہ ازیں آپ کے خچر کا نام دلدل اور دراز گوش کا نام عفیر تھا۔ دلدل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مر گیا، یہی وہ خچر تھا جو شاہ مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ ﷺ کا ایک دراز گوش یعفور بھی تھا جو حضور ﷺ کے وصال کے روز کنویں میں چھلانگ لگا کر مر گیا تھا۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ذکر کیا ہے کہ وہ خیر کے اموال غنیمت میں سے تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کلام کیا تھا اور عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! میں زیاد بن شہاب ہوں، میرے نسب میں ساٹھ دراز گوش ایسے گزرے ہیں جن پر انبیائے کرام نے سواری کی۔ لہذا آپ مجھ پر سوار ہو جائیے۔ جوینی نے کتاب الشامل میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب کسی صحابی کو طلب فرمانا ہوتا تو اس کی طرف اس دراز گوش کو بھیج دیتے، وہ جاتا اور اس صحابی کے دروازے پر اپنے سر کے ساتھ دستک دیتا۔ وہ صحابی باہر آتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ اسی وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی ایک ڈھال کا بھی ذکر کیا ہے جس میں مینڈھے کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے۔ ایک دن وہ تصویر خود بخود دمٹ گئی اور اس کا کوئی اثر

طریقہ کو ختم فرما کر اسے قریبی رشتہ داروں میں محدود کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ۖ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٥٨﴾ (الانفال)

”اور جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں حکم الہی کے مطابق، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

باقی نہ رہا۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چادر بھی تھی جس کا نام حضرمی تھا، یہی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ نماز عیدین کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی دو گز اور ایک بالشت تھی۔ حضور ﷺ کا ایک بہت بڑا پیالہ بھی تھا جس کا نام غراء تھا۔ اسے چار طاقتور آدمی اٹھاتے تھے۔ ابوداؤد کی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ آقائے دو جہاں ﷺ کا وہ سامان ہے جس کی پہچان کے لئے طالبین کے نفوس مشتاق ہوتے ہیں اور جس کے ذکر سے عاشقوں کے دل راحت پاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کا تعلق ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت اور معاشرت کے ساتھ ہے اس کے ذکر سے کان راحت پاتے ہیں اور طبائع عشق و محبت کے روح پرور جھونکوں سے جھوم اٹھتی ہیں۔ وَالْحَبْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ مَا عَلَّمْنَا مِنْ ذَلِكَ۔

غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان

بنی ہاشم و مطلب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا یہ ان مسلمانوں کے نام ہیں جو قریش کی شاخوں بنی ہاشم بن عبد مناف اور بنی مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ سے غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم
(2) شیر خدا اور شیر رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(4) حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ بن شریحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس کلبی۔
ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انعام فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ زید بن حارثہ بن شریحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللہ بن رفیدہ بن ثور بن کعب بن وبرہ ہیں۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت انسہ رضی اللہ عنہ۔

(6) رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت انسہ حبشی اور حضرت ابو کبشہ فارسی ہیں۔

شرکائے بدر کے اسماء

شرکائے بدر میں سے کثیر افراد کا تعارف اور ان کے علاوہ دیگر افراد کا تعارف گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے جن کا ذکر سیرت میں ہوا ہے اور ان امور کا ذکر بھی ہو چکا ہے جن کی طرف اس فن کے طالب کا دل مائل ہوتا ہے۔ ان سب کے انساب حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام نے اس باب میں ذکر کر دیے ہیں۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز حضرت ابو مرثد کناز بن حصن بن یربوع بن عمرو بن یربوع بن خرشہ بن سعد بن طریف بن جلان بن غنم بن غنی بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ کناز بن حصین ہیں۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز کناز کے بیٹے حضرت مرثد بن ابی مرثد۔ یہ دونوں باپ بیٹا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔

(9) حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن مطلب۔

(10) حضرت طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(11) حضرت حصین بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(12) حضرت مسطح۔ ان کا نام عوف بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا۔ یہ کل بارہ افراد تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ آپ اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کے سبب مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

(2) حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن عبد شمس۔

(3) حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابو حذیفہ کا نام ہشتم ہے۔

حضرت سالم کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سالم کو قبیلہ بنت یعار بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس نے بت کے نام پر آزاد کیا تھا۔ وہ حضرت ابو

ہم نے بھی گزشتہ صفحات میں ایک طائفہ کے انساب بیان کئے ہیں جن کے انساب حضرت ابن اسحاق نے اس باب میں ذکر نہیں کئے۔ ان میں سے ایک ابو الہیشم بن مالک بن تیہان ہیں جن کا تعارف بیعت عقبہ میں گزر چکا ہے اور یہ بقول ابن اسحاق بنی اریش سے ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے

حذیفہ کے پاس آگئے تو آپ نے ان کو متبنی بنا لیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثبیتہ بنت یعار حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کی بیوی تھی۔ اس نے سالم کو بت کے نام پر آزاد کر دیا۔ اس بنا پر حضرت سالم کو حضرت ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام کہا جانے لگا۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: لوگوں کا بیان ہے کہ ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس کے آزاد کردہ غلام حضرت صبیح نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں حاضر ہونے کی تیاری تو کی لیکن بعد میں بیمار ہونے کی وجہ سے حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن مخزوم کو اپنے اونٹ پر سوار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت صبیح تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے۔

بنی عبد شمس کے حلفاء

بنی عبد شمس کی شاخ بنی اسد بن خزیمہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبد اللہ بن جحش بن رباب بن یحمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(2) حضرت عکاشہ بن محسن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(3) حضرت شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(4) حضرت شجاع کے بھائی حضرت عقبہ بن وہب۔

(5) حضرت یزید بن رقیش بن رباب بن یحمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(6) حضرت عکاشہ بن محسن کے بھائی حضرت ابوسنان بن محسن بن حرثان بن قیس۔

(7) حضرت ابوسنان کے بیٹے سان بن ابی سان۔

(8) حضرت محرز بن نضلہ بن عبد اللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(9) حضرت ربیعہ بن اکثم بن سخبہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد۔

اراشہ کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے بنی حارث بن فہر کے ضمن میں عیاض بن ابی زہیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ اور دیگر صحیح نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ وہم ہے اور صحیح عیاض بن زہیر ہے۔ البتہ یہ وہم

بنی کبیر کے حلفاء

بنی کبیر بن غنم بن دودان بن اسد کے حلفاء میں سے ان حضرات نے شرکت کی:

(1) حضرت ثقف بن عمرو۔

(2) اور ان کے دونوں بھائی حضرت مالک بن عمرو اور

(3) حضرت مدج بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ حضرت مدلاج بن عمرو ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ حضرات بنی حجر آل بنی سلیم میں سے تھے۔

(4) اور ان کے حلیف حضرت ابو مخشی۔ یہ کل سولہ آدمی تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابو مخشی طائی ہیں جن کا نام سوید بن مخشی ہے۔

بنی نوفل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عتبہ بن غزوہ بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن غیلان۔

(2) حضرت عتبہ بن غزوہ کے آزاد کردہ غلام حضرت خباب۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد۔

(2) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ۔

(3) حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حاطب کے باپ ابو بلتعہ کا نام عمرو النخعی ہے اور حضرت

حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد کلبی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق کی طرف سے نہیں کیونکہ انہوں نے مہاجرین حبشہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کا صحیح نام عیاض بن زہیر ہی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ان کے بھتیجے کا نام عمرو بن حارث بن

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی۔
- (2) حضرت سوہب بن سعد بن حریمہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار بن قصی۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے آٹھ افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت عبدالرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ۔
- (2) حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔
- (3) حضرت سعد کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص۔

بنی زہرہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

- (4) حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن ثور بن ثعلبہ بن مالک بن شریذ بن ہزل بن قائلش بن دریم بن قین بن اہود بن بہراء بن عمرو بن حاف بن قضاہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہزل بن قائلش بن زہیر بن ثور بھی کہا گیا ہے۔

- (5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمع بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔

- (6) حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد بن عبدالعزی بن حمالہ بن غالب بن محکم بن عائدہ بن سبع بن ہون بن خزیمہ۔ ان کا تعلق قارہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قارہ ان کا لقب ہے۔ کہا جاتا ہے:

زہیر ذکر کیا ہے اور غنم بن زہیر، عیاض بن غنم صاحب فتوحات کے والد ہیں جن کے متعلق ابن رقیات نے یہ شعر کہا:

وَ عِيَاضٌ وَ مَا عِيَاضٌ بُنْ غَنَمٌ كَانَ مِنْ حَمِيرٍ مَنْ تُجِنُّ النِّسَاءُ
 ”اور عیاض بن غنم ان بہترین لوگوں میں سے ہے جنہیں عورتیں جنتی ہیں۔“

قَدْ أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا
”جس شخص نے قارہ کے ساتھ تیر اندازی کی اس نے انصاف کیا۔“

یہ لوگ تیر انداز تھے۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: انہیں بہت زیادہ تنگدست ہونے کی وجہ سے ذوالشمالین کہا جاتا تھا اور ان کا نام عمیر تھا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت خباب بن ارت۔ ان کا تعلق بنی تمیم سے ہے، ان کی اولاد کوفہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔

بنی تیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیم بن مرہ سے پانچ آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام عقیق بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ ہے اور عقیق آپ کے خوبصورت ہونے اور دوزخ سے آزاد ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال، آپ بنی تمیم کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔ آپ کے والد کا نام رباح ہے، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

(3) حضرت عامر بن فہیرہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عامر بن فہیرہ بنی اسد کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے خریدا تھا۔

اور حارث بن زہیر عمرو بن حارث بن زہیر کے والد ہیں۔ حضرت ابن اسحاق نے بھی عمرو بن حارث کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ ابن زہیر ہیں نہ کہ ابن ابی زہیر۔ والحمد للہ۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عاصم بن عدی غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے کیونکہ حضرت موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام روحاء سے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قباء اور عالیہ کی بستیوں میں اپنا نائب مقرر کیا

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت صہیب بن سنان، آپ کا تعلق بنی نمر بن قاسط سے ہے۔

نمر کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نمر کا نسب یہ ہے نمر بن قاسط بن ہنب بن افسی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے افسی بن دغی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت صہیب، عبد اللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رومی ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بنی عامر بن قاسط میں شمار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ آپ روم میں قید تھے۔ بنی نمر نے آپ کو وہاں سے خرید لیا تھا اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صُهِيبُ سَابِقُ الرُّومِ ”یعنی صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں“۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ آپ ملک شام گئے ہوئے تھے اور اس وقت واپس آئے جب رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کو مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم کو ثواب بھی ملے گا۔

بنی مخزوم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقطہ بن مرہ سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد۔ آپ کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔

(2) حضرت شماس بن عثمان بن ثرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم۔

ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو مسجد ضرار کے منافقین کی طرف سے کسی خطرہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے انہیں اس کی نگرانی کے لئے واپس بھیج دیا لیکن اصحاب بدر کے ساتھ مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ انہی عامم کا ذکر حدیث لعان میں ہے جنہیں عویر بن ابیض یا ابن اشقر عجلانی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں ان کا ذکر یوں آتا ہے: ”اے عامم! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اس (لعان) کے متعلق مسئلہ دریافت کیجئے“۔ ان کا وصال 45ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ ان کی کنیت ابو عمر اور ایک قول کے مطابق ابو عبد اللہ ہے۔

شام کی وجہ تسمیہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شام کا نام عثمان ہے اور ابن شہاب زہری وغیرہ کا بیان ہے کہ آپ کو شام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں بنی شامہ سے ایک شام مکہ مکرمہ آیا جو بہت خوبصورت تھا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مکہ کے لوگ متعجب ہوئے۔ عثمان کے ماموں عقبہ بن ربیعہ نے کہا: میں تمہیں اس شام سے زیادہ حسین شام دکھاتا ہوں، اس نے اپنے بھتیجے عثمان بن عثمان کو لا کر دکھایا۔ اس وقت سے لوگ عثمان کو شام کہنے لگے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا تو حضرت ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن ابو جندب اسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(4) حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عمار بن یاسر غسی قبیلہ مذحج سے تھے۔

(5) حضرت معتب بن عوف بن عامر بن فضل بن عقیف بن کلیب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔ یہ بنی خزاعہ سے بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ انہی کو عیہامہ کہا جاتا ہے۔

بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن کعب سے چودہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی۔

(2) آپ کے بھائی حضرت زید بن خطاب۔

(3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزادہ کردہ غلام حضرت مہج یمنی۔ یہ غزوہ بدر میں تیر کی ضرب سے شہید ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت مہج، مک بن عدنان کی اولاد سے تھے۔

حضرت خوات کا قصہ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خوات بن جبر کو واپس بھیج دیا اور بعد میں انہیں مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں مقامِ صفراء سے واپس لوٹا دیا۔ ابن عقبہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاؤں پر ایک پتھر لگا جس سے پاؤں سوج گیا۔

(4) حضرت عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اذاعہ بن عبد اللہ بن قرط بن رباح بن رزاح بن عدی بن کعب۔

(5) ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن سراقہ۔

(6) بنی عدی کے حلیف حضرت واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناة بن تمیم۔

(7) ان کے دوسرے حلیف حضرت خولی بن ابی خولی۔

(8) ان کے تیسرے حلیف حضرت مالک بن ابی خولی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ابو خولی، بنی عجل بن حکیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھے۔

(9) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز بنی عنز بن وائل سے آل خطاب کے حلیف حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عنز بن وائل بن قاسط بن ہنب بن افسی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے: افسی بن دغی بن جدیلہ۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز اور بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر بن عبد یلیل بن ناشب بن غیرہ۔

(11) حضرت عاقل بن بکیر۔

(12) حضرت خالد بن بکیر اور

(13) حضرت اباس بن بکیر۔

(14) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن عبد اللہ بن قرط بن رباح بن رزاح بن عدی بن کعب۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی بدر سے واپسی کے بعد شام سے واپس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

اور آپ کے لئے چلنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ یہ خوات ایام جاہلیت میں خولہ ذات النخیین کے خاوند تھے جو کہ قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی ایک عورت تھی۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خوات سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ مسکرائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بہت بہتر رزق عطا فرمایا ہے اور میں نفع کے بعد نقصان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا

بنی نجح بن عمرو اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نجح بن عمرو بن مصیص بن کعب سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن نجح۔

(2) ان کے بیٹے حضرت سائب بن عثمان۔

(3) ان کے دو بھائی حضرت قدامہ بن مظعون اور

(4) حضرت عبد اللہ بن مظعون۔

(5) حضرت معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن نجح۔

بنی سہم بن عمرو

بنی سہم بن عمرو بن مصیص بن کعب سے ایک شخص حضرت حنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم شریک ہوئے۔

بنی عامر بن لوی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لوی کی شاخ بنی مالک بن حسل بن عامر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبد العزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔

(2) حضرت عبد اللہ بن مخرمہ بن عبد العزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک۔

(3) حضرت عبد اللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔ یہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ہمراہ مکہ سے آئے تھے۔ جب مسلمان بدر میں آکر ٹھہرے تو آپ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

(4) حضرت سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عمیر بن عوف۔

تیرے بد کے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ اسے اسلام نے جکڑ دیا ہے۔ اس بد کے ہوئے اونٹ کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں ایک روز حضرت خوات چند ایسی عورتوں کے پاس سے گزرے جن کا حسن دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئے، انہوں نے عورتوں سے کہا: میرا اونٹ بد کا ہوا ہے، اس کے لئے ایک رسی (ڈھنکا) بنادیں۔ اس بہانے سے آپ ان کے پاس بیٹھ گئے

(5) بنی مالک کے حلیف حضرت سعد بن خولہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سعد بن خولہ یمنی تھے۔

بنی حارث بن فہر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی حارث بن فہر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور یہ عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث ہیں۔

(2) حضرت عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(3) حضرت سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(4) ان کے بھائی حضرت صفوان بن وہب۔ یہ دونوں بیضاء کے بیٹے تھے۔

(5) حضرت عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن وہب بن ضبہ بن حارث۔

مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد

یہ تمام مہاجرین جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا، تر اسی افراد تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابن اسحاق کے علاوہ کثیر اہل علم مندرجہ ذیل افراد کو بھی مہاجرین اصحاب بدر میں شمار کرتے ہیں:

بنی عامر بن لؤی سے حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح اور حضرت حاطب بن عمرو اور بنی حارث بن فہر سے حضرت عیاض بن ابی زہیر۔

انصار اصحاب بدر (قبیلہ اوس)

بنی عبد الاشہل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار کے قبیلہ بنی

اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا۔ پھر جب آپ اسلام لائے تو حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے اس بد کے ہوئے اونٹ کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت خوات نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اسے اسلام نے

اوس بن حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤ القیس بن زید بن عبدالاشہل۔

(2) حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان۔

(3) حضرت حارث بن اوس بن معاذ بن نعمان۔

(4) حضرت حارث بن انس بن رافع بن امرؤ القیس۔

بنی عبید بن کعب

بنی عبید بن کعب بن عبدالاشہل سے ایک شخص حضرت سعد بن زید بن مالک بن عبید شریک ہوئے۔

بنی زعوراء بن عبدالاشہل اور ان کے حلفاء

بنی زعوراء بن عبدالاشہل سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء۔

(2) حضرت عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء۔

(3) حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش۔

(4) حضرت رافع بن یزید بن کرز بن سلکن بن زعوراء۔

(5) حضرت حارث بن خزیمہ بن عدی بن ابی بن غنم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ یہ بنی عوف بن خزرج سے ان کے حلیف تھے۔

(6) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے حلیف حضرت محمد بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔

(7) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے دوسرے حلیف حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ حضرت ابن ہشام نے اسلم بن حریش بن عدی ذکر کیا ہے۔

جکڑ دیا ہے۔

واقعہ نے ان کی کنیت ابو صالح بیان کی ہے جبکہ نمری نے حضرت خوات سے مروی ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ابو عبداللہ کی کنیت سے پکارا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت خوات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک قافہ میں سفر کر رہے تھے، قافہ

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔

(9) حضرت عبید بن تیہان۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن ہبل۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی زعوراء کے ایک فرد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بنی غسان سے ہیں۔

بنی سواد بن کعب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی ظفر کی شاخ بنی سواد بن کعب اور کعب ہی کا نام ظفر ہے۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ ان سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد۔

(2) حضرت عبید بن اوس بن مالک بن سواد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبید بن اوس کو مقرر کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے بدر کے روز چار کافروں کو اکٹھا قید کیا تھا، یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس روز عقیل بن ابی طالب کو قید کیا تھا۔

بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبد بن رزاح بن کعب سے تین آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت نصر بن حارث بن عبد۔

(2) حضرت معتب بن عبد۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت عبداللہ بن طارق۔

بنی حارثہ

بنی حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مسعود بن سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔ حضرت ابن ہشام نے

والوں نے ان سے کہا: ہمیں ضرار کے چند اشعار سناؤ۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ ابو عبد اللہ کو اس کے اپنے دل سے نکلے ہوئے شعر سنانے دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے شعر پڑھے جو جادو اثر تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! اپنی زبان بند کرو، اس کلام نے تو ہم پر جادو کر دیا ہے۔

فرمایا مسعود بن عبد سعد بھی کہا جاتا ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابو عبس بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابو بردہ ہانی بن نيار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن دہان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاهل بن ذہل بن ہنی بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاہ۔
بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے پانچ افراد شریک ہوئے:
(1) حضرت عاصم بن ثابت بن ابوالاحق قیس بن عصمہ بن مالک بن امہ بن ضبیعہ۔
(2) حضرت معتب بن قشیر بن ملیل بن زید بن عطف بن ضبیعہ۔
(3) حضرت ابو ملیل بن ازعر بن زید بن عطف بن ضبیعہ۔
(4) حضرت عمرو بن معبد بن ازعر بن زید بن عطف بن ضبیعہ۔ حضرت ابن ہشام نے عمیر بن معبد کہا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن مجدعہ بن حارث بن عمرو۔ اسی عمرو کو بنجر بن عوف بن عمرو بن عوف کہا جاتا ہے۔
بنی امیہ بن زید

بنی امیہ بن زید بن مالک سے نو افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت مبشر بن عبد المند ر بن زبیر بن زید بن امیہ۔
- (2) حضرت رفاعہ بن عبد المند ر بن زبیر۔
- (3) حضرت سعد بن عبید بن نعمان بن قیس بن عمرو بن زید بن امیہ۔

نعمان بن عصر کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت نعمان بن عصر کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ ان کا نسب یہ ہے: نعمان بن عصر بن ربیع بن حارث بن ادیم بلوی۔ ایک قول یہ ہے: نعمان بن عصر بن عبید بن داکلہ بن حارثہ بلوی۔ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(4) حضرت عویم بن ساعدہ۔

(5) حضرت رافع بن عنجدہ اور بقول ابن ہشام عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے۔

(6) حضرت عبید بن ابی عبید۔

(7) حضرت ثعلبہ بن حاطب۔

(8) حضرت ابولبابہ بن عبدالمندر۔

(9) حضرت حارث بن حاطب۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ابولبابہ بن عبدالمندر اور حضرت حارث بن حاطب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے مگر آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا اور حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ کا امیر مقرر فرمایا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان کو مقامِ روحاء سے واپس بھیجا اور حضرت حارث کے والد حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید بن مالک سے سات آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت انیس بن قنادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث بن عبید۔

(2) حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان بن ضبیعہ۔

(3) حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔

(4) حضرت عبد اللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن عجلان۔

(5) حضرت زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔

(6) حضرت ربیع بن رافع بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان۔

(7) حضرت عاصم بن عدی بن جد بن عجلان۔ یہ جہاد کے لئے نکلے لیکن رسول اللہ ﷺ نے

انساب کی تصحیح

زید بن ودیعہ کے نسب میں جزء بن عدی کا ذکر آیا ہے۔ ابو بحر نے ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ نام ابو الولید سے روایت کرتے ہوئے زاء کے سکون کے ساتھ جزء بیان کیا ہے اور میں نے ان کے علاوہ دیگر تمام علماء کی روایت زاء کے کسرہ کے ساتھ پائی ہیں۔

انہیں واپس بھیج دیا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی ثعلبہ بن عمرو

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے سات افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک امرؤ القیس بن ثعلبہ۔
- (2) حضرت عاصم بن قیس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عاصم بن قیس بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ ہیں۔
- (3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوضیاح بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔
- (4) حضرت ابوحنہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حضرت ابوضیاح کے بھائی ہیں۔ انہیں ابوحنہ بھی کہا جاتا ہے اور امرؤ القیس کو برک بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔
- (5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سالم بن عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ثابت بن عمرو بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔
- (6) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔
- (7) حضرت خوات بن جبیر بن نعمان۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی جحجی اور ان کے حلفاء

بنی جحجی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف سے دو آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت منذر بن محمد بن عقبہ بن احمہ بن حلاح بن حریش بن جحجی بن کلفہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حریش بن جحجی بھی کہا گیا۔
- (2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی انیف سے ان کے حلفاء مل سے حضرت ابو عقیل بن

حضرت ابن اسحاق نے رافع بن عنجدہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام نے کہا ہے کہ عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے لیکن آپ نے ان کے باپ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا باپ عبدالحارث ہے اور عنجدہ کشمش کی گٹھلی کو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کشمش کو بی عنجدہ کہتے ہیں اور اس کی گٹھلی کو فرصدہ، فرصدیا، فرصاد کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابو حنیفہ کا قول ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن یحمان بن عامر بن حارث بن مالک بن عامر بن انیف بن جشم بن عبداللہ بن تیم بن اریش بن عامر بن عمیلہ بن قسمل بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاء۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: تمیم بن اریشہ اور قسمل بن فران بھی کہا گیا ہے۔
بنی غنم بن سلم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی غنم بن سلم بن امرؤ القیس بن مالک بن اوس سے پانچ افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت سعد بن خیشمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نخط بن کعب بن حارثہ بن غنم۔
- (2) حضرت منذر بن قدامہ بن عرفجہ۔
- (3) حضرت مالک بن قدامہ بن عرفجہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عرفجہ بن کعب بن نخط بن کعب بن حارثہ بن غنم۔
- (4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن عرفجہ۔
- (5) بنی غنم کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت تمیم، سعد بن خیشمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے تین آدمی

حضرت کعب بن جہاز کا ذکر آیا ہے۔ یہ جیم اور زاء کے ساتھ جہاز ہے۔ جس طرح حضرت ابن ہشام کا قول ہے نہ کہ جس طرح حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کیونکہ اہل نسب کے نزدیک حضرت ابن ہشام کا قول معتبر ہے۔ البتہ دارقطنی نے ایک تیسری روایت بھی ذکر کی ہے کہ یہ نون اور حاء مکسورہ کے ساتھ ابن حمان ہے۔

اصحاب بدر میں حضرت ابو حمیضہ کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ ان کا نام معبد بن عباد ہے۔ حضرت ابو عمر نے فرمایا: حضرت ابراہیم بن سعد نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح بیان کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر علماء حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے خاء منقوطہ اور صاد مہملہ کے ساتھ ابو حمیضہ بیان کرتے ہیں۔

بلویوں کے درمیان حضرت ابو عقیل کا ذکر آیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام ذکر نہیں

شریک ہوئے:

(1) حضرت جبیر بن عتیک بن حارث بن قیس بن یحییٰ بن حارث بن امیہ بن معاویہ۔

(2) بنی مزینہ سے ان کے حلیف حضرت مالک بن نمیلہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت نعمان بن عمر۔

اوسی اصحاب بدر کی تعداد

یہ قبیلہ اوس کے کل اکٹھے افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

انصار اصحاب بدر (قبیلہ خزرج)

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: انصار کے قبیلہ خزرج کی درج ذیل شاخوں کے لوگ غزوہ

بدر میں شریک ہوئے:

بنی امرؤ القیس

قبیلہ خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی حارث بن خزرج پھر ان کی شاخ بنی امرؤ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

کیا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالعزی تھا، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن عدو الاوثان (رحمن کا بندہ بتوں کا دشمن) رکھ دیا۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا۔

صاحب صاع

جہاں تک ایک صاع کھجوریں لانے والے حضرت ابو عقیل کا تعلق ہے جن پر منافقین نے ریا کاری کا الزام لگایا تھا تو ان کا نام حثاث ہے۔ انہی کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: يٰلَمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ (التوبہ: ۷۹) ”جو لوگ (ریا کاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے“۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت ابو عقیل حثاث رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ منافقین ان کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ ابو عقیل کے ایک صاع سے غنی ہے۔

- (1) حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرؤ القیس۔
- (2) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امرؤ القیس۔
- (3) حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس بن عمرو بن امرؤ القیس۔
- (4) حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرؤ القیس۔

بنی زید بن مالک

بنی زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے دو آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاص بن زید۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا جلاس بن زید بھی کہا گیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ خطا ہے۔
- (2) ان کے بھائی حضرت سماک بن سعد۔

قریوش یا قریوس

اصحاب بدر کے انساب میں ابن قریوش قاف کے کسرہ اور شین منقوطہ کے ساتھ مذکور ہوا ہے جبکہ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سین کے ساتھ قریوس ہے۔ ابوالولید نے اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اکثر روایات میں قاف کے فتح اور باء کے ساتھ قَرَبُوس ہے۔ قریوش تقرش بمعنی تکسب (کمائی کرنا) سے فَعْيُول کا وزن ہے اور سین کے ساتھ قریوس قرس بمعنی بود (سردی) سے فَعْيُول کا وزن ہے۔ یہاں شین منقوطہ کے ساتھ قریوش زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ تقرش سے ماخوذ ہے جس کا معنی کمائی کرنا ہے جس طرح قریش کو بھی کمائی اور تجارت کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے۔ یہ قطرب کا قول ہے۔

جو لوگ غزوہ بدر میں کسی عذر کی بناء پر شریک نہ ہو سکے ان میں سے ایک بنی خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا جس کے باعث وہ جہاد پر روانہ نہ ہو سکے۔ یہ قسمی کا قول ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن عقبہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر نہیں کیا، لیکن ابن کلبی اور ایک جماعت نے انہیں بھی اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ابوضیاح کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام نعمان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمیر بن ثابت بن نعمان ہے۔ یہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔

بنی عدی

بنی عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے تین افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت سمیع بن قیس بن عیشہ بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی۔
- (2) ان کے بھائی حضرت عباد بن قیس بن عیشہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا قیس بن عنبہ بن امیہ بھی کہا گیا ہے۔
- (3) حضرت عبداللہ بن عبس۔

بنی احمر

بنی احمر بن حارث بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر شریک ہوئے۔ انہی کو ابن نسحم کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نسحم ان کی ماں کا نام ہے۔ یہ قبیلہ قین بن جسر کی ایک خاتون تھیں۔

بنی جشم اور بنی زید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جشم اور زید دونوں جڑواں بھائی تھے۔ بنی جشم بن حارث بن خزرج اور بنی زید بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت خبیب بن اساف بن عتبہ بن عمرو بن خرتج بن عامر بن جشم۔
- (2) حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ بن زید۔
- (3) ان کے بھائی حضرت حریث بن زید بن ثعلبہ۔
- (4) حضرت سفیان بن بشر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سفیان بن نسر بن عمرو بن حارث بن کعب بن زید ہیں۔

بنی جدارہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج سے چار آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

جدارہ یا خدارہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی نجار کے ضمن میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کا نسب جدارہ بن حارث تک پہنچتا ہے۔ یہ جدارہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ کا بھائی ہے۔ حضرت ابن

(2) بنی حارثہ سے حضرت عبداللہ بن عمیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبداللہ بن عمیر بن عدی بن امیہ بن جدارہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت زید بن مزین بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ زید بن مہری ہیں۔

(4) حضرت عبداللہ بن عرفطہ بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

بنی ابجر

بنی ابجر اور یہی بنی خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہیں، ان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن ربیع بن قیس بن عمرو بن عباد بن ابجر شریک ہوئے۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی عبید بن مالک بن سالم بن ظنم بن عوف بن خزرج ہے اور یہی بنی حہلی ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حہلی کا نام سالم بن ظنم بن عوف ہے۔ اسے پیٹ کے بڑا ہونے کی وجہ سے حہلی کہا جاتا تھا۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید جو کہ ابن سلول کے نام سے مشہور ہیں اور سلول ابی کی ماں کا نام ہے۔

(2) حضرت اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید۔

بنی جزء اور ان کے حلفاء

بنی جزء بن عدی بن مالک بن سالم بن ظنم سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زید بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزء۔

(2) حضرت عقبہ بن وہب بن کلبدہ۔ یہ بنی عبداللہ بن عطمان سے ان کے حلیف تھے۔

(3) حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن ظنم۔

(4) حضرت عامر بن سلمہ بن عامر۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عمرو بن سلمہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنی قضاہ کی شاخ بنی بلی سے تھے۔

اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے اس کا نام جدارہ کے بجائے خاء مضمومہ کے ساتھ جدارہ بیان کیا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور نمری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ یہ خدرہ اور جدارہ دونوں حارث کے بیٹے

(5) حضرت ابو حمزہ معبد بن عباد بن بشیر بن مقدم بن سالم بن غنم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ معبد بن عباد بن قنفر بن مقدم ہیں اور عبادہ بن قیس بن مقدم بھی کہا گیا ہے۔
(6) ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عامر بن عکیر ہیں اور ماسم بن عکیر بھی کہا گیا ہے۔

بنی سالم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی عجلان بن رید بن غنم بن سالم سے ایک شخص حضرت نوفل بن عبد اللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان شریک ہوئے۔

بنی اصرم

بنی اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کے بھائی ہیں اور غنم بن سالم وہی ہے جس کا ذکر پہلے حضرت ابن اسحاق کے قول میں ہو چکا ہے۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:
(1) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم۔

(2) ان کے بھائی حضرت اوس بن صامت۔

بنی دعد

بنی دعد بن فہر بن ثعلبہ بن غنم سے ایک شخص حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد شریک ہوئے اور یہ وہی نعمان ہیں جنہیں نوفل کہا جاتا ہے۔

بنی قریوش

بنی قریوش بن غنم بن امیہ بن لؤذان بن سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قریوش بن غنم بھی کہا جاتا ہے۔ اس قبیلہ سے ایک شخص حضرت ثابت بن ہزال بن عمرو بن قریوش نے شرکت کی۔

بنی مرضیہ

بنی مرضیہ بن غنم بن سالم سے بھی ایک شخص حضرت مالک بن دحشم بن مرضیہ نے شرکت

ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے عام مہملہ کے ساتھ مدارہ ذکر کیا ہے اور یہی قول ابو عمر کا بھی ہے۔ شیخ ابو بحر نے ابوالولید سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح ذکر کیا ہے حضرت ابن ہشام نے یہ قول کیا۔

کی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ مالک بن دحثم بن مالک بن دحثم بن مرضیہ ہیں۔
بنی لوزان اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی لوزان بن سالم سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم بن امیہ بن لوزان۔

(2) ان کے بھائی حضرت ورقہ بن ایاس۔

(3) حضرت عمرو بن ایاس۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن ایاس ربیع اور ورقہ کے بھائی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی بلی کی شاخ بنی عصینہ جسے حضرت ابن ہشام نے غصینہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ان کی ماں تھی اور ان کا باپ عمرو بن عمارہ تھا، سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مجذر بن زیاد بن عمرو بن زمرہ بن عمرو بن عمارہ بن مالک ابن عصینہ بن عمرو بن بترہ بن مشو بن قسریں بن تیم بن ارش بن عامر بن عمیلہ بن قسمل بن فران بن بلی بن عمرو بن خفاف بن قضاہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قسریں تیم بن ارشہ اور قسمل بن فاران بھی کہا جاتا ہے اور مجذرہ کا نام عبد اللہ ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت عبادہ بن خشاش بن عمرو بن زمرہ۔

(3) حضرت نحاب بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بحاث بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم۔

(5) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ جو کہ قبیلہ بہراء سے ان کے حلیف تھے، بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کا نام عتبہ بن بہر تھا اور یہ بنی سلیم سے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے رجیلہ بن ثعلبہ کا ذکر کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں خاء منقوطہ کے ساتھ رجیلہ مذکور ہے۔

بنی ساعدہ

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کی شاخ بنی ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ سے دو آدمیوں نے شرکت کی:

(1) حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ۔ بقول ابن ہشام ابودجانہ سماک بن اوس بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔

(2) حضرت منذر بن عمرو بن حنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں منذر بن عمرو بن حنیس بھی کہا گیا ہے۔

بنی بدی اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی بدی بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ سے بھی دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ بن بدی۔

(2) حضرت مالک بن مسعود۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: بقول بعض اہل علم یہ مالک بن مسعود بن بدی ہیں۔

بنی ظریف اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ظریف بن خزرج بن ساعدہ سے ایک شخص حضرت عبد ربہ بن حق بن اوس بن وقش بن ثعلبہ بن ظریف نے شرکت کی اور ان کے حلفاء سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) بنی جہینہ سے حضرت کعب بن حمار بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں کعب بن جہاز بھی کہا گیا ہے اور یہ قبیلہ غہشان سے ہیں۔

ایک نسب کی تصحیح

حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں حضرت ابو شیخ بن ثابت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام ابی ہے اور یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ابی بن ثابت کے بیٹے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے چچا ہیں۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ میں غلطی واقع ہوئی ہے جس کی میں نے اصلاح کر دی ہے۔ اصلاح سے قبل ابو شیخ ابی بن ثابت بن منذر مذکور تھا۔

(2) حضرت ضمروہ بن عمرو۔

(3) حضرت زیاد بن عمرو۔

(4) حضرت بسبس بن عمرو۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ضمروہ اور زیاد بشر کے بیٹے ہیں۔

(5) قبیلہ بلی سے حضرت عبداللہ بن عامر۔

بنی جشم

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساروہ بن خزیدہ بن جشم بن خزرج، پھر ان کی شاخ بنی حرام بن کعب بن ہنم بن کعب بن سلمہ سے بارہ افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت خراش بن صمصم بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(2) حضرت حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام۔

(3) حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام۔

(4) حضرت خراش بن صمصم کے آزاد کردہ غلام حضرت قسیم۔

(5) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام۔

(6) حضرت معاذ بن عمرو بن جموح۔

(7) حضرت معوذ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(8) حضرت غلام بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(9) حضرت عقبہ بن عامر بن ثعلبہ بن زید بن حرام۔

(10) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت حبیب بن اسود۔

(11) حضرت ثابت بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام۔ ثعلبہ کو جذع بھی کہا گیا ہے۔

(12) حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن حارث بن حرام۔

جموح کا نسب

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان اسماء میں جہاں بھی جموح آیا ہے وہ جموح بن زید بن حرام ہے مگر صمصم بن عمر کے دادا جموح بن حرام ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: آخری شخص عمیر بن حارث بن زید بن ثعلبہ ہیں۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی خنساء بن سنان بن عبید سے نو افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت بشر بن براء بن معرور بن صحر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت طفیل بن مالک بن خنساء۔

(3) حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء۔

(4) حضرت سنان بن صلی بن صحر بن خنساء۔

(5) حضرت عبداللہ بن جد بن قیس بن صحر بن خنساء۔

(6) حضرت عتبہ بن عبداللہ بن صحر بن خنساء۔

(7) حضرت جبار بن صحر بن امیہ بن خنساء۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جبار بن صحر بن امیہ بن خنساء بھی کہا گیا ہے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز بنی دہان کی شاخ بنی اشمج سے ان کے دو حلیف:

(8) حضرت خارجہ بن حمیر اور

(9) حضرت عبداللہ بن حمیر۔

بنی خنساء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی خنساء بن سنان بن عبید سے سات افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت یزید بن منذر بن سرح بن خنساء۔

(2) حضرت معقل بن منذر بن سرح بن خنساء۔

(3) حضرت عبداللہ بن نعمان بن ہلدہ۔ بقول ابن ہشام ہلدہ اور ہلدہ دونوں ذکر کئے گئے ہیں۔

(4) حضرت ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔

(5) حضرت سواد بن زریق بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نام سواد بن رزن بن زید بن ثعلبہ بھی بتایا گیا ہے۔

(6) حضرت معبد بن قیس بن صحر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ اور بقول ابن ہشام معبد بن قیس بن صلی بن صحر بن حرام بن ربیعہ بھی کہا گیا ہے۔

(7) حضرت عبداللہ بن قیس بن مضر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم۔

بنی نعمان

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نعمان بن سنان بن عبیدہ سے چار افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان۔
- (2) حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب بن نعمان۔
- (3) حضرت خلیدہ بن قیس بن نعمان۔
- (4) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت نعمان بن سنان۔

بنی سواد

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد، حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ عمرو بن سواد ہے، سواد کا غنم نامی کوئی بیٹا نہیں۔ اس قبیلہ سے چار افراد نے حصہ لیا:

- (1) حضرت ابوالمنذر یزید بن عامر بن حدیدہ۔
- (2) حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ۔
- (3) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔
- (4) حضرت سلیم بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عسترہ۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت عسترہ کا تعلق بنی سلیم بن منصور کی شاخ بنی ذکوان سے ہے۔

بنی عدی بن نابی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے چھ افراد نے شرکت کی:

- (1) حضرت عبس بن عامر بن عدی۔
- (2) حضرت ثعلبہ بن غنم بن عدی۔
- (3) حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد۔
- (4) حضرت سہل بن قیس بن ابی کعب بن قین بن کعب بن سواد۔
- (5) حضرت عمرو بن طلحہ بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم۔

(6) حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عاکذ بن عدی بن کعب بن عدی بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن سارودہ بن تزید بن جشم بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر۔ حضرت ابن ہشام نے اوس بن عباد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد کہا ہے۔ حضرت ابن ہشام مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن اسحاق نے حضرت معاذ بن جبل کا نسب بنی سواد سے ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ ان کی اولاد سے نہیں تھے بلکہ ان میں رہتے تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: جن لوگوں نے بنی سلمہ کے بت توڑے تھے وہ حضرات معاذ بن جبل، عبد اللہ بن انیس اور ثعلبہ بن غنمہ ہیں اور یہ بنی سواد بن غنم میں سے تھے۔

بنی زریق

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج کی شاخ بنی مغلہ بن عامر بن زریق بقول ابن ہشام عامر بن ازرق سے سات افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت قیس بن محسن بن خالد بن مغلہ۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: قیس بن محسن بھی کہا گیا ہے۔
- (2) حضرت ابو خالد حارث بن قیس بن خالد بن مغلہ۔
- (3) حضرت جبیر بن ایاس بن خالد بن مغلہ۔
- (4) حضرت ابو عبادہ سعد بن عثمان بن خلدہ بن مغلہ۔
- (5) ان کے بھائی حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہ بن مغلہ۔
- (6) حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مغلہ۔
- (7) حضرت مسعود بن خلدہ بن عامر بن مغلہ۔

بنی خالد

بنی خالد بن عامر بن زریق سے ایک شخص حضرت عباد بن قیس بن عامر بن خالد نے غزوہ بدر میں شرکت کی:

بنی خلدہ

بنی خلدہ بن عامر بن زریق سے پانچ افراد شامل ہوئے:

- (1) حضرت اسعد بن یزید بن یزید بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔
- (2) حضرت فاکہ بن بشر بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔ ابن ہشام نے بسر بن فاکہ کہا ہے۔

(3) حضرت معاذ بن معص بن قیس بن خلدہ۔

(4) ان کے بھائی حضرت عائد بن معص بن قیس بن خلدہ۔

(5) حضرت مسعود بن سعد بن قیس بن خلدہ۔

بنی عجلان بن عمرو

بنی عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے تین شخص غزوہ بدر میں شامل ہوئے:

(1) حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان۔

(2) ان کے بھائی حضرت خلاد بن رافع بن مالک بن عجلان۔

(3) حضرت عبید بن زید بن عامر بن عجلان۔

بنی بیاضہ

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ۔

(2) حضرت فروہ بن عمرو بن ودفہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور ودفہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت خالد بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر بن بیاضہ۔

(4) حضرت رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور رجیلہ بھی کہا گیا ہے۔

(5) حضرت عطیہ بن نوریہ بن عامر بن عطیہ بن عامر بن بیاضہ۔

(6) حضرت خلیفہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور علیفہ بھی کہا گیا ہے۔

بنی حبیب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جسم بن خزرج سے ایک شخص حضرت رافع بن معلیٰ بن لوزان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن زید مناۃ بن حبیب نے شرکت کی۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی غنم بن مالک بن نجار پھر ان کی شاخ بنی ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم سے ایک شخص حضرت ابوایوب خالد بن کلب بن ثعلبہ نے غزوہ بدر میں شمولیت کی۔

بنی عسیرہ

بنی عسیرہ بن عبدعوف بن غنم سے بھی ایک شخص حضرت ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: عسیر اور عسیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی عمرو بن عبدعوف بن غنم سے دو آدمی حضرت عمارہ بن حزم بن زید بن لوزان بن عمرو اور حضرت سراقہ بن کعب بن عبدالعزی بن غزیہ بن عمرو شریک ہوئے۔

بنی عبید

بنی عبید بن ثعلبہ بن غنم سے بھی دو حضرات حارثہ بن نعمان بن زید بن عبید اور سلیم بن قیس بن قہد شریک ہوئے اور قہد کا نام خالد بن قیس بن عبید ہے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: پہلے شخص حارثہ بن نعمان بن نفع بن زید ہیں۔

بنی عائد اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عائد بن ثعلبہ بن غنم اور بقول ابن ہشام بنی عابد سے بھی دو شخص حضرت سہیل بن رافع بن ابی عمرو بن عائد اور قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت عدی بن زعباء شریک جہاد ہوئے۔

بنی زید بن ثعلبہ

بنی زید بن ثعلبہ بن غنم سے تین افراد شامل ہوئے:

- (1) حضرت مسعود بن اوس بن زید۔
- (2) حضرت ابوخریمہ بن اوس بن زید بن اصرم بن زید۔
- (3) حضرت رافع بن حارث بن سواد بن زید۔

بنی سواد بن مالک اور ان کے حلفاء

بنی سواد بن مالک بن غنم سے دس افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت عوف۔

(2) حضرت معوذ۔

(3) حضرت معاذ۔

یہ تینوں حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور یہی عفراء کے بیٹے ہیں جو ان کی ماں تھیں۔
حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نسب یہ ہے: عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم بن مالک بن نجار۔ اور ان کے باپ کا نام حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بھی بتایا گیا ہے۔
(4) حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ بن سواد۔ اور بقول ابن ہشام انہیں نعمان بھی کہا جاتا ہے۔
(5) حضرت عامر بن محمد بن حارث بن سواد۔

(6) حضرت عبد اللہ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن حارث بن سواد۔

(7) قبیلہ اشجع سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

(8) قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ودیعہ بن عمرو۔

(9) حضرت ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد۔

(10) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت حارث بن عفراء کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحرأء بھی غزوہ بدر میں حاضر تھے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحرأء، حارث بن رفاعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی عامر بن مالک

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عامر مبدول بن مالک بن نجار کی شاخ بنی عتیک بن عمرو بن مبدول سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت عتبہ بن عمرو بن بھن بن عمر بن عتیک۔

(2) حضرت بل بن عتیک بن عمر بن نعمان بن عتیک۔

(3) حضرت حارث بن عمرو بن عتیک۔ انہیں مقامِ روحہ پر ہی چوت لکائی گئی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی قیمت سے ان کا بھی حصہ لیا۔

بنی عمرو بن مالک

بنی عمرو بن مالک بن نجار یعنی بنی حدیلہ کی شاخ بنی قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حدیلہ بنت مالک بن زید اللہ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج، معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی اور بنی معاویہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے دو شخص غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت ابی بن کعب بن قیس۔

(2) حضرت انس بن معاذ بن انس بن قیس۔

بنی عدی بن عمرو

یہ بنی عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کا قبیلہ ہے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہی لوگ بنی مغالہ بنت عوف بن عبد مناتہ بن عمرو بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مغالہ بنی زریق سے تھی اور یہ عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی۔ اسی وجہ سے بنی عدی اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناتہ بن عدی۔

(2) حضرت ابو شیخ ابی بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناتہ بن عدی۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

(3) حضرت ابو طلحہ زید بن سہیل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناتہ بن عدی۔

بنی عدی بن نجار

بنی عدی بن نجار کی شاخ بنی عدی بن عامر بن غنم بن نجار سے آٹھ افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(2) حضرت ابو حکیم عمرو بن ثعلبہ بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(3) حضرت سلیط بن قیس بن عمرو بن عتیک بن مالک بن عدی بن عامر۔

(4) حضرت ابو سلیط اسیرہ بن ابو خارجہ عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(5) حضرت ثابت بن خضاء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر۔

(6) حضرت عامر بن امیہ بن زید بن حساس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(7) حضرت محرز بن عامر بن مالک بن عدی بن عامر۔

(8) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ بن اہیب۔

بنی حرام بن جندب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار سے چار افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ابو زید قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حرام۔

(2) حضرت ابوالاعور بن حارث بن ظالم بن عبس بن حرام۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ابو الاعور حارث بن ظالم بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت سلیم بن طجان۔

(4) حضرت حرام بن طجان اور طجان کا نام مالک بن خالد بن زید بن حرام ہے۔

بنی مازن بن نجار اور ان کے حلفاء

بنی مازن بن نجار کی شاخ بنی عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت قیس بن ابی صعصعہ اور صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف۔

(3) بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

بنی خنساء بن مبذول

بنی خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن سے دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوداؤد عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء۔

بنی ثعلبہ بن مازن

بنی ثعلبہ بن مازن بن نجار سے ایک شخص حضرت قیس بن مغلہ بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب بن

حارث بن ثعلبہ نے شرکت کی۔

بنی دینار بن نجار

بنی دینار بن نجار کی شاخ بنی مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار سے پانچ افراد غزوہ بدر میں شامل ہوئے:

- (1) حضرت نعمان بن عبد عمرو بن مسعود۔
- (2) حضرت ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود۔
- (3) حضرت سلیم بن حارث بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ بن دینار۔ یہ حضرت ضحاک اور حضرت نعمان کے اخیانی بھائی ہیں۔
- (4) حضرت جابر بن خالد بن عبدالاشہل۔
- (5) حضرت سعد بن سہیل بن عبدالاشہل۔

بنی قیس بن مالک

بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار بن نجار سے دو شخص شریک ہوئے:

- (1) حضرت کعب بن زید بن قیس۔
 - (2) ان کے حلیف حضرت بکیر بن ابی بکیر۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت بکیر بنی عبس بن بغیض بن ریث بن عطفان کی شاخ بن جذیمہ بن رواحہ سے تھے۔
- حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پس یہ قبیلہ خزرج کے ایک سو ستر افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دیگر اصحاب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر اہل علم قبیلہ خزرج کے ان لوگوں کو بھی اصحاب بدر میں ذکر کرتے ہیں۔

بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج سے:

- (1) حضرت عقبان بن مالک بن عمرو بن عجلان۔
 - (2) حضرت ملیح بن وبرہ بن خالد بن عجلان اور
 - (3) حضرت عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان۔
- اور بنی زریق کی شاخ بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج سے:
- (4) حضرت ہلال بن معلی بن لؤذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن مالک بن زید منقہ

بن حبیب رضی اللہ عنہم۔

اصحاب بدر کی کل تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو اصحاب غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ نکالا ان کی تعداد تین سو چودہ ہے۔ تراسی مہاجرین، اکٹھ قبیلہ اوس کے انصار اور ایک سو ستر قبیلہ خزرج کے انصار۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شہدائے بدر

بدر کے روز رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے:

بنی مطلب

قبیلہ قریش کی شاخ بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک شخص حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ کو عتبہ بن ربیعہ نے شہید کیا۔ اس نے تلوار کے وار سے

چند شہدائے بدر کا تعارف

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

واقعی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز آپ کو صغریٰ کی وجہ سے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں روتے ہوئے دیکھا تو جہاد کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ کو عاصی بن سعید نے شہید کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

آپ بدر کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ آپ کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا جو سیدھا آپ کے حلق پر لگا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی والدہ حضرت ربیع بنت نصر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حارثہ کا مقام بتائیے تاکہ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اجر و ثواب کی امید رکھوں اور اگر ایسا نہیں تو پھر میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کا مقام ایک جنت ہے؟ نہیں بلکہ وہ تو کئی جنتیں ہیں، بے شک تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

آپ کا پاؤں کاٹ دیا جس کے زخم کی تاب نہ لا کر آپ نے مقامِ صفراء میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عمیر بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔ یہ بقول ابن ہشام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ

ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، انہیں خالد بن اعلم نے شہید کیا۔

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

شہدائے بدر میں بنی زہرہ کے حلیف حضرت ذوالشمالین خزاعی غبشانی کا بھی ذکر ہے۔ یہ وہی صحابی ہیں جنہیں امام زہری نے حدیث تسلیم من الرکتین (وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کے چار رکعتی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنے کا ذکر ہے) میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں ”بنی زہرہ کے ایک شخص حضرت ذوالشمالین کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟“ حضرت ابن شہاب زہری کے علاوہ کسی نے بھی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت نہیں کی اور محدثین کے نزدیک یہ روایت غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں ذوالیدین سلمی کا ذکر ہے جن کا نام خرباق ہے اور ذوالشمالین تو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جبکہ حدیث تسلیم من الرکتین کے دوسرے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ غزوہ بدر سے دو سال بعد اسلام لائے اور حضرت ذوالیدین سلمی رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت معاویہ میں ہوئی۔ ان سے یہ حدیث ان کے بیٹے حضرت مطیر بن خرباق نے روایت کی اور حضرت مطیر سے ان کے بیٹے حضرت شعیث بن مطیر نے روایت کی۔

جب حضرت مبرد نے حدیث زہری میں یہ الفاظ دیکھے فَقَامَ ذُو الشَّمَالَيْنِ، جبکہ آخر میں اَصْدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ مذکور تھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ان صحابی کے دو نام ہیں، ذوالشمالین اور ذوالیدین، لیکن انہیں ذوالشمالین کے متعلق محدثین کے قول کا علم نہ ہوا اور صرف اسی غلط روایت کا علم ہوا۔ یہ بحث کتاب الکامل فی باب الاذواء یوم بدر کے آخر میں مذکور ہے۔

(2) حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ۔ یہ بنی خزاعہ کی شاخ بنی غبشان سے ان کے حلیف تھے۔

بنی عدی بن کعب

بنی عدی بن کعب بن لوی سے دو افراد شہید ہوئے:

(1) حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ۔ یہ بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ سے ان کے حلیف تھے۔

چند دیگر اصحاب بدر

(1) اصحاب بدر میں سے حضرت علیہ بن عدی بیاضی بھی ہیں۔ اہل سیر نے ان کا یہی نام ذکر کیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام خلیفہ بن عدی بتایا ہے۔

(2) حضرت عیاض بن زبیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن وہیب بن ضہ بن حارث بن فہر۔ حضرت ابن ہشام نے بکائی کی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا لیکن حضرت ابن اسحاق نے ابراہیم عن سعد عن بکائی کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ موسیٰ بن عقبہ، حلیفہ بن خیاط اور ایک جماعت نے انہیں بدری صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

(3) جن صحابہ کو اصحاب بدر میں ذکر کیا گیا ہے اور حضرت ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک حضرت یزید بن اخنس سلمی ہیں۔

(4) اور ان کے بیٹے حضرت معن بن یزید۔

(5) اور ان کے باپ حضرت اخنس۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی اور باپ، بیٹا اور دادا انہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہوں۔ حضرت ابن اسحاق نے ان تینوں کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا البتہ چند دیگر علماء نے انہیں اصحاب بدر میں شمار کیا ہے لیکن اکثر اہل سیر کے نزدیک ان کی غزوہ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ البتہ یہ تینوں بیعت رضوان میں موجود تھے۔

(6) حضرت یزید بن اخنس بن جناب بن حبیب بن جرہ (جیم کے ضمہ کے ساتھ) بن زغب۔ ان کا تعلق بنی ہبشہ بن سلیم سے ہے۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ چند دیگر علماء کی روایات میں ان کا ذکر اصحاب بدر میں آیا ہے۔ ابن ماکولا کہتے ہیں جیم کے ضمہ کے ساتھ جرہ صرف انہی کے نسب میں آیا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ جرہ صرف سوم بنت عمرو بن جرہ کے نام میں آیا ہے۔ اس کا تعلق بنی ضمہ سے

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مجع رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے ایک شخص حضرت صفوان بن بیضاء شہید ہوئے۔ یہ چھ شہداء مہاجرین سے ہیں۔

انصار: بنی عمرو بن عوف

بنی عمرو بن عوف سے دو اصحاب شہید ہوئے:

(1) حضرت سعد بن خیشمہ رضی اللہ عنہ۔

(2) حضرت مبشر بن عبدالمندرب بن زبیر رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن خزرج

بنی حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ انہی کو ابن فسحہم کہا جاتا ہے۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ سے بھی ایک شخص حضرت عمیر بن حمام شہید ہوئے۔

ہے۔ یہ عورت شداخ جس کا نام یحمر بن عوف ہے، کی ماں ہے۔ یحمر کا ذکر قصی کے بیان میں گزر چکا ہے، وہاں شداخ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(7) حضرت خدیم بن فاتک اسدی اور

(8) ان کے بھائی حضرت سرہ بن فاتک اسدی۔

(9) حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام سلمی۔

ان تینوں کو امام بخاری نے اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ابو عمرو کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کُنْتُ أَمِيحُ أَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی ”میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کو پانی پلاتا تھا“۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ چھوٹے تھے اور مال غنیمت سے آپ کو حصہ نہیں دیا گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس روایت میں تصحیف ہے اور صحیح الفاظ یہ ہیں: کُنْتُ مَنِيحًا

بنی حبیب

بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم سے بھی ایک شخص حضرت رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی نجار

بنی نجار سے بھی ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی غنم

بنی غنم بن مالک بن نجار سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد اور

(2) حضرت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد۔ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ ان آٹھ شہداء کا تعلق انصار سے ہے۔

غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

بنی عبد شمس

بدر کے روز قبیلہ قریش کی شاخ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے بارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے رسول

أَصْحَابِي يَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی ”میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کا تیر (یعنی مددگار) تھا“۔ (مطلع جوئے کے اس تیر کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صغریٰ کی وجہ سے صحابہ کرام انہیں اپنے کام کاج کے لئے ادھر ادھر بھیجتے تھے۔

(10) حضرت طلیب بن عمیر۔ ان کا تعلق بنی عبد بن قصی سے ہے۔

(11) ان کی ماں حضرت ارویٰ جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان دونوں کو حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں ذکر تو کیا ہے لیکن حضرت ابن ہشام نے روایت نہیں کیا۔

غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

عاصی بن سعید

بدر کے روز قتل ہونے والے مشرکین میں عاصی بن سعید بن عاصی کا ذکر آیا ہے۔ ہم نے اس

اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے مل کر قتل کیا تھا۔

(2) ان کا حلیف حارث بن حضرمی۔ اسے بقول ابن ہشام قبیلہ اوس کے حلیف حضرت نعمان بن عسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(3) ان کا دوسرا حلیف عامر بن حضرمی۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر بن ابی عمیر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کے آزاد کردہ غلام عمیر کا بیٹا۔

(6) عبیدہ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(7) عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاحق رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قید کی حالت میں قتل کیا۔

(8) عاص بن سعید بن عاص بن امیہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کے قتل میں حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(10) شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کتاب کے گزشتہ صفحات میں وہ حدیث ذکر کی ہے جسے حضرت ابو عبیدہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید کو قتل کیا اور اس کی تلوار جس کا نام ذوالکئیفہ تھا، اس سے چھین لی“۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: اہل سیر کا قول ہے کہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت مولف نے کہا: بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسے حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور قاضی ابو عبد اللہ زبیر بن ابی بکر نے انساب قریش میں کہا: عاصی کو بدر کے روز حضرت علی بن ابی طالب

(12) بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف عامر بن عبد اللہ۔ اسے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے دو مشرک قتل ہوئے:

(1) حارث بن عامر بن نوفل۔ اسے بنی حارث بن خزرج کے صحابی حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے پانچ آدمی قتل ہوئے:

(1) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی حرام کے شخص حضرت ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(2) حارث بن زمعہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) عقیل بن اسود بن مطلب۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابوالبختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت مجذربن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوالبختری کا نام عاص بن ہاشم ہے۔

(5) نوفل بن خویلد بن اسد یعنی ابن عدویہ عدی خزاعہ۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے پر ایک رسی میں باندھ دیا تھا۔ اس

رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا۔ حضرت ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابراہیم بن سعد سے انہوں نے حضرت صالح بن کیسان سے انہوں نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ان دنوں آپ امیر المؤمنین تھے، حضرت سعید بن عاصی ان کے پاس سے گزرے اور سلام کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

وجہ سے ان دونوں حضرات کو قرینین کہا جاتا تھا۔ یہ شخص شیاطین قریش میں سے تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) نصر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام صفراء میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے حالت قید میں قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے مقام اٹیل پر قتل کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ نصر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف ہے۔

(2) زید بن ملیص۔ یہ عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زید بن ملیص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ زید، بنی مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم سے بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی تیم بن مرہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیم بن مرہ سے بھی دو آدمی قتل ہوئے:

(1) عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

عنہ نے انہیں فرمایا: بھتیجے! قسم بخدا میں نے بدر کے روز تیرے باپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو قتل کیا تھا اور میری کیا مجال تھی کہ میں ایک مشرک کو قتل کرنے سے معذرت کرتا۔“ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت سعید بن عاصی (جو اس وقت کم سن تھے) نے کہا: اگر آپ اسے بھی قتل کرتے تو آپ حق پر ہوتے اور وہ باطل پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر بہت

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ بن مرہ سے سترہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) ابو جہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی لیکن اس کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا بازو کاٹ گیا۔ پھر حضرت معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری جو اس میں پیوست ہو گئی۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا لیکن زندگی کی کچھ رقم اس میں باقی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مقتولین کو تلاش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر گرا ہوا پایا۔ آپ نے اس کا سر جھنجھوڑا اور تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

(2) عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) بنی تمیم سے ان کا حلیف یزید بن عبد اللہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی عمرو بن تمیم سے تھا اور بہت بہادر تھا۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا حلیف ابو مسافع اشعری۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو دجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کا حلیف حرمہ بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی حارث بن خزرج سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور حرمہ بنی اسد سے تھا۔

(6) مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

خوش ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو موڑتے ہوئے فرمایا قریش سب سے افضل مسلمان اور سب سے بڑے امین ہیں۔ جو شخص قریش کو تکلیف پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ گرا دے گا۔ حضرت ابن شہاب نے فرمایا: میرے چچا مصعب بن عبد اللہ نے کہا لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے مٹی کھودتے ہوئے دیکھا، وہ یوں نک رہا تھا گویا نیل ہے۔ میں نے اس سے اعراض کیا لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

(7) ابوقیس بن ولید بن مغیرہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) رفاعہ بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ اسے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بقول ابن ہشام بنی حارث بن خزرج سے ہے۔

(10) منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام بنی عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف کے حلیف حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(12) سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبد اللہ بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سائب بن ابی سائب رسول اللہ ﷺ کا شریک ہے جس کے بارے میں ایک حدیث بھی مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائب بہت اچھا شریک ہے جو نہ ناراض ہوتا ہے نہ جھگڑتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن و خوبی اس پر کار بند بھی رہا۔ واللہ اعلم۔ اور حضرت ابن شہاب زہری نے حضرت عبید اللہ بن عتبہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریش کے ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور رسول

سائب بن ابی سائب

غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین میں سائب بن ابی سائب کا بھی ذکر آیا ہے۔ ابوسائب کا نام صفی بن عابد ہے۔ حضرت ابن ہشام نے سائب کو حالت کفر میں قتل کیے جانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس پر بحسن و خوبی کار بند بھی رہا جبکہ حضرت ابو عمر نے ابن زبیر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابن اسحاق کے قول کی اتباع کی ہے اور حضرت زبیر نے اپنی کتاب میں بھی دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ان کے اس مذکورہ قول کی تردید کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت یحییٰ بن محمد بن عبد اللہ بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے حضرت جعفر بن عمر سے

اللہ ﷺ نے اسے جہرانہ کے روز حنین کے اموال غنیمت سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(13) اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(14) حاجب بن سائب بن عویمر بن عمرو بن عبد بن عمران بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا عائد بن عمران بن مخزوم بھی کہا گیا ہے اور اس کا نام حاجز بن سائب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(15) عویمر بن سائب بن عویمر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت نعمان بن مالک قتل رضی اللہ عنہ نے دعوت مبارزت میں قتل کیا تھا۔

(16) بنی طمیء سے ان کا حلیف عمرو بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(17) بنی طمیء سے ان کا دوسرا حلیف جابر بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

انہوں نے حضرت یحییٰ بن کعب سے انہوں نے اپنے باپ کعب مولیٰ سعید بن عاصی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ لشکر کی بھیڑ میں سائب بن صنی بن عابد گر پڑے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جوان دنوں خلیفہ تھے، ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا اس شیخ کو اٹھاؤ۔ جب سائب کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا اے معاویہ! یہ کیا؟ تم بیت اللہ شریف کے گرد ہمیں زمین پر گرا رہے ہو؟ حالانکہ قسم بخدا! میں نے تمہاری ماں کو عقد زوجیت میں لینے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کاش تم ایسا کرتے تو ان سے ابو سائب یعنی عبداللہ بن سائب جیسا فرزند پیدا ہوتا۔“ یہ روایت سائب کے اسلام اور طول عمر کی واضح دلیل ہے۔ حضرت زبیر دوسرے مقام پر ذکر فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو ضمہ انس بن عیاض لیشی نے بتایا کہ میرے جد امجد حضرت ابو سائب نبی کریم ﷺ کے شریک تھے۔ ان کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو سائب بہت اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے اور نہ شک میں مبتلا ہوتے تھے۔ حضرت زبیر کی یہ دونوں روایات ان کے اس قول

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سہم بن عمرو بن مصیص بن کعب بن لوی سے پانچ افراد قتل ہوئے:

(1) منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔ اسے حضرت ابوالیسر سلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) نبیہ بن حجاج بن عامر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت سعد بن

کے مخالف ہیں کہ سائب بن ابی سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر حضرت ابن ہشام نے فرمایا کہ سائب بن ابی سائب کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابو سائب اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے ہیں اور نہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن و خوبی اس پر کار بند رہے۔ پھر حضرت ابن ہشام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن شہاب نے عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کیا ہے کہ سائب بن ابی سائب بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور آپ ﷺ نے انہیں جہرانہ کے روز حنین کے اموال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ حضرت ابو عمر نے فرمایا: اس باب میں یہ سب سے بہترین روایت ہے اور شریک رسول ﷺ والی حدیث بہت زیادہ مضطرب ہے کیونکہ بعض نے رسول اللہ ﷺ کا شریک سائب کو بنایا ہے، بعض نے ابو سائب کو جیسا کہ زبیر کی روایت میں مذکور ہے، بعض نے قیس بن سائب کو اور بعض نے عبد بن ابی سائب کو۔ لہذا اس اضطراب کی موجودگی میں اس حدیث سے نہ کچھ ثابت ہوتا ہے اور نہ دلیل قائم ہو سکتی ہے اور سائب بن ابی سائب ان لوگوں میں سے ہیں جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی اور انہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ کتاب الاستیعاب میں ابو عمر کا آخری کلام ہے جو مجھ سے ابو بکر بن طاہر اشبیلی نے عن ابی علی غسانی عن ابی عمر بیان کیا ہے۔ اسی طرح حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ ”وہ بہتر شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے“۔ ان کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے ابو سائب کے متعلق فرمائے اور بعض کا قول ہے کہ یہ الفاظ ابو سائب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہے۔

ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابوالعاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت نعمان بن قو قلی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت ابود جانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) عاصم بن عوف بن ضمیرہ بن سعید بن سہم۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی سلمہ سے ہے۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی سے تین کفار قتل ہوئے:

(1) امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ اسے انصار کے قبیلہ بنی مازن کے ایک شخص نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے حضرت معاذ بن عفراء، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہم تینوں نے مل کر قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) اوس بن معیر بن لوزان بن سعد بن جمح۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت حصین بن حارث بن مطلب اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

اوس بن خولی

بنی جبلی کے جو انصار غزوہ بدر میں شریک ہوئے ان میں حضرت اوس بن خولی کا ذکر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بنی کملہ سے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان اور شجاع بن وہب کے درمیان رشتہ مَوَاحَات قائم فرمایا تھا۔ لغت میں خولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گھوڑوں کی خبر گیری کرتا ہو اور ان کی خدمت کرتا ہو۔ منقول ہے کہ جبیل کلبی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خولی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ خیل میں یا دراصل واؤ ہے۔

طلحہ کا بھائی

حضرت ابن ہشام نے چند ان مقتول مشرکین کا ذکر کیا ہے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے ایک مالک بن عبید اللہ بن عثمان ہے۔ یہ طلحہ بن عبد اللہ کا بھائی ہے۔

بنی عامر بن لوی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لوی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) بنی عبد القیس سے ان کا حلیف معاویہ بن عامر۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) بنی کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث سے ان کا حلیف معبد بن وہب۔ اسے بکیر کے دو بیٹوں حضرت خالد اور حضرت ایاس رضی اللہ عنہما نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مقتولین کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر میں قریش کے مقتولین کی جو تعداد ہمارے شمار میں ہے وہ پچاس آدمی ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت ابو عبیدہ نے بیان فرمایا ”انہوں نے حضرت ابو عمرو سے روایت کیا کہ غزوہ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے اور اتنے ہی قید کئے گئے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب احد سے فرمایا: **أَوَلَمْآ أَصَابَكُمْ مَصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا** (آل عمران: 165) ”کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی“۔ یعنی تمہارے ستر مسلمان شہید ہوئے حالانکہ تم دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو کہ تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور ستر کو قیدی بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزوہ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے۔

دیگر مقتولین

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان ستر مقتولین میں سے جن کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے

ابن عبد اللہ بن جدعان

بنی تیم بن مرہ کے مقتولین میں عمرو بن عبد اللہ بن جدعان کا ذکر آیا ہے۔ اس کا باپ عبد اللہ بن جدعان مشہور سختی ہے۔ اس کے پاس اتنا بڑا پیالہ تھا جس سے اونٹ پر سوار شخص بھی کھا سکتا تھا اور نبی کریم ﷺ اس کے سائے میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس میں ایک آدمی گر کر ہلاک

نہیں کیا وہ یہ ہیں:

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) وہب بن حارث۔ یہ بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف تھا۔

(2) عامر بن زید۔ یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے دو آدمی:

(1) عقبہ بن زید۔ یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

(2) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) نبیہ بن زید بن ملیص۔

(2) عبید بن سلیط، یہ قبیلہ قیس سے ان کا حلیف تھا۔

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مالک بن عبید اللہ بن عثمان۔ یہ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان کا بھائی تھا۔ پہلے قید ہوا پھر قیدیوں میں مر گیا تو اسے مقتولین میں شمار کیا گیا۔

(2) ایک قول کے مطابق عمرو بن عبد اللہ بن جدعان۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے سات آدمی:

ہو گیا۔ ہم نے اس کتاب کی ابتدا میں اس کے حالات بیان کر دیے ہیں اور تنگدستی کے بعد اس کے دولت مند ہو جانے کا سبب بھی بیان کر دیا ہے اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سوال بھی ذکر کیا ہے کہ آیا اس کی سخاوت اسے فائدہ دے گی یا نہیں؟

- (1) حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (2) ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (3) زہیر بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (4) سائب بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (5) عائد بن سائب بن عویمر۔ یہ پہلے قید ہوا پھر اس نے فدیہ بھی ادا کر دیا لیکن راستے میں اس زخم کی تاب نہ لا سکا جو اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ اس وجہ سے مر گیا۔

(6) بنی طیء سے ان کا حلیف عمیر۔

(7) بنی قارہ سے ان کا حلیف خیار۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے ایک شخص سبرہ بن مالک۔ یہ ان کا حلیف تھا۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمر سے دو آدمی:

- (1) حارث بن منبہ بن حجاج۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (2) عاصم بن ضمرہ کا بھتیجا عامر بن عوف بن ضمیرہ۔ اسے حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حذیفہ بن ابی حذیفہ

حضرت ابن ہشام نے مقتولین بدر میں حذیفہ بن ابی حذیفہ کا ذکر کیا ہے۔ اس ابو حذیفہ کا نام مہشم ہے اور یہ ہشام بن مغیرہ اور ہاشم بن مغیرہ کا بھائی ہے۔ ہشام ابو جہل کا باپ تھا اور ہاشم حضرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ماما تھا، جبکہ ہاشم بن ابو حذیفہ ہے۔ جہاں تک ابو حذیفہ بن غتبہ کا تعلق ہے تو اس کا نام قیس ہے لیکن حضرت ابن عساکر اور حضرت ابن ہشام نے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے ابو حذیفہ بن غتبہ بن مہشم بتایا ہے جو کہ عامر بن سہم کے نزدیک غلط ہے۔ مہشم تو ابو حذیفہ بن مغیرہ ہے۔

غزوہ بدر میں اسیرانِ قریش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز قریش میں سے مندرجہ ذیل لوگ قید کئے گئے:

بنی ہاشم

بنی ہاشم بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(2) نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن مطلب۔

(2) نعمان بن عمرو بن علقمہ بن مطلب۔

بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے سات آدمی:

اسیرانِ بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء

حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام رحمہما اللہ نے ان خوش نصیبوں کا ذکر نہیں کیا جنہوں نے اسیرانِ بدر میں سے بعد میں اسلام قبول کر لیا حالانکہ سیرت کے قاری کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ وہ خوش نصیب درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عباس رضی اللہ عنہ

ان میں سب سے مقدم اور سب سے افضل رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا اسلام اور فضیلت مخفی نہیں۔ ہم نے اس فصل سے پہلے ایک فصل میں ان کے قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہیں حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا جو کہ دبے پتلے اور چھوٹے قد والے شخص تھے۔ مسند بزار میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا حالانکہ اگر آپ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑتے تو وہ آپ کی منگی میں آ جاتا؟ آپ نے جواب دیا: جو نبی میرا اس سے آتنا سامنا ہوا تو وہ مجھے خدمہ پہاڑ (مکہ کے قریب ایک پہاڑ) کی مانند دکھائی دیا۔

- (1) عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔
 (2) حارث بن ابی وجزہ بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس اور بقول ابن ہشام ابی وجرہ بھی کہا جاتا ہے۔

(3) ابوالعاص بن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس۔

(4) ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس۔

اور ان کے حلفاء میں سے:

(5) ابوریشہ بن ابی عمرو۔

(6) عمرو بن ازرق اور

(7) عقبہ بن عبدالمحارث بن حضرمی۔

بنی نوفل اور ان کے حلفاء

بنی نوفل بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) عدی بن خیاری بن عدی بن نوفل۔

(2) عثمان بن عبد شمس، یہ بنی مازن بن منصور سے ان کا حلیف تھا اور غزوہ ان بن جابر کا بھتیجا تھا۔

(3) ان کا ایک اور حلیف ابو ثور۔

(2) حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ نے حدیبیہ کے سال اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ ان سے فرمایا اے ابو یزید! (حضرت عقیل کی کنیت) میں تیرے ساتھ دوہری محبت رکھتا ہوں، ایک قرابت کی محبت اور دوسری محبت اس وجہ سے کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ہمرہ میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ملک شام میں وفات پا گئے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مد پانی سے وضو کیا اور ایک صاع پانی سے غسل فرمایا۔ آپ نے ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الْوَفَاءُ وَالْيَمِينُ نہ کہو بلکہ یوں کہو بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَ بَارَكَ عَلَيْكَ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے اور تم پر برکت نازل فرمائے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے

بنی عبدالدار اور ان کے حلفاء

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) ابو عزیز بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار۔

(2) ان کا حلیف اسود بن عامر۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسود بن عامر بن عمرو بن حارث بن سباق کی اولاد ہیں۔

بنی اسد اور ان کے حلفاء

بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے تین آدمی:

(1) سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد۔

(2) حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حارث بن عائد بن عثمان بن اسد ہے۔

تھے اور حضرت طالب حضرت عقیل سے اتنے ہی بڑے تھے۔

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوہ خندق کے سال اسلام قوال کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں حضرت نوفل ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا اور آپ نے غزوہ حنین کے لئے روانہ ہوتے وقت تین ہزار نیزے دے کر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ”گویا میں تمہارے ان نیزوں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ کافروں کی پشتیں توڑ رہے ہیں۔“ آپ کی وفات ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(3) ان کا حلیف سالم بن شماس۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ بن مرہ سے نو آدمی:

(1) خالد بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(2) امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔

(3) ولید بن ولید بن مغیرہ۔

(4) عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(5) صلی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(6) ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عبد اللہ بن عمیر بن مخزوم۔

حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن اسحاق کے ساتھ ساتھ ہم نے بھی آپ کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ان کے نام کا اختلاف بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو عزیز بن عمیر عبد رزی رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت ابو عزیز بن عمیر عبد رزی رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوہ بدر کے واقعات کے شروع میں ہم نے ان کا نام، ان کی والدہ اور ان کے بھائیوں کے نام ذکر کر دیے ہیں۔

حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد بن عبد العزی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہی صحابی ہیں جن کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جس میں میں نے کوئی عیب نہیں دیکھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں ہی اس پر عیب لگانے پر قادر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت سائب کے بیٹے عبد اللہ بن سائب کے بارے میں ہے۔ یہی سائب حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کے بھائی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں استخاضہ کی شکایت کی تھی۔

(7) ابو عطاء عبد اللہ بن ابی سائب بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(8) مطلب بن حطب بن حارث بن عبید بن عمر بن مخزوم۔

(9) ان کا حلیف خالد بن اعلم۔ یہی وہ شخص ہے جو قریش کے لشکر سے سب سے پہلے بھاگا تھا حالانکہ اس کا کہنا تھا:

وَلَسْنَا عَلَى الْأَذْبَارِ تَذْمِي كُلُّوْمَنَا وَ لَكِنْ عَلَى أَقْدَامِنَا يَقْطُرُ الدَّمُ
”ہم ایسے لوگ نہیں کہ ہماری پیٹھوں پر لگے ہوئے زخموں سے خون بہہ رہا ہو بلکہ ہمارے سامنے والے زخموں سے خون کے قطرے گرتے ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وَلَسْنَا عَلَى الْأَعْقَابِ بھی مروی ہے اور خالد بن اعلم کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے اور اسے عقیلی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ہشام

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت خالد بن ہشام ہیں۔ بعض نے انہیں ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کی مال کے ذریعے دلدادگی کی گئی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن سائب

ان میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن ابی سائب ہیں اور ابو سائب کا نام صلی ہے۔ ان کے متعلق اور ان کے باپ کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے۔ انہی سے اہل مکہ نے قراءت سیکھی اور انہیں اہل مکہ کے قراء میں سے حضرت مجاہد وغیرہ نے قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔

حضرت مطلب بن حطب

ان میں سے ایک حضرت مطلب بن حطب بن حارث بن عبید بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔ عمر بن مخزوم کے تین بیٹے ہیں: عبد العزی، عابد اور عبد اللہ اور بعض اہل نسب نے عثمان بن عمر کو بھی ان میں ذکر کیا ہے اور مخزوم کے بھی تین بیٹے ہیں: مذکورہ تینوں بھائیوں کا باپ عمر، عمران اور عامر۔ اور مخزوم کے بیٹوں میں عمیر اور عمیرہ کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ عمیرہ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی جس کا نام زینب تھا۔ حضرت مطلب بن حطب کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی میرے لئے وہی حیثیت ہے جو سر کے لئے کانوں اور آنکھوں کی ہے۔“ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا بنی سہم بن عمرو بن ہمیس بن کعب سے چار آدمی:

(1) ابووداعہ بن ضمیرہ بن سعد بن سہم۔ اس کا سب سے پہلے فدیہ ادا ہوا جو اس کے بیٹے مطلب بن ابی وداعہ نے دیا تھا۔

(2) فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(3) حظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(4) حجاج بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہمیس بن کعب سے پانچ آدمی:

(1) عبداللہ بن ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

حضرت حکم بن عبدالمطلب

حضرت مطلب بن حطب کی اولاد سے ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبداللہ بن مطلب ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے کریم اور نخی تھے۔ آخری عمر میں آپ نے زہد و تقویٰ اختیار کیا اور بیچ کے مقام پر وفات پائی۔ آپ کے مرثیہ میں عباہ بن عمر راجی کہتا ہے:

سَأَلُوا عَنِ الْجُودِ وَالْمَعْرُوفِ مَا فَعَلَا فَقُلْتُ إِنَّهَا مَاتَا مِنَ الْحَكَمِ
”لوگوں نے مجھ سے سخاوت اور بھلائی کے متعلق پوچھا کہ ان کا کیا بنا؟ میں نے جواب دیا کہ وہ دونوں حکم کے ساتھ ہی مر گئے۔“

مَاتَا مَعَ الرَّجُلِ التَّوَكُّلِ بِذِمَّتِهِ قَبْلَ السُّوَالِ إِذَا لَمْ يُوَكِّ بِالْكَفَمِ
”وہ دونوں ایک ایسے شخص کے ساتھ مر گئے جو اس وقت بھی سوال کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری پوری کرنے والا تھا جب دوسرے لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرتے تھے۔“

حضرت دارقطنی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حمید بن معروف نے فرمایا: میں حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبدالرحمن بن مطلب بن حطب کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا، آپ پر موت کی سخت طاری ہوئی تو ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے دعا کی: یا اللہ! ان پر موت کو آسان فرما کیونکہ ان میں

(2) ابو عزمہ عمرو بن عبد بن عثمان بن وہیب بن حذافہ بن جح۔

(3) امیہ بن خلف کا آزاد کردہ غلام فاکہ جس کا بعد میں رباح بن مخترف نے دعویٰ کیا تھا اور وہ کہتا تھا کہ یہ بنی شامخ بن محارب بن فہر سے ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فاکہ بن حرول بن حذیم بن عوف بن غضب بن شامخ بن محارب بن فہر ہے۔

(4) وہب بن عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جح۔

(5) ربیعہ بن دراج بن عنبس بن ابہان بن وہب بن حذافہ بن جح۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے تین آدمی:

- (1) سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔ اسے حضرت مالک بن دحثم رضی اللہ عنہ نے قید کیا جن کا تعلق بنی سالم بن عوف سے ہے۔
- (2) عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

فلاں فلاں اچھی صفات موجود تھیں۔ پھر جب حضرت حکم کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ بات کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا: میں نے یہ بات کہی۔ آپ نے فرمایا: تجھ سے ملک الموت فرما رہے ہیں میں ہر نئی پرزئی کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ واقعہ حضرت زبیر بن ابی بکر نے بھی ذکر کیا ہے۔ جب حضرت حکم کو کسی مقدمہ میں قید کیا گیا تو ان کے بارے میں کسی شاعر نے کہا:

عَلَيْكَ إِنَّ الْجُودَ فِي السَّبْحِ فَأَبْكِيَا عَلَى الْجُودِ إِذْ سُدَّتْ عَلَيْهِ مَرَايِقُهُ

”اے میرے دونوں دوستو! بے شک سخاوت قید خانے میں بند ہے، اس لئے تم اس سخاوت پر آنسو بہاؤ کیونکہ اس کے ہاتھوں کو باندھ دیا گیا ہے۔“

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس شعر پر شاعر کو تین ہزار درہم بطور انعام دیے گئے۔

مزید اسلام لانے والے اسیران بدر

حضرت ابووداعہ حارث بن صیرہ

مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت ابووداعہ حارث بن صیرہ بن سعید بن سعد بن سہم ہیں۔ آپ نے اور آپ کے بیٹے حضرت مطلب بن ابی وداعہ نے فتح مکہ کے روز اکٹھے اسلام قبول کیا۔

(3) عبدالرحمن بن مشو، بن وقدان بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے دو آدمی:

(1) طفیل بن ابی قنیع۔

(2) عتبہ بن عمرو بن جحدم۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ تینتالیس قیدی ہیں جن کے نام ہمیں یاد رہے ہیں۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان تینتالیس قیدیوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کا نام ہم بیان نہیں کر سکے۔

دیگر اسیران بدر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جن اسیران برکاذکر حضرت ابن اسحاق نے نہیں کیا وہ یہ ہیں:

حضرت حجاج بن حارث

ان میں سے ایک حضرت حجاج بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم ہیں۔ واقعہ دی اور دیگر علماء نے حضرت ابن اسحاق کے اس قول کے ساتھ اتفاق نہیں کیا کہ ان کے جد اعلیٰ کا نام سعید بن سہم ہے۔ انہوں نے کہا اس کا نام تو سعد بن سہم ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ میرا خیال ہے اس مقام پر حضرت حجاج کو غلطی سے ذکر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور آپ غزوہ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اس لئے آپ کو اسیران بدر میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن ابی

ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن ابی بن خلف جمحی ہیں۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور جنگ جمل میں کام آئے۔

حضرت وہب بن عمیر جمحی

ان میں سے ایک حضرت وہب بن عمیر جمحی ہیں۔ پہلے حضرت ابو عمیر آپ کا فدیہ ادا کرنے کے بہانے آئے تھے لیکن بعد میں دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن اسحاق نے آپ کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے ذکر کر دیا ہے۔

بنی ہاشم

بنی عبد ہاشم بن عبد مناف سے ایک شخص عتبہ۔ یہ بنی فہر سے ان کا حلیف تھا۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) ان کا حلیف عقیل بن عمرو۔

(2) اس کا بھائی تمیم بن عمرو۔

حضرت سہیل بن عمرو

ان میں سے ایک حضرت سہیل بن عمرو ہیں۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور شام میں جام شہادت نوش کیا۔ آپ قریش کے خطیب تھے۔ سیرت وغیرہ میں آپ کے واقعات مشہور ہیں۔

حضرت عبد بن زمعہ

ان میں سے ایک حضرت عبد بن زمعہ ہیں۔ آپ حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جن کے ساتھ حضرت سعد نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اس بیٹے کا نام عبدالرحمن تھا۔ آپ ہی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! اس بیٹے کا حقدار تو ہے۔

حضرت قیس بن سائب مخزومی

ان میں سے ایک حضرت قیس بن سائب بن عویمر بن عائد بن عمران بن مخزوم ہیں۔ حضرت مجاہد بن جابر القاری کی ولاء آپ ہی کو حاصل تھی۔ انہیں مجاہد بن جبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے تھے: میرے مولیٰ حضرت قیس بن سائب ہی کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فَدْيَةً طَعَامُ مَسْكِينٍ** (بقرہ: 184) ”اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا“۔ اس کے بعد آپ نے روزہ ترک کر دیا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے لگے۔ انہی کا قول ہے کہ دور جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ میرے شریک تجارت تھے اور آپ اچھے شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بات ان کے باپ نے کہی تھی۔ اس بارے میں اضطراب اور اختلاف پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(3) اس کا بیٹا۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) خالد بن اسید بن ابی العیص۔

(2) ابوالعریض یسار مولیٰ عاص بن امیہ۔

حضرت نسطاس

ان میں سے ایک امیہ بن خلف کے آزاد کردہ غلام حضرت نسطاس ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوہ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ آپ اس روز مشرکین کی شکست، ایک قبہ میں آپ کے پاس مسلمانوں کے داخلے اور صفوان کے فرار کا عجیب و غریب واقعہ بیان کرتے تھے جو حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔

یہ وہ تمام خوش نصیب ہیں جو اسیرانِ بدر میں سے اسلام لائے۔

اسلام قبول نہ کرنے والے اسیرانِ بدر

اسیرانِ بدر میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ یہ ہیں:

(1) عبد اللہ بن حمید بن زہیر اسدی۔ اس کا مشہور نام عبید اللہ بن حمید ہے۔ ابن قتیبہ اور ابو عمر نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(2) ابونصر الکلاباذی۔ یہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے ایک نسب میں جوہلی بن فاران بن عمرو ذکر کیا ہے۔ یہ اکثر اہل نسب کے نزدیک بغیر الف کے فران ہے۔ البتہ ابن درید نے اسے راء کی تشدید کے ساتھ فروان کہا ہے۔ انہوں نے کہا یہ فرار مصدر سے فَعْلَان کا وزن ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات

سیرت ابن ہشام میں ذکر ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے اور ان کی تیمارداری کی خاطر مدینہ طیبہ میں ٹھہر گئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور جہاد کے ثواب کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس روز ہوئی جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے ایک آدمی نہبان جوان کا آزاد کردہ غلام تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی سے بھی ایک آدمی عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے بھی ایک آدمی عقیل جو یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپ کی یوم وفات کے متعلق یہی صحیح قول ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کی تدفین کے وقت وہاں موجود تھے۔ آپ ﷺ ان کی قبر انور کے پاس تشریف فرما ہوئے درآں حالیکہ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: آج رات کس نے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے۔ حضرت ابو طلحہ نے عرض کی: میں نے۔ آپ ﷺ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم فرمایا۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور کتاب الجامع میں اس کی تخریج کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت یوں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ آپ نے اس روایت میں حضرت رقیہ وغیرہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ طبری نے اس روایت کو یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ یہ سب ایک ہی حدیث ہے اور جس نے اس حدیث میں حضرت رقیہ کا نام ذکر کیا ہے اسے بلاشبہ وہم ہوا ہے اور اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اَیُّکُمْ لَمْ یُقَارِفِ اللَّیْلَةَ؟ حدیث کے راوی حضرت فلیح بن سلیمان نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ آج رات کس نے گناہ نہیں کیا۔ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اس معنی کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ قبر میں اترنے کے زیادہ لائق تھے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی: اَیُّکُمْ لَمْ یُقَارِفِ أَهْلَهُ؟ کہ آج رات کون اپنی زوجہ کے قریب نہیں گیا؟ دیگر رواۃ نے انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابن بطال نے کہا: اس سوال سے نبی کریم ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کی قبر انور میں اتریں اور آپ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار بھی تھے کیونکہ آپ ان کے خاوند تھے اور دوسرے لوگوں میں وہ قلبی محبت

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم۔

(2) ان کا حلیف جابر بن زبیر۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے ایک آدمی قیس بن سائب۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے چھ آدمی:

(1) عمرو بن ابی بن خلف۔

(2) ان کا حلیف ابو رہم بن عبد اللہ۔

(3) ان کا ایک اور حلیف جس کا نام مجھے بھول گیا۔

(4) امیہ بن خلف کا آزادہ کردہ غلام سطاس

(5) اس کا دوسرا آزاد کردہ غلام۔

(6) امیہ بن خلف کا ایک غلام ابو رافع۔

نہ تھی جس کا کوئی عوض نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آج رات کس نے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ آپ نے اسی رات حقوق زوجیت ادا کئے تھے جس رات آپ کی زوجہ کی وفات ہوئی تھی اور اس مصیبت کا غم اور نبی کریم ﷺ سے رشتہ مصاہرت کا انقطاع آپ کو حقوق زوجیت ادا کرنے سے غافل نہ کر سکا۔ اس بناء پر آپ اپنے اس حق سے محروم ہو گئے حالانکہ آپ حضرت ابو طلحہ وغیرہ سے اس بات کے زیادہ حقدار تھے۔ اس حدیث کا یہی معنی واضح ہے اور شاید نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم تھا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک حلال کام کیا تھا۔ البتہ مصیبت نے آپ پر اس حد تک اثر نہ کیا کہ آپ حقوق زوجیت سے غافل ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کو اشارۃ اس حق سے محروم کر دیا گیا۔ اللہ اعلم

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے ایک شخص اسلم مولیٰ نبیہ بن حجاج۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو آدمی:

(1) حبیب بن جابر۔

(2) سائب بن مالک۔

بنی حارث

بنی حارث بن فہر سے بھی دو آدمی:

(1) شافع۔

(2) شفیع۔ یہ دونوں سرزمین یمن سے ان کے حلیف تھے۔

غزوہ بدر کے متعلق اشعار

قصیدہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر کے متعلق جو اشعار کہے گئے اور جن کے ذریعے لوگوں نے ایک دوسرے کے جواب دیئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رحمہ اللہ کا یہ کلام ہے۔ عذرمہ ابن بشام نے فرمایا اکثر علمائے شعر ان اشعار اور ان کے جوابی اشعار کا انکار کرتے ہیں:

لَا تَوَاقُوا كُنَّ مِنْ عَجَبِ الدَّهْرِ وَ لِلْحَيِّ اسْبَبُ مَيْتَةِ الْأَمْرِ
 ((اے مجھ حب!)) کیا تو نے اس واقعہ میں غور نہیں کیا جو زمانے کے عجائبات میں سے تھا اور موت کے لئے کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جن کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے۔

غزوہ بدر کے متعلق اشعار

ہم واقعہ ہجرت کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہم ان اشعار کی کوئی شرح پیش نہیں کریں گے جن میں مسلمانوں کی جھوٹی بی بیوں جن میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ہوں بجز ان اشعار کے جن کے شاعر نے سو مقبوض کر لیا ہو۔ اور ہم نے وہاں ان اشعار کے بارے میں کی جانے والی بحث پر بھی گفتگو کی ہے اور وہاں اس شخص کا قول بھی ذکر کیا ہے جس نے ان اشعار کے باعث ابن اسحاق پر طعن کیا ہے اور ہم نے حق کو بیان کیا۔ واللہ۔

وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنْ قَوْمًا أَفَادَهُمْ فَحَانُوا تَوَاصٍ بِالْعُقُوقِ وَ بِالْكَفْرِ
”اور وہ واقعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ایک قوم کو نافرمانی اور کفر کی باہمی نصیحت نے ہلاک کر دیا پس وہ ہلاک ہو گئے۔“

عَشِيَّةً رَاحُوا نَحْوَ بَذْرِ بِجَنَّتِهِمْ فَكَانُوا رَهُونًا لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَذْرِ
اس شام کو جب وہ اپنا لشکر لے کر بدر کی طرف چلے پس وہ بدر کے کنویں میں ہمیشہ رہ گئے۔
وَكُنَّا طَلَبْنَا الْعِيرَ لَمْ نَبْغِ غَيْرَهَا فَسَارُوا إِلَيْنَا فَالْتَقَيْنَا عَلَى قَدَرٍ
”اور ہم تو قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہ تھا، وہ ہماری طرف چلے، اس طرح ہم تقدیر کے ٹھہرائے ہوئے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔“

فَلَمَّا التَقَيْنَا لَمْ تَكُنْ مَثْوِيَّةً لَنَا غَيْرَ طَعْنٍ بِالْمُثَقَفَةِ الشَّرِّ
”پھر جب ہم ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو ہمارے لئے واپسی کی کوئی صورت نہ تھی بجز سیدھے کئے ہوئے گندم گوں نیزوں کے ساتھ نیزہ زنی کے۔“

وَضَرْبٍ بِيضٍ يَخْتَلِي الْهَامَ حَدَّهَا مُشَهَّرَةً الْأَلْوَانِ بَيْنَهُ الْأَثَرِ
”اور بجز چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ وار کرنے کے جن کی دھاریں کھوپڑیوں کو کاٹ دیتی ہیں اور جن کے رنگ سفید اور جن کے جوہر خوب نمایاں ہیں۔“

وَنَحْنُ تَرَكْنَا عُتْبَةَ الْغَيِّ ثَاوِيًا وَ شَيْبَةَ فِي قَتْلَى تَجَرَّجَمُ فِي الْجَفْرِ
”اور ہم نے گمراہی کی دہلیز (عتبہ) کو پیوند خاک کر کے چھوڑا اور شیبہ کو ان مقتولوں کے درمیان چھوڑا جو کنویں میں بچھڑے پڑے تھے۔“

حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں ہے: وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنْ قَوْمًا أَفَادَهُمْ۔ افاد کا معنی ہے ہلاک کر دیا۔ جب کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ الفاظ کہے جاتے: فَادَ، فَاظَ، فَطَسَ، فَازَ اور فَوَزَ اور ضاد کے ساتھ فَاضَ نہیں کہا جاتا اور فَاضَتْ نَفْسُهُ صرف بنی ضبہ بن ادا کی لغت میں کہا جاتا ہے۔ تَوَاصٍ الوصیۃ سے باب تفاعل ہے اور یہ أَفَادَهُمْ کا فاعل ہے۔ ان اشعار میں ہے تَجَرَّجَمُ فِي الْجَفْرِ۔ الجفر ہر اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر نہ لگائے گئے ہوں۔ اسی کی مثل الْجَفْرَةُ ہے اور تجرجم کا معنی ہے ایک دوسرے کے اوپر گرا دینا۔

وَ عَمَرُو ثَوَى فِيمَنْ ثَوَى مِنْ حُمَاتِهِمْ فَشَقَّتْ جُيُوبُ النَّائِحَاتِ عَلَى عَمَرٍ
اور عمرو بھی ان لوگوں میں پیوند خاک ہو گیا جو ان کے حمایتیوں میں سے پیوند خاک ہو گئے۔
اس لئے عمرو پر نوحہ خواں عورتوں کے گریبان تارتا رہ گئے۔

جُيُوبُ نِسَاءٍ مِنْ ثَوَى بْنِ غَالِبٍ كِرَامٍ تَفَرَّغْنَ الدَّوَانِبَ مِنْ فِهْرِ
”بنی ثوی بن غالب کی ان شریف عورتوں کے گریبان (تارتا رہ گئے) جو بنی فہر کی بلند
مرتبہ عورتوں پر بھی فائق تھیں۔“

أُولَئِكَ قَوْمٌ قَتَلُوا فِي ضَلَالِهِمْ وَ خَلَّوْا لِيَوَاءَ غَيْرِ مُحْتَضِرِ النَّصْرِ
”یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی گمراہی میں مار ڈالے گئے اور وہ پرچم کو اس حالت میں چھوڑ گئے کہ
موتے دم تک اس کے پاس مدد نہ پہنچ سکے۔“

لِيَوَاءَ ضَلَالٍ قَدْ إِبْلِسُ أَهْلَهُ فَخَاسَ بِهِمْ إِنْ الْخَبِيثَ إِلَى غَدْرِ
”گمراہی کے اس پرچم کو جس پرچم والوں کی قیادت ابلیس نے کی پس اس نے ان کے
ساتھ دھوکہ کیا، بے شک خبیث دھوکے کی طرف ہی جانے والا ہے۔“

وَ قَالَ لَهُمْ إِذْ عَايَنَ الْأَمْرَ وَاضِحًا بَرِئْتُ إِلَيْكُمْ مَا بِيَ الْيَوْمَ مِنْ صَبْرٍ
”اور جب اس نے معاملے (مسلمانوں کی نصرت) کو واضح طور پر دیکھ لیا تو اس نے انہیں
کہا میں تم سے بری الذمہ ہوں، آج مجھ میں صبر کی ہمت نہیں۔“

فَإِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَ إِنِّي أَخَافُ عِقَابَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو قَسْرِ
”کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور میں سزائے الہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ
قہر و غلبہ والا ہے۔“

فَقَدَّمَهُمْ لِلْحَيْنِ حَتَّى تَوَدَّطُوا وَ كَانَ بِمَا لَمْ يَخْبِرِ الْقَوْمَ ذَا خَبَرٍ
”پس وہ انہیں موت کے لئے بڑھالایا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پھنس گئے اور وہ اس
بات سے خوب آگاہ تھا جس کی قوم کو خبر تک نہ تھی۔“

فَكَانُوا غَدَاةَ الْبَرِّ الْفَا وَ جَمَعْنَا ثَلَاثَ مِائِينَ كَالْمُسَدَّمَةِ الزُّهْرِ
”اور وہ کنویں پر پہنچنے کی صبح کو ایک ہزار تھے اور ہمارے لشکر والے سفید زراونٹوں کی مثل تین
سو تھے۔“

وَ فِينَا جُنُودُ اللَّهِ حِينَ يُبْدِنَا بِهِمْ فِي مَقَامٍ ثُمَّ مُسْتَوْضِحِ الذِّكْرِ

”اور ہم میں اللہ کے لشکر تھے جب وہ کسی مقام پر ان کے خلاف ہماری مدد کرتے تو وہاں اس کے بیان کی وضاحت پوچھی جاتی (کہ یہ کون لوگ ہیں)۔“

فَشَدُّ بِهِمْ جَبْرِيلُ تَحْتَ لَوَائِنَا لَدَى مَائِزٍ فِيهِ مَنَائِيَهُمْ تَجْرِي
”پس حضرت جبریل نے ہمارے پرچم کے نیچے رہ کر انہیں ایسی تنگ جگہ پر جکڑ دیا جہاں ان پر لگاتار موتیں چلی آرہی تھیں۔“

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

أَلَا يَا لِقَوْمِي لِلصَّبَابَةِ وَالْهَجْرِ وَلِلْحُزْنِ مِنِّي وَالْحَرَادَةِ فِي الصُّدْرِ
”اے میری قوم! سن عشق اور فراق اور میرے غم اور سینے کی جلن کا حال۔“

وَلِلدَّمْعِ مِنْ عَيْنِي جُودًا كَأَنَّهُ فَرِيدٌ هَوًى مِنْ سِلْكٍ نَاطِيهِ يَجْرِي
”اور سن میری آنکھوں سے موسلا دھار بہنے والے آنسوؤں کا حال گویا وہ ایسا ہار ہیں جو لڑی پرونے والے کی لڑی سے نکل کر تیزی سے گر رہے ہیں۔“

عَلَى الْبَطْلِ الْحُلُوِّ الشَّائِلِ إِذْ قَوَى دَهْنٌ مَقَامَ لِّلرَّكِيَّةِ مِنْ بَذْرِ
”(یہ آنسو) خوش اخلاق بہادر پر (بہرہ رہے ہیں) کیونکہ وہ بدر کے کنویں کے مقام پر ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو کر رہ گیا۔“

فَلَا تَبْعَدَنَّ يَا عَمْرُو مِنْ ذِي قَرَابَةِ وَ مِنْ ذِي نِدَامٍ كَانَ ذَا خُلُقٍ غَيْرِ
”اے عمرو! جو بڑا وسیع اخلاق والا تھا تو قرابت داروں اور ہم نشینوں (کے دلوں) سے ہرگز دور نہ ہو۔“

فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ صَادِقُوا مِنْكَ دَوْلَةً فَلَا بُدَّ لِلْأَيَّامِ مِنْ دَوْلِ الدَّهْرِ
اگر کسی قوم نے اتفاقی طور پر تجھ پر غلبہ پالیا ہے تو زمانے میں انقلابات زمانہ تو ضروری ہیں۔

فَقَدْ كُنْتُ فِي صَرْفِ الزَّمَانِ الَّذِي مَضَى تُرِيهِمْ هَوَانًا مِنْكَ ذَا سَبِيلٍ وَغَيْرِ
”کیونکہ گزشتہ زمانے کی گردش میں تو اپنی بہادری سے انہیں سخت راہیں دکھاتا تھا۔“

فَالَا أَمْتُ يَا عَمْرُو أَتُرْكُكَ ثَانِرًا وَلَا أَبْقَى بَقِيًّا فِي إِحْيَاءٍ وَلَا صَهْرٍ
”اے عمرو! اگر میں نہ مرا تو تیرا انتقام لے کر چھوڑوں گا اور کسی طرح کے بھائی چارے اور سسرالی رشتہ کو باقی نہیں رکھوں گا۔“

وَ أَقْطَعُ ظَهْرًا مِّن رِّجَالٍ بِمِغْشَرٍ كِرَامٍ عَلَمِهِمْ مِثْلَ مَا قَطَعُوا ظَهْرِي
”اور ان کے عزیز ترین رشتہ داروں کی کمر اسی طرح توڑ دوں گا جس طرح انہوں نے میری
کمر توڑ دی ہے۔“

أَغْرَهُمْ مَا جَعَلُوا مِنْ وَشِيظَةٍ وَ نَحْنُ الصَّيِّمُ فِي الْقَبَائِلِ مِنْ فِهْرِ
”ان کو اس بات نے مغرور بنا دیا ہے جو انہوں نے مختلف النسل لوگ جمع کر لیے ہیں اور ہم
تو بنی فہر کے قبائل میں خالص لوگ ہیں۔“

فَيَالَ لَوْيَ ذَبَبُوا عَنْ حَرِييْكُمْ وَالْهَيْ لَا تَتْرَكُوْهَا لِذِي الْفَخْرِ
”پس اے آلِ لوی! اپنی عزت اور معبودوں کی حفاظت کرو، انہیں فخر کرنے والے کے لئے
نہ چھوڑ دو۔“

تَوَارِثَهَا أَبَائُكُمْ وَوَرِثْتُمْ أَوَا سِيَّهَا وَالْبَيْتَ ذَالسَّقْفِ وَالسِّتْرَ
”تمہارے آباء و اجداد نے انہیں وراثت میں پایا اور پھر تم نے ان کی بنیادوں اور اس
چھت اور پردوں والے گھر کو وراثت میں پایا ہے۔“

فَمَا لِحَلِيمٍ قَدْ أَرَادَ هَلَاكَكُمْ فَلَا تَعْذِرُوهُ اِنْ غَالِبَ مِنْ عُدْرِ
”ایک حلیم شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے تمہاری ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے پس اے آلِ
غالب! تم اس کا کوئی عذر قبول نہ کرو۔“

وَ جَدُّوَا لِيَنَّ عَادِيَّتُمْ وَ تَوَاذَرُّوَا وَ كُونُوا جَمِيعًا فِي النَّاسِي وَ فِي الصَّبْرِ
”اور ان لوگوں کے مقابلے میں خوب کوشش کرو جن سے تمہاری دشمنی ہے اور ایک دوسرے
سے تعاون کرو اور ایک دوسرے کی بات ماننے اور صبر میں متفق رہو۔“

لَعَلَّكُمْ اَنْ تَتَّادُوا بِأَخِيكُمْ وَ لَا شَيْءَ اِنْ لَمْ تَتَّادُوا بِذَوِي عَمْرٍ
”تا کہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو اور اگر تم نے بدلہ نہ لیا تو عمرو تم سے کسی قسم کا تعلق رکھنے
والا نہیں۔“

بِطَرْدَاتٍ فِي الْاَكْفِ كَانَهَا وَمِیْضُ تُطِيرُ الْهَامَ بَيْنَهُ الْاَثَرِ
”ہاتھوں میں لچکنے والی تلواروں کے ساتھ جو بجلی کی چمک کی طرح ہیں جو گردن اڑا دیتی ہیں
نمایاں جو ہر والی ہیں۔“

كَانَ مَدَبُ الدَّرِّ فَوْقَ مُتُونِهَا اِذَا جُرِدَتْ يَوْمًا لِأَعْدَائِهَا الْخُزْدِ

”جب وہ کسی دن اپنے بھینگی آنکھوں والے دشمن کے لئے برہنہ کی جاتی ہیں تو ان کی پیٹھوں پر (ایسے جو ہر نمایاں ہوتے ہیں) گویا چیونٹیوں کے ریگنے کے نشانات ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے علامہ ابن اسحاق کی روایت میں اس قصیدہ کے دو کلموں کو تبدیل کر دیا ہے۔ وہ ایک شعر کے آخر میں الفخر کا کلمہ اور ایک شعر کے شروع میں فضا لحلیم کا کلمہ ہے کیونکہ ان میں اس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے بارے میں قصیدہ کہا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میں نے علمائے شعر میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس قصیدہ کے اور اس کے جواب سے واقف ہو۔ ہم نے یہ اشعار یہاں اس لئے لکھ دیے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عبد اللہ بن جدعان بدر کے روز قتل ہوا اور علامہ ابن اسحاق نے مقتولین بدر میں اس کا ذکر نہیں کیا اور ان اشعار میں اس کا ذکر کر دیا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَبْلَىٰ رَسُولَهُ ۚ بَلَاءَ عَزِيزٍ ذِي قِتْدَارٍ ۚ وَذِي فَضْلٍ
”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا ایسا امتحان لیا جیسا صاحب اقتدار اور صاحب فضل عزت والے کا (اس کے اقتدار و عزت کو بڑھانے کے لئے) لیا جاتا ہے۔“

بِنَا أَنْزَلَ الْكُفَّارَ دَارَ مَدْلَةٍ ۚ فَلَا قَوَا هَوَانًا مِّنْ أَسَارٍ ۚ وَ مِنْ قَتْلِ
”جس امتحان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ذلت کے گھرا تا رہا جہاں انہوں نے اسیری اور قتل کی ذلت سے ملاقات کی۔“

فَأَمْسَىٰ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ ۚ وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ أُرْسِلَ بِالْعَدْلِ
”تو رسول اللہ ﷺ کی مدد (کرنے والوں) کو بھی عزت حاصل ہو گئی ہے اور رسول اللہ تو انصاف ہی کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔“

فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ مِّنَ اللَّهِ مَنَزِلٍ مُّبِينٍ ۚ آيَاتُهُ لِدَاوَى الْعَقْلِ
”اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی، حق و باطل میں فرق کرنے والی (کتاب) لے کر تشریف لائے جس کی آیات عقل والوں کے لئے واضح ہیں۔“

فَأَمَّنَ أَقْوَامٌ بِذَلِكَ ۚ وَآيَقَنُوا ۚ فَأَمْسُوا بِحَمْدِ اللَّهِ مُجْتَبِعِي الشُّنَنِ
”تو کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور یقین کر لیا پس وہ بجز اللہ تمام بکھری ہوئی قوتوں کو

جمع کرنے والے ہو گئے۔“

وَأَنْكَرَ أَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوبُهُمْ فَرَادَهُمْ ذُوالْعَرْشِ حَبْلًا عَلَى حَبْلِ
”اور کچھ لوگوں نے انکار کیا تو ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے اور عرش کے مالک نے ان کے
فساد پر اور فساد کا اضافہ کر دیا۔“

وَ أَمَكَنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُولَهُ وَ قَوْمًا غَضَبًا فَعَلَّهُمْ أَحْسَنُ الْفِعْلِ
”اور اس نے بدر کے روز ان پر اپنے رسول کو اور اس غضبناک قوم کو قدرت دے دی جن کا
کام ہی بہترین کام تھا (کہ ان کا غصہ بھی اللہ کے لئے تھا)۔“

بِأَيْدِيهِمْ بَيْضٌ حِجَافٌ عَصَوَا بِهَا وَ قَدْ حَدَّثُوَهَا بِالْجِلَاءِ وَ بِالضَّقْلِ
”ان کے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی سفید تلواریں تھیں جن کے ساتھ انہوں نے وار کیے جبکہ
انہوں نے ان تلواروں کو چمکالے اور صیقل کرنے میں بہت وقت صرف کیا تھا۔“

فَكَمْ تَرَكُوا مِنْ نَاشِئٍ ذِي حَبِيَّةٍ صَرِيحًا وَ مِنْ ذِي نَجْدَةٍ مِنْهُمْ كَهْلٍ
”پس انہوں نے ان میں سے کتنے حمیت والے نوجوانوں اور طاقتور ادھیڑ عمریوں (تجربہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں مذکور ہے: بِأَيْدِيهِمْ بَيْضٌ حِجَافٌ
عَصَوَا بِهَا۔ کہا جاتا ہے: عَصَيْتُ بِالسَّيْفِ (میں نے تلوار کے ساتھ وار کیا) اور عَصَوْتُ بِالْعَصَا
(میں نے لٹھی کے ساتھ وار کیا) تو جب آپ کسی جماعت کے متعلق خبر دیں تو کہتے ہیں عَصَوَا
(انہوں نے وار کیے) صاد کے ضمہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَمُوا (وہ اندھے ہو گئے) اور الْعَصَا
سے مشتق ہونے کی صورت میں آپ کہتے ہیں: عَصَوَا جیسا کہ کہتے ہیں غَزَوَا (انہوں نے حملہ کیا)
اور آپ کے قول مُسَلَّبَةٍ کا معنی ہے قَدْ لَبَسْتَ السِّلَابَ اور سلاب ایک سیاہ چادر ہوتی ہے جسے
رونے والی عورتیں پہنتی ہیں۔ لبید کا قول ہے:

وَ إِنِّي مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مَذْرَعَةُ الْكُتَيْبَةِ الرِّدَاحِ
”اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سردار ہوں۔“

يَضْرِبْنَ حُرًّا أَوْجُو صِحَاحٍ فِي السَّلْبِ السُّودِ وَ فِي الْأَمْسَاحِ
”وہ عورتیں سیاہ ماتمی چادروں اور کھردری چادروں میں (لپٹے ہوئے اپنے) عیب سے
پاک چہروں کے رخساروں کو پیٹ رہی ہیں۔“ السلب سلاب کی جمع ہے۔

کاروں) کو بچھاڑ ڈالا۔

تَبَيَّنَتْ عُمُورُ النَّانِحَاتِ عَلَيْهِمْ تَجُودُ بِإِسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ
”ان پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں رات بھر جھڑی اور موسلا دھار بارش کی سخاوت
کرتی ہیں۔“

نَوَاحٍ تَنْغِي عُتْبَةَ الْغَيِّ وَابْنَهُ وَ شَيْبَةَ تَنْعَاهُ وَ تَنْغِي أَبَا جَهْلٍ
”نوحہ کرتے ہوئے وہ گمراہی کی دہلیز (عتبہ) اور اس کے بیٹے کی موت کی خبر دیتی ہیں اور
شیبہ اور ابو جہل کی موت کی خبر دیتی ہیں۔“

وَ ذَا الرَّجُلِ تَنْغِي وَابْنَ جُذْعَانَ فِيهِمْ مُسَلَّبَةً حَرَى مُبَيَّنَةً الثُّكُلِ
”اور ایک پاؤں والے (لنگڑے اسود بن عبدالاسد مخزومی) کی موت کی خبر دیتی ہیں اور ان
میں ابن جعدان بھی ہے درآں حالیکہ وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں، ان کے پیٹوں میں
آگ لگی ہوئی ہے اور عزیزوں کی جدائی ان (کے چہروں) سے عیاں ہے۔“

قَوَى مِنْهُمْ فِي بَنِي بَذْرِ عَصَابَةٌ ذَوُو نَجْدَاتٍ فِي الْحُرُوبِ وَ فِي الْحَلِ
”ان کی ایک ایسی جماعت بدر کے کنویں میں پیوند خاک ہو گئی جو جنگوں اور قحط سالیوں میں
طاقتور ہوتی تھی۔“

دَعَا الْغَيِّ مِنْهُمْ مَنْ دَعَا فَاجَابَهُ وَ لِلْغَيِّ اسْبَابٌ مُرْمَقَةٌ الْوَصْلِ
”ان میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہی نے دعوت دی تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر
لی اور گمراہی کے بہت سے اسباب ایسے ہیں جن میں اتصال کی قوت کمزور ہے۔“

فَاضْحَوْ لَدَى دَارِ الْجَحِيمِ بِتَعْوِيلٍ عَنِ الشَّغَبِ وَالْعُدْوَانِ فِي أَشْغَالِ الشُّغْلِ
”آخر وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے گھر کے پاس چیخ و پکار اور ظلم و زیادتی سے الگ تھلگ زیادہ
مصرف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچ گئے۔“

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

عَجِبْتُ لِأَقْوَامٍ تَغْنِي سَفِيهِهِمْ بِأَمْرِ سَفَاهُ ذِي اعْتِرَاضٍ وَ ذِي بَطْلِ
”مجھے کچھ لوگوں پر حیرت ہوئی جن کے نادان نے اپنی قابل اعتراض اور جھوٹ سے بھری
ہوئی نادانی والی باتوں کے قصیدے گائے۔“

تَغْنَى بِقَتْلَى يَوْمَ بَدْرٍ تَتَابَعُوا كِرَامَ الْمَسَاعِي مِنْ غُلَامٍ وَ مِنْ كَهْلٍ
”بدر کے روز مقتولین کے متعلق اشعار کہے جن کے کم عمروں اور بوڑھوں نے لگاتار شریفانہ
کوششیں کیں۔“

مَصَالِيْتُ بَيْضٍ مِنْ لُؤْيِ بْنِ غَالِبٍ مَطَاعِينَ فِي الْهَيْجَا مَطَاعِيمٍ فِي الْمَحَلِ
”جو بہادر، روشن چہروں والے، لؤی بن غالب کی نسل سے تعلق رکھنے والے، جنگوں میں
نیزہ باز اور قحط میں کھانا کھلانے والے تھے۔“

أَصِيبُوا كِرَامًا لَمْ يَبِيعُوا عَشِيرَةً بِقَوْمٍ سِوَاهُمْ نَازِحِي الدَّارِ وَالْأَصْلِ
”وہ عزت کی موت مرے، انہوں نے اپنوں کو چھوڑ کر وطن اور نسب کے لحاظ سے دو رقوم
کے بدلے اپنا خاندان فروخت نہ کیا۔“

كَمَا أَصْبَحَتْ غَسَّانُ فِيكُمْ بِطَانَةٌ لَكُمْ بَدَلًا مِنَّا فَمَا لَكَ مِنْ فِعْلِ
”جس طرح تم میں بنی غسان ہمارے بجائے تمہارے رازدار اور گہرے دوست بن گئے،
تعجب ہے ایسے کاموں پر۔“

عُقُوقًا وَ إِنَّمَا بَيْنَا وَ قَطِيعَةٌ يَوَى جَوْدَكُمْ فِيمَا ذُو الرِّأْيِ وَالْعَقْلِ
”(تم نے یہ سب کچھ) نا فرمانی، صریح گناہ اور قطع رحمی کی وجہ سے کیا، صاحبانِ عقل
ورائے ان کاموں میں تمہارے ظلم کو دیکھ رہے ہیں۔“

فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ قَدْ مَضَوْا لِسَبِيلِهِمْ وَ خَيْرُ النَّيَا مَا يَكُونُ مِنَ الْقَتْلِ
”اگر ایسا ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپنی راہ پر چل دیے ہیں حالانکہ سب سے بہترین موت قتل ہی
کی موت ہے

فَلَا تَفْرَحُوا أَنْ تَقْتُلُوهُمْ فَقَتَلَهُمْ لَكُمْ كَائِنْ خَبَلًا مُقِيمًا عَلَى عَجَلٍ
تو انکے قتل کرنے پر خوش نہ ہونا کیونکہ ان کا قتل تمہارے لئے فساد پر دائمی فساد کا باعث ہوگا۔“
فَإِنَّكُمْ لَنْ تَبْرَحُوا بَعْدَ قَتْلِهِمْ شَتِيَّتًا هَوَاكُمْ غَيْرَ مُجْتَبِعِ الشَّلِّ
”کیونکہ ان کے قتل کے بعد تمہاری خواہشات بکھری رہیں گی اور تم اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو
یکجانہ کر سکو گے۔“

بِفَقْدِ ابْنِ جُدْعَانَ الْحَيِّدِ فَعَالُهُ وَ عُتْبَةُ وَالْمَدْعُو فِيكُمْ أَبَا جَهْلٍ
”قابل ستائش کاموں والے ابن جدعان، عتبہ اور تم میں مشہور شخص ابو جہل کے کھودینے

کے ساتھ (مذکورہ کام تم نہیں کر سکو گے)۔“

وَشَبِيَّةٌ فِيهِمْ وَالْوَلِيدُ وَ فِيهِمْ أُمِّيَّةٌ مَّاوَى الْمُعْتَرِينَ وَ ذُو الرِّجْلِ
”اور ان میں شبیبہ اور ولید بھی ہے اور ان میں سائلوں کی پناہ گاہ امیہ اور ایک پاؤں والا بھی ہے۔“

أُولَئِكَ فَلَيْكَ ثُمَّ لَا تَبِكَ غَيْرَهُمْ نَوَاحٍ تَدْعُو بِالرِّزْيَةِ وَالْثَكْلِ
”مصیبت اور عزیزوں کی جدائی کو پکار پکار کر نوحہ کرنے والیاں صرف انہی لوگوں پر روئیں اور ان کے بعد ان کے سوا کسی پر نہ روئیں۔“

وَ قُولُوا لِأَهْلِ الْمَكْتَمِ تَحَلَّشْدُوا وَ سَمِّرُوا إِلَى أَطَامٍ يَثْرِبُ ذِي الثَّخْلِ
”مکہ اور طائف کے رہنے والے لوگوں سے کہہ دو کہ لشکر جمع کرو اور گھجوروں والے یثرب کے قلعوں کی طرف چلو۔“

جَمِيعًا وَ حَلَمُوا أَلْ كَعْبُ وَ ذَبُّوا بِخَالِصَةِ الْأَلْوَانِ مُحَدَّثَةِ الصَّقْلِ
”سب کے سب (چلو) اور بنی کعب کو گھیر لو اور خالص رنگوں والی اور نئی صیقل کی ہوئی (لکھواروں) کے ساتھ دفاع کرو۔“

وَالَا فَبِئْتُوا خَافِئِينَ وَأَصْبَحُوا أَذَلَّ لَوَطَاءِ الْوَاطِنِينَ مِنَ الثَّغْلِ
”ورنہ ڈرتے ہوئے رات گزار دو اور جوتوں سے پامال کرنے والوں کی پامالی کی وجہ سے ذلیل ہو کر صبح کرو۔“

عَلَى أُنْتَى وَاللَّاتِ يَا قَوْمَ فَاغْلَبُوا بِكُمْ وَاتَّقِ أَنْ لَا تُقِيمُوا عَلَى تَبْلِ
”اے میری قوم! لات کی قسم! اس کے باوجود کہ مجھے تم پر بھروسہ ہے لیکن یاد رکھو دشمن سے بدلہ لینے کے لئے ہرگز کھڑا نہ ہوتا۔“

سَبَوَى جَمْعُكُمْ لِلْسَّبِغَاتِ وَ لَلْقَنَا وَلِلْبَيْضِ وَالْبَيْضِ الْقَوَاطِعِ وَالنَّبْلِ
”بجز اس کے کہ تم بڑی زرہیں، نیزے، خود، کانٹے والی سفید لکھواریں اور تیز جمع کرلو۔“

ضرار بن خطاب کا قصیدہ

بنی فہر کے فرد ضرار بن خطاب نے غزوہ بدر کے بارے میں کہا:

عَجِبْتُ لِفَخْرِ الْأَوْسِ وَالْحَمِينِ دَانٍ عَلَيْهِمْ غَدَا وَ الذَّهْرُ فِيهِ بَصَاتُ
”مجھے اوس کے فخر کرنے پر تعجب ہے حالانکہ کل موت ان پر بھی چدر لگانے والی ہے اور

زمانے میں عبرت ناک واقعات موجود ہیں۔“

وَفَخْرٍ بَنِي النَّجَّارِ وَإِنْ كَانَ مَعْشَرٌ
”اور بنی نجار کے فخر کرنے پر (تعجب ہے) اگرچہ بدر میں ایک پورا خاندان وہاں بند ہو کر قتل ہوا۔“

فَإِنْ تَكُ قَتَلَى غُودِرَتْ مِنْ رَجَالِنَا فَإِنَّا رَجَالًا بَعْدَهُمْ سَنَغَادِرُ
”اگر ہمارے مردوں کی لاشوں کو وہاں چھوڑ دیا گیا ہے تو (کیا ہوا) ان کے بعد ہم لوگ بھی تو ہیں جو بربادی لائیں گے۔“

وَتَوَدَّى بَنَا الْجُرُودِ الْعَنَاجِيَهُ وَسَطَكُمْ بَنِي الْأَوْسِ حَتَّى يَشْفِي النَّفْسَ ثَلَاثُ
”اور اے بنی اوس! کم موبلند قامت تیز گھوڑے بڑی سرعت سے ہمیں تمہارے وسط تک لے جائیں گے یہاں تک کہ بدلہ لینے والا اپنے دل کو تسکین دے لے گا۔“

وَسَطَ بَنِي النَّجَّارِ سَوْفَ نَكْرُهَا لَهَا بِالْقَنَا وَالذَّارِعِينَ ذَوَا فِرْ
”اور عنقریب ہم ان گھوڑوں کے ذریعے بنی نجار کے درمیانی حصے پر حملہ کریں گے جس کے لئے نیزوں اور زرہ پوشوں کے بار بردار بھی ہوں گے۔“

فَتَرَكْ صَرْغَى تَعَصِبُ الطَّيْرِ حَوْلَهُمْ وَ لَيْسَ لَهُمْ إِلَّا الْأَمَانِيُّ نَاصِرُ
”پھر ہم پچھاڑے ہوئے لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان کے ارد گرد پرندے گروہ درگروہ جمع ہوں گے اور بجز جھوٹی امیدوں کے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔“

وَتَبْكِيهِمْ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ نِسْوَةً لَهْنٌ بِهَا لَيْلٌ عَلَى النَّوْمِ سَاهِرُ
”اور ان پر اہل یثرب کی عورتیں روتی ہوں گی جن کے لئے وہاں نیند سے بیدار رکھنے والی رات ہوگی۔“

وَذَلِكَ أَنَا لَا تَزَالُ سُهُوفُنَا بَيْنَ دَمٍ مِّنْ يُحَارِ بَنَ مَانِرُ
”اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ ہماری تلواروں کے ذریعے ان لوگوں کا خون بہتا رہے گا جن سے یہ تلواںیں جنگ کریں گی۔“

فَإِنْ تَظْفَرُوا فِي يَوْمٍ بِدَرٍ فَإِنَّا بِأَحْمَدَ أَمْسَى جَدُّكُمْ وَ هُوَ ظَاهِرُ
”اگر تم نے بدر کے دن فتح پالی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارا نصیب (ہمارے ہی ایک فرد) احمد (ﷺ) کے ساتھ ہو گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔“

وَالنَّفَرِ الْأَخْيَارِ هُمْ أَوْلِيَاءُ ۚ يُحَامُونَ فِي اللَّأَوَاءِ وَالْمَوْتُ حَاضِرٌ
”اور ان منتخب لوگوں کے ساتھ ہو گیا ہے جو اس کے رشتہ دار ہیں جو شدت میں حفاظت کرتے ہیں جبکہ موت حاضر ہوتی ہے۔“

يُعَذُّ أَبُو بَكْرٍ وَ حَمْزَةُ فِيهِمْ وَيُدْعَى عَلِيٌّ وَسَطَ مَنْ أَنْتَ ذَاكِرُ
”ابو بکر اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہی لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی ان لوگوں کے وسط میں شمار کیا جاتا ہے جن کا تو ذکر کر رہا ہے۔“

وَيُدْعَى أَبُو حَفْصٍ وَ عُثْمَانُ مِنْهُمْ وَ سَعْدٌ إِذَا مَا كَانَ فِي الْحَرْبِ حَاضِرُ
”اور ابو حفص اور عثمان کو بھی انہی میں سے پکارا جاتا ہے اور سعد بھی (انہی کے ساتھ) جنگ میں موجود ہوتا ہے۔“

أُولَئِكَ لَأَمَنَ نَتَجَتَ فِي دِيَارِهَا بَنُو الْأَوْسِ وَالنَّجَارِ حِينَ تَفَاحِرُ
”یہ لوگ ہیں (جن کے سبب فتح حاصل ہوئی) نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے وطنوں میں اولاد پیدا کر لی ہے یعنی بنی اوس اور بنی نجار جب وہ فخر کر رہے ہیں۔“

وَ لَكِنْ أَبَوْهُمْ مِنْ لُؤَيِ بْنِ غَالِبٍ إِذَا عُدَّتِ الْأَنْسَابُ كَعَبٍ وَ عَامِرُ
”بلکہ جب بنی کعب اور بنی عامر کے انساب شمار کئے جائیں گے تو ان کا جد علی لؤی بن غالب کی اولاد سے ہوگا۔“

هُمْ الطَّاعِنُونَ الْخَيْلَ فِي كُلِّ مَعْرَكٍ غَدَاةَ الْهَمَاجِ الْأَطْيَعُونَ الْكَأْثَرُ
”یہی وہ لوگ ہیں جو ہر معرکہ میں شہسواروں پر نیزہ بازی کرنے والے اور خطر اب کے وقت بہترین اور بہت نیکیاں کرنے والے ہیں۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

عَجِبْتُ لِأَمْرِ اللَّهِ وَاللَّهُ قَلِيدٌ عَلَى مَا أَرَادَ لَيْسَ لِلَّهِ قَاهِرُ
”میں اللہ کے کام پر حیران ہو گیا اور اللہ تعالیٰ تو ان باتوں پر قادر ہے جن کا وہ ارادہ فرما لے، اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔“

قَضَى يَوْمَ بَدْرٍ أَنْ تُلَاقِيَ مَعْشَرًا بَغَوَا وَ سَبِيلُ الْبَغْيِ بِالنَّاسِ جَلِيدُ
”اس نے بدر کے روز فیصلہ فرما دیا کہ ہم ایسے گروہ کے مقابل آئیں گے جنہوں نے

بغاوت کی اور بغاوت کا راستہ لوگوں کو ٹیڑھا لے جانے والا ہے۔“

وَقَدْ حَشَدُوا وَاسْتَنْفَرُوا مَنْ يَلِيهِمْ مِنَ النَّاسِ حَتَّى جَمَعَهُمْ مُتَكَاثِرٌ
”حالانکہ انہوں نے لشکر جمع کر لیا تھا اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے بھی مدد چاہی تھی
یہاں تک کہ ان کی جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔“

وَسَارَتْ إِلَيْنَا لَا تُحَاوِلُ غَيْرَنَا بِاجْتِاعِهَا كَعَبٍ جَبِيعًا وَ عَامِرُ
”اور وہ سب کے سب بنی کعب اور بنی عامر ہماری طرف چل پڑے اور ان کا قصد ہمارے
سوا کسی اور طرف نہ تھا۔“

وَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ وَالْأَوْسُ حَوْلَهُ لَهُ مَعْقِلٌ مِنْهُمْ عَزِيزٌ وَ نَاصِرُ
”جبکہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ کے ارد گرد بنی اوس ہیں جو آپ
کے لئے قلعہ ہیں جن میں کچھ غلبہ رکھنے والے ہیں تو کچھ مدد کرنے والے ہیں۔“

وَ جَمْعُ بَنِي النَّجَّارِ تَحْتَ لِيَاثِهِ يَمْشُونَ فِي الْمَآذِي وَالنَّقَمُ قَائِرُ
”اور بنی نجار کی جماعت آپ کے جھنڈے تلے ہے جو سفید نرم زرہوں میں چل رہے ہیں
درآں حالیکہ گرد و غبار اڑا جا رہا ہے۔“

فَلَمَّا لَقَيْنَاهُمْ وَ كُلُّ مُجَاهِدٍ لِأَصْحَابِهِ مُسْتَبْسِلُ النَّفْسِ صَابِرُ
”پھر جب ہم ان کے مقابل ہوئے درآں حالیکہ ہر ایک اپنے ساتھیوں کے لئے جہاد
کرنے والا، اپنے نفس کو قربانی کے لئے پیش کرنے والا اور ثابت قدم تھا۔“

شَهِدْنَا بِأَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ بِالْحَقِّ ظَاهِرُ
”تو ہم نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور یہ کہ اللہ کا رسول
حق کے ساتھ غلبہ پانے والا ہے۔“

وَ قَدْ عُرِّيَتْ بَيْضٌ حِصَافٌ كَانَهَا مَقَابِيسُ يُزْهِيْهَا لِعَيْنَيْكَ شَاهِرُ
”اور سفید چمکتی ہوئی ہلکی تلواریں سونت لی گئیں گویا وہ آگ کے شعلے ہیں جنہیں تلوار سونتتے
والا تیری آنکھوں کے سامنے حرکت دے رہا ہو۔“

بِهِنَّ أَبَدْنَا جَمَعَهُمْ فَتَبَدَّدُوا وَ كَانَ يُلَاقِي الْحَيْنَ مَنْ هُوَ فَاجِرُ
”ان تلواروں کے ذریعے ہم نے ان کی جماعت کو برباد کیا تو وہ پریشان ہو گئے اور جو فاجر
تھا وہ موت سے ملاقات کر رہا تھا۔“

فَكَتَبَ أَبُو جَهْلٍ صَرِيحًا لِّوَجْهِهِ وَ عُتْبَةُ قَدْ غَادَرْنَهُ وَ هُوَ غَائِرٌ
”آخر ابو جہل منہ کے بل دھڑام سے گر پڑا اور عتبہ کو تلوواروں نے ایسی حالت میں چھوڑا کہ
وہ گر پڑا تھا۔“

وَ شَيْبَةُ وَ التَّمِيمِيُّ غَادَرْنَ فِي الْوَعَى وَ مَا مِنْهُنَّ إِلَّا بِدَى الْعَرْشِ كَافِرٌ
”اور شیبہ اور تیمی کو انہوں نے لڑائی کے درمیان چھوڑ دیا اور یہ سب کے سب مالک عرش
کے منکر تھے۔“

فَلَمَسُوا وَ قُوْدَ النَّارِ فِي مُسْتَقَرِّهَا وَ كُلُّ كَفُورٍ فِي جَهَنَّمَ صَانِرٌ
”پس وہ آگ کی قرار گاہ میں آگ کا ایندھن بن گئے اور ہر بڑا کافر جہنم میں ہی جانے والا
ہے۔“

تَلْظِي عَلَيْهِمْ وَهِيَ قَدْ شَبَّ حَمِيمًا يَزِيرُ الْحَدِيدَ وَالْحِجَارَةَ سَاجِرٌ
”وہ جہنم ان پر بھڑک رہی ہے درآں حالیکہ اس کی گرمی کو آگ جلانے والے نے لوہے اور
پتھر کے ٹکڑوں کے ساتھ شباب پر کر دیا ہے۔“

وَ كَلَنَ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ قَلَّ أَقْبَلُوا فَوَلَّوْا وَ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ سَاجِرٌ
”اور رسول اللہ ﷺ نے تو انہیں فرمایا تھا کہ میری جانب آ جاؤ لیکن انہوں نے روگردانی
کی اور کہا کہ تو تو ایک جادوگر ہے۔“

لَا مَرْ آرَادَ اللَّهُ أَنْ يَهْلِكُوا بِهِ وَ لَيْسَ لِأَمْرِ حَتَّى اللَّهُ زَاجِرٌ
”(ان کی یہ حالت) اس سبب سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اس میں ہلاک
ہو جائیں اور جس بات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمالے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔“

قصیدہ عبد اللہ بن زبیری

عبد اللہ بن زبیری بھی نے بدر کے مقتولوں پر روتے ہوئے کہا:

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ اشعار بنی اسد بن عمرو بن تمیم کے
ایک فردا عشی بن زراہ بن نباش کے ہیں جو بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔ علامہ ابن اسحاق
نے فرمایا وہ بنی عبد الدار کا حلیف تھا۔

مَا ذَا عَلَى بَدْرٍ وَ مَا ذَا حَوْلَهُ مِنْ فَتِيَّةٍ بَيْضِ الْوُجُوْدِ كِرَامِ
”بدر اور اس کے ماحول پر کیا (آفت آگئی) ہے کہ کچھ سفید چہروں والے شریف و جوانوں

نے

تَرَكُوا نَبِيَّهَا خَلْفَهُمْ وَ مِنْبَهَا وَ ابْنَى رَبِيعَةَ خَيْرَ خَصْمٍ فِتْنَامِ
 نبیہ، منبہ اور ربیعہ کے دونوں بیٹوں کو پیچھے چھوڑ دیا جو لوگوں کی ان جماعتوں کے بڑے
 مخالف تھے۔

وَالْحَارِثَ الْفَيَّاضَ يَرُوقُ وَجْهَهُ كَلْبَدِرٍ جَلَى لَيْلَةَ الْاِظْلَامِ
 ”اور فیاض حارث کو بھی (پیچھے چھوڑ دیا) جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا
 جس نے تاریک رات کو روشن کر دیا ہو۔“

وَالْعَاصِيَ بْنَ مُنِيَّةٍ ذَا مِرَّةٍ رُمَحًا نَبِيَّهَا غَيْرَ ذِي اَوْصَامِ
 اور منبہ کے بیٹے عاصی کو (چھوڑ دیا) جو طاقتور، (سبا گویا) پورا نیزہ تھا اور عیبوں والا نہ تھا۔
 تَبَيُّ بِهٖ اَعْوَاقُهُ وَ جُلُودُهُ وَ مَثَرُ الْاَخْوَابِ وَالْاَعْمَامِ
 ”اس (عاصی) کے ذریعے اس (منبہ) کی اصلی اور آبائی صفات اور ماموں اور چچاؤں کی
 صفات حمیدہ پرورش پائی تھیں۔“

وَ اِذَا بَكَى بَكَتْ فَتَحَوْنَ شَجْوَةً فَقَالَى الرَّئِيسُ التَّاجِدُ لِمَنِ هَاشِمِ
 ”اور جب کوئی رونے والا رہتا ہے اور اپنے غم کی آواز بلند کرتا ہے تو (سمجھ لو کہ) وہ عزت
 والے سردار ابن ہشام پر ہی رو رہا ہے۔“

حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ وَ رَهْطُهُ وَ ابْنُ الْاَنَامِ وَ خَصْمُهُمْ بِسَلَامٍ
 ”ابو الولید اور اس کے قوم کو خداوند پروردگار عالم زندہ رکھے اور انہیں سلامتی سے مخصوص
 فرمائے۔“

حضرت حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب

کہ جواب بہ نسبت حسن بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ دیا اور فرمایا:

لَيْسَ بِسَيِّئٍ عَلَيْكَ ثُمَّ تَبَوَّاتِ بِدَمٍ تَقَعُ غُرُوبُهُ مِنْجَاهِ
 ”تو بدترین سمجھیں مگر یہ غم جو مجھ پر ہے کہ میں نے تم سے ہمیشہ بہشت کا ہجر
 کر رہا ہوں۔“

وَ مَا ذَا سَمِيتَ بِهِ لَبِيبٌ سَبْعًا هَلَّا وَكَلْتَ مَشْرِفَ الْاَقْوَامِ
 ”میں نے تم کو کس نام سے پکارا ہے؟ سوچو جو میرے لئے سب سے زیادہ بڑے وقت کا نام

کیا؟ تو نے ان لوگوں کے قابل تعریف کاموں کا ذکر کیوں نہ کیا۔“

وَ ذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِدًا ذَا هِمَّةٍ سَبَّحَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْأَقْدَامِ
”اور تو نے ہم میں سے بزرگ، باہمت، وسیع الاخلاق اور سچی پیش قدمی والی ہستی کا ذکر کیوں نہ کیا۔“

أَعْنَى النَّبِيِّ أَخَا الْمَكَارِمِ وَالنَّدَى وَ أَبْرَ مَنْ يُؤَلَّى عَلَى الْأَقْسَامِ
”میری مراد نبی کریم ﷺ ہیں جو بلند اخلاق اور سچی ہیں اور قسمیں کھانے والوں میں سب سے زیادہ قسمیں پوری کرنے والے ہیں۔“

فَلَيْثَلَهُ وَ لَيْثَلُ مَا يَدْعُو لَهُ كَانَ الْمُدَّحَ ثُمَّ غَيْرَ كَهَامِ
”پس بے شک آپ جیسا شخص اور آپ کی دعوت جیسی دعوت قابل تعریف ہے پھر ہر قسم کی کمزوری سے بھی پاک ہے۔“

غزوة بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

تَبَلَّتْ فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةً تَشْفِي الضَّجِيْعَ بِيَارِدٍ بَسَامِ
”ایک ایسی دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار بنا دیا ہے جو اپنے مسکرانے والے ٹھنڈے رخسار کے ساتھ ہم بستر کو صحت یاب کر دیتی ہے۔“

كَالْمِسْكِ تَخْلِطُهُ بِمَاءِ سَحَابَةٍ أَوْ عَاتِقِ كَدَمِ الدَّبِيحِ مُدَامِ
”اس کستوری کی طرح جس کو تو بارش کے پانی کے ساتھ ملا لے یا مذبو حہ جانور کے خون کی طرح سرخ مدام نامی پرانی شراب کی طرح (شفادیتی ہے)۔“

کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةً۔ جائز ہے کہ المنام کے لفظ سے آپ کی مراد نیند، بستر یا نیند کا وقت ہو کیونکہ اجوف واوی میں مَفْعَل کا وزن ان تمام معانی کی صلاحیت رکھتا ہے اور کبھی آنکھ کو بھی منام کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی نیند کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں منام سے یہی مراد ہے: إِذْ يُرِيكُهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا (الانفال: 43) ”یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار آپ کی آنکھ میں قلیل۔“ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَ يُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ (الانفال: 44) ”اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں۔“

نَفَجُ الْحَقِيبَةِ بَوُصْهَا مُتَّصِدٌ بَلْهَاءُ غَيْرٌ وَ شَيْكَةِ الْأَقْسَامِ
 ”ابھری ہوئی گھڑی والی (بڑے کو لہے والی) گویا اس کے کو لہے تہ بہ تہ ہیں، بھولی بھالی،
 قسموں کی طرف تیزی نہ کرنے والی۔“

يُنِيْتُ عَلَى قَطَنِ أَحْمَ كَانَهُ فَضْلاً إِذَا قَعَدْتُ مَذَاكَ رُخَامِ
 ”اس کی بنیاد پر گوشت کوکھ (یا کمر) پر قائم ہے، جب وہ مکلف لباس سے الگ ہو کر (نیم
 برہنہ) بیٹھتی ہے تو گویا وہ سنگ مرمر کی سل ہے۔“

مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ میں فرق

نحویوں کے نزدیک اس باب میں مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ کے اوزان میں کوئی فرق نہیں جیسے مَضْرَبٌ
 اور ضَرْبٌ، مَنَامٌ اور نَوْمٌ۔ اسی طرح یہ دونوں وزن تعدیہ میں بھی برابر ہیں جیسے ضَرْبٌ زَيْدٌ عَمْرًا
 اور مَضْرَبٌ زَيْدٌ عَمْرًا۔ البتہ بلاغت اور جوہر کلام کے علم میں برابر نہیں ہیں کیونکہ جب مصدر بول کر
 فعل کی اکائی مراد لیں تو آپ ضَرْبَةٌ اور نَوْمَةٌ تو کہہ سکتے ہیں لیکن مَضْرَبَةٌ اور مَنَامَةٌ نہیں کہا جائے
 گا۔ یہ ایک فرق ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جب آپ کا مقصود تاکید ہو تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں مَا أَنتَ
 إِلَّا نَوْمٌ وَإِلَّا سَيْرٌ لیکن یہ کہنا جائز نہیں مَا أَنتَ إِلَّا مَنَامٌ وَإِلَّا مَسِيرٌ۔ نظر و فکر سے نتیجہ یہ نکلا کہ میم کا
 اضافہ صرف زائد معنی پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے فعل مضارع میں حروف اربع (حروف اتین)
 بقول نحویاں زائد معنی پیدا کرنے کے لئے زیادہ کیے جاتے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں پھر وہ معنی کیا ہے جو میم پیدا کرتا ہے؟ تو ہم کہیں گے وہ معنی کسی فعل کا حدوث ہے
 جو زمان، مکان اور حال کو متضمن ہوتا ہے، چنانچہ الْمَذْهَبُ سے مراد وہ زمان اور مکان ہے جس میں
 ذہاب وقوع پذیر ہوا۔ تو ایک ہی کلمہ فعل کے حدوث کا معنی بھی دے رہا ہے اور اس پر ایک زائد مفہوم بھی
 ادا کر رہا ہے۔ یہی صورت حال اس وقت ہوگی جب آپ یہ ارادہ کریں کہ کسی فعل کا حدوث اس حالت
 اور ہیئت کے ساتھ بل کر ہو جس پر فعل واقع ہو رہا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ
 بِالنَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الروم: 23) ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونامرات کے وقت اور دن کے
 وقت“۔ اللہ تعالیٰ نے تفکر کو اس حالت پر موقوف کیا جو انسان پر لگاتار برقرار رہتی ہے۔ پھر ایک اور
 آیت میں یہ فرمایا لَا تَأْخُذْ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ (بقرہ: 255) ”نہ تو اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند“۔ یہاں
 مَنَامٌ نہیں فرمایا: کیونکہ یہ مقام اس حالت سے خالی ہے اور اوپر والی آیت میں پائے جانے والے
 زائد معنی سے یہ آیت خالی ہے۔ جو شخص جو ہر کلام کو نہیں جانتا وہ اعجازِ قرآن کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

اس طرح بچ کر نکل جائے جس طرح حارث بن ہشام (بچ کر نکل گیا)۔

تَرَكَ الْآحِبَّةَ أَنْ يُقَاتِلَ ذَوْنَهُمْ وَ نَجَا بِرَأْسِ طَيْرَةٍ وَ لِحَامِ
”کہ اپنے دوستوں کے لئے جنگ کرنے کے بجائے اس نے انہیں چھوڑ دیا اور دراز قد
گھوڑے کے سر (کے بال) اور لگام تھامے ہوئے بھاگ نکلا۔“

تَذَرُ الْعَنَاجِيْخَ الْجِيَادُ بِقَفْرِهِ مَرَّ الدَّمُوكِ بِخُصْدٍ وَ رِجَامِ
”بہترین اور عمدہ گھوڑے اس کے چٹیل میدان کو اس طرح پیچھے چھوڑے جارہے تھے جس
طرح پتھر سے بندھی ہوئی مضبوط رسی کو تیز رفتار چرخہ چھوڑتی چلی جاتی ہے۔“

مَلَّتْ بِهِ الْفُرَجَيْنِ فَأَرْمَلَتْ بِهِ وَ قَوَى أَحِبَّتَهُ بِشَرِّ مَقَامِ
ان گھوڑوں نے اس دوڑ سے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیانی شگاف بھر لیے تھے اور اس سے
ان میں تیجان پیدا ہو گیا تھا حالانکہ اس کے دوست بڑی بڑی جگہ پیوند خاک ہوئے پڑے تھے۔
وَ بَنَوْا أَبِيَّ وَ رَهْطَهُ فِي مَعْرَكِ نَصَرَ الْإِلَٰهَ بِهِ ذَوَى الْإِسْلَامِ
”اور اس کے بھائی اور اس کی قوم ایک ایسے معرکے میں (پھنسی ہوئی) تھی جس میں خدا
نے اہل اسلام کو فتح یاب فرمایا۔“

طَحَّتَهُمْ، وَاللَّهُ يَنْفِذُ أَمْرَهُ حَرْبٌ يُشَبُّ سَعِيرُهَا بِضِرَامِ
”ایک ایک جنت نے انہیں پس ڈالا جس کے شعلوں کو ایندھن سے بھڑکایا جا رہا تھا اور اللہ
تعالیٰ تو اپنا حکم جاری ہی فرماتا ہے۔“

القطن عورت کا جزء ہے تو گویا یہ عورت ہی سے حال ہے اور اس کا قَعْدَتُ کی ضمیر مستتر سے حال ہونا
جائز نہیں کیونکہ اذاکے مابعد کا قطن میں عمل کرنا محال ہے اور مردوں اور عورتوں میں سے التفضل اس
کو کہتے ہیں جو ایک ہی ہذا اس طرح پہنے۔ اسے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے
اور المذاک کا معنی ہے پتھری وہ سل جس پر خوشبو کوئی جاتی ہے۔ یہ دَاك يَذُوْك (کوٹنا) سے مَفْعَل
کا وزن ہے۔ اسی سے الذَوَكَةُ اور الذَوَكَةُ مشتق ہیں (جن کا معنی شر ہے)۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے مَرَّ الدَّمُوكِ جب کسی چیز کو تیزی سے پیسا جائے تو کہا جاتا
ہے دَمَمَهُ دَمَمًا اور يَذُوْكُ دَمُوكُ تیز رفتار چرٹی کہتے ہیں۔ اسی طرح تیز رفتار چٹی وَ رَحَى دَمُوكِ
بھی کہتے ہیں اور التخصيد کا معنی ہے مضبوط بنی ہوئی رسی اور الِجَامُ الِجَمِيْن کا واحد ہے۔ یہ وہ
دھڑیلاں ہیں جن پر چرٹی ڈالی جاتی ہے اور الِجَامُ رَحْمَةً کی جمع بھی ہے اور رَحْمَةً جمع شدہ پتھروں کو

لَوْ لَا إِلَهٌ وَجَوِيهًا لَتَرَكْنَهُ جَزَرَ السَّبَاعِ وَدَسْنَهُ بِحَوَامِي
 ”اگر اللہ تعالیٰ (کو اس کا بچانا مقصود) نہ ہوتا اور ان گھوڑوں کی دوڑ نہ ہوتی تو وہ گھوڑے
 اس (حارث بن ہشام) کو درندوں کا نوالہ کر چھوڑتے اور ناپوں سے پامال کر دیتے۔“

مِنْ بَيْنِ مَأْسُورٍ يُشَدُّ وَثَاقُهُ صَقْرٍ إِذَا لَاقَى الْأَسِنَّةَ حَمِي
 ”(وہ دونوں حالتوں کے) درمیان ہوتا تو یا تو قیدی ہوتا جس کی مشکلیں ایک ایسا بہادر کس
 دیتا جو نیزوں کے مقابلے میں بھی حمایت کرنے والا ہو۔“

وَمُجَذِّلٍ لَا يَسْتَجِيبُ لِدَعْوَةٍ حَتَّى تَزُولَ شَوَامِخُ الْأَعْلَامِ
 ”اور (یا) زمین پر پڑا ہوا ہوتا جو کسی پکار کا جواب نہ دیتا یہاں تک کہ بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ
 سے ہٹ جائیں۔“

بِالْعَارِ وَالذِّلِّ اللَّبِيْنِ إِذْ رَأَى بَيْضَ السِّيُوفِ تَسُوقُ كُلُّ هَمَامٍ
 ”صرح ذلت و خواری کی حالت میں (پڑا رہتا) جب دیکھتا کہ سفید چمکتی تلواریں ہر بلند
 ہمت سردار کو ہانکتی لے جا رہی ہیں۔“

بِيَدَيَّ آغَرًا إِذَا انْتَمَى لَمْ يُخْرِجْ نَسَبُ الْقِصَارِ سَيِّدَعِ مَقْدَامِ
 ”(جو تلواریں) ایسے روشن چہرے والے کے ہاتھوں میں ہوتیں جس کا نسب بیان ہو تو
 اسے کم ہمت لوگوں کے نسب کی ذلت نصیب نہ ہو اور جو سردار اور دشمن کی پرواہ کئے بغیر آگے
 بڑھنے والا ہو۔“

کہتے ہیں اور یہ رَجَمَ کی جمع ہے جس کا معنی قبر ہے۔ اسی سے ابو طیب کا شعر ہے:
 تَمَتَّعَ مِنْ رَقَادٍ أَوْ سَهَادٍ وَ لَا تَأْمَلُ كَرَى تَحْتَ الرِّجَامِ
 ”تو سونے اور جاگنے سے لطف اندوز ہو اور قبر کے پتھروں کے نیچے نیند میں غور و فکر نہ کر۔“

فَإِنَّ لِثَالِثِ الْحَالَيْنِ مَعْنَى سَوَى مَعْنَى انْتِبَاهِكَ وَالنَّمَامِ
 ”کیونکہ تیسرے جاگنے اور سونے کی دو حالتوں کے علاوہ تیسری حالت کا مفہوم اور ہے۔“

اور اِرْقَذْتُ کا معنی ہے اس نے جلدی کی۔ اس کا مصدر اِرْقَذَادٌ ہے۔ یہی اِرْمَذْتُ کا
 معنی ہے۔ رنگوں اور بوسیدہ ہونے والی چیزوں کے علاوہ دیگر اشیاء میں اِفْعَلَ کا وزن کم یاب
 ہے اور اِنْقَضَ (دیوار کا گرنا) کا اِفْعَلَ کے وزن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ اس کے معنی
 میں کہتے ہیں تَقْضُضَ الْبِنَاءِ (عمارت گر گئی)۔ پس اس کا فاء کلمہ قاف ہے (نہ کہ نون)۔ اسی

بِيضٌ إِذَا لَاقَتْ حَدِيدًا صَسَّتْ كَالْبَرْقِ تَحْتَ ظِلَالِ كُلِّ غَمَامٍ
 ”وہ ایسی سفید چمکتی ہوئی تلواریں ہیں کہ جب لوہے سے ٹکراتی ہیں تو اسے کاٹتی چلی جاتی ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کے سائے میں بجلی کی مانند ہیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار

علامہ ابن ہشام کے بیان کے مطابق حارث بن ہشام نے ان اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے:

اللَّهُ أَعْلَمُ مَا تَرَكْتُ قِتَالَهُمْ حَتَّى حَبَّوْا مُهْرِي بِأَشَقَرٍ مُزَبِّدٍ
 ”اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ان سے لڑنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے میرے پچھیرے کو جھاگ والے سرخ (خون) سے آلودہ کر دیا۔“

وَ عَرَفْتُ أَنِّي إِنْ أَقَاتِلُ وَاحِدًا أَقْتُلُ وَ لَا يُنْكِي عَدُوِّي مَشْهَدِي
 ”اور میں نے جان لیا کہ اگر میں اکیلا جنگ کرتا رہوں گا تو مارا جاؤں گا اور میرا جنگ میں موجود رہنا میرے دشمن کو مغلوب نہ کر سکے گا۔“

طرح تقضي الباري (باز گر پڑا) ہے کیونکہ اس کا فاء کلمہ بھی قاف ہے۔ علامہ فسوی نے الایضاح میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ يُؤَيِّدُ أَنْ يَنْقُضَ (الکہف: ۷۷) ”جو گرنے کے قریب تھی“ میں ینقض کو احر کے باب سے قرار دیا ہے حالانکہ یہ تو انْقَضَ اور انْجَرَّ کے باب سے ہے اور اس میں نون زائد ہے اور اس کا وزن انْفَعَلَ ہے۔ اسی طرح القالی نے النوادر میں غلطی کی ہے اور جَرَّيْهَا انْثَرَادُ کے قول میں کہا ہے کہ یہ النثر سے افعال کا وزن ہے جیسا کہ الفسوی نے الانقضاض کے بارے میں کہا۔ حالانکہ یہ عَيْنُ ثَرَّةٍ (کثیر پانی والا چشمہ) سے باب انفعال ہے۔

وَدَسْنَهُ بِحَوَامٍ میں حوام سے مراد کھر اور ان کے ارد گرد کا حصہ ہے، اسے حامیہ بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حوام ہے۔

کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں

حارث بن ہشام کا قول ہے: حَتَّى عَلَوْا مُهْرِي بِأَشَقَرٍ مُزَبِّدٍ۔ اس سے مراد خون ہے اور مزبد سے مراد یہ ہے کہ اس کے اوپر جھاگ ہو اور اس کا قول ہے: وَالْآجِبَةُ فِيهِمْ یعنی اس کے بھائی اور اس کی قوم کے وہ افراد جن کو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنایا گیا۔

فَصَدَدْتُ عَنْهُمْ وَالْآجِبَةُ فِيهِمْ طَمَعًا لَهُمْ بِعِقَابِ يَوْمٍ مُفْسِدٍ
 ”اس لئے میں نے ان سے منہ پھیر لیا حالانکہ دوست ان میں (پڑے ہوئے) تھے اس
 امید پر کہ کسی فساد کے دن ان سے بدلہ لیا جاسکے۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث نے یہ اشعار بدر کے روز اپنے بھاگنے کے عذر میں
 کہے۔

حضرت ہشام نے فرمایا: ہم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے آخری تین اشعار
 نقش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے ہیں۔

اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
 لَقَدْ عَلِمْتُ قُرَيْشُ يَوْمَ بَدْرٍ غَدَاةَ الْأَسْرِ وَالْقَتْلِ الشَّدِيدِ
 ”بدر کے روز قید کرنے اور خوب قتل کرنے کی صبح کو قریش نے جان لیا

بَانَا حِمْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِي حُمَاةَ الْحَرْبِ يَوْمَ أَبِي الْوَلِيدِ
 کہ ابو الولید (کے قتل) کے دن جب نیزوں کے سراپک دوسرے سے مل جاتے، ہم جنگ
 کے شیر تھے۔“

قَتَلْنَا ابْنِي رَبِيعَةَ يَوْمَ سَارَا إِلَيْنَا فِي مُضَاعَفَةِ الْحَدِيدِ
 ”جس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے لوہے کی دوہری زرہوں میں ہماری طرف چلے تو ہم نے
 ان دونوں کو قتل کر دیا۔“

وَ فَرَّ بِهَا حَكِيمٌ يَوْمَ جَالَتْ بَنُو النَّجَارِ تَخْطُرُ كَالْأَسُودِ
 اور حکیم وہاں سے اس روز بھاگ گیا جب بنو نجار شیروں کی طرح جولانیاں دکھانے لگے۔
 وَ وَلْتُ عِنْدَ ذَلِكَ جُوعٌ فَهْرٍ وَ أَسْلَمَهَا الْخَوِيرِثُ مِنْ بَعِيدِ
 ”اور اس وقت بنی فہر کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور خویرث نے تو دور ہی سے ان کو چھوڑ
 دیا۔“

لَقَدْ لَأَقَيْتُمْ ذُلًّا وَ قَتَلَا جَهِيرًا نَافِدًا تَحْتَ الْوَرِيدِ
 ”تمہیں ذلت اور رگ جان کے نیچے تک سرایت کرنے والے تیز قتل کا سامنا ہوا۔“

وَ كُلُّ الْقَوْمِ قَدْ وَ لَوْا جَمِيعًا وَ لَمْ يَلُودُوا عَلَى الْحَسْبِ الثَّلِيدِ

اور ساری کی ساری قوم مل کر پیٹھ پھیر گئی اور باپ دادا کی عزت کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔
اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا:

يَا حَارِ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ عِنْدَ الْهَيَاجِ وَ سَاعَةَ الْاَحْسَابِ
اے حارث! تو نے جنگ و فساد کے وقت ایک ناقابل اعتماد کام پر بھروسہ کیا۔

اِذْ تَمْتَطِي سُرُحَ الْيَدَيْنِ نَجِيَّةً مَرُطَى الْجِرَاءِ طَوِيلَةَ الْاَقْرَابِ
”(ایسے وقت میں) جب تو کشادہ قدم شریف تیز رفتار اور لمبی پیٹھ والی (گھوڑی) پر سواری کر رہا تھا۔“

وَالْقَوْمُ خَلْفَكَ قَدْ تَرَكْتَ قِتَالَهُمْ تَرْجُو النِّجَاءَ وَ لَيْسَ حِينَ ذَهَابِ
”اور بچ کر نکل جانے کی امید میں تو نے اپنے پیچھے آنے والے لوگوں سے جنگ و مقابلہ چھوڑ دیا حالانکہ وہ بھاگ جانے کا وقت نہ تھا۔“

اَلَا عَطَفْتَ عَلٰى ابْنِ اُمِّكَ اِذْ ثَوٰى قَعَصَ الْاَسِنَّةِ ضَانِعَ الْاَسْلَابِ
”کہ تو نے اپنے ماں جائے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا جب وہ نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں اپنا لباس و ہتھیار لٹا کر پیوند خاک ہو رہا تھا۔“

عَجَلَ الْبَلِيكَ لَهُ فَاهْلَكَ جَمْعَهُ بِشَنَارِ مُخَوِيَةٍ وَ سُوءِ عَذَابِ
”مالک الملک نے بڑی جلدی سے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت عبداللہ بن حارث سہمی رضی اللہ عنہ نے کہے۔

مُسْتَشْعِرِيْ خَلْقِ الْمَادِيْ يَقْدُمُهُمْ جَلْدُ النَّحِيْمَةِ مَاضٍ غَيْرُ دَعْدِيْدٍ
”سفید نرم گڑیوں والی جسم سے لگی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے لوگوں کے آگے آگے ایک قوی مزاج، پختہ ارادے والا، غیر بزدل شخص چل رہا تھا۔“

اَعْنِيْ رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ فَضْلَهُ عَلٰى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوٰى وَ بِالْجُوْدِ
”یعنی معبود خلق کے رسول ﷺ جنہیں اس نے تقویٰ اور جود و کرم کی صفات میں تمام

مخلوق پر فضیلت دی ہے۔“

وَ قَدْ زَعَمْتُمْ بِأَن تَحْنُوا ذِمَّارَكُمْ وَ مَاءٌ بَدْرٌ زَعَمْتُمْ غَيْرَ مَوْزُودٍ
”اس وقت تم نے دعویٰ کیا کہ تم اپنی ذمہ داری کی چیزوں کی حفاظت کرو گے اور بدر کے
چشمے کے متعلق تم نے دعویٰ کیا کہ وہ ناقابلِ نزول ہے۔“

ثُمَّ وَدَدْنَا وَ لَمْ نَسْمَعْ لِقَوْلِكُمْ حَتَّى شَرِبْنَا رِوَاءَ غَيْرِ تَصْرِيدٍ
”پھر بھی ہم اس چشمے پر پہنچ گئے اور ہم نے تمہاری بات نہ سنی یہاں تک کہ ہم اس قدر
سیراب ہو گئے کہ پینے کی کوئی کمی نہ رہی۔“

مُسْتَعْصِبِينَ بِحَبْلِ غَيْرِ مُنْجِدٍ مُسْتَحْكِمٍ مِّنْ جِبَالِ اللَّهِ مَمْدُودٍ
”در آں حالیکہ ہم اللہ کی رسیوں میں سے ایک دراز کی ہوئی نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو
تھامے ہوئے تھے۔“

فِينَا الرُّسُولُ وَ فِينَا الْحَقُّ نَتَّبِعُهُ حَتَّى السَّاتِ وَ نَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُودٍ
”ہم میں رسول کریم ﷺ ہیں اور ہم میں حق ہے جس کی پیروی ہم مرتے دم تک کرتے
رہیں گے اور (ہم میں) لامحدود مدد ہے۔“

وَ أَفِ وَ مَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ بَدْرٌ أَنَارَ عَلَى كُلِّ الْآمَاجِيدِ
”جو مکمل، تیز اور ایسا شہاب ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، چودھویں رات کا چاند
ہے جس نے تمام عزت و شان والوں کو روشن کر دیا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان کا یہ شعر مُسْتَعْصِبِينَ بِحَبْلِ غَيْرِ مُنْجِدٍ حضرت ابو زید
النصاری سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
خَابَتْ بَنُو أَسَدٍ وَ أَبَ غَزِيَّتِهِمْ يَوْمَ الْقَلِيبِ بِسَوْءٍ ۖ وَ فَضُوحِ
”بنی اسد نا کام ہوئے اور ان کی جنگجو جماعت کنویں کے روز (بدر کے روز) بے حیائی اور
رسوائی کے ساتھ واپس ہو گئی۔“

مِنْهُمْ أَبُو الْعَاصِي تَجَدَّلَ مُقْعَصَا عَنْ ظَهْرِ صَادِقَةِ النَّجَاءِ سَبُوحِ
”ان میں سے ایک ابو العاصی ہے جو تیز رفتار تیراک (گھوڑے) کی پیٹھ سے دھڑام سے
گر کر ہلاک ہو گیا۔“

حَيْنًا لَهُ مِنْ مَّانِعٍ بِسِلَاحِهِ لَمَّا ثَوَى بِمَقَامِهِ الْمَذْبُوحِ
”جب وہ ذبح کے لئے جانے کی جگہ پیوند خاک ہوا تو اس کے ہتھیار سے اس کی حفاظت کرنے والی صرف اس کی موت تھی۔“

وَالْمَرْءَ زَمْعَةً قَدْ تَرَكَنَ وَ نَحْرُهُ يَذْمَى بِعَانِدٍ مُعْبِطٍ مَسْفُوحِ
”اور زمعہ جیسے شخص کو انہوں نے ایسی حالت میں چھوڑ دیا کہ اس کے حلق سے نہ رکنے والا تازہ بہنے والا خون بہہ رہا تھا۔“

مُتَوَسِّدًا حُرَّ الْجَبِينِ مُعَفَّرًا قَدْ عَزَّ مَادُنُ أَنْفِهِ بِقُبُوحِ
”جبین ناز خاک آلود ہو کر زمین پر ٹکی ہوئی تھی اور اس کی ناک کی بنی گندگی سے آلودہ تھی۔“

وَنَجَا ابْنُ قَيْسٍ فِي بَقِيَّةِ رَهْطِهِ بِشَفَا الرِّمَاقِ مُوَلِّيًا بِجُرُوحِ
”اور ابن قیس اپنی باقی ماندہ جماعت کے ساتھ زخم خوردہ زندگی کے آخری کنارے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا اور بچ نکلا۔“

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَتَى أَهْلَ مَكَّةَ إِبَارَتَنَا الْكُفَّارَ فِي سَاعَةِ الْعُسْرِ
”کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا دیگرگوں حالت میں کافروں کو ہمارے ہلاک کرنے کی خبر اہل مکہ تک پہنچی (یا نہیں)؟“

قَتَلْنَا سَرَاةَ الْقَوْمِ عِنْدَ مَجَالِنَا فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَّا بِقَاصِصَةِ الظُّهْرِ
”ہم نے اپنے حملے کے وقت اس قوم کے سرداروں کو قتل کر دیا تو وہ ٹوٹی ہوئی کمری لے کر ہی واپس لوٹے۔“

قَتَلْنَا أَبَا جَهْلٍ وَ عُتْبَةَ قَبْلَهُ وَ شَيْبَةَ يَكْبُو لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّحْرِ
”ہم نے ابو جہل کو اور اس سے پہلے عتبہ اور شیبہ کو بھی اس حالت میں قتل کر دیا کہ وہ ہاتھوں اور سینے کے بل اوندھا پڑا تھا۔“

قَتَلْنَا سُوَيْدًا ثُمَّ عُتْبَةَ بَعْدَهُ وَ طُعْمَةَ آيْضًا عِنْدَ ثَائِرَةِ الْقَتْرِ
”ہم نے سوید کو پھر اس کے بعد عتبہ کو قتل کر دیا اور دو غبار اڑتے وقت طعمہ کو بھی قتل کر دیا۔“

فَكَمْ قَدْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيمٍ مُرَذَّلٍ لَهُ حَسَبٌ فِي قَوْمِهِ نَابَهُ الدِّكْرُ
”غرض ہم نے کتنے ہی مصیبت کے مارے بلند مرتبہ لوگوں کو قتل کر دیا جن کے کارناموں کی

ان کی قوم میں بڑی شہرت تھی۔“

تَوَكَّنَاهُمْ لِلْعَاوِيَاتِ يَنْبَنَّهُمْ وَ يَصْلَوْنَ نَادًا بَعْدَ حَامِيَةِ الْقَعْرِ
”ہم نے انہیں بھونکنے والوں (بھیڑیوں) کے لئے چھوڑ دیا جو بار بار ان کے پاس آتے
ہیں اور اس کے بعد وہ ایسی آگ میں داخل ہوں گے جس کی گہرائی میں سخت گرمی ہے۔“

لَعَمْرُكَ مَا حَامَتْ فَوَارِسُ مَالِكٍ وَ أَشْيَا عَنْهُمْ يَوْمَ التَّقِيْنَا عَلَى بَدْرِ
”تیری زندگی کی قسم! جس روز میدان بدر میں ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو مالک کے
شہسواروں اور ان کے ساتھیوں نے کچھ مدد نہ کی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا یہ شعر مجھے حضرت ابوزید انصاری نے سنایا:
قَتَلْنَا أَبَا جَهْلٍ وَ عُتْبَةَ قَبْلَهُ وَ شَيْبَةَ يَكْبُوْ لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّخْرِ
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
نَجَّى حَكِيمًا يَوْمَ بَدْرِ شَدَّاهُ كَنَجَاءِ مُهْرٍ مِّنْ بَنَاتِ الْاَعْوَجِ
”بدر کے روز اعوج نامی گھوڑی کی پچھریوں میں سے ایک پچھیرے کی تیزی کی طرح حکیم کو
اس کی دوڑ نے بچالیا۔“

لَمَّا رَأَى بَدْرًا تَسِيلُ جَلَاهُ بِكَيْبَةِ خَضْرَاءٍ مِّنْ بَلَخَزَرَجِ
”جب اس نے دیکھا کہ بنی خزرج کا ایک بہت بڑا لشکر وادی بدر کے سامنے والے
کنارے سے امنڈا چلا آ رہا ہے۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول بِكَيْبَةِ خَضْرَاءٍ مِّنْ بَلَخَزَرَجِ۔ اہل عرب اسود (سیاہ) کی
جگہ اخضر (سبز) کا کلمہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں لَيْلٌ اخْضَرُ (تاریک رات) جیسا کہ ذوالرمہ نے کہا:
قَدْ اَعْسَفَ النَّازِحُ الْمَجْهُولُ مَعْسَفُهُ فِي ظِلِّ اخْضَرَ يَدْعُوْ هَامَةَ الْيَوْمِ
”رات کے وقت تاریک سائے میں نامعلوم راستے پر دور جانے والا لڑکوں کی کھوپڑیوں کو پکارتا
ہوا چل پڑا۔“

اخضر کو اسود اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کی سبزی گھنی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: مُذْهَبًا مَّشْنً
(الرحمن) مفسرین نے اس کا معنی یہ کیا ہے سَوَادَانٍ مِّنْ شِدَّةِ الْخَضَرَةِ ”نہایت سبز ہونے کی وجہ
سے سیاہی مائل۔“

لَا يَنْكَلُونَ إِذَا لَقُوا أَعْدَاءَهُمْ يَمْشُونَ عَائِدَةَ الطَّرِيقِ الْمَنْهَجِ
 ”وہ (بنی خزرج) جب اپنے دشمنوں کے مقابل ہوتے ہیں تو رعب زدہ نہیں ہوتے (اور)
 شاہراہ (سے ہٹ کر اس) کے کنارے پر نہیں چلتے۔“

كَمْ فِيهِمْ مِنْ مَّاجِدٍ ذِي مَنَعَةٍ بَطُلٍ بِنَهْلِكَةِ الْجَبَانِ الْمُخْرَجِ
 ”اس میں کتنے ہی ایسے ہیں جو عظمت و شان والے، اپنی حفاظت کرنے والے، بہادر ہیں
 جو مضطرب بزدلوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔“

وَمُسَوِّدٍ يُعْطَى الْجَزِيلَ بِكَفِّهِ حَمَالٍ أَثْقَالِ الدِّيَاتِ مُتَوَجِّعٍ
 ”اور کتنے ہی سردار ہیں جو اپنے ہاتھوں بہت کچھ دینے والے ہیں، دیتوں کے بار اٹھانے
 والے تاجدار ہیں۔“

ذَيْنَ النَّدَى مُعَاوِدٍ يَوْمَ الْوَعَى ضَرْبَ الْكُمَاةِ بِكُلِّ أَبْيَضٍ سَلْجَبِ
 ”مجلس کی زینت ہیں، جنگ کے روز ہر سفید (چمکتی ہوئی) گھائل کر دینے والی تلوار کے
 ساتھ پہلوانوں پر بار بار وار کرنے والے ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا قول سلججہ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔
 علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
 فَمَا نَخْشِي بِحَوْلِ اللَّهِ قَوْمًا وَ إِن كَثُرُوا وَاجْمَعَتِ الزُّخُوفُ
 ”اللہ کے فضل سے ہم کسی قوم سے نہیں ڈرتے اگرچہ وہ کتنے ہی زیادہ ہو جائیں اور لشکروں
 کے لشکر جمع کر لیں۔“

آپ کا قول ہے بَلْخَزْرَجٍ۔ اس سے آپ کی مراد بنی خزرج ہیں۔ نون کو حذف کر دیا کیونکہ اس
 کا خرج لام کے مخرج کے قریب ہے اور عرب اس طرح کے کلمات میں اجماع لائین کی کراہیت کی بنا
 پر ایک لام کو حذف کرتے ہیں جیسے عَلَمَاءُ اور ظَلَمْتُ۔ اسی طرح تشدید کی کراہیت کی بناء پر أَحْسَنُ
 (میں) ایک سین کو حذف کر دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں
 ہے: تَرَبَّتْ يَمِينُكَ وَالَّتِ۔ اس سے آپ کی مراد اِلَّتِ ہے یعنی تو تنگ دست ہو گئی اور تجھے نیزہ مارا
 گیا۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: مَالَهُ اُلٌّ وَ غُلٌّ۔ ”اس کے لئے کوئی دشمنی اور طوق نہیں
 ہے۔“ اور یہ کلمہ اَلَّتِ بھی مروی ہے۔ اس صورت میں تاء علامت تانیث ہوگی یعنی اَلَّتِ يَذُكُ
 ”تیرے ہاتھ کو نیزہ مارا گیا۔“

إِذَا مَا أَلْبُوا جَمْعًا عَلَيْنَا كَفَانًا جَدَّهْم رَّبُّ زَوْوَفُ
”جب وہ ہمارے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرتے ہیں تو ان کی قوت کے مقابلے میں ہمارے لئے مہربان پروردگار کافی ہو جاتا ہے۔“

سَمَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالْعَوَالِي سِرَاعًا مَا تَضَعُضَعُنَا الْخُتُوفُ
”ہم بدر کے روز اونچے اونچے نیزے لے کر تیزی سے اس طرح چھا گئے کہ ہماری موتیں ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتی تھیں۔“

فَلَمْ تَرَ غُصْبَةً فِي النَّاسِ اَنَّكِي لِيْنُ عَادُوا إِذَا لَقِحتُ كَشُوفُ
”پھر جب نہ خواہش کرنے والی اونٹنی گا بھن ہو گئی (کام ختم ہو گیا) تو تو لوگوں میں کوئی ایسا گروہ نہیں دیکھے گا جو ان لوگوں سے زیادہ اپنے دشمنوں سے مقہور ہو۔“

وَ لَكِنَّا تَوَكَّلْنَا وَ قَلْنَا مَاثِرُنَا وَ مَعْقِلْنَا الشُّيُوفُ
”لیکن ہم نے (اللہ پر) توکل کیا اور کہا ہمارے قابل ستائش کام اور ہماری پناہ گاہ تلواریں ہیں۔“

لَقِينَاهُمْ بِهَا لَنَا سَمَوْنَا وَ نَحْنُ عِصَابَةٌ وَ هُمْ الْوُفُ
”جب وہ ہمیں دور سے دکھائی دیے تو ہم نے ان تلواروں کے ساتھ ان سے مقابلہ کیا

اس کے متعلق ہمارے پاس کتاب مسلم کی ایک تیسری روایت بھی ہے، اس میں ہے: تَرَبَّتْ يَدَاكَ وَ اَلَّتْ۔ تاء کے کسرہ اور لام کی تشدید کے ساتھ۔ یہ ان لوگوں کی لغت ہے جو رَدَدَتْ کو رَدَّتْ بولتے ہیں، یعنی ضمیر فاعل کے ساتھ ادغام کر دیتے ہیں۔ یہ ایک لغت ہے جسے سیبویہ نے اس عنوان سے بیان کیا: ”مِنْ اَحْكَامِ الْاَفْعَالِ الْمَبْنِيَةِ عَلَى صِيغَةِ الْمَبْنِيِّ لِلْمَجْهُولِ“۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِكُلِّ اَبْيَضٍ سَلَجَجٍ۔ سلجج وہ تیز تلوار ہوتی ہے جس کا وار بڑی آسانی سے کاٹا چلا جاتا ہے۔ اسی سے ایک ضرب المثل ہے: اَلَا خُذْ سَلَجَانَ وَالْقَضَاءُ لِيَانٌ۔ یعنی قرض لینا آسان ہے اور واپس کرنا مشکل یعنی لینا آسان ہے جو بغیر کسی تنگدستی کے حلق میں چلا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے: اَلَا خُذْ سُخْرِيْطَ وَ الْقَضَاءُ ضَرْيُطٌ۔ یعنی کسی چیز کو حاصل کرنا آسان ہے لیکن اسے لوٹانا بہت مشکل ہے۔ پس سلجج بھی اسی سے ہے مگر اہل عرب جیم کو مضاعف کرتے ہیں جس طرح مَهْدَد کی دال کو مضاعف کرتے ہیں۔ وہ اسے جعفر کے ساتھ الحاق کر کے ادغام کرتے ہیں۔

حالانکہ ہم ایک چھوٹی سی جماعت تھے اور وہ ہزاروں تھے۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی جمح اور ان کے مقتولوں کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی فرمائے:

جَحَحَتْ بَنُو جُحَحٍ لِشِقْوَةٍ جَدِّهِمْ إِنَّ الدَّلِيلَ مُوْغِلٌ بِذَلِيلٍ
”بنی جمح نے اپنی بد بختی کی وجہ سے سرکشی کی، بے شک ذلیل شخص کو ذلیل ہی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔“

قُتِلَتْ بَنُو جُحَحٍ بِبَدْرِ عَنَوَةٍ وَ تَخَاذَلُوا سَعِيًّا بِكُلِّ سَبِيلٍ
”بنی جمح کو بدر کے روز غلبہ پا کر قتل کر دیا گیا اور انہوں نے ہر راستے کی کوشش میں ایک دوسرے کو رسوا کیا۔“

جَحَدُوا الْكِتَابَ وَ كَذَّبُوا بِمُحَمَّدٍ وَاللَّهُ يُظْهِرُ دِينَ كُلِّ رَسُولٍ
”انہوں نے کتاب (الہی) کا انکار کیا اور محمد (رسول اللہ ﷺ) کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر رسول کے دین کو غلبہ ہی دیا کرتا ہے۔“

لَعَنَّ الْإِلَٰهَ أَبَا خُزَيْمَةَ وَأَبْنَهُ وَالْخَالِدَيْنِ وَ صَاعِدَ بْنَ عَقِيلٍ
”معبود حقیقی نے ابو خزیمہ، اس کے بیٹے، دونوں خالدوں اور صاعد بن عقیل کو ذلیل و رسوا کر دیا۔“

پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب نے غزوہ بدر اور اپنا پاؤں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کئے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے:

لَعَرُّ أَبَيْكُمَا يَا ابْنِي لُؤَيٍّ عَلَى ذَهْوٍ لَدَيْكُمْ وَأَنْتِخَاءُ
الْأَنْتِخَاءُ النَّخْوَةُ سے باب افتعال ہے۔ کہا جاتا ہے نُخِيَ الرَّجُلُ وَأَنْتَخَى۔
(آدمی نے تکبر کیا) اور الزَّهْوُ سے کہا جاتا ہے ذَهَى وَأَذْهَى (تکبر کیا)۔ اس طرح کے
افعال سے امر کا صیغہ صرف لام کے ساتھ ہی آتا ہے کیونکہ اس میں فعل غیر مخاطب کے لئے ہوتا
ہے اور جب غیر مخاطب کو کوئی حکم دیا جائے تو صیغہ امر لام کے ساتھ ہی لایا جاتا ہے جیسے آپ کا
قول ہے لَتَزَّهْ يَا فُلَانُ (اے فلاں! تو تکبر کر) اور لَتُعْنَ بِحَاجَتِي (چاہیے کہ آپ میری
حاجت میں مشغول ہوں) اور قِیَاسٌ یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس فعل سے فعل تعجب اور اسم تفضیل

کئے کے متعلق یہ اشعار کہے جس پاؤں پر اس وقت ضرب لگی تھی جب آپ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر دشمن کی دعوتِ مبارزت کے جواب میں نکلے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر حضرت عبیدہ کے ان اشعار کا انکار کرتے ہیں:

سَتَبْلَغُ عَنَّا أَهْلَ مَكَّةَ وَقَعَةً يَهْبُ لَهَا مَنْ كَانَ عَنْ ذَاكَ نَائِيًا
”عقرب مکہ والوں کو ہماری طرف سے ایک ایسے واقعہ کی خبر پہنچے گی جس کو سن کر وہ شخص بھی بے چین ہو جائے گا جو اس سے بہت دور ہے۔“

بِعُتْبَةَ إِذْ وَلَّى وَ شَيْبَةَ بَعْدَهُ وَ مَا كَانَ فِيهَا بِكُرٍ عُتْبَةَ رَاضِيًا
”عتبہ کی خبر جب اس نے پیٹھ پھیری اور اس کے بعد شیبہ کی اور اس حالت کی جس میں رہنے پر عتبہ کا پہلو ٹھسی کا لڑکا راضی ہو گیا۔“

فَإِنْ تَقَطَّعُوا رَجُلِي فَإِنِّي مُسْلِمٌ أَرْجِي بِهَا عَيْشًا مِّنَ اللَّهِ دَانِيًا
”پھر اگر تم نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو (کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ) میں تو مسلمان ہوں، اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ سے ایک آسودہ زندگی کا امیدوار ہوں۔“

مَعَ الْخُورِ أَمْثَالَ التَّمَائِيلِ أَخْلَصَتْ مَعَ الْجَنَّةِ الْعُلْيَا لِمَنْ كَانَ عَالِيًا
”(جو زندگی) مجسموں کی مانند خوروں کے ساتھ (ہوگی) جو بلند درجہ جنت میں بلند درجہ لوگوں کے لئے مخصوص ہوں گی۔“

وَ بَعْتُ بِهَا عَيْشًا تَعَرَّقَتْ صَفْوَةٌ وَ عَالَجَتْهُ حَتَّى فَقَدْتُ الْآدَانِيَا
”اور میں نے اس جنت کے بدلے ایسی زندگی بیچ ڈالی جس کی صفائی کو میں نے ملا دیا اور اس بارے اس قدر کوشش کی حتیٰ کہ قریبی رشتہ داروں کو کھو دیا۔“

کے صیغے نہ بولے جائیں جیسا کہ مرکوب کے بارے میں مَا أَرَكَبُهُ اور مضروب کے بارے میں مَا أَضْرَبُهُ نہیں کہا جاتا لیکن ان جیسے افعال سے یہ صیغے آئے ہیں: مَا أَزْهَاهُ، مَا أَعْنَاهُ بِحَاجَتِي اور عربوں نے یہ بھی کہا ہے: هُوَ أَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النَّحْيَيْنِ (وہ ذاتِ النحیین سے بھی زیادہ مشغول ہے) وَ هُوَ أَزْهَى مِنْ غُرَابٍ (وہ کوئے سے بھی زیادہ متکبر ہے) حالانکہ ان سب افعال کے صیغے مجہول آتے ہیں یعنی زُهِی، شُغِلَ، مَشْغُولٌ، مَزْهُوٌ اور مجنون کے بارے میں کہا گیا ہے: مَا أَجَنَّهُ۔ اسے ابو عمر صالح بن اسحاق الجرمی نے بیان کیا ہے اور سیبویہ نے کہا: یاد رکھیے اہل عرب جس چیز کا قصد کرتے ہیں تو اسے اپنے کلام میں کہتے ہیں أَهْمُ

فَاكْرَمَنِي الرَّحْمَنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّهِ بِثَوْبٍ مِنَ الْإِسْلَامِ غَطَّى الْمَسَاوِيَا
”اور رحمن نے اپنے فضل و احسان سے مجھے ایسی خلعت اسلام سے سرفراز فرمایا جس نے
میرے تمام عیبوں کو ڈھانپ لیا۔“

وَمَا كَانَ مَكْرُوهًا إِلَى قِتَالِهِمْ غَدَاةَ دَعَا الْأَكْفَاءَ مَنْ كَانَ دَاعِيَا
”اور ان لوگوں سے جنگ کرنا مجھے کچھ برا نہ لگا جس روز بلانے والوں نے (اپنے)
ہمسروں کو (مقابلہ کے لئے) بلایا۔“

وَلَمْ يَبْغِ إِذْ سَأَلُوا النَّبِيَّ سَوَائِنَا ثَلَاثَتَنَا حَتَّى حَضَرْنَا الْمَنَادِيَا
”اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا تو آپ نے ہم تینوں کے سوا اور کسی کو
طلب نہ فرمایا یہاں تک کہ ہم پکارنے والے کے پاس حاضر ہو گئے۔“

لَقِينَاهُمْ كَالْأَسَدِ تَخْطِرُ بِالْقَنَا نَقَاتِلُ فِي الرَّحْمَنِ مَنْ كَانَ عَاصِيَا
”ہم نیزے لے کر شیروں کی طرح اکڑ کر چلتے ہوئے ان سے جا ملے اور رحمن کی راہ میں
اس سے جنگ کرنے لگے جو نافرمان تھا۔“

فَمَا بَرَحْتُ أَقْدَامَنَا مِنْ مَقَامِنَا ثَلَاثَتَنَا حَتَّى أَزِيؤُوا الْمَنَائِيَا
”غرض ہم تینوں کے قدم اپنے مقام سے نہ ڈل گئے یہاں تک کہ موتوں سے ان کی
ملاقات کرا دی گئی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ کے پاؤں پر ضرب لگی تو آپ نے فرمایا سنو!
بخدا! اگر ابوطالب آج کے دن موجود ہوتے تو جان لیتے کہ میں یہ اشعار کہنے کا زیادہ حقدار ہوں
جو انہوں نے کہے:

اور جس چیز کے بیان کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں اَعْنَى۔ حالانکہ اس چیز اور اس بیان کا وہ قصد
کر رہے ہوتے ہیں (لیکن اسم تفصیل کی نسبت مفعول بہ کی طرف کرتے ہوئے) کہتے ہیں اَهُمْ وَ
اَعْنَى حالانکہ وہ چیز ان کے ارادہ اور بیان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح وہ اس بیان کے ساتھ
مَعْنِيُونَ (ارادہ کئے گئے) ہیں جیسا کہ مُضَرُّوْنَ وِیُونَ تو ان افعال میں وہ صورت جائز ہے جو آپ دیکھ
رہے ہیں۔ اس کے جواز کا سبب یہ ہے کہ ان افعال میں مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل ہوتا ہے چنانچہ
مُؤْخُوْ حَقِیْقَتِ میں تمبر کرنے والا ہے اور مَنخُوْ بھی اسی طرح ہے اور مشغول حقیقت میں کام سرانجام
دینے والا ہے اور اَلْمَعْنَى بِالْأَمْرِ حَقِیْقَتِ میں کام کا ارادہ کرنے والا ہے اور اَلْمَجْنُونُ اَلْأَحَقُّ کی

كَذَبْتُمْ وَ بَيَّتَ اللّٰهُ يُبْزِي مُحَمَّدٌ وَ لَمَّا نَطَاعِنَ ذَوْنَهُ وَ نُنَاضِلِ
 ”بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تو ہم
 نے ان کے دفاع کے لئے نہ نیزہ بازی کی ہے اور نہ تیر اندازی۔“

وَ نُسْلِمُهُ حَتّٰی نَصْرَعُ حَوْلَهُ وَ نُدْهَلَ عَنْ اَبْنَانِنَا وَالْحَلَالِ
 ”اور (تم نے جھوٹ کہا کہ) ہم انہیں (تمہارے) حوالے کر دیں گے جب تک ہماری
 لاشیں ان کے ارد گرد پڑی ہوئی نہ ہوں۔ ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بھی ان کے لئے بے
 پروا ہو جائیں گے۔“

یہ دونوں شعر حضرت ابوطالب کے ایک قصیدہ میں ہیں جس کا کتاب کے گزشتہ صفحات میں
 ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبیدہ بن حارث کے متعلق حضرت کعب کا مرثیہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنے
 پاؤں کے زخم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے تو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے ان
 کے مرثیے میں یہ اشعار کہے:

اَيَا عَيْنٍ جُودِيْ وَ لَا تَبْخَلِيْ بِدَمْعِكَ حَقًّا وَ لَا تَنْزِدِيْ
 اے آنکھ! اپنے آنسو کی سخاوت کر اور نہ بخل کر اور نہ کوتاہی کر کہ ان کے لئے یہی زیبا ہے۔
 عَلٰی سَيِّدٍ هٰذَا هَلَكَةُ كَرِيْمٍ الْمَشَاهِدِ وَالْعَنْصُرِ
 ”ایسے سردار پر جس کی وفات نے ہمیں ڈھیر کر دیا جو جنگی کارناموں اور نسب کے لحاظ سے
 نہایت شریف تھا۔“

طرح ہے۔ کہا جاتا ہے مَا اَجَنَّهُ جِيسے کہا جاتا ہے مَا اَحْقَقَهُ لیکن مضروب، مرکوب، مشتم اور
 مدوح کے صیغے اس طرح نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کے بارے میں مَا اَفْعَلَهُ اور هُوَ اَفْعَلُ
 مِنْ غَيْرِهِ نہیں کہا جاتا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ اس قیاس کا تقاضا بھی تو یہی ہے کہ مفعول کے بارے میں فعل امر بغیر لام کے
 لایا جائے جس طرح فاعل کے لئے بغیر لام کے فعل امر لایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ مفعول
 معنی کے لحاظ سے فاعل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے امر فعل مضارع سے مشتق ہوتا ہے اور وہ تَضَرَّبُ
 اور تَخْرُجُ ہے۔ جب آپ فعل امر بنانا چاہتے ہیں تو حرف مضارع کو حذف کر دیتے ہیں اور فعل کے

جَرِيءُ الْمُقَدِّمِ شَاكِي السَّلَاحِ كَرِيمِ الشَّنَا طَيِّبِ الْمَكْسِرِ
”پیش قدمی کرنے میں جرأت مند، تیز ہتھیار والا، بہترین تعریف والا اور تجربے کے بعد
بھی بہترین ثابت ہونے والا تھا۔“

عَبِيدَةُ أَمْسَى وَ لَا تَرْتَجِيهِ لِعُرْفِ عَرَانَا وَ لَا مُنْكَرِ
”عبیدہ پر جو شام کے وقت ایسی حالت میں ہو گیا کہ ہم کسی خوشحالی اور بدحالی کے لئے جو ہم
پر نازل ہو اس سے امید نہیں کر سکتے۔“

وَ قَدْ كَانَ يَحْيَى غَدَاةَ الْقِتَالِ حَامِيَةَ الْجَيْشِ بِالْبَيْتِ
”حالانکہ جنگ کی صبح وہ اپنی تلوار کے ساتھ لشکر کے آخری حصے کی حفاظت کر رہا تھا۔“
غزوہ بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے بارے میں یہ اشعار بھی فرمائے:

الْأَهْلُ أَتَى غَسَّانَ فِي نَائِي دَارَهَا وَ أَخْبِرْ شَيْءَ بِالْأُمُورِ عَلَيْهَا
”ذرا سنو تو! کیا بنی غسان کو اپنے گھروں سے دوری کی حالت میں یہ خبر پہنچی ہے؟ اور امور
کے متعلق سب سے زیادہ باخبر وہی ہوتا ہے جو ان کو خوب جانتا ہو۔“

بَانَ قَدَرٌ مَّتْنًا عَنْ فَسِي عَدَاوَةٍ مَعَدُّ مَعَا جُهَاثَهَا وَ حَلِيمَتَهَا
”کہ بنی معد کے جاہلوں اور عقلمندوں دونوں قسم کے لوگوں نے سخت دشمنی کی وجہ سے ہمیں
اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔“

لَا نَا عَبْدَنَا اللَّهُ لَمْ نَرْجُ غَيْرَهُ رَجَاءَ الْجَنَانِ إِذْ أَتَانَا زَعِيمَتَا
”اس لئے کہ جب ہمارے پاس جنتوں کا ضامن (رسول) تشریف لایا تو ہم نے ان
جنتوں کی امید میں اللہ کی عبادت کی اور کسی غیر سے امید نہ رکھی۔“

نَبِيٌّ لَهُ فِي قَوْمِهِ إِرْثُ عِزَّةٍ وَ أَعْرَاقُ صِدْقٍ هَدَّبَتْهَا أَرْوَمُهَا
”وہ نبی (تشریف لایا) جسے اپنی قوم میں موروثی عزت اور سچائی کی ایسی صفات حاصل ہیں

حروف اصلی اپنے اصلی وزن پر باقی رہتے ہیں لیکن تڑھلی اور تُشْغَلُ میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ان
سے اگر آپ حرف مضارع کو حذف کر دیں تو فعل کا وزن ایسا بن جاتا ہے جو نہ غائب کے لئے آتا ہے
اور نہ مخاطب کے لئے، کیونکہ فعل امر مخاطب کا وزن اِفْعَلْ ہے اور فعل امر غائب کا وزن لِيَفْعَلْ ہے
اور جو وزن ہم نے فرض کیا ہے وہ ان دونوں کے موافق نہیں کیونکہ زُهَيْتُ کے مضارع میں آپ کہتے

جن کے اصول نے انہیں مہذب بنا دیا ہے۔“

فَسَارُوا وَ سِرْنَا فَالْتَقَيْنَا كَانْنَا اُسُوْدُ لِقَاءِ لَا يَرْجِي كَلِمَتَهَا
”پس وہ بھی چلے اور ہم بھی چلے اور ہم ان کے مقابلے میں اس طرح آئے گویا ہم مقابلے کے ایسے شیر ہیں جن کے زخم خوردہ (کے بچنے) کی امید نہیں کی جاتی۔“

ضَرْبَتَاهُمْ حَتَّى هَوَىٰ فِي مَكْرِنَا لِنَخْرِ سَوْءٍ مِّنْ لُّوَيِّ عَظِيمَتَا
”ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہمارے حملے میں بنی لوی کا بڑا سردار اوندھے منہ بری طرح گڑھے میں جا گرا۔“

فَوَلَّوْا وَ دُسْنَاهُمْ بِيَضِ صَوَادِمِ سَوَاءٍ عَلَيْنَا حِلْفُهَا وَ صَبِيَّتَا
”پس انہوں نے پیٹھ پھیری اور ہم نے تیز کاٹنے والی چمکتی تلواروں کے ساتھ انہیں پامال کر دیا، ہمارے لئے ان کے حلیف اور ان کے اصلی افراد دونوں برابر تھے (ہم نے سب کو پامال کر دیا)۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

لَعَمْرُ اَبِيْكُمْ يَا اَبْنَى لُّوَيِّ عَلٰی زَهْوٍ لَّدَيْكُمْ وَاَنْتِخَاءِ
”اے بنی لوی کے دو بیٹو! تمہارے باپ کی زندگی کی قسم! تمہارے اندر (اپنی قوتوں پر) تکبر اور نخوت کے باوجود

لَمَّا حَامَتْ فَوَارِسُكُمْ يَبْدُرُ وَ لَا صَبْرًا بِهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ
تمہارے سواروں نے بدر میں تمہاری کوئی حفاظت نہ کی اور نہ وہ مقابلے کے وقت ثابت قدم رہ سکے۔“

وَرَدْنَاهُ بِنُورِ اللّٰهِ يَجْلُوْ دُجَى الظُّلُمَاتِ عَنَّا وَالْغَطَاءِ
”ہم اس مقام پر اللہ کا نور لے کر پہنچے جو ہم سے اندھیری رات کی تاریکیاں اور حجابات دور کر رہا تھا۔“

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْدُمُنَا بِاَمْرِ مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ اُحْكِمَ بِالْقَضَاءِ

میں اُڑھی اور شُغِلْتُ کے مضارع میں کہتے ہیں اَشْغَلَ۔ اس طرح یہ وزن شُغِلْتُ فَانْتَ مَشْغُوْلٌ کے باب سے نکل کر شُغِلْتُ غَيْرَكَ فَانْتَ شَاغِلٌ کے باب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس میں امر لام کے ساتھ ہی آتا ہے۔

” (وہ نور) اللہ کا رسول تھا جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم کے تحت ہمارے آگے چل رہا تھا جسے قضاء و قدر سے مستحکم کیا گیا تھا۔“

فَمَا ظَفِرَتْ فَوَارِسُكُمْ بِيَدٍ وَمَا رَجَعُوا إِلَيْكُمْ بِالسَّوَاءِ
”تمہارے گھڑسواروں نے میدانِ بدر میں نہ فتح حاصل کی اور نہ تمہاری طرح صحیح و سالم واپس لوٹے۔“

فَلَا تَعْجَلْ أَبَا سُفْيَانَ وَارْقُبْ جِيَادَ الْخَيْلِ تَطْلُعُ مِنْ كَدَاءِ
”پس اے ابوسفیان! جلدی نہ کر بلکہ ان عمدہ گھوڑوں کا انتظار کر جو مقامِ کداء سے چڑھ آئیں گے۔“

بِنَصْرِ اللَّهِ رُوحَ الْقُدُسِ فِيهَا وَمِيكَالُ، فَيَاطِيبُ الْمَلَاءِ
”اللہ کی نصرت کے ساتھ (چڑھ آئیں گے) جس میں روح القدس اور میکائیل بھی ہوں گے۔ پس یہ کیسی بہترین جماعت ہے۔“

رسول کریم ﷺ اور اصحابِ قلبِ بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار
طالب بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے اور بدر کے روزِ کنوئیں میں پھینکے جانے والے قریش کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

أَلَا إِنَّ عَيْنِي أَنْفَدَتْ دَمْعَهَا سَكْبًا تَبْكِي عَلَى كَعْبٍ وَمَا إِنْ تَرَى كَعْبًا
”سنو! بے شک میری آنکھ نے بنی کعب پر رو رو کر بہتے ہوئے آنسو ختم کر دیے ہیں لیکن اسے بنی کعب کا کوئی فرد نظر نہیں آتا۔“

أَلَا إِنَّ كَعْبًا فِي الْحُرُوبِ تَخَازَلُوا وَارْدَاهُمْ ذَا الدَّهْرِ وَاجْتَرَحُوا ذَنْبًا
”سنو! بنی کعب نے جنگوں میں ایک دوسرے کو رسوا کر دیا اور گناہ کا ارتکاب کیا تو اس زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا۔“

وَعَامِرُ تَبْكِي لِلْمَلِيَّاتِ غَدَوَةً فَيَالَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَرَى لَهَا قُرْبًا
”اور بنی عامر صبح سویرے آفتوں کے نزول پر رو رہے ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں

شاعر کا قول ہے: وَمِيكَالُ فَيَاطِيبُ الْمَلَاءِ۔ اس سے مراد الملاء ہے اور یہ مقصور کو محدود پڑھنے کے قبیل سے نہیں کیونکہ نظم و نثر دونوں میں عصی کو عصا اور دحی کو رحاء کہنا جائز ہے۔ اگرچہ عرب لوگ ضرورت کی بنا پر حرکات میں اشباع کرتے ہیں اور اَنَّكَ لَكُلُّ كَوَالِكَ لَكُلُّ اور الصَّيَارِفُ کو

ان دونوں (قبیلوں) کو قریب سے دیکھ سکوں گا؟“

هٰمَآ اَخَوَاۤی لَّنْ یُعَدَّآ لِغَیَّةٍ تُعَدُّ وَ لَنْ یُسْتَمَّ جَارُهُمَا غَضَبًا
وہ دونوں (قبیلے) میرے ایسے بھائی ہیں جن کو کسی غیر باپ کی طرف نسبت میں شمار نہیں کیا
جاتا جب وہ شمار کی جارہی ہو اور نہ ان کے پڑوسی سے مال کے چھن جانے کا سوال کیا جاتا ہے۔
فِیَا اَخَوَیْنَا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوَفَلًا فِذَا لَکُمَا لَا تَبْعَثُوْا بَیْنَنَا حَرْبًا
”پس! اے ہمارے دونوں برادر (قبیلو!) عبد شمس اور نوفل! میں تم دونوں پر فدا ہوں،
ہمارے درمیان جنگ برپا نہ کرو۔“

وَ لَا تُصْحِبُوْا مِنْۢ بَعْدِ وُدِّ وَّ اَلْفَةٍ
”اور محبت و الفت کے بعد ایسے (عبرت ناک) واقعات کی صورت اختیار نہ کر لو جن میں
تمہارا ہر شخص مصیبت کی شکایت کرتا رہے۔“

اَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا كَانَ فِیْ حَرْبٍ دَاحِسٍ وَ جَیْشِ اَبِیْ یَکْسُوْمَ اِذْ مَلَآ الشَّعْبَآ
”کیا تمہیں جنگ داحس کے انجام اور ابویکسوم کے لشکر کے واقعات کا علم نہیں جب انہوں
نے پہاڑوں کے درمیانی راستے بھر دیئے تھے؟“

فَلَوْ لَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَا شَیْءَ غَیْرُہٗ لَاَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُوْنَ لَکُمْ سِرْبًا
”پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدافعت نہ ہوتی جس کا غیر کوئی ہے ہی نہیں تو تمہاری
حالت یہ ہو جاتی کہ تم اپنی بیویوں تک کی حفاظت نہ کر سکتے۔“

فَمَا اِنْ جَنَیْنَا فِیْ قُرَیْشٍ عَظِیْمَۃً سِوٰی اَنْ حَمَیْنَا خَیْرَ مَنْ وَطِیْءَ الثَّرْبَآ
”ہم نے قریش کا کوئی بڑا جرم نہیں کیا بجز اس کے کہ ہم نے روئے زمین پر چلنے والوں میں
سے بہترین شخص کی حمایت کی۔“

اَحَاقِیْقَہٗ فِی النَّائِبَاتِ مُرَدًّا کَرِیْمًا ثَنَآہُ لَا بِحِیْلًا وَ لَا ذَرَبًا
”جو آفتوں کے موقعوں پر قابل اعتماد، فیاض اور اعلیٰ تعریف کے لائق ہے نہ بخیل ہے اور نہ
فسادی۔“

الصَّیَارِیْفُ کہتے ہیں۔ لیکن مقصور کو محدود بولنا اس سے بعید ہے کیونکہ صرف الف کا اضافہ تو ایک
تبدیلی ہے لیکن مقصور کو مد کے ساتھ بولنا دو تغیر ہیں: ایک الف کا اضافہ اور دوسرا غیر مہموز کو ہمزہ دینا۔
البتہ طرفہ کے شعروں میں مذکور ہے وَ کَشْحَانٍ لَّمْ یَنْقُصْ طَوَآءَ هُمَا الْحَبْلُ لیکن طرفہ کے اس

يُطِيفُ بِهِ الْعَافُونَ يَغْشَوْنَ بَابَهُ يَوْمُونَ بَحْرًا لَا نَزْوَادًا وَلَا صَرْبًا
 ”اس کے دروازے پر مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے وہ ایسے سمندر کا قصد کرتے ہیں جو
 نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم۔“

فَوَاللَّهِ لَا تَنْفَكُ نَفْسِي حَزِينَةً تَمْلَلُ حَتَّى تَصْدُقُوا الْخَزْرَجَ الضَّرْبَا
 ”بخدا! میرا نفس غمزدہ اور بے قرار رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ خزرج پر ایک کاری ضرب
 لگاؤ۔“

ابو جہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار

ضرار بن خطاب فہری نے ابو جہل کے مرثیے میں کہا:

الْأَمْنُ لِعَيْنٍ بَاتَتْ اللَّيْلَ لَمْ تَنَمْ تَرَأَيْبُ نَجْمًا فِي سَوَادٍ مِّنَ الظُّلَمِ
 ”ہے کوئی اس آنکھ کو تسلی دینے والا جو رات بھر نہ سوئی، وہ اندھیروں کی سیاہی میں ستاروں کو
 تاڑتی رہی۔“

كَأَنَّ قَدَى فِيهَا وَ لَيْسَ بِهَا قَدَى سِوَى عِبْرَةٍ مِّنْ جَائِلِ الدَّمْعِ تَنْسَجِمُ
 ”یوں لگتا ہے گویا اس میں کوئی تنکا پڑ گیا ہے حالانکہ اس میں اس جلن کے سوا کوئی تنکا نہیں جو
 آنسوؤں کو ابھار کر بہا رہی ہے۔“

فَلَيْغَ قُرَيْشًا أَنَّ خَيْرَ نَدِيَّتِهَا وَ أَكْرَمَ مَنْ يَمْسِي بِسَاقِ عَلَى قَدَمِ
 ”تو قریش کو یہ خبر پہنچا دے کہ ان کا امیر مجلس اور پنڈلی سے قدموں پر چلنے والوں میں سے
 سب سے بلند مرتبہ شخص

قَوَى يَوْمَ بَدْرٍ رَهْنٌ خَوْصَاءَ رَهْنِهَا كَرِيمُ الْمَسَاعِي غَيْرُ وَغْدٍ وَ لَا بَرَمِ
 بدر کے روز تنگ کنویں میں رہن ہو گیا جو شریفانہ دوزدھوپ والا تھا، نہ کمینہ تھا اور نہ بخیل۔

فَالَيْتُ لَا تَنْهَلُ عَيْنِي بِعِبْرَةٍ عَلَى هَالِكٍ بَعْدَ الرَّئِيسِ أَبِي الْحَكَمِ
 ”پس میں نے قسم کھائی ہے کہ سردار ابو الحکم (کی ہلاکت) کے بعد میری آنکھ کسی ہلاک
 ہونے والے پر اید آنسو بھی نہیں بہاے گی۔“

شعر میں یہ اس لئے بہتر ہے کہ اس سے وہ الطوی مراد نہیں لیا جو ضوی یطوی فعل کا مصدر ہے۔ یہ
 اس وقت نوا جاتا ہے جب نوحہ ہو کر آئے اور اس ناپید حالی ہو جائے۔ بلکہ اس کی مراد کمر کی باریکی
 ہے جو عورت میں اور خلعت میں لماں کا مات ہے۔ چنانچہ وہ اس عطاء ہمال اور نماں کے وزن پر لایا

عَلَى هَالِكٍ أَشْجَى لُؤَى بْنِ غَالِبٍ اِنَّهُ الْمَنَايَا يَوْمَ بَذَرَ فَلَمْ يَوْمَ
 ”(صرف) اس ہلاک ہونے والے پر (آنسو بہائے گی) جس نے بنی لؤی بن غالب
 کو غمزدہ کر دیا، بدر کے روز اس کے پاس موتیں آئیں تو وہ وہاں سے جدا نہ ہوا۔“

تَرَى كِسْرَ الْخَطِيئِ فِي نَحْرِ مُهْرٍ لَدَى بَائِنٍ مِّنْ لَّحْيِهِ بَيْنَهَا حِذَمٌ
 ”تو اس کے پچھرے کے حلق میں نیزے کے ٹکڑے اس مقام پر دیکھے گا جہاں سے اس کا
 گوشت جدا ہوتا ہے جس کے درمیان گوشت کے ٹکڑے ہیں۔“

وَمَا كَانَ لَيْثٌ سَاكِنٌ بَطْنٍ بِبِشَةٍ لَدَى غَلٍّ يَجْرِي بِبَطْحَاءٍ فِيْ اَجَمٍ
 ”درختوں کے جھنڈ میں بطحاء سے بہہ کر آنے والے نالے کے پاس شیروں کے جنگل میں
 رہنے والا کوئی ایسا شیر نہ تھا۔“

بِاجْرَامِنُهُ حِينَ تَخْتَلِفُ الْقَنَا وَ تَدْعَى نَزَالٍ فِي الْقَمَاقِبَةِ الْبَهْمِ
 ”جو اس سے زیادہ جرأت مند ہو جب نیزے دونوں جانب سے چل رہے ہوں اور بہادر
 سرداروں کے درمیان ”جنگ کے لئے اترؤ“ کی آواز بلند ہو رہی ہو۔“

فَلَا تَجْزَعُوا آلَ الْمُغِيرَةِ وَاصْبِرُوا عَلَيْهِ وَ مَنْ يَجْزَعُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلَمْ
 ”اس لئے اے آل مغیرہ! آہ و فغاں نہ کرو اور اس پر صبر کرو اور جو اس پر آہ و فغاں کرے تو
 اسے بھی کوئی ملامت نہیں۔“

وَ جَذُّوا فَإِنَّ الْمَوْتَ مَكْرَمَةً لَّكُمْ وَ مَا بَعْدَهُ فِيْ آخِرِ الْعَيْشِ مِنْ نَّدَمٍ
 ”اور کوشش کرتے رہو کیونکہ موت تمہارے لئے باعث عزت ہے اور موت کے بعد دوسری
 زندگی میں بھی کوئی ندامت نہیں۔“

وَ قَدْ قُلْتُ إِنَّ الرِّيحَ طَيِّبَةً لَّكُمْ وَ عِزُّ الْمَقَامِ غَيْرُ شَكٍّ لِّذِي فَهَمٍ
 ”اور میں نے کہہ دیا ہے کہ ہوا کا رخ تمہارے حق میں بہتر ہے اور عزت کا مقام (تمہارے
 ہی لئے ہے)، اس بات میں عقلمندوں کو کوئی شبہ نہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعرا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ضرار کے ہیں۔

ہے اور اس بات کو لفظوں میں ظاہر کر دیا جو اس کے دل میں تھی اور عربوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کلمہ کو اس
 وزن کی طرف موڑ دیتے ہیں جو اس کے معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ اس طرح کی مثالیں پہلے بھی
 بہت گزر چکی ہیں اور آئندہ بھی بہت سی مثالیں پیش ہوں گی۔

ابو جہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن ہشام نے اپنے بھائی ابو جہل کے مرثیے میں کہا:

أَلَا يَا لَهْفَ نَفْسِي بَعْدَ عَمْرٍو وَ هَلْ يَغْنِي التَّلَهُّفُ مِنْ قَتِيلٍ
”اے نفس! عمرو کے بعد تیرے رہ جانے پر افسوس، لیکن مرنے والے پر افسوس اسے کیا فائدہ دیتا ہے؟“

يُخَبِّرُنِي الْمُخَبِّرُ أَنَّ عَمْرًا أَمَامَ الْقَوْمِ فِي جَفْرِ مُجِيلٍ
”خبر دینے والا مجھے خبر دیتا ہے کہ عمرو قوم کے سامنے ایک منہدم کنویں میں تھا۔“

فَقَدْ مَا كُنْتُ أَحْسِبُ ذَلِكَ حَقًّا وَ أَنْتَ لَنَا تَقْدَمَ غَيْرُ فِيلٍ
”میں پہلے ہی اس بات کو حق سمجھتا تھا اور تو پہلے ہی فاسد رائے رکھنے والا نہ تھا۔“

وَ كُنْتُ بِنِعْمَةٍ مَا دُمْتُ حَيًّا فَقَدْ خُلِفْتَ فِي دَرَجِ الْمَسِيلِ
اور جب تک تو زندہ تھا تو ناز و نعمت میں تھا لیکن اب تو ذلت کے مقام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

كَأَنِّي حِينَ أُمْسِي لَا أَرَاهُ ضَعِيفُ الْعَقْدِ ذُوهُمْ طَوِيلٍ
”میں تجھے نہیں دیکھ رہا تو اب میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کمزور ارادے والا اور بڑی فکر والا ہو گیا ہوں۔“

عَلَى عَمْرٍو إِذَا أَمْسَيْتُ يَوْمًا وَ ظَرْفٍ مِّنْ تَذَكُّرِهِ كَلِيلٍ
”جب میں کسی روز عمرو کو یاد کرتا ہوں تو میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کی یاد میں میری آنکھیں تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہیں (اور یوں لگتا ہے کہ کچھ اور نظر ہی نہیں آ رہا)۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حارث بن ہشام کے ہیں اور فی جفْرِ کا قول غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

جہاں تک الملاء، الخطاء، الرشاء (طاقتور ہرن) اور الفراء (وحشی گدھا) اور اس طرح کے دوسرے الفاظ کا تعلق ہے تو یہ الفاظ جب نعم کے ساتھ جمع ہوتے ہیں تو ان کا ہمزہ وقف میں اور بعض لغات میں وصل میں بھی الف سے بدل جاتا ہے چنانچہ وہ الف ہمزہ کا عوض ہوتا ہے اور کبھی کبھی عوض اور معوض منہ (یعنی ہمزہ اور الف) دونوں کو بھی جمع کر دیتے ہیں، جیسا کہ کہتے ہیں هَوَاقِ الْمَاءِ (اس نے پانی گرایا) اس میں ہاء ہمزہ کا بدل تھی لیکن دونوں کو جمع کر دیا اور فم کی طرف نسبت میں فَوِیْ اور یمن کی طرف نسبت میں یَمَنِیْ کہتے ہیں لیکن پھر یہ بھی کہا یَمَانِیْ تو اس میں الف دو یاؤں میں سے ایک

مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا ابو بکر شداد بن اسود بن شعوب اللیشی نے کہا:

تُحَيِّ بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَكْرٍ وَ هَلْ لِيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامٍ
”ام بکر کو سلامتی کا سلام ہو اور کیا میری قوم کے بعد میرے لئے کوئی سلامتی ہے؟“

فَمَا ذَا بِالْقَلْبِ قَلْبٍ بَذَرٍ مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكَرَامِ؟
”بدر کے کنویں کے پاس کیسی کیسی گانے والی لونڈیاں اور کیسے کیسے معزز شراب پینے والے لوگ تھے؟“

وَ مَا ذَا بِالْقَلْبِ قَلْبٍ بَذَرٍ مِنَ الشَّيْزِيْ تَكَلُّلُ السَّنَامِ؟
”اور بدر کے کنویں کے پاس کوہانوں کے گوشت سے بھرے ہوئے کیسے کیسے آبنوس کی لکڑی کے بنے ہوئے پیالے تھے؟“

وَ كَمْ لَكَ بِالطَّوِيِّ طَوِيٍّ بَذَرٍ مِنَ الْحَوَمَاتِ وَالنَّعَمِ السَّامِ؟
”اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنے اونٹوں کے گلے اور آزاد چرنے والے دوسرے جانور تھے؟“

وَ كَمْ لَكَ بِالطَّوِيِّ طَوِيٍّ بَذَرٍ مِنَ الْغَايَاتِ وَالذُّسَعِ الْعِظَامِ؟
”اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنی انتہائی قوتیں اور بڑے عطیات تھے؟“
وَ اصْحَابِ الْكَرِيمِ اَبِي عَلِيٍّ اَخِي الْكَاسِ الْكَرِيْمَةِ وَالنِّدَامِ
”اور شریف ابو علی کے کتنے ساتھی تھے جو بہترین پیالے اور شراب کا ساتھی ہے۔“

وَ اِنَّكَ لَوْ رَاَيْتَ اَبَا عَقِيْلٍ وَ اصْحَابَ الثَّنِيَّةِ مِنْ نُّعَامِ
اور اگر تو نے ابو عقیل اور مقام نعام کے دو پہاڑوں کی درمیانی وادی میں رہنے والوں کو دیکھا

یاء کا بدل ہے پھر کہانی ثانی تشدید کے ساتھ تو عوض اور معوض منہ (یعنی الف اور یاء) دونوں کو جمع کر دیا
چنانچہ يَاطِيْبُ الْمَلَاءِ اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح الخطا میں ان کا قول الخطاء ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَكُلُّهُمْ مُسْتَقْبِرٌ لِصَوَابٍ مَنْ يُخَالِفُهُ مُسْتَحْسِنٌ لِخَطَايِهِ
”وہ سب کے سب اس شخص کی درست بات کو بھی برا سمجھنے والے ہیں جس کی مخالفت کوئی ایسا شخص کر دے جو اپنی غلطی کو بھی اچھا سمجھنے والا ہو۔“

ہوتا

إِذْنٌ لَّطَلَّتْ مِنْ وَجْدٍ عَلَيْهِمْ كَأَمِّ السَّقْبِ جَائِلَةً الْبَرَامِ
تو اس وقت تو اونٹ کے بچے کی اس ماں کی طرح ان پر وجد کرنے لگتا جو اپنا مقصد پالیتی ہے۔

يُخَبِّرُنَا الرَّسُولُ لَسَوْفَ نَحْيَا وَ كَيْفَ لِقَاءُ أَصْدَاءٍ وَ هَامِ؟
”وہ رسول (ﷺ) ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم (پھر) زندہ ہوں گے حالانکہ میت کی گلی سڑی ہڈیوں کی کھوپڑیوں سے نکلے ہوئے پرندے سے ملاقات کیونکر ہوگی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ابو عبیدہ النخوی نے آخری شعریوں پڑھا:
يُخَبِّرُنَا الرَّسُولُ بَأَنَّ سَنَحْيَا وَ كَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءٍ وَ هَامِ؟
فرمایا اس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن پھر مرتد ہو گیا۔

مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: امیہ بن ابی الصلت نے بدر کے روز ہلاک ہونے والے قریش کے مرثیہ میں کہا:

أَلَا بَكَيْتَ عَلَى الْكِرَامِ مِ بَنِي الْكِرَامِ أُولَى السَّادِخِ
”شریفوں کی اولاد اور مدح و ستائش والے لوگوں پر تو اس طرح کیوں نہ رویا

كَبَكَا الْحَمَامِ عَلَى فُرُوعِ الْآيَةِ فِي الْغُصْنِ الْجَوَانِحِ
جس طرح گھنے درختوں کی شاخوں پر جھکی ہوئی ٹہنیوں میں کبوتریاں آہ وزاری کرتی ہیں۔“

يَبْكِينَ حَرَى مُسْتَكِينَاتٍ يَوْحَنَ مَعَ الرُّوَانِحِ
”وہ اندرونی سوزش کی وجہ سے بے بسی و بے کسی کے عالم میں روتی ہیں اور شام کو واپس جانے والیوں کے ساتھ لوٹتی ہیں۔“

اور ورقہ نے کہا ہے: إِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَايَا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابو علی نے اپنے اس شعر میں مقصور کو مد کے ساتھ پڑھا ہے:

يَا لَكَ مِنْ تَمَرٍ وَ مِنْ شَيْشَاءٍ يَنْشَبُ فِي السَّعَلِ وَاللَّهَاءِ
”تعب ہے اس خشک اور نرم گٹھلی والی کھجور پر جو گلے اور حلق کے کوے میں چٹ جاتی ہے۔“

اللہاء سے اس کی مراد لہاۃ کی جمع ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نیا کلام ہو۔ اگرچہ یہ عربی

أَمْثَلَهُنَّ الْبَاكِیَا تِ الْمَعُولَاتُ مِنْ النِّوَانِخِ
 ”انہی کی مثل نوحہ کرنے والی عورتوں میں سے چیخ چیخ کر رونے والی عورتیں ہیں۔“
 مَنْ یَبْكُهُمْ عَلَى حُزْنٍ وَ یَصْدُقُ كُلَّ مَا دَخَ
 ”جو شخص بھی ان پر روتا ہے وہ غم کی وجہ سے ہی روتا ہے اور (ان کا) ہر تعریف کرنے والا سچ کہتا ہے۔“

مَا ذَا یَبْدُرُ فَالْعَقْنَقِلِ مِنْ مَرَاذِبَةٍ جَحَاجِحُ
 ”میدانِ بدر میں گھر ریت کے ٹیلے پر رئیسوں اور سرداروں کی کیا حالت ہوگی۔“
 فَمَدَافِعِ الْبَرْقِیْنِ فَالْحَنَانِ مِنْ طَرْفِ الْاَوَاشِخِ
 پھر برقین کی نشیبی جگہوں اور مقامِ اواشح کے کنارے ریت کے ٹیلوں پر (کیا حال ہوگا؟)
 شَطِطٍ وَ شُبَّانٍ بِهَا لَیْلِ مَغَاوِیْرٍ وَ حَاوِخِ
 آہنی دل والے طاقتور، غارت گر، ادھیڑ عمر اور نوجوان سرداروں (کی کیا حالت ہوگی)۔
 اَلَا قَرَوْنٌ لِمَا اَرٰی وَ لَقَدْ اَبَانَ لِکُلِّ لَامِحِ
 ”کیا تم نہیں دیکھ رہے جو چیز میں دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ چیز ہر دیکھنے والے پر ظاہر ہے:
 اَنْ قَدْ تَغَيَّرَ بَطْنُ مَثَّةٍ فَهِيَ مُوَحِّشَةٌ الْاَبَاطِحِ
 کہ وادی مکہ کی صورت ہی بدل گئی اور اس کے کنکر یلے نشیبی علاقے وحشتناک بن گئے ہیں۔“

مِنْ کُلِّ بِطْرِیْقٍ لِیَطْرِیْقَ نَقِیِّ اللُّوْنِ وَاضِحِ
 ”پاک صاف گورے رنگ والے ہر اکڑ کر چلنے والے سردار (کی کیا حالت ہوگی)۔“
 دُعُوْصِ اَبْوَابِ الْمَلُوْكِ وَ جَانِبِ لِلْحَرْقِ فَاتِحِ
 ”جو بادشاہوں کے دروازوں کے کیڑے اور وسیع میدانوں کا سفر کرنے والے، فتح کرنے والے تھے۔“

مِنْ السَّرَاطِیَةِ الْخَلَاجِیَةِ الْمَلَاوِثَةِ الْمَنَاجِحِ
 ”جو کڑک کر باتیں کرنے والے، بھاری لمبے ڈیل ڈول والے، کامیاب سردار تھے۔“

ہے لیکن اس لفظ میں ایک روایت لام کے کسرہ کے ساتھ اللہاء بھی ہے لہذا یہ اَکْمَہُ وَ اِکْمَامُ کے باب سے ہے۔ اور ابو عبید نے الغریب المصنف میں اسے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

الْقَائِلِينَ الْفَاعِلِينَ الْأَمْرِينَ بِكُلِّ صَالِحٍ
”جو مقرر، کام کرنے والے، ہر نیک کام کا حکم دینے والے تھے۔“

الطَّعِينِينَ الشَّحْمَ قَوْ قِ الْخُبْزِ شَحْمًا كَالْأَنَافِخِ
”جو روٹیوں پر شکنبوں جیسا چکنا گوشت رکھ کر (مہمانوں کو) کھلانے والے تھے۔“

نَقَلَ الْجِفَانَ مَعَ الْجِفَانِ إِلَى جِفَانٍ كَالْبَنَاضِخِ
”جو بڑے بڑے پیالوں کے ساتھ اور پیالے ملا کر حوضوں کی مانند دوسرے بڑے پیالوں میں منتقل کرنے والے تھے۔“

لَيْسَتْ بِأَصْفَادٍ لِّمَن يَعْفُو وَ لَارِخٍ رَّحَارِخٍ
”وہ پیالے مانگنے والوں کے لئے نہ خالی ہوتے تھے اور نہ کم گہرے کشادہ تھے (بلکہ گہرے کشادہ تھے)۔“

لِلضَّيْفِ ثُمَّ الضَّيْفِ بَعْدَ الضَّيْفِ وَالْبُسْطِ السَّلَاطِخِ
”(یہ سب سامان) یکے بعد دیگرے لگا تار آنے والے مہمانوں کے لئے ہوتا اور ان کے لئے لمبی چوڑی قالینیں بھی ہوتیں۔“

وَهَبَ الْمِثْنَيْنِ مِنَ الْمِثْنَيْنِ إِلَى الْمِثْنَيْنِ مِنَ اللَّوَاخِ
”وہ سینکڑوں گا بھن اونٹنیوں میں سے سینکڑوں اونٹنیاں سینکڑوں لوگوں کو اس طرح دے ڈالتے تھے

سَوَّقَ الْمُوْبِلَ لِلْمُوْبِلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَادِخِ
”جیسے مقام بلادخ سے واپس آنے والے بہت سے اونٹوں کو دیگر بہت سے اونٹوں کی طرف ہانک دیا جائے۔“

لِكِرَامِهِمْ فَوْقَ الْكِرَامِ مَ مَزِيَّةٌ وَذَنَ الرُّوَاخِ
”ان کے شرفاء کو دیگر شرفاء پر جھک جانے والے پلڑوں کے وزن جیسی فضیلت حاصل ہے۔“

كَتَّاقِلِ الْأَرَطَالِ بِالْقِسْطِ فِي الْأَيْدِي الْمَوَانِخِ
”جس طرح بڑے ترازو میں رکھے ہوئے باٹنخی ہاتھوں پر بوجھل ہو جاتے ہیں۔“

خَدَلَتْهُمْ فِتْنَةٌ وَ هُمْ يَحْنُونَ عَوْدَاتِ الْفَضَائِخِ
”ایک گروہ نے ان کی امداد چھوڑ دی حالانکہ وہ پوشیدہ رسوائیوں سے مدافعت کر رہے تھے۔“

الضَّارِبِينَ التَّقْدِيمَةَ بِالْمُهَنْدَةِ الصَّفَائِحِ
 ”در آں حالیکہ وہ چوڑی ہندی کمواروں کے ساتھ مقدمۃ الحیش پروار کر رہے تھے۔“
 وَ لَقَدْ عَنَّا صَوْتَهُمْ مِنْ بَيْنِ مُسْتَسْقٍ وَ صَنِخِ
 ”مجھے ان کی آوازوں نے بہت تکلیف دی جن میں کوئی تو پانی مانگنے والا اور کوئی چیخنے والا تھا۔“

لِلَّهِ - دَرْنِي عَلَيَّ اَيُّمِ مِنْهُمْ وَ نَابِخِ
 ”بنی علی کا اللہ ہی حافظ ہے جن میں کنوارے بھی ہیں اور بیاہے بھی۔“
 اِنْ لَمْ يَجْعَلُوا غَارَةً شَعْوَاءَ تُجْحِرُ كُلَّ نَابِخِ
 اگر انہوں نے کوئی ایسا متفرق حملہ نہ کیا جو ہر بھونکنے والے کو بل میں چھپنے پر مجبور کر دے۔
 بِالْبَقَرَاتِ التَّبَعَاتِ الطَّمِيحَاتِ مَعَ الطَّوَامِخِ
 ”ان (گھوڑوں) کے ذریعے جنہیں شرافت کی وجہ سے گھروں کے قریب رکھا جاتا ہے، جو دور دور تک سفر کرنے والے اور سر بلند رکھنے والیوں کے ساتھ سر بلند رکھنے والے ہیں۔“
 مُرَدًّا عَلَى جُرْدٍ اِلَى اُسْدٍ مُكَلِّبَةٍ كَوَالِحِ
 ”ایسے جو ان مردوں کے ذریعے جو کتوں جیسے ترش رو شیروں کی طرف کم موگھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کریں۔“

وَ يَلَاقِ قِرْنَ قِرْنَهُ مَشَى الْمَصَافِحِ لِلْمَصَافِحِ
 ”اور ہمسرا اپنے ہمسر کے اس طرح مقابل آئے جس طرح ایک مصافحہ کرنے والا دوسرے مصافحہ کرنے والے کی طرف چلتا ہے۔“

بِزُهَاءِ اَلْفٍ ثُمَّ اَلْفٍ بَيْنَ ذِي بَدَنِ وَ رَامِخِ
 ”جن کی تعداد کا اندازہ دو ہزار ہو جو زره پوش اور نیزہ باز ہوں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا ہم نے اس مرثیہ کے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں اس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی۔ اور اس کا یہ شعر میرے سامنے ایک سے زائد علمائے شعر نے پڑھا ہے:

وَ يَلَاقِ قِرْنَ قِرْنَهُ مَشَى الْمَصَافِحِ لِلْمَصَافِحِ
 نیز یہ اشعار بھی سنائے ہیں:

وَهُبِ الْيَمِينِ مِنَ الْيَمِينِ إِلَى الْيَمِينِ مِنَ الْوَاخِ
سَوْقِ التَّوْبِلِ لِلتَّوْبِلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَاوِخِ
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا امیہ بن ابی الصلت نے زمعہ بن اسود اور بنی اسد کے مقتولوں کے مرثیہ میں کہا:

عَيْنُ بَكِيٍّ بِالسَّبِيلَاتِ أَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخِرِي عَلَيَّ زَمْعَةً
”اے آنکھ! بہنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابو الحارث پر روا اور زمعہ پر (بھی روا اور) کوئی آنسو بچا کر نہ رکھ۔“

وَأَبِي عَقِيلَ بْنِ أَسْوَدٍ أَسَدِ الْبَاسِ لِيَوْمِ الْهَيَّاجِ وَالذَّفْعَةِ
”اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود پر بھی رو۔“

تِلْكَ بَنُو أَسَدٍ إِخْوَةُ الْجَوِّ زَاءٍ لَأَخَانَةٍ وَ لَا عَدَاةَ
”وہ جو زاء کے بھائی بنی اسد تھے جو نہ خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز۔“

هُمْ الْأَسْرَةُ الْوَسِيطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَ هُمْ ذُرْوَةُ الشَّامِ وَالْقَبْعَةِ
”وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور کوہان اور بلند مقام کی چوٹی کی مانند تھے۔“

أَنْبَتُوا مِنْ مَعَشِرِ شَعَرِ الرَّأْسِ وَ هُمْ الْحَقُّوهُمْ النِّعَةِ
”انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت سے ملا دیا۔“

أَمْسَى بَنُو عَيْبِهِمْ إِذَا حَضَرَ الْبَاسُ وَ أَكْبَلَهُمْ عَلَيْهِمْ وَجَعَهُ
”ان کے چچا زاد بھائیوں کی حالت یہ ہو گئی کہ جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے۔“

وَ هُمْ الْمُطْعَمُونَ إِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَلَّتْ فَلَا تَرَى قَرْعَةً
”اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قطر ہوتا اور حالت ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو بکھرے ہوئے بادل بھی نہ دیکھے۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان اشعار کی روایت میں اختلاط ہے اور ان کی بناء صحیح نہیں لیکن یہ اشعار مجھے ابو محرز خلف الاحمر وغیرہ نے بھی سناے ہیں۔ بعض نے وہ اشعار روایت کئے ہیں جو دوسروں نے روایت نہیں کئے۔

عَنْ بَكِيِّ بِالسَّبِيلَاتِ أَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخِرِي عَلَيَّ زَمْعَةَ
 ”اے آنکھ! اپنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابو حارث پر روا اور زمعہ پر (بھی روا اور) کوئی
 آنسو بچا کر نہ رکھ۔“

وَعَقِيلَ بْنِ أَسْوَدَ الْبَاسِ لِيَوْمِ الْهَيَاجِ وَالذَّفْعَةِ
 ”اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود (پر بھی رو)۔“

فَعَلَى مِثْلِ هُلُكِهِمْ خَوَاتِ الْجَوِّ زَاءٌ لَا خَائَةَ وَ لَا خَدَعَهُ
 ”پس ان جیسوں کی ہلاکت پر (اگر) جوزاء برباد ہو جائے (تو کوئی حرج نہیں) جو نہ
 خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز۔“

وَهُمُ الْأَسْرَةُ الْوَسِيطَةُ مِنْ كَعْبِ وَ فِيهِمْ كَذِرُوةٌ الْقَبْعَةُ
 اور وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور ان میں بلند مقام کی چوٹی جیسے لوگ بھی تھے۔
 أَنْبَتُوا مِنْ مَعَاشِرِ شَعْرِ الرَّأْسِ وَ هُمْ الْحَقُّوهُمْ الْمَنَعَةُ
 ”انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت عطا کر
 دی۔“

فَبَنُو عَيْهِمْ إِذَا حَضَرَ الْبَاسُ عَلَيْهِمْ أَكْبَادُهُمْ وَجَعَهُ
 ”پس جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے چچا زاد بھائیوں کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے۔“
 وَ هُمْ الْمُطْعِمُونَ إِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرَى قَزَعَهُ
 ”اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت
 ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو متفرق بادل بھی نہ دیکھے۔“

ابو اسامہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم کے حلیف ابو اسامہ معاویہ بن زبیر بن قیس بن
 حارث بن سعد بن ضبیعہ بن مازن بن عدی بن جشم بن معاویہ نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن
 ہشام کا قول ہے کہ وہ مشرک تھا۔ وہ ہبیرہ بن ابی وہب کے پاس سے گزرا جبکہ وہ لوگ بدر کے
 روز شکست کھا رہے تھے اور ہبیرہ تھک چکا تھا تو ابو اسامہ اٹھا اور زرہ اتار پھینکی، اسے اٹھایا اور
 لے کر چلا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ اہل بدر کے متعلق صحیح ترین اشعار ہیں:

وَلَمَّا أَنْ رَأَيْتُ الْقَوْمَ خَفُّوا وَ قَدْ شَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ لِنَفْرِ
اور جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھاگ کر کم ہو چکے ہیں اور بھاگنے کے لئے ان کے

ابو اسامہ کے اشعار کی وضاحت

ابو اسامہ بن زہیر جشمی کے اشعار ذکر کئے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے: وَ قَدْ زَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ لِنَفْرِ۔ اہل عرب بھاگنے میں زوالِ نعمت کی مثال بیان کرتے ہیں۔ جب کوئی قوم بھاگ جائے اور ہلاک ہو جائے تو آپ کہتے ہیں شَأَلْتُ نَعَامَةَ الْقَوْمِ۔ شاعر کا قول ہے:

يَأَلَيْتُ مَا أُمْنَا شَأَلْتُ نَعَامَتَهَا إِمَّا إِلَى جَنَّةٍ إِمَّا إِلَى نَارِ
”کاش! ہماری ماں کا تلو ا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف نہ اٹھتا۔“

اور امیہ نے کہا: إِشْرَبْ هَنِينًا فَقَدْ شَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ۔ ”آرام سے پی لو، ان کا تلو ا اٹھ چکا ہے۔“

لغت میں النعامة کا معنی ہے پاؤں کا تلو ا۔ جو شخص مرجائے تو کہتے ہیں قَدْ شَأَلَتْ رِجْلُهُ یعنی اس کا پاؤں اٹھ گیا اور اس کا تلو ا ظاہر ہو گیا۔ اور النعامة کا ایک اور معنی تاریکی بھی ہے اور ابن النعامة پاؤں کے تلوے میں ایک رگ کا نام ہے۔ ممکن ہے شاعر کا قول زَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ اس طرح ہو جیسے کہا جاتا ہے زَالَ سَوَادُهُ وَ ضَحَا ظِلُّهُ (اس کی سیاہ رنگت زائل ہوگی اور اس کا سایہ روشن ہو گیا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص مرجائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ النعامة کا لفظ بطور ضرب المثل ذکر کیا گیا ہو۔ اور یہی بات ابو اسامہ کے شعر میں ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ اس نے کہا: زَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ لِنَفْرِ ”ان کے تلوے بھاگنے کے لئے اٹھ چکے تھے۔“ اور عرب کہتے ہیں أَشْرَدُ مِنْ نَعَامَةٍ وَ أَتَفَرُّ مِنْ نَعَامَةٍ (شتر مرغ سے زیادہ بدکنے والا) شاعر کا قول ہے:

هُمْ تَرَكَوكَ أَشْلَحَ مِنْ حُبَارَى دَأَتْ صَقْرًا وَ أَشْرَدَ مِنْ نَعَامِ
”ان لوگوں نے تیری ایسی حالت بنا چھوڑی کہ تو ان سرخابوں سے زیادہ بیٹ کرنے والا ہے جنہوں نے کوئی شکرہ دیکھ لیا اور شتر مرغ سے بھی زیادہ بدکنے والا ہے۔“

ایک اور شاعر نے کہا: وَ كُنْتُ نَعَامًا عِنْدَ ذَاكَ مُنْفَرًّا۔ ”اس وقت تیری حالت بھگائے ہوئے شتر مرغ کی مانند تھی۔“ تو جب آپ کہتے ہیں زَأَلْتُ نَعَامَتَهُ تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کا وہ نفس بھاگ گیا جو بدکنے میں شتر مرغ کی مانند تھا۔

ابو اسامہ کا قول ہے: وَ أَنْ تَرَكْتُ سَرَاةَ الْقَوْمِ صَرُغِي۔ ہر چیز کا سراۃ اس کا بلند حصہ ہوتا

تلوے اٹھ چکے ہیں۔“

ہے۔ گھوڑے کی سراۃ اس کی پیٹھ ہے کیونکہ وہ اس کا بلند حصہ ہے۔ ایک شاعر نے ایک گدھے کے وصف میں کہا: بِسَرَاتِهِ نَدَبٌ لَهَا وَ كَلُومٌ۔ ”اس کی پیٹھ میں پرانے زخموں کا نشان اور کچھ نئے زخم تھے۔“

اور اہل عرب کا قول سَرَاةُ الْقَوْمِ آپ کے اس قول کی مانند ہے: كَاهِلُ الْقَوْمِ (قوم کا کندھا)، دِرْوَةُ الْقَوْمِ (قوم کی چوٹی)۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: إِنَّ مُضَرَ كَاهِلُ الْعَرَبِ وَ تَيْمٌ كَاهِلُ مُضَرَ وَ بَنِي سَعْدٍ كَاهِلُ تَيْمٍ (مضر عرب کے کندھے، تميم مضر کے کندھے اور بنو سعد تميم کے کندھے ہیں)۔ اور بنی تميم کے کسی خطیب نے کہا: لَنَا الْعِزُّ الْآقَعْسُ وَالْعَدَدُ الْهَيْضَلُ وَ نَحْنُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْقَدَامُ وَ نَحْنُ الدِّرْوَةُ وَالسَّنَامُ (ہمارے پاس مستقل عزت اور مسلح فوج ہے اور ہم زمانہ جاہلیت میں مقدمۃ الجیش ہیں اور ہم چوٹی اور کوہان ہیں)۔ یہ صحیح اور واضح معنی ہے اور کسی کا یہ کہنا روا نہیں کہ الدِرْوَةُ السَّنَامُ اور الکاهل جمع کے اوزان پر ہیں یا اسم جمع ہیں۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ سراۃ القوم سری کی جمع قیاسی یا غیر قیاسی ہے جس طرح یہ بات کاهل القوم اور سنام القوم میں نہیں کہی جاسکتی لیکن تعجب ہے کہ یہ بات علمائے نحو پر کیونکر مخفی ہے یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے متقدمین کا ہی قلابہ پہنتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ سراۃ سری کی جمع ہے سبحان اللہ! یہ اس کی جمع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ وہ خود ہی کہتے ہیں کہ سراۃ کی جمع سروات ہے جیسا کہ قطاۃ کی جمع قطوات ہے۔ کہا جاتا ہے هَوْلَاءِ مِنْ سَرَوَاتِ النَّاسِ (یہ افراد لوگوں کے سرداروں میں سے ہیں) جیسا کہ آپ کہتے ہیں رُؤُوسُ النَّاسِ۔ قیس بن خطیم نے کہا:

وَ عِمْرَةٌ مِنْ سَرَوَاتِ النِّسَاءِ تَنْفَحُ بِالْيَسَكِ أَرْدَانُهَا

”اور عمرہ ان سردار عورتوں میں سے ہے جن کی استینوں سے کستوری کی مہک آتی ہے۔“

اگر سراۃ جمع ہوتا تو اس کی آگے جمع نہ آتی کیونکہ یہ فَعْلَةٌ کے وزن پر ہے اور جموع میں اس جیسے وزن کی جمع نہیں آتی اور سَرِیٰ تَوَالِشَرُّو بمعنی شرف سے فَعِيلٌ کا وزن ہے، اگر اس کی جمع اس کے تلفظ پر بنائی جائے تو سُرِیٰ اور اَسْرِیاء کہا جائے گا جیسے غَنِیٰ کی جمع اَغْنِیاء ہے لیکن اس کا وجود قلیل ہے اور اس کی قلت وجود کی بناء پر اس میں قیاس جاری نہیں ہو سکتا، اسے سیبویہ نے بیان کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے اَذْبَاخُ عِثْرٍ۔ یہ ذبح کی جمع ہے اور عِثْرٌ عین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے وہ بت جس کے لئے زمانہ جاہلیت میں عتائر (بکریاں) ذبح کی جاتی ہیں اور عتائر عتیورۃ کی

وَأَنْ تَرْكَتُ سَرَاةَ الْقَوْمِ صَرَغِي كَانَ حِيَارَهُمْ أَذْبَاحُ عِثْرِ
 ”اور قوم کے سردار پچھاڑے ہوئے اس طرح چھوڑ دیے گئے ہیں گویا ان کے بہترین لوگ
 بتوں کے لئے ذبح کیے ہوئے جانور ہیں۔“

وَ كَانَتْ جُحَّةٌ وَافَتْ حِمَامًا وَ لَقِينَا النَّيَا يَوْمَ بَدْرِ
 ”اور لوگوں کی ایک جماعت نے موت سے موافقت کر لی اور موتوں کو بدر کے روز ہمارے
 مقابل لایا گیا۔“

نَصْدٌ عَنِ الطَّرِيقِ وَ أَدْرَكُونَا كَانَ زُهَاءَ هُمْ غَطِيَانُ بَحْرِ
 ”ہم راستے سے پلٹے جا رہے تھے اور ان لوگوں نے ہمیں پیچھے سے آلیا تھا گویا ان لوگوں کی
 کثرت سمندر کا سیلاب تھی۔“

وَ قَالَ الْقَائِلُونَ مَنْ ابْنُ قَيْسٍ فَقُلْتُ أَبُو أُسَامَةَ غَيْرُ فَخْرِ
 ”اور کہنے والوں نے کہا ابن قیس کون ہے؟ میں نے بغیر کسی فخر کے کہا ابواسامہ۔“

أَنَا الْجُشَيْبِيُّ كَيْمَا تَعْرِفُونِي أَبِينُ نِسْبَتِي نَقْرًا بِنَقْرِ
 میں جشمی ہوں تاکہ تم مجھے پہچان لو، میں اپنا نسب نکتہ چینی کے بدلے نکتہ چینی کے ساتھ بیان

جمع ہے اور عتیرہ رجبہ بکری کو کہتے ہیں (یعنی وہ بکری جس کو زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب میں بتوں
 کے نام پر ذبح کیا جاتا)۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک میں اس شخص کا ذکر کیا ہے جس نے
 سب سے پہلے عتیرہ کا طریقہ ایجاد کیا اور وہ بور بن محورا تھا اور اس کے باپ نے عربوں کے لئے ماہِ
 رجب میں جانور ذبح کرنے کا طریقہ ایجاد کیا، اس وجہ سے اسے سعد رجب کہا جاتا تھا۔ اگر عین کے
 فتح کے ساتھ اذْبَاحُ عِثْرِ کہا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ یہ مصدر ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَ كَانَتْ جُحَّةٌ الْجُحَّةُ کا معنی سواد اور گروہ ہے۔ اگر جمہ سے پوری قوم کی
 سواد اور ان کی کثرت مراد ہو تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر ان میں ایک گروہ مراد ہو تو یہ اس سے بھی زیادہ صحیح
 ہے۔ اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

غَطِيَانُ بَحْرِ سے مراد سمندر کی طغیانی ہے۔

شاعر کا قول ہے أَبِينُ نِسْبَتِي نَقْرًا بِنَقْرِ۔ نقر کا معنی ہے نسب وغیرہ میں نکتہ چینی کرنا۔ شاعر
 کہتا ہے کہ اگر تم نے میرے نسب میں نکتہ چینی کی ہے اور اس میں عیب نکالے ہیں تو میں نے حق کو واضح
 طور پر بیان کر دیا ہے اور میں نے تمہارے انساب میں عیب نکالے ہیں۔ اس طرح میں نے تمہیں نکتہ

کر رہا تھا۔

”فَإِنْ تَكَ فِي الْغَلَاظِمِ مِنْ قُرَيْشٍ فَإِنِّي مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرٍ“
”اگر تو قریش کے اعلیٰ نسب میں سے ہے تو میں بھی معاویہ بن بکر میں سے ہوں۔“

فَالْيَوْمَ مَالِكًا لَنَا غُشِينًا وَ عِنْدَكَ مَالٍ إِنْ نَبَاتَ خُبْرِي
”مالک کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جب دشمن ہم پر چھا گیا تو اے مالک! تیرے پاس میری خبر نہ
تھی (کہ ہمارا کیا ہو گیا تھا)۔“

وَ أَبْلَغُ إِنْ بَلَغْتَ الْمَرْءَ عَنَّا هَبِيرَةً وَ هُوَ ذُو عِلْمٍ وَ قَدَرٍ
”اور اگر تم ہمارے ہبیرہ نامی شخص کے پاس پہنچے جو صاحب علم اور صاحب قدر و منزلت ہے
تو اسے ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو:

بَاتِي إِذْ دُعِيتُ إِلَى أَفِيدٍ كَرَرْتُ وَ لَمْ يَضِقْ بِالْكَرِّ صَدْرِي
کہ جب مجھے افید (نامی شخص) کی طرف بلایا گیا تو میں نے حملہ کر دیا اور اس حملے کے ساتھ
میرے سینے میں کوئی تنگی محسوس نہ ہوئی۔“

عَشِيَّةً لَا يُكْرُ عَلَى مُضْطَبٍ وَ لَا ذِي نِعْمَةٍ مِنْهُمْ وَ صَهْرٍ
”شام کو (حملہ کیا) جب کسی مجبور پناہ گزین پر حملہ کیا جاتا ہے نہ ان میں سے کسی نعمت والے

چینی کا بدلہ نکتہ چینی سے دیا ہے۔ کسی عرب لونڈی نے کہا: مَرَّوَايِي عَلَى نَيْي نَظَرِي وَ لَا تَمُرُّوَا
بِي عَلَى بَنَاتِ نَقَرِي۔ یعنی مجھے ان نو جوانوں کے پاس لے چلو جو میری طرف دیکھتے ہیں اور ان
عورتوں کے پاس نہ لے جاؤ جو مجھ پر عیب لگاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دُعِيتُ إِلَى أَفِيدٍ۔ افید وفد کی تصغیر ہے اور یہ ہر چیز کا براہ اول دستہ ہوتا ہے
خواہ وہ انسان ہوں، گھوڑے ہوں یا اونٹ ہوں اور رَنْكَب کی طرح یہ بھی اسم جمع ہے۔ اسی وجہ سے اس
کی تصغیر جائز ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ افید ایک جگہ کا نام ہے۔

شاعر کا قول ہے: عَنِ مُضْطَبٍ مُضْطَبٍ کا معنی ہے خوفزدہ مجبور آدمی۔

شاعر کا قول ہے: فَدَوْنَكُمْ نَيْي زَايٍ اَحَاكُمُ۔ یہ شعر اس بات کا شاہد ہے جو ہم نے نبی
کریم ﷺ کے نسب پاک و رن کے اسماء کے اشتقاق میں ذکر کیا۔ ہم نے وہی نے بارے میں کہا
کہ یہ زَايٍ کی تصغیر ہے۔ ہم نے یہ قول بنی ہاشم کے قول کی تصغیر بھی کیا۔ ہم نے اس کا
قول ورن کا شاہد بھی کیا ہے اور یہی نامی ایسی سے شعر میں م دئی دئی ہی ہیں۔ تو شاعر

پر اور نہ کسی سسرال کے رشتہ دار پر۔

فَدُونَنُكُمْ بَيْنِي لَايِ أَخَاكُمْ وَ دُونَكَ مَالِكَا يَا أُمَّ عَمْرٍو
”پس اے بنی لوی جاؤ اپنے بھائیوں کی خبر لو اور اے ام عمرو! جا تو مالک کی خبر لے۔“

فَلَوْلَا مَشْهَدِي قَامَتْ عَلَيْهِ مُوقِفَةُ الْقَوَائِمِ أُمَّ أَجْرِي
”پس اگر میں نہ ہوتا تو کالی دھاریوں والے پاؤں والی (بجو کے) بچوں کی ماں (اس کا گوشت کھانے کے لئے) اس پر کھڑی ہو جاتی۔“

نے ہمارے قول کے مطابق اسم مکبر ذکر کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے: مُوقِفَةُ الْقَوَائِمِ أُمَّ أَجْرٍ۔ اس سے مراد بجو ہے اور موقوفہ الْوَقْفُ سے مشتق ہے اور الوقف کا معنی پازیب ہے کیونکہ اس کے پاؤں میں سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ شاعر ابو وجزہ سعدی کا قول ہے:

وَ خَائِفٍ لِّحِمِّ شَاكَا بَرَأَشْتُهُ كَأَنَّهُ قَاطِمٌ وَقْفَيْنِ مِنْ عَاجٍ
”اور کتنے ہی شیر سے ڈرنے والے ہیں جنہیں اس کا داغ شک میں ڈال دیتا ہے، گویا وہ ہاتھی دانت کے بنے ہوئے پازیب چبانے والا ہے۔“

اور اجر جر کی جمع ہے جیسے دلو کی جمع ادل آتی ہے۔ یہ شعر ہذلی کے اس شعر کی مانند ہے:

وَ غُودِرَ فَاوِيَا وَ تَاوَبَتْهُ مُوقِفَةُ أُمِّمٍ لَهَا فُلِيلُ
”اور اسے دھوکے سے پیوند خاک کر دیا گیا اور اس کی طرف پازیوں والی عورت یعنی امیم لوٹ کر آئی جس کے سر پر کلغی تھی۔“

فلیل سے مراد اس کی کلغی ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

يَا لَهْفَ مِنْ عُرَقَاءَ ذَاتِ فُلِيلَةٍ جَاءَتْ إِلَى عَلَى ثَلَاثِ تَحَمُّ
”ہائے افسوس! اس کلغی والے بجو پر جو میری طرف تین ٹانگوں پر لنگڑاتا ہوا آیا۔“

وَ تَظَلُّ تَنْشِطُنِي وَ تَلْحَمُ أَجْرِيَا وَسَطَ الْعَرِينِ وَ لَيْسَ حَتَّى يَذْفَعُ
”اور وہ مجھے کاٹتا رہا اور جھاڑی کے درمیان اپنے بچوں کو گوشت کھلاتا رہا اور کوئی ذی روح نہیں تھا جو میرا دفاع کرتا۔“

لَوْ دَنَ سَيْفِي بِلَيْسِينَ دَفَعْتَهَا عَنِّي وَ لَمْ أَوْكُلْ وَ جَنِي الْأَضْبَعُ
”اگر میری تلوار میرے دائیں ہاتھ میں ہوتی تو میں اسے اپنے آپ سے دور کر دیتا اور بجوؤں کے

دَفُوعٌ لِلْقُبُورِ بِسَكَبِهَا كَأَنَّ بَوَاجِهُهَا تَحْمِيْمٌ قِذْرٍ
 ”جو اپنے کندھوں سے قبروں (کی مٹی) ہٹانے والی ہے اور اس کے چہرہ پر دیگ کی کالک لگی ہوئی ہے۔“

فَاقْسِمُ بِالَّذِي قَدْ كَانَ رَبِّي وَ أَنْصَابٍ لَدَى الْجَمْرَاتِ مَغْرٍ
 ”پس میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جو میرا پروردگار ہے اور جمرات کے پاس (ذبح کے ہاتھوں میرے پہلو کا گوشت نہ کھایا جاتا۔“

تو شاعر نے بیان کیا ہے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا جیسا کہ ابن المہلب نے کہا الضَّبْعَةُ الْعَرَجَاءُ۔
 (لنگڑا بجو) اس نے الضبعة کے اعراب میں خطا کی ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

فَلَوْ مَاتَ مِنْهُمْ مَنْ جَرَحْنَا لَأَصْبَحَتْ ضِبَاعٌ بِأَكْنَافِ الشَّرِيفِ عَرَائِسًا
 ”اگر ان کا کوئی ایسا شخص مر جاتا جسے ہم نے زخمی کیا ہوتا تو مقام شریف کے اطراف میں بجو رہنیں بن جاتے (اور خوشی سے پھولے نہ مارتے)۔“

بیان کیا جاتا ہے کہ بجو مقتول کو اس کی گدی کے بل لٹا دیتا ہے اور اس کی کمر کا گوشت کھاتا ہے کیونکہ یہ گوشت جانوروں کو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جب اس کا شکار کیا جائے تو اسے کہا جاتا ہے: أَبْشِرِي أُمَّ عَامِرٍ بِجَرَادٍ عِضَالٍ وَ كَمَرٍ رِجَالٍ۔ ”اے ام عامر تجھے سخت نڈی اور لوگوں کی کمر کے گوشت کی بشارت ہو۔“ ان الفاظ سے لوگ اسے دھوکا دیتے ہیں۔ بجو کی کنیت ام عامر، ام عمرو، ام بنبر، ام عتاب، ام طریق، ام نوفل، ام خنوز (نون مشدد کے ساتھ)، ام خنور کے سب ناموں سے بیان کی جاتی ہے اور اسے حضاجر، جعار، عشاء، ذبیحہ، عیلم، جعیر، ام جعور، قشام، جیال اور عیشوم کا نام دیا جاتا ہے اور کثیر مال غنیمت کا نام بھی قشام ہے۔ کہا جاتا ہے أَصَابَ الْقَوْمَ قَشَامًا (قوم نے کثیر مال غنیمت حاصل کیا)۔ یہ زیر کا قول ہے اور حیشل اور عیشوم بھی بجو کے نام ہیں۔ البتہ زربجو کو عیلام، عشیان، ذبح، ابوکلہ، نوفل اور اعشی کہتے ہیں۔

شیر کے وصف میں شاعر کا قول ہے فِي الْغَيْلِ مُجَرٍ يَعْنِي ذُوَ أَجْرَاءِ بَجُولٍ وَالْأَشِيرِ۔ اور الْآبَاءُ سے مراد وہ کچھار ہے جس میں شیر رہتا ہے۔ اسی طرح الْغَيْلِ، الْحَذَرِ، الْعَرِينِ اور الْعَرِيَّةِ شیر کی کچھار کے نام ہیں۔

شاعر کا قول ہے: أَحْمَى الْآبَاءَ ذَا يَعْنِي حَمَاهَا (اس کی حفاظت کی)۔ أَحْمَى كَى جَلَدٍ أَحْمَى لَا تَا
 ایک لغت ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ شاید أَحْمَى الْآبَاءَ ذَا سے مراد یہ ہو کہ جَعَلَهَا كَلَنَادٍ الْحَامِيَّةِ

خون سے) سرخ پتھروں کی قسم کھاتا ہوں۔“

لَسَوْفَ تَرَوْنَ مَا حَسْبِيَ إِذَا مَا تَبَدَّلَتْ اَبْجُلُودُ جُلُودَ نِيرٍ
”عنقریب جب لوگوں کی کھالیں چیتوں کی کھالوں سے بدل جائیں گی (وہ بھیس بدل لیں گے) تو تم دیکھ لو گے کہ میرا کردار کیسا ہے۔“

فَمَا إِنْ جَادِرٌ مِنْ أَسَدٍ تَرَجَّ مُدِلُّ عَنَسٍ فِي الْغِيلِ مُجَرِي
”ترج کے مقام پر گھنے درختوں کے درمیان کچھار میں بیٹھنے والا کوئی جری ترش رو شیر اولاد رکھنے والا نہیں۔“

فَقَدْ أَحْصَى الْآبَاءُ هَ مِنْ كَلَّافٍ فَمَا يَذْنُو لَهُ أَحَدٌ بِنَقْرِ
”اس نے مقام کلاف کی کچھار کو اپنی اس طرح حفاظت گاہ بنایا کہ کوئی شخص جستجو میں اس کے قریب نہیں جاسکتا۔“

بِخِلٍ تَعْجِزُ الْخُلَفَاءُ عَنْهُ يَوَائِبُ كُلِّ هَجْهَجَةٍ وَ ذَجِرٍ
”ایسے ریتلے راستے میں (کچھار بنائی) جس سے باہم عہد و پیمان باندھنے والے لوگ بھی عاجز ہو جاتے ہیں جو ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود حملہ کرتا ہو۔“

(اس نے اسے تیز گرم آگ کی طرح بنا دیا)۔ کہا جاتا ہے أَحْيَيْتُ الْحَدِيدَةَ فِي النَّارِ ”میں نے آگ میں لوہا گرم کیا: تو شعر کا معنی یہ بنے گا کہ اس نے اپنی کچھار کو اس طرح گرم کر دیا کہ اس کے قریب جانا مشکل تھا۔“

شاعر کا قول ہے مَهِنْ كَلَّافٍ۔ شاید اس سے مراد سخت مشقت ہو یعنی شیر نے اس کچھار کی پوری مشقت سے حفاظت کی۔ یہ فَعَالُ کے وزن پر ہے کیونکہ جب مشقت شدید ہو جائے تو اس کا یہی وزن ہوتا ہے جیسے اَلْهَيْامُ وَالْعَطَاشُ (سخت پیاس) اور كَلَّافٍ کا ایک معنی گھنے درختوں والی جگہ ہے اور شاید کلاف کسی جگہ کا نام ہو اور حضرت ابو حنیفہ نے کہا کلاف ایک درخت کا نام ہے۔ واللہ اعلم

شاعر کا قول ہے: بِخِلٍ۔ یہ ریتلا راستہ ہے اور الہجھجہ آپ کے اس قول سے مشتق ہے: هَجْهَجْتُ بِالذَّنْبِ ”میں نے بھیڑیے کو ڈانٹا۔“ شاعر کہتا ہے: لَمْ يَنْجِهْ مِنْهَا صِيَاحُ الْهَجْهَجِ ”ڈانٹ ڈپٹ کی چیخ نے اسے اس سے دور کیوں نہ بنایا۔“

بَاوْشَكَ سَوْرَةً مِّنِي إِذَا مَا حَبَوْتُ لَهُ بِقَرْقَرَةٍ وَ هَذِرٍ
 ”جو مجھ سے زیادہ تیز حملہ کرنے والا ہو جب میں بلبلانے والے نراونٹوں کے ذریعے اس کے قریب پہنچوں۔“

بَيِّضٌ كَالْأَسِنَّةِ مُرْهَفَاتٍ كَأَنَّ ظُبَاتِيهِنَّ جَحِيمٌ جَحِرٍ
 ”برچھیوں جیسے تیز دھار چکیلے (تیروں) کے ذریعے سے (حملہ کرنے والا ہو) گویا ان کے پھل آگ کے شعلے ہیں۔“

وَ أَكْلَفَ مُحَنَاءٍ مِّنْ جِلْدٍ ثَوْرٍ وَ صَفْرَاءِ الْبَرَايَةِ ذَاتِ أَزْرِ
 ”اور تیل کی کھال سے بنی ہوئی سیاہ پشت والی اور (تیر لگنے پر) زرد رنگ کے تراشے (نکالنے) والی تخت ڈھالوں کے ذریعے۔“

وَ أَبْيَضُ كَالْغَدِيرِ ثَوِي عَلَيْهِ عُمَيْرٌ بِالْمَدَاوِسِ نَصْفَ شَهْرِ
 ”اور تالاب کی طرح سفید تلواروں کے ذریعے جن پر عمیر (صیقل گر) نے آلاتِ صیقل کے ساتھ نصف ماہ کام کیا تھا۔“

أَرْقِلٌ فِي حَبَائِلِهِ وَ أَمْشِي كَبْشِيَّةٍ خَادِرٍ لَيْثٍ سِبْطَرٍ
 ”میں اس تلوار کو اس کے تمائل میں لمبائی میں رکھ کر اس طرح چلتا ہوں جس طرح ایک شیر

شاعر کا قول ہے: بِقَرْقَرَةٍ وَ هَذِرٍ۔ قرقرہ ایسی شدید آواز کو کہتے ہیں جس میں انقطاع ہو۔ عامر خدائ کی صفات میں آیا ہے: كَأَنَّ قُرَاقِرِي الصَّوْبِ۔ ”وہ بھاری بھر کم آواز والا تھا۔“ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس کی آواز کمزور ہو گئی۔ اس نے کہا:

وَ أَصْغَرَ صَوْتُ عَمْرِ صَبَا أَبْكُمْ لَا يُكَلِّمُ الْمَطْيَا
 ”اور عامر بن عمرو (چوڑوں کی چوں کی طرح) اتنی باریک اور گونگی ہو گئی کہ وہ اپنی سواری کے جانور سے بھی بات نہیں کر سکتا۔“

یہ عامر بن ہریرہ امداء تغلی سے۔ بنی حذاء اس کی طرف منسوب ہیں۔ اہل لغت نے ذکر کیا ہے کہ اونٹ سے بلبلانے کی پہلی آواز کو الْكَشِيَّةُ کہتے ہیں پھر المنيث پھر البدر پھر القرقرة اور پھر الزغد کا درجہ ہے۔ کہا جاتا ہے: رَعَدَ بَوَّغْدُ (بوز کا بہت جھانا) پھر القلج یا القلج یا التلغ کا درجہ ہے۔ آخری لہجہ سبویہ سے مروی ہے یہاں اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اتنا بلبلائے گویا وہ اپنی جلد سے اکھڑ رہا ہو۔
 شاعر کا قول ہے: مُحْنَاءٍ اس سے مراد ڈھال ہے۔ یہ أَجْنَاتُ الشَّيْءِ فَهُوَ مُحْنَاءٌ سے مشتق

جست لگاتا ہوا کچھار میں داخل ہوتا ہے۔“

يَقُولُ لِي الْفَتَى سَعْدٌ هَدِيًّا فَقُلْتُ لَعَلَّهُ تَقْرِيبُ غَدْرِ
”مجھ سے نوجوان سعد کہتا ہے قربانی کا جانور (یعنی قیدی) بھیجو۔ میں نے کہا شاید یہ کسی بے وفائی کی تمہید ہے۔“

وَقُلْتُ أَبَا عَدِيٍّ لَا تَطْرَهُمْ وَ ذَلِكَ إِنْ أَطَعْتَ الْيَوْمَ أَمْرِي
”اور میں نے کہا اے ابوعدی تو ان لوگوں کے قریب نہ جا اور آج میرا تجھ پر یہی حکم ہے اگر تو میری اطاعت کرے۔“

كَذَّابِهِمْ بِفَرَوَةَ إِذْ أَتَاهُمْ فَظَلَّ يُقَادُ مَكْتُوفًا بِضَفْرِ
”ان کا برتاؤ ان کے فروہ کے ساتھ برتاؤ جیسا ہے جب وہ ان کے پاس آیا تو بی ہوئی رسی کے ساتھ اس کی مشکیں کس کر اسے لے جایا گیا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابو بکر زخلف الاحمر نے مجھے یہ شعر بھی سنایا:
نَصْدٌ عَنِ الطَّرِيقِ وَ أَدْرَكُونَا كَأَنَّ سِرَاعَهُمْ تَيَّارُ بَحْرِ
”ہم راستے سے پلٹے جا رہے تھے کہ انہوں نے ہمیں پالیا گویا ان کی تیزی سمندر کے سیلاب کا ریل تھی۔“

اور شاعر کا قول مُدِلٌّ عَنَسٌ فِي الْفِيلِ مُجَرِّي غَيْرِ ابْنِ اسْحَاقٍ سے مروی ہے۔

ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز پر اوندھے ہو جائیں اور صفراء البرایۃ سے مراد تیرکمان ہے اور برایہ سے مراد اس سے دکھائی دینے والی چمک ہے۔ اس کی زردی اس کی جدت اور قوت کی علامت ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَاِبْيَضُ كَالْغَدِيرِ اس سے مراد تلوار ہے اور عمیر ایک کاریگر کا نام ہے اور المداوس مدوس کی جمع ہے، یہ وہ آلہ ہے جس کے ساتھ لوہار اور صیقل گز تلوار کو صیقل کرتا ہے اور پتھر کا وصف مگر کے ساتھ بیان کیا۔ مگر امغر کی جمع ہے جس کا معنی ہے سرخ۔ اور الخادر کا معنی ہے جھاڑی میں داخل ہونے والا۔ اور مُسْبِطٌ کا معنی ہے غیر منقبض یعنی لمبی جست لگانے والا۔

شاعر کا قول ہے: يَقُولُ لِي الْفَتَى سَعْدٌ هَدِيًّا۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ شریف کی طرف لے جایا جائے اور دہن کو بھی ہدی کہتے ہیں کیونکہ اسے بھی اس کے خاوند کی طرف لے جایا جاتا ہے اور یہاں ہدیثاً فعل کے اضمار پر منصوب ہے گویا مراد اِهْدِ هَدِيًّا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا ابواسامہ نے یہ اشعار بھی کہے:

الْأَمَنْ مَبْلَغٌ عَنِّي رَسُولًا مُغْلَغَلَةً يَثْبِتُهَا لَطِيفٌ
ارے کون ہے جو قاصد بن کر میرا یہ پیغام پہنچا دے جس کی تحقیق ایک محتاط آدمی کرتا ہے۔
أَلَمْ تَعْلَمْ مَرَدِّي يَوْمَ بَدْرٍ وَ قَدْ بَرَقَتْ بِجَنَبِكَ الْكُفُوفُ
”کیا بدر کے روز میری مدافعت کا تجھے علم نہیں جبکہ تیرے دونوں جانب ہتھیلیاں
(تلواریں) چمک رہی تھیں۔“

وَ قَدْ تَرَكْتُ سَرَاةَ الْقَوْمِ صَرْعِي كَانَ دُؤُوسَهُمْ حَدَجٌ نَقِيفٌ
”اور قوم کے سردار اس حالت میں بچھاڑے پڑے تھے گویا ان کے سر ایسے حنظل کے پھل
ہیں جن کا بیج نکال دیا گیا ہو۔“

وَ قَدْ مَالَتْ عَلَيْكَ بَيْطُنِ بَدْرٍ خِلَافَ الْقَوْمِ دَاهِيَةً خَصِيفٌ
”اور قوم کی مخالفت کی وجہ سے وادی بدر میں تجھ پر مختلف قسم کی آفتیں آپڑی تھیں۔“
فَنَجَّاهُ مِنَ الْغَمَرَاتِ عَزَمِي وَ عَوْنُ اللَّهِ وَالْأَمْرُ الْحَصِيفُ
”پھر میرے عزم، اللہ تعالیٰ کی امداد اور مستحکم تدبیر نے اسے ان آفتوں سے نجات بخشی۔“
وَ مُنْقَلَبِي مِنَ الْآبَاءِ وَحْدِي وَ دُونَكَ جَمْعُ أَعْدَاءٍ وَ قُوفُ
”اور اس بات نے (نجات بخشی) کہ میں مقام ابواء سے اکیلا واپس آ گیا جبکہ تیرے
سامنے دشمنوں کی جماعت کھڑی تھی۔“

ابواسامہ کے قصیدہ فاویہ کی تشریح

فاء کے قافیہ والے اشعار میں ابواسامہ کا قول ہے:

كَانَ دُؤُوسَهُمْ حَدَجٌ نَقِيفٌ حَدَجٌ حَدَجَةٌ كِي جَمْعٌ هُوَ اس کا معنی حنظل ہے اور
النقيف بمعنی المنقوف ہے جیسا کہ امرؤ القیس نے کہا:

كَتَبْتُ غَدَاةَ الْبَيْنِ يَوْمَ تَحْمَلُوا لَدَى سَرَاتِ الْحَيِّ نَائِفٌ حَنْظَلٌ
”جس روز وہ لوگ سوار ہو کر چلے گئے تو اس فراق کی صبح کو محلے کی گندم گوں عورتوں کے پاس گویا
میں حنظل کے بیج نکالنے والا تھا۔“

نَائِفٌ حَنْظَلٌ حنظل کے بیج نکالنے والے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دَاهِيَةٌ خَصِيفٌ یعنی پے در پے مصائب۔ یہ خَصَفْتُ النُّعْلَ يَخَصِفْتُ

وَ اَنْتَ لِمَنْ اَرَادَكَ مُسْتَكِينٌ بِجَنْبِ كَرَّاشٍ مَكْلُومٍ نَزِيفٌ
 ”اور جس نے تجھ (پر حملہ کرنے) کا ارادہ کیا تھا تو اس کے سامنے عاجز تھا اور مقامِ کراش
 کے کنارے زخمی اور خون بہتا پڑا تھا۔“

وَ كُنْتُ اِذَا دَعَانِي يَوْمَ كَرْبٍ مِنَ الْاَصْحَابِ دَاعٍ مُسْتَضِيفٌ
 ”اور میری شان یہ تھی کہ جب کسی مصیبت کے دن میرے دوستوں میں سے کوئی مجبور
 دوست مجھے پکارتا

فَاسْتَعْنَى وَ لَوْ اَحْبَبْتُ نَفْسِي اَخٌ فِیْ مِثْلِ ذَلِكَ اَوْ حَلِيفٌ
 اور ایسے وقت میں کوئی بھائی یا حلیف مجھے اپنی آواز سنا تا تو اگرچہ مجھے اپنی جان پیاری ہے

اللیف سے مشتق ہے۔ یعنی میں نے جو تے کو یا کھجور کی چھال کو سیا اور کبھی کہا جاتا ہے کَتِيبَةٌ خَصِيفٌ
 یعنی ایسا لشکر جس کا بعض بعض کے ساتھ بٹا ہوا ہو اور وہ کثیف ہو اور کتاب سیبویہ میں ہے کہ کتیبہ
 خصیف کا معنی سیاہ لشکر ہے۔

شاعر کا قول ہے وَ مُنْقَلَبِي مِنَ الْاَبْوَاءِ۔ الابواء وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ
 ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ اس جگہ کو ابواء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیلاب کے
 ریلے یہاں آ کر ٹھہرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام ابواء میں ایسے
 ہزار آدمیوں کی معیت میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کی جنہوں نے اپنے سر ڈھانپے
 ہوئے تھے۔ حضور ﷺ خود بھی رو پڑے اور دوسروں کو بھی رلا دیا اور سابقہ جس شعر میں حَدَجُ
 نَقِيفٌ کا لفظ آیا ہے اس پر میں نے شیخ کے حاشیہ میں یہ وضاحت دیکھی ہے کہ حضرت ابوحنیفہ نے کہا
 حَظْلٌ ان پھلوں میں سے ہے جو بغیر چناؤ اور عادت کے کھائے جاتے ہیں۔ یہ اندرائن کے اوپر لگتا
 ہے، جیسے گلڑی کا پھل لگتا ہے اور اندرائن اس کا درخت ہے۔ پھر اس میں ایک پھول نکلتا ہے پھر پھول
 میں سے تربوز کے خوشوں کی مانند خوشے نکلتے ہیں پھر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کے بیج موٹے ہو
 جاتے ہیں تو اسے حدج کہتے ہیں اس کا واحد حدجۃ ہے، پھر جب اس میں زردی آ جاتی ہے تو اسے
 خطبان کہتے ہیں۔ حضرت ابوحنیفہ نے مزید کہا کہ حَظْلٌ جب سبزی کے بعد سیاہ ہو جاتا ہے تو اسے قہقرہ
 کہتے ہیں اور انہوں نے حَظْلٌ کی طرح گلڑی میں بھی حدج اور جراء کے نام ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح ان
 دونوں درختوں کا نام شریہ ہے اور گلڑی کا نام تربوز کی طرح موٹا ہوئے سے پہلے اُن سے اور قح سے
 پہلے اسے خصف کہتے ہیں اور اس سے بھی جب چھوٹی ہو تو اسے قشعر، شعور اور ضغوس کہتے ہیں۔

أَرَدُ فَانْكَشِفَ الْغُثَىٰ وَ أَرْمِيْ إِذَا كَلَحَ الشَّافِرُ وَالْأَنُوفُ
”لیکن میں (اس کی آواز کا) جواب دیتا ہوں اور سختی کا حل نکالتا ہوں اور (خود کو اس میں)
اس وقت ڈال دیتا ہوں جب (دوسرے لوگوں کے) ہونٹ اور ناک سکڑ جاتے ہیں۔“

وَ قِرْنِ قَدْ تَرَكَتْ عَلَى يَدَيْهِ يَنُوءُ كَأَنَّهُ غُصْنٌ قَصِيفٌ
”اور کتنے ہی مد مقابل ہیں جنہیں میں نے اپنے سامنے اس طرح کر دیا کہ وہ بمشکل اٹھ
سکتے ہیں گویا وہ ٹوٹی ہوئی ٹہنی ہیں۔“

دَلَفْتُ لَهُ إِذَا اخْتَلَطُوا بِحَرَىٰ مُسْحَسَحَةٍ لِّعَانِدِهَا حَفِيفٌ
”جب لوگ باہم مل گئے تو میں نیزے کے ایک ایسے خون بہا دینے والے وار کے ساتھ اس
کے قریب ہوا کہ اس کی رگ سے خراٹے کے ساتھ خون بہہ رہا تھا۔“

فَذَلِكَ كَانَ صُنْعِيْ يَوْمَ بَدْرِ وَ قَبْلُ أَخُوْ مُدَارَاةٍ عَزُوفُ
”تو بدر کے روز میرا یہ کارنامہ تھا اور اس سے پہلے (میں ہر ایک سے) مدارات کرنے والا

اور نقیف کا معنی ہے ٹوٹا ہوا کیونکہ کہا جاتا ہے نَقَفْتُ رَأْسَهُ عَنْ دِمَاعِهِ۔ یعنی میں نے اس کا
سر دماغ تک توڑ دیا۔

شاعر کا قول ہے: أَخَوْضُ الصُّرَةِ الْحَمَاءِ۔ الصُّرَةُ کا معنی جماعت، چیخ و یکار اور سخت سردی
ہے اور یہاں سخت سردی مراد ہے کیونکہ شاعر نے شعر کے آخر میں الشفیف لفظ ذکر کیا ہے جس کا
معنی ٹھنڈک اور ہوا ہے۔ اسے الشفان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن انباری نے یہ اشعار کہے:

قُلْ لِلشَّمَالِ الَّتِي هَبَتْ مَرْعَزَعَةً تَذَرِيْ مَعَ النَّبِّ شَقَانًا بِصُرَادٍ
”اس باد شمالی کو کہہ دو جو رات کو پتے بادلوں کے ساتھ ٹھنڈی پیو بار کو اڑاتے ہوئے طوفانی
صورت میں چلی

إَقْرِى السَّلَامَ عَلَى نَجْدٍ وَ سَاكِنِيْهِ وَ حَاضِرٍ بِالْيَوِيْ إِنْ كَانَ أَوْبَادُ
کہ نجد اور اس کے رہنے والے اور اس شخص کو سلام کہنا جو وادی کے موز پر حاضر ہے یا کسی ویرانے
میں نکل گیا ہے۔“

سَلَامٌ مُّغْتَرِبٍ فِشَدَانٍ مَّنْزِلِهِ إِنْ أَنْجَدَ النَّاسَ لَمْ يَهْتَمُّ بِإِنْجَادِ
”ایک غریب الوطن مسافر کا سلام (کہنا) جو اپنے گھر کو کھو چکا ہے اگر لوگ نجد جائیں تو وہ نجد
جانے کا ارادہ نہیں کرے گا۔“

اور گھٹیا کاموں سے اعراض کرنے والا تھا۔“

”أَخَوْتُكُمْ فِي السِّنِينَ كَمَا عَلِمْتُمْ وَ حَرْبٌ لَا يَزَالُ لَهَا صَرِيفٌ
 ”(میں) قحط سالیوں میں تو تمہارا بھائی ہوں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور ایسا (سراپا) جنگ
 ہوں جس کی (حرکت کی) آواز ہمیشہ آتی رہتی ہے۔“

و مِقْدَامٌ لَّكُمْ لَا يَزِدُّهُنِي جَنَّانُ اللَّيْلِ وَالْآنَسُ اللَّفِيفُ
 ”اور تمہاری خاطر ہر ایک پر سبقت لے جانے والا ہوں۔ رات کے اندھیرے اور لوگوں کی
 بھیڑ بھاڑ مجھے خوفزدہ نہیں کرتی۔“

أَخْوَضُ الصَّرَّةِ الْحَمَاءِ خَوْضًا إِذَا مَا الْكَلْبُ الْجَاهُ الشَّفِيفُ
 ”میں انتہائی سخت سردی میں اس وقت غوطے لگاتا ہوں جب کتے کو بارش کی سردی پناہ لینے
 پر مجبور کر دیتی ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: میں نے طوالت کے خوف سے ابواسامہ کا قصیدہ لامیہ چھوڑ دیا ہے
 جس میں پہلے اور دوسرے شعر کے سوا بدر کا کچھ ذکر نہیں۔

ہند بنت عتبہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے بدر کے روز اپنے باپ کا یہ مرثیہ کہا:
 أَعْيَنِي جُودًا بِدَمْعٍ سَرَبٍ عَلَى خَيْرِ خَنْدِفٍ لَمْ يَنْقَلِبْ
 ”اے میری آنکھ! بنی خندف کے بہترین شخص پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سخاوت کر جو پلٹا
 نہیں۔“

تَدَاعَى لَهُ رَهْطُهُ غُدْوَةً بَنُو هَاشِمٍ وَ بَنُو الْمُطَلِبِ
 ”اس کی جماعت بنی ہاشم اور بنی مطلب نے اسے صبح کے وقت بلایا۔“

يَذِيقُونَهُ حَدَّ أَسْيَافِهِمْ يَعْلُونَهُ بَعْدَ مَا قَدْ عَطِبَ
 ”تا کہ اسے اپنی تلواروں کی دھار کا مزہ چکھائیں اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد دوبارہ

ہند کے اشعار

ہند کے اشعار میں ہے: جَمِيلَ الْمَرَاةِ - الْمَرَاةُ سے مراد مَرَاةُ الْعَيْنِ (آنکھوں دیکھا منظر)
 ہے۔ ہمزہ کی حرکت ماقبل ساکن کی طرف منتقل کر کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ جب ہمزہ کی حرکت

اسے اس کا گھونٹ پلائیں۔“

يَجْرُونَهُ وَ عَفِيرُ الثَّرَابِ عَلَى وَجْهِهِ عَارِيًا قَدْ سَلِبَ
”وہ اسے اس حالت میں کھینچ رہے تھے کہ مٹی کا غبار اس کے ننگے چہرے پر تھا (جس کا سارا سامان) چھین لیا گیا تھا۔“

وَ كَانَ لَنَا جَبَلًا رَاسِيًا جَبِيلَ الْمَرَاةِ كَثِيرَ الْعُشْبِ
”حالانکہ وہ ہمارے لئے ایک مضبوط، خوش منظر اور سبزہ زار پہاڑ تھا۔“

وَ اَمَّا بُرَىٰ فَلَمْ اَعْنِهِ فَاَوْتِيَ مِنْ خَيْرِ مَا يَحْتَسِبُ
”البتہ بری (نامی شخص) کا کیا حال ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اسے اس قدر بھلائی حاصل ہوگئی جو حساب کے لئے کافی ہے۔“

ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَرِيبُ عَلَيْنَا دَهْرُنَا فَيَسُوْنَا وَ يَأْبَىٰ فَمَا نَأْتِي بِشَيْءٍ يُغَالِبُهُ
”ہمارا زمانہ ہم پر ناگفتہ بہ حالات ڈالتا ہے تو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے اور وہ (اچھے حالات کا) انکار کرتا ہے تو ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کر سکتے جو اس پر غالب آجائے۔“

اَبْعَدَ قَتِيلٍ مِّنْ لُّوَيْ بْنِ غَالِبٍ يُّرَاغُ اَمْرُوْا اَنْ مَاتَ اَوْ مَاتَ صَاحِبُهُ
”کیا بنی لوی بن غالب کے اس مقتول کے بعد بھی کسی شخص کو ڈرایا جائے گا کہ وہ مر جائے گا یا اس کا ساتھی مر جائے گا۔“

اَلَا رَبُّ يَوْمٍ قَدْ رُذِنْتُ مُرْذَاً تَرُوْحُ وَ تَفْذُوْا بِالْجَزِيلِ مَوَاهِبُهُ
”خبردار! ایک دن ایسا بھی آیا کہ ایک ایسا تنی میرے پاس سے کم کر دیا گیا جس کی بخشش صبح و شام کثرت سے جاری تھیں۔“

فَابْلَغْ اَبَا سَفْيَانَ عَنِّيْ مَا لَكَ فَاِنْ اَلَقَهُ يَوْمًا فَسَوْفَ اُعَاتِبُهُ
”ابو سفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو اور اگر کسی دن میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں خود بھی اس سے شکایت کروں گی۔“

منتقل ہو جائے تو وہ حذف ہو جاتا ہے کیونکہ وہ الف ساکن کی تقدیر پر باقی رہتا ہے اور اس کا ما قبل ساکن حرف سکون کے حکم پر باقی رہتا ہے کیونکہ اس کی طرف منتقل ہونے والی حرکت عارضی ہوتی ہے تو گویا یوں دو ساکن جمع ہو گئے اس لئے الف کو حذف کر دیا گیا۔ ابن جنی کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔

فَقَدْ كَانَ حَرْبٌ يَسْعُرُ الْحَرْبَ إِنَّهُ لِكُلِّ أَمْرٍ فِي النَّاسِ مَوْلَى يُطَالِبُهُ
 ”کیونکہ حرب ایسا شخص تھا جو جنگ کو بھڑکاتا تھا۔ بے شک لوگوں میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی
 سرپرست ہوتا ہے جس کے پاس وہ شخص مطالبے پیش کرتا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

لِلّٰهِ عَيْنًا مَنْ دَايَ هَلَكًا كَهَلِكِ رَجَالِيَّةٍ
 ”اللہ ہی کے لئے ہے اس شخص کی دونوں آنکھوں کی خوبی جس نے میرے لوگوں کی ہلاکت
 کی طرح ہلاکت دیکھی۔“

يَا رَبِّ بَاكِ لِيْ غَدَا فِي النَّائِبَاتِ وَ بَاكِه
 ”اے وہ مرد و اور عورتو جو کل آفتوں میں پھنس کر میرے لئے روؤ گے۔“

كَمْ غَادَرُوا يَوْمَ الْقَلِيْبِ غَدَاةً تِلْكَ الْوَاعِيَةِ
 ”اس چیخ و پکار کی صبح کنویں (کے بھرنے) کے دن کتنے لوگوں نے (مجھ سے) جدائی اختیار
 کی۔“

مِنْ كُلِّ غَيْثٍ فِي السِّنِينَ إِذَا الْكَوَائِبُ خَاوِيَةٌ
 ”جو قحط سالیوں میں ابر باراں ہوتے تھے جب ستارے بغیر بارش کے ڈوب جاتے۔“

قَدْ كُنْتُ أَحْذَرُ مَا أَرَى فَالْيَوْمَ حَقٌّ حِذَارِيَّةٌ
 مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج میرا خوف حقیقت بن گیا ہے۔

قَدْ كُنْتُ أَحْذَرُ مَا أَرَى فَالْيَوْمَ حَقٌّ حِذَارِيَّةٌ
 ”مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج میرا خوف حقیقت بن گیا ہے۔“

يَا رَبِّ قَبْلَةَ غَدَا يَا وَيْحَ أُمِّ مُعَاوِيَةَ
 ”اے وہ بہت سی عورتو! جو کل یہ کہنے والی ہو بائے افسوس معاویہ کی ماں پر (سن لو)۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

ہند کا قول ہے: فَمَا بَدِيْ فَلَمَّ اَعْنَه۔ بَدِيْ الْبِرَاء کی تصغیر ہے۔ یہ ایک آدمی کا نام ہے۔

ہند کا قول ہے: فَانَا الْغَدَاةُ مُوَامِيَةً۔ موامیۃ کا معنی ہے ذلیل اور یہ ہمزہ کے ساتھ موامیۃ
 ہے لیکن اسے تخفیف کے طور پر واو سے بدل دیا گیا۔ یہ لفظ الأمة سے ماخوذ ہے۔ آپ کا قول ہے

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ بَيْكِي عَتَبَةً شَيْخًا شَدِيدَ الرِّقَبَةِ
”اے آنکھ! مضبوط گردن والے بوڑھے عتبہ پر رو۔“

يُطْعِمُ يَوْمَ الْمَسْغَبَةِ يَذْفَعُ يَوْمَ الْمَغْلَبَةِ
”جو بھوک اور قحط سالی کے دن کھانا کھلاتا تھا اور غلبے کے دن مدافعت کرتا تھا۔“

إِنِّي عَلَيْهِ حَرِبَةٌ مَلْهُوفَةٌ مُسْتَلَبَةٌ
”میں اس پر بہت غمگین، رنجیدہ اور دیوانی ہو گئی ہوں۔“

لَنَهْبِطَنَّ يَثْرِبَةَ بَغَارَةَ مُنْتَعِبَةٌ
”ہم یثرب پر ضرور ایک بہہ پڑنے والے حملے کے ساتھ اتریں گے۔“

فِيهَا الْخَيُْولُ مُقَرَّبَةٌ كُلُّ جَوَادٍ سَلْهَبَةٌ
”جس حملہ میں گھروں کے قریب رکھ کر پالے ہوئے گھوڑے ہوں گے (جن میں سے) ہر گھوڑا طویل القامت ہوگا۔“

صفیہ کے اشعار

صفیہ بنت مسافر بن ابو عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے بدر کے روز کنویں میں

تَلَمَّيْتُ أَمَةً مِثْلَ لَوْنِ بَنَاتِي۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ لفظ التَّوَاءِمَةُ سے مقلوب کیا گیا ہو جس کا معنی موافقت ہے۔ اس بناء پر اس کی اصل مُوَانِمَةٌ ہوگی پھر اس میں قلب کیا گیا تو یہ مُفَاعِلَةٌ کے وزن پر مُوَامِمَةٌ بن گیا۔ ہند کی مراد یہ ہے کہ وہ ذلیل ہو گئی ہے۔ وہ اپنی ذلت کا انکار نہیں کرتی بلکہ چار و ناچار اپنے دشمن کی موافقت کرتی ہے۔ اسی سے التَّوَامُ کالفظ مشتق ہے کیونکہ اس کا وزن فَوْعَلٌ ہے جیسے التَّوَلَّجُ ان دونوں میں تاء و او کا بدل ہے۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

ہند کا قول ہے: مَلْهُوفَةٌ مُسْتَلَبَةٌ۔ مُسْتَلَبَةٌ میں عمدہ ترین قول یہ ہے کہ یہ السلاب سے ماخوذ ہے اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور السلاب وہ سیاہ کپڑا ہے جو نوحہ کرنے والی عورت اوڑھتی ہے۔ اسی سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے جو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو اس وقت فرمایا جب ان کے خاوند حضرت جعفر کی وفات ہوئی کہ تَسْلِبِي ثَلَاثًا ثُمَّ اصْنَعِي مَا شِئْتِ ”تم تین دن سیاہ لباس پہنو پھر جو چاہو کرو۔“ یہ حدیث احداد کے ساتھ منسوخ ہے اور قابل تاویل ہے۔ اسے طبری نے ذکر کیا ہے۔

ڈالے جانے والے قریش کے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا جس میں وہ ان کی مصیبت کو یاد کرتی ہے:

يَا مَنْ لِعَيْنٍ قَذَاهَا عَانُو الرَّمْدِ حَدَّ النَّهَارِ وَ قَرْنُ الشَّمْسِ لَمْ يَقْدِرْ
”ہے کوئی فریادرس اس آنکھ کا جس کا خاشاک دن کے آخری حصے میں بھی آشوب بن گیا
ہے اور وہ سورج کے آخری کنارے کی بھی تاب نہیں لاسکتی۔“

أَخْبِرْتُ أَنَّ سَرَاةَ الْأَكْرَمِينَ مَعًا قَدْ أَحْرَزَتْهُمْ مَنَآيَا هُمْ إِلَى أَمَدٍ
”مجھے خبر دی گئی ہے کہ شرفاء کے سب سرداروں کو ان کی موتوں نے ایک خاص وقت پر ایک
ساتھ جمع کر دیا ہے۔“

وَفَرَّ بِالْقَوْمِ أَصْحَابُ الرِّكَابِ وَلَمْ تَعْطِفْ غَدَاتِنِي أُمُّ عَلِيٍّ وَلَدٍ
”اور سواریوں والے لوگ قوم کو لے کر بھاگ گئے اور اس صبح کو کسی ماں نے بچے کی طرف
مڑ کر بھی نہ دیکھا۔“

قَوْمِي صَفِيٍّ وَلَا تَنْسَى قَرَابَتَهُمْ وَإِنْ بَكَيْتِ فَمَا تَبْكِينَ مِنْ بَعْدِ
”اے صفیہ! اٹھ اور اس کی رشتہ داری کو نہ بھلا اور اگر تو رونا چاہے تو دور سے نہ رو۔“

كَانُوا سُقُوبَ سَمَاءِ الْبَيْتِ فَانْقَصَفَتْ فَاصْبَحَ السَّمَكُ مِنْهَا غَيْرَ ذِي عُمِدٍ
وہ گھر کی چھت کے ستون تھے، وہ ٹوٹ گئے تو گھر کا اوپر کا حصہ بغیر ستونوں کے ہو کر رہ گیا۔
علامہ ابن ہشام نے کہا اس کا شعر گانُوا سُقُوبَ مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: صفیہ بنت مسافر نے یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا يَا مَنْ لِعَيْنٍ لِلتَّبَكِّيِّ دَمْعُهَا فَإِنْ
ارے ہے کوئی اس آنکھ کا فریادرس جس کے آنسو رونے کی وجہ سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

كَغَرَبِيٍّ دَالِجٍ يَسْقِي خِلَالَ الْغَيْثِ الدَّانُ
”(اس آنکھ کی حالت) کنویں سے حوض تک پانی لے جانے والے ان دو ڈولوں کی طرح
ہے جو بارش سے اگی ہوئی قریبی گھاس کے درمیان بھی پانی بہا رہے ہیں۔“

وَمَا لَيْثٌ غَرِيفٌ ذُو أَظْفِيرٍ وَ أَسْنَانُ
”اور پنچوں اور دانتوں والے جھاڑی کے شیر کی کیا شان ہے؟“

أَبُو شَبْلَيْنِ وَثَابٌ شَدِيدُ الْبَطْشِ غَرَّانُ
”جو دو کم سن شیروں کا باپ ہے، خوب حملہ کرنے والا، مضبوط گرفت والا اور بھوکا ہے۔“

تَجِبْنِي إِذْ تَوْلَى وَ وَجُوهَ الْقَوْمِ الْوَانِ
 ”(وہ شیر) میرے دوست کی مانند ہے جس کے لوٹنے سے لوگوں کے چہروں کے رنگ اڑنے لگے۔“

وَ بِالْكَفِّ حُسَامٌ صَارِمٌ أَبْيَضُ ذُكْرَانُ
 ”اور (اس کے) ہاتھ میں سفید فولاد کی تیز کاٹنے والی تلوار ہے۔“

وَ أَنْتَ الطَّاعِنُ النَّجْلَاءَ مِنْهَا مُزِيدٌ أَنْ
 ”(اے میرے دوست!) تو نیزے سے کشادہ زخم لگانے والا ہے جس سے جھاگ والا گرم خون (بہہ پڑتا ہے)۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: لوگ اس کے اشعار ”و مَالِیْثٌ غَرِیْفٌ تَاْخِرٌ“ سابقہ دونوں اشعار سے علیحدہ کر کے بھی روایت کرتے ہیں۔

ہند بنت اثاثہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے عبید بن حارث بن مطلب کا یہ مرثیہ کہا:

لَقَدْ ضَمِنَ الصَّفْرَاءُ مَجْدًا وَ سُودَدًا وَ حِلْمًا أَصِيلًا وَافِرَ اللَّبِّ وَ الْعَقْلَ
 ”مقام صفراء میں بزرگی، سرداری، پختہ عقل اور ذہانت و دانش کی بڑی مقدار رکھ دی گئی۔“
 عُبَيْدَةً فَابْكِيهِ لِأَضْيَافِ غُرْبَةٍ وَ أَرْمَلَةٍ تَهْوِي لِأَشْعَثِ كَالْجَدُلِ
 ”یعنی عبیدہ (کو وہاں رکھ دیا گیا) اس لئے اس پر سفر کے مہمانوں اور ان بیواؤں کے لئے روجو پریشانی میں اس کے پاس آیا کرتی تھیں۔ وہ شخص درخت کے تنے کی طرح تھا۔“

وَ بَكِّيهِ لِلْأَقْوَامِ فِي كُلِّ شَتْوَةٍ إِذَا احْمَرَّتْ آفَاقُ السَّمَاءِ مِنَ الْمَحِلِ
 ”اور اسی پر ان لوگوں کے لئے روجو ہر موسم سرما میں اس وقت (اس کے پاس آیا کرتے) جب قحط سالی کی وجہ سے آسمان کے کنارے سرخ ہو جاتے۔“

وَ بَكِّيهِ لِلْأَيْتَامِ وَالرِّیْسِ زَفَرَفٍ وَ تَشْبِیْبٍ قَدِرٍ طَالَمَا أَرَبَدَتْ تَغْلِي
 ”اور اس پر یتیموں کے لئے رو (جنہیں اس کے پاس اس وقت پناہ ملتی) جب سخت ہوا کے تیز جھونکے آتے اور ان دیگوں کے نیچے آگ روشن کرنے کے لئے روجو لمبی مدت تک اٹتے ہوئے جھاگ چھوڑتی رہتی تھیں۔“

فَإِنْ تُصْبِحَ النَّيْرَانُ قَدْ مَاتَ ضَوْوُهَا فَقَدْ كَانَ يُدْكِنُهُنَّ بِالْحَطْبِ الْجَزَلِ
 ”پھر اگر آگوں کی روشنی بجھ جاتی تو وہ انہیں موٹی لکڑیوں کے ایندھن سے سلگایا کرتا تھا۔“

لِطَارِقٍ لَّيْلِ أَوْ لِمَلْتَسِ الْقِرَى وَ مُسْتَبِحٍ أَضْحَى لَذِيهِ عَلَى رَسْلِ
 ”(وہ دیکھیں) رات کو کسی آنے والے مہمان کے لئے یا ضیافت کے طالب اور اس گم کردہ
 راہ مسافر کے لئے (پکائی جاتیں) جو کتے کی آواز سن کر آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا۔“
 علامہ ابن ہشام نے کہا اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

قتیلہ بنت حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: قتیلہ بنت حارث نے اپنے بھائی نصر بن حارث کا یہ مرثیہ کہا:

يَا رَاكِبًا إِنَّ الْأَثِيلَ مِظْنَةٌ مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَأَنْتَ مُوَفَّقٌ
 ”اے سوار! مقام اٹیل کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے اور تو بڑے ٹھیک
 وقت پر آیا ہے (جب تیری ضرورت تھی)۔“

أَبْلَغُ بِهَا مَيِّتًا بَانَ تَحِيَّةٌ مَا إِنْ تَزَالَ بِهَا النَّجَائِبُ تَخْفِقُ
 ”وہاں کی ایک میت کو پیغام پہنچا دینا کہ اسے سلام ہو جب تک شریف اونٹنیاں وہاں تیزی
 سے آتی جاتی رہیں۔“

هَلْ يَسْعَعِنِي النَّضْرُ إِنْ نَادَيْتُهُ أَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ لَا يَنْطِقُ
 ”اگر میں پکاروں تو کیا نصر میری پکار سنے گا یا وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بول نہیں سکتا؟“
 أَمْ مُحَمَّدٌ يَا خَيْرَ ضَنْءٍ كَرِيمَةٍ فِي قَوْمِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مَعْرُقٌ

قتیلہ کے اشعار

علامہ ابن ہشام نے قتیلہ بنت حارث کے اشعار کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی نصر بن حارث کا
 مرثیہ کہتی ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ نصر کی بیٹی ہے بہن نہیں۔ زہیر وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے اور
 کتاب الدلائل میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ یہ قتیلہ ابوامیہ کے چھوٹے بیٹے حارث کی بیوی تھی اور یہ
 ثریا بنت عبد اللہ بن حارث کی دادی ہے جس کے متعلق عمر بن ابی ربیعہ نے درج ذیل اشعار اس وقت
 کہے جب سہیل بن عبد الرحمن بن عوف نے اس کا رشتہ طلب کیا:

أَيُّهَا الْمُنْكَحُ الثَّرِيَا سَهِيلًا عَمَرَكَ اللَّهُ كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ
 اے ثریا کا نکاح سہیل سے کرنے والے! اللہ تیری عمر دراز کرے، یہ ایک دوسرے سے کیسے ملیں گے؟

”اے محمد (ﷺ) اے اپنی قوم کی شریف عورت کی بہترین اولاد! اور شریف تو وہی ہوتا ہے جو سلا شریف ہو۔“

مَا كَانَ ضَرْكَ لَوْ مَنَّتْ وَ دُبَّاءَ مَنْ الْفَتَى وَ هُوَ الْمَغِيْظُ الْمَحْنَقُ
”اگر آپ احسان کرتے (اور اسے چھوڑ دیتے) تو آپ کا کیا نقصان ہوتا اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ نو جوان ایسی حالت میں احسان کرے جبکہ وہ غصہ سے بھرا کینہ ور ہو۔“

أَوْ كُنْتُ قَابِلَ فِدْيَةٍ فَلْيَنْفَقَنَّ بِاعْزَ مَا يَغْلُوْبُهُ مَا يَنْفِقُ
”یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو مصارف جتنے زیادہ سے زیادہ دشوار ترین ہوتے وہ ضرور خرچ کیے جاتے۔“

فَالنَّضْرُ أَقْرَبُ مَنْ أَسْرَتْ قَرَابَةً وَ أَحَقُّهُمْ إِنْ كَانَ عِتْقُ يُعْتَقُ
”کیونکہ نضر ان تمام لوگوں میں زیادہ قریبی رشتہ دار ہے جن کو آپ نے اسیر کیا اور ان سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اگر آزادی ممکن ہو تو آزاد کر دیا جائے۔“

ظَلَمْتُ سَيِّفُ بْنُ أَبِي تَنُوْشَةَ لِلَّهِ أَرْحَامُ هُنَاكَ تُشَقُّ
”اس کے بھائیوں کی تلواریں اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتی رہیں۔ ہائے خدایا وہاں قرابتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہے۔“

صَبْرًا يُقَادُ إِلَى النَّيَّةِ مُتَّعًا رَسَفَ الْمُقَيَّدُ وَهُوَ عَانٍ مُؤْتَقُ
”اسے موت کی جانب اس حالت میں کھینچا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں، تھکا ماندہ ہے، بیڑیوں میں بمشکل پاؤں اٹھا رہا ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ان اشعار کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: لَوْ بَلَغَنِيْ هَذَا قَبْلَ قَتْلِهِ لَمَنَّتْ عَلَيْهِ ”اگر اس کے قتل سے پہلے میرے پاس یہ خبر پہنچتی تو میں ضرور اس پر احسان کرتا۔“

غزوہ بدر سے فراغت کی تاریخ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے ماہ رمضان کے آخر میں یا شوال میں فارغ ہوئے۔

هِيَ شَامِيَّةٌ إِذَا مَا اسْتَقَلَّتْ وَ سُهَيْلٌ إِذَا اسْتَقَلَّ يَمَانِ
”جب ثریا منفرد ہو تو وہ ملک شام سے تعلق رکھتی ہے اور جب سہیل منفرد ہو تو وہ یمنی ہے۔“

چشمہ کدر پر غزوہ بنی سلیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ آپ ﷺ بنی سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری یا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ان کے چشموں میں سے ایک کدر نامی چشمے پر جلوہ افروز ہوئے۔ تین راتیں وہاں قیام فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس سفر میں کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی۔ اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعدہ کا پورا مہینہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر

غزوہ بنی سلیم کا دوسرا نام غزوہ قرقرۃ الکدر ہے۔ قرقرہ نرم اور نشیبی زمین کو کہتے ہیں اور کدر سے مراد ٹیالے دھبوں والے پرندوں کو کہتے ہیں جن کی وجہ سے وہ زمین مشہور تھی۔ ایک دفعہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کئے جانے والے سفر کا حال بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمران بن سوادہ نے آپ سے کہا: آپ کی رعایا آپ کی سختی اور جبر و تشدد کی شکایت کرتی ہے۔ آپ نے فوراً اپنا درہ تھاما اور اس کی رسیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: میں غزوہ قرقرہ الکدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میں خوش حال زندگی بسر کرتا اور سیر ہو کر کھاتا، لوگوں کو بھی پلاتا اور خود بھی سیراب ہوتا تھا۔ اب میں لوگوں کو ڈانٹتا زیادہ ہوں، مارتا کم ہوں، سرکشوں کا مقابلہ کرتا ہوں اور بے قابو ہو جانے والے لوگوں کو جھڑکتا ہوں اور سخت مزاج لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ میں اپنی لاٹھی سونت کر بلند تو کرتا ہوں لیکن مارتا ہاتھ کے ساتھ ہوں۔ اگر میں ایسا بھی نہ کرتا تو سب کچھ ضائع کر دیتا۔ اس طرح آپ نے اپنے حسن سیاست کا تذکرہ فرمایا۔

غزوہ سولق

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان بھاگ کر مکہ پہنچا اور لشکر قریش بدر سے واپس لوٹا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہیں لے گا اس وقت تک وہ غسل جنابت نہیں کرے گا۔ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لئے ماہ ذوالحجہ میں وہ قریش کے دو سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا، اس نے عام راستہ کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وہ وادی قناتہ سے گزرتا ہوا شیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے تقریباً ایک برید (بارہ میل) کی مسافت پر واقع ہے۔ پھر رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا بنی نصیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حیی بن اخطب کے دروازے پر آ کر دستک دی لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گیا پھر وہ وہاں سے لوٹ کر سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا۔ یہ سلام اپنے زمانے میں یہودیوں کا سردار اور ان کے خزانے کا نگران تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا۔ اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور اس کی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات سے آگاہ کیا۔ نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے نکلا اور اپنے سپاہیوں کے پاس واپس آ گیا اور قریش کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ مدینہ کے ایک علاقہ میں آئے جس کا نام عریض تھا یہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسے نذر آتش کیا۔ وہاں ایک انصاری اور اس کے ایک ساتھی کو اپنی کھیتی میں تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا پھر وہ سب وہاں سے بھاگ گئے، لوگ ان سے باخبر ہو کر چوکے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہ لے لے گا اس وقت تک غسل جنابت نہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور جاہلیت میں بھی دین ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے مطابق غسل جنابت کیا جاتا تھا جیسا کہ ان لوگوں میں حج اور نکاح کے افعال باقی تھے۔ حب کا معنی ہے ایک طرف ہونا، دور ہونا، چونکہ ناپاکی کی حالت میں اہل عرب مسجد حرام اور دیگر مقدس مقامات سے پہلو تہی کرتے اور ان سے دور رہتے تھے، اس لئے وہ اسے غسل جنابت کا نام دیتے تھے اور کہتے تھے رَجُلٌ جُنُبٌ وَ قَوْمٌ جُنُبٌ (یعنی جنسی آدمی اور جنسی قوم)۔ اسی وجہ سے اس کلمہ کا یہی معنی قرآن کریم میں معروف ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (المائدہ: ۶) (اور اگر ہو تم جنسی تو (سارا بدن) پاک کر لو)۔ پس حدیث اکبر اسی نام

میں نکلے، مدینہ طیبہ میں حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمند رکوا پنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے پھر حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ستوں کی کثیر التعداد بوریاں راستے میں گری ہوئی دیکھیں جو انہوں نے کھیتوں میں پھینک دی تھیں تاکہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے تیزی سے بھاگ سکیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شمار ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غزوہ غزوہ سویق اس لئے کہلاتا ہے کہ کفار نے بھاگتے ہوئے ستوں کی بہت سی بوریاں پھینک دی تھیں جن پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ چونکہ عرب میں ستوں کو سویق کہتے ہیں اس لئے یہ غزوہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب سلام بن مشکم یہودی نے ابوسفیان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور اس کی ضیافت کی تو واپس لوٹتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَ اِنِّیْ تَخَيَّرْتُ الْمَدِیْنَةَ وَ اَحَدًا لِّحِلْفٍ فَلَمْ اَنْدَمْ وَ لَمْ اَتَلَوْمْ
”اور میں نے مدینہ میں ایک شخص کو عہد و پیمان کے لئے منتخب کیا تو نہ میں پچھتایا اور نہ قابلِ ملامت ہوا۔“

سَقَانِیْ فَرَوَانِیْ کُمِیْتًا مَّدَامَةً عَلٰی عَجَلٍ مِّنِّیْ سَلَامٌ بِّنْ مُّشْکَمٍ
”سلام بن مشکم نے میری جلدی کے باوجود مجھے ایسی شراب پلا کر سیراب کیا جو سر کو چکرا

سے معروف تھا اس لئے انہیں اس کی تفسیر کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ حدیث اصغر جو کہ وضو کا موجب ہے، اسلام سے قبل معروف نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق یہ نہ فرمایا: وَ اِنْ کُنْتُمْ مُّحَدِّثِیْنَ فَتَوَضَّؤْا کہ اگر تمہیں حدیث لاحق ہو تو وضو کر لو جس طرح یہ فرمایا تھا وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْهَرُوْا بلکہ فرمایا: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَ اَیْدِیْکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ۚ۔ (تو پہلے) دھو لو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھو لو اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضو، اس کے اعضاء، اس کا طریقہ اور وہ اسباب بیان فرمائے جو وضو کو لازم کرتے ہیں۔ جیسے نیند سے بیدار ہونا، قضائے حاجت کے بعد آنا اور عورتوں سے صحبت کرنا لیکن جنابت کے معاملہ میں نماز و جوہ طہارت کے ذکر سے زیادہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔

دینے والی تھی۔“

وَلَمَّا تَوَلَّى الْجَمَشُ قُلْتُ وَ لَمْ أَكُنْ لِأَفْرِحَهُ أَبَشِرُ بَعِزٌ وَ . مَغْنَمٌ
”اور جب لشکر واپس ہوا تو میں نے ان سے کہا تمہیں غلبہ اور غنیمت کی بشارت ہو اور میں
ان پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔“

تَمَلُّ فَإِنَّ الْقَوْمَ سِرٌّ وَ إِنَّهُمْ صَرِيحٌ لُّوِي لَا شَطَاطِطُ جُرْهُمُ
”دیکھو یہ قوم خالص نسب والے ہیں اور یہ لوی کی خالص اولاد ہیں نہ کہ جرہم کے ملے جلے
لوگ۔“

وَ مَا كَانَ إِلَّا بَعْضُ لَيْلَةٍ رَاكِبٌ أَلَى سَاعِيًا مِّنْ غَيْرِ عِلَّةٍ مُّغْدِمِ
”اور یہ ملاقات صرف اتنی دیر تھی جتنی دیر ایک سوار رات کے تھوڑے سے حصے میں ٹھہرتا
ہے جو ناداری کی احتیاج کے بغیر صرف کھانے کے لئے آیا ہو۔“

سلام بن مشکم

حضرت ابن اسحاق نے سلام بن مشکم کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شعشاء نامی عورت کا بیٹا ہے
جس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِشَعَاءَ الَّتِي قَدْ تَبَيَّنَتْهُ فَلَيْسَ لِعَقْلِهِ مِنْهَا شِفَاءٌ
”اس شعشاء کے لئے جس نے اس کا ارادہ کر لیا تھا لیکن شعشاء سے اس کی عقل کے لئے کوئی تسکین
نہ تھی۔“

ابوسفیان کا قول ہے: شَطَاطِطُ جُرْهُمِ۔ شَطَاطِطُ مختلف قسم کے گھوڑوں کو کہتے ہیں اور مختلف
نسلوں کے ملے جلے لوگوں کو بھی شَطَاطِطُ کہا جاتا ہے۔ یہ اصل میں شیط سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے
روشنی کے ساتھ تاریکی کا اختلاط۔ اسی سے ایک لفظ شَطَطُ مشتق ہے جو سر کے سیاہ و سفید بالوں کو کہتے ہیں۔
ابوسفیان کا قول ہے: وَ لَمْ أَكُنْ لِأَفْرِحَهُ۔ الْمَقْرَحُ اس شخص کو کہتے ہیں جسے قرض نے بوجھل
کر دیا ہو۔ اس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجاز میں فرع گاؤں کے کنارے پر واقع
ایک مقام بحران میں تشریف لائے اور ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ کے دو مہینے وہاں قیام پذیر رہے۔
فرع گاؤں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلا گاؤں ہے جس کے لوگوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام
اور ان کی والدہ کے لئے مکہ مکرمہ میں کھجوریں مہیا کیں۔ یہ گاؤں مدینہ طیبہ کے قریب واقع ہے۔ اس

غزوہ ذی امر

جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سویق سے مراجعت فرما ہوئے تو ذوالحجہ کا بقیہ مہینہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا پھر نجد کی طرف بنی غطفان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا نام غزوہ ذی امر ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر بقول ابن ہشام آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضور ﷺ نے صفر کا پورا مہینہ نجد میں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ اس سفر میں بھی کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی پھر آپ ﷺ ربیع الاول کا پورا مہینہ یا اس سے کچھ کم دن مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

میں دو چشمے ہیں جنہیں ربض اور نجف کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں چشمے حضرت حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے بیس ہزار کھجور کے درختوں کو سیراب کرتے تھے۔ ربض ریت میں پیلو کے درختوں کے اگنے کے مقام کو کہتے ہیں اور فرع جب دو فتحوں کے ساتھ ہو تو یہ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ سوید بن ابی کاہل نے کہا:

حَلَّ أَهْلِي حَيْثُ لَا أَطْلُبُهَا جَانِبَ الْحَضَرِ وَ حَلَّتْ بِالْفَرَعِ
”میرے اہل خانہ حضر کے پہلو میں وہاں اترے جہاں میں نہیں چاہتا تھا اور وہ فرع کے مقام پر اترے۔“

پھر حضور ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے اَقَامَ شَهْرَ رَجَبٍ وَ جُمَادَى (حضرت ابن اسحاق نے اس قول میں ربیع سے پہلے لفظ شہر ذکر کیا ہے لیکن جمادی سے پہلے ذکر نہیں کیا) کیونکہ لفظ ربیع مہینہ کے نام اور موسم بہار کے نام کے درمیان مشترک ہے اس لئے انہوں نے ربیع سے پہلے شہر کا لفظ ذکر کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہاں ربیع سے مراد مہینہ ہے نہ کہ موسم بہار اور جمادی صرف مہینہ کا علم ہے جس میں کوئی اشتراک نہیں۔ اس لئے اس سے پہلے لفظ شہر ذکر نہیں کیا۔ اس سے قبل ہم نے سیبویہ کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ لفظ شہر صرف ربیع الاول سے پہلے ہی ذکر کیا جاتا ہے باقی مہینوں کے صرف نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ محرم، صفر وغیرہ اور جن صورتوں میں کوئی کام ان کے اندر ہوتا ہے یعنی محرم و صفر کے تمام مہینوں میں اور تمام ایام میں تو ان میں اس طرح نہیں کہا جاتا: سِرْتُ الْخَمِيسَ وَ مَشَيْتُ الْارْبَعَاءَ بلکہ یوں کہا جاتا ہے یوم الاربعاء، یوم الخميس اور مہینوں میں کہا جاتا ہے شہر کذاب پس اس صورت میں لفظ یوم ظرف ہوگا جو ان تمام میں عمل کے وقوع پر دلالت نہیں کرتا۔

غزوہ بحر ان

پھر رسول اللہ ﷺ نے قریش کی سرکوبی کا ارادہ فرمایا اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حتیٰ کہ آپ ﷺ بحر ان کے مقام پر پہنچے جو حجاز میں فرع کے کنارے پر ایک کان ہے۔ وہاں آپ ﷺ ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ دو مہینے قیام پذیر رہے پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

غزوہ بنی قینقاع

بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی غزوات میں سے ایک غزوہ بنی قینقاع ہے۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور انہیں اکٹھا کر کے ارشاد فرمایا: اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو، کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کر دے جیسا عذاب اس نے قریش مکہ پر

واقعہ بنی قینقاع

بنی قینقاع کا کچھ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس واقعہ میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ غصہ کے آثار کے لئے شیخ کے نسخہ میں ظَلَاً کا لفظ مذکور ہے جبکہ دیگر نسخوں میں ظَلَلَاً مذکور ہے جو کہ ظُلَّة کی جمع ہے لیکن فُعَلَةٌ کے وزن کی جمع فِعْعَلٌ کے وزن پر بھی آتی ہے جیسے رُمَّة سے رِامٌ اور جُفْرَةٌ سے جَفَّار۔ لہذا ان دونوں روایتوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ظُلَّة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی اور آسمان کی صفائی کے سامنے حجاب بن جائے۔ رسول کریم ﷺ کا چہرہ اقدس روشن اور دلربا تھا جس پر ہر وقت مسکراہٹ کے آثار عیاں رہتے تھے لیکن جب حضور ﷺ غضبناک ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی رنگت بدل جاتی۔ اس طرح وہ رنگت چہرہ مبارک کی چمک، کشادگی اور مسکراہٹ کی نورانیت کے سامنے حجاب بن جاتی۔ روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ مسکراتے یا کلام فرماتے تو آپ ﷺ کے دانتوں سے ظاہر ہونے والا نور دیوار پر پھیل جاتا۔ یہ بات شامل ترمذی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نازل کیا ہے۔ اسلام قبول کر لو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔ یہ بات تم اپنی کتاب تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم سے مجھ پر ایمان لانے کا عہد لیا ہے۔ ان یہودیوں نے حضور ﷺ کے اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کا بڑا کرخت جواب دیا۔ کہنے لگے ”اے محمد (ﷺ) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا، آپ مغرور نہ ہو جائیں، اگر ہم نے تم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔“

بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے آل زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے یا حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ آیات ان بنی قینقاع کے متعلق ہی نازل ہوئیں:

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْيُهُمْ وَهُمْ يُخْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۖ وَيُؤْتُونَ إِلَهُهُمْ ۖ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ ۖ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأَىٰ الْعَيْنُ ۗ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ (آل عمران)

”(اے میرے رسول) فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تھا تمہارے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو گروہوں میں۔ جو ملے تھے (میدانِ بدر میں)۔ ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا۔ دیکھ رہے تھے (مسلمان) انہیں اپنے سے دو چند (اپنی) آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لئے۔“

۱۔ یعنی اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے اصحابِ بدر اور قریش۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ یہ آیت کریمہ بنی قینقاع کے متعلق نازل ہوئی: قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا..... (آل عمران: ۱۳) فِئَةٌ کا لفظ فِئَةٌ کے وزن پر ہے۔ یہ فَاوْتُ بِرَأْسِهِ بِالْعَصَا (میں نے لاٹھی سے اس کا سر پھوڑ دیا) سے ماخوذ ہے یا الْفَاوُ (گھنے بادلوں کے درمیان شگاف) سے مشتق ہے۔ پس فِئَةٌ کا حقیقی معنی فرقت اور جدائی ہے یعنی پہلے دو چیزیں باہم مجتمع تھیں پھر ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔

اولین عہد شکن لوگ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ بنی قینقاع سب سے پہلے یہود تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا اور غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیان جنگ لڑی۔

بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوہ بنی قینقاع کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک نواحی گاؤں کی ایک مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بنی قینقاع کے بازار میں آئی۔ اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آ کر بیٹھ گئی۔ یہود نے باتوں باتوں میں بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن اس خاتون نے انکار کر دیا۔ وہ زرگر چپکے سے اٹھا اور اس کی تہبند کا ایک گوشہ پکڑ کر اس کی پیٹھ کے ساتھ گرہ لگا دی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا ستر ننگا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ یہودی قہقہہ لگانے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ایک مسلمان اس یہودی زرگر پر جھپٹا اور چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر اس مسلمان کے اقرباء نے یہودیوں کے خلاف فریاد کی اور سب مسلمان غضبناک ہو گئے اور بنی قینقاع کے ساتھ جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے متعلق فیصلہ کے لئے حضور کریم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو ان پر قادر و غالب فرمادیا تو اس وقت عبد اللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے، یہ سب قبیلہ خزرج کے حلفاء تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے لیکن آپ ﷺ نے پھر چہرہ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا مجھے چھوڑ دو اور اس کے ساتھ ہی

آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ وہ کہنے لگا: نہیں قسم بخدا! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ میرے موالی پر احسان کریں، ان میں سے چار سو غیر زرہ پوش اور تین سو زرہ پوش ایسے ہیں جنہوں نے ہر سرخ اور سیاہ انسان سے ٹیرا دفاع کیا مگر آپ ایک دن میں ہی ان سب کی گردنیں اڑا دیں گے۔ قسم بخدا! میں ایسا انسان ہوں جو حوادثِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جا میں نے ان کو تیری خاطر بخش دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کے اس محاصرے کے دوران حضرت بشیر بن عبدالمند ررضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا تھا اور یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔

بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت

اور اس کے متعلق نزولِ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن الصامت سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب بنی قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول ان کی چارہ جوئی کے لئے کھڑا ہو گیا جبکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح بنی قینقاع کے حلیف تھے لیکن آپ نے انہیں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور ان سے دیرینہ تعلقات منقطع کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں اور ان کفار کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ لَدِيْمِينَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرَ مِمَّنْ ﴿٥٣﴾ (المائدہ)

”اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنالیا انہیں تم میں سے سودہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے (یعنی عبد اللہ بن ابی اور اس کا یہ قول کہ میں گردشِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ ابن اسحاق) کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے دے فتح کامل یا (ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم، اور (اس وقت) کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے۔“

پھر یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک چلتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ مُرْكِعُونَ ﴿۵۵﴾ (المائدہ)

”تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہِ الہی میں جھکنے والے ہیں۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مؤمنین کو دوست بنانے اور بنی قینقاع کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرنے کا ذکر فرمایا:

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۵۶﴾ (المائدہ)

”اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور رسول کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔“

چشمہ قرده کی طرف سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا سریہ زید بن حارثہ وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قافلہ قریش کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب تھا۔ آپ نے اس قافلہ کو نجد کے ایک قرده نامی چشمے کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ اس سریہ کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوہ بدر کے بعد قریش کے لئے شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ خطرناک ہو گئی تو انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ قریش کے بہت سے تاجر جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا بہت سامان تجارت جس میں بہت سی چاندی تھی، لے کر عراق کے راستہ پر روانہ ہوئے۔ انہوں نے راستے کی رہنمائی کے لئے بنی بکر بن وائل کے ایک

سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے اس غزوہ میں فرات بن حیان عجل کا ذکر کیا ہے جو عجل بن لجم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی طرف منسوب ہے۔ لُجیم لجم کی تصغیر ہے اور یہ ایک منحوس جانور ہے جس سے اہل عرب فال بد پکڑتے تھے۔ ان کا شعر ہے:

لَهَا ذَنْبٌ مِّثْلُ ذَيْلِ الْعَرُوءِ سِ إِلَى سَبَّةٍ مِّثْلِ حُجْرِ اللَّجَمِ
”اس کی دھن کے دامن کی مانند دم ہے جو ایسی مقعد پر لگی ہوئی ہے جو لجم کے بل کی طرح ہے۔“

فرات قریش کا جاسوس اور ابوسفیان کا رہنما تھا۔ یہ بعد میں اسلام لے آیا اور بحسن و خوبی اس پر کاربند رہا۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں ہم ان کے اسلام کے سپرد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہیں“ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسلمانہ کذاب کے ارتداد کے معاملہ میں ثمامہ بن اثال کے پاس بھیجا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے درآں حالیہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رجال بن عوفہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم تینوں میں سے ایک شخص جہنم میں احد کی مثل ایک پہاڑ پر چڑھے گا۔“ اس کے بعد حضرت قرأت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بہت زیادہ خوفزدہ رہتے تھے یہاں تک کہ جب فتنہ ارتداد ہوا اور انہیں رجال بن عوفہ کے مرتد ہو کر مسلمانہ کذاب پر ایمان لانے کا علم ہوا تو وہ دونوں بارگاہ الہی میں سجدہ شکر بجالائے۔ رجال کا نام نہار بن عوفہ تھا۔ عوفہ ایک پودے کا نام ہے جسے صلیان کہا جاتا ہے۔

فرات بن حیان نامی شخص کو اجرت پر لیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فرات بن حیان کا تعلق بنی عجل سے تھا اور یہ بنی سہم کا حلیف تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ آپ نے اس قافلہ کو قردہ چشمہ کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ قافلہ والے سب بھاگ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قافلہ کے سارے سامان پر قبضہ کر لیا اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بعد غزوہ بدر ثانی کے بارے میں چند اشعار کہے جن میں آپ عراق کا راستہ اختیار کرنے پر قریش کو ملامت کرتے ہیں:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا جِلَادُ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْآوْدَالِكِ
”(اے قریش) شام کے جاری چشموں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے ایسی تیز تلواریں حائل ہو چکی ہیں جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح (خونٹاگ) ہیں۔“

بَايِدِي رَجَالٍ هَاجَرُوا نَحْوَ رَبِّهِمْ وَ انْصَارِهِ حَقًّا وَ اَيْدِي الْمَلَائِكِ
”(یہ تلواریں) ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا

فلجات فلدج کی جمع ہے۔ یہ جاری چشمے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ماء فلدج، عَيْنُ فلدج (جاری پانی، جاری چشمہ) اسے حضرت ابو حنیفہ نے ماء مہملہ کے ساتھ فَلَجَاتِ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ فَلَحَةٌ کھیتی کو کہتے ہیں۔

مخاض اور اوارک

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

جِلَادُ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْآوْدَالِكِ

یعنی وہ اونٹنیاں جو پیلو کے درخت کھاتی ہیں جس سے ان کے منہ خون کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں اور مَخَاضِ جمع ہے اس کا واحد خِلْفَةٌ ہے جو جمع کے الفاظ پر نہیں۔ اس کا معنی ہے حاملہ اونٹنی۔ ایک

اور اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔“

إِذَا سَلَكَتُ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَلِيجٍ فَقَوْلًا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيقُ هُنَالِكَ
بطن صالح کے نشیب کی طرف جب کوئی (قافلہ) چلے تو اسے کہہ دینا کہ ادھر راستہ نہیں۔

قول یہ ہے کہ اس کا واحد مَخِض ہے۔ اسی سے طائی کا قول ہے:

وَ أَخْرَجَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَ هِيَ مَخِضٌ

میرے نزدیک مخاض درحقیقت جمع نہیں بلکہ مصدر ہے۔ اسی وجہ سے یہ تمام اسماء کی صفت بن سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ (مریم: 23) ”پس لے آیا انہیں دردِ زہ“۔ اور اہل عرب کا قول ہے: نَاقَةُ مَخِضٍ جس طرح ان کا قول ہے: نَاقَةُ حَامِلٍ أَيْ ذَاتُ مَخَاضٍ وَ ذَاتُ حَمْلٍ۔ یعنی حاملہ اونٹنی۔ کبھی کبھی مرد اپنی عورتوں کو کہتا ہے أَنْتِ الْطَّلَاقُ (تم سب کو طلاق) اس جملہ میں لفظ طلاق جمع نہیں بلکہ مصدر ہے جس کا معنی ہے ذَوَاتُ طَلَاقٍ۔ اسی طرح مخاض کا معنی ہے ذَاتُ مَخَاضٍ۔ البتہ واحد کے لئے مَخِضٌ آتا ہے اور نَاقَةُ مَخَاضٍ نہیں کہا جاتا بلکہ نَاقَةُ مَخِضٍ کہا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے اِمْرَاةٌ زَوْرٌ يَأْمُرُهَا صَوْمٌ کیونکہ جب مصدر کو کسی اسم کی صفت بنایا جائے تو اس سے مراد کثیر افراد ہوتے ہیں لیکن ایک کے حمل میں تکثیر نہیں ہو سکتی۔ غور کریں کہ کہا جاتا ہے هِيَ اَصْوَمُ النَّاسِ وَ مَا اَصْوَمُهَا (یعنی وہ عورت سب لوگوں سے زیادہ روزہ دار ہے اور وہ کیسی ہی روزہ دار ہے) لیکن حاملہ عورت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ مَا أَحْبَلَهَا (وہ کیسی ہی حاملہ ہے) کیونکہ حمل ایک ہی چیز ہے اس میں کثرت نہیں۔ اسی طرح موت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا مَا آمَوْتَهَا۔ لہذا جب کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود نہ ہو تو مصدر کو صفت نہیں بنایا جاسکتا۔ لہذا جب اونٹنیاں کثیر ہوں جن سے کثرت کا مفہوم حاصل ہو جائے تو ان کی صفت مخاض آ سکتی ہے۔ اس اصول کی وجہ سے مخاض مصدر ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ أَنْتِ الطَّلَاقُ اَوِ أَنْتِ الْفِرَاقُ کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ اس جملہ میں طلاق مصدر ہے اور واحد کی صفت بن رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود ہے کیونکہ طلاق ایسی چیز ہے جس میں تعداد اور دوام پایا جاتا ہے خصوصاً جب طلاق سے اَلطَّلَاقُ كُلُّهُ (یعنی پوری تین طلاقیں) مراد لیا جائے نہ کہ ایک طلاق۔ لیکن مخاض اور حمل میں ایسا نہیں کیونکہ اس کی مدت اور مقدار دونوں معلوم ہوتی ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِأَيْدِي الْمَلَائِكَةِ۔ یہ مَلَكٌ کی جمع غیر لفظی ہے کیونکہ اگر یہ جمع لفظی ہوتی تو اَمَلَاکٌ ہوتی لیکن مَلَكٌ میں میم زائد ہے اور یہ اصل میں مَالِكٌ ہے اور اَلْأَلْوَاكُ سے

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کا ابو سفیان بن حرث بن عبدالمطلب نے جواب دیا۔ ہم ان شاء اللہ ان اشعار کو اور ان کے جوابی

مشتق ہے جس کا معنی ہے پیغام رسانی۔ اگر مَلِك کی اصل مَالِك ہو تو اس کی تعلیل یوں ہوگی کہ پہلے ہمزہ اور لام میں قلب کیا گیا تو مَلِك ہوا پھر تخفیف کے لئے ہمزہ کو حذف کر کے اسکی حرکت ماقبل لام کو دے دی گئی تو مَلِك بن گیا۔ اگر ہم قلب کیے بغیر مَلِك میں تخفیف کرنا چاہیں تو ہمزہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ ہمزہ اس وقت ساقط ہوتا ہے جب اس کا ماقبل ساکن ہو پھر جب مَلِك کی جمع بنائی گئی تو ہمزہ واپس لوٹ آیا لیکن وہ اپنے اصلی مقام پر واپس نہیں لوٹا بلکہ لام کے بعد آیا۔ اس مادہ اشتقاق کی بنا پر مَلِك کا معنی پیغام رساں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لفظ مَلِك مَلَكُوت سے ماخوذ ہے اسی وجہ سے اس میں ہمزہ نہیں کیونکہ اکثر فرشتے پیغام رساں نہیں۔ اگر پیغام رسانی کا معنی مراد ہوتا تو اہل عرب مَوَلِك کہتے جس طرح وہ مَرْسِل کہتے ہیں اور واحد میں میم کو ضمہ دیا جاتا، اس صورت میں اس کی جمع میں ہمزہ زائد ہوگا، جس طرح شَمَال میں ہمزہ زائد ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيحُ (بادِ شمالی چلی) سے مشتق ہے، تو یہ اچھی توجیہ ہوگی اور شَمَال میں ہمزہ کی زیادتی میں بھی یہی راز مخفی ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيحُ سے مشتق ہے۔ اسی وجہ سے الف کے اوپر ہمزہ (ء) لکھا گیا ہے کیونکہ کبھی کبھی اس کے ساتھ یہ گمان بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ عَنْ شَمَالِ الْبَيْتِ سے مشتق ہے اور اس سے مراد بیت اللہ کی وہ سمت ہے جو ملک شام کی جانب ہے۔ اسی طرح ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کے ملکوت میں سے ہیں جن میں کچھ پیغام رساں ہیں اور ان میں سے کچھ فرشتے صرف ملکوت اللہ میں سے ہیں کیونکہ وہ اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتے جس طرح کہ ان میں سے بعض اپنے مقام سے جدا ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک شاعر کے اس قول کا تعلق ہے:

فَلَسْتُ لِأَنْسِيَّ وَ لَكِنْ لِمَالِكٍ تَنْزَلَ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوبُ
”میں کسی انسان کے لئے نہیں ہوں بلکہ ایک ایسے فرشتے کے لئے ہوں جو آسمان کی فضا سے نیچے اترے۔“

تو اس شعر میں شاعر نے مَالِك کو ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے حالانکہ یہ واحد ہے۔ اس شعر کا شاعر مجہول ہے۔ ابن سیدہ نے اسے علقمہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس بات کا انکار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شاعر نے مَالِك کو رسالت کے وصف سے موصوف کیا ہے کیونکہ اس نے کہا ہے: تَنْزَلَ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوبُ۔ یہاں ہمزہ لگانا بہتر ہے کیونکہ اس میں الوك کے معنی پائے جاتے ہیں جس طرح

اشعار کو اپنے مقام پر ذکر کریں گے۔

کعب بن اشرف کا قتل

حضور ﷺ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب بن اشرف کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں فتح و نصرت الہی کی خوشخبری دینے کے لئے روانہ کیا اور انہوں نے اہل مدینہ کو خوشخبری سنائی تو کعب بن اشرف جس کا تعلق بنی طی کی شاخ بنی نہمان سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو وہ کہنے لگا کیا یہ خبر سچ ہے کہ محمد (ﷺ) نے فلاں فلاں لوگوں کو قتل کر دیا ہے جن کے نام یہ دونوں شخص (حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما) لے رہے ہیں۔ وہ لوگ تو عرب کے اشراف اور لوگوں

تمام ملائکہ میں اس کا استعمال بہتر ہے کیونکہ ان میں کچھ پیغام رساں بھی ہیں اور تمام کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ملکوت سے بھی ہے۔ واحد میں صرف ملکوتیت کا معنی ہی پایا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ پیغام رسانی کے ساتھ مختص ہو جائے، جس طرح کہ اس شعر میں مذکور ہے۔ اس وقت وہ دونوں معنوں کا متحمل ہوگا اور ہمزہ کو لفظاً لکھا جائے گا کیونکہ اس کے ضمن میں الوک کا معنی ہوگا اور اس کا معنی پیغام رسانی ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن اشرف صحابہ کرام کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر کیا کرتا تھا اور اس طرح مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا نام لے کر یہ شعر کہا تھا:

أَدَا جِلُّ أُنْتِ لَمْ تَخْلُ لِمَنْعَبَتِهِ وَ تَارِكُ أُنْتِ أُمُّ الْفَضْلِ بِالْحَرَمِ
”کیا تو کوچ کرنے والا ہے اور تو نے پہاڑی راستے کی طرف کوچ نہ کیا اور تو ام فضل کو حرم میں چھوڑنے والا ہے۔“

یہ شعر اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جنہیں حضرت یونس نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

کے سردار تھے۔ قسم بخدا! اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے بطن میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مغیث بن ابی بردہ ظفیری، حضرت عبداللہ بن ابی بدر بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت صالح بن ابی امامہ بن سہل نے بیان کیا۔ ان سب نے اس واقعہ کا کچھ حصہ بیان کیا۔

حضور ﷺ کے خلاف انگیزت میں اس کے اشعار

جب اس دشمن خدا کو اس واقعہ کا پورا یقین ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا اور عبدالمطلب بن ابی وداعہ بن ضیرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھیں۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی۔ وہاں اثنائے قیام اس نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برا بیچنے کرنا اور بجویہ اشعار سنانا شروع کر دیے۔ وہ اصحابِ قلب بدر پر روتا تھا جو بدر میں قتل ہوئے تھے اور کہتا تھا:

طَحَنَتْ رَحَى بَدْرٍ لِيُهْلِكَ أَهْلُهُ وَ لِيُثَلَّ بَدْرٌ تَسْتَهْلُ وَ تَدْمَعُ
”بدر کی چکی اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے چلی اور بدر کے سے واقعات پر ہی (آنکھیں) روتی اور آنسو بہاتی ہیں۔“

قَتَلَتْ سَرَاةَ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاظِهِمْ لَا تَبْعُدُوا إِنَّ الْمُلُوكَ تُصْرَعُ
”لوگوں کے سردار اپنے ہی حوضوں کے ارد گرد قتل کر دیے گئے، اسے بعید از حقیقت نہ سمجھو کیونکہ بادشاہ بھی بچھاڑ دیے جاتے ہیں۔“

كَمْ قَدْ أَصِيبَ بِهِ مِنْ أَيْبَضَ مَاجِدٍ ذِي بَهَجَةٍ تَأْوِي إِلَيْهِ الضَّيْعُ
”کتنے ہی ایسے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوئے جو گورے چہرے والے، رونق والے اور بزرگ تھے جن کے پاس نادار لوگ پناہ لیتے تھے۔“

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَقَدْ أَذَى اللَّهُ وَ رَسُولَهُ ”ہمیں کعب بن اشرف کے شر سے کون بچائے گا، بے شک اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔“ اس سے ایک فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے مسئلہ میں

طَلَقَ الْيَدَيْنِ إِذَا الْكَوَاكِبُ أَخْلَفَتْ حَمَالٍ أَثْقَالٍ يَسُودُ وَ يَرْبَعُ
 ”جو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنے والے تھے جب ستارے اپنی بارش روک
 لیتے۔ جو دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے تھے، سردار اور شفقت و مہربانی کرنے والے تھے۔“

وَ يَقُولُ أَقْوَامٌ أَسْرُ بِسُخْطِهِمْ إِنَّ ابْنَ الْأَشْرَفِ ظَلٌّ كَعْبًا يَجْزَعُ
 ”اور کچھ لوگ کہتے ہیں میں ان کی ناراضگی سے خوش ہوتا ہوں (یہ غلط ہے بلکہ) کعب بن
 اشرف تو جزع فزع کر رہا ہے۔“

صَدَقُوا فَلَيْتَ الْأَرْضَ سَاعَةً قَتَلُوا ظَلَّتْ تَسُوخُ بِأَهْلِهَا وَ تَصَدَّعُ
 ”انہوں نے تو سچ کہا لیکن کاش جس وقت وہ قتل کئے گئے زمین اپنے لوگوں کو دھنسا لیتی اور
 پھٹ جاتی۔“

صَارَ الَّذِي أَثَرَ الْحَدِيثِ بِطَعْنَةٍ أَوْ عَاشَ أَعْمَى مُرْعَشًا لَا يَسْمَعُ
 ”جس نے اس بات کا چرچا کیا کاش وہ اپنے نیرے کا نشانہ بن گیا ہوتا یا اندھا ہو کر زعمہ
 رہتا اور کانپتا رہتا اور اسے کچھ سنائی نہ دیتا۔“

نَبِئْتُ أَنَّ بَنِي الْبَغِيرَةِ كُلَّهُمْ خَشَعُوا الْقَتْلَ أَبِي الْحَكِيمِ وَ جَدُّعُوا
 ”مجھے خبر ملی ہے کہ ابو الحکم (ابو جہل) کے قتل کی وجہ سے تمام بنی مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور وہ
 ذلیل و خوار ہو گئے۔“

وَابْنَا رَبِيعَةَ عِنْدَهُ وَ مُنَبَّهٌ مَا نَالَ مِثْلَ الْمُهْلَكِينَ وَ تَبِعُ
 ”اور ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی اسی کے پاس (چلے گئے) اور منبہ بھی۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ
 کسی نے بھی ان مقتولین جیسے رتبے حاصل نہ کئے اور نہ تبع نہ۔“

نَبِئْتُ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ فِي النَّاسِ بَيْنِي الصَّالِحَاتِ وَ يَجْمَعُ
 ”مجھے خبر ملی ہے کہ ان کا ایک فرد حارث بن ہشام لوگوں میں نیک کام کر رہا ہے اور ان کو جمع

ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کتاب شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جن اصحاب نے کعب بن اشرف کو قتل
 کیا وہ اس کے سر کو ایک تو برے میں ڈال کر مدینہ منورہ لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا سر تھا جو دور
 اسلام میں اٹھایا گیا جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مومن ایک بل سے دو بار نہیں ڈسا
 جاتا۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر نیزے پر اٹھا کر مدینہ طیبہ کی طرف لایا گیا۔ البتہ وہ پہلا مسلمان
 جس کا سر دور اسلام میں اٹھایا گیا وہ حضرت عمرو بن حمق ہیں۔ انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

کر رہا ہے۔“

لِعَزَّوَدَ يَثْرِبَ بِالْجُوعِ وَ إِنَّمَا يَخْبِي عَلَى الْحَسْبِ الْكَرِيمِ الْأَرْوَغُ
”تاکہ وہ لشکر لے کر یثرب والوں سے مقابلہ کرے اور آبائی شرافت کی حفاظت ایک
شریف اور شان و شوکت والا شخص ہی کرتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس کا قول تَبِعْ اور أُسِرْ بِسُخْطِهِمْ غیر ابن اسحاق سے
مردی ہے۔

اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ
عنہ نے دیا، فرمایا:

أَبْكَاهُ كَعْبٌ ثُمَّ عَلٌّ بِعَبْرَةٍ مِنْهُ وَ عَاشَ مُجَدِّعًا لَا يَسْمَعُ
”کعب نے اس کا مرثیہ کہا پھر اسے آنسوؤں کے گھونٹ دوبارہ پلائے گئے اور اس نے
ذلت میں ایسی زندگی بسر کی کہ وہ سنتا ہی نہیں۔“

وَ لَقَدْ رَأَيْتُ بِيْطْنِ بَدْرٍ مِنْهُمْ قَتْلَى تَسْخُرُ لَهَا الْعُيُونُ وَ تَدْمَعُ
”اور میں نے وادی بدر میں ان کے ایسے مقتول دیکھے جن کے لئے آنکھیں رو رہی ہیں اور
آنسو بہا رہی ہیں۔“

اس واقعہ میں کعب کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

أَبْكَاهُ كَعْبٌ ثُمَّ عَلٌّ بِعَبْرَةٍ

اس میں ایک زحاف پر دوسرے زحاف کا دخول ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلا جزء سبب ثقیل اور
سبب خفیف ہے۔ جب اس میں وہ زحاف داخل ہو جسے اضمار (دوسرے حرف کا اسکان) کہا جاتا ہے تو
دوسبب خفیف بن جاتے ہیں اور مُتَفَاعِلُنْ کا وزن مُسْتَفْعِلُنْ کے وزن کی طرف لوٹ جاتا ہے اور
مُسْتَفْعِلُنْ پر ضمیں اور طی داخل ہوتے ہیں اور اس سے مراد اس کے چوتھے حرف کا حذف ہے۔ پس
حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کامل میں مُتَفَاعِلَانْ کو مُسْتَفْعِلُنْ کے مشابہ کیا ہے کیونکہ اس کا یہی
وزن بن گیا ہے۔ اس طرح چوتھا حرف حذف کر دیا گیا جو کہ مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھا حرف ہے تو مُفْتَعِلُنْ
بن گیا۔ یہ زحاف کی ایک نادر صورت ہے کیونکہ یہ ایسا زحاف ہے جس نے ایک اور زحاف کی تسہیل کر
دی۔ اگر وہ زحاف جو اضمار کہلاتا ہے نہ ہوتا تو مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھے حرف کو حذف کرنا بہر حال جائز نہ

فَابْكِي فَقَدْ أَبَكَيْتَ عَبْدًا رَاضِعًا شِبْهَ الْكَلْبِ إِلَى الْكَلْبَةِ يَتَّبِعُ
 ”تو نے کہنے غلام کو بہت رلایا۔ اب تو اس طرح روجس طرح کم عمر کتا کم عمر کتیا کے بعد
 آواز نکالتا ہے۔“

وَلَقَدْ شَفَى الرَّحْمَنُ مِنَّا سَيِّدًا وَ أَهَانَ قَوْمًا قَاتَلُوهُ وَ صَرَّعُوا
 ”اور خداوند رحمن نے ہمارے آقا کے دل کو مطمئن کر دیا اور ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا
 جنہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور وہ بچھاڑے گئے۔“

وَ نَجَا وَ أَفَلَتَ مِنْهُمْ مَنْ قَلْبُهُ شَغَفَ يَظِلُّ لِخَوْفِهِ يَتَصَدَّعُ
 اور ان میں سے جو شخص بھاگ کر بچ نکلا اس کے دل میں آگ بھڑک رہی ہے اور اس
 (ہمارے آقا) کے خوف سے پھٹا جا رہا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان
 رضی اللہ عنہ کے ہیں اور آپ کا قول ابکاء کعب غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

کعب کے جواب میں حضرت میمونہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب کے جواب میں مسلمانوں کی ایک عورت نے جو قبیلہ
 بلی کی شاخ بنی مرید سے تھی، یہ اشعار کہے۔ یہ لوگ بنی امیہ بن زید کے حلفاء تھے جنہیں جعادہ
 کہا جاتا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس عورت کا نام میمونہ بنت عبد اللہ ہے اور اکثر علمائے
 شعر اس کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ نیز ان کے جواب میں کعب بن اشرف
 کی طرف منسوب اشعار کا بھی انکار کرتے ہیں:

تَحَنَّنْ هَذَا الْعَبْدُ كُلَّ تَحَنُّنٍ يُبْكِي عَلَى قَتْلِي وَ لَيْسَ بِنَاصِبٍ
 ”اس غلام نے مقتولوں پر بحکف بہت زیادہ آہ و زاری کی تاکہ وہ دوسروں کو رلائے
 حالانکہ وہ حقیقت میں غمزدہ نہیں ہے۔“

بَكَتْ عَيْنُ مَنْ يُبْكِي لِبَدْرِ وَ أَهْلِهِ وَ عُلَّتْ بِبَيْتِهَا لَوْثُ بَنٍ غَالِبٍ
 ”بدر اور اہل بدر پر ان لوگوں کی آنکھیں تو روئیں جنہیں اس نے رلایا اور لوی بن غالب کو

ہوتا۔

جن لوگوں نے کعب کو قتل کیا ان میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو عبس بن جبر کا ذکر کیا ہے۔

ان کا نام عبد الرحمن ہے اور حضرت سلکان بن سلامہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام سعد ہے۔

اس کے آنسوؤں کے دوہرے گھونٹ پلائے گئے۔

فَلَمَّتِ الَّذِينَ ضُرِّجُوا بِدِمَائِهِمْ يَرَى مَا بِهِمْ مَنْ كَانَ بَيْنَ الْأَخَشِيبِ
”کاش جو لوگ اپنے خونوں میں لتھڑ گئے، ان لوگوں کی حالت دیکھتے جو مکہ کے پہاڑوں
کے درمیان ہیں۔“

فَيَعْلَمَ حَقًّا عَنْ يَقِينٍ وَ يُبْصِرُوا مَجْرَهُمْ فَوْقَ اللَّحَى وَالْحَوَاجِبِ
”تو انہیں حقیقی اور یقینی علم ہوتا اور ان کی ڈاڑھیوں اور بھوؤں کے بال گھسیٹے جانے کو دیکھ
لیتے۔“

حضرت میمونہ کے جواب میں کعب کے اشعار

حضرت میمونہ کا جواب کعب بن اشرف نے یہ دیا:

أَلَا فَذَجِرُوا مِنْكُمْ سَفِيهَا لَتَسْلُوا عَنْ الْقَوْلِ يَأْتِي مِنْهُ غَيْرَ مُقَارِبِ
”سو اپنے نادان کرڈالو تا کہ ایسی بات سے محفوظ رہو جو مناسب حالات پیدا کرتی ہے۔“

أَتَشْتَنِي أَنْ كُنْتُ أَبِي بِعَبْرَةٍ لِقَوْمِ أَتَلِي وَذَهُمْ غَيْرَ كَذِبِ
”کیا وہ عورت مجھے اس بات پر برا بھلا کہتی ہے کہ میں اس قوم کے لئے آنسو بہا رہا ہوں
جن کی سچی محبت مجھے حاصل ہوئی۔“

فَتَنِي لَبَكِ مَا يَقِيْتُ وَ ذَاكَ مَلِكُ قَوْمِ مَجْدُهُمْ بَلَجَبِ
”میں تو جب تک زندہ رہوں گا روتا رہوں گا اور اس قوم کے اچھے آثار کو یاد کرتا رہوں گا
جن کی شان و شوکت منازل مکہ میں ظاہر ہیں۔“

لَعَمْرِي لَقَدْ كُنْتُ مُرِيدًا بِمَعُولٍ عَنْ الشَّرِّ فَلَحَلْتُ وَجُوهَ الثَّعْلِبِ
”مجھے اپنی عمر کی قسم! قبیلہ مریدہ برائی سے الگ تھلک تھا لیکن اب ان کے چہرے لومڑیوں
کے چہروں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔“

فَحَقُّ مُرِيدٍ أَنْ تَجِدَ أُنُوقَهُمْ بِشَتِيهِمْ حَتَّى لَوْيَ بْنِ غَلَبِ
”قبیلہ لوی بن غالب کو برا بھلا کہنے کے سبب قبیلہ مریدہ اس بات کا حقدار ہے کہ ان کی
ٹاکیں سٹ جائیں (اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں)۔“

وَقَبْتُ نَصِيصِي مِنْ مُرِيدٍ لِيَجْعَدِرَ وَ فَاءُ وَ بَيْتِ اللَّهِ بَيْنَ الْأَخَشِيبِ
”اتھ کے ہر کسی قسم جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ہے: میں نے قبیلہ مریدہ سے اپنی

وفاداری کا حق بنی جعد رکودے دیا ہے۔“

کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر

اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ واپس لوٹ آیا یہاں آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا۔“ حضرت محمد بن مسلمہ اشہلی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”پھر کر گزرو اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو۔“ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور تین دن تک آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیاسوائے اتنی غذا کے جس سے آپ کی زندگی برقرار رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ سے ایسی بات کا اقرار کیا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ میں اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ذمہ صرف کوشش کرنا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اس معاملہ میں مشورہ کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو مشورہ کر لو، تمہیں اس بات کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرات محمد بن مسلمہ، ابونا نکلہ سلکان بن سلامہ بن وقش اشہلی جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، عباد بن بشر بن وقش اشہلی، حارث بن اوس بن معاذ اشہلی اور ابو عبس بن جبر حارثی رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف کے قتل پر متفق ہو گئے۔ پھر ان چاروں نے پہلے حضرت ابونا نکلہ سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا۔ حضرت ابونا نکلہ نے اس کے پاس جا کر پہلے تو ادھر ادھر کی باتیں کیں اور کچھ اشعار بھی سنائے کیونکہ حضرت ابونا نکلہ شاعر بھی تھے۔ پھر اسے کہا اے ابن اشرف! سدا خوش رہو، میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ یہ راز افشا نہیں کرو گے۔ اس نے کہا میں یہ راز افشا نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابونا نکلہ یوں گویا ہوئے کہ اس شخص (حضور ﷺ) کی آمد ہمارے لئے وبال جان ثابت ہوئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے اور سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ہمارے تجارتی قافلوں کے لئے سارے راستے بند ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے اہل و عیال بھوکوں مر رہے ہیں

اور فاقوں کے مارے ہم میں بھی دم نہیں رہا اور ہماری حالت بڑی قابلِ رحم ہو گئی ہے۔ یہ بات سن کر کعب نے کہا: اے اشرف کا بیٹا ہوں، اے ابنِ سلامہ! قسم بخدا! میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حال ہونے والا ہے۔ حضرت سلکان نے کہا میں آج اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم کچھ غلہ ہمیں قیمتاً دے دو اور اس کے بدلے ہماری کچھ چیزیں بطور رہن اپنے پاس رکھ لو۔ اس نیکی پر ہم تمہارے بہت احسان مند ہوں گے۔ ان کی بات سن کر کعب نے کہا کیا تم اپنی اولاد میرے پاس رہن رکھنے کے لئے تیار ہو؟ انہوں نے کہا: اس سے تو ہماری بڑی رسوائی ہوگی، میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو بھی اپنے ہمراہ تمہارے پاس لے آؤں تاکہ تم ان کو بھی اپنا غلہ بیچ کر ان پر احسان کرو۔ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطور رہن رکھ سکتے ہیں۔ حضرت سلکان نے یہ وعدہ اس لئے کیا تاکہ جب وہ مسلح ہو کر آئیں تو وہ ان پر اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کر لی اور کہا کہ اسلحہ رہن رکھنے میں وفاداری کا ثبوت ہے۔ پھر حضرت سلکان نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں اس کارروائی سے آگاہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ اسلحہ لے کر میرے پاس آئیں۔ پھر سب اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعب نے کہا تھا کیا تم اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟ حضرت سلکان نے کہا: ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی عورتیں تیرے پاس رہن رکھیں جبکہ تم اہلِ یثرب میں سب سے زیادہ جوان اور بلا کے حسین ہو۔ اس پر اس نے کہا تھا: کیا تم اپنے بیٹوں کو میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت ثور بن زید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان چاروں صحابہ کو الوداع کہنے کے لئے بقیع الغرقہ تک ان کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر انہیں روانہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے اللہ! ان کی مدد فرماتا۔ پھر آپ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس پر واپس تشریف لے آئے۔ چاندنی رات تھی، وہ چاروں کعب کے قلعہ پر پہنچے، سب سے پہلے حضرت ابونا مکہ نے آواز دی۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، لحاف پرے پھینک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا تم ایسے شخص ہو جو لوگوں سے جنگ آزار ہتے ہیں، ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہیے۔ اس نے

اسے کہا یہ ابونا نکلہ ہے، اگر وہ مجھے سویا ہوا پاتا تو نہ جگاتا۔ دہن نے کہا: قسم بخدا! مجھے اس آواز سے شرکی بو آرہی ہے۔ کعب نے کہا: نہیں، فکر نہ کرو، وہ ایسا شخص ہے کہ اگر کوئی آدمی مجھے طعنہ دے تو یہ شخص میری طرف سے اس کا جواب دے گا۔ چنانچہ وہ نیچے چلا آیا۔ کچھ دیر آپس میں گپ شبپ ہوتی رہی۔ آخر میں انہوں نے کہا اے ابن اشرف! کیا تم پسند کرو گے کہ ہم شعب العجوز (ایک جگہ کا نام) تک چلیں اور بقیہ رات وہاں بیٹھ کر باتیں کریں؟ اس نے کہا: اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ پھر یہ لوگ کچھ دیر چلتے رہے، راستہ میں حضرت ابونا نکلہ نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈالا، پھر نکال کر سونگھا اور کہا میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔ انہوں نے راستہ میں چلتے ہوئے دو تین بار ایسا ہی کیا یہاں تک کہ کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آخر میں انہوں نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن خدا کو پرزے پرزے کر دو۔ سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کر دیا لیکن تلواریں ایک دوسرے پر پڑیں اور اس پر پورا اثر نہ کیا۔ اللہ کے دشمن نے بڑی خوفناک چیخ ماری، چشم زدن میں ان کے ارد گرد سب قلعوں پر آگ روشن کر دی گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ ہماری تلواریں اس پر کام نہیں کر رہیں تو میں نے اپنی تلوار کو لمبائی کے رخ کیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسا زور لگایا کہ وہ اس کی پشت سے نکل گئی اور دشمن خدا ہلاک ہو گیا۔ ہم میں سے کسی کی تلوار حضرت حارث بن اوس بن معاذ کو لگی تھی جس سے ان کا سریا پاؤں زخمی ہو گیا تھا پھر ہم وہاں سے نکلے اور بنی امیہ بن زید، بنی قریظہ اور بعاث کی بستیوں سے گزرتے ہوئے حرۃ العریض کے مقام پر پہنچ گئے۔ ہمارے ساتھی حضرت حارث بن اوس زخمی ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہاں ہم ان کو ساتھ ملانے کے لئے رک گئے، تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم سے آئے، ہم نے انہیں اپنے اوپر اٹھالیا اور لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آخر شب کا وقت تھا، رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ ہم نے آپ ﷺ کو دشمن خدا کے قتل اور اپنے ساتھی کے زخمی ہونے کی خبر دی پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ہم نے بھی اپنے اپنے گھروں کا رخ کیا۔ اس روز دشمن خدا کے اس عبرت ناک انجام کو دیکھ کر تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور اس کے بعد ہر یہودی کے دل میں مسلمانوں کا خوف رہتا۔

ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ
اشعار کہے:

فَعُوْدٌ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيْعًا فَذَلْتُ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّصِيْرُ
”پس ان میں سے کعب کو بچھاڑ کر رکھ دیا گیا اور اسکے بچھڑنے کے بعد بنی نضیر ذلیل و خوار
ہو گئے۔“

عَلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِأَيْدِينَا مُشَهْرَةٌ ذُكُورُ
”وہ وہاں ہتھیلیوں کے بل گرا پڑا تھا درآں حالیکہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی برہنہ تیز
تلواریں اس پر چھائی ہوئی تھیں۔“

بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ إِذْ دَسَّ لَيْلًا إِلَى كَعْبٍ أَخَا كَعْبٍ يَسِيرُ
” (یاد کرو) جب محمد (رسول اللہ ﷺ) کے حکم سے بنی کعب کا ایک شخص رات کے وقت
خفیہ طور پر کعب (بن اشرف) کی طرف چلا جا رہا تھا۔“

فَمَا كَرَّةٌ فَانَزَلَهُ بِمَكْرِ وَ مَحْوُودٌ أَخُو ثِقَةٍ جَسُودُ
”پس اس نے اس کے ساتھ خفیہ چال چلی اور خفیہ تدبیر سے اسے اتارا اور اپنی ذلت پر
بھروسہ کرنے والا جرأت مند شخص قابل تعریف ہوتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار ان اشعار کا حصہ ہیں جو آپ نے غزوہ بنی نضیر کے
متعلق کہے۔ ہم ان شاء اللہ اس غزوہ کے واقعات میں ان اشعار کا ذکر کریں گے۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور
سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلَّهِ دُرٌّ عَصَابِيَّةٌ لَا قِيَتَهُمْ يَا ابْنَ الْحَقِيقِ وَ أَنْتَ يَا ابْنَ الْأَشْرَفِ
”اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دو چار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔“

يَسْرُونَ بِالْبَيْضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمْ مَرَحًا تَأْسِدُ فِي عَرِينٍ مُغْرَفٍ
”جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس
طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔“

حَتَّى أَتَوَّكُم فِي مَحَلِّ بِلَادِكُمْ فَسَقَوَكُمْ حَتْفًا بَيِّضٌ دُفْفٌ
 ”یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار
 تلواریں سے تمہیں موت کا حجام پلا دیا۔“

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ فاویہ کے چند اشعار ذکر کیے، ان
 اشعار میں ہے: بَيِّضٌ دُفْفٌ، دُفْفٌ ذَفِيفٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہلکا اور تیز۔ یہ جمع خلاف
 قیاس ہے کیونکہ فُعْلٌ تَوْفَاعِلٌ کی جمع ہے لیکن ذَفِيفٌ جب تلوار کی صفت ہو تو یہ تیز کاٹنے والی تلوار کے
 معنی میں ہوتا ہے۔

ان اشعار میں ہے فَي عَرَيْنٌ مَّغْرَفٍ۔ عَرَيْنٌ شیر کی جھاڑی کو کہتے ہیں، اسے غریف بھی کہتے
 ہیں اور غریف کا معنی کثیر بھی ہے۔ لہذا یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ مغروف سے مراد شیروں کی کثرت ہو
 اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں غریف کے معنی کی تاکید مراد ہو، جیسے کہا جاتا ہے: خَبِيثٌ مُخْبِثٌ
 (پرلے درجے کا خبیث)۔

حضرت ابن اسحاق نے کعب کی دہن کا یہ قول ذکر کیا: وَاللّٰهُ اِنِّى لَا عَرِفُ فِي صَوْتِهِ الشَّرَّ۔
 صحیح بخاری میں یہ قول اس طرح مذکور ہے: اِنِّى لَا سَمْعَ صَوْتًا يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ۔ ”بے شک میں
 ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔“

اس واقعہ میں مذکور ہے: مَا رَأَيْتُ عَطْرًا كَالْيَوْمِ۔ سینویہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ مَا
 رَأَيْتُ كَعَطْرِ اَرَاهُ الْيَوْمَ عَطْرًا۔ یعنی میں نے ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا
 ہوں۔ اسی طرح اہل عرب کا محاورہ ہے: لَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ رَجُلًا۔ اس کا معنی ہے لَمْ اَرَ كَرَجُلٍ اَرَاهُ
 الْيَوْمَ رَجُلًا۔ یعنی میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا ہوں۔ اس محاورہ میں کاف کے مجرور
 (رجل)، فعل اَرَى اور اس کے فاعل اور مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ حذف کثیر ہے بلکہ کبھی صرف
 اتنا کہا جاتا ہے مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اور اظہار تعجب کے لئے اس کے بعد کچھ بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس
 سے معلوم ہوا کہ اہل عرب نے یہ حذف کثیر نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایوم پر تعجب کو داخل کیا ہے کیونکہ ایام
 میں عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کی اہل عرب اپنے کلام کی نظم و نثر میں تعریف یا
 مذمت کرتے ہیں اور مخاطب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ بذات خود یوم کی مذمت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی
 بذات خود یوم کوئی قابل تعجب چیز ہے۔ لہذا وہ اس چیز کی تفسیر اور بیان طلب کرتا ہے جس پر اظہار تعجب
 مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے بعد میں تمیز ذکر کی جاتی ہے تاکہ باعث تعجب چیز واضح ہو جائے۔ پس عَطْرًا

مُسْتَصْرِیْنَ لِنَصْرِ دِیْنِ نَبِیِّہُمْ مُسْتَصْرِیْنَ لِکُلِّ أَمْرِ مُجْجِفٍ
 ”درآں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی
 مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا واقعہ میں ان شاء اللہ اپنے مقام

کالفظ تمیز کے طور پر منصوب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسے مَن کے ساتھ مجرور ذکر کرنا زیادہ بہتر
 ہوتا ہے کیونکہ اس پر اظہارِ تعجب کیا گیا ہے جیسے لَمْ أَرَ کَالْیَوْمِ مِنْ رَجُلٍ۔

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو
 نائلہ اور ان کے ساتھی رات کے وقت کعب کو لے کر چل رہے تھے تو کعب یہ اشعار کہنے لگا:

رَبِّ خَالٍ لِّیْ لَوْ أَبْصَرْتَهُ سَبَطِ الْیَشِیَةِ أَبَاءِ أَنْفٍ
 ”میرے کتنے ہی ایسے دوست ہیں کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو (تمہیں معلوم ہوتا کہ) وہ سیدھی چال
 والے، خوددار اور غیرت مند ہیں۔“

لَیِّنِ الْجَانِبِ فِیْ أَقْرَبِهِ وَ عَلَى الْأَعْدَاءِ کَالْشِّمِّ الدُّعْفِ
 ”جو اپنے اقرباء میں نرم پہلو ہیں اور اپنے دشمنوں پر سم قاتل کی مانند ہیں۔“

وَ یَوْمَ لَمْ یَشْنَهُمْ حَسَبُ أَهْلِ عِزٍّ وَ حِفَاطٍ وَ شَرَفٍ
 ”اور وہ ایسے شریف النسل ہیں کہ کوئی حسب انہیں عیب دار نہیں کر سکتا، وہ عزت، حفاظت اور
 شرف کے مالک ہیں۔“

یَبْدُلُونَ الْمَالَ فِیْمَا نَابَهُمْ لِحَقُوقِ تَعْتَرِیْہُمْ وَ عَرَفَ
 ”وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق اور اپنی چودھراہٹ کی وجہ سے ان مصائب میں اپنا مال
 خرچ کرتے ہیں جو ان پر آنے لگی ہیں۔“

وَ لَبِوْثُ حِجْنٍ یَشْتَدُّ الْوَعْلَى غَمْرَ أَنْكَاسٍ وَ لَا مِیلَ کُشْفِ
 ”اور جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شیروں کی مانند ہوتے ہیں جو نہ سر جھکاتے
 ہیں اور نہ شکست خوردہ ہو کر جھکتے ہیں۔“

فَہُمْ أَهْلُ سَنَاحٍ وَ قِرَیْ وَ حِفَاطٍ لَمْ یُعَانُوا بِصَلَفٍ
 ”پس وہ سخاوت، مہمان نوازی اور حفاظت کے مالک ہیں جنہوں نے کسی ڈینک کو کبھی برداشت
 نہیں کیا۔“

پر ذکر کروں گا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ”دُفِّ“ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

محیصہ اور حویصہ کا واقعہ

حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حکم دے دیا کہ جب کوئی یہودی

سَكَنُوا مِنْ يَثْرَبَ كُلِّ دَبِيٍّ وَ سَهْوَلٍ حَيْثُ حَلُّوا فِي أَنْفٍ
”انہوں نے یثرب کے ہر اس نشیب و فراز میں سکونت اختیار کی جہاں وہ سبزہ زار میں اترے۔“
وَهُمْ أَهْلُ مَشَارِيبَ بِهَآ وَ خُصُونٍ وَ نَخِيلٍ وَ عُرْفٍ
”اور وہ اس مقام پر ہمیشہ سرسبز و شاداب رہنے والی زمینوں، قلعوں، نخلستانوں اور بالا خانوں کے مالک ہیں۔“

وَ لَهَا بِنْرٌ رَّوَاءَ جَنَّةٍ مَنْ يُوْدُّهَا بِإِنَاءٍ يَغْتَرِفُ
”اور اس مقام پر ایک ٹیٹھے اور کثیر پانی والا کنواں ہے جو بھی اس پر برتن لے کر وارد ہو تو وہ اپنا برتن بھر لیتا ہے۔“

وَ نَخِيلٌ فِي تِلَاعِ جَنَّةٍ تُخْرِجُ الثَّمَرَ كَأَمْثَالِ الْآكُفِ
اور وہاں نشیبی زمین میں ایسا گھنا نخلستان ہے جو پھیلیوں کے برابر لمبی لمبی کھجوریں پیدا کرتا ہے۔
وَ صَرِيْرٌ مِّنْ مَّحَالٍ خِلَّتْهُ أَحْرَ اللَّيْلِ مَهَارِيْجٌ نُّدْفُ
”اور وہاں رہٹوں کی ایسی آواز ہے جسے سن کر یوں لگتا ہے جیسے آخر شب تیز دوڑنے والے گھوڑوں کو ہانکا جا رہا ہے۔“

تَذَلُّجُ الْجَوْنِ عَلَى أَكْتَافِهَا بِإِدْلَاءٍ ذَاتِ أَرْكَانٍ صُذْفُ
”سیاہ اونٹ اپنے کندھوں پر ایسے ڈولوں کے ساتھ کنوؤں سے پانی نکالتے ہیں جو بہت سے کونوں اور کناروں والے ہیں۔“

كُلُّ حَاجَاتِي قَدْ قَضَيْتُهَا غَيْرَ حَاجَاتِي فِي بَطْنِ الْجُرُفِ
”وادی جرف کی حاجات کے علاوہ میں نے اپنی تمام حاجات پوری کر لی ہیں۔“

حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حویصہ سے چھوٹے تھے لیکن ان سے پہلے اسلام لائے۔

تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔ یہ فرمان سنتے ہی حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی تاجر ابن شنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ یہ محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ہیں اور اس یہودی کو ابن سینہ بھی کہا جاتا ہے۔ (حضرت ابن اسحاق نے فرمایا) وہ یہودی تاجر کپڑے کا کاروبار کرتا تھا۔ حضرت محیصہ کا بڑا بھائی حویصہ ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ جب حضرت محیصہ نے اس یہودی تاجر کو قتل کیا تو حویصہ نے انہیں مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ میں جو چربی ہے بخدا وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: قسم بخدا! اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا ہے جو اگر مجھے تمہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اسی وقت تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حویصہ نے کہا اگر محمد (ﷺ) مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دیں تو کیا واقعی تم مجھے قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا: بے شک ذرا تا مل نہ کروں گا اور تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ یہ سن کر حویصہ نے کہا: ”یہ دین تمہارے اندر اس حد تک سرایت کر چکا ہے، بڑی حیران کن بات ہے۔“ پھر حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے یہ واقعہ بنی حارثہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا، اس نے حضرت محیصہ کی بیٹی سے اس نے اپنے باپ حضرت محیصہ سے روایت کیا۔ حضرت محیصہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے:

آپ نے غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں حصہ لیا اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اہل فدا کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا۔ آپ ہی نے رسول اللہ ﷺ سے حجام کی اجرت کے متعلق سوال کیا تھا۔ جب آپ نے سوال میں اصرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ”اس سے چارہ خرید کر اپنے پانی لانے والے اونٹ کو کھلا دو اور اسے اپنے تھیلے میں رکھ لو“۔ (جامع ترمذی: 1277، سنن ابن ماجہ 2166، مسند احمد 3/307، مؤطا امام مالک: 974)

حضرت محیصہ کا قول ہے: مَا بَيْنَ وَ مَا رَبِّ۔ بصری شام میں ہے اور مارب یمن میں ہے جہاں قوم سبا کا ڈیم تھا۔ مارب قوم سبا کے ایک محل کا نام ہے۔ حضرت مسعودی نے کہا مارب قوم سبا کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے ترکوں کے بادشاہ کا لقب خاقان، ایران کا کسریٰ، روم کا قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔

يَلُومُ ابْنَ أُمِّیَ لَوْ أَمَرْتُ بِقَتْلِهِ لَطَبَقْتُ ذِفْرَاهُ بِأَبْيَضٍ قَاضِبٍ
 ”میری ماں کا بیٹا (میرا بھائی) مجھے (ابن سنینہ کے قتل پر) ملامت کرتا ہے حالانکہ اگر مجھے
 خود اس کے قتل کا بھی حکم دیا جاتا تو میں اس کے کانوں کی پچھلی دونوں ہڈیوں کو تیز کاٹنے والی تلوار
 کے ساتھ کاٹ دیتا۔“

حُسَامٌ كَلَوْنِ الْيَلْدِجِ أَخْلَصَ صَقْلُهُ مَتْنِي مَا أَصَوَّبُهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبٍ
 ”ایسی تلوار کے ساتھ جو نمک کے رنگ کی طرح ہوتی اور اسے اچھی طرح صیقل کیا گیا ہوتا،
 جب میں اس کے ساتھ دار کرتا تو وہ خطانہ کرتی۔“

وَ مَا سَرَّنِي أَنِّي قَتَلْتُكَ طَانِعًا وَ أَنَّ لَنَا مَا بَيْنَ بُصْرَى وَ مَارِبَ
 ”(اے میرے بھائی!) مجھے کیا خوشی ہوگی کہ میں تجھے رضا مندی سے قتل کر دوں اور ہم
 دونوں کے درمیان بصری اور مارب جتنی دوری ہو جائے۔“

حویصہ کے قبول اسلام کی دوسری روایت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے حضرت ابو عبیدہ نے بیان کیا انہوں نے
 حضرت ابو عمرو مدنی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ پر فتح
 یاب ہوئے تو ان میں سے تقریباً چار سو یہودیوں کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ خزرج کے خلاف قبیلہ اوس
 کے حلفاء تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنو خزرج ان کی
 گردنیں اڑا کر خوش ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ بنی خزرج کے چہرے تو خوشی
 سے لبریز ہیں لیکن بنی اوس کی یہ صورت حال نہیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ اس کی وجہ یہ
 ہے کہ قبیلہ اوس اور قریظہ کے درمیان معاہدہ دوستی ہے اور بنی قریظہ کے صرف بارہ آدمی باقی رہ
 گئے ہیں۔ آپ نے ان بارہ آدمیوں کو اوس کے حوالے کر دیا اور قریظہ کا ایک آدمی اوس کے دو
 آدمیوں کے حوالے کر کے حکم دیا کہ ایک اس پر تلوار چلائے اور دوسرا اسے جان سے مار

حَوَيْصَهُ حَوْصَةً كِي تَغْيِرَ هُوَ حَصَتْ الثَّوْبَ سَ مُشْتَقٌّ هُوَ۔ اس کا معنی ہے میں نے
 کپڑا سیا۔

محیصہ اور حویصہ کے واقعہ میں ابن سنینہ کا ذکر آیا ہے جسے قتل کیا گیا۔ سنینہ گویا سن کی تصغیر ہے۔
 حضرت ابن ہشام نے اس کا نام باء کے ساتھ سنینہ ذکر کیا ہے۔ یہ گویا سنینہ کی ترخیم کر کے اس سے
 تصغیر بنائی گئی ہے۔ صاحب العین نے کہا السنینہ ایک پودے کا نام ہے اور شنینہ شین منقوط کے

ڈالے۔ ان بارہ یہودیوں میں ایک بنی قریظہ کا سردار کعب بن یہوذابھی تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہ بن مسعود اور حضرت ابو بردہ بن نيار رضی اللہ عنہما کے حوالے کیا۔ یہ وہی ابو بردہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ میں چھ ماہ کا بکرا ذبح کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا پہلے محیصہ اس پر تلوار کا وار کرے پھر ابو بردہ اس زخمی کو جان سے مار ڈالے۔ چنانچہ حضرت محیصہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور حضرت ابو بردہ نے دوسرا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ حویصہ جو اس وقت کافر تھا، اس نے اپنے بھائی محیصہ سے کہا: کیا تم نے کعب بن یہوذاب کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک۔ حویصہ کہنے لگا: بخدا تیرے پیٹ میں جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ اے محیصہ بے شک تو بڑا کمینہ شخص ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی فوراً قتل کر دوں گا۔ حویصہ ان کی اس بات پر متعجب ہوا اور گھر جا کر رات بھر اسی فکر میں جاگتا رہا، یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہنے لگا قسم بخدا! بلاشبہ یہ سچا دین ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوہ احد کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غزوہ بحران سے واپس تشریف لا کر جمادی الاخریٰ، رجب، شعبان اور رمضان کے چار مہینے مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد شوال 3ھ میں قریش کے ساتھ غزوہ احد پیش آیا۔

ساتھ یہ صقلاب بن شنینہ کے والد کا نام ہے جنہوں نے حضرت نافع بن ابی نعیم کے پاس قراءت پڑھی۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھے حضرت نافع نے فرمایا: حاء، خاء، عین، غین، هاء اور الف کے پاس نون میں اظہار کیا کرو۔

غزوہ احد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد کا واقعہ یوں ہے جیسا کہ میرے سامنے حضرت محمد بن مسلم زہری، حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت حصین بن عبد الرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ اور ہمارے دیگر علماء نے بیان کیا۔ ان سب نے غزوہ احد کے واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا۔ غزوہ احد کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیانات کا مجموعہ ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

حضور ﷺ سے جنگ کی انگلیخت

جب کفار قریش کو غزوہ بدر میں شکست فاش ہوئی اور وہ اس مصیبت سے دوچار ہوئے کہ ان کے کثیر لوگوں کو قتل کر کے کنویں میں پھینک دیا گیا اور ان کا لشکر مکہ کی طرف لوٹا۔ نیز ابوسفیان بن حرب بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر مکہ پہنچ گیا تو ایک روز عبد اللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی

غزوہ احد

جبل احد کی فضیلت

احمد مدینہ منورہ کا مشہور و معروف پہاڑ ہے، اسے احد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے ہٹ کر ایک الگ تھلگ مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) اس حدیث کے معنی میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: بعض کا قول ہے کہ پہاڑ سے مراد پہاڑ والے ہیں اور وہ انصار ہیں۔ بعض کا قول ہے آپ کی مراد یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ پہاڑ آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا کہ آپ اپنے گھر والوں کے قریب آ گئے ہیں اور عنقریب ان سے ملاقات کریں گے اور یہ ایک محبت کا فعل ہے۔ اس اعتبار سے آپ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے یعنی اس میں محبت کا فعل پایا جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا جبل احد کی محبت سے مراد حقیقی محبت ہے اور ایک پہاڑ میں محبت کا وجود ایسے ہی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنے والے پہاڑوں میں تسبیح کا وجود تھا یا جیسے ان پتھروں میں خشیت الہی کا وجود ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے

جہل، صفوان بن امیہ اور قریش کے چند دیگر افراد جن کے باپ، بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے، ابوسفیان اور ان لوگوں کے پاس گئے جن کا اس تجارتی قافلہ میں حصہ تھا اور انہیں کہا: ”اے گروہ قریش! بے شک محمد (ﷺ) نے تمہیں تباہ کر دیا ہے اور تمہارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس لئے اس (حضور ﷺ) کے ساتھ جنگ کے اخراجات کے لئے ہمارے ساتھ اس تجارتی قافلہ کے مال کے ذریعے تعاون کرو تا کہ ہم ان لوگوں سے اپنے خون کا بدلہ لے سکیں جنہوں نے ہمیں یہ ہزیمت دی۔“ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ میرے سامنے بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُفْقَهُمْ تِلْكَ الْوُجُوهُ عَلَيْهِمْ كَسْرَةٌ ۖ فَهُمْ يُغْلَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٨١﴾ (الأنفال)

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت و افسوس۔ پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔“

فرمایا: وَإِنَّ مِنْهَا لَمَنْ يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ (بقرہ: 74) ”اور کئی پھر ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الہی سے۔“ اور آثار مسندہ میں ہے کہ قیامت کے دن جبل احد جنت کے دروازے کے پاس اندر کی جانب ہوگا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہ باب جنت کا رکن ہوگا اسے حضرت ابن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اور المسند میں حضرت ابو عبس بن جبر کے طریق سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اَحَدٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ وَهُوَ عَلَىٰ بَابِ الْجَنَّةِ، قُلْ وَعَمْرٌ يُفَضُّنَا وَنُفَضُّهُ وَهُوَ عَلَىٰ بَابِ آيَاتِ النَّارِ ”احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت کے دروازے کے پاس ہوگا اور فرمایا: عمیر ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس ہوگا۔“ جبل احد کے باب جنت کے پاس ہونے کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ”انسان کا انجام اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی“ اور جبل احد کے بارے

قریش کا جنگ پر اتفاق

جب ابوسفیان بن حرب اور تجارتی قافلہ کے شرکاء نے مال تجارت کو جنگ کی تیاری میں خرچ کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو سارے قریش قبائل کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ میں سے اپنے حلفاء سمیت رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے معاملہ میں متفق ہو گئے۔ ابو عزرہ عمرو بن عبد اللہ جمحی وہ شخص تھا جس پر بدر کے روز رسول اللہ ﷺ نے احسان فرمایا تھا۔ وہ بہت غریب اور کئی بچوں کا باپ تھا۔ جب وہ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا میں بہت تنگ دست ہوں اور کئی بچوں کا باپ ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے مال کی بہت سخت ضرورت ہے اس لئے آپ مجھ پر احسان فرمائیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فدیہ لیے بغیر رہا فرما دیا تھا۔ اس ابو عزرہ کو صفوان بن امیہ نے کہا اے ابو عزرہ! تم ایک شاعر آدمی ہو، اپنی زبان کے ساتھ لوگوں کو جنگ پر آمادہ کر کے ہماری مدد کرو۔ اس نے کہا مجھ پر محمد (ﷺ) نے احسان کیا تھا اس لئے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ صفوان کہنے لگا اچھا پھر اپنی جان کے ساتھ ہماری مدد کرو اور صرف خود جنگ میں شرکت کرو، میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم صحیح و سلامت واپس آ گئے تو تمہیں غنی کر دوں گا اور اگر تم مارے گئے تو تمہاری اولاد کی اپنی اولاد کے ساتھ پرورش کروں گا، جو تنگی اور آسانی میری اولاد کو ہوگی وہی تیری اولاد کو ہوگی۔ یہ سن کر ابو عزرہ آمادہ ہو گیا اور تہامہ میں جا کر بنی کنانہ کو جنگ پر براہیختہ کرنے لگا اور ان کے سامنے یہ اشعار کہنے لگا:

إِيَّهَا نَبِيُّ عَبْدِ مَنَاةَ الرِّزَامِ أَنْتُمْ حُمَاةٌ وَ أَبَوُكُمْ حَامٌ
میدانِ رزام میں جم کر لڑنے والے بنی عبد مناتہ! تم بڑے محافظ ہو اور تمہارا باپ بھی محافظ تھا۔

میں حضور ﷺ نے فرمایا يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ۔ اس لئے اس کا جنت میں ہونا بعید از امکان نہیں۔ یہ سب آثار ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اسمِ جبلِ احد کی اغراضِ توحید کے ساتھ موافقت

حضور نبی کریم ﷺ کو ہر اچھا نام پسند تھا۔ جو نام احدیت سے مشتق ہو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کا نام احد جو احدیت سے مشتق ہے اس لئے رکھا تا کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نام (أَحَد) کے ساتھ مشابہت ہو جائے کیونکہ اس پہاڑ پر رہنے والوں نے یعنی انصارِ مدینہ

لَا تَعِدُونَنِي نَصْرَكُمْ بَعْدَ الْعَامِ لَا تُسَلِّوْنِي لَا يَحِلُّ إِسْلَامُ
”اس سال کے بعد تم میرے ساتھ اپنی مدد و نصرت کا وعدہ نہ کرنا، اب ہمیں دشمن کے
حوالے مت کرو کیونکہ ایسا کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔“

اور مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن نجح نے بنی مالک بن کنانہ کے پاس جا کر
انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر برا بیچتے کیا اور اس کی دعوت دی۔ اس نے انہیں یہ
اشعار کہے:

يَا مَالِ مَالِ الْحَسَبِ الْمَقْدَمِ أَنْشُدْ ذَا الْقُرْبَىٰ وَ ذَا التَّدْمِ
”اے بنی مالک! اس پہلی شرافت و غیرت کو کیا ہو گیا ہے کہ میں کبھی اس قرابت دار کو اور کبھی
اس ذمہ دار آدمی کو تلاش کرتا ہوں۔“

مَنْ كَانَ ذَا رَحِمٍ وَ مَنْ لَمْ يَرْحَمِ الْحِلْفَ وَسَطَ الْبَلَدِ الْمُحَرَّمِ
عِنْدَ حَاطِمْ الْكَعْبَةِ الْمُعْظَمِ
”(مجھے بتاؤ) رحم اور ہمدردی کرنے والے کون تھے؟ اور کعبہ معظمہ کے مقام حطیم کے
نزدیک حرمت والے شہر (مکہ) کے درمیان کس نے ہمدردی نہیں کی تھی؟ (تمہیں لوگوں نے کی
تھی، اب کیا ہو گیا ہے؟)“

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں
بہت ماہر تھا، اس کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا۔ جبیر نے اسے بلا کر کہا لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرف
نکل، اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو
موت کے گھاٹ اتار دیا تو تو آزاد ہوگا۔

نے توحید اور رسول توحید کی مدد کرنی تھی جو رسول توحید اپنی ظاہری اور باطنی حیات میں اس پہاڑ کے
قریب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ہر چیز طاق استعمال فرماتے اور اپنے
ہر معاملہ میں اسے پسند فرماتے تاکہ احادیث کا احساس اجاگر ہو۔ جبل احد کا نام بھی آپ ﷺ کے
ان اغراض و مقاصد کے موافق تھا اور آپ ﷺ نے بہت سے مقامات اور بے شمار انسانوں کے نام
نا پسند کرتے ہوئے ان کو بدل ڈالا اور جو نام آپ نے ان کے لئے پسند فرمائے ان کے ساتھ جبل احد کا
نام بہت موافقت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ احادیث سے بھی مشتق ہے اور اُحْذ کے حروف کی
حرکات رفع کے ساتھ ہیں جو کہ دین توحید کی عظمت اور رفعت شان کا شعور دلاتی ہیں۔ لہذا جبل احد

لشکر قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت

کفار قریش جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ آہنی اسلحہ سے لیس ہو کر اپنے سوراؤں کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ بنی کنانہ اور اہل تہامہ سے ان کے حلیف بھی شریک تھے۔ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے گئے تاکہ ان کی حفاظت کی خاطر میدان جنگ سے بھاگنے کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ قائد کجیش ابوسفیان بن حرب اپنی بیوی ہند بنت عتبہ کو، عکرمہ بن ابی جہل، ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ کو، حارث بن ہشام بن مغیرہ، فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ کو، صفوان بن امیہ، برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفیہ کو جو عبد اللہ بن صفوان بن امیہ کی ماں تھی، عمرو بن عاص ریطہ بنت مہبہ بن حجاج کو جو عبد اللہ بن عمرو کی ماں تھی اور طلحہ بن ابی طلحہ عبد اللہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار، سلافہ بنت سعد بن شہید انصاریہ کو جو طلحہ کے تین بیٹوں مسافع، جلاس اور کلاب کی ماں تھی جو اپنے باپ کے ساتھ کٹ کر مر گئے تھے، اپنے ہمراہ لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی مالک بن حسل کی ایک عورت خناس بنت مالک بن مضرب اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ہمراہ نکلی۔ یہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھی اور بنی حارث بن عبد مناتہ بن کنانہ کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ بھی جنگ کی طرف نکلی۔ ہند بنت عتبہ جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی یا وہ اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے یہ کہہ کر ششکار تہی: ”واہ واہ، اے ابو دسمہ! ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا

کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت اسم اور مسمی دونوں کے لحاظ سے ہے، اس لئے آپ ﷺ نے تمام پہاڑوں میں سے اسی کو مخصوص فرمایا کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوگا جبکہ دیگر پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے۔ نیز جبل احد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر انور ہے۔ اسی پہاڑ پر آپ کا وصال ہوا اور اسی پر آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دفن کیا۔ یہ دونوں پیغمبر حج یا عمرہ کے سفر میں اس پہاڑ سے گزرے تھے۔ کتاب فضائل المدینہ میں اسی معنی کی ایک حدیث بھی مذکور ہے جسے حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حفیظہ کی تلاش میں قریش کے طعن میں چلنے کا ذکر کیا ہے۔ حفیظہ کا معنی ہے غیرت کی وجہ سے آنے والا غصہ۔ کہا جاتا ہے اُحْفِظَ الرَّجُلُ۔ یعنی آدمی کو غیرت کا غصہ دلایا گیا۔

پاؤں۔ ابودوسہ وحشی کی کنیت تھی۔ لشکر کفار مدینہ منورہ کی طرف بڑھتا چلا آیا یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ کے سامنے وادی قناتہ کے وسط میں ایک پہاڑ کے قریب دو چشموں کے پاس خیمہ زن ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو لشکر کفار کی چڑھائی کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: ”میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا، میں نے ایک گائے دیکھی ہے اور اپنی تلواریں کے دندانے دیکھے ہیں، میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں ڈالا ہے، میرے نزدیک زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا۔ گائے سے مراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور جو دندانے میں نے اپنی تلواریں دھار میں دیکھے ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص قتل کیا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ کا خواب

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے خواب کا ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ نے ایک گائے دیکھی جسے آپ ﷺ کے پاس ذبح کیا گیا اور آپ نے اپنی تلواریں دھار میں دندانے دیکھے۔ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ وَاللّٰهُ خَبْرًا رَّأَیْتُ بَقْرًا۔ جبکہ دیگر کتب میں یوں مذکور ہے: رَاَیْتُ بَقْرًا تَخْرُ وَاللّٰهُ خَبْرًا۔ اس میں خبر کی وضاحت یوں کی گئی ہے: مَا جَاءَ اللّٰهُ بِہِ مِنَ الْخَبْرِ یَوْمَ بَذْرِ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز عطا فرمائی، اگرچہ غزوہ بدر غزوہ احد سے پہلے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی خیر کے ساتھ مسلمانوں کو نفع پہنچایا جو بدر کے روز عطا فرمائی کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے تسلی اور حوصلہ افزائی کا سامان تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس خواب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: اَوَّلَ مَا آصَابَکُمْ مُّصِیْبَةٌ کَذَآ صَبَّحْتُمْ وَنَحْنُ (آل عمران: 165) ”کیا جب پہلی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی“۔ صحیح بخاری میں اس خیر کا یہ مفہوم مذکور ہے: مَا جَاءَ اللّٰهُ بِہِ مِنَ الْخَبْرِ بَعْدَ بَذْرِ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد عطا فرمائی۔ اور صحیح مسلم میں ہے: اِنَّا الْخَبْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِہِ بَعْدَ وَتَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِیْ اَتٰہَا اللّٰهُ بِہِ یَوْمَ بَذْرِ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے عطا فرمائی اور سچائی کا اجر جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بدر کے روز عطا فرمایا اس عداوت میں سب سے تم احکام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر ٹھہرو اور کفار کو اسی جگہ رہنے دو جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اگر وہ باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم شہر کے اندر ہی ان سے لڑائی کریں گے۔“ عبد اللہ بن ابی بن سلول کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے کے موافق تھی اور یہی چاہتا تھا کہ مسلمان باہر نکل کر نہ لڑیں اور رسول اللہ ﷺ بھی شہر سے باہر نکلنے کو ناپسند فرما رہے تھے لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں غزوہ احد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے شرف شہادت بخشا تھا، انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں لے کر دشمنانِ حق کے سامنے چلے، وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل اور کمزور ہیں۔“ عبد اللہ بن ابی بولا یا رسول اللہ ﷺ! شہر ہی میں ٹھہریے باہر نہ نکلے، قسم بخدا! جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس لئے یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو چھوڑیے، اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے مردن و جوان اپنی تلواروں کے ساتھ ان کے چہروں کو زخمی کر دیں گے اور ہماری عورتیں اور بچے ان پر چھتوں سے پتھر برسائیں گے اور اگر وہ پیٹھ پھیر گئے تو ویسے ہی

مؤلف کتاب حضرت ابوالقاسم سہلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ اصحاب ہیں جو مسلح ہو کر دشمن سے باہر نکل کر مقابلہ کے خواہش مند تھے۔ اس طرح کا خواب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی دیکھا تھا۔ اس کی تاویل یہ تھی کہ جنگ جمل میں آپ کے ساتھ بہت سے اصحاب قتل ہوئے۔

حضور کریم ﷺ کا ارشاد ہے: وَاللَّهُ خَيْرٌ۔ اس کا معنی ہے رَآيْتُ بَقْرًا تَنْحَرُ وَ رَآيْتُ هَذَا الْكَلَامَ۔ یعنی میں نے ایک گائے دیکھی جسے ذبح کیا جا رہا ہے اور اس کلام وَاللَّهُ خَيْرٌ کو دیکھا، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں کلام کا ایک نمونہ آتا ہے جسے وہ اپنی قوت و ہمیہ کے ساتھ اس طرح دیکھتا ہے جیسے اشیاء کی صورت دیکھی جاتی ہے۔ قوت بصارت کے ذریعے تو چیزیں ذہن اور خارج دونوں میں پہچانی جاسکتی ہیں لیکن نیند میں دکھائی دینے والی اشیاء اکثر خیالی اور

نا کام و نامراد واپس لوٹیں گے جیسے آئے تھے۔ مگر وہ لوگ جنہیں باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا شوق تھا، اسی بات پر رسول اللہ ﷺ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ کے مطابق جنگی لباس زیب تن فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، آپ ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمائی، اس روز انصار کے قبیلہ بنی نجار کے ایک شخص کا وصال ہو گیا جس کا نام مالک بن عمرو تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی پھر مسلمانوں کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگ اپنی رائے دینے پر شرمندہ تھے، انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے، ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ہمیں ایسا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے اگر آپ چاہیں تو شہر کے اندر ہی تشریف فرما رہیں۔ صَلَّى اللہُ عَلَیْکَ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر اتار دے جب تک دشمن کے ساتھ جنگ آزمانہ ہو جائے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز باجماعت پڑھانے کے لئے مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

منافقین کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب لشکر اسلام مدینہ منورہ اور احد کے درمیان شوط کے مقام پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ایک تہائی حواریوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑبڑایا تھا کہ ”انہوں نے نادان لوگوں کا کہنا مانا ہے اور میرے

مثالی ہوتی ہیں اور کبھی کبھی اپنے ظاہر پر بھی ہوتی ہیں لیکن دل میں کھٹکنے والا کلام جسے انسان قوت و ہمیہ کی سماعت کے ساتھ سنتا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہی ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص یہ سنے آنتَ سَلِمْ اَوْ اللّٰهُ عَزَّوْ لَکَ یا اس کے مشابہ کلام تو اس کے ظاہری معنی کے سوا اس کا اور کوئی معنی نہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: اَنَّ فَرَسًا ذَبَبَ بِذَیْلِهِ فَلَصَبَ کُلابَ سَیْفٍ فَاسْتَلَّہُ (ایک گھوڑے نے اپنی دم زور سے ہلائی، وہ ایک کھوار کے کلاب پر لگی تو اسے برہنہ کر دیا)۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کلاب السیف اس لوہے کو کہتے ہیں جس کا کنارہ مڑا ہوا ہو اور یہ وہ لوہا ہوتا ہے جو نیام کے ساتھ ملا ہوتا ہے اور کتاب العین میں ہے کہ کلاب کھوار کے دستے کے کیل کو کہتے ہیں۔

مشورے کو مسترد کر دیا ہے۔ اے لوگو! ہم بلا وجہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں کیوں پھینکیں۔ چنانچہ وہ اپنے منافق حواریوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ان کے پیچھے آئے اور کہا ”اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو جبکہ ان کا دشمن میدان میں آ موجود ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: ”اگر جنگ ہونے کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ جب منافقین نے آپ کی بات نہ مانی اور واپس جانے پر مصر رہے تو آپ نے فرمایا: ”اے اللہ کے دشمنو! جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زیاد نے ذکر کیا کہ حضرت محمد بن اسحاق نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ انصار نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ہم اپنے یہود حلفاء سے مدد طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی حارثہ کے پھریلے میدان میں چل رہے تھے تو ایک گھوڑے نے اپنی دم ہلائی جو ایک تلوار کے قبضے کی میخ کو لگی، اس تلوار کا تسمہ کھل گیا جس سے تلوار برہنہ ہو گئی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کَلَابَ سَيْفٍ کے بجائے کَلَابَ سَيْفٍ بھی کہا گیا ہے۔

الْفَالُ وَالطَّيْرَةُ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْفَالَ وَلَا يَغْتَفُ (رسول اللہ ﷺ فال نیک کو پسند فرمائے اور فال بد کو نا پسند فرماتے)۔ يَغْتَفُ الْغِيَاةُ (فال پکڑنا) سے مشتق ہے۔ مذکورہ کلام کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ الغيافة صرف فال بد کے لئے بولا جاتا ہے اور الْفَالُ فال نیک کے لئے، لیکن کبھی کبھی فال بد کے لئے بھی الْفَالُ کا لفظ آتا ہے اور الطَّيْرَةُ کا لفظ پسندیدہ اور نا پسندیدہ دونوں فالوں کے لئے آتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طیرہ سے منع فرمایا اور فرمایا بہتر طیرہ فال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طیرہ کی کئی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ فال نیک لینے کو پسند فرماتے اور فال بد کو نا پسند فرماتے تھے: ”اپنی تلوار کو نیام میں رکھ لو، میرا خیال ہے آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی۔“

مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزرا اور اس کی بدسلوکی

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”کون شخص ہے جو ہمیں ٹیلے کی ایسی جانب سے لے جائے کہ ہمیں کافر نہ دیکھ سکیں۔“ حضرت ابو حیثمہ جن کا تعلق بنی حارث بن حارث سے تھا، نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔“ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو بنی حارثہ کے پتھر یلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے۔ یہ بد باطن منافق تھا۔ اسے جب رسول اللہ ﷺ کے مسلمانوں کی معیت میں وہاں سے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا اور بولا: ”اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں۔“ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں مٹی بھر مٹی اٹھائی اور کہا: ”اے محمد (ﷺ) قسم بخدا اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ مٹی آپ کے سوا کسی دوسرے شخص پر نہیں پڑے گی تو میں اسے آپ کے چہرے پر پھینک دیتا۔“ اس پر لوگ دوڑے کہ اس گستاخ کو قتل کر دیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے قتل نہ کرو (یہ معذور

صورتیں ہیں اور سب سے بہترین صورت فال ہے اور لفظ طیرہ نیک شگون اور بد شگونی دونوں کا حامل ہے کیونکہ یہ الطیر سے مشتق ہے اور اہل عرب کا قول ہے: جَرَى لَهُ الطَّائِرُ بِخَيْرٍ وَ جَرَى لَهُ بِشَرٍّ یعنی فلاں کی نیک فال نکلی اور فلاں کی بد۔ اہل قرآن کریم میں ہے: وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرًا فِي عُنُقِهِ (اسراء: 13) ”اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے۔“

اس واقعہ میں حضور کریم ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے فَإِنِّي أَدْرِي السُّيُوفَ سَتَسِلُّ الْيَوْمَ۔ (میرا خیال ہے کہ آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی)۔ یہ ارشاد اس بات کی تائید کرتا ہے کہ فراست سے کوئی چیز معلوم کرنا اور فال پکڑنا ایک جائز امر ہے مکر وہ نہیں ہے، لیکن فال سے حاصل ہونے والا علم قطعی نہیں سوائے اس کے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کا کلام ہو۔ اس کے متعلق ہم نے چاہ زمزم اور سفید کوئے کے چونچیں مارنے کے واقعہ میں بحث کی ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور اس حکمت کی پہچان کے لئے غور و فکر کرنا عبادت ہے۔

ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں، اس کا دل بھی اندھا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے سے پہلے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اپنی کمان مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: وہاں سے گزر کر رسول اللہ ﷺ نے جبل احد کے قریب وادی کے کنارے ایک گھاٹی میں پڑاؤ کیا اور اپنے لشکر کی پشت احد کی طرف کر کے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی لڑائی کا آغاز نہ کرے جب تک میں حکم نہ دوں۔“ قریش نے مسلمانوں کے لشکر کے قریب صمغہ کے مقام پر موجود کھیتوں میں اپنے اونٹ اور گائیں چرانے کے لئے چھوڑ دیے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ کا آغاز کرنے سے منع فرمایا تو قریش کی اس

غزوہ احد کے روز کم سن مجاہدین

حضرت ابن ہشام نے غزوہ احد میں شرکت کے خواہش مند کم عمر مجاہدین کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کو رسول اللہ ﷺ نے واپس لوٹا دیا، مثلاً حضرات براء بن عازب، اسید بن ظہیر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ لیکن ان میں سے حضرت عرابہ بن اوس بن قینطی کا ذکر نہیں کیا جبکہ ایک طائفہ نے انہیں بھی ان میں شامل کیا ہے جیسے قتیبہ نے کتاب المعارف میں انہی عرابہ کے متعلق شاخ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

إِذَا مَا رَأَيْتَ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةٌ بِالْيَمِينِ
جب بھی بزرگی کا کوئی جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے۔

”حضرت عرابہ کا ایک بھائی ہے جن کا نام کباشہ ہے۔ انہیں بھی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ غزوہ احد کے روز واپس بھیجے جانے والے کم سن مجاہدین میں سے ایک حضرت سعد بن حبہ ہیں۔ یہ اپنی ماں کے نام سے مشہور ہیں جن کا پورا نام حبہ بنت مالک انصاریہ ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام بحیرہ ہے جن کا تعلق قبیلہ بجیلہ سے ہے۔ حضرت سعد کو بھی رسول اللہ ﷺ نے صغر سنی کی وجہ سے واپس بھیج دیا لیکن خندق کے روز آپ ﷺ نے انہیں خوب دادِ شجاعت دیتے ہوئے دیکھا تو اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور ان کے لئے ان کی اولاد اور نسل میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ چالیس بھتیجوں کے چچا، چالیس بھائیوں کے بھائی اور بیس بیٹوں کے باپ بنے۔ انہی کی اولاد سے حضرت امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حمیش بن سعد بن حبہ پیدا ہوئے۔

حرکت کو دیکھ کر ایک انصاری نوجوان نے عرض کی: ”قریش تو بنی قیلہ کی کھیتیاں چرا رہے ہیں اور ہم نے ابھی تک مدافعت نہیں کی۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے لئے لشکر کی صف بندی کی۔ لشکر اسلام کی تعداد سات سو تھی جن میں سے پچاس تیر انداز نوجوان تھے، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں کا قائد مقرر فرمایا جو اس روز سفید لباس میں ملبوس تھے، آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی ”اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں اور ہم خواہ فتح یاب ہوں یا شکست سے دوچار ہوں تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا،

کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے ہند بنت عتبہ کا یہ قول ذکر کیا ہے:

وَيْهًا نَيْنَى عَبْد الدَّارِ

وَيْهًا کاکلمہ کسی کام پر برا بھیختہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ کسی راجز کا قول ہے:

وَ هُوَ إِذَا قِيلَ لَهُ وَيَهَا فُلٌ فَإِنَّهُ مُوَاشِكٌ مُسْتَعْجِلٌ
”اور جب اسے کہا جائے واہ وا! دشمن کو شکست سے دوچار کر دو تو وہ بہت تیزی اور جلدی سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔“

اور رهاواہا کاکلمہ تو اس کا مفہوم تعجب ہے اور اِيَهَا کا معنی ہے معاملہ اپنے ہاتھ میں ہونا۔

ہند کا قول ہے اِنْ تَقْبَلُوا نَعَانِي۔ کہا جاتا ہے کہ ہند نے یہ رجز بطور مثال ذکر کیا تھا۔ اصل میں یہ رجز ہند بنت طارق بن بياضہ ایادیہ کا ہے۔ اس نے یہ رجز ایاد کے لئے حرب فرس میں کہا تھا۔ اسی بناء پر اس نے کہا تَهَابَاتِ طَارِقٍ۔ یہ اختصاص کے طریقے پر منصوب ہے جیسے کسی شاعر نے کہا:

نَحْنُ نَيْنَى ضِبَّةَ أَصْحَابِ الْجَحَلِ

”ہم خصوصاً بنی ضبہ اونٹوں والے ہیں۔“

اور اگر طارق سے اس کی مراد ستارہ ہو تو بنات مرفوع ہوگا کیونکہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم ستاروں کی مانند بلند مرتبہ اور شریف زادیاں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تاویل بعید از حقیقت ہے کیونکہ ستارے کو طارق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو طلوع ہوتا ہے اور اس معنی میں بلندی اور علو کا کوئی مفہوم نہیں۔ نیز اگر اس کی مراد ستارہ ہی ہوتا تو وہ بنات الطارق معروف باللام ذکر کرتی۔ میں نے کتاب زبیر بن ابی بکر میں ملاحظہ کیا ہے کہ ہند نے احد کے روز پہلے یہ رجز پڑھا:

تمہاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے۔“ نبی کریم ﷺ نے اس روز دوزر ہیں زیب تن فرمائیں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جن کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا، پرچم اسلام عطا فرمایا۔

کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت سرہ بن جندب فرازی اور حضرت رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہما کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ ان دونوں کی عمر پندرہ پندرہ سال تھی۔ پہلے آپ ﷺ نے ان کو واپس لوٹا دیا تھا لیکن آپ ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! رافع ماہر تیر انداز ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی تو آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! کشتی کے مقابلہ میں سرہ رافع کو بچاڑ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو بھی اجازت فرمادی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرات اسامہ بن زید، عبد اللہ بن عمر بن خطاب، زید بن ثابت، براء بن عازب، عمرو بن حزم اور اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہم کو واپس بھیج دیا حالانکہ ان کی عمریں پندرہ پندرہ سال تھیں۔ پھر غزوہ خندق میں ان سب کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے بھی اپنی صفیں درست کر لیں۔ ان کا لشکر تین ہزار

لَحْنُ بَنَاتُ طَارِقُ تَنَسَّى عَلَى النَّبَاتِ مَشَى الْقَطَا النُّوَاقِ
ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، ہم نرم اور گداز قالینوں پر مولے تازے بھٹ تیتروں کی مانند چلتی ہیں۔
الی آخر الوجہ۔ انہوں نے کہا میرے سامنے یحییٰ بن عبد الملک ہدیری نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد نبوی میں حضرت ضحاک بن عثمان جذامی کے پیچھے چادر اوڑھ کر بیٹھا تھا۔ حضرت ضحاک اور ان کے ساتھیوں نے احد کے روز کہے جانے والے ہند کے اس رجز کا ذکر کیا لَحْنُ بَنَاتُ طَارِقُ۔ انہوں نے کہا طارق سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا ستارہ۔ حضرت ضحاک میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابو زکریا! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَالسَّمَاءُ الطَّارِقُ وَمَا أَدْلَاكَ مَا الطَّارِقُ السَّجْمُ الْغَائِبُ (الطارق) ”قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی اور آپ کو کیا معلوم یہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ایک تارا نہایت نمایاں“۔ گویا ہند نے کہا ہم ستارے کی بیٹیاں ہیں۔ حضرت ضحاک کہنے لگے: اس نے اچھی تمثیل دی۔

جنگجوؤں پر مشتمل تھا، ان کے ساتھ دو سو گھڑ سوار تھے جنہیں انہوں نے ایک طرف ٹھہرایا ہوا تھا۔ انہوں نے سواروں کے مینہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کے حوالے کی۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی دادِ شجاعت

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے؟ یہ سن کر کئی صحابہ کرام اٹھ کھڑے ہوئے لیکن آپ ﷺ نے تلوار پیچھے کھینچ لی۔ آخر کار بنی ساعدہ کے ایک نوجوان حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا ”اس کا حق یہ ہے کہ اس سے تو دشمن پر پے در پے وار کرے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے“۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں“۔ حضور انور ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر شخص تھے، جب جنگ کا موقع آتا

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور ان کے نمایاں کر کے باندھے جانے والے دو سپہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابودجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے احد کے روز نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا، آپ پر جھک گئے اور اپنے آقا کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ کی ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی۔ آپ نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا جبکہ آپ نے پہلے مسلمانوں کے قتل میں شرکت کی تھی۔ اسے آپ نے، وحشی اور عبداللہ بن زید تینوں نے مل کر قتل کیا تھا۔ سیف بن عمر نے مسلمانوں کے قاتل کے متعلق جو اشعار کہے ان کا ذکر ہم ان شاء اللہ باب کے آخر میں کریں گے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابودجانہ کا یہ قول ذکر کیا:

إِنِّي أَمْرٌ عَاهَدَنِي خَلِيلِي

خلیلی سے حضرت ابودجانہ کی مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے حَدَّثَنِي خَلِيلِي یعنی میرے خلیل نے مجھ سے فرمایا۔

تو آپ اتراتے تھے، آپ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا، جب آپ اس کو سر پر باندھ لیتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔ چنانچہ جب آپ نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس سے تلواریں پکڑی تو اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا، اسے سر پر باندھا اور دو صفوں کے درمیان بڑے فخریہ انداز میں اتر کر ٹہلنے لگے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت جعفر بن عبید اللہ بن اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے بنی سلمہ کے ایک انصاری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابو دجانہ کو اس طرح اتر کر ٹہلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے سوائے اس قسم کے موقع پر۔

ابو عامر فاسق کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا میرے سامنے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ ابو عامر عبد عمرو بن صفی بن مالک بن نعمان بنی ضبیہ کا ایک شخص تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر

بعض صحابہ کرام نے آپ کے اس قول کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے کہا: حضور ﷺ تمہارے خلیل کیسے ہو گئے؟ ناپسند کرنے والے صحابی نے آپ کے اس قول کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے ناپسند کیا کہ ”اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام میں اخوت ہے۔“ لیکن اس حدیث میں آپ ﷺ کو خلیل کہنے کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ صحابہ کرام خلیل کے لفظ سے حبیب کا معنی مراد لیتے تھے، بلکہ اس حدیث میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ کسی صحابی کو خلیل کہا اور نہ کسی صحابی کے لئے خاص فرمایا کہ فلاں تو مجھے خلیل کہہ سکتا ہے کوئی اور نہیں کہہ سکتا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کو خلیل یا اس سے بھی کسی اعلیٰ و ارفع لقب سے پکاریں، جب تک اس میں غلو یا کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میری تعریف میں اس قدر غلو نہ کرو جس قدر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں کہا (کہ انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا) بلکہ میں تو اللہ کا بلندہ اور اس کا رسول ہوں“ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی: ”آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے ہیں، آپ کی مثال ایک خوبصورت بڑے پیالے کی مانند ہے۔“ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ”اپنی بات کہو اور شیطان تمہیں اپنا ضامن اور وکیل ہرگز نہ بنالے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اہل دین اور اہل ملت کی مثل میری تعریف کرو۔ خطاب نے اس کی یہی

مکہ چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے پچاس حواری بھی تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ وہ پندرہ آدمی تھے۔ یہ قریش سے کہا کرتا تھا کہ جب اس کی ملاقات اپنی قوم سے ہوگی تو ساری قوم اس کے ساتھ مل جائے گی۔ چنانچہ اب جس وقت لشکر کفار اور لشکر اسلام کا آمنا سامنا ہوا تو سب سے پہلے ابو عامر مختلف لوگوں کے گروہ اور اہل مکہ کے غلاموں کو ساتھ لے کر میدان جنگ میں نکلا اور بلند آواز سے کہا: اے گروہ اوس! مجھے پہچانا؟ میں ابو عامر ہوں۔ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے جواب دیا: ”اے فاسق! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے“۔ زمانہ جاہلیت میں ابو عامر کو راہب کہا جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے فاسق کا نام دیا تھا۔ جب اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جواب سنا تو کہنے لگا: ”میرے چلے جانے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہو گئی ہے“۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور خوب تیر بر سائے، جب ترکش خالی ہو گیا تو اس نے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

قریش کی انگلیخت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان نے بنی عبدالدار کے علمبرداروں کو جنگ پر مشتعل کرتے ہوئے کہا: ”اے بنی عبدالدار! بدر کے روز ہمارا پرچم تمہارے سپرد کیا گیا لیکن اس روز ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا وہ تمہارے سامنے ہے، یاد رکھو! لشکر کی فتح و شکست کا دار و مدار اس کے جھنڈوں پر ہوتا ہے، جب جھنڈا گر جائے تو لشکر کے پاؤں بھی اکھڑ جاتے ہیں، لہذا یا تو اسے آج ثابت قدمی سے اٹھائے رکھنا یا ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے خود سنبھال لیں گے“۔ ابوسفیان کی اس بات نے انہیں بے چین کر دیا اور انہوں نے اسے دھمکی خیال کیا اور کہا: ”ہم تمہارا جھنڈا تمہارے حوالے کرتے ہیں، کل مقابلہ کے وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کس طرح مقابلہ کرتے ہیں“۔ ابوسفیان بھی یہی چاہتا تھا (کہ ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہو)۔

وضاحت کی ہے اور میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی بات کہو اور شیطان کی بات نہ کہو، کیونکہ شیطان تمہیں اپنا وکیل اور ضامن بنانا چاہتا ہے اور جب تم اس کے ضامن اور وکیل بن جاؤ گے اور گفتگو میں غلو سے کام لو گے جس پر شیطان خوش ہو گا تو گویا تم نے شیطان کی بات کہی۔ ایک اور شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی: ”آپ ہم میں سب سے اچھے حسبِ والے اور سب سے زیادہ کریم ماں باپ والے ہیں“۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تیری زبان کے سامنے کتنے پردے ہیں؟ اس نے عرض کی: ”چار پردے ہیں“۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا ان میں سے کوئی بھی ایسا پردہ نہیں جو تیری

ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی

پھر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ہند بنت عتبہ اپنے ساتھ دوسری عورتوں کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے جنگجوؤں کے پیچھے دف بجانے شروع کر دیئے اور انہیں جنگ پر مشتعل کرنے لگیں۔ ہند اس طرح رجز پڑھ رہی تھی:

وَيَهَانِنِي عَبْدُ الدَّارِ وَيَهَا حُمَاةَ الْآدْبَارِ ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارٍ
واہ وا، اے عبدالدار کے بیٹو! واہ وا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو، ہر کاٹنے والی تلوار
کے ساتھ دشمن پر کاری ضرب لگاتے چلو۔

اور کبھی یوں کہتی تھی۔

إِنْ تَقْبِلُوا نَعَائِقُ وَ نَفْرِشِ النَّارِ
أَوْ تَذَبُرُوا نَفَارِقُ فِرَاقٍ غَيْرِ وَاقٍ

”اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم و گداز قالینیں بچھائیں گی، اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی، ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کا شعار

بقول ابن ہشام احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا شعار اَمْتُ اَمْتُ تھا یعنی اے اللہ! کفار و مشرکین کو ہلاک کر دے۔

حضرت ابود جانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر دونوں لشکروں کے درمیان گھسان کارن پڑا اور جنگ کی آگ خوب بھڑک اٹھی۔ حضرت ابود جانہ رضی اللہ عنہ نے خوب دادِ شجاعت دی، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے لشکر کفار کے قلب تک پہنچ گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ایک سے زائد اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کا بہت رنج تھا جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگی تھی تو آپ ﷺ نے میرے بجائے وہ تلوار حضرت ابود جانہ کو مرحمت فرمادی تھی۔

زبان کی دھار کو مجھ سے روک سکے۔“ اسے حضرت ابن وہب نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

میں نے سوچا کہ میں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہوں اور میرا تعلق قریش سے ہے، یہ تلوار مجھے ملنی چاہیے اس لئے میں اٹھ کر گیا اور ابو دجانہ سے پہلے آپ ﷺ سے تلوار مانگی لیکن آپ ﷺ نے وہ تلوار ابو دجانہ کو عطا فرمادی اور مجھے نظر انداز کر دیا۔ میں نے سوچا اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور میدانِ کارزار میں گھس گئے۔ انصار کہنے لگے: ”ابو دجانہ عصابۃ الموت یعنی موت کا دوپٹہ لے کر میدانِ کارزار کی طرف نکل پڑے ہیں۔ جب بھی وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھ کر میدانِ جنگ میں نکلتے تھے تو انصار یہی کہتے تھے۔ چنانچہ ابو دجانہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں گھس گئے:

أَنَا الَّذِي عَاهَدَنِي خَلِيلِي وَ نَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّحِيلِ
 إِلَّا أَقْوَمَ الذَّهْرَ فِي الْكَيْوَلِ أَضْرِبُ بِسَيْفِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ
 ”میں وہ شخص ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے یہ اس وقت معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامانِ کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر کچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا، اللہ اور اس کے

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: إِلَّا أَقْوَمَ الذَّهْرَ فِي الْكَيْوَلِ۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کیول کا معنی ہے کچھلی صفیں اور یہ لفظ صرف اس واقعہ میں ہی آیا ہے۔ ہروی نے بھی ابو عبیدہ کی مثل کہا اور اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: یہ کُيُولُ الزُّنْدُ (چقماق سے جھڑنے والی چنگاری) سے ماخوذ ہے۔ چقماق سے جب آگ نکالنے کا ارادہ کیا جائے لیکن اس سے آگ نہ نکلے بلکہ دھواں اور سیاہی گرے تو اس دھوئیں اور سیاہی کو کیول الزند کہتے ہیں۔ اس سیاہی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی سے کہا جاتا ہے كَالِ الزُّنْدِ يَكُوْلُ۔ یعنی چقماق سے آگ نہ نکلی۔ پس کیول اسی سے فَيَعُوْلُ کے وزن پر ماخوذ ہے۔ جس طرح چقماق سے نکلنے والی سیاہی اور دھواں بے فائدہ ہوتے ہیں اسی طرح لشکر کی آخری صفوں میں نہ جنگ کی آگ بھڑکتی ہے اور نہ وہ صفیں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے انہیں بھی کیول کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی معنی ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے بھی اس کی یہی تشریح کی ہے، البتہ انہوں نے کہا ہے کہ كَالِ الزُّنْدِ يَكِيلُ کہا جاتا ہے یعنی یہ اجوف یائی ہے اور باب ضرب یضرب سے ہے۔

رسول کی تلوار کو چلاتا رہوں گا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فی الکُبُول بھی مروی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ کہہ کر وہ گھسان میں گھس گئے، جو سامنے آتا اس کو ڈھیر کر دیتے۔ مشرکین میں ایک کافر تھا، اس کی راہ میں جو ہمارا زخمی مسلمان آتا وہ اس کا کام تمام کر دیتا۔ حضرت ابودجانہ اور وہ کافر ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع کر دے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ آخر اس مشرک نے ایک بھر پور وار کیا جسے حضرت ابودجانہ نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ اس سے اس کی تلوار ٹوٹ گئی، پھر حضرت ابودجانہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کو دو لخت کر کے رکھ دیا۔ پھر میں نے حضرت ابودجانہ کو دیکھا کہ آپ نے ہند بنت عتبہ کے سر کی مانگ پر تلوار اٹھائی لیکن پھر تلوار پیچھے ہٹا لی۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے، میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب میں نے اس پر تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی شان کے خلاف سمجھا کہ میں اس کے ساتھ ایک عورت کو قتل کروں۔“

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے رَأَيْتُ رَجُلًا يَحِشُّ النَّاسَ حَشًّا شَدِيدًا۔ ”میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے۔“ يَحِشُّ سِين اور شَيْن دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ سِين غیر معجمہ کے ساتھ اس مقام پر اس کا معنی شدت ہے۔ گویا آپ نے فرمایا وہ شخص بڑی شدت سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا تھا کیونکہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ أَحْسَسُ۔ یعنی انتہائی بہادر آدمی، اور شَيْن معجمہ کے ساتھ اس کا معنی اِيقَاد اور اِغْصَاب ہے یعنی جلانا اور غضبناک کرنا، کیونکہ کہا جاتا ہے أَحْشَتُ النَّارَ میں نے آگ جلائی۔ حَشَّتُ الرَّجُلَ وَأَحْشَتُهُ۔ میں نے آدمی کو غضبناک کیا۔ پس اس فعل کا باب افعال اِيقَاد اور اِغْصَاب دونوں کے لئے اور مجرد صرف اِغْصَاب کے لئے آتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاة بن عبد بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو تیغ کر دیا۔ پھر آپ کا سامنا ایک اور مشرک ابونیا رباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سے ہوا۔ آپ نے اسے للکارا اور فرمایا: اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ اور میرا مقابلہ کر، اس کی ماں ام انمار تھی جو شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شریق بن اخنس بن شریق ہے اور ام انمار مکہ میں لڑکیوں کا ختنہ کرتی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور رباع کا آمناسا منا ہوا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا بیان ہے کہ قسم بخدا! میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے، جو سامنے آتا اس کو لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ اسی اثناء میں رباع بن عبدالعزیٰ سامنے آ نکلا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارتے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آمیری طرف، دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا جو سیدھا اس کے سر پر لگا اور وہ آن واحد میں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے لہرایا۔ جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزہ آپ کی طرف پھینک دیا جو سیدھا آپ کے شکم پر ناف کے نیچے سے اندر گھس گیا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے پار نکل گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں نے آپ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھالایا، پھر میں اپنے خیمہ میں آ کر بیٹھ گیا کیونکہ میری اور کچھ ضرورت نہ تھی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی ضممری اور ابن خیاری کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت عبداللہ بن فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضممری سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں اور عبید اللہ بن عدی بن خیاری جو بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک فرد تھے، خلافت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں گھر سے نکلے اور دیگر لوگوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر سے واپسی پر ہمارا گزر شہر حمص سے ہوا جہاں جبیر بن مطعم کا آزاد کردہ غلام وحشی رہتا تھا۔ مجھ سے عبید اللہ بن عدی نے کہا: چلو وحشی کے پاس چلتے ہیں اور اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنتے ہیں کہ اس نے آپ کو کیسے شہید کیا۔ میں نے ان سے کہا آؤ چلیں۔ ہم دونوں شہر حمص میں وحشی کے گھر کی تلاش میں نکلے اور لوگوں سے اس کا پتہ پوچھنا شروع کیا حتیٰ کہ ایک شخص نے ہمیں کہا تم اسے اپنے گھر کے صحن میں پاؤ گے۔ وہ شراب بہت پیتا ہے، اگر تم اسے ہوش میں پاؤ تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اس سے جو بات کرنی ہو کر لینا لیکن اگر دیکھو کہ وہ نشے میں ہے تو واپس چلے آنا، اسے کچھ نہ کہنا۔ حضرت ضممری فرماتے ہیں ہم وحشی کے گھر پہنچے اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چٹائی پر بیٹھا ہے، وہ بغاث (گدھ) کی طرح ایک بوڑھا شخص معلوم ہو رہا تھا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بغاث سیاہ پرندوں کی ایک قسم ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ہوشیار ہے نشے میں نہیں ہے۔ ہم نے جا کر اسے سلام کیا، اس نے سر

وحشی کی روایت

وحشی نے اس روایت میں کہا: فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ كَالْبَغَاثِ۔ حضرت ابو عبید نے کہا بغاث ان پرندوں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ شکار نہیں کیا جاتا جیسے گدھ اور چیل وغیرہ۔ اس کا واحد بغاثۃ ہے اور بغاثی بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع بغاث اور بغثان آتی ہے۔ یونس کی روایت میں بغاث کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بغاث زسیاہ گدھ کو کہتے ہیں جب وہ بوڑھی ہو جائے۔

اٹھا کر عبید اللہ بن عدی کی طرف دیکھا اور کہا کیا تو عدی بن خیار کا بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وحشی نے کہا میں نے تجھے اس وقت دیکھا تھا جب تیری ماں سعدیہ مقام ذی طوی میں تجھے دودھ پلا رہی تھیں۔ میں نے تجھے اور تیری ماں کو اونٹ پر سوار کیا تھا اور تجھے پہلوؤں سے پکڑ کر اونٹ پر بٹھایا تھا اور اس وقت تیرے پاؤں کو غور سے دیکھا تھا۔ آج انہی پاؤں کو دیکھ کر میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ ضمری کہتے ہیں پھر ہم اس کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کہا کہ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سناؤ کہ تم نے انہیں کیسے قتل کیا؟ وحشی نے کہا ہاں یہ واقعہ میں تم سے اسی طرح بیان کروں گا جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر آپ سے بیان کیا تھا۔ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو بدر کے روز قتل کر دیا گیا تھا۔ جب قریش جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو جبیر نے مجھ سے کہا اگر تم میرے چچا کے عوض محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ میں بھی لشکر کفار میں شامل ہو کر روانہ ہوا۔ میں حبشی الاصل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے میں حبشیوں کی طرح کمال مہارت رکھتا تھا۔ شاذ و نادار ہی میرا وار خطا جاتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو گئے تو میں صرف حمزہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دندناتے پھرتے ہیں، آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ یہ دیکھ کر میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ میں درختوں اور پتھروں کی اوٹ میں چھپتا رہا تا کہ وہ

وحشی نے حضرت عبید اللہ سے کہا تھا میں نے تجھے تیری ماں سعدیہ کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے ان کی ماں کی بنو سعد قبیلہ کی طرف نسبت تو ذکر کی لیکن اس کا نام ذکر نہ کیا۔ عبید اللہ بن عدی کی ماں کا نام ام قتال بنت ابی العیص بن امیہ ہے۔ اسے امام بخاری نے اس واقعہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے سعدیہ نہیں کہا بلکہ روایت بخاری کے مطابق اس کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے ہے نہ کہ بنی سعد سے۔ لیکن اگر وہ سعدیہ ہو تو وحشی کی مراد عبید اللہ کی رضاعی ماں ہوگی۔ عبید اللہ بن عدی رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئے اور ولید بن عبد الملک کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ طیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ان کا گھر تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب سے احادیث روایت کیں۔ مؤطا امام مالک کی کتاب الصلاۃ میں ان کی ایک روایت کردہ حدیث مذکور ہے۔

میرے نزدیک ہو جائیں۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ سامنے آ نکلا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اسے للکار تے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آمیری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے تلوار سے اس کے سر پر وار کیا اور آن واحد میں اسے موت کی آغوش میں سلا دیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو ہوا میں لہرایا، جب مجھے تسلی ہو گئی تو تاک کر اسے آپ کی طرف پھینکا، وہ ناف کے نیچے سے آپ کے اندر گھسا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے باہر نکل گیا۔ آپ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا، آپ اٹھ نہ سکے پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھالایا۔ پھر میں واپس آ کر اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی

وحشی کا قول ہے: بِذِي طَوِيٍّ۔ یہ مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ہم نے اس سے قبل ذی طویٰ، ذی طواء اور طویٰ میں فرق بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ وحشی کا قول ہے: يَهْدُ النَّاسَ بِسَيْفِهِ مَا يَلِيْقُ شَيْئًا مِّثْلَ الْجَمَلِ الْاَوْدَقِ (میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے)۔ الْاَوْدَقِ سے وحشی کی مراد۔۔ واللہ اعلم۔۔ خاکستری رنگ کا گرد و غبار ہے۔ اس نے یہ لفظ اس لئے استعمال کیا کہ خاکستری اونٹ زیادہ طاقتور تو نہیں ہوتا لیکن اس کا گوشت بڑا پاکیزہ اور لذیذ ہوتا ہے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے۔

وحشی کا قول ہے يَهْدُ النَّاسَ۔ يَهْدُ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے، اسے صاحب الدلائل نے ذکر کیا ہے اور اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ یہ اَلْهَدُّ سے مشتق ہے جس کا معنی سرعت ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ اَلْهَدُّ کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کاٹنے میں تیزی کرنا۔ کہا جاتا ہے سَيْفٌ مِهْدَمٌ (تیز کاٹنے والی تلوار) اور اَلْهَيْدَامُ پیڑ کو کہتے ہیں اور اس کا معنی بہادر آدمی بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَكْثَرُ مَا مِنْ ذِكْرِهَا ذِمَّ اللِّدَاتِ۔ یہ ذال منقوطہ کے ساتھ مروی ہے کہ لذاتِ نفس کو کاٹنے والے کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے وحشی کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب میرے سردار نے میرے ساتھ حمزہ کے قتل پر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کیا تو میں جنگ کی طرف نکلا۔ میں نے ایک نوجوان دیکھا جس نے بہت تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی تھی، وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے سوچا یہ میرے مطلوب نہیں۔ پھر میں نے ایک بہادر اور دلیر آدمی کو دیکھا جو مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتا پھر رہا

دلچسپی نہ تھی۔ میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کرنے کے لئے آپ کو قتل کیا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں مکہ واپس آیا، میرے مالک نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ ہی میں رہائش پذیر رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا اور وہاں اقامت پذیر رہا لیکن جب اہل طائف کا وفد قبول اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جانے لگا تو مجھ پر سب راستے بند ہو گئے اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ یمن، شام یا کسی اور ملک میں چلا جاؤں۔ قسم بخدا! میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا تیری خیر ہو، بخدا! نبی کریم ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو دین اسلام قبول کر لے اور آپ کی رسالت کی گواہی دے دے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحشی کا قبول اسلام

اس شخص نے مجھے جب یہ بات کہی تو میں طائف سے روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور آپ کے پس پشت بالکل قریب کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول

اور اس کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک خیمے کی مانند بنی ہوئی چٹان کے پیچھے چھپ گیا اور کہا یہی میرا مطلوب ہے۔ میں نے اپنا لچکدار چھوٹا نیزہ ہوا میں لہرایا اور تاک کر اس کی طرف پھینک دیا، وہ اس کی ناف کے نیچے لگا۔ باقی واقعہ اسی طرح ہے۔

الْعَبْعُ کا معنی ہے نوجوان، الدرع القضاء کا معنی ہے مضبوط حلقوں والی زرہ اور آلا یھم اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی چیز پیچھے نہ ہٹا سکتی ہو۔ حدیث شریف میں ہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْاَيُّهَمِینِ۔ میں ایہمین یعنی سیلاب اور آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور الْعَدَاَصَةُ اس چیز کو کہتے ہیں جو نرمی کے باعث لچکدار ہو۔

مسلمہ کے قتل میں وحشی کا قول ہے: ایک انصاری اس پر حملہ کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا۔ مسلمہ اور اس کے نسب کا ذکر اور اس کے واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کے آخر میں آئے گا۔ جہاں تک اس انصاری کا تعلق ہے جس کا ذکر وحشی نے کیا اور حضرت ابن اسحاق نے اس کا نام ذکر نہیں کیا تو اس کے متعلق حضرت محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الردۃ میں بیان کیا ہے کہ مسلمہ کے قتل میں جو شخص وحشی کے ساتھ شریک تھا وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں جبکہ حضرت سیف بن عمر نے کتاب الفتوح میں ذکر کیا کہ وہ حضرت عدی بن سہل ہیں۔ انہوں نے ان کے یہ اشعار بھی

اللہ ﷺ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا؟ میں نے سارا واقعہ سنایا جیسے تم دونوں کو سنایا ہے۔ جب فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری خیر ہو، اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا اور مجھے نظر نہ آنا۔“ اس کے بعد جب بھی میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا تو کندھا موڑ کر بیٹھتا تا کہ حضور ﷺ مجھے نہ دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک میری یہی حالت رہی۔

وحشی کے ہاتھوں مسیلمہ کا قتل

(وحشی کا بیان ہے) جب مسلمان مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ کی سرکوبی کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنا وہی چھوٹا نیزہ ساتھ لے گیا جس کے ساتھ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ جب جنگ میں گھسان کارن پڑا تو میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے۔ میں اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا اور ایک انصاری دوسری جانب سے اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ ہم دونوں اس کی تاڑ میں تھے، میں نے اپنا نیزہ ہوا میں لہرایا، جب میں مطمئن ہو گیا تو اپنا حربہ اس پر کھینچ مارا، وہ سیدھا عین نشانے پر لگا۔ اسی لمحہ میرے انصاری بھائی نے اس پر اپنی تلوار کا وار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اسے جہنم رسید کیا۔ اگر میں نے ہی اسے قتل کیا تھا تو اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تھا تو میں نے ہی سب سے زیادہ شری آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف ذکر کئے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنِّي وَ وَحْشِيَّهَمْ قَتَلْتُ مُسَيْلِمَةَ الْفُتَنَ
وَ يَسْأَلُنِي النَّاسُ عَنْ قَتْلِهِ فَقُلْتُ ضَرَبْتُ وَ هَذَا طَعَنُ
”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں اور وحشی نے مل کر سب سے بڑے فتنہ باز مسیلمہ کو قتل کیا۔ لوگ مجھ سے اس کے قتل کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا اور وحشی نے اسے نیزہ مارا۔“

یہ دونوں شعر ان کے ایک قصیدے کا حصہ ہیں۔ ہم نے اس بیان سے تھوڑا سا پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسیلمہ کے قتل میں شریک تھے۔ ان کا حضرت ابو عمر نمری نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، ”ان کی مراد یہ ہے کہ ان تینوں نے مل کر اسے جہنم رسید کیا۔ تیسرے شخص سے آپ کی مراد وحشی ہے۔“

حاصل کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن فضل نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور آپ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز ایک شخص کو چلاتے ہوئے سنا کہ مسلمانہ کذاب کو حبشی غلام نے قتل کیا ہے۔

دیوان سے وحشی کے نام کا خروج

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وحشی پر اس قدر شراب کی حدیں جاری ہوئیں کہ آخر کار دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ”میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔“

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا غزوہ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا اور جس مشرک نے آپ کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمرہ تھا۔ وہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ خیال کر رہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لشکر قریش میں گیا اور کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو شہید کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہایت گرمجوشی سے قتال کرنا شروع کر دیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت مسلمہ بن علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ جب احد کے روز گھمسان کا رن پڑا تو رسول اللہ ﷺ انصار کے جھنڈے تلے تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ جھنڈا اٹھالیں،

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت یونس کی روایت میں وحشی کے اسلام لانے کے واقعہ میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے کہ جب وحشی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ وحشی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے رہنے دو، کچھ نہ کہو کیونکہ ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کر دوں۔“

چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور نعرہ لگایا اَنَا أَبُو الْقُصَمِ ”میں باطل کی کمر توڑنے والا ہوں“۔ بقول ابن ہشام أَبُو الْقُصَمِ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی اثناء میں کفار کے علمبردار ابوسعید بن طلحہ نے آپ کو للکار کر کہا: ”اے ابوالقُصم! کیا تم میں میرے ساتھ پنچہ آزمائی کی طاقت ہے؟“ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ یہ کہہ کر آپ میدان میں نکل آئے، لشکر اسلام اور لشکر کفار کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بجلی کی تیزی سے اس پر وار کیا، دوسرے ہی لمحہ وہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا، پھر آپ واپس لوٹ آئے اور اس پر دوسرا وار نہ کیا۔ صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا آپ نے اس پر دوسرا وار کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعید بن ابی طلحہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: اَنَا قَاصِمٌ مِّنْ يُبَارِذُنِي (میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنچہ آزمائی کرے)۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرمہ اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے اور فرمایا اَنَا أَبُو الْقُصَمِ (میں کمر توڑنے والا ہوں)۔ یہ حضرت ابن ہشام کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اَنَا أَبُو الْقُصَمِ ابوسعید کے اس قول کی وجہ سے کہا تھا کہ اَنَا قَاصِمٌ مِّنْ يُبَارِذُنِي۔ پس الْقُصَمُ قَصْمَةٌ کی جمع ہے۔ یہ اس پٹھے کو کہتے ہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قُصَمٰی کی جمع ہو اور قُصَمٰی اس سخت مصیبت کو کہتے ہیں جو انسان کی کمر توڑ کے رکھ دے۔ یہی معنی زیادہ صحیح ہے کیونکہ ایسا کوئی ہٹھہ معروف نہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہو لیکن جب ابوسعید نے کہا اَنَا قَاصِمٌ میں توڑنے والا ہوں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں نہ فرمایا اَنَا قَاصِمٌ مِنْكَ ”میں تجھ سے بڑھ کر توڑنے والا ہوں“۔ بلکہ فرمایا اَنَا أَبُو الْقُصَمِ۔ یعنی مجھے انسان کو ہلاک کرنے والے تمام پٹھوں اور بڑی بڑی مصیبتوں پر گرفت حاصل ہے۔ الْقُصَمُ کا معنی ہے توڑ کر جدا کر دینا اور فاء کے ساتھ الْقُصَمُ کا معنی ہے ایسا توڑنا جس سے توڑا ہوا حصہ دوسرے حصے سے جدا نہ ہو جیسے تر ٹہنی کو توڑا جائے تو وہ جدا نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں ہے وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ لَّهَا (الانبیاء: 11) ”اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں“۔ ایک اور آیت کریمہ میں ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا (بقرہ: 256) ”جو ٹوٹنے والا نہیں“۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کہ ابوسعید بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ الکشی نے اپنی تفسیر میں حضرت سعد سے اسی طرح روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس کے حلق پر نیزہ مار کر پیچھے ہٹے تو اس نے کتے کی طرح اپنی زبان باہر نکال لی اور پھر ہلاک ہو گیا۔

اس بے شرم نے اپنی شرمگاہ نکلی کر دی تھی تو میں مروت کی وجہ سے اس سے دور ہٹ گیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوسعہ بن ابی طلحہ فریقین کی صفوں کے درمیان نکلا اور للکار کر کہا: ”میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرے۔“ لیکن کوئی شخص اس کے مقابلہ میں نہ نکلا۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تمہارا خیال تو یہ ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ لات کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو، اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی تو میرے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ اس کافر کی اس ڈینگ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میدان میں نکل آئے، ان دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا ابوسعہ بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ

غزوہ احد میں حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح رضی اللہ عنہ نے بھی قتال میں حصہ لیا۔

حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں بھی حضرت ابن اسحاق نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”جب ابوسعہ تلوار کا زخم کھا کر گرا تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ میں مروت اور حیاء کی وجہ سے دور ہٹ گیا اور اس پر وار کرنے سے باز رہا لیکن پہلے وار نے ہی اس کا کام تمام کر دیا تھا۔“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جنگ صفین میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آپ نے بشر بن ارطاة پر اپنی تلوار اٹھائی، جب اسے اپنی موت سامنے نظر آئی تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ آپ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور اس سے ربخ انور پھیر لیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ جنگ صفین میں عمرو بن عاصی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسا ہی معاملہ ہوا۔ اسی کے بارے میں حارث بن نصر سہمی نے یہ شعر کہے جنہیں کلبی وغیرہ نے روایت کیا:

أَفَى كُلِّ يَوْمٍ فَارِسٌ غَيْرُ مَنَّوٍ وَ عَوْرَتُهُ وَسَطُ الْعَبَاجَةِ بَلَوِيَّةٍ

”کیا ہر روز جنگ کے غبار میں اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے اور ایک تیز رفتار گھڑسوار

يَكْفُ لَهَا عَنْهُ عَلَى سِنَانِهِ وَ يَضْحَكُ مِنْهُ فِي الْخَلَاءِ مُعَاوِيَةَ

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کو نیزہ مارنے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور حضرت معاویہ تنہائی میں اس پر ہنستے ہیں۔“

انہوں نے مسافح بن طلحہ اور اس کے بھائی جلاس بن طلحہ دونوں کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جلاس کی ماں سلافہ دوڑی ہوئی آئی اور جاں بلب بیٹے کا سراپنی گود میں رکھ کر پوچھا: بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے؟ اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زباں سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا: ”اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن ابی قلع ہوں۔“ سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دے دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ حضرت عاصم نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک انہیں چھو سکے گا۔ مشرکین کے علمبردار عثمان بن ابی طلحہ نے احد کے روز یہ شعر پڑھا:

إِنَّ عَلَى أَهْلِ اللّٰوَاءِ حَقًّا أَنْ يَخْضِبُوا الصُّعْدَةَ أَوْ تَنْدَقًا
”بے شک علمبرداروں پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے رنگتے رہیں یہاں تک کہ وہ (تیر) ٹوٹ جائیں۔“

اس وقت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔
غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

احد کے روز غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی مڈ بھڑ ہوئی۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اس پر غالب آنے ہی والے تھے کہ انہیں شداد بن اسود نے دیکھ لیا کہ آپ ابوسفیان کا کام تمام کرنے والے ہیں تو اس نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے ساتھی حنظلہ کو

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے باپ ابو عامر کا نام عمرو ہے اور عبد عمرو بن صنی بھی کہا گیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شداد بن اسود بن شعوب کا بھی ذکر کیا ہے جس نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کے بعد کہ آپ ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے اس پر غالب آنے والے تھے۔ حضرت حمیدی نے اپنی تفسیر میں شداد کے بجائے جعونہ بن شعوب لیشی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نافع بن ابی نعیم القاری کا آزاد کردہ غلام ہے۔

فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے بارے میں ان کے اہل خانہ سے پوچھو۔ جب ان کی بیوہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ”جب آپ جہاد کا اعلان سن کر گھر سے نکلے تو آپ جنابت کی حالت میں تھے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اَلْهَاتِفَةُ (اعلان جنگ) کے بجائے اَلْهَاتِفَةُ بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے سب سے بہتر اور افضل وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو راہِ خدا یعنی جہاد میں تھامے رکھتا ہے، جو نبی جہاد کے لئے نکلنے کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ اڑ کر اس کی طرف نکل پڑتا ہے۔ طرماح بن حکیم طائی کا یہ شعر ہے، طرماح دراز قد آدمی کو کہتے ہیں:

اَنَا ابْنُ حُمَاةِ الْمَجْدِ مِنْ آلِ مَالِكٍ إِذَا جَعَلَتْ خُودُ الرِّجَالِ تَهْيَعُ
”میں آل مالک سے بزرگی کی حفاظت کرنے والے لوگوں کا بیٹا ہوں جبکہ بزدل لوگ گھبرا کر چلانے لگتے ہیں۔“

الهیعة ایسی آواز کو کہتے ہیں جس میں جزع فزع ہو۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ کی بیوہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا۔“

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق شداد بن اسود نے یہ شعر کہا:

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ذکر کیا ہے کہ ”بے شک تمہارے ساتھی یعنی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔“ دیگر کتب میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں انہیں غسل دے رہے ہیں۔“ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب ان کی زوجہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ”جب انہوں نے جہاد کا اعلان سنا تو جنابت کی حالت میں ہی گھر سے نکل پڑے۔“ ان کی زوجہ کا نام جمیلہ بنت ابی بن سلول ہے۔ یہ عبد اللہ بن ابی (منافق) کی بہن تھیں اور وہ رات حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شب زفاف تھی۔ اسی رات آپ کی زوجہ نے خواب دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھل گیا ہے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس دروازے میں داخل ہو گئے ہیں، پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

لَا حَيِّنٌ صَاحِبِيْ وَ نَفْسِيْ بِطَعْنَةِ مِثْلِ شُعَاعِ الشَّمْسِ
 ”بے شک میں ضرور ایک سورج کی شعاع کی طرح چمکتے ہوئے نیزے کے ساتھ اپنی اور
 اپنے ساتھی کی حفاظت کروں گا۔“

اور ابوسفیان بن حرب نے اس روز اپنی ثابت قدمی اور حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کے خلاف
 ابن شعوب کی معاونت کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

وَلَوْ شِئْتُ نَجَّيْتُ كَيْتَ طَيْرَةٍ وَ لَمْ أَحْيِلِ النَّعْمَاءَ لِابْنِ شَعُوبٍ
 ”اگر میں چاہتا تو میرا تیز رفتار کیت گھوڑا مجھے بچالے جاتا اور مجھے ابن شعوب کا احسان نہ
 اٹھانا پڑتا۔“

وَمَا ذَاكَ مُهْرِيْ مَزَجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ لَدُنْ غُدُوَّةٍ حَتَّى دَنَتْ لِغُرُوبٍ
 ”میرا یہ گھوڑا صبح سے غروبِ آفتاب تک ان سے (مسلمانوں سے) صرف اتنے فاصلے پر
 برابر چمارہا جتنے فاصلے سے کتوں کو دھتکارا جاتا ہے۔“

اس سے وہ سمجھ گئیں کہ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کل شہید ہو جائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے
 خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنا لیا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی
 ہے تا کہ کل کوئی جھگڑا فساد نہ ہو۔ جہاں تک میری معلومات ہیں یہ بات واقعی نے ذکر کی ہے۔ دیگر
 لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے شہداء کے درمیان تلاش کیا گیا تو لوگوں
 نے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، حالانکہ ان کے قریب کہیں بھی پانی نہ تھا۔ یہ
 رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تصدیق تھی۔ اس واقعہ سے بعض فقہاء یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ شہید جب
 جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، جبکہ دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ اسے بھی عام شہداء کی طرح غسل نہیں دیا
 جائے گا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ مکلف نہیں رہا اور اس سے غسل جنابت کا حکم ساقط ہو چکا ہے۔

ابوسفیان کے اشعار

ابوسفیان کا شعر ہے:

وَمَا ذَاكَ مُهْرِيْ مَزَجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ لَدُنْ غُدُوَّةٍ حَتَّى دَنَتْ لِغُرُوبٍ
 اس شعر میں لفظ غُدُوَّة جر اور نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ جر کے ساتھ اس کا اعراب تو
 واضح ہے کیونکہ لَدُنْ عِنْدَ کے قاصم مقام ہے اور عِنْدَ کا مابعد ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ البتہ نصب کے ساتھ
 اس کا اعراب شاذ ہے اور اس طرح کا اعراب اہل عرب میں صرف لفظ غُدُوَّة کے ساتھ خاص ہے جو

أَقَاتِلَهُمْ وَ ادْعِي. يَالَ غَالِبٍ وَ ادْفَعُهُمْ عَنِّي بِرُكْنٍ صَلِيبٍ
”میں ان سے مسلسل لڑتا رہا اور بنی غالب کو پکارتا رہا اور ایک محکم قوت سے اپنی مدافعت کرتا رہا۔“

فَبِكِّي وَ لَا تَرَعِي مَقَالَةَ عَاذِلٍ وَ لَا تَسَامِي مِنْ عِبْرَةٍ وَ نَحِيبٍ
”پس گریہ وزاری کر لو اور ملامت کرنے والے کی بات کا لحاظ نہ رکھو اور آنسو اور شدید آہ و بکا سے ہرگز نہ اکتانا۔“

أَبَاكَ وَ إِخْوَانًا لَهُ قَدْ تَنَابَعُوا وَ حَقُّ لَهُمْ مِنْ عِبْرَةٍ بِنَصِيبٍ
”ارے اپنے باپ اور اس کے بھائیوں پر خوب روؤ جو یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے اور یہ لوگ تمہارے آنسو کے کچھ نہ کچھ حقدار تھے ہی۔“

وَ سَلَى الَّذِي قَدْ كَانَ فِي النَّفْسِ أَنَّنِي قَتَلْتُ مِنَ النَّجَارِ كُلِّ نَحِيبٍ
”اور اس آدمی کو تسلی دو جس کے دل میں یہ بات ہے کہ میں نے بنی نجار کے ہر شریف آدمی کو قتل کر ڈالا ہے۔“

وَ مِنْ هَاشِمٍ قَرَمًا كَرِيمًا وَ مُصْعَبًا وَ كَانَ لَدَى الْهَيْجَاءِ غَيْرُ هَيُوبٍ
”اور بنی ہاشم کے ایک باعزت سردار (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا گیا جو نہایت متشدد تھا اور میدان جنگ میں بے خوف ہو کر لڑنے والا تھا۔“

کہ خلاف قیاس ہے۔ سیبویہ اس اعراب کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور اس پر قیاس کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لَدُنَّ میں دو لغتیں ہیں۔ لَدُنَّ اور لَدُ یعنی کبھی یہ منون ہوتا ہے اور کبھی غیر منون۔ جب یہ منون ہو تو اہل عرب اسے اسم فاعل کے مشابہہ کرتے ہوئے اس کے بعد غَدْوَةٌ کو مفعول کے مشابہہ ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ غَدْوَةٌ تنکرہ ہونے کی صورت میں منون ہے اور معرفہ ہونے کی صورت میں ضرورۃً منون ہے تو اس کی نصب معروف نہ ہوتی کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جو علمیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے، اس لئے اس کی جر اور نصب دونوں برابر ہیں۔ پس جب یہ ضرورت کی بناء پر منون ہو جیسا کہ ابوسفیان کے شعر میں ہے یا اس طرح مذکور ہو غَدْوَةٌ مِنَ الْغُدَوَاتِ تو اس وقت واضح ہوگا کہ اہل عرب نے اس میں نصب اور مفعول کے ساتھ تشبیہ کا قصد کیا ہے۔ اس بیان کی ایک اور صورت بھی ہے، وہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اسے رفع دیا ہے اور کہا ہے لَدُنْ غَدْوَةٌ اور رفع کے ساتھ ساتھ اسے غیر منصرف بھی رکھا ہے جس طرح اسم فاعل کے

وَلَوْ أَنِّي لَمْ أَشْفِ نَفْسِي مِنْهُمْ لَكَانَتْ شَجَا فِي الْقَلْبِ ذَاتَ نُدُوبٍ
 ”اور اگر میں انہیں قتل کر کے اپنے دل کو تسکین نہ دیتا تو میرے دل میں ایسے زخم ہو جاتے
 جن کے نشانات مٹنے والے نہ تھے۔“

فَلَبُّوا وَ قَدْ آوَدَى الْجَلَدِيبُ مِنْهُمْ بِهِمْ خَدَبٌ مِّنْ مُّغْطَبٍ وَ كَنِيبٍ
 ”پس وہ (مسلمان) ایسی حالت میں واپس لوٹے کہ ان کے بڑے بڑے سخت جان لوگ
 ہلاک ہو چکے تھے، بعض کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا اور بعض غم و اندوہ کی تصویر بنے ہوئے
 تھے۔“

أَصَابَهُمْ مَّنْ لَّمْ يَكُنْ لِدِمَائِهِمْ كِفَاءً وَ لَا فِي خُطَّةٍ بِضَرْبٍ
 ”مسلمانوں کو اس شخص (یعنی ابوسفیان) نے مصیبت میں مبتلا کر دیا جو ان سب کے خونوں
 کے برابر بھی نہیں ہو سکتا تھا اور نہ اس کے کردار میں اس کا کوئی ہم مثل تھا۔“

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن ہشام کے بیان کے مطابق ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی
 اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

ذَكَرْتَ الْقُرُومَ الصَّيْدَ مِنْ آلِ هَاشِمٍ وَ لَسْتَ لِزُودٍ قُلَّتْهُ بِبُصِيبٍ
 ”تو نے آلِ ہاشم کے سردار شکاریوں کا ذکر کیا ہے۔ تو نے یہ جھوٹ نہیں بولا (سچ بولا) لیکن

بعد آنے والے اسم کو رفع دیا جاتا ہے جب وہ فاعل بن رہا ہو اور نصب دی جاتی ہے جب وہ مفعول
 واقع ہو رہا ہو بشرطیکہ اسم فاعل منون ہو۔ یہی حالت لَدُنْ کے بعد غُدْوَةٍ کی ہے، اس کی یہ حالت اس
 وقت ہوگی جب لَدُنْ منون ہو اور اگر آپ لَدُ غُدْوَةٍ کہیں تو صرف جر جائز ہوگی اگر آپ غُدْوَةٍ کو
 تنوین دیں اور اگر معرفہ ہونے کی وجہ سے اس کو غیر منصرف رکھیں تو اس صورت میں فتح اس کی جر کی
 علامت ہوگی اور غُدْوَةٍ علم صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب آپ اس سے کسی معین دن کا وقت مراد
 لیں اور لفظ بُكْرَةٍ بھی علیت میں غُدْوَةٍ کی مثل ہے لیکن لَدُنْ کے ساتھ صورت حال میں اس کی مثل
 نہیں۔ اور ضَحْوَةٍ اور عَشِيَّةٌ دونوں منصرف ہیں اگر آپ ان سے کسی معین دن کا وقت مراد لیں۔ ہم
 نے نتائج الفکر میں اس باب کے اسرار و رموز مکمل طور پر کھول کر بیان کر دیے ہیں اور وہاں ہم نے ایسے
 بدائع اور عجائب کی وضاحت کی ہے جنہیں کسی نے بھی بیان نہیں کیا سوائے سیبویہ کے کہ ان کے کلام
 کے ضمن میں اور ان کے مقرر کردہ قواعد سے یہ چیزیں عیاں ہوتی ہیں۔

تیری بات ٹھیک نہیں ہو سکتی۔“

اَتَعَجَبُ اَنْ اَقْصَدْتَ حَمَزَةً مِنْهُمْ نَجِيًّا وَ قَدْ سَيِّئَتْهُ بَنَجِيْبٌ
”کیا تو اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ تو نے آلِ ہاشم میں سے حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے نجیب کو قتل
کیا ہے حالانکہ تو نے خود انہیں نجیب کا نام دیا ہے۔“

اَلَمْ يَقْتُلُوْا عَمْرًا وَ عُتْبَةً وَابْنَهُ وَ شَيْبَةَ وَ الْحَجَّاجَ وَ ابْنَ حَبِيْبٍ
”کیا مسلمانوں نے عمرو، عتبہ، اس کے بیٹے شیبہ، حجاج اور ابن حبیب کو موت کے گھاٹ
نہیں اتارا تھا؟“

غَدَاةَ دَعَا الْعَاصِيْ عَلِيًّا فَرَاَعَهُ بِضَرْبَةٍ عَصَبٍ بَلَّهٖ بِخَضِيْبٍ
”اس صبح کو جب عاصی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت دی تھی تو حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے اسے ایسی تلوار کی ضرب کے ساتھ مبہوت کر دیا تھا جسے اس نے رنگین خون کے
ساتھ تر کر دیا تھا۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابن شعوب نے ابوسفیان کا جو دفاع کیا تھا اس کے متعلق اس
پر کیے گئے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَلَوْ لَا دِفَاعِيْ يَا ابْنَ حَرْبٍ وَ مَشْهَدِيْ لَأَلْفَيْتَ يَوْمَ النَّعْفِ غَيْرَ مُجِيبٍ
”اے ابن حرب! اگر میرا دفاع اور میری موجودگی نہ ہوتی تو جبل احد کے موقع پر تو ایسی
حالت میں پایا جاتا کہ تیری آواز سننے والا بھی کوئی نہ ہوتا۔“

وَلَوْ لَا مَكْرِيْ النَّهْرِ بِالنَّعْفِ قَرَقَرَتْ ضِبَاعٌ عَلَيْهِ اَوْ ضِرَاءُ كَلِيْبٍ
”اور اگر جبل احد کے پاس میرا اپنے گھوڑے کے ساتھ حملہ نہ ہوتا تو اس (ابوسفیان) پر بجو

ان اشعار میں ابوسفیان کا قول ہے بِهَمْ خَدَبٌ۔ خَدَب کا معنی کشادگی ہے۔ جب پیٹ پر حملہ
کیا جائے تو اس میں بہت بڑا کشادہ زخم ہو جاتا ہے۔ خَدَب سے ابوسفیان کی یہی مراد ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

اِذَا عَضَلُ سِيَقَتْ اِلَيْنَا كَانَهَا جَدَايَةُ شُرُكٍ مُّغْلَمَاتٍ الْحَوَاجِبِ
شُرُكٍ شَرَكَ كِي جَمْع ہے اور جَدَايَةُ سے مراد زین کے نیچے کی گدی ہے، اس میں معروف
لغت حَدِيَّةُ الشَّرْجِ ہے نہ کہ جَدَايَةُ الشَّرْجِ۔ اس سے بھی قریب تر معنی یہ ہے کہ جَدَايَةُ سے
مراد ہرن کا بچہ ہے اور الشَّرْكَ سے مراد اسے شکار کرنے کے لئے لگائے جانے والے پھندے اور

اور شکاری باؤ لے کتے ٹوٹے پڑتے اور اسے کھا جاتے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا یہ قول عَلَیْہِ اَوْ ضِرَاءِ غَیْرِ ابْنِ اسْحَاق سے مروی ہے۔

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان کا جواب دیتے ہوئے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

جَزَّيْتَهُمْ يَوْمًا بَيِّدًا كَيْثْلَهُ عَلَى سَابِجٍ ذِي مَيْعَةٍ وَ شَبِيبٍ
”ایک سبک رفتار، خوش و خرم اور جوان گھوڑے پر سوار ہو کر میں نے کفار کو ایک ایسی جنگ کا
بدلہ چکایا جیسی

لَدَى صَحْنٍ بَدْرٍ أَوْ أَقْمَتُ نَوَاحِيَا عَلَيَّكَ وَ لَمْ تَحْفَلِ مُصَابَ حَبِيبٍ
میدان بدر میں ہوئی یا (یوں سمجھ لو کہ) میں نے تجھ پر نوحہ کرنے والیوں کو مقرر کر دیا حالانکہ
وہ کسی دوست کی مصیبت پر بھی جمع ہونے والی نہ تھیں۔“

وَ إِنَّكَ لَوْ عَايَنْتَ مَا كَانَ مِنْهُمْ لَأَبْتَ بِقَلْبٍ مَا بَقِيتَ نَحِيبٍ
”اور اگر تو اپنی آنکھوں سے وہ حالت دیکھتا جو مسلمانوں نے برپا کی تھی تو تو ایسے دل کے
ساتھ واپس آتا جو مرتے دم تک خوفزدہ اور بزدل رہتا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حارث بن ہشام نے ابوسفیان کے جواب میں یہ
اشعار اس لئے کہے تھے کہ انہیں گمان ہوا تھا کہ ابوسفیان نے اپنے درج ذیل شعر کے ساتھ بدر
کے روز ان کے فرار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے:

جال ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا دَامِيَاتُ الْخَوَاجِبِ۔ یہ اس کے معنی میں صحیح ترین قول ہے۔
حضرت ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جدایہ واحد، جمع، مذکر اور مؤنث ہرن کی سب اولاد کے لئے بولا
جاتا ہے۔ اور یہ بات بعید از حقیقت ہے کہ جَدَايَہ جَدِيَّة کی جمع ہو جس کا معنی زین اور پالان کے
نیچے رکھی جانے والی گدی ہے اگرچہ جمع میں فِعَالٌ اور فِعَالَةٌ کہا جاتا ہے جیسے جِمَالٌ اور جِمَالَةٌ لیکن
یہاں یہ بات معنی کے لحاظ سے بعید از حقیقت ہے۔ واللہ اعلم

لفظ شَرَك شَمِین کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس شعر کا جو قریب ترین معنی بیان کیا جاتا ہے
وہ یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جدایہ سے جنگلی جانور مراد لیے جو کہ ہرن اور اس طرح
کے دوسرے جانوروں کے بچے ہیں۔ حضرت ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جدایہ واحد، جمع، مذکر اور

وَ مَا ذَالَ مُهْرِي مَزَجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ

ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی فتح و نصرت نازل فرمائی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ مسلمانوں نے کفار کو تلواروں سے مار مار کر بھگانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے لشکر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور انہیں ایسی ہزیمت اٹھانا پڑی جو شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت زبیر سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں دیکھ رہا تھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ دیگر عورتیں پنڈلیاں نگی کیے ہوئے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اس شکست کو دیکھ کر تیرا فگن دستہ جلد بازی کرتے ہوئے لشکر کی طرف چلا آیا اور ہماری پشتیں دشمن کے گھڑسواروں کے لئے خالی کر دیں۔ دشمن کے گھڑسوار دستہ نے ہماری پشت کی طرف سے ہم پر بلہ بول دیا۔ اسی وقت کسی نے با آواز بلند کہا خبردار! محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی کفار ہم پر ٹوٹ پڑے اور مسلمان منتشر ہو گئے حتیٰ کہ کوئی مسلمان حضور ﷺ کے قریب نہ رہا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضور ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر کے ساتھ با آواز بلند پکارنے والا شخص ازب العقبہ یعنی شیطان تھا۔

مؤنث سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس بنا پر لفظ الشریک ان پھندوں کے معنی میں ہوگا جو ہرن کے بچوں کو شکار کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرک ایک جگہ کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔ اور عَصَلُ بنی خزیمہ کے ایک ذیلی قبیلے کا نام ہے جو غدار تھے۔ بنی عضل اور قارہ کی غداری کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: مُعَلَّاتِ الْحَوَاجِبِ یعنی ان کے بھنوؤں پر خون کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد بھنوؤں کی سیاہی ہو جو ہرنوں کی آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ جس طرح سیبویہ نے اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا ہے:

وَ كَانَهُ لَهَقَ السَّرَاقَةَ كَانَهُ مَا حَاجِبِيهِ مُعَيَّنَ بِسَوَادٍ

”اور گویا وہ پہاڑ کی چوٹی کی سفیدی ہے اور گویا جو حصہ اس کے بھنوؤں کے درمیان ہے وہ سیاہی

صواب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ مشرکین کا جھنڈا گرا پڑا تھا کہ اتنے میں ایک عورت عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اسے اٹھالیا پھر اس کے ہاتھ سے قریش نے لے لیا یہاں تک کہ وہ جھنڈا بنی طلحہ کے حبشی غلام صواب کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ان کا آخری علمبردار تھا، اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ جھنڈے کو تھام کر لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے پھر وہ نیچے بیٹھ گیا اور جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن کے ذریعے دبوج لیا تاکہ گرنے نہ پائے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ آخری وقت میں اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ”اے اللہ! کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی ہے؟“ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَخَرَّتُمْ بِاللَّوَاءِ وَ شَرُّ فَخْرٍ لَّوَاءٌ حِجْنٌ رَدَّ إِلَى صَوَابٍ
”تم نے اپنے جھنڈے پر فخر کیا ہے حالانکہ اس جھنڈے پر فخر بدتر ہے جب اسے صواب غلام کے پاس لوٹا دیا گیا ہے۔“

جَعَلْتُمْ فَخْرَكُمْ فِيهِ لِعَبْدٍ وَالْأَمُّ مَنْ يَطَأُ عَشَرَ الثَّرَابِ
”جھنڈے کے بارے میں تم نے یہ فخر ایک غلام کے مل بوتے پر کیا ہے حالانکہ اس کی ماں ایسی عورت ہے جسے ایک بھورے رنگ والا شخص روندنا کرتا ہے۔“

ظَنَنْتُمْ وَ الشَّيْئَةُ لَهُ ظَنُونٌ وَ مَا إِنَّ ذَاكَ مِنْ أَمْرِ الصَّوَابِ
”تم نے گمان کر لیا اور احق کا گزارا گمانوں پر ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ گمان کوئی درست کام سے نہیں ہوتا:

کے ساتھ معین ہے۔

غزوہٴ احد میں چلانے والا

حضرت ابن اسحاق نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے قتل کی جھوٹی خبر کے ساتھ چلانے والے کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام کا قول ہے کہ چلانے والا شخص اِذْبُ الْعَقَبَةِ تھا۔ اس مقام پر اِذْبُ کا لفظ اسی طرح ہمزہ کے سر پہ اور زاء کے سکون کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے بیعت عقبہ کے ضمن میں امّ مرز بنت اُرب بن عمرو بن جمیل کے بارے میں ابن ماکولا کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: سخت عرب میں اِذْبُ صرف اس نام میں اور اِذْبُ الْعَقَبَةِ میں وارد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے

بَانَ جِلَادُنَا يَوْمَ التَّقِينَا بِمَكَّةَ بَيْعُكُمْ حُمْرَ الْعِيَابِ
کہ جس روز ہمارا اور تمہارا (غزوہ احد میں) مقابلہ ہوا تو (تمہارا یہ گمان تھا کہ) تم ہماری
کھالیں مکہ میں سرخ تھیلے بنا کر بیچ رہے ہو۔

اَقْرَ الْعَيْنَ اَنْ عَصِبَتْ يَدَاهَا وَ مَا اِنْ تُعْصَبَانِ عَلٰى خِضَابِ
”اس کے ہاتھ سرخ دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور اس کے ہاتھ رنگ کی سرخی کے
باعث سرخ نہ تھے (بلکہ خون کے باعث سرخ تھے)۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا آخری شعر ابو خراش ہذلی سے مروی ہے اور یہ شعر مجھے
خلف الاحمر نے سنایا:

اَقْرَ الْعَيْنَ اَنْ عَصِبَتْ يَدَاهَا وَ مَا اِنْ تُعْصَبَانِ عَلٰى خِضَابِ
یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جس میں وہ اپنی بیوی مراد لیتا ہے اور اس کا تعلق
غزوہ احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے ساتھ ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ اشعار معقل بن خویلد ہذلی
کے ہیں۔

عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عمرہ بنت علقمہ حارثیہ کے واقعہ اور اس کے جھنڈا اٹھانے کے
بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اِذَا عَضَلُ سَيْقَتُ الْيَنَّا كَانَهَا جَدَايَةُ شُرُكٍ مُّغْلَبَاتٍ الْحَوَاجِبِ
”جب بنی عضل ہماری طرف مقام شرک کے ہر نیوں کے بچوں کی طرح بڑھ کر آئے جن
کے ابروؤں پر نشان لگے ہوں

اَقْنَا لَهُمْ طَعْنًا مُّبِيرًا مُّنْكَلًا وَ حُزْنَاهُمْ بِالضَّرْبِ مِنْ كُلِّ جَانِبِ

ابن زبیر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جسے قتیبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے
کجاوے کے عرق گیر پر ایک آدمی کو دیکھا جس کا قد صرف دو بالشت تھا۔ آپ نے اسے نیچے گرا دیا
لیکن وہ پھروہیں لوٹ آیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا تو کیا ہے؟ اس نے کہا میں اُزب (پست قد)
ہوں۔ آپ نے پوچھا اُزب کون ہے؟ اس نے کہا ایک جن۔ الخ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ لفظ
اُزب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب کا قول ہے: اَلْاُزْبُ الرَّجُلُ الْقَصِيرُ یعنی اُزب
پست قد آدمی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آیا اُزب اور اُزب ایک ہی شیطان ہے یا دو۔

تو ہم نے ان کے لئے نہایت تباہ کن اور عبرتناک نیزہ بازی قائم کر دی اور اور ہر طرف سے ان پر شمشیر زنی کر کے ان کی لاشوں کا انبار لگا دیا۔“

فَلَوْ لَا لِيَاءُ الْحَارِثِيَّةِ أَصْبَحُوا يَبَاعُونَ فِي الْأَسْوَاقِ بَيْعَ الْجَلَائِبِ
”اگر عمرہ حارثیہ کا جھنڈا نہ ہوتا تو انہیں بازاروں میں سامان تجارت کی طرح فروخت کر دیا جاتا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند دیگر اشعار کا حصہ ہیں۔

احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا اور دشمن ان کی صفوں میں گھس آیا۔ وہ دن مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش اور امتحان کا دن تھا۔ اس روز بہت سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شرف شہادت سے نوازا یہاں تک کہ دشمن نے رسول اللہ ﷺ پر ہلہ بول دیا۔ آپ کے چہرہ اقدس پر ایک پتھر کی چوٹ لگی جس سے آپ کے سامنے والے دوا پر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور نیچے والا ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ جس بد بخت نے آپ ﷺ کو پتھر مارا تھا وہ عتبہ بن ابی وقاص تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: احد کے روز نبی کریم ﷺ کے سامنے والے دوا پر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک ٹوٹ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا، چہرہ اقدس پر خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے خون صاف کرنے لگے: ”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا ہے۔“ اس بارے میں اللہ تعالیٰ عز و جل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلَهُمْ ظُلُمُونَ ﴿٣٨﴾ (آل عمران) ”نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے اور چاہے تو عذاب دے

کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہاں سے شیطان نے آواز لگائی تھی وہ جبل عینین ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ عینین کے روز (غزوہ احد کے روز) بھاگے تھے؟ عینین حمرہ کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اسی شہر کا ایک شاعر خلید عینین کے نام سے مشہور ہے۔

انہیں، پس بے شک وہ ظالم ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ریح بن عبدالرحمن بن ابی سعید خدری نے ذکر کیا، انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ کا سامنے والا دائیں طرف سے نیچے کا دانت مبارک ٹوٹ گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا اور عبد اللہ بن شہاب زہری نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کو زخمی کیا اور ابن قمرہ نے آپ کے رخسار گلگوں کو زخمی کیا، خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ حضور ﷺ ایک گڑھے میں بھی گرے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے کھود رکھے تھے تاکہ مسلمان بے خبری سے ان میں

نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں میں ابن قمرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ وہی بد بخت ہے جس نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کو زخمی کیا۔ ان بد بختوں میں سے ایک عتبہ بن ابی وقاص ہے جو حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے، اسی نے رسول اللہ ﷺ کے چار دانت مبارک شہید کئے تھے۔ اس کے بعد اس کی نسل سے جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اور سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بد بو آتی ہے۔ یہ بات اس کی نسل میں مشہور و معروف ہے۔

جن لوگوں نے احد کے روز حضور ﷺ کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا ان میں سے ایک عبد اللہ بن شہاب ہے۔ یہ امام مالک کے شیخ محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب کا دادا ہے۔ ابن شہاب سے پوچھا گیا کیا تمہارا دادا عبد اللہ بن شہاب غزوہ بدر میں شریک ہوا؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن کفار کی طرف سے۔ یہ عبد اللہ بن شہاب عبد اللہ الاصغر ہے اور جو عبد اللہ بن شہاب عبد اللہ الاکبر کہلاتے ہیں وہ ان مہاجرین حبشہ میں سے ہیں جو ہجرت مدینہ سے قبل ہی مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے تھے۔ ان دونوں میں اختلاف ہے کہ سرزمین حبشہ کی طرف کس نے ہجرت کی؟ ایک قول یہ ہے کہ عبد اللہ الاکبر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ عبد اللہ الاصغر نے کی۔ ان دونوں میں سے ایک امام زہری کا دادا ہے اور دوسرا نانا۔ جو عبد اللہ بن شہاب غزوہ احد میں کفار کے ساتھ شریک ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا وہ بعد میں مشرف باسلام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسلام کو اس کے لئے نفع بخش بنائے۔

گر جائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا۔ اس طرح حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس سے خون چوس کر نگل لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے خون کو میرا خون چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبدالعزیز بن محمد دروردی نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

حضرت عبدالعزیز دروردی نے ذکر کیا، انہوں نے حضرت اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس سے خود کا ایک حلقہ اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا لیکن اس کوشش میں ان کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے، پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تو آپ کے سامنے والے دو اور دانت بھی اکھڑ گئے۔ اس طرح آپ کے چار دانت نکل

رات کے اجزاء کے نام

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بنی خدرہ سے ہے۔ لغت عرب میں خدرہ رات کے پانچ اجزاء میں سے ایک جزء کا نام ہے۔ سب سے پہلے جزء کا نام ہزلیع، دوسرے کا خدرہ، تیسرے کا یعفرور، چوتھے کا جہمہ اور پانچویں جزء کا نام سدرہ ہے۔ یہ نام کتاب کراع سے نقل کیے گئے ہیں۔

حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک دفعہ ایسا ہی کیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے کچھنوں سے نکلے والا خون دیا تھا تا کہ اسے دُفن کر دیں لیکن آپ اس خون کو پی گئے۔ اس وقت آپ ایک طاقتور نوخیز لڑکے تھے، آپ کو بھی حضور ﷺ نے وہی خوشخبری سنائی جو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو اپنے زخم کا خون پینے پر سنائی تھی کہ ”جس کا خون میرے خون کو

گئے اور آپ ساقط الشنیتین ہو گئے۔

عتبہ اور جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی وقاص کو
فرمایا:

إِذَا اللَّهُ جَازَى مَعْشَرًا بِفِعَالِهِمْ وَ ضَرَّهُمُ الرَّحْمَنُ رَبُّ الْمَشَارِقِ
”جب اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا اور سارے مشرقوں کے رب
رحمن نے انہیں عذاب دیا:

فَلَحْزَاكَ رَبِّي يَا عُتَيْبَ بْنَ مَالِكٍ وَ لَقَاكَ قَبْلَ النَّوْتِ إِحْدَى الصُّوَاغِقِ
تو اے عتبہ بن مالک! تجھے بھی میرے رب نے ذلیل و رسوا کر دیا اور موت سے پہلے تجھے
ایک کڑک نے آلیا۔“

بَسَطْتَ يَمِينًا لِلنَّبِيِّ تَعْمُدًا فَأَدَمَيْتَ فَاهُ قُطِعَتْ بِالْبَوَارِقِ
”تو نے جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان کے چہرہ اقدس کو خون
آلود کر دیا، تیرا ہاتھ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔“

فَهَلَّا ذَكَرْتَ اللَّهَ وَالْمَنْزِلَ الَّذِي تَصِيرُ إِلَيْهِ عِنْدَ إِحْدَى الْبَوَائِقِ
”کیا تجھے اللہ تعالیٰ اور اس مقام کی یاد نہ آئی جس کی طرف تو ایک بڑی مصیبت (موت)
کے وقت لوٹ کر جانے والا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا ہم نے ان میں سے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں آپ نے
اسے برا بھلا کہا۔

چھو لے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے حضرت ابن زبیر رضی
اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا: ”لوگوں کی طرف سے تیرے لئے ہلاکت ہے اور تیری طرف سے لوگوں کے لئے
ہلاکت ہے۔“ اسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حرمت میں
رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک دیگر لوگوں کے خون سے جدا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ام
ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی چار پائی کے نیچے پڑے ہوئے لکڑی کے برتن میں آپ ﷺ
کا بول مبارک دیکھا تو اسے پی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

حضرت ابن سکین اور غزوہ احد میں ان کی آزمائش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب دشمنوں نے اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیا اور آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”کون مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے؟“ یہ سن کر حضرت زیاد بن سکین پانچ انصاری نو جوانوں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت عمار بن یزید بن سکین تھے۔ وہ سب ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑتے گئے اور شہید ہوتے گئے یہاں تک کہ آخر میں حضرت زیاد یا عمار رہ گئے۔ وہ دشمن سے لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے، پھر مسلمانوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا اور دشمن کے زرعے کو توڑ کر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جب دشمن بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زیاد کو میرے قریب لاؤ“۔ صحابہ کرام انہیں اپنے آقا کے قریب لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کے قدموں پر اپنے رخسار رکھ دیے اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ نے بھی غزوہ احد میں دشمن سے جنگ کی۔ چنانچہ حضرت سعید بن ابی زید انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: میں حضرت ام عمارہ کے پاس گئی اور انہیں کہا خالہ جان! مجھے غزوہ احد میں اپنی جنگ کا واقعہ سنائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں صبح کے وقت یہ دیکھنے کے لئے نکلی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میرے پاس ایک پانی کی بھری ہوئی مشک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی، اس وقت مسلمانوں کا غلبہ تھا اور جنگ کی ہوا کا رخ مسلمانوں کے حق میں تھا، پھر جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو

اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اس حدیث میں بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ پر دو فرشتے نازل ہوئے، انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو ایک سونے کے طشت میں رکھا اور اسے برف کے پانی سے دھویا۔ اس طرح آپ متطہرین میں شامل ہو گئے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا۔ ہم نے وہاں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ صرف حقیقی نجاستوں سے ہی پاک نہیں بلکہ احداث (حکمی نجاستوں) سے بھی پاک اور منزہ ہیں۔ الحمد للہ۔

گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچی اور شمشیر بکف دشمنانِ اسلام سے برسرِ پیکار ہو گئی۔ میں نے اپنی کمان سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی، یہاں تک کہ زخموں نے مجھے نڈھال کر دیا۔ حضرت ام سعد فرماتی ہیں میں نے ام عمارہ کے شانے پر زخم کا نشان دیکھا جس کا گڑھا ابھی تک باقی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ زخم تمہیں کس نے لگایا؟ انہوں نے فرمایا: ابنِ قمرہ نے، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے مسلمان منتشر ہو گئے تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ اسے آگے بڑھتا دیکھ کر میں، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اور چند دیگر مسلمانوں نے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم تھے، آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا، اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا جس سے مجھے یہ گہرا زخم آیا۔ اس کے مقابلے میں میں نے اس بد بخت پر پے در پے کئی وار کیے مگر اس دشمن خدا نے دوزر ہیں پہن رکھی تھیں اس لئے میرے وار موثر ثابت نہ ہوئے۔

حضرت ابودجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما

حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور آنے والے سارے تیر آپ کی پشت میں پیوست ہوتے رہے یہاں تک کہ ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی لیکن آپ سرمو بھی آگے پیچھے نہ سرکے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لئے تیروں کی بارش کر دی۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے تیر پکڑاتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے اسے پھینکو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ مجھے ایسا تیر بھی دیتے جس میں پھل بھی نہ ہوتا اور فرماتے اسے بھی پھینک دو۔

لیکن ابو عمر نمری نے کتاب الاستیعاب میں جو یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک صحابی نے جن کا نام سالم تھا، رسول اللہ ﷺ کو چھپنے لگائے پھر آپ کا خون پی لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر خون حرام ہے؟“ اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن زبیر کی وہ حدیث جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس کی مثل حضرت زبیر بن ابی بکر نے ایسی حدیث روایت کی ہے جس سے اس پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی ایک سند

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اور ان کی آنکھ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ اس روز رسول اللہ ﷺ خود بھی اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے حضور ﷺ سے مانگ لیا اور اپنے پاس بطور تبرک حفاظت سے رکھ لیا۔ اس روز حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر ایسی چوٹ لگی جس سے آنکھ نکل کر رخسار پر لٹکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے آنکھ کو پکڑ کر دوبارہ حلقہ میں رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ درست ہو گئی اور دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور تیز نظر والی ہو گئی۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت قاسم بن عبد الرحمن بن رافع جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا گزرا ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجرین و انصار جن میں حضرت عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں، اب ہم کیا کریں۔ آپ نے انہیں کہا: حضور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دے دو جس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان دی۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور دشمن سے مصروف پیکار ہو گئے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر لیا۔ انہی کے نام پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام رکھا گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حمید الطویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہم نے اس روز حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر ضربیں دیکھیں، ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے سے ان کو بمشکل پہچانا۔

حدیث میں فرمایا جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ بچہ ایسا ایسا ہوگا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر آپ کی والدہ حضرت اسماء نے آپ کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کی پرورش کرو خواہ اپنی آنکھوں کے

حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منہ پر زخم آیا جس سے آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، آپ کو بیس سے زیادہ زخم لگے اور ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے آپ لنگڑے ہو گئے۔

ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کی ہزیمت اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلنے کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ مجھے حضرت ابن شہاب زہری نے بتایا۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی آنکھوں سے آپ کو پہچانا جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں، میں نے بلند آواز سے اعلان کیا ”اے گروہ مسلمین! مبارک باد!! یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ“۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو آپ کی طرف اڑتے چلے آئے۔ آپ ﷺ انہیں ساتھ لے کر ایک گھائی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور ﷺ کے ہمراہ یہ حضرات تھے: ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت۔ رضی اللہ عنہم۔

پانی ہے۔ اس بچے کی مثال ایسے ہے جیسے بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہو اور ان بھیڑیوں پر کپڑے ہوں۔ یہ بچہ بیت اللہ شریف کا دفاع کرے گا یا اس کی حفاظت کرتے کرتے قتل کر دیا جائے گا۔

حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ گھائی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک ابی بن خلف ادھر آدھمکا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ مسلمان مجاہدین نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک مجاہد آگے بڑھ کر اسے سبق نہ سکھا دے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے آگے آنے دو۔“ جب وہ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور بڑے جوش سے جھر جھری لی۔ ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ

حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ابی کے قتل کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ میں مذکور ہے: تَطَايَرْنَا عَنْهُ تَطَايَرَ الشَّعْرَاءِ عَنْ ظَهْرِ الْبَعِيرِ (ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ کی پشت سے کھیاں اڑ جاتی ہیں)۔ شعراء ایک چھوٹی سی ڈنگ والی مکھی کو کہتے ہیں۔ اہل عرب اپنی امثال میں کہتے ہیں: بھیڑیے سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک لونڈی کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا وہ میرے حلق میں ایک چربی کا ٹکڑا ہے، پھر اس سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک غلام کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا شعراءُ فِيْ اِبْطِئِ اَخْشَى خُطْوَاتِهِ یعنی وہ میری بغل میں ایک مکھی کی مانند ہے جس کے ڈنگوں کا مجھے خوف ہے۔ خطوات نرم لکڑی کے تیروں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ بچے تیر اندازی سیکھتے ہیں اور بے پھل تیروں کو بھی خطوات کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

أَصَابَتْ حَبَّةَ الْقَلْبِ بِسَهْمٍ غَيْرِ جُنَاحٍ
”اس نے دل کے سیاہ نکتے پر ایسا تیر مارا جس کا پھل نہیں ہوتا۔“

یہ شعر کتاب ابی حنیفہ سے ماخوذ ہے۔ قتیبی نے تَطَايَرَ الشَّعْرَاءِ کے بجائے تَطَايَرَ الشَّعْرِ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شعراء کی جمع ہے اور یہ ایک مکھی ہوتی ہے جو قمع مکھی (1) سے چھوٹی ہوتی ہے۔

1۔ قمع قمعہ کی جمع ہے۔ یہ وہ مکھی ہے جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹ اور ہرن پر بیٹھتی ہے اور انہیں کاٹتی ہے۔

کی پشت سے کھیاں اڑ جاتی ہیں، پھر حضور ﷺ اکیلے اس کی طرف بڑھے اور اس نیزے سے اس کی گردن پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے لڑھکنے لگا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ حضرت صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ ابی بن خلف جب مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو کہا کرتا: اے محمد (ﷺ) میرے پاس ایک عود نامی گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (تین صاع) مکئی کے دانے کھلاتا ہوں، میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ اس کی یہ بڑن کر رسول اللہ ﷺ فرماتے تو نہیں بلکہ میں تجھے موٹ کے گھاٹ اتاروں گا ان شاء اللہ۔ چنانچہ اب یہ بد بخت زخمی ہو کر قریش کی طرف لوٹا تو بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی تھی جس کا خون بھی رک گیا تھا لیکن اس نے قریش سے کہا قسم بخدا! مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا ہے۔ لوگ اسے کہنے لگے ”بخدا! تم نے ہمت ہار دی ہے، تجھے کوئی زخم تو لگا نہیں، معمولی سی خراش آئی ہے۔“ وہ کہنے لگا: ”انہوں نے مجھے مکہ میں کہا تھا، میں تجھے قتل کروں گا۔ اس لئے خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو وہ تھوک ہی مجھے ہلاک کر دیتی۔“ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر مکہ واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر اس دشمن خدا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبَى يَوْمَ بَارِزَةَ الرَّسُولُ
”ابی اس روز اپنے باپ سے ملی ہوئی گمراہی کا وارث بن گیا جس روز رسول اللہ ﷺ نے اس سے مقابلہ کیا۔“

آتَيْتَ إِلَيْهِ تَحِيلُ رِمَ عَظْمٍ وَ تُوْعِدُهُ وَ أَنْتَ بِهِ جَهُولُ
”تو ایک بوسیدہ ہڈی اٹھائے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کو دھمکی دینے لگا حالانکہ تو آپ سے بالکل جاہل تھا۔“

وَ قَدْ قَتَلْتَ بَنُو النَّجَارِ مِنْكُمْ أُمِيَّةَ إِذْ يُغَوِّثُ يَا عَقِيلُ
”اور بنی نجار نے تم میں سے امیہ کو اس حالت میں قتل کیا تھا کہ وہ چار رہا تھا اے عقیل! (میری مدد کے لئے آؤ)۔“

وَتَبَّ ابْنَا رَبِيعَةَ إِذْ أَطَاعَا أَبَا جَهْلٍ لِأُمَمِهِمَا الْهُيُولُ
 ”اور ربیعہ کے دونوں بیٹے اس وقت ہلاک ہو گئے جب انہوں نے ابو جہل کی اطاعت کی،
 ان کی ماں ان دونوں سے محروم ہو گئی۔“

وَ أَقَلَّتْ حَارِثٌ لَّمَّا شُغِلْنَا بِأَسْرِ الْقَوْمِ أَسْرَتُهُ فَلِيلُ
 ”اور حارث بھی اس وقت روپوش ہو گیا جب ہم سب قیدی گرفتار کرنے میں مشغول تھے،
 اس کا قبیلہ زک اٹھا چکا تھا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: أَسْرَتُهُ سے مراد اس کا قبیلہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا مَنْ مَّيْلَغُ عَنَى أَبَا لَقَدْ أَلْقَيْتَ فِي سَحْقِ السَّعِيرِ
 ”ارے کون ہے جو میری طرف سے ابی کو یہ خبر پہنچا دے کہ تو جہنم کی گہرائیوں میں پھینک
 دیا گیا ہے۔“

تَسْنَى بِالضَّلَالَةِ مِنْ بَعِيدٍ وَ تَقْسِمُ أَنْ قَدَرْتَ مَعَ النُّدُورِ
 ”تو مدتِ دراز تک گمراہی کی تمنا کرتا رہا اور قسمیں اٹھاتا رہا کہ تو اپنی نذریں پوری کرنے پر
 قادر ہے۔“

تَمْنِيكَ الْآمِنِيَّ مِنْ بَعِيدٍ وَ قَوْلُ الْكُفْرِ يَوْجَعُ فِي غُرُورِ
 ”تو جھوٹی آرزوئیں کرتا رہا حالانکہ کفر یہ بات کا نتیجہ خود فریبی ہی ہوا کرتا ہے۔“

فَقَدْ لَأَقَتَكَ طَعْنَةُ ذِي حِفْظٍ كَرِيمِ الْبَيْتِ لَيْسَ بِذِي فَجُورِ
 ”تجھے ایک انتہائی باحمیت ہستی کا نیزہ لگا جو شریف خاندان والی ہے اور فسق و فجور سے دور
 رہنے والی ہے۔“

لَهُ فَضْلٌ عَلَى الْأَحْيَاءِ طَرَا إِذَا نَلَبَتْ مِلَّتُ الْأُمُورِ
 ”انہیں تمام قبیلوں پر اس وقت بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے جب بڑے بڑے حوادثِ زمانہ
 کے بعد دیگرے لگا کر پیش آتے ہیں۔“

پہاڑ کی گھاٹی میں حضور ﷺ کا ورود مسعود

بحر جب رسول اللہ ﷺ احد کی گھاٹی کے دبانے پر تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ مبراں کے چشمہ پر تشریف لے گئے اور اپنی ذحال میں پانی بھر کر لے آئے تاکہ

رسول اللہ ﷺ نوشِ جان فرمائیں لیکن اس پانی سے ایک قسم کی بدبو آ رہی تھی جس سے آپ ﷺ نے کراہت محسوس کی اور اسے پینا گوارا نہ کیا۔ آپ ﷺ نے ربخِ انور پر لگے ہوئے خون کو صاف کیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا اور فرمایا: ”اس شخص پر سخت غضب الہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہے۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش

حضرت صالح بن کیسان نے بیان کیا انہوں نے اس شخص سے روایت کیا جس نے ان سے بیان کیا، اس شخص نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: قسم بخدا! مجھے کبھی کسی آدمی کو قتل کرنے کی اتنی خواہش نہ ہوئی جتنی اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے کی خواہش تھی۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ وہ اپنی قوم میں بد اخلاق اور مبعوض شخص تھا لیکن میرے لئے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کافی تھا کہ ”اس شخص پر سخت غضب الہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا۔“

قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ احد کی گھاٹی میں تشریف فرما تھے تو لشکر کفار کا ایک دستہ پہاڑ پر چڑھ آیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ان میں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت قتادہ بن نعمان بن زید کا ذکر کیا۔ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخیانی بھائی ہیں۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بار بار سورہ اخلاص پڑھتے دیکھا تو فرمایا: واجب ہو گئی۔ آپ کا واقعہ موطا شریف میں مذکور ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ احد کے روز ان کی آنکھ زخمی ہو گئی تھی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا احد کے روز ہمارے ایک ساتھی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آنکھ کا ڈھیلا آپ کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے عرض کی مجھے اپنی زوجہ سے محبت ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جب وہ مجھے ایک آنکھ کے بغیر دیکھے گی تو نفرت کرے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے آنکھ کا ڈھیلا اپنے دستِ اقدس سے پکڑ کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے حسن و جمال عطا فرما۔ (آپ کی اس دعا کی برکت سے) وہ آنکھ

خالد بن ولید بھی تھے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر دعا کی اے اللہ! یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند مہاجرین کے ہمراہ ان کے مقابلہ میں نکلے اور انہیں مار مار کر پہاڑ سے نیچے اتار بھگایا۔

حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ کی معاونت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھنے کے لئے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دوزر ہیں پہن رکھی تھیں۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کا جسم مبارک

دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن تھی۔ جب دوسری آنکھ کو آشوب چشم ہوتا تو یہ تندرست رہتی آپ کی اولاد سے ایک شخص چند لوگوں کی معیت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواباً یہ شعر کہے:

أَنَا ابْنُ الَّذِي سَأَلَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهُ فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى آيَا رَدِّ
”میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ گئی پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کے دست اقدس کے ذریعے اسے اپنے اصلی مقام پر لوٹا دیا گیا۔“

فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ لِأَوَّلِ أَمْرِهَا فَيَا حُسْنَ مَا عَيْنٍ وَ يَا حُسْنَ مَا خَدِّ
”جب وہ آنکھ اپنے مقام پر واپس آئی تو پہلے کی طرح صحیح و سالم تھی اور کیا ہی اس حسن و جمال کی شان تھی جو آپ کی آنکھ اور رخسار پر ظاہر ہو گیا۔“

یہ شعر سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر کہا:

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانٍ مِنْ لَبَنٍ شَيْبًا بِمَاءٍ فَعَلَا بَعْدُ آبَا لَا
”وہ خوبیاں کوئی ایسی نہ تھیں کہ دودھ کے دو بڑے پیالے ہوں جن میں پانی ملا ہوا ہو پھر وہ بعد میں پیشابوں کی شکل اختیار کر جائیں۔“

پھر حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور گراں قدر انعام سے نوازا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر درست فرما دیا تھا۔ اسے حضرت محمد بن ابی عثمان (ابو مروان الاموی) نے حضرت مالک بن انس سے، انہوں نے حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی مصعبہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا احد کے روز میری دونوں آنکھیں زخمی ہو گئیں اور میرے رخسار پر لٹکنے لگیں، میں اسی

بھاری ہو گیا تھا اس لئے آپ چڑھ نہ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اس چٹان کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک ان کی پیٹھ پر رکھا پھر بلندی پر چڑھ گئے۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”طلحہ نے یہ خدمت بجالا کر اپنے آپ کو جنت کا مستحق ٹھہرا لیا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت عکرمہ کی یہ روایت پہنچی، انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ احد کی گھاٹی کے بنے ہوئے پانیوں پر نہ چڑھ سکے۔

حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے احد کے روز لگنے والے زخموں کی وجہ سے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا فرمائی اور آپ کی اقتدا میں مسلمانوں نے بھی بیٹھ کر نماز ادا کی۔

حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمان بھاگ کر اعمص گاؤں کے قریب منقی پہاڑ کے پاس جا پہنچے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت عامر بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا انہوں نے

حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے مقام پر رکھا اور ان پر لعابِ دہن لگایا تو دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دارقطنی نے فرمایا امام مالک سے مروی یہ حدیث غریب ہے، اسے حضرت عمار بن نضر نے اکیلے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ راوی ہے اور دارقطنی نے اس حدیث کو عن ابراہیم حربی عن عمار بن نضر (سحدی ابویاسر مروزی) روایت کیا ہے۔

حضرت حذیفہ یمانی کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ثابت بن وقش کا ذکر کیا ہے۔ وقش کا معنی حرکت ہے اور حسیل بن جابر حذیفہ بن یمان کے والد ہیں اور انہیں حسیل بن جابر یمانی بھی کہا گیا ہے کیونکہ یہ جرودہ بن مازن بن قطیعہ بن عیسیٰ کی اولاد سے ہیں اور جرودہ طویل عرصہ تک اپنے اہل خانہ سے دور یمن میں رہائش

حضرت محمود بن لبید سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا حضرت حسیل بن جابر جن کا نام یمان تھا اور جو حضرت حذیفہ بن یمان کے باپ تھے اور حضرت ثابت بن قش رضی اللہ عنہم دونوں کافی عمر رسیدہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ احد کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ان دونوں حضرات کو مسلم خواتین اور بچوں کے ہمراہ چند گڑھیوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ایک روز دونوں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ارے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہماری زندگی سے گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں، کیوں نہ ہم اپنی تلواریں بے نیام کر کے نکلیں اور میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شرفِ شہادت سے بہرہ ور فرمادے۔ چنانچہ دونوں تلواریں لہراتے ہوئے احد روانہ ہو گئے اور لشکرِ کفار میں گھس گئے۔ لشکرِ اسلام کو ان کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا۔ حضرت ثابت بن قش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکین نے قتل کر دیا لیکن حضرت حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ پر ناواقفیت میں مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے: میرا باپ! مسلمانوں نے کہا قسم بخدا! ہم نے نہیں پہچانا۔ مسلمان سچ کہہ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس غلطی کو معاف فرمادے جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دیت دینا چاہی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی دیت بھی مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔ اس سے ان کی قدر و منزلت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں بہت بلند ہو گئی۔

حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں میں

پذیر رہا۔ جب وہ اپنے گھر لوٹا تو لوگوں نے اسے یمانی کہنا شروع کر دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، یہ بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے اور ان کی ماں رباب بنت کعب تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا فَاخْتَلَفَتْ عَلَيْهِ: یعنی حضرت حسیل بن جابر یمانی پر مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ انہیں غلطی سے قتل کرنے والے حضرت عتبہ بن مسعود تھے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الفقیہ کے دادا تھے۔ اسے حضرت عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ الجامع میں ابن وہب کی روایت کے مطابق یہ عتبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو مصحف کا نام دیا۔

ایک حاطب بن امیہ بن رافع نامی شخص تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام یزید بن حاطب تھا۔ وہ غزوہ احد میں سخت زخمی ہوا، اسے نزع لی حالت میں اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ سب اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، مسلمان مرد اور عورتیں اسے کہنے لگے: اے ابن حاطب! تجھے جنت کی بشارت ہو۔ اس کا باپ حاطب منافق تھا جو گمراہی اور ضلالت میں بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس روز اس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ وہ کہنے لگا تم اسے کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہو، کیا ایسی جنت کی جس میں حزل (۱) کے پودے ہیں؟ قسم بخدا! تم نے اس لڑکے کو اس کی جان کے بارے میں دھوکا دیا ہے۔

قرمان منافق کی ہلاکت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک اجنبی شخص رہتا تھا جس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا، اس کا نام قرمان تھا۔

الْهَامَةُ وَالظُّلْمُ

حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہما کا قول ہے: إِنَّمَا نَحْنُ هَامَةٌ الْيَوْمِ أَوْ غَدٍ (ہم آج یا کل کے الو ہیں)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ میت کے بارے میں اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ اس کی روح الو بن جاتی ہے، اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا:

وَ كَيْفَ حَيَاةٌ أَصْدَاءِ وَ هَامِ

”کنزور جسم والے آدمی اور الوؤں کی کیا زندگی ہے۔“

ان کا قول ہے: لَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِنَا إِلَّا ظَمٌّ حِمَارٍ یعنی ہماری زندگیاں صرف گدھے کے ایک گھونٹ کے برابر باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ گدھے کا گھونٹ سب جانوروں سے چھوٹا اور اونٹ کا گھونٹ سب سے بڑا ہوتا ہے (مراد یہ ہے کہ زندگی بہت کم رہ گئی ہے)۔

بعض اصحاب احد کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے قرمان کا ذکر کیا ہے۔ یہ اسم الْقَزَم سے ماخوذ ہے اور قزم ردی مال کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ہر ردی چیز کو قرمان کہتے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے اصیرم کا ذکر کیا ہے، اس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش ہے اور قاف کی

1۔ حزل ایک جنگلی پودا ہے جسے اسپند یا کالا دانہ کہتے ہیں۔ اس سے نہایت بدبو آتی ہے۔ اس سے اس منافق کا مقصود جنت کی تحقیق کرنا تھا۔ مترجم

جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا تذکرہ کیا جاتا تو حضور ﷺ فرماتے ”وہ جہنمی ہے۔“ جب احد کی جنگ ہوئی تو اس نے اس جنگ میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے، اس نے اکیلے سات یا آٹھ مشرکین کو قتل کر ڈالا۔ اس اثناء میں وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا، اسے اٹھا کر بنی ظفر کے محلہ میں لایا گیا۔ مسلمان اسے کہنے لگے اے قزمان! تو نے آج بہت کارنامے سرانجام دیے ہیں، تجھے مبارک ہو۔ وہ کہنے لگا: ”مجھے کس چیز کی مبارک دیتے ہو، قسم بخدا! میں نے تو صرف قومی غیرت و حمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے، اگر یہ غرض نہ ہوتی تو میں جنگ میں حصہ نہ لیتا۔“ چنانچہ جب زخموں کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور خود کشی کر لی۔

مخیر لیق کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد کے مقتولوں میں سے ایک مخیر لیق تھا، یہ بنی ثعلبہ بن فطیون کا ایک فرد تھا۔ جس روز معرکہ احد وقوع پذیر ہوا اس نے اپنی قوم کو کہا اے گروہ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی امداد تم پر لازم ہے۔ وہ کہنے لگے آج تو ہفتہ کا دن ہے۔ اس نے کہا تمہارے لئے کوئی ہفتہ کا دن نہیں (یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں)۔ پھر اس نے تلوار اٹھائی اور جنگ کی تیاری کی، اس نے وصیت کی کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرا سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہو گیا اور آپ کے ساتھ مل کر لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا مخیر لیق سب سے بہتر یہودی ہے۔

حارث بن سوید کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن سوید بن صامت منافق تھا، وہ احد کے روز مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گیا، جب جنگ کا آغاز ہوا تو اس نے حضرت مجذربن زیاد بلوی اور حضرت قیس بن زید ضبعی پر اچانک حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، پھر مکہ میں قریش سے جا ملا۔ رسول حرکت کے ساتھ وقش بھی کہا جاتا ہے۔

حاطب منافق کا قول ہے: **الْجَنَّةُ مِنْ حَرَمٍ** یعنی وہ جنت جس میں حرم کے پودے ہیں۔ اس سے اس کی مراد وہ سرزمین تھی جہاں اس کے بیٹے کو دفن کیا گیا۔ وہاں حرم کے پودے اگتے تھے، اس لئے اس نے کہا کہ اس کے لئے تو حرم کے پودوں کی جنت ہے۔

اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر تمہیں حارث مل جائے تو اسے قتل کر دینا لیکن وہ آپ کو نہ ملا، وہ مکہ میں تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے اپنے بھائی جلاس بن سوید کے ہاتھ توبہ کا پیغام بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم میں واپس آجائے۔ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ (آل عمران)

”کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ایمان لے آنے کے بعد اور وہ (پہلے خود) گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور آچکی تھیں ان کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔“

حضرت مجذر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اہل علم میں سے ایک باوثوق شخص کا بیان ہے کہ حارث بن سوید نے صرف حضرت مجذر بن زیاد کو شہید کیا تھا، حضرت قیس بن زید کو شہید نہیں کیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت قیس بن زید کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت مجذر کو حارث نے اس عداوت کی وجہ سے قتل کیا تھا کہ حضرت مجذر بن زیاد نے اس کے باپ سوید کو کسی جنگ میں قتل کیا تھا جو دور اسلام سے پہلے اوس و خزرج کے درمیان ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

پھر ایک روز رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حارث بن سوید مدینہ طیبہ کے ایک باغ سے نکلا، اس نے دو پرانی چادروں میں اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے اس کی گردن اڑادی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے کسی انصاری نے قتل کیا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سوید بن صامت کو حضرت معاذ بن عفراء نے جنگ بعاث سے پہلے کسی موقع پر دھوکے سے قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت اصیرم کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت حصین بن عبد الرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ

نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ مجھے ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی۔ جب لوگ نہ بتا سکتے تو وہ آپ سے پوچھتے وہ کون ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے وہ اصیرم عمرو بن ثابت بن قش ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔ حضرت حصین (راوی) کہتے ہیں میں نے حضرت محمود بن اسد سے پوچھا اصیرم کا واقعہ کیونکر ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اصیرم اپنی قوم کے اسلام لانے کے سخت مخالف تھا۔ جس روز رسول اللہ ﷺ غزوہ احد کے لیے تشریف لے گئے تو اس کا دل قبول اسلام کے لئے کشادہ ہو گیا، چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور اپنی تلوار اٹھا کر جلدی سے میدان احد کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالاشہل کے چند آدمی میدان جنگ میں اپنے مقتولوں کو تلاش کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے اصیرم کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے بخدا! یہ تو اصیرم ہے، یہ یہاں کیسے آیا؟ ہم نے تو اسے اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا اے عمرو! تم یہاں کیسے آئے ہو؟ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لائی ہے یا اسلام کی محبت؟ اس نے کہا محض اسلام کی محبت۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اسلام قبول کیا، پھر اپنی تلوار تھامی اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا، پھر میں نے دشمن سے جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا۔ یہ کہنے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ بَشَرٌ شَكَّ اصِيرَمُ اَهْلُ جَنَّتٍ سَہ۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت زیادہ

حضرت ابن جموح

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عمرو بن جموح کا واقعہ ذکر کیا ہے جب ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد پر روانہ ہونے سے روکنا چاہا۔ الخ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو یہ دعا کی اللھُمَّ لَا تَرُدَّنِي۔

لنگڑے تھے۔ آپ کے چار بیٹے تھے اور چاروں شیروں کی طرح بہادر تھے اور ہر جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ جب غزوہ احد کا موقع آیا تو ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد میں شرکت کرنے سے روکا اور کہا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔“ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور ﷺ کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور قرار دیا ہے، جہاد میں شمولیت تم پر لازم نہیں۔“ آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا ”اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے نعمت شہادت سے نواز دے۔“ چنانچہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد پر روانہ ہو گئے اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا۔

ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ چند عورتوں کو ساتھ لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں کے پاس آئی اور ان کے ناک اور کان کاٹنے شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ ہند نے ان اعضاء کی پازیب اور ہار بنا لیے۔ اس نے اپنے سارے پازیب، ہار اور بالیاں اتار کر جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو بطور انعام دے دیے۔ پھر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکالا اور اسے چبا کر نگلنے لگی لیکن تھوک دیا اور نگل نہ سکی، پھر وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئی اور بلند آواز سے یہ شعر کہے:

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ بِيَوْمٍ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سَعْرِ
 ”(اے مسلمانو!) ہم نے یوم بدر کا بدلہ چکا دیا اور جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکتی ہے۔“

مَا كَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِي مِنْ صَبْرٍ وَلَا أَخِي وَ عِيٍّ وَ بَكْرِي

”اے اللہ! مجھے واپس نہ لوٹانا۔“ چنانچہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے بیٹوں نے جب آپ کی لاش کو اونٹ پر سوار کیا تا کہ مدینہ طیبہ لے جائیں تو ان کے لئے اونٹ کو چلانا دشوار ہو گیا۔ جب وہ اس کا رخ کسی اور طرف کرتے تو وہ بھاگ اٹھتا لیکن مدینہ طیبہ کی طرف جانے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ کوشش بسیار کے باوجود جب وہ اس پر قابو نہ پاسکے تو انہیں آپ کی دعا یاد آئی کہ اے اللہ! مجھے مدینہ واپس نہ لوٹانا، چنانچہ انہوں نے آپ کو آپ کے مقتل ہی میں دفن کر دیا۔

”مجھے (اپنے باپ) عتبہ، اپنے بھائی (ولید بن عتبہ)، اس کے چچا (شیبہ بن ربیعہ) اور اپنے پہلے بیٹے (حظلمہ بن ابی سفیان) سے صبر نہیں آتا تھا۔“

شَفِيتُ نَفْسِي وَ قَضَيْتُ نَذْرِي شَفِيتُ وَحْشِي غَلِيلَ صَدْرِي
”میں نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا اور اپنی نذر پور کر لی۔ اے وحشی! تو نے میرے سینے کی جلن کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔“

فَشُكْرُ وَحْشِي عَلَى عُمَرَى حَتَّى تَرِمَ اعْظَمِي فِي قَبْرِ
”پس مجھ پر ساری زندگی وحشی کا شکر یہ ادا کرنا لازم ہے یہاں تک کہ میری ہڈیاں میری قبر میں بوسیدہ ہو جائیں۔“

ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار

ہند بنت عتبہ کے ان اشعار کے جواب میں ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے یہ اشعار کہے:

حَزِينَتِ فِي بَدْرٍ وَ بَعْدَ بَدْرٍ يَا بِنْتَ وَقَاعٍ عَظِيمِ الْكُفْرِ
”اے انتہائی گھٹیا اور پرلے درجے کے کافر کی بیٹی! تو بدر میں بھی رسوا ہوئی اور بدر کے بعد بھی۔“

صَبَحَكَ اللَّهُ غَدَاةَ الْفَجْرِ مِلْهَا شَيْمِنَ الطَّوَالِ الزُّهْرِ
”اللہ تعالیٰ علی الصبح دراز قد اور خوش اخلاق ہاشموں کو تیرے پاس لے آیا۔“

بِكُلِّ قِطَاعٍ حُسَامٍ يُفْرِي حَزَنَةً لَيْشَى وَ عَلَى صَقْرِي
”میرے شیر حضرت حمزہ اور میرے شاہین حضرت علی رضی اللہ عنہم ہر تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ تمہارے سر قلم کر رہے تھے۔“

مِنْ اور اس کے بعد ساکن کا حکم

ہند بنت اثاثہ کا قول ہے:

مِلْهَا شَيْمِنَ الطَّوَالِ الزُّهْرِ

یہ اصل میں مِنْ الْهَاشِمِيِّينَ ہے۔ اجتماع ساکنین (مِنْ) کا نون اور لام تعریف کی وجہ سے مَنْ کے نون کو حذف کر دیا گیا۔ یہ حذف صرف حرف مَنْ میں اس کی کثرت استعمال کی وجہ سے جائز ہے جس طرح اس کا نون فتح کے ساتھ خاص ہے جب اس کے ساتھ لام تعریف مل جائے۔ کسی اور حرف

إِذَا رَامَ شَيْبٌ وَ أَبُوكَ غَدِرِي فَخَضَبًا مِنْهُ ضَوَاجِي النُّحْرِ
وَ نَذْرُكَ السُّوءَ فَشَرُّ نَذْرٍ

”جب شیبہ اور تیرے باپ (عتبہ) نے میرے ساتھ بد عہدی کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے (حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے) اس کے سینے کے کھلے اطراف کو لہو لہان کر دیا اور تیرا بدی کی نذر ماننا بہت بری نذر ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے ان میں سے تین اشعار چھوڑ دیے ہیں جن میں ہند بنت اثاثہ نے ہند بنت عتبہ کو گالی دی۔

ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار بھی کہے:

شَفِيتُ مِنْ حَمَزَةٍ نَفْسِي بِأَحَدٍ حَتَّى بَقَرْتُ بَطْنَهُ عَنِ الْكَبَدِ
”میں نے میدانِ احد میں حمزہ سے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ میں نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجہ نکالا۔“

أَذْهَبَ عَنِّي ذَاكَ مَا كُنْتُ أَجِدُ مِنْ لَدَعَةِ الْحُزْنِ الشَّدِيدِ الْمُعْتِيدِ
”اس عمل نے مجھ سے انتہائی تکلیف دہ اور شدید غم وادندہ کی جلن کو دور کر دیا جو میں اپنے دل میں محسوس کرتی تھی۔“

وَالْحَرْبُ تَعْلُوكُمْ بِشُؤْبُوبٍ بَرْدٍ تَقْدِيمُ إِقْدَامًا عَلَيْكُمْ كَلَّاسِدُ
”جنگ تم پر سخت ژالہ باری کی بوچھاڑ کے ساتھ چھا جاتی ہے جو شیروں کی طرح دلیری کرتے ہوئے تمہاری طرف بڑھتی ہے۔“

ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگیزت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ انہیں یہ واقعہ سنایا گیا

ساکن کو فتح دینا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اس کی کثرت استعمال کی وجہ سے اس پر دو کسروں کو ناپسند کیا ہے، لیکن اگر یہ لام تعریف کے علاوہ کسی اور ساکن کے ساتھ مل جائے جیسے مین اینک اور مین اسبیک تو اسے اصل اور صحیح قیاس کے مطابق کسرہ دیا جاتا ہے لیکن سیبویہ کا کہنا ہے کہ فصحاء کی ایک قوم نے غیر لام تعریف کی صورت میں بھی اس کے نون کو فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے فریہ کے بیٹے۔۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ فریہ بنت خالد بن خنیس بن حارثہ بن کوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے۔۔ تم سن رہے ہو کہ ہند چٹان پر چڑھ کر غرور و تکبر کے ساتھ کیا کہہ رہی ہے؟ وہ ہماری بھوکہ رہی ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ کی گئی بے حرمتیوں کے گیت گارہی ہے۔“ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”بخدا! میں ایک بلند ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا وحشی کے چھوٹے نیزے کو اوپر سے نیچے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف آتے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا بخدا! یہ ایسا ہتھیار ہے جو عربوں کے ہتھیاروں سے نہیں۔ میں تو ہند کے بھویہ اشعار کو نہیں جانتا لیکن تم مجھے اس کا کوئی شعر سناؤ، میں تمہاری طرف سے اس کا جواب دینے کے لئے کافی ہوں۔“ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہند کا ایک شعر سنایا جس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

أَشِرَتْ لَكَاعٍ وَ كُنَّ عَلَاتُهَا لَوْمًا إِذَا أَشِرَتْ مَعَ الْكُفْرِ
”ایک کمینی عورت نے غرور و تکبر کیا اور جب وہ کفر کے ساتھ تکبر کرتی ہے تو یہ کمینگی اس کی عادت ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کے جواب میں دال اور ذال کے قافیہ پر بھی اشعار کہے جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان میں آپ نے اسے گالیاں دیں۔

لکاع اور لکع

ہند کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے أَشِرَتْ لَكَاعٍ۔ لکاع عموماً حرفِ دعا کے بعد استعمال ہوتا ہے لیکن اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسے غیرِ دعا میں بطور اسم استعمال کیا ہے اور یہ جائز ہے۔ اگرچہ اس کا اکثر استعمالِ دعا میں ہی ہوتا ہے جیسے يَا غَدَادِ، يَا فَسَقِ۔ اسی طرح لُكْعَ (لکاع کا مذکر) بھی کبھی کبھی غیرِ دعا میں استعمال ہوتا ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہما کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے ان کے متعلق فرمایا اِنَّ لُكْعَ اَرِيْہُ مَا جَاءَہُ نِیْ کریم ﷺ خوش طبعی کرتے ہوئے بھی حق بات فرماتے تھے تو آپ نے یہ یہ کفر فرمایا اِنَّ لُكْعَ (میں بہاں ہے) حالانکہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے

ابوسفیان کے حضرت حمزہ کا مشلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حلیس بن زبان بنی حارث بن عبدمنہ کا ایک فرد تھا جو کہ احد کے روز قریش کے حامی قبائل کا سردار تھا۔ وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا، اس نے دیکھا کہ ابوسفیان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے جڑے میں نیزے کی آنی کے ساتھ کچو کے لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ”اے نافرمان! اب مزہ چکھو“۔ یہ منظر دیکھ کر حلیس پکار اٹھا: ”اے بنی کنانہ! یہ دیکھو قریش کا سردار اپنے چچا زاد کی لاش کی بے حرمتی کر رہا ہے“۔ ابوسفیان نے اسے کہا: ”تیرا برا ہو! اس بات کو ظاہر نہ کر، یہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔“

احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہارِ مسرت اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو

پھر جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند پکارا: اَنْعَمْتَ فَعَالَ: ”تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ بے شک جنگ

انہیں سید فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں لُکَمَ بمعنی پچھیرا کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اَیْنُ لُکَمَ فرمایا کیونکہ آپ اس وقت بچے تھے اور جب کلام میں تشبیہ کا ارادہ کیا جائے تو وہ کذب نہیں ہوتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ اسْعَدَ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا لُكَمٌ بَنُ لُكَمٍ یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں سب لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند شخص کینے کا بیٹا کینہ ہوگا۔ لغت میں لُکَمَ ختنہ کے وقت کاٹی گئی کھال سے نکلنے والی میل کچیل کو کہتے ہیں اور چھوٹے پچھیرے کو بھی لُکَمَ کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف بھی اس بات کی دلیل ہے کہ لفظ لُکَمَ کو غیر نداء میں استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت پر یہ معدول نہیں ہے جس طرح خبیث سے خبیث اور فاسق سے فسق معدول ہے۔ ابن انباری نے الزاہر میں کہا لُکَمَ الْمَلَاكِمَ سے مشتق ہے اور مَلَاكِمَ بچے کی ولادت کے وقت رحم سے نکلنے والے پانی اور خون وغیرہ کو کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ شعر بطور استشہاد پیش کیا:

رَمَتِ الْفَلَاةُ بِبُعْجَلٍ مُتَسَرِّبِلٍ غُرْسَ السَّلَى وَ مَلَاكِمَ الْأَمْشَاحِ
”اوٹنی نے وسیع بیابان میں قبل از وقت بچہ جن دیا جو جیلی اور رحم سے نکلنے والے مخلوط پانی اور خون کی قمیص پہنے ہوئے تھا“۔

کنویں کے ڈول کی مانند ہے۔ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اَعْلٰی هَبْلُ یعنی اے ہبل! اپنے دین کو بلند کر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اٹھو اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ: اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلٌ لَا سَوَاءَ قَتَلَتَا فِی الْبَحْنَةِ وَ قَتَلَاکُمْ فِی النَّارِ اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے، معاملہ برابر نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا: ”اے عمر! ذرا میری طرف آؤ“۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جاؤ سنو کیا کہتا ہے“۔ آپ گئے تو ابوسفیان نے آپ سے کہا: اے عمر! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہرگز نہیں، حضور ﷺ اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا: ”ابن قمرہ کا تو کہنا ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک تم اس سے زیادہ سچے اور حق گو ہو“۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابن قمرہ کا نام عبد اللہ ہے۔

مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر ابوسفیان نے بلند آواز سے پکارا: ”تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے، بخدا نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ ناراض، میں نے ایسا کرنے سے نہ منع کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔“

ابن انباری نے کہا واحد میں یَا لَکُمْ، تشبیہ میں یَا ذَوٰی لَکِیْعَۃٍ وَ لَکَاۃٍ کہا جاتا ہے۔ لَکِیْعَۃٍ غیر منصرف اور لَکَاۃٍ منصرف ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اور جمع میں یَا ذَوٰی لَکِیْعَۃٍ وَ لَکَاۃٍ کہا جاتا ہے اور مؤنث میں بھی یہ لفظ اسی قیاس پر آتا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا یَا لَکَاۃً اٰی اور یَا فُسْقَانِ نہیں کہا جاتا۔ اس کی وجہ ہم نے کسی اور کتاب میں بیان کر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب جب نداء میں ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے عِلْم مراد ہوتا ہے کیونکہ عِلْم مسمی کو اس وصف کی بہ نسبت زیادہ لازم ہوتا ہے جو فعل سے مشتق ہوتا ہے مثلاً فاسیق اور غاورد۔ جیسا کہ انہوں نے عَلِیْرٌ سے عدول کر کے عمر کہا ہے کیونکہ عامر کی بہ نسبت عمر میں زیادہ علمیت ہے، پھر علم ہونے کی حالت میں علم سے تشبیہ اور جمع نہیں بنائے جاتے کیونکہ جب اس کا تشبیہ بنایا جائے تو اس سے علمیت کی خصوصیت زائل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب یَا فاسِقُ اور یَا غُذَرُ کے الفاظ سے تشبیہ نہیں بناتے کیونکہ اس طرح ان الفاظ کو عِلْم کے قائم مقام

پھر جب ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر واپس جانے لگا تو اس نے بلند آواز سے پکارا: ”آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر کے مقام پر ہوگا۔“ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: ”اسے جواب دو ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان پختہ وعدہ ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں

پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا: ”کفار کے تعاقب میں نکلو اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور کس سمت کا قصد کرتے ہیں؟ اگر وہ گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہوئے تو اس سے معلوم ہوگا کہ وہ واپس مکہ جانے کا ارادہ کر رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو یوں ہی ساتھ لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر انہوں نے ایسا ارادہ کیا تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں جنگ کا چیلنج دوں گا۔“ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں ان کے تعاقب میں نکلا تا کہ ان کی نقل و حرکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کا رخ کر لیا۔

رکھنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، وہ مقصد یہ ہے کہ فلاں شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس نام سے پکارا جائے۔ پس یَا فَاسِقُ کی بنسبت یَا فَسَقُ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وصف فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اور فعل غیر لازم ہوتا ہے جبکہ علم اس سے زیادہ مسمی کو لازم ہوتا ہے اور تشبیہ اور جمع علیت کو باطل کر دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے فافہم۔ موطا امام مالک میں حضرت یحییٰ سے مروی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی ایک آزاد کردہ لونڈی سے فرمایا: اُقْعِدِیْ یَا لَکُم (اے لکع بیٹھ جا)۔ حضرت یحییٰ پر اس روایت کی بنا پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ عورت کے لئے لَکُع بولتے ہیں۔ میں نے حضرت یحییٰ سے مروی اس حدیث کی مثل کو کتاب الدارقطنی میں بھی دیکھا ہے۔ لغت عربی میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ منقول ہے معدول نہیں اس لئے لونڈی کو یَا لَکُع کہنا جائز ہے جس طرح لونڈی کو گالی دیتے ہوئے کہا جاتا ہے: یَا ذُبْلُ، یَا وَسْخُ (اے میل کچیل) اور چونکہ لکع بھی ایک قسم کی میل کچیل کو کہتے ہیں اس لئے اس میں بھی یہ صورت جائز ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ کتاب العین میں مذکور ہے۔

میدانِ احد میں مقتولین کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قبیلہ بنی نجار کے فرد حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ المازنی کا بیان ہے کہ جب مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ ایک انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ سعد کا کیا بنا؟ چنانچہ وہ شخص ان کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر کار اس نے دیکھا کہ وہ شہداء کے درمیان زخمی حالت میں پڑے ہیں اور ان پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔ انصاری کہتے ہیں: میں نے حضرت سعد سے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری خبر گیری کا حکم دیا ہے کہ تم زندہ ہو یا وفات پا چکے ہو؟ حضرت سعد نے فرمایا: میں آخری سانس لے رہا ہوں، میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور عرض کرنا: سعد بن ربیع آپ سے عرض کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے جو جزاء اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور انہیں کہنا سعد بن ربیع تمہیں یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن تمہارے پیارے نبی ﷺ تک رسائی حاصل کر لے اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو، آنکھیں جھپک رہا ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے۔ یہ الفاظ کہنے کے

حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور ﷺ کا استفسار

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا؟ ایک انصاری نے عرض کی میں حاضر ہوں آگے سارے واقعہ ذکر کیا۔ یہ انصاری حضرت محمد بن مسلمہ ہیں۔ واقدی نے ان کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے شہداء کے درمیان کھڑے ہو کر بار بار بلند آواز سے پکارا: اے سعد بن ربیع! لیکن کسی نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ نے یوں کہا: ”اے سعد! رسول اللہ ﷺ نے مجھے تیری خبر گیری کے لئے بھیجا ہے۔“ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دھیمی سی آواز میں انہیں جواب دیا۔ اس کے بعد واقدی نے سارا واقعہ بیان کیا ہے۔ واقدی کا یہ قول اس قول کے خلاف ہے جو حضرت ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصحابة میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ربیع بن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ عن جدہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ شہداء کے درمیان سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے والے شخص حضرت ابی بن کعب تھے۔

بعد انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ انصاری فرماتے ہیں پھر میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو بکر زبیری کا بیان ہے کہ ایک روز ایک شخص سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور دیکھا کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ایک کم سن بیٹی آپ کے سینہ پر بیٹھی ہے اور آپ اس سے پیار کر رہے ہیں۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا یہ بچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، آپ بیعت عقبہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے نقباء میں شامل تھے، غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم و اندوہ اور مشرکین کو مسئلہ کی دھمکی حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے، کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر دیکھا کہ آپ کا پیٹ چاک ہے، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک اور کان پھوڑ دیے گئے ہیں۔

حضرت محمد بن جعفر بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ”اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ غمزہ ہوگی اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن

حمید الطویل اور طلحہ الطلحات

حضرت ابن اسحاق نے حمید الطویل از حسن از سمرہ از نبی کریم ﷺ کے واسطے سے مسئلہ کی ممانعت کے بارے میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ حمید الطویل یہ حمید بن تیرویہ ہے اور آپ کو ابن تیری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو حمیدہ ہے اور آپ طلحہ الطلحات کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مسئلہ کی ممانعت کے بارے میں یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو قبیلہ عرینہ کے لوگوں کا مسئلہ کیا تھا، آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور انہیں سخت گرمی میں چھوڑ دیا گیا۔ ہم کہیں گے کہ اس کے دو جواب ہیں: (1) آپ ﷺ نے بطور قصاص ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کیونکہ انہوں نے مسلمان چرواہوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تھے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے۔ (2) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک تحریم مسئلہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیاسا چھوڑ دیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن انہیں پانی نہ

جائے گا تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تا کہ وہ درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی جنگ میں کفار قریش پر فتح عطا فرمائی تو میں اس کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ جب مسلمانوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی پر رسول اللہ ﷺ کا اس قدر غم و اندوہ دیکھا تو کہنے لگے: ”قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی دن ان پر غلبہ عطا فرمایا تو ہم ان کے مقتولوں کا ایسا مثلہ کریں گے کہ اہل عرب میں کسی نے ایسا مثلہ نہ کیا ہوگا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ ان کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تمہارے وصال کا رادکھ مجھے کبھی نہ پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے زیادہ غیظ و غضب ہوا ہو۔“ پھر فرمایا: ”حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے: حَزْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللَّهِ وَ أَسَدُ رَسُولِهِ۔“ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کے شیر اور رسول اللہ کے شیر۔“

رسول اللہ ﷺ، حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما تینوں آپس میں رضاعی بھائی تھے، انہیں ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی نے دودھ پلایا تھا۔

مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت بریدہ بن سفیان بن قروہ اسلمی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا اور مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اس غم و غصہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیظ و غضب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

دیا گیا یہاں تک کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس لئے پیاسا رکھا تھا کہ ان بد بختوں نے اس رات آپ ﷺ کے اہل بیت کو پیاسا رکھا تھا۔ حدیث مرفوعہ میں مروی ہے کہ اس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کے پاس تھوڑے سے دودھ کے سوا پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ عَطِّشْ مَنْ عَطِّشَ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ۔ ”اے اللہ! ایسے شخص کو پیاسا رکھ جس نے تیرے نبی کے اہل بیت کو پیاسا رکھا۔“ یہ روایت شرح ابن بطلال میں مذکور ہے اور علامہ نسوی نے اس کی تخریج کی ہے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُمْ خِيْلَ لِّلصَّابِرِينَ ۝۱۰ وَأَصْبِرُوا
مَا صَبَرَكُمُ إِلَّا بِأَمْرِ اللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَكْسِرُونَ ۝۱۱ (النحل)

”اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔ اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان (کی ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے معاف فرمادیا، صبر اختیار فرمایا اور مسئلہ کرنے سے منع فرمادیا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جس مقام پر بھی وعظ فرمایا تو آپ اس مقام سے اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ہمیں صدقہ کرنے کا حکم نہ دے لیتے اور مسئلہ کرنے سے منع نہ فرما لیتے۔“

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نماز جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت مقسم مولیٰ عبد اللہ بن حارث سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں لپیٹنے کا حکم دیا، پھر آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور سات تکبیریں کہیں، پھر دوسرے شہداء یکے بعد دیگرے لائے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھے گئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی نماز جنازہ پڑھائی

شہداء کی نماز جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک غیر متہم شخص سے عن مقسم عن ابن عباس روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نماز جنازہ پڑھائی۔ فقہائے حجاز اور امام اوزاعی رحمہم اللہ نے دو وجہوں سے اس حدیث کو لائق استدلال نہیں سمجھا:

(1) اس حدیث کی سند میں ضعف ہے کیونکہ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے یہ حدیث ایک غیر متہم شخص نے بیان کی۔ اب وہ شخص یا تو حسن بن عمارہ ہے اور محمد ثین کے نزدیک حسن بن عمارہ کے ضعف میں کوئی اختلاف نہیں، اکثر محدثین اس سے روایت نہیں لیتے اور اگر حسن بن عمارہ کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہے تو وہ مجہول ہے اور یہ جہالت اسے غیر مقبول بنا دیتی ہے۔

اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ پر بہتر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حضرت صفیہ اور ان کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم و اندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: اٹھو، اپنی والدہ سے ملو اور انہیں واپس لے جاؤ تاکہ وہ اپنے بھائی کی یہ حالت نہ دیکھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے عرض کی: امی جان! رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں، انہوں نے پوچھا: ”کیوں؟ حالانکہ مجھے علم ہوا ہے کہ میرے بھائی کا مسئلہ کیا

(2) اس حدیث پر کسی نے بھی عمل نہیں کیا اور غزوہ احد کی اس روایت کے علاوہ کہیں بھی مروی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں یا حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور خلافت میں کسی شہید کی نماز جنازہ پڑھی ہو سوائے اس شہید کے جو میدان جنگ میں مرتد ہو گیا ہو (1)۔ جہاں تک شہید کو غسل نہ دینے کا تعلق ہے تو اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے سوائے ایک شاذ روایت کے جو بعض تابعین سے مروی ہے، اگرچہ انہوں نے نماز جنازہ میں اختلاف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ شہداء کی حیات برحق ہے، اس کی تصدیق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (آل عمران: 169) ”اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں“۔ اس کے علاوہ شہید کو غسل نہ دینے میں ایک اور حکمت بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا خون ایک عبادت کی علامت ہے، شہید قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ لہذا اسے خون سے پاک کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا خون پہلے ہی پاک اور عبادت کی علامت ہے۔ اسی اصل سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ چہرے سے وضو کا پانی خشک کرنا مکروہ ہے۔

1۔ احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أَحَدٍ صَلَوَتَهُ عَلَى النَّبِيِّتِ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی (صحیح بخاری 179/1، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)۔ مترجم

گیا ہے لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے، جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر راضی رہنے کی توفیق بخشی، میں ان شاء اللہ ضبط سے کام لوں گی اور صبر کروں گی۔“ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے جواب کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”انہیں آنے دو“۔ چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کی لغش کو دیکھا، نماز جنازہ پڑھی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حضرت حمزہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ البتہ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نہیں نکالا گیا تھا۔ آل عبداللہ بن جحش کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ یہ

یہی امام زہری کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ میزانِ عمل میں وضو کے پانی کا بھی وزن کیا جائے گا۔ نیز اسی اصل سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصے میں مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ اس کے منہ کی بو ختم نہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی عبادت کا اثر ہے اور شہید کے خون کی طرح اس کے متعلق بھی مروی ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے روز کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ان دونوں روایتوں کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔ ان کا معنی ایک ہی ہے۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصے میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن جحش المجدع رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ المجدع فی اللہ (اللہ کی راہ میں ناک کان کٹوانے والا) کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ احد کے روز ان کی ناک اور دونوں کان کاٹ دیے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے

روایت میں نے صرف آپ کے اہل خانہ سے سنی ہے۔

شہداء کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمانوں نے اپنے شہداء کو مدینہ طیبہ لا کر دفن کر دیا تھا لیکن پھر رسول اللہ نے اس سے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ انہیں وہاں دفن کرو جہاں انہوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری حلیف بنی زہرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب شہدائے احد کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ”میں ان لوگوں پر گواہ ہوں، بے شک جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، اس کا رنگ خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی، دیکھو ان لوگوں میں سے جو شخص زیادہ حافظ قرآن ہو اسے دفن میں اپنے ساتھیوں سے مقدم رکھنا۔“ مسلمان اس روز دو دو تین تین شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کرتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے چچا حضرت موسیٰ بن یسار نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ابو القاسم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے

کہ احد کے روز صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تنہائی میں ان سے ملے۔ حضرت عبداللہ نے انہیں کہا: اے سعد! آؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگیں، ہم میں سے ایک دعا میں اپنی حاجت کا ذکر کرے اور دوسرا اس پر آمین کہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: میں نے یہ دعا مانگی کہ میں مشرکین کے ایک طاقتور اور ماہر جنگجو گھڑسوار سے جنگ کروں، اسے قتل کروں اور اس کا جنگی سامان چھین لوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا آمین۔ پھر حضرت عبداللہ نے قبلہ شریف کی طرف رخ کیا اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اے اللہ! میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو طاقتور اور نومند ہو اور فن حرب کا ماہر ہو، وہ مجھے قتل کرے اور میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں کل (بروز قیامت) تجھ سے ملاقات کروں تو تو فرمائے: یَا عَبْدِی فِیْمَ جُدِعَ اَنْفُکَ وَ اَذْنُکَ ”اے میرے بندے! کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے؟“ تو میں عرض کروں فِیْکَ یَا رَبِّ وَ فِیْ دَسْوَلِکَ ”اے میرے پروردگار! تیری محبت اور تیرے رسول ﷺ کے عشق کے جرم میں۔“ تو تو فرمائے تم سچ کہہ رہے ہو۔ اے سعد! کہو آمین۔ حضرت سعد فرماتے ہیں میں نے

فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ احد کے روز جب رسول اللہ ﷺ نے شہداء کی تدفین کا حکم دیا تو فرمایا: عمرو بن جموح اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام کو دیکھو، وہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے اس لئے انہیں ایک قبر میں دفن کرنا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمنہ کا غم و اندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے، راستے میں آپ کی ملاقات حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جب وہ لوگوں سے طیس تو انہیں ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے

آمین کہا، پھر میں پچھلے پہر ان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے اور ان کی ناک اور کان کاٹے جا چکے ہیں، ان کی ناک اور کان ایک رسی کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میرا مقابلہ بھی ایک مشرک سے ہوا، میں نے اسے قتل کیا اور اس کا جنگی سامان چھین لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار میں تبدیل ہو گئی، پھر آپ نے اسی کے ذریعے جنگ کی۔ اس تلوار کو ”العرجون“ کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار نسل در نسل منتقل ہوتی آئی یہاں تک کہ بقاء ترکی (خلیفہ معتمد باللہ کا ایک امیر سلطنت) کے ہاتھ دو سو دینار کے بدلے بیچ دی گئی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن ان کی ہتھکڑی ”العون“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ واقعہ بدر کے روز پیش آیا۔ جس مشرک نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا وہ ابو الحکم بن افضل بن شریق تھا۔ شہادت کے وقت حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے خاوند حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ چیخ اٹھیں اور واویلا کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کے دل میں اپنے خاوند کا ایک خاص مقام ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ کو دیکھا کہ بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر پر حوصلے میں رہیں اور اپنے خاوند کی شہادت کی خبر پر چیخ اٹھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ و بکا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ انصار بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے ایک گھر کے پاس سے گزرے، آپ نے انہیں اپنے شہداء پر آہ و بکا اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کچھ دیر آپ ﷺ روتے رہے پھر فرمایا: لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، چنانچہ جب حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما بنی عبدالاشہل کے گھروں میں پہنچے تو اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی کمریں کس لیں اور جا کر رسول اللہ ﷺ کے چچا پر روئیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے بیان کیا انہوں نے بنی عبدالاشہل کے کسی شخص سے روایت کیا کہ اس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو

اس غزوہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو کا ذکر آیا ہے کہ ابوسفیان نے کہا: اَعْلُ هَبْلُ اس کا معنی ہے اے ہبل تیری شان اور اونچی ہو، پھر اس نے کہا اَنْعَمْتَ فَعَلٍ یعنی تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ لوگوں نے کہا ہے کہ اس قول میں اَنْعَمْتَ سے اس کی مراد ازلام یعنی وہ تیر ہیں جن کے ساتھ فال نکالی جاتی تھی۔ ابوسفیان جب احد کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے ان تیروں سے فال نکالی تھی جو اس کی مرضی کے مطابق نکلی تھی۔ اس کا قول فَعَالٍ فَعَلٍ امر ہے یعنی تو ان تیروں سے دور رہ اور ان کی ملامت کو چھوڑ دے۔ اہل عرب کہتے ہیں اَعْلٍ عَنِّي وَعَالٍ عَنِّي یعنی مجھ سے دور رہ اور مجھے چھوڑ دے۔ مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز ابوسفیان سے کہا: تمہاری وہ بات کہاں ہے اَنْعَمْتَ فَعَالٍ؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے بہتر کیا اور امور جاہلیت کو ختم کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **إِذْ جَعَنَ يَوْ حَمُكُنَّ اللَّهُ فَقَدْ اسْمَتُنَّ بِنَفْسِكُنَّ** ”واپس چلی جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم نے اپنی طرف سے تسلی کا حق ادا کر دیا ہے۔“ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس روز نوحہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے، یہ غمگساری کا اظہار ان میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، ان عورتوں سے کہو کہ واپس چلی جائیں۔“

بنی دینار کی ایک عورت کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی عون نے بیان کیا انہوں نے حضرت اسماعیل بن محمد سے انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کے غزوہ احد میں خاوند، بھائی اور باپ تینوں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اسے ان کی شہادت سے آگاہ کیا تو اس نے کہا مجھے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے **لَا سَوَاءَ أَيْ لَا نَحْنُ سَوَاءَ** یعنی ہم اس معاملہ میں برابر نہیں۔ ابتدائے کلام میں معرفہ پر لا کا دخول صرف اس صورت میں جائز ہے جب لا کا تکرار ہو جیسے **لَا زَيْدٌ قَلِيمٌ وَلَا عَمْرٌو عَجَارِجٌ**۔ لیکن اس مقام پر تکرار کے بغیر بھی لا کا دخول جائز ہے کیونکہ کلام میں مقصود فعل کی نفی ہے یعنی **لَا يَسْتَوِي** جیسے یوں کہنا جائز ہے **لَا نَوَلِّكَ** یعنی **لَا يَتَّبِعُنِي لَكَ**۔ کتاب کے آغاز میں ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے جہاں ہم نے شاعر کے اس قول پر گفتگو کی ہے:

فَشَتْنَا سَعْدًا فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ

مخیر ترق کا واقعہ اور دور اسلام میں پہلی وقف

اس غزوہ کے جو امور قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک مخیر ترق کا واقعہ ہے۔ یہ بنی نضیر کا ایک فرد ہے، اس نے کہا تھا اگر میں مارا جاؤں تو میرا مال محمد (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں۔ چنانچہ وہ احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس کا مال اوقاف بنا دیا۔ یہ پہلی وقف ہے جو دور اسلام میں مقرر کی گئی۔ یہ

ہے؟ لوگوں نے بتایا خیراً یا اُمّ فلانِ ہو بِحَمْدِ اللّٰهِ کَمَا تُحِبِّینَ ”الحمد للہ حضور بالکل خیر و عافیت سے ہیں جیسے تو چاہتی ہے۔“ وہ کہنے لگی میرے آقا کہاں ہیں تاکہ میں روئے زیبا دیکھ لوں۔ اشارہ کر کے بتایا گیا کہ حضور ﷺ وہ کھڑے ہیں۔ حضور ﷺ کو بخیریت دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ ”حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: لفظ جَلَلٌ قلیل و کثیر دونوں کے لئے آتا ہے۔ یہاں یہ قلیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قلیل کے معنی میں امرؤ القیس نے اس شعر میں استعمال کیا ہے:

لِقَتْلِ یَنَیْ اَسَدٍ دَبَّہُمْ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ سِوَاہُ جَلَلٌ
”بنی اسد کا اپنے رب کو قتل کرنا خبردار اس کے بعد ہر چیز قلیل ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کے اس قول میں لفظ جَلَلٌ کثیر کے معنی میں ہے۔ یہ شاعر حارث بن وعلہ جرمی ہے:

وَ لَئِنْ عَفَوْتُ لَآ عَفُوْنَ جَلَلًا وَ لَئِنْ سَطَوْتُ لَآ وَهِنَ عَظِیْمٍ
”اگر میں نے معاف کر دیا تو کثرت سے معاف کروں گا اور اگر میں ناراض ہو گیا تو اپنی ہڈیاں بھی کمزور کر دوں گا۔“

تلواروں کی صفائی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے کا شانہ اقدس میں تشریف لائے تو اپنی تلوار اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا بیٹی! اس سے خون دھو ڈالو۔ پھر فرمایا وَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِی الْیَوْمَ ”بخدا آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔“ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی اور فرمایا: اس سے بھی خون دھو ڈالو۔ پھر آپ نے بھی فرمایا: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِی الْیَوْمَ ”بخدا! آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَئِنْ کُنْتَ صَدَقْتَ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَقَ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حَنِیْفٍ وَ اَبُو دُجَانَةَ

بات حضرت محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے۔ امام زہری نے فرمایا: وہ سات باغات تھے جن کے اسماء یہ ہیں: اعراف، اعواف، صافیہ، دلال، برقہ، حبشی اور مشربہ ام ابراہیم۔ مؤخر الذکر کا نام مشربہ ام ابراہیم اس لئے تھا کہ ام ابراہیم اس میں رہتی تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے مخیرق کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ہم نے مذکورہ امور اس کے مکملہ اور مزید افادیت کے طور پر ذکر کر دیے ہیں۔

”(اے علی!) اگر آج تم نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابودجانہ نے بھی حق ادا کر دیا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت ابن ابی نجیح نے کہا احد کے روز کسی نے با آواز بلند یہ شعر پڑھا:

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ
”تلوار تو صرف ذوالفقار ہے اور نو جوان تو صرف علی ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اب مشرکین ہم کو اس طرح کی مصیبت نہیں پہنچائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فتح عطا فرمادے گا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد پندرہ شوال بروز ہفتہ پیش آیا۔

دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سولہ شوال بروز اتوار رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے دشمن کا تعاقب کرنے کا اعلان کیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ نکلیں گے جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے مجھے میری سات بہنوں کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑا تھا اور کہا تھا میرے اور تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم ان خواتین کو اس حالت میں چھوڑ دیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو اور تیری حیثیت اتنی بھی نہیں ہے کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے معاملہ میں اپنی ذات پر ترجیح دے سکوں۔ اس لئے تو اپنی بہنوں کے پاس ٹھہر جا۔ چنانچہ میں ان کے پاس ٹھہر گیا (اس لئے غزوہ احد میں شریک نہ ہو سکا)۔“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کا مقصد دشمن کو خوفزدہ کرنا تھا تا کہ ان تک یہ خبر پہنچ

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر ذکر کیا ہے لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ۔ یہ فاء کے فتح کے ساتھ ہے اور فَقَارَۃ کی جمع ہے اور اگر کسرہ کے ساتھ ذُو الْفَقَارِ کہا جائے تو اس صورت میں یہ فقرۃ کی جمع ہے۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ احد کے روز

جائے کہ آپ ﷺ ان کے تعاقب میں نکل پڑے ہیں اور مسلمانوں میں اب بھی مقابلہ کی قوت موجود ہے اور غزوہ احد میں انہیں جن ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کی وجہ سے وہ دشمن سے غافل نہیں ہو گئے۔

حضور ﷺ کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی ایک مثال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن خاریجہ بن زید بن ثابت نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان سے روایت کیا کہ بنی عبدالاشہل کے ایک صحابی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک بھائی دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ ہم زخمی حالت میں واپس آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے یا اس نے مجھے کہا: ”کیا ہم اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے؟ قسم بخدا! ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں جس پر ہم سوار ہو سکیں اور ہم شدید زخمی بھی ہیں۔“ آخر ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل پڑے، میں قدرے کم زخمی تھا، جب میرا بھائی نڈھال ہو جاتا تو میں اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا یہاں تک کہ ہم بھی اس مقام تک پہنچے جہاں تک مسلمان گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا تقرر بطور عامل مدینہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا۔ یہ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ بقول ابن ہشام اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: آپ ﷺ نے پیر، منگل اور بدھ تین دن وہاں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

ایک ہوا چلی تو لوگوں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَ لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ

یہ شعر ان اشعار میں سے ایک ہے جو اس نے ذکر کئے۔ حضرت ابن اسحاق نے بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی الرضیٰ

معبد الخزاعی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ معبد بن ابی معبد الخزاعی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ بنی خزاعہ کے مسلمان اور مشرک تہامہ کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے راز دان تھے۔ ان کا آپ ﷺ کے ساتھ اتفاق و اتحاد تھا، وہ آپ ﷺ سے کوئی واقعہ بھی چھپاتے نہیں تھے جو ان کے ہاں پیش آتا، معبد ابھی تک مشرک تھا۔ اس نے عرض کی اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! آپ کے جو صحابہ شہید ہوئے ہیں ہمیں اس پر بہت دکھ ہوا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے صحابہ کے درمیان بخیر و عافیت رکھے۔ رسول اللہ ﷺ ابھی حمراء الاسد کے مقام پر ہی تھے کہ معبد نے واپس جا کر روحاء کے مقام پر ابوسفیان سے ملاقات کی۔ مشرکین واپس پلٹ کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے چند طاقتور اور ذی اثر اصحاب کو قتل کر دیا ہے۔ ہم پھر ان کی طرف لوٹیں گے تاکہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہم ان کے باقی ماندہ افراد پر حملہ کر کے ان کا قصہ تمام کر دیں گے۔ اسی اثناء میں ابوسفیان نے معبد کو دیکھا۔ اس نے پوچھا مَا وَدَّاءُكَ يَا مَعْبُدُ ”اے معبد! سناؤ کیا خبر لائے ہو؟“ معبد نے کہا ”محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کا اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ ایسا لشکر میں نے آج تک نہیں دیکھا، وہ غصے سے تم پر پل پڑیں گے جو مسلمان جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ بھی آپ (ﷺ) کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ وہ سخت نادم ہیں کہ انہوں نے پہلا موقع ضائع کر دیا۔ وہ تم پر اس قدر غضبناک ہیں کہ ایسا غصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“ ابوسفیان نے کہا تم پر ہلاکت ہو، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ معبد نے کہا ”قسم بخدا! میری رائے تو یہی ہے کہ اس سے بیشتر کہ تم ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھو، تم کوچ کر جاؤ۔“ ابوسفیان نے کہا ”قسم بخدا! ہم نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ پلٹ کر ان پر حملہ کریں اور ان کے باقی ماندہ افراد کی جڑ بھی کاٹ دیں۔“ معبد نے کہا: ”اس غلطی سے میں تمہیں روکتا ہوں، قسم بخدا! مسلمانوں کا عزم و ارادہ دیکھ کر میں ان کے متعلق چند اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا۔“ ابوسفیان نے کہا ”تو نے کیا اشعار

رضی اللہ عنہ کی تلوار سے خون دھونے لگیں تو آپ نے یہ شعر کہا:

أَفَاطِمُ هَاتِي السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيمٍ فَلَسْتُ بِرِغْدِيدٍ وَلَا بِلَنِيمٍ
”اے فاطمہ! اس بے عیب تلوار کو لے لے اور میں بھی نہ بزدل ہوں اور نہ لئیم۔“

کہے: ”اس نے کہا میں نے یہ اشعار کہے:

كَادَتْ تُهْذُ مِنَ الْأَصْوَاتِ رَاحِلَتِي إِذْ سَالَتْ الْأَرْضُ بِالْجُرُودِ الْبَابِلِ
”قرب تھا کہ میری سواری کا جانور لشکروں کے شور و غل کی ہولناکی کی وجہ سے گر پڑتا جب
زمین پر جوق در جوق کم موگھوڑوں کا سیلاب آگیا۔“

تَرَوِي بِأَسَدٍ كِرَامٍ لَا تَنَابِلَةً عِنْدَ الْلِقَاءِ وَلَا مِيلَ مَعَاذِلِ
”جو ایسے ذی شان شیروں کو اٹھائے دوڑ رہے تھے جو مقابلہ کے وقت نہ ست اور بزدل
ہوں گے اور نہ ہتھیاروں سے خالی ہوں گے۔“

فَظَلْتُ عَدُوًّا أَظُنُّ الْأَرْضَ مَائِلَةً لَمَّا سَمَوَا بِرِئِيسٍ غَيْرِ مَخْذُولِ
”جب وہ گھوڑے ایک ایسے سردار کے ساتھ بلند ہوئے جو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا گیا تھا
تو میں تیز دوڑنے لگا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے زمین جھکی جا رہی ہے۔“

فَقُلْتُ وَيْلَ ابْنِ حَرْبٍ مِّنْ لِّقَائِكُمْ إِذَا تَغَطَّطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ
”میں نے کہا تمہاری ملاقات سے ابوسفیان بن حرب کے لئے ہلاکت ہے جب وادی

غزوة حمراء الاسد

شرح قصیدہ معبد الخزاعی

حضرت ابن اسحاق نے معبد الخزاعی کے اشعار ذکر کئے ہیں۔ ان اشعار میں ہے:

إِذَا تَغَطَّطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ

لفظ تَغَطَّطَتِ غِطْبَةٌ سے مستعار ہے اور غِطْبَةٌ ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔

معبد کا قول ہے بِالْخَيْلِ۔ یہاں اس نے حرف لیں کو ردیف بنایا ہے حالانکہ بقیہ تمام اشعار میں
روی (قافیہ کے حرف) سے پہلے حرف مد و لیں کو ردیف بنایا گیا ہے۔ یہ وہی سناد (روی سے پہلے
ردیف کا عیب) ہے جسے ہم نے کتاب کے آغاز میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول فَسُوْنِدٌ بَيْنَ
الْقَبَائِلِ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اس کی مثال عمرو بن کلثوم کا یہ شعر ہے:

أَلَا هُبْنِي بِصَحْنِكَ فَاصْبِحِينَا

پھر اس نے کہا:

تُصَفِّقُهَا الرِّيحُ إِذَا جَرَيْنَا

اس سناد کا نام سنادِ عربی ہے نہ کہ سنادِ صنائی۔ عد بن بن رفاع نے کہا:

بطحاء گھوڑوں سے تھر تھرا اٹھے گی۔“

إِنِّي نَذِيرٌ لِّلْأَهْلِ الْبَيْتِ صَاحِبَةٌ لِّكُلِّ ذِي إِرْبَةٍ مِنْهُمْ وَ مَعْقُولٌ
”بے شک میں سورج کی دھوپ میں چمکنے والی سرزمین کے رہنے والوں (یعنی قریش مکہ) میں سے ہر صاحب عقل و دانش کو ڈرانے والا ہوں۔“

مِنْ جَيْشِ أَحْمَدَ لَا وَخَشٍ تَنَابُلَةٍ وَ لَيْسَ يُوصَفُ مَا أُنْذِرْتُ بِالْقِيلِ
”(سیدنا) احمد (مجتبیٰ ﷺ) کے لشکر سے جو ست اور کوتاہ قد نہیں ہیں اور جس بات سے میں نے ڈرایا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔“

اس طرح اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو واپس لوٹا دیا۔

حضور ﷺ کو ابوسفیان کا پیغام

پھر ابوسفیان کے پاس سے قبیلہ عبدالقیس کے سواروں کا ایک قافلہ گزرا۔ اس نے ان سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کس لئے؟ انہوں نے کہا ہمیں کچھ غلہ خریدنا ہے۔ اس نے کہا کیا تم محمد (ﷺ) کو میرا پیغام پہنچا دو گے جو میں تمہارے ہاتھوں ان کی طرف بھیج رہا ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں عکاظ کی منڈی میں زبیب (کشمش) کا لدا ہوا ایک اونٹ دون گا۔ انہوں نے کہا ہم تیرا پیغام پہنچا دیں گے۔ اس نے کہا ”پھر تم انہیں بتانا کہ ہم نے دوبارہ ان پر اوزان کے اصحاب پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے تاکہ ہم ان کے باقی ماندہ لوگوں کی جڑیں بھی کاٹ کر رکھ دیں۔“ اس قافلہ کی ملاقات حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئی۔ قافلہ والوں نے آپ ﷺ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ پیغام سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حَسْبُنَا اللَّهُ وَ نِعْمَ

وَ قَصِيدَةٌ قَدْ بَثَّ أَجْمَعُ بَيْنَهَا حَتَّى أَقْوَمَ مَيْلَهَا وَ سِنَادَهَا
نَظَرَ الشَّقِيفِ فِي كُغُوبِ قَنَاتِهِ كَيْمَا يُقِيمَ ثِقَاةَ مُنْكَدَهَا

”کتنے ہی ایسے قصیدے ہیں جنہیں جمع کرتے ہوئے میں نے راتیں بسر کیں یہاں تک کہ میں نے ان کی کجی اور سناد کو اس شخص کی مانند سیدھا کر دیا جو اپنے نیزے کی گرہوں کو اس طرح سیدھا کرتا ہے کہ اس کا ثقاف (نیزہ سیدھا کرنے والا ہتھیار) کہیں نیزے کے جھکاؤ کو بھی سیدھا نہ کر دے۔“

مَعْبَدَ قَوْلٍ هِيَ لَا تَنَابُلَةٍ يَعْنِي وَهْ كُتَاهَ قَدْ نَهَيْتُ هِيَ۔ تَنَابُلَهُ تَنْبَالٌ كِي جَمْعُ هِيَ جَوَالَتَبَلٍ سَعِ
تَفْعَالٌ كَاوْزَنَ هِيَ وَرْتَنَالٌ جَهْوَتِي كُنْكَرِيُوں كُو كَهْتِي هِيَ۔

الْوَكِيلُ ” ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

صفوان کا ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا ”حضرت ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ابوسفیان بن حرب جب احد کے روز واپس لوٹا تو اس نے دوبارہ مدینہ طیبہ کی طرف پلٹنے کا ارادہ کیا تا کہ باقی ماندہ اصحاب رسول ﷺ کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ اس پر صفوان بن امیہ بن خلف نے انہیں کہا: ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ ابھی ایک جنگ کر چکے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں دوسری جنگ کا نتیجہ برعکس نہ نکلے، اس لئے واپس چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔ ادھر جب حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے واپس پلٹ کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے پروگرام کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ سُوِّمَتْ لَهُمْ حِجَارَةٌ لَوْ صَبَحُوا بِهَا لَكَانُوا كَأَمْسِ الدَّاهِبِ ”اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ان کے لئے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے پلٹ کر ہم پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو وہ پتھران پر برسائے جائیں گے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔“

ابوعزہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہونے سے پہلے معاویہ بن مغیرہ بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اور ابوعزہ نجی کو گرفتار کر لیا تھا۔ معاویہ عبد الملک بن مروان کا نانا اور ان کی ماں عائشہ بنت معاویہ کا باپ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں بھی اسے قید کر لیا تھا لیکن پھر اس پر احسان کرتے ہوئے اسے رہا کر دیا تھا۔ اب پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری غلطی سے درگزر فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وَاللّٰهِ لَا تَمْسَحُ عَارِضِيْكَ بِمَكَّةَ بَعْدَهَا وَ تَقُوْلُ خَدَعْتُ مُحَمَّدًا مَّرَّتَيْنِ اِضْرِبْ

ابوعزہ نجی

حضرت ابن ہشام نے ابوعزہ کا ذکر کیا ہے اسے حضرت عمیر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ بعض علماء نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بنی خدارہ کے فرد عبد اللہ بن عمیر تھے یا عبد اللہ بن عمیر خطمی تھے۔ حضرت زبیر نے ابن جعدیہ اور ضحاک بن عثمان سے روایت کرتے ہوئے ابو عزہ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جعدہ لغت میں جَعَادِبُ کا واحد ہے اور جَعَادِبُ پانی میں اٹھنے والے

عُنُقَهُ يَا ذَبِيرٌ“ قسم بخدا! (اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تاکہ) مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ازراہِ تعالیٰ تم یہ نہ کہو کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دوبارہ دھوکہ دیا ہے۔ اے ذبیر! اٹھو اس کی گردن اڑا دو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے حضرت سعد بن مسیب سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْوُيْنَ لَا يُلْدَغُ مِنْ جُحْرِ مَرَّتَيْنِ، اِضْرِبْ عُنُقَهُ يَا عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ ”بے شک مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا، اے عاصم بن ثابت! اٹھو اس کی گردن اڑا دو۔“ چنانچہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔

معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ غزوہ حراء الاسد کے بعد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے معاویہ بن مغیرہ کو قتل کر دیا۔ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پناہ طلب کی تھی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے پناہ کی

بلبلوں کو کہتے ہیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ابو عزرہ جحی برص کا مریض تھا۔ قریش نہ اس کے ساتھ مل کر کھاتے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اس نے کہا اس تکلیف سے تو موت بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے لوہے کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور مکہ کی کسی گھاٹی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے وہ لوہے کا ٹکڑا اپنے پہلو میں مارا۔ ابن جعدہ کہتے ہیں کہ اس سے خون بہنے لگا اور ضحاک کا بیان ہے کہ اسے صرف چمڑے اور اس کے نیچے والی جھلی کے درمیان زخم آیا جس سے پیپ بہنے لگی۔ اس طرح اسے برص کے مرض سے نجات مل گئی۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ وَاَيْلٍ وَ تَهْدِ وَ التَّهْمَاتِ وَالْجِبَالِ الْجُرُودِ
”اے اللہ! اے گھاٹیوں، ٹیلوں، وادیوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کے رب!“

وَ رَبِّ مَنْ يُّوْعَى بِاَرْضِ نَجْدٍ اَصْبَحْتُ عَبْدًا لَّكَ وَ اَبْنُ عَبْدٍ
”اور ان جانوروں کے رب جو سرزمین نجد میں جرتے ہیں، میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا بن گیا ہوں۔“

اَبْرَأَتْنِيْ مِنْ وَضَحٍ بِجِلْدٍ مِنْ بَعْدِ مَا طَعَنْتُ فِيْ مَعْبَتِيْ
”تو نے مجھے جلد پر پڑے ہوئے برص کے داغوں سے نجات بخشی ہے بعد ازاں۔۔۔ میں نے اپنے پہلو میں نیزہ گھونپ دیا تھا۔“

درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے اس شرط پر پناہ دی کہ وہ تین دن کے بعد یہاں پایا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد بھی وہ وہیں قیام پذیر رہا اور چھپا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے دو صحابیوں کو بھیجا اور فرمایا: وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے وہاں سے گرفتار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔

غزوہٴ احد کے بعد عبد اللہ بن ابی کا کردار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کو اپنی قوم میں ایک مقام اور شرف حاصل تھا جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھنے کے بعد منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو وہ کھڑا ہوتا اور کہتا لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے ذریعے عزت و اکرام سے نوازا ہے لہذا ان کی امداد اور تعظیم کرو اور ان کے ارشادات سنو اور ان کی اطاعت کرو، پھر وہ بیٹھ جاتا لیکن جب اس نے احد کے روز غلط روش اختیار کی اور اپنے منافقین کو لے کر واپس لوٹ آیا تو اس دفعہ جب وہ کھڑا ہو کر وہی کچھ کہنے لگا جو پہلے کہا کرتا تھا تو مسلمانوں نے چاروں طرف سے اسے کپڑوں سے پکڑ لیا اور کہا اے دشمن خدا! بیٹھ جا تو اس کام کا اہل نہیں ہے جبکہ تو نے ایسا غلط اقدام کیا۔ اس پر وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا: قسم بخدا! ”میں نے کوئی بری بات تو نہیں کہی، میں تو انہی کے کام کی پختگی کے لئے کھڑا ہوا تھا“۔ مسجد کے دروازے پر اس کی ملاقات ایک انصاری سے ہوئی،

ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک قافلہ کے ذریعے ابوسفیان کی دھمکی کا پیغام پہنچانے کا ذکر کیا ہے۔ جس شخص نے اس کا پیغام مسلمانوں تک پہنچایا تھا وہ نعیم بن مسعود ہے۔ اس دھمکی آمیز پیغام کو سن کر مسلمانوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ ”ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے“۔ تفسیر میں اسی طرح آیا ہے۔

عبد اللہ بن ابی کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی کا یہ قول ذکر کیا ہے جو اس نے مسجد سے نکلنے وقت کہا تھا: لَكَائِمًا قُلْتُ بَجْرًا (گو یا میں نے کوئی بری بات کہہ دی ہو) بجز امر عظیم کو کہتے ہیں اور بجاری

انہوں نے پوچھا بد بخت تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا ”میں تو کھڑا ہو کر انہی کے کام کی پختگی چاہتا تھا لیکن ان کے چند اصحاب مجھ پر جھپٹ پڑے، میرے کپڑے کھینچنے لگے اور مجھے جھڑکنے لگے، گویا میں نے ان کے کام کی پختگی کا ارادہ کر کے کوئی برا کام کیا ہو“۔ انصاری کہنے لگے ”بد بخت! واپس چلا جا، رسول اللہ ﷺ تیرے لئے بخشش کی دعا کریں گے۔ اس نے کہا قسم بخدا! مجھے ان کی دعائے مغفرت کی ضرورت نہیں۔

یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یوم احد آزمائش، مصیبت اور امتحان کا دن تھا، اس روز اللہ تعالیٰ نے مومنین کو آزمایا اور ان منافقین کا پردہ چاک کر دیا جو زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن اپنے دلوں میں کفر چھپائے رکھتے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شہادت و کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔

مصاب کو کہتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت میں مذکور ہے یا ہادی الطریق جرت انما هو الفجر والبجر ”اے رہنما! تو راستے سے ہٹ گیا ہے، وہ فجر ہے یا بجر ہے“۔ خطاب نے کہا: اس کا معنی مصیبت ہے۔

اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں شہدائے احد کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: يَالْمَيِّتِي غُوْدِرْتُ مَعَ اَصْحَابِ نَحْصِ الْجَبَلِ ”کاش مجھے پہاڑ کے دامن میں تیرا لگن دے کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا“۔ نَحْصُ الْجَبَلِ پہاڑ کے سب سے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہم سے حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ بکائی نے بیان کیا انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطہلی سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے غزوہ احد کے متعلق سورہ آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائیں جن میں اس غزوہ کے واقعات کا بیان اور بعض مسلمانوں پر عتاب کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱﴾

(آل عمران)

”اور یاد کرو (اے محبوب ﷺ) جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپ اپنے گھروں سے (اور میدانِ احد میں) بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لئے لے لے اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے“ ۱

۱۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا تَبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ کا معنی ہے آپ مومنوں کو جنگ کے لئے مورچوں اور منازل میں بٹھا رہے تھے۔ کیت بن زید کا شعر ہے:

لَيْتَنِي كُنْتُ قَبْلَهُ قَدْ تَبَوَّاتُ مَضْجَعًا
”کاش میں اس سے پہلے کسی بستر پر بیٹھ چکا ہوتا۔“

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جو تم کہہ رہے تھے اور جاننے والا ہے جو تم چھپا رہے تھے۔

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمْ ۖ وَاللَّهُ فَلِيٌّ كُلِّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾

(آل عمران)

غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر

حضرت ابن اسحاق نے ان آیات کی صرف وہ تفسیر ذکر کی ہے جس کی ایک قارئی سیرت کو ضرورت پڑتی ہے۔ انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران: 128)

”جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہا ردیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا ۲ (اس لئے اس نے اس لغزش سے بچا لیا) اور صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو ۳۔“

۱۔ یعنی ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دیں۔ طائفان سے مراد بنی سلمہ بن جسم بن خزرج اور بنی حارثہ بن النبیت بن اوس ہیں۔ یہ دونوں قبیلے لشکر اسلام کے میمنہ اور میسرہ پر تھے۔

۲۔ یعنی حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے دور کرنے والا تھا جو انہوں نے بزدلی اور ہمت ہارنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کی یہ کم ہمتی محض جسمانی کمزوری کی وجہ سے تھی ورنہ ان کے دین اور ایمان میں کوئی شک نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ان کی بشری کمزوری کو دور فرما دیا یہاں تک کہ وہ قوی القلب ہو کر اپنے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا بنی اسد کے ایک عالم کا بیان ہے کہ ان دونوں جماعتوں نے کہا: ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم اس ارادے کا انکار کر دیں جو ہم نے کیا تھا۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی۔

۳۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳۷﴾ یعنی جس مومن کو بھی کوئی کمزوری لاحق ہو اسے صرف مجھ پر توکل کرنا چاہیے اور مجھی سے مدد مانگنی چاہیے، میں اس کے معاملہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس سے وہ کمزوری دور کر دوں گا یہاں تک کہ اسے اس کے مقصد تک پہنچا دوں گا، اس کا دفاع کروں گا اور اس کے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اسے قوت و طاقت عطا فرماؤں گا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ﴿۱۳۸﴾ (آل عمران)

”اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے! پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم (اس بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو“ ۲

۱۔ یعنی تمہاری تعداد بھی کم تھی اور تم قوت و طاقت کے لحاظ سے بھی کمزور تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے اس کی اتنی ہی تفسیر ذکر کی ہے جو ان کی کتاب میں موجود ہے، جبکہ تفسیر ترمذی میں ایک مرفوع حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسفیان، حارث بن ہشام، عمرو بن العاصی کے حق میں بددعا فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران: 128) چنانچہ انہوں نے توبہ کی اور اسلام لے آئے

۲۔ یعنی مجھ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ یہی میری نعمتوں کا شکر ہے۔

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُبَدِّلَكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ۖ بَلَىٰ! إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فُورِهِمْ هَذَا يُبَدِّلْكُمْ بِخَمْسَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ (آل عمران)

”(عجب سہانی گھڑی تھی) جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آدمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔“

یعنی اگر تم میرے دشمنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ اور میرے حکم کی پیروی کرو اور کفار تیزی سے اسی وقت تم پر آدمکیں تو میں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔
بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسَوِّمِينَ کا معنی ہے نشان لگائے گئے۔ حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے اپنے گھوڑوں کی دموں اور گردن کے بالوں پر سفید اون کے نشان لگا رکھے تھے۔ البتہ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز فرشتوں کے نشان سے مراد ان کے سفید عمامے ہیں۔ اس کا ذکر واقعہ بدر میں گزر چکا ہے۔
السَّيِّمَاتُ کا معنی علامت ہے۔ کتاب اللہ عزوجل میں ہے: سَيِّمَاتُهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَكْثَرِ السُّجُودِ (فتح: ۲۹) ”ان (کے ایمان و عبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔“ حَجَّارَاتٌ مِّنْ سَجِيلٍ مَُّنْصُودٍ مَُّسْوَمَةٌ (ہود) ”پتھر آگ میں پکے ہوئے پے درپے جو نشان زدہ تھے۔“ ہمیں حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”(اس آیت کا معنی یہ ہے کہ) ان پر ایسا نشان تھا کہ وہ دنیا کے پتھر نہیں بلکہ عذاب کے پتھر ہیں۔“

اور اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ ابوسفیان کے حسن اسلام کے متعلق یہی حدیث ثابت ہے بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے کوئی اور دعویٰ کیا ہے اور حارث بن ہشام کے حسن اسلام اور شام میں شہادت پانے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور عمرو بن العاصی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو ”دیگر لوگ اسلام لائے اور عمرو ایمان لایا۔“ ایک روایت میں ان کا اپنا

روہ بن عجاج نے کہا:

فَلَا نَ تَبْلَى بِيَ الْجِمَادُ السُّهْمَ وَ لَا تُجَارِيَنِي إِذَا مَا سَوَمُوا
وَ شَخَّصَتْ أَبْصَارُهُمْ وَ أَجْدَمُوا

”پس اب میرے ساتھ تیز رفتار دو غلے گھوڑے ظاہر کیے جائیں گے اور تو میرے ساتھ اس وقت نہ چلنا جب گھوڑوں کو نشان زدہ کیا جائے اور ان لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور وہ تیزی سے بھاگ جائیں۔“

زال معجمہ کے ساتھ أَجْدَمُوا کا معنی ہے انہوں نے جلدی کی اور دال مہملہ کے ساتھ أَجْدَمُوا کا معنی ہے انہوں نے کاٹا۔

یہ ان کے ایک ار جوزہ کے اشعار ہیں۔ مُسَوِّمَةٌ چرائے جانے والے گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ کتاب اللہ تعالیٰ میں ہے: وَالْخَيْلِ الْمُسَوِّمَةِ (آل عمران: ۱۴) (اور گھوڑے چرائے ہوئے) شَجَرًا فِيهِ تُسِيمُونَ ⑩ (النحل) (اور اس سے سبزہ اگتا ہے جس میں تم مویثی چراتے ہو)۔ اہل عرب کا قول ہے: سَوِّمَ خَيْلَهُ وَ اِبِلَّهُ وَ اَسَامَهَا ”اس نے اپنے گھوڑے اور اونٹ چرائے۔ کیت بن زید نے کہا:

رَاعِيًا كَانَ مُسَجِّحًا فَقَقَذَنَاهُ وَ فَقَذُ الْمُسِيمِ هُلْكُ السَّوَامِ
”وہ شخص چرانے والا اور نرم اخلاق تھا، ہم نے اسے کھودیا اور چرواہے کی عدم موجودگی مویثیوں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسَجِّحًا کا معنی ہے نرمی سے سرداری کرنے والا اور بکریوں پر احسان کرنے والا۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۖ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ
الْحَكِيمِ ⑪ (آل عمران)

”اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لئے اور تاکہ مطمئن ہو

فرمان ہے: میری ہجرت کا مقصد مال و دولت کا حصول نہ تھا بلکہ میری ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے لئے تھی۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا: نِعْمًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ”مرد صالح کے لئے اچھا مال کیا ہی خوب ہے۔“ اس حدیث میں آپ ﷺ نے انہیں مرد صالح فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: اِنِّی

جائیں تمہارے دل اس سے اور (حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔“

یعنی میں نے اپنے فرشتوں کے لشکروں کو صرف تمہاری خوشخبری کے لئے نشان زدہ کیا اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں کیونکہ میں تمہاری بشری کمزوری کو جانتا ہوں اور فتح و نصرت میری بادشاہت اور قدرت کی وجہ سے صرف میری طرف سے ہے کیونکہ حقیقی غلبہ اور حکمت مجھے ہی حاصل ہے، میری مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔ پھر فرمایا:

لَيَقْطَعَنَّ طَرَفَا مَنِ الدِّينِ كُفْرًا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)
 ”(یہ مدد اس لئے تھی) تاکہ کاٹ دے ایک حصہ کافروں سے یا ذلیل کر دے ان کو۔ پس لوٹ جائیں نامراد ہو کر۔“

یعنی تاکہ قتل کے ذریعے انتقام لے کر مشرکین سے ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ناکام و نامراد واپس لوٹا دے یعنی ان کے باقی ماندہ لوگ ناکام اور ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹ جائیں اور ان کی کوئی امید پوری نہ ہونے پائے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یکتہم کا معنی ہے انہیں شدید غم میں مبتلا کر لے اور انہیں اپنے ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے روک دے۔ ذوالرمہ نے کہا:

مَا أَنَسَ مِنْ شَجْنٍ لَا أَنَسَ مَوْقِفَنَا فِي حَمَاقَةِ بَيْنَ مَسْرُورٍ وَ مَكْبُوتٍ
 ”میں اس غم کو نہیں بھول سکتا اور میں اپنی قوم کی خوشی اور غم کے درمیان حیرانگی کی حالت میں کھڑا ہونے کے مقام کو نہیں بھول سکتا۔“

اور یکتہم کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

أَرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ وَجْهًا يُسَلِّتُكَ اللَّهُ فِيهِ وَ يُغْنِيكَ وَ أَزْعَبَ لَكَ زَعْبَةً مِنَ الْمَلِكِ: ”بے شک میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسے چہرے کے ساتھ آگے بھیجوں جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ تم پر سلامتی نازل فرمائے اور تجھے تیرے حصہ سے زائد اجر و ثواب عطا فرمائے اور (میں چاہتا ہوں کہ) تجھے مال کا ایک بڑا حصہ عطا کروں۔“ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ حارث اور ابوسفیان کی اخبار کے متعلق چند نکات اور خاص امور کا ذکر آئے گا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿٣٨﴾ (آل عمران)

”نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل، چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو عذاب دے انہیں۔ پس بے شک وہ ظالم ہیں“ ۲۔

۱۔ یعنی میرے بندوں کے معاملہ میں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کے بارے میں میں آپ کو کوئی حکم دوں یا اپنی رحمت کے صدقے ان کی توبہ قبول کر لوں۔ اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں یا ان کے گناہوں کے باعث انہیں عذاب دوں تو یہ بھی میرا حق ہے۔

۲۔ یعنی وہ میری حکم عدولی کر کے اس عذاب کے حق دار بن گئے ہیں۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَّشَآءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ (آل عمران)

”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

سود کی ممانعت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْۤوَالَكُمُ الرِّبَآءِ اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٠﴾

اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ﴿٤١﴾ (آل عمران)

”اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دو گنا چو گنا کر کے ۱۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ ۲۔ اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے ۳۔“

۱۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت اسلام عطا فرمائی تو اسلام میں وہ سود نہ کھاؤ جو تم اس وقت کھاتے تھے جب تم غیر مسلم تھے، جس کا کھانا تمہارے لئے تمہارے دین میں حلال نہیں۔

اِتَّخَذَ کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ (اور بنا لے تم میں سے کچھ شہید)۔ اس آیت کریمہ میں شہداء کی فضیلت اور ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہے کیونکہ اِتَّخَذْتُ یا اِتَّخِذْ صرف اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو چنا ہوا ہو اور محبوب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم اس عذاب سے نجات پا جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے اور وہ ثواب پا لو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ترغیب دی ہے۔

۳۔ یعنی جو آگ ان لوگوں کا گھر بنائی گئی ہے جنہوں نے میرے احکام کا انکار کیا۔

اطاعت کی ترغیب

پھر فرمایا:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۹۱﴾ (آل عمران)

”اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عتاب فرمایا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی جو آپ ﷺ نے انہیں غزوہ احد وغیرہ میں فرمایا تھا۔ اس کے بعد فرمایا:

وَسَاءِلُكُمْ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۹۲﴾ (آل عمران)

”اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے۔“

یعنی جو گھر ہے ان خوش نصیبوں کا جنہوں نے میری اطاعت کی اور میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُلُوبِ وَالْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۳﴾ (آل عمران)

”وہ (پرہیزگار) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی میں اور مضبوط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے۔“

یہی اعمال احسان ہیں اور میں ان اعمال پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۚ وَمَنْ

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ (المومنون: ۹۱) ”نہیں بنایا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا“ اور فرمایا: وَلَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ”اور نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا“۔ پس اتحاد کا معنی ہے اپنے لئے خاص کر لینا اور چن لینا۔ یہ الّاخذ سے باب افتعال ہے۔ جب کوئی کہے اِتَّخَذْتُ كَذَا تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ میں نے اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے اور اختیار کر لیا ہے۔ اس لفظ

يُغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ (آل عمران)

”اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کر بیٹھیں کوئی برا کام یا ظلم کریں اپنے آپ پر (تو فوراً) ذکر کرنے لگتے ہیں اللہ کا اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون بخشتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو ان سے سرزد ہو، اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں“ ۱۔

۱۔ یعنی اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھیں یا کسی مصیبت کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کریں تو فوراً یاد کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے روکا تھا اور ان پر یہ کام حرام فرمایا تھا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

۲۔ یعنی وہ میری نافرمانی پر مشرکین کی طرح قائم نہیں رہتے جو اپنے کفر میں حد سے بڑھ گئے ہیں، درآں حالیکہ وہ جانتے ہیں کہ میں نے ان پر اپنے سوا سب کی عبادت حرام کر دی ہے۔

أُولَٰئِكَ جَزَاءُ مَا كَفَرُوا مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٦١﴾ (آل عمران)

”یہ وہ (نیک بخت) ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے اپنے رب کی طرف سے اور جنات رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے، ان میں کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا۔“

یعنی اطاعت کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی مصیبت اور بلاء، انہیں نکھارنے اور ان میں سے کچھ کو شہید بنانے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ان کی دلجوئی کرتے ہوئے اور ان کے کارناموں کی اور اپنی شان بندہ نوازی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿٦٢﴾ (آل عمران)

”گزر چکے تم سے پہلے (قوموں کے عروج و زوال کے) قاعدے پس سیر کرو زمین میں

کی پہلی تاء یاہ کا بدل ہے اور وہ یاہ آخِذ کے ہمزہ کا بدل ہے۔ پس وہ یاہ تاء میں بدل گئی کیونکہ ایسے مقام پر واؤ بھی تاء میں بدل جاتی ہے جیسے اِثْعَدْ اور اِثْوَر اور یاہ بھی واؤ کی مثل ہے لہذا ایسے مقام پر یاہ بھی تاء میں بدل جائے گی۔ لغت عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ اہل عرب نے اس کی ایک تاء پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اسے قَحِطْتُ بنا دیا ہے لیکن تاء کا یہ حذف صرف میخ ماہی

اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کہ کیسا انجام ہوا (دعوتِ حق کو) جھٹلانے والوں کا۔“

یعنی ان لوگوں سے میرے انتقام لینے کے واقعات گزر چکے ہیں جنہوں نے میرے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور میرے شریک بنائے جیسے عاد، ثمود، قوم لوط اور اصحابِ مدین۔ پس تم وہ عبرتناک انجام دیکھو جو میری طرف سے ان میں گزر چکے ہیں۔ ان انجاموں میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو انہی کی مثل معاملہ کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اس لئے مہلت نہیں دے رکھی کہ وہ یہ خیال کریں کہ چونکہ میں نے انہیں تم پر غلبہ دے رکھا ہے اس لئے میں تمہارے اور اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لوں گا بلکہ اس مہلت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے اور تمہاری اعلیٰ صفات کا اظہار فرمائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَنُورٌ عَظِيمٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٠﴾ (آل عمران)

”یہ ایک بیان ہے لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے۔“

یعنی اگر لوگ ہدایت کو قبول کریں تو یہ ان کے سمجھانے کے لئے ایک تفسیر ہے اور ان لوگوں کے لئے نورِ ہدایت اور نصیحت ہے جو میری اطاعت کریں اور میرے حکم کو پہچانیں۔
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١١﴾ (آل عمران)
”اور نہ (تو) ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمہیں سر بلند ہوگے اگر تم سچے مومن ہو۔“

یعنی نہ تو کمزور بنو اور نہ اس مصیبت پر غم کرو جو تمہیں پہنچی ہے اور تمہارے لئے ہی اچھا انجام اور غلبہ ہے بشرطیکہ تم نے میرے نبی ﷺ کی ان باتوں میں تصدیق کی جو وہ میری طرف سے تمہارے پاس لے کر تشریف لائے ہیں۔

إِنْ يَسْأَلْكُمْ قَوْمٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْصٌ مِّثْلُهُ ۖ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَ
لِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٢﴾ (آل عمران)

کے ساتھ خاص ہے اور تَتَّخِذُ نہیں بولا جاتا جس طرح تَتَّخِذُ بولا جاتا ہے کیونکہ فعل مضارع میں ہمزہ وصلی نہیں آتا جبکہ انہوں نے فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے کیونکہ تاء کی حرکت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ رہی اور تَتَّخِذْتُ کی خاء کو کسرہ دے دیا کیونکہ تاء کے حذف کے ساتھ اس کا مضارع نہیں آتا لہذا عین کلمہ کو وہی حرکت دی جو فعل مضارع میں عین کی

” (احد میں) اگر لگی ہے تمہیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہاری دشمن) قوم کو بھی چوٹ ایسی ہی ۱۔ اور یہ (ہارجیت کے) دن ہم پھراتے رہتے ہیں انہیں لوگوں میں ۲۔ اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنائے تم میں سے کچھ شہید ۳۔ اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو“ ۴۔

۱۔ یعنی (تمہاری دشمن) قوم کو ایسا ہی زخم لگ چکا ہے۔

۲۔ یعنی ہم ابتلاء و آزمائش کے لئے ان دنوں کو لوگوں میں پھراتے رہتے ہیں۔

۳۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو ممتاز کر دے اور اہل ایمان میں سے جن کو چاہے شرف شہادت عطا فرمائے۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان منافقین کو دوست نہیں رکھتا جو اپنی زبانوں سے تو اطاعت کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل معصیت پر مصر ہیں۔

وَلِيُخَيِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُخَيِّصَ الْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ (آل عمران)

”اور اس لئے کہ نکھار دے اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے ۱۔ اور مٹا دے کافروں کو“ ۲۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو آزمائے یہاں تک کہ انہیں اس نازل کردہ آزمائش کے ذریعے نکھار دے کہ ان کا صبر و یقین کتنا بلند ہے۔

۲۔ یعنی منافقین اپنی زبانوں سے جو ایمان کا ایسا اظہار کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اس کو باطل کر دے یہاں تک کہ ان کے اس کفر کو ظاہر کر دے جو وہ چھپاتے ہیں۔

مجاہدین کو جنت کی دعوت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمِ الصَّادِقِينَ ﴿١٣٢﴾ (آل عمران)

”کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو“۔

حرکت تھی۔ ہمارا یہ کلام اس کلمہ کی مشہور لغت پر ہے ورنہ ایک ضعیف لغت میں يَتَّخِذُ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسے حضرت ابو عبید نے اور نحاس نے اعراب القرآن میں ذکر کیا ہے۔

یعنی کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور میرے ثواب کے اعلیٰ درجات کو پا لو گے، حالانکہ میں نے ابھی تمہیں شدت اور مصائب کے ساتھ آزمایا ہی نہیں تاکہ اپنی ذات کے اوپر تمہارے ایمان کی سچائی کو اور میری راہ میں پیش آنے والے مصائب پر تمہارے صبر کو دیکھ لوں اور تم تو اسی دین حق پر شہادت کی تمنا کرتے تھے جس پر تم قائم ہو، اس سے پہلے کہ تم اپنے دشمنوں سے ملاقات کرو۔ یہاں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تھی کہ آپ انہیں ساتھ لے کر دشمن کی طرف نکلیں تاکہ اس سے پہلے غزوہ بدر میں ان کی غیر حاضری کا تذکرہ ہو سکے اور انہیں شرف شہادت حاصل ہو سکے جو وہ پہلے حاصل نہیں کر سکے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُلَاقَوْهُ فَقَدْ أَيْسَّرَهُ وَآتَيْنَكُم مِّنْهُ نَظْرُونَ ﴿٥٠﴾

(آل عمران)

”اور تم آرزو کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم اس سے ملاقات کرو، سواب دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم (آنکھوں سے) مشاہدہ کر رہے ہو۔“

یعنی اب تم نے لوگوں کے ہاتھوں میں موجود تلواروں کے سائے میں موت کو دیکھ لیا ہے۔ اب تمہارے اور دشمن کے درمیان تمام رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور تم (اپنی آنکھوں سے) دشمن کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم سے دشمن کو دور کر دیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَلَا يَنْفَعُ مَا تَدْعُوهُ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ ۚ وَالْمُشْرِكُ كَفٌ يَّكْفِي عَنِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ ﴿٥١﴾

(آل عمران)

اور نہیں محمد (مصطفیٰ ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول ۱۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم اٹے پاؤں (دین اسلام سے) ۲۔ اور جو پھرتا ہے اٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی ۳۔ اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر

خلافت صدیق اکبر کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: أَفَلَا يَنْفَعُ مَا تَدْعُوهُ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ ۚ وَالْمُشْرِكُ كَفٌ يَّكْفِي عَنِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ ﴿٥١﴾ (آل عمران) اس آیت کریمہ کی تفسیر اس وقت ظاہر ہوئی جب مرتدین اٹے پاؤں پھر گئے اور اللہ تعالیٰ کے

کرنے والوں کو“

۱۔ جب لوگوں میں یہ افواہ پھیلی کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے تو مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور دشمن کے سامنے سے پسپا ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کے ساتھ انہیں تنبیہ فرمائی۔

۲۔ یعنی تم پہلے کی طرح پھر کافر ہو کر اپنے دین سے پھر جاؤ گے اور اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور کتاب اللہ اور اس دین کو ترک کر دو گے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے تمہارے پاس چھوڑا ہے، حالانکہ جو قرآن وہ تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس میں تمہارے لئے بیان کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ایک روز اس جہان فانی سے پردہ فرمانے والے ہیں اور تم سے جدا ہونے والے ہیں؟

۳۔ یعنی جو اپنے دین سے پھرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عزت، عظمت، بادشاہت اور قدرت میں کچھ کمی نہیں آئے گی۔

دین اور اس کے پیارے نبی ﷺ کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ”امیر المومنین“ کہا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں آپ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے دین سے الٹے پاؤں پھر جانے والوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں ایک دفعہ پھر اسی دین کی طرف لوٹا دیا جس سے وہ نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: سَيَجْزِي اللَّهُ الشَّكْرَ بِمَنْ عَمِلَ لَهُ شُكْرًا ۖ (سج۱۶)۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مرتدین پر غالب آئیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت مکمل ہوگی جس کا وہ شکر ادا کریں گے اور چونکہ شکر نعمت ملنے پر ہی ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا انہیں شکر کی ترغیب دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ فتنہ ارتداد طول نہیں پکڑے گا اور مسلمانوں کو ان پر جلد غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِلْمُحَلِّفِينَ مِنَ الْاَعْرَابِ (الفتح: ۱۶) (فرمادیتجئے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو) اس آیت کریمہ میں بھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بدوی عربوں کو بنی حنیفہ کے خلاف جہاد کی دعوت دی جو کہ بڑے سخت جنگجو تھے۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ جزیہ کے حصول کے لئے لڑائی نہیں کی تھی بلکہ اس لئے ان سے جنگ کی گئی تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور ان کے ساتھ یہ جنگ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اور آپ کے دور اقتدار میں ہوئی، پھر

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جلدی اجر دے گا جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے
پھر فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبَ مُوَجَّلَاتُهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَجِزَى الشَّكِرِينَ ۝ (آل عمران)

”اور نہیں ممکن کہ کوئی شخص مرے بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے، لکھا ہوا ہے (موت کا) مقررہ وقت۔ اور جو شخص چاہتا ہے دنیا کا فائدہ ہم دیتے ہیں اس کو اس سے اور جو شخص چاہتا ہے آخرت کا فائدہ ہم دیتے ہیں اسے اس میں سے اور ہم جلدی اجر دیں گے (اپنے) شکر گزار بندوں کو“ ۲

۱۔ یعنی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا مقررہ وقت لکھا ہوا ہے جس تک آپ ﷺ پہنچیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ عز و جل اس کے بارے میں اجازت دے گا تب آپ کا وصال ہوگا۔
۲۔ یعنی تم میں سے جو شخص صرف دنیا کا طالب ہے اور آخرت میں اس کی کوئی رغبت نہیں،

فرمایا: فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا (الفتح: ۱۶) (پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا)۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان بدوی عربوں پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت لازم کر دی۔ گویا یہ آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (التوبہ) ”اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ“۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں کھول کر بیان کر دیا ہے کہ صادقین کون ہیں۔ فرمایا: أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ (الحشر) ”یہی راست باز لوگ ہیں“۔ یہاں صادقون سے مراد مہاجرین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کو جو دارِ ہجرت میں مقیم تھے اور ایمان میں ثابت قدم تھے (یعنی انصار کو)، حکم دیا کہ وہ مہاجرین کے ساتھ ہو جائیں، یعنی ان کے تابع ہو جائیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کی رو سے خلافت صادقین میں ثابت ہو گئی اور اس نام کے ساتھ وہ اس کے مستحق ٹھہرے اور صادقین میں سے صرف حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اللہ تعالیٰ نے صدیق فرمایا۔ لہذا خلافت آپ کے ساتھ ہی خاص ہو گئی، پھر دیگر صادقین کے لئے آپ کے بعد ثابت ہوئی۔

ہم اس کو اس دنیا سے اتنا ہی رزق دیتے ہیں جو اس کے مقدر میں ہو، وہ اس میں اضافہ نہیں کر سکتا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور جو شخص آخرت کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا کے مقررہ رزق کے ساتھ ساتھ آخرت کا حصہ بھی دیتے ہیں جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی شاکرین یعنی پرہیزگاروں کی جزاء ہے۔

سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان پھر فرمایا:

وَكَايِنَ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ (آل عمران)

”اور کتنے ہی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے سونہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے (تکلیفوں میں) صبر کرنے والوں سے ۱۔ اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں، اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر ۲۔

۱۔ یعنی کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے ہمراہ اللہ والوں کی کثیر

رِبِّيُّونَ اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفعی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَكََايِنَ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ (۱) مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق رِبِّيُّونَ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور یہ جملہ قُتِلَ میں ضمیر مستتر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ یہ صحیح ترین تفسیر ہے کیونکہ انہوں نے کہا اللہ والوں نے ان تکلیفوں کی وجہ سے ہمت نہ ہاری جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں۔ اگرچہ قتل ہونے والے وہی رِبِّيُّونَ ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ (آل عمران: ۱۳۶) ایک اور مفسر کی یہ تفسیر بھی بیان کی جاتی ہے کہ رِبِّيُّونَ قُتِلَ کا نائب فاعل ہے۔ اس بناء پر معنی یہ ہوگا کہ ان میں سے باقی ماندہ لوگوں نے اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر ہمت نہ ہاری۔ یہ بھی ایک توجیہ ہے لیکن آیت کا شان نزول پہلی تفسیر کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ یہ قرأت شاذ ہے۔ مصحف عثمانی میں قُتِلَ ہے۔

جماعت تھی لیکن انہوں نے اپنے نبی کے وصال کی وجہ سے ہمت نہ ہاری، نہ اپنے دشمن کے سامنے کمزور ہوئے اور نہ ان تکلیفوں کی وجہ سے ہار مانی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اپنے دین کی راہ میں پہنچیں۔ یہی صبر ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا رِبِّيُّونَ کا واحد رَبِّيُّ ہے اور رِبَاب کا معنی ہے بہت سے گروہ۔ اہل عرب عبد مناة بن اد بن طابخہ بن الیاس کی اولاد کو اور بنی ضبہ کو رباب کہتے ہیں کیونکہ وہ سب یکجا ہو گئے تھے اور انہوں نے باہم حلف اٹھا لیے تھے۔ رباب کا واحد رَبَّة اور رَبَابہ ہے۔ اس کا معنی جوئے کے تیروں یا لائٹیوں کا گٹھا ہے۔ گروہ کو اس گٹھے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اسے رَبَّة کہا جاتا ہے۔ ابو ذؤیب ہذلی نے کہا:

وَ كَانَهُنَّ رَبَابَةٌ وَ كَانَهُ
”گویا کہ وہ عورتیں جوئے کے تیروں کا گٹھا ہیں اور وہ شخص گویا ہوا کھیلنے والا ہے جو ان تیروں کے ساتھ ضربیں لگا رہا ہے اور انہیں منتشر کر رہا ہے۔“

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے اور امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

حَوْلَ شَيَاطِينِهِمْ أَبَابِيلُ رِبِّيُّونَ شَدُّوا سَنُودًا مَدَسُودًا
”ان کے شیطانوں کے ارد گرد اللہ والوں کے گروہ ہیں جنہوں نے میخوں والی زر ہیں پہن رکھی ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رَبَابَةُ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں جوئے کے تیر باندھے جاتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سَنُود سے مراد زر ہیں اور الدُّسُر ان میخوں کو کہتے ہیں جو زرہ کے حلقوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ حَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْأَوَّحِ وَ الدُّسُرِ (القمر) ”اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر“۔ بنی تمیم کے ایک شاعر نے جس کا نام ابوالاخرز جہانی ہے، کہا:

دُسْرًا بِأَطْرَافِ الْقَنَا الْمُقَوِّمِ

اہل لغت کے قول میں رِبِّيُّونَ کا معنی جماعت ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رِبِّيُّونَ کا معنی ہے ہزاروں لوگ۔ اور ابان بن تغلب نے کہا: رَبِّيُّ دس ہزار کی جماعت کو کہتے ہیں۔

”مضبوط نیزوں کی اطراف میں نیزے۔“

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ تم بھی اسی کی مثل گفتگو کرو جیسی انہوں نے کی اور یقین رکھو کہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے اور اسی طرح مغفرت طلب کرو جیسے انہوں نے طلب کی اور اپنے دین پر قائم رہو جیسے وہ قائم رہے اور اگلے پاؤں نہ پھر جانا اور اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگو جو انہوں نے مانگا کہ وہ تمہیں ثابت قدم رکھے اور اسی سے قوم کفار کے مقابلہ میں مدد طلب کرو جیسے انہوں نے مدد طلب کی۔ ان کے نبی کو بھی شہید کر دیا گیا، انہوں نے یہی کچھ کیا اور ایسا نہیں کیا جیسے تم نے کیا۔

فَاَتَتْهُمْ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۸﴾ (آل عمران)

”تو دے دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب (یعنی کامیابی) ۱۔ اور عمدہ ثواب آخرت کا (یعنی نعیم جنت اور لذت وصل) ۲۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکوں کا روں سے۔“

۱۔ ان کو ان کے دشمن پر فتح و غلبہ دے کر دنیا کی کامیابی دے دی۔

۲۔ اور جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جنت میں وعدہ فرمایا تھا وہ بھی دے دیں۔

اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ ﴿۳۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرٌ مِنَ الْمُصْرِفِينَ ﴿۴۰﴾ (آل عمران)

”اے ایمان والو! اگر پیروی کرو گے تم کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے تمہیں اگلے پاؤں (کفر کی طرف) تو تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے بلکہ اللہ حامی ہے تمہارا اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے“ ۲

چند آیات اخذ کی کچھ تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاَتَتْكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ (آل عمران)، (پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم)۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق باء محذوف شبہ فعل کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: غَمٌّ مَّقْرُونٌ بِغَمٍّ (غم کے ساتھ ملا ہوا غم)۔ ایک اور تفسیر کے مطابق باء حرف جار آتْبَتْكُمْ کے متعلق ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس غم کے بدلے غم پہنچایا جو تم نے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کر کے آپ ﷺ کو پہنچایا۔

۱۔ یعنی وہ تمہیں تمہارے دشمن سے الٹے پاؤں پھیر دیں گے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

۲۔ پس اگر تمہارے دل تمہاری زبان سے نکلی ہوئی بات کے سچا ہونے کی گواہی دے رہے ہیں تو اسی بات کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرو اور اس کے دین سے مرتد ہو کر الٹے پاؤں (کفر کی طرف) نہ لوٹ جانا۔

سَلِّقْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَهُمُ النَّارُ ۖ وَبِئْسَ مَثْوًى الظَّالِمِينَ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”ابھی ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں رعب! اس لئے کہ انہوں نے شریک بنالیا اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لئے نہیں اتاری اللہ نے کوئی دلیل اور ان کا ٹھکانا آتش (جہنم) ہے اور بہت بری جگہ ہے ظالموں کی۔“

۱۔ جس رعب کے ذریعے میں تمہیں ان پر غلبہ دوں گا اس لئے کہ انہوں نے میرے ساتھ اس کو شریک بنالیا جس کے لئے میں نے کوئی دلیل نہیں بنائی۔ اس لئے تم یہ خیال نہ کرو کہ انہیں تم پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا بشرطیکہ تم نے میرے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھا اور میرے حکم کی پیروی کی۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ تو تمہاری ان غلطیوں کی وجہ سے تھی جو تم نے اپنے لئے آگے بھیجیں کہ تم نے میرے حکم کی مخالفت کی اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِآذِنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمُورِ عَصَيْتُمْ مَن بَعْدَ مَا آتَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ ۖ مِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفْنَا عَنْهُمْ غَيْبَتَهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾ (آل عمران)

”اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے! یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول ﷺ کے) حکم کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ (آل عمران: 152) (اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو تیرا فکین دستہ کے امیر تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہیں اور اپنے نبی کی حکم عدولی نہ کریں۔ چنانچہ آپ کے ساتھ ایک گروہ ثابت قدم رہا۔ آپ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے ساتھی بھی۔ یہی وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے آخرت کو طلب کیا، لیکن ایک گروہ مال

بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے ۲ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے ۳ اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے ۴ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بے شک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر“ ۵

۱۔ یعنی میں نے تم سے تمہارے دشمن پر غلبہ اور نصرت کا وعدہ اس وقت پورا کر دیا جب تم میرے اذن، میرے عطا کردہ تسلط اور طاقت کے ساتھ ان کو تلواروں سے قتل کر رہے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: الحسن کا معنی ہے جڑ سے اکھاڑنا۔ کہا جاتا ہے حَسَسْتُ الشَّيْءَ یعنی میں نے تلوار وغیرہ سے اس چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ جریر نے کہا:

تَحْصِيهِمُ السُّيُوفُ كَمَا تَسَامِي حَرِيقُ النَّارِ فِي الْأَحْمِ الْحَصِيدِ
”تلواریں انہیں جڑوں سے اکھاڑ پھینک رہی ہیں جس طرح کٹے ہوئے گھنے درختوں میں آگ کا شعلہ بند ہوتا ہے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ربیعہ بن عجاج نے کہا:

إِذَا شَكُونَا سَنَةً حَسُوسًا تَأْكُلُ بَعْدَ الْأَعْظَرِ الْبَيْسَا
”جب ہم اموال کو جڑوں سے اکھاڑ دینے والے ایسے سال کی شکایت کرتے ہیں جو سبزے کے بعد خشک گھاس کو بھی کھا رہا ہے۔“

یہ اس کے ایک اور جوزہ کا شعر ہے۔

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یعنی جب تم نے ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دی اور میرے حکم کے بارے میں اختلاف کیا یعنی اپنے نبی کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور جو تم سے عہد لیا گیا تھا یعنی تیر اندازوں سے، اس کو ترک کر دیا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا

غنیمت کی طرف لپکا اور دشمن نے ان پر حملہ کر دیا۔ غزوہ احد میں یہی مصیبت تھی۔ ایک روایت میں ہے: لَقَدْ رَأَيْتُ خَدَمَ هِنْدٍ وَصَوَاحِبَهَا وَهُنَّ مُشِيرَاتٌ فِي الْحَرْبِ ”بے شک میں نے ہند کے پازیب دیکھے اور اس کی سہیلیوں کو دیکھا کہ وہ جنگ میں اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں“ خَدَم کا معنی پازیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے اس موقع پر اسی طرح کہا ہے جب انہوں نے ہند کا ذکر کیا اور اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے شہداء کے کانوں اور ناکوں کے پازیب اور ہار بنائے اور اپنے پازیب، ہار اور بالیاں وحشی کو دے دیں۔

دیا تھا جو تم پسند کرتے تھے یعنی فتح و نصرت جس میں کوئی شک نہ تھا اور کفار کا اپنی عورتوں اور اموال کو چھوڑ کر بھاگنا۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے مالی غنیمت کا ارادہ کیا اور اطاعت کے اس حکم کو ترک کرنے کا ارادہ کیا جس پر آخرت کے ثواب کی بنیاد تھی۔

۴۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور دنیا میں رغبت کرتے ہوئے اس نہی کی مخالفت نہ کی جو انہیں کی گئی تھی بلکہ آخرت میں اس عمدہ ثواب کی امید کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جنہوں نے دین کی خاطر جہاد کیا اور دنیاوی لالچ میں اللہ تعالیٰ کی نہی کی مخالفت نہ کی۔

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے اور یہ آزمائش تمہاری غلطیوں کی وجہ سے تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیا تاکہ تمہیں تمہارے نبی کی نافرمانی کی پاداش میں ہلاکت میں نہ ڈال دے، بلکہ اس نے تم پر اپنے فضل کا وعدہ کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ادب و نصیحت کے طور پر بعض گناہوں کے بدلے دنیا کی عارضی سزا دے دی اور انہیں مکمل طور پر نیست و نابود نہ کیا۔ یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اس لئے تھی کہ ان میں ایمان موجود تھا۔

نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ فرمائی کہ انہیں پکارا جا رہا تھا لیکن انہوں نے حضور ﷺ کی پکار کی طرف توجہ نہ دی۔ فرمایا:

إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَكُونُ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَاجِكُمْ فَأَسَاءَلَكُمْ عَنْمَا بَغْتَكُمْ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے اور رسول (کریم ﷺ) بلا رہے تھے تمہیں پیچھے سے پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم تاکہ تم نہ غمگین ہو اس چیز پر جو کھو گئی ہے تم سے اور نہ اس مصیبت پر جو پہنچی ہے تمہیں اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس طرح رنج کے بعد رنج پہنچایا کہ تمہارے بھائی قتل ہو گئے، تم پر

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَهُنَا (آل عمران) (اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں) (اس بے دردی سے)۔ صحیح التفسیر میں ہے کہ یہ بات عتاب بن قشیر نے کہی تھی۔ وہ انتہائی کٹر منافق تھا۔

دشمن غالب آگیا اور تمہارے دلوں میں اس شخص کی بات اثر کر گئی جس نے کہا کہ تمہارے نبی کو ہمید کر دیا گیا ہے۔ یہ لگا تا غم پر غم تمہیں اس لئے پہنچایا تا کہ تم نہ اس چیز پر غمگین ہو جو تم سے کھو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے دشمن پر فتح اور غلبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اسے کھو بیٹھے اور نہ تم اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر غمگین ہو یہاں تک کہ میں نے تم سے اس رنج و غم کو دور کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے رنج و غم اس طرح دور کیا کہ نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ جو شیطان نے پھیلائی تھی اسے ختم کر دیا، چنانچہ جب مسلمانوں نے اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو زندہ دیکھا تو ان کے لئے اپنے دشمن سے شکست کھانے اور اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کی مصیبت آسان ہو گئی۔

لَمَّا أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنٌ ثُلَاسِيًّا يُغَيِّسُ طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنْ الْأَمْرُ كُلُّهُ لِلّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بَيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُخْصِصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (آل عمران)

”پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم و اندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھارہ ہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا (صرف) اپنی جانوں کا، بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلا وجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی۔ کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے۔ آپ فرمائیے اختیار تو سارا اللہ کا ہے، چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر، کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے) آپ فرمائیے کہ اگر تم (بیٹھے) ہوتے اپنے گھروں میں تو ضرور نکل آتے (وہاں سے) وہ لوگ لکھا جا چکا تھا جن کا قتل ہونا اپنی قتل گاہوں کی طرف ۲ (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تاکہ آزمائے اللہ تعالیٰ جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا) تھا اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سینوں کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَظُنُّونَ بِاللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ (آل عمران: 154) یعنی وہ گمان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔

رازوں کا ۳۔

۱۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قتل کی افواہ کو ختم کر دیا تو اہل یقین پر اپنی طرف سے راحت نازل فرمائی، پس وہ بلا خوف و خطر سو گئے جبکہ منافقین کو اپنی جانوں کا فکر پڑا ہوا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا وجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی کر رہے تھے کہ ان پر قتل کا خوف طاری تھا کیونکہ وہ حسن عاقبت کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دوسرے کو ملامت اور مصیبت پر حسرت کے اظہار کا ذکر فرمایا۔

۲۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ فرمائیے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے اور اس مقام پر حاضر نہ ہوتے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ راز ظاہر کر دیے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اس مقام کی طرف ضرور نکال دیتا جہاں انہوں نے قتل ہونا تھا۔

۳۔ (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا تھا اور صاف کر دے جو میل کچیل تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس پر منافقین کے وہ راز مخفی نہیں جو انہوں نے تم سے چھپا رکھے تھے۔ مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا الْإِحْوَانُهُمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
أَوْ كَانُوا غُرًى لَوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۖ
وَاللَّهُ يُخَيِّ وَيُيْمِئُ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٤﴾ (آل عمران)

”اے ایمان والو! نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا اور جو کہتے تھے اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کرتے تھے کسی علاقہ میں یا ہوتے تھے جہاد کرنے والے کہ اگر وہ ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ بنائے اللہ تعالیٰ اس (خیالِ باطل) کو حسرت (کا باعث) ان کے دلوں میں ۲ اور درحقیقت اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۳ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ (آل عمران: 154) یعنی اہل جاہلیت کی بدگمانی جیسے ابوسفیان اور اس کے ساتھی۔

۱۔ یعنی ان منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت میں سفر کرنے سے روکتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے یہ اطاعت گزار فوت ہو جاتے ہیں یا مارے جاتے ہیں تو کہتے ہیں اگر وہ ہماری اطاعت کرتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

۲۔ کیونکہ وہ اپنے رب پر بہت کم یقین رکھتے ہیں۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ان میں سے جسے چاہتا ہے جلدی موت دے دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تاخیر کر دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَّا قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٩﴾

(آل عمران)

”اور واقعی اگر تم قتل کیے جاؤ یا خدا میں یا تم مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت (جو تمہیں نصیب ہوگی) بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“

یعنی موت تو ہر حال میں آتی ہے، اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں لیکن اگر ان کے پاس یقین کی دولت ہوتی تو راہِ خدا میں موت یا قتل اس دنیا سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور جس کی خاطر جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ انہیں موت اور قتل کا خوف اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیا کی زیب و زینت کو جمع کیا اور آخرت کی طرف رغبت نہ کی۔

وَلَمَّا قُتِلْتُمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَحْشُرُونَ ﴿٦٠﴾ (آل عمران)

”اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ کے حضور جمع کیے جاؤ گے۔“

یعنی موت یا قتل جو بھی ہو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹایا جائے گا۔ اس لئے نہ دنیا تمہیں دھوکے میں ڈالے اور نہ تم خود اس سے دھوکہ کھاؤ بلکہ جہاد اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ثواب کی امید دلائی ہے وہی تمہارے نزدیک اہمیت کی حامل ہونی چاہئے۔

مسلمانوں پر حضور ﷺ کی مہربانی اور شفقت کا ذکر

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَشَاورَهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: 159)
(اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں) اور اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے تو آپ درگزر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں! اور جب آپ ارادہ کر لیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے۔“

۱۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اپنے پیارے رسول ﷺ کی نرمی اور ان کی کمزوری پر آپ ﷺ کے صبر کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے ہر اس حکم کی مخالفت پر مسلمانوں کے ساتھ تند مزاجی سے پیش آتے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کی تو یہ مسلمان بہت کم صبر کرتے اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیتے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: تو آپ ان سے درگزر فرمائیے اور اہل ایمان میں سے جو بھی کسی گناہ میں آلودہ ہو اس کے لئے اس کے گناہ کی بخشش طلب کیجئے اور ان سے اس کام میں صلاح مشورہ کیجئے تاکہ آپ انہیں یہ باور کرا سکیں کہ آپ ان کی بات سنتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں اگرچہ آپ ان سے مستغنی ہیں۔ اس اقدام سے ان کے دین کے معاملہ میں ان کی دلجوئی ہوگی۔

۲۔ اور جب آپ اس حکم کا ارادہ کر لیں جو میری طرف سے آپ کے پاس آئے یا اپنے دشمن کے خلاف جہاد کے معاملہ میں کسی بات کا ارادہ کر لیں جس کے بغیر آپ کے درمیان اور آپ کے دشمن کے درمیان اصلاح ممکن نہ ہو تو وہ کام کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہو اور اس شخص کی مخالفت کیجئے جو آپ کی مخالفت کرے اور اس شخص کی موافقت کیجئے جو آپ کے ساتھ اتفاق کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے یعنی تمام بندوں کو چھوڑ کر صرف اسی پر انحصار کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَىٰ

سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کو ان دونوں حضرات سے مشاورت کرنے کا حکم دیا گیا۔

اللّٰهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”اگر مدد فرمائے تمہاری اللہ تعالیٰ تو کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر اور اگر وہ (ساتھ) چھوڑ دے تمہارا تو کون ہے جو مدد کرے گا تمہاری اس کے بعد اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو۔“

اس لئے آپ لوگوں کی خاطر میرا حکم نہ چھوڑیں بلکہ میرے حکم کی طرف لوگوں کی بات کو چھوڑ دیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ لوگوں پر۔

خیانت کے متعلق نازہ کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٣﴾ (آل عمران)

”اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو لے آئے گا (اپنے ہمراہ) خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔“

یعنی کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ لوگوں سے ڈر کر یا ان میں رغبت کی وجہ سے ان سے وہ حکم چھپائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی طرف بھیجا اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس خیانت کو ساتھ لائے گا پھر اسے اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، نہ اس پر ظلم کیا جائے گا اور نہ زیادتی۔

أَفَمِنْ أُنثَىٰ يَسْتَخْرِجُ مَاءً سَخِطَ مِنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٣﴾

(آل عمران)

خیانت کا حکم

حضرت ابن اسحاق نے یہ ارشاد باری تعالیٰ ذکر کیا ہے: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ (آل عمران: 161) (اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے)۔ اور اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ اس حکم کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت خیانت کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں سے ایک چادر نہ ملی۔ کسی نے کہہ دیا شاید نبی کریم ﷺ نے وہ چادر لے لی ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

”تو کیا جس نے پیروی کی رضائے الہی کی اس کی طرح ہو سکتا ہے جو حقدار بن گیا ہے اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔“

یعنی کیا جس نے رضائے الہی کی ہر حال میں پیروی کی خواہ لوگ اس سے محبت کریں یا اس پر ناراض ہوں، اس کی طرح ہو سکتا ہے جو لوگوں کی رضایا ان کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا جو شخص میری اطاعت پر ثابت قدم ہو اور اس کا ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے اور اس کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانہ جہنم بن گیا اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے؟ غور کرو کیا یہ دونوں مثالیں برابر ہیں؟

هُم ذَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بِصِيرَتِهِمْ يَعْمَلُونَ ﴿۳۶﴾ (آل عمران)

”لوگ درجہ بدرجہ ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

جنت اور دوزخ میں تمام لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات موجود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر اہل طاعت اور اہل معصیت مخفی نہیں ہیں۔

رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے
پھر فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۷﴾ (آل عمران)

”یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول، انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

یعنی اے اہل ایمان! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے درمیان رونما ہونے والے واقعات اور تمہارے اعمال کے متعلق

نازل فرمائی۔ جس شخص نے اسے یُغَلِّیاء کے ضمہ اور غین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کی قراءت کی صورت میں یہ معنی ہوگا کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اسے خیانت کرنے والا پایا جائے۔ کہا جاتا ہے اَجَبْتُ الرَّجُلُ یعنی میں نے اس شخص کو بزدل پایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے اَغْلَلْتُ یعنی میں نے اسے خبانت کرنے والا پایا۔ عمرو بن معدیکرب نے بنی سلیم سے کہا: قَاتَلْنَاكُمْ فَمَا اَجَبْنَاكُمْ وَ سَأَلْنَاكُمْ فَمَا

اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھتا ہے جن کے ذریعے تمہیں خیر اور شر سکھاتا ہے تاکہ تم خیر کو پہچان کر اس پر عمل کرو اور شر کو پہچان کر اس سے بچو، وہ تمہیں آگاہ کرتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے تو وہ تم پر راضی ہو گا تاکہ تم کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو جن میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے تاکہ تم اس کے انتقام سے نجات پا جاؤ اور اس کی اطاعت کے باعث اس کی جنت کی ابدی نعمتوں کے مستحق بن جاؤ۔ اگرچہ تم اس سے پہلے جاہلیت کے اندھے پن میں مبتلا تھے، تم نہ اچھائی کو جانتے تھے اور نہ برائی سے مغفرت مانگتے تھے بلکہ تم خیر سے بہرے، حق سے گونگے اور ہدایت سے اندھے تھے۔

مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کا ذکر فرمایا جو مسلمانوں کو پہنچی۔ فرمایا:

أَوَلَمَّا أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَهَا قُلْتُمْ أَفِي هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۵﴾ (آل عمران)

”کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آپڑی مصیبت؟ فرمائیے! یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یعنی اگر تمہارے گناہوں کے بدلے تمہارے بھائیوں کو کچھ مصیبت پہنچی ہے تو تم اس سے پہلے میدانِ بدر میں اپنے دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو، تم نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ تم اپنی مصیبت کو اور اپنے نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو بھول گئے ہو۔ یہ مصیبت تم نے خود ہی اپنے آپ پر ڈالی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس ارادے پر قادر ہے کہ اپنے بندوں سے انتقام لے یا انہیں معاف فرمادے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّنْعِيمِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶﴾ (آل عمران)

”اور وہ مصیبت جو پہنچی تھی تمہیں اس روز جب مقابلہ کو نکلے تھے دونوں لشکر تو وہ اللہ کے حکم

أَبْخَلْنَاكُمْ یعنی ہم نے تم سے لڑائی کی تو تمہیں بزدل نہ پایا اور تم سے مانگا تو تمہیں بخیل نہ پایا۔ حضرت ابن اسحاق کی تفسیر بھی لغوی معنی سے خارج نہیں کیونکہ جس نے کسی بات کو چھپایا تو اس نے خیانت ہی کی۔ اسی طرح جس نے کسی چیز میں خیانت کی اور اسے چپکے سے لے لیا تو گویا اس نے اسے چھپایا اور پوشیدہ رکھا۔

سے پہنچی تھی اور (مقصد یہ تھا کہ) دیکھ لے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔

یعنی وہ مصیبت جو تمہیں اس روز پہنچی تھی جب تم اور تمہارے دشمن مقابلہ کو نکلے تھے تو وہ میرے حکم سے پہنچی تھی۔ یہ مصیبت اس وقت پہنچی جب تم نے کیا جو کیا اس کے بعد کہ تمہارے پاس میری نصرت پہنچ گئی اور میں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس مصیبت کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین کو ممتاز کر دے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْادُ فَعُورًا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا اتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ اقْتَرَبُوا مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿٢٨﴾ (آل عمران)

”اور دیکھ لے جو نفاق کرتے تھے اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے ۲ وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے بنسبت ایمان کے، کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں ۳ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔“

۱۔ تم میں سے یعنی ظاہر کر دے جو کچھ ان کے اندر چھپا ہے۔

۲۔ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے اس وقت جدا ہو کر واپس چلے گئے جب آپ ﷺ اپنے مشرک دشمنوں کی طرف میدانِ احد میں نکلے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جانتے کہ تم جنگ کرو گے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے اور ضرور تمہارا دفاع کرتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ ان کے اس قول کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

۳۔ یعنی آپ کے سامنے ایمان ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل اس سے خالی ہیں۔

الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قَاتَلُوا قُلْ فَادْعُوا عَنِ انْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾ (آل عمران)

اس لفظ کا اصل معنی ستر اور خفاء ہے۔ اسی سے الْعِلَالَةُ اور الْعَلَلُ ماخوذ ہے۔ یہ اس پانی کو کہتے ہیں جسے درختوں اور نباتات نے ڈھانپ رکھا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے کسی غزوہ میں خائن کے مال کو جلادینے کا حکم فرمایا تھا۔ فقہاء کے ایک طائفہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ انہی میں سے امام احمد اور حضرت اسحاق ہیں۔

”جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں اے حالانکہ وہ خود (گھر) بیٹھے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرمائیے ذرا دور تو کر دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو اگر تم بچے ہو؟“

۱۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنی قوم کے ان لوگوں کے بارے میں جن کو تمہارے ساتھ مصیبت پہنچی۔

۲۔ یعنی موت سے تو کسی کو مفر نہیں، البتہ اگر تم میں طاقت ہے تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ ان کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نفاق کیا اور دنیا میں بقاء کے لالچ میں اور موت سے فرار کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا۔

جہاد کی ترغیب

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے اور ان کے لئے قتل کو آسان بناتے ہوئے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا:

وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ قَاتُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالًا بَلْ أَمْوَالُهُمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ (آل عمران)

”اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں، شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک

شہادت اور شہداء

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ قَاتُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (آل عمران: 169) آیات (اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں اٹھ) یہی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں شہداء کا نام دیا: وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ (آل عمران: 140) ”اور بنا لیے تم میں سے کچھ شہداء“۔ یہ اسم شہادت یا مشاہدہ سے ماخوذ ہے۔ اگر یہ شہادت سے ماخوذ ہو تو شہید بمعنی مشہود ہوگا یعنی مشہود علیہ (وہ شخص جس پر گواہی دی گئی ہو) اور مشہود لہ بلجنہ (وہ شخص جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہو)۔ اس کا معنی مشہود علیہ اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شہدائے احد کے پاس کھڑے ہوئے تو فرمایا: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَشْفَعُوا

نہیں آ ملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرو بلکہ میں نے ان کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس ہیں اور جنت کے آرام اور اس کے فضل میں رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بدلے اپنے فضل و کرم سے انہیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان سے وہ شاد ہیں اور ان پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے سبب خوش ہو رہے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں آئے، یعنی وہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ان سے بعد والے لوگ انہی کے نقش

عَلَيْهِمْ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کی وفاداری کی میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے عَلَيْهِم فرمایا لَہُمْ نہ فرمایا کیونکہ معنی یہ ہے کہ میں قیامت کے روز ان پر شہید بن کر آؤں یعنی ان کا والی اور قائد بن کر آؤں گا۔ اسی لئے اس کا صلہ علی آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہادت سے ماخوذ ہو اور فعلیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَيَّ الْكَافِرِينَ (البقرة: 143) ”تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر“ اگرچہ یہ آیت کریمہ تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے لیکن شہداء اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ انبیاء اور صدیقین کے مابعد ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّاكِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ (النساء: 69) ”تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین“۔ فقط شہید کے یہ دو معانی اس صورت میں ہوں گے جب یہ شہادت سے مشتق ہو اور اگر یہ مشاہدہ سے، ماخوذ ہو تو پھر بھی فعلیل بمعنی فاعل ہوگا کیونکہ شہید مکتوب البیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جنہیں اور کوئی نہیں دیکھتا۔ مشاہدہ سے ماخوذ ہونے کی صورت میں یہ فعلیل بمعنی مفعول بھی ہو سکتا ہے۔ حتیٰ یہ ہوگا کہ فرشتے اس کی روح کے قبض ہونے اور اس کے عروج وغیرہ کا مشاہدہ کرتے ہیں لہذا یہ فعلیل بمعنی مفعول ہوگا۔ ان تمام معانی میں صحیح ترین معنی یہ ہے کہ یہ فعلیل بمعنی مفعول ہو اور اس کا مفہوم یہ ہو کہ جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہے یا جس پر نبی کریم ﷺ گواہی دیتے ہیں۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: هُوَذَا أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ أَنِّي قَبِعْتُ عَنْكُمْ بِالشَّهَادَةِ حَقِّي مِنْ أَرْوَاحِكُمْ وَلَمْ يَخْلُصْ أَحَدٌ إِلَّا بِإِذْنِي وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَانَتْ تَعْمَلُ (متفق علیہ) ”اور میں نے اپنے حق کو ان روحوں کے لئے گواہی دینے کا اختیار متون ہوں۔ جب شہداء آپ ﷺ کے لئے جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے ان پر وہی بولی کہ وہ ان کے لئے گواہ ہوں گے۔“ کی وجہ سے اس نقش کا مصدر ملتا ہے جس سے یہ معنی حدیث کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور

قدم پر چلتے ہوئے جہاد کا راستہ اختیار کر کے ان کے ساتھ مل جائیں تاکہ وہ بھی اسی ثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خوف اور غم کو دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفُضِّلُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠﴾

(آل عمران)

”خوش ہو رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر اور (اس پر) کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا

عربی کے ایک معنی کے اعتبار سے بھی صحیح ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب شہداء کا ذکر کیا تو فرمایا: وَالْمَرَاةُ تَمُوتُ بِجَمْعٍ شَهِيدَةٍ۔ یعنی جو عورت مدتِ حمل کے دوران مر جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے شہیدۃ منہیں فرمایا اور ایک روایت میں فرمایا: وَالنَّفْسَاءُ شَهِيدٌ يَجْرُهَا جَنِينُهَا بِسُورَةٍ إِلَى الْجَنَّةِ ”نفاس والی عورت شہید ہے، اس کا بچہ اسے اپنی ماں کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔“ یہاں بھی آپ ﷺ نے شہیدۃ منہیں فرمایا اور جب فعل بمعنی مفعول ہو اور مؤنث کی صفت بن رہا ہو تو تاء تانیث کے بغیر آتا ہے جیسے اِمْرَاةٌ قَتِيلٌ اور اِمْرَاةٌ جَرِيحٌ۔ اور اگر فعل بمعنی فاعل ہو تو تاء تانیث کے ساتھ آتا ہے جیسے اہل عرب کا قول ہے: اِمْرَاةٌ عَلِيْمَةٌ وَ رَحِيْمَةٌ وغیرہ۔ اس اصول کے مطابق یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ شہید بمعنی مشہود لہ اور مشہود علیہ ہے۔ یہ لغت عرب سے صحیح استقراء اور حدیث شریف سے ایک عمدہ استنباط ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ ہم شہداء کی ارواح سفید پرندوں کے قالب میں سدرة المنتہی کے پاس باہم تعارف کرتی ہیں۔ ایک قوم نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک جسم میں دو روحوں نہیں ہو سکتیں۔ یہ امر محال ہے، یہ حقائق سے جہالت ہے۔ کلام کا معنی تو واضح ہے کیونکہ شہید کی وہ روح جو دنیا میں اس کے جسم میں تھی اسی روح کو دوسرے جسم میں رکھ دیا جاتا ہے جو کہ پرندے کی شکل میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ روح اس دوسرے جسم میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح پہلے جسم میں تھی۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے پھر اسی حالت میں لوٹا دے گا جس پر تخلیق کیا تھا۔ یہ روایت اس روایت کے متعارض نہیں ہے جسے محدثین نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: فِي صُورٍ طَيْرٍ خَضِرٍ وَالشَّهَدَاءُ طَيْرٌ خَضِرٌ۔ بلکہ ان تمام روایات کا ایک ہی معنی ہے۔ عقلاً جو چیز

اجرا ایمان والوں کا۔“

وہ اس وجہ سے خوش ہو رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وفائے عہد کو اور جنت کے عظیم ثواب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو زبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے بھائی میدانِ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان

محال ہے وہ یہ ہے کہ جو ہر واحد میں دوزندگیاں قائم ہوں اور ایک جوہر ان دوزندگیوں کے ساتھ زندہ رہے لیکن ایک جسم میں دو روحوں کا موجود ہونا محال نہیں کیونکہ ہم تداخل اجسام کے قائل ہی نہیں۔ یہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کی روح ماں کی روح کا غیر ہے حالانکہ ایک ہی جسم ان دونوں روحوں کو شامل ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہوتی جب انہیں کہا جاتا کہ پرندے کی روح اور ہے اور شہید کی روح اور ہے اور وہ دونوں ایک جسم میں ہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: فِیْ اَجْوَافِ طَیْرِ مُخَضَّرٍ یعنی سبز پرندوں کے پیٹوں میں۔ جیسے اہل عرب کہتے ہیں دَايْتُ مَلَكًا فِیْ صُوْدَةِ اِنْسَانٍ یعنی میں نے انسانی شکل میں ایک فرشتہ دیکھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اِنَّمَا نَسَمَةُ الْوُؤْمِنِ طَیْرٌ یَّعْلُقُ فِیْ قَمْرِ الْجَنَّةِ ”بے شک مومن کی روح پرندے کی شکل میں جنت کے میوؤں کے ساتھ چمٹی رہتی ہے“۔ بعض نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ شہید کے ساتھ خاص ہے۔ بعض نے کہا شہید جنت میں سے جہاں سے چاہتا ہے کھاتا ہے پھر ان قدیلوں میں چلا جاتا ہے جو عرشِ الہی کے ساتھ آویزاں ہیں اور غیر شہید مومن کی روح پرندہ ہوتی ہے نہ یہ کہ اس کی روح کو پرندے کے قالب میں رکھا جاتا ہے تا کہ وہ کھائے پیئے جیسا کہ شہید کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ روح بذاتِ خود ایک پرندہ ہوتی ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ معلق رہتی ہے۔ یَعْلُقُ جب لام کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے چمٹنا اور کسی جگہ پر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنا اور جس نے یَعْلُقُ لام کے ضمہ کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا یَصِیْبُ الْعَلَقَةَ یعنی غیر شہید مومن کی روح درخت کے اس مقام کے نیچے سے کھاتی ہے جہاں سے شہید کھاتا ہے۔ علقہ کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ جو شخص کھانے یا پانی سے علقہ کو پائے تو وہ اس شخص سے کم پاتا ہے جس نے کھانے کی کثیر مقدار حاصل کر لی ہو لہذا یہ ایک مثال ہے جس سے یہی معنی سمجھ میں آتا ہے۔

کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا، وہ جنت کی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، اس کے میوے کھاتے ہیں، عرش کے سائے میں معلق طلائی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا: کاش ہمارے بھائی جان لیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ...

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حارث بن فضیل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمود بن لبید انصاری سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

اور اگر یَعْلُقُ سے مراد یہ ہو کہ وہ بذاتِ خود کھاتا ہے تو یہ شہید کے ساتھ خاص ہے اور ضمہ والی روایت شہداء کے لئے ہوگی اور فتح والی روایت ان سے کم مرتبہ لوگوں کے لئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے پیارے رسول ﷺ کی اس لفظ سے کیا مراد ہے؟

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ (پھر وہ قندیلوں میں چلے جاتے ہیں) اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (الحدید: 19) ”وہ شہید ہیں اپنے رب کی جناب میں ان کے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے۔“ وہ رات کو ان قندیلوں کی طرف جاتے ہیں اور دن کو سیر کے لئے نکل آتے ہیں انہی قندیلوں کے ذریعے انہیں رات اور دن کی پہچان ہوتی ہے۔ آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے بعد وہ ان قندیلوں کی طرف نہیں جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ ان کا یہ معمول برزخ کی مدت میں ہے جیسا کہ حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ مجاہد نے کہا: شہداء جنت کے پھل تو کھاتے ہیں لیکن وہ جنت میں نہیں ہیں۔

ابو عمر نے مجاہد کے اس قول کا انکار کیا اور اس کو رد کیا۔ میرے نزدیک یہ بات قابل انکار نہیں کیونکہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حضرت ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الشَّهَدَاءُ بِنَهْرٍ أَوْ عَلَى نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ بَارِقٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فِي قَبَابٍ خَضِرٍ يَأْتِيهِمْ رِزْقُهُمْ مِنْهَا بَكْرَةً وَعَشِيًّا ”شہداء سبز گنبدوں میں جنت کے دروازوں پر ایک نہر میں یا ایک نہر پر ہیں جسے باریق کہا جاتا ہے، جنت سے ان کا رزق ان کے پاس صبح و شام آتا ہے۔“ یہ حدیث مجاہد کے قول کو واضح کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الشَّهْدَاءُ عَلَى بَارِقٍ نَهَرٍ بِنَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بَكْرَةً وَ عَشِيًّا ”شہداء“ رگنبدوں میں جنت کے دروازے پر موجود نہر باریق پر رہتے ہیں۔ ان کا رزق صبح و شام جنت سے ان کے پاس لایا جاتا ہے۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے ان آیات کے متعلق پوچھا گیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶﴾ (آل عمران) آپ نے فرمایا ہم نے بھی ان کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ جب تمہارے بھائیوں نے میدانِ احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کے لئے آتے ہیں اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں، پھر سونے کی قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرشِ الہی کے سائے میں آویزاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عز و جل (اپنی شایانِ شان) ان پر جھانکتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے: اے

جو روایات سیرت میں واقع ہوئی ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن اسحاق نے روایت کیا، آپ نے فرمایا مجھ سے حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی تین قسمیں ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ شہید وہ شخص ہے جو اپنا جانور لے کر نکلا۔ اس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ کسی کو قتل کرے یا اسے قتل کیا جائے لیکن اچانک تیز تیرا سے آگاہ جس نے اس کا کام تمام کر دیا لیکن جونہی اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے اس کے لئے ایک جسم اتارتا ہے اور اس کی روح کو اس میں رکھ دیتا ہے۔ پھر وہ جسم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔ جب وہ آسمانوں سے گزرتا ہے تو فرشتے اسے سلام کہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے پھر اس کے لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اسے استبرق (موٹے ریشمی کپڑے) کے ستر جوڑے پہنا دیے جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے: اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جسے تم نے دیکھا ہو۔ حضرت کعب الاحبار نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو بیان کیا اور فرمایا: ہاں اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جو تم نے دیکھا ہو، پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے)

میرے بندو! تم کیا پسند کرتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا خواہش رکھتے ہو تا کہ میں اور زیادہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا کیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحمیں ہمارے اجسام میں دوبارہ لوٹا دی جائیں، ہم پھر دنیا میں لوٹ جائیں اور تیری راہ میں جہاد کریں، حتیٰ کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر شہید کر دیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جابر! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تیرا باپ جب میدانِ احد میں شہید ہوا تو اللہ عز و جل نے

فرماتا ہے اسے اس کے دوسرے شہید بھائیوں کے پاس لے جاؤ اور اسے بھی ان کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی جنت کے دروازے کے پاس سبز باغ میں موجود سبز گنبد میں دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔ صبح کے وقت ان شہداء کے پاس جنت سے ایک مچھلی اور ایک بیل نکلتے ہیں۔ وہ ان کے سامنے کھیلنے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ کھیل دیکھ کر وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو بیل مچھلی کو اپنا سینک مارتا ہے اور اسے ان کے سامنے پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، پھر ایک مچھلی اور بیل شام کے وقت نکلتے ہیں، وہ شہداء کے سامنے کھیلنے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو مچھلی بیل کو اپنی دم مارتی ہے اور اسے پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، جب وہ شہید اپنے بھائیوں کے پاس پہنچتا ہے تو وہ کہتے ہیں اس سوار سے سوال کرو جو تمہارے وطن سے تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ

اسے زندہ فرما دیا۔ پھر اس سے پوچھا اے عبد اللہ بن عمر تو کیا چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے عرض کی اے میرے رب! میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں تیری راہ میں پھر جہاد کروں اور دوبارہ شہید کر دیا جاؤں۔

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی ایسا مومن نہیں جو دنیا سے جدا ہو اور پسند کرے کہ وہ دن کے کسی لمحے دنیا کی طرف لوٹ جائے اور دنیا و ما فیہا اس کے لئے ہو جائے مگر شہید یہ پسند کرتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دوبارہ شہید کر دیا جائے۔

حضور ﷺ کی معیت میں حمراء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَالرُّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا اَجْرٌ عَظِيمٌ (آل عمران)

”جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔“

یہ وہ مومنین ہیں جو غزوہ احد سے اگلے روز زخموں کی تکلیف کے باوجود رسول اللہ ﷺ

مفلس ہو گیا ہے۔ شہداء پوچھتے ہیں اس کا مال کیسے ضائع ہوا؟ قسم بخدا! وہ تو بڑا سلیقہ مند، دولت مند اور تاجر تھا۔ انہیں کہا جاتا ہے ہم اس چیز کو مفلسی شمار نہیں کرتے جسے تم شمار کر رہے ہو بلکہ ہم اعمال کی مفلسی شمار کرتے ہیں، پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں اور اس کی فلاں بیوی کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ اس نے اسے طلاق دے دی۔ وہ پوچھتے ہیں ان کے درمیان کیا جھگڑا ہوا جس کے باعث اس نے اسے طلاق دی؟ قسم بخدا! اس عورت پر بہت تعجب ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ تو کچھ عرصہ پہلے کامر چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں تعجب ہے وہ مرا لیکن ہم نے اس کا کوئی ذکر نہ سنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے دور راستے ہیں: ایک ہمارے اوپر سے گزرتا ہے اور دوسرا ہم سے دور رکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ہمارے پاس سے گزارتا ہے، ہم اسے پہچان لیتے ہیں اور یہ بھی جان لیتے ہیں کہ وہ کب مرا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے شر کا ارادہ

کے ہمراہ حمراء الاسد کی طرف چل پڑے۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا
حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٠٣﴾ (آل عمران)

”یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

جن لوگوں نے صحابہ کرام کو یہ بات کہی تھی وہ بنی عبد القیس کا ایک وفد تھا، انہیں ابوسفیان نے یہ بات کہنے کو کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تمہاری طرف پلٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاتَّقُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ الْفَضْلِ ﴿١٠٤﴾ (آل عمران)

”(ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ، نہ جھوٹا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔“

ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ اس نے انہیں دشمن کا سامنا کرنے سے بچالیا۔

إِنَّمَا إِلَهُ الْبَشَرِ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۖ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا اللَّهَ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٥﴾ (آل عمران)

”یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمہیں) اپنے دوستوں سے پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔“

فرماتا ہے، اسے ہم سے دور رکھا جاتا ہے، ہم اس کا ذکر نہیں سنتے، قسم بخدا! فلاں تو ہلاک ہو گیا۔ یہ اس شہید کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ ہے۔

دوسرا شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنا جانور لے کر نکلتا ہے، وہ یہ تو چاہتا ہے کہ دشمن کو قتل کرے لیکن خود قتل نہیں ہونا چاہتا۔ اچانک اس کی طرف ایک تیز تیر آتا ہے جو اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ یہ شہید قیامت کے روز حضرت سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کا ساتھی ہوگا۔ وہ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھے گا۔

ذلکم کا اشارہ اس گروہ (صحابہ) کی طرف اور اس بات کی طرف ہے جو شیطان نے ان کے مونہوں میں ڈال دی تھی۔

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُيَضُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللّٰهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”اور (اے جانِ عالم!) نہ غمزہ کریں آپ کو جو جلدی سے کفر میں داخل ہوئے ہیں۔ بے شک یہ لوگ نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ نہ رکھے ان کے لئے ذرا حصہ آخرت (کی نعمتوں) سے اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔“

کفر میں جلدی سے داخل ہونے والوں سے مراد منافقین ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ اسْتَرَوْا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنُيَضُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦﴾

(آل عمران)

”بے شک جنہوں نے خرید لیا کفر کو ایمان کے عوض میں ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ مَالَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نَسْلِفُ لَهُمْ لَيْزًا دُونَ إِلَٰهٍ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٧﴾ (آل عمران)

”اور نہ خیال کریں جو کفر کر رہے ہیں کہ ہم جو مہلت دے رہے ہیں انہیں یہ بہتر ہے ان کے لئے صرف اس لئے ہم تو انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ کر لیں گناہ اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل و خوار کرنے والا۔“

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ تَرْسُلِهِ مَنْ يُّشَآءُ قَالُوا يَا اللّٰهُ

سب سے افضل شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنی سواری لے کر لکھا، وہ یہ چاہتا ہے کہ قتل کرے اور قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے جہاد کیا یہاں تک کہ موقع پر ہی قتل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلوار سونت کر بلند کیے ہوئے ہوگا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے گا، وہ جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا اس حدیث میں مچھلی کا اور بیل کے ساتھ اس کے کھینے کا ذکر آیا ہے (۱)۔ اس حدیث کو حضرت ہناد بن سری نے کتاب الرقاق میں سند حسن کے ساتھ

۱۔ اس بیل کا قصہ جوزمین کو اٹھاتا ہے موضوع ہے۔ اسی طرح اس کا مچھلی کے ساتھ کھینے کا قصہ بھی موضوع ہے۔

مُسْلِمٌ وَإِنْ تَوَمَّنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو، جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر ۲ البتہ اللہ (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے ۳ تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے ۴۔“

۱۔ یعنی جب تک منافقین کو مومنین سے الگ الگ نہ کر دے۔

۲۔ یعنی ان امور کے غیب پر جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمانا چاہتا ہے تاکہ تم اس آزمائش سے محتاط رہو جو تم پر داخل ہو۔

۳۔ یعنی اسے غیب کا علم عطا فرمادیتا ہے۔

۴۔ یعنی اگر تم لوٹ آئے اور توبہ کر لی تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

غزوہ احد کے مہاجر شہداء کا بیان

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف میں سے حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ آپ کو جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے شہید کیا۔

بنی امیہ

بنی امیہ بن عبد شمس سے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ آپ بنی اسد بن خزیمہ سے

روایت کیا ہے۔ اس میں مذکورہ روایت سے زیادہ تفصیل ہے۔ انہی سے صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ اہل جنت سب سے پہلے کھجی کھائیں گے پھر ان کے لئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا۔ اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ جب پھلی پر زمین کا دار و مدار ہے جو کہ ایک تیرنے والا جانور ہے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہے کہ اہل دنیا یہ خیال کریں کہ وہ ایک قائم نہ رہنے والے گھر میں رہ رہے ہیں۔ جب جنت میں ان کے داخل ہونے سے پہلے اسے ذبح کر دیا جائے گا اور وہ اس کی کھجی کھائیں گے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہوگا کہ اب وہ دار و زوال سے راحت و آرام کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ دار و قرار

ان کے حلیف تھے۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصى سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، آپ کو ابن قمرہ لیشی نے قتل کیا۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

یہ چار صحابہ کرام مہاجرین میں سے شہید ہوئے۔

انصار شہداء

بنی عبدالاشہل

انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل سے حضرات عمرو بن معاذ بن نعمان، جاث بن انس بن رافع اور عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ سکن بن رافع بن امرؤ القیس ہیں انہیں سکن بھی کہا جاتا ہے۔
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اور حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش اور حضرت عمرو بن ثابت بن وقش بھی شہید ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ ان دونوں کے باپ ثابت بھی اسی روز شہید ہوئے۔ نیز حضرات رافع بن وقش، حسیل بن جابر، ابو حذیفہ یمان بھی شہید ہوئے۔ حضرت ابو حذیفہ کو مسلمانوں نے میدان جنگ میں لا علمی سے شہید کر دیا تھا لیکن ان کے بیٹے حضرت حذیفہ نے ان کے قاتل پر دیت صدقہ کر دی۔ اس کے علاوہ حضرات صہب بن قہظی، حباب بن قہظی، عباد بن سہل اور جاث بن اوس بن معاذ بھی شہید ہوئے۔ یہ بارہ افراد قبیلہ بنی عبدالاشہل سے غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

میں آگئے ہیں جیسا کہ پل صراط پر موت کو ایک چستکبرے مینڈھے کی صورت میں ذبح کر دیا جائے گا تاکہ یہ احساس ہو کہ اب موت نہیں آئے گی اور بیل کھیتی باڑی کا ذریعہ ہے۔ اہل دنیا دو کھیتوں سے خالی نہیں ہو سکتے: ایک ان کی دنیاوی کھیتی اور ایک آخرت کی کھیتی۔ اہل جنت کے سامنے وہاں بیل کو ذبح کر کے اس بات کا شعور دلایا جائے گا کہ اب انہیں ان دونوں مشقتوں سے آرام مل گیا ہے اور دونوں کھیتوں کی تکلیف سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ فَأَتَقَبَّرُ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ۔

اہل رائج

اہل رائج میں سے حضرات ایاس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن زعوراء بن جشم بن عبدالاشہل اور عبید بن تیہان شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔
نیز حبیب بن یزید بن تیم بھی شہید ہوئے۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے۔

بنی ظفر

بنی ظفر سے ایک شخص حضرت یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع شہید ہوئے۔

بنی ضبیہ

بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی ضبیہ بن زید سے دو شخص حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید اور حضرت حظلہ بن ابی عامر بن صلی بن نعمان بن مالک بن امہ شہید ہوئے۔ یہی حظلہ غسیل الملائکہ ہیں۔ آپ کو شداد بن اسود بن شعوب لیشی نے شہید کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قیس بن زید بن ضبیہ اور مالک بن امہ بن ضبیہ۔

بنی عبید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید سے ایک شخص حضرت انیس بن قنادہ۔

بنی ثعلبہ

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے دو شخص: حضرت ابو حبیہ۔ یہ سعد بن خیشمہ کے اخیانی بھائی

عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان کا ذکر کیا ہے۔ تیہان کا نام مالک ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ اسی طرح کتاب میں جہاں بھی یہ نام آیا ہے انہوں نے ان کا نسب ذکر نہیں کیا۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ ہم نے ابوالہیثم کے ذکر میں ان کا نسب بیان کیا ہے اور اس میں اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک کا قول ہے:

وَلَا مِثْلَ أَضْيَافِ الْأَرَاثِيِّ مَعْشَرًا

”اراشی کے مہمانوں کی مثل کوئی گروہ نہیں۔“

ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابوجیہ بن عمرو بن ثابت ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: دوسرے شخص حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان ہیں۔ یہ تیر اقلن دستہ کے امیر تھے۔

بنی سلیم

بنی سلیم بن عمرو القیس بن مالک بن اوس سے ایک شخص حضرت ابوسعید خثیمہ بن خثیمہ۔

بنی عجلان

بنی سلیم کے حلفاء بنی عجلان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سلمہ۔

بنی معاویہ

بنی معاویہ بن مالک سے ایک شخص حضرت سبیع بن حاطب بن حارث بن قیس بن ہشہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: انہیں سوہیق بن حارث بن حاطب بن ہشہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نجار کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنی سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عمرو بن قیس، ان کے بیٹے حضرت قیس بن عمرو۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عمرو بن قیس بن زید بن سواد ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ثابت بن عمرو بن زید اور حضرت عامر بن مخلص۔

بنی مبذول

بنی مبذول سے دو شخص: حضرت ابوہمیرہ بن حارث بن علقمہ بن عمرو بن ثقف بن مالک بن مبذول اور حضرت عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو۔

اس قول میں اراشی سے مراد ابوالہیثم ہے۔ حضرت کعب بن مالک نے اس کو اراشی کہا ہے حالانکہ اراشہ انصار میں سے نہیں۔ اس کا نسب موسیٰ بن عقبہ نے ایک پوری جماعت کے ساتھ بتایا تھا کہ ان کا کہنا ہے کہ وہ انصار کا حلیف تھا، انصاری نہیں تھا۔ حضرت ابن اسحاق اور واقدی نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان ذکر کیا ہے جبکہ ابن عقبہ، ابو معشر اور ابن عمارہ نے کہا یہ عتیک بن تیہان ہیں۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک سے ایک شخص حضرت اوس بن ثابت بن منذر۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت اوس بن ثابت حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

بنی عدی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن نجار سے ایک شخص حضرت انس بن نصر بن مضمم
بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت انس بن نصر، حضرت انس بن مالک خادم رسول کے
چچا ہیں۔

بنی مازن

بنی مازن بن نجار سے دو شخص حضرت قیس بن مغلہ اور ان کے غلام حضرت کیسان۔

بنی دینار

بنی دینار بن نجار سے دو شخص حضرت سلیم بن حارث اور حضرت نعمان بن عبد عمرو۔

بنی حارث

بنی حارث بن خزرج سے تین افراد: حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر، حضرت سعد بن
ربیع بن عمرو بن ابی زہیر۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اور حضرت اوس بن ارقم بن زید
بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب۔

ابوحنہ یا حنبہ

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت ابوحنہ انصاری بدری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن
ہشام نے فرمایا: یہ نون کے ساتھ ابوحنہ بن ثابت ہیں۔ واقدی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور بتایا ہے
کہ شرکائے بدر میں براء کے ساتھ ابوحنہ نامی کوئی شخص نہیں۔ اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے حضرت ابن
اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ابوحنہ (نون کے ساتھ) غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں
شہید ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔ ان کا نام ثابت ہے اور عمرو بن ثابت بھی کہا گیا ہے۔ ان
کے نام اور کنیت میں بہت اختلاف ہے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے ابوحنہ کا نام ابوحنہ (باء کے

بنی ابجر

اس قبیلہ کو بنی خدرہ بھی کہتے ہیں۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے: حضرت مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔ یہ حضرت ابوسعید خدری کے باپ ہیں۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوسعید خدری کا نام سنان ہے اور سعد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سعید بن سوید بن قیس بن عامر بن عباد بن ابجر اور حضرت عقبہ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔
بنی ساعدہ

بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے دو شخص: حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ اور حضرت ثقف بن فروہ بن بدی۔
بنی طریف

بنی طریف جو حضرت سعد بن عبادہ کی قوم ہے، سے دو شخص: حضرت عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ بن اوش بن ثعلبہ بن طریف اور بنی جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ضمہ۔
بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی سالم پھر ان کی شاخ بنی مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے پانچ افراد شہید ہوئے: حضرت نوفل بن عبداللہ، حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان، حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن فہر بن غنم بن سالم، حضرت مجذر بن زیاد۔ یہ قبیلہ بلی سے ان کے حلیف ہیں اور حضرت عبادہ بن حساس۔
حضرات نعمان بن مالک، مجذر اور عبادہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ساتھ (بن غزیہ ہے، اس میں صرف ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے جو حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان کا نام زید بن غزیہ بن عمرو ہے اور ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے اور اول الذکر کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے اور اول الذکر کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابو جیہ یاء کے ساتھ ہے۔ واللہ اعلم۔

بنی جبلی

بنی جبلی سے ایک شخص حضرت رفاعہ بن عمرو۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام، حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت خلاو بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام اور حضرت ایمن مولیٰ عمرو بن جموح۔

بنی سواد

بنی سواد بن غنم سے تین افراد: حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ اور ان کے آزاد کردہ غلام حضرت عتترہ، اور حضرت ہبل بن قیس بن حدیدہ بن قیس۔

بنی زریق

بنی زریق بن عامر سے دو شخص: حضرت ذکوان بن عبد قیس اور حضرت عبید بن معلیٰ بن ذکوان۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبید بن معلیٰ بن حبیب سے ہیں۔

شہداء کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہونے والے پینسٹھ مہاجرین و انصار ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بنی معاویہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وہ ستر شہداء جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا وہ یہ ہیں: قبیلہ اوس کی شاخ بنی معاویہ بن مالک سے حضرت مالک بن نمیلہ۔ یہ قبیلہ مزینہ سے ان کے حلیف تھے۔

حنہ نون کے ساتھ دیر حنہ ہے جو ملک شام کا ایک مشہور کلیسا تھا اور حنہ حضرت مریم بنت عمران کی ماں تھیں اور حنہ خاء منقوطہ کے ساتھ قاضی یحییٰ بن ائیم کی بیٹی اور فقیہ محمد بن نصر مروزی کی ماں تھیں اور حنہ جیم

بنی خطمہ

خطمہ کا نام عبد اللہ بن جشم بن مالک بن اوس ہے۔ بنی خطمہ سے حضرت حارث بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ۔

بنی خزرج

بنی خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک سے حضرت مالک بن ایاس۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک بن نجار سے حضرت ایاس بن عدی۔

بنی سالم

بنی سالم بن عوف سے حضرت عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہم۔

غزوہ احد میں مشرکین کے مقتول

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد میں قریش کی شاخ بنی عبدالدار بن قصی جو اصحاب اللواء تھے، سے گیارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) طلحہ بن ابی طلحہ۔ ابو طلحہ کا نام عبد اللہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبدالدار ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) ابوسعید بن ابو طلحہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عثمان بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4-5) مسافع بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ۔ ان دونوں کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاح قلع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کے ساتھ غیر معروف ہے سوائے ابو جنہ کے۔ یہ شاعر ذوالرمتہ کا ماموں تھا، یہ ابن ماکولا کا قول ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبد اللہ بن سلمہ عجلانی کا ذکر کیا ہے۔ الاصل میں

(7-8) کلاب بن طلحہ اور حارث بن طلحہ۔ ان دونوں کو بنی ظفر کے حلیف حضرت قزمان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلاب کو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ارطاة بن عبد شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) ابویزید بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار، اسے قزمان نے قتل کیا۔

(10) ابویزید کا جہشی غلام صواب۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے ایک شخص عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) ابوالحکم بن احنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی۔ یہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) سباع بن عبد العزی۔ عبد العزی کا نام عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملک بن افسی ہے۔ یہ بنی خزاعہ سے ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اور الاصول الصحاح میں حضرت ابن ہشام کی روایت کے مطابق یہ لام کے فتح کے ساتھ سَلَمَہ ہے۔ جبکہ دارقطنی نے اسے لام کے کسرہ کے ساتھ سَلِیہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن اسحاق سے

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے چار آدمی قتل ہوئے:

- (1) ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔
- (2) ولید بن عاص بن ہشام بن مغیرہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔
- (3) ابو امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (4) خالد بن علم۔ یہ ان کا حلیف تھا، اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے دو شخص قتل ہوئے:

- (1) عمرو بن عبد اللہ بن عمیر بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ عزہ کا باپ تھا، اسے رسول اللہ ﷺ نے حالت اسیری میں قتل کیا۔
- (2) ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو شخص قتل ہوئے:

- (1) عبیدہ بن جابر۔

- (2) شیبہ بن مالک بن مضرب۔ ان دونوں کو قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبیدہ بن جابر کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مشرکین کے مقتولوں کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بائیس مشرک ہلاک کئے۔

حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ اسی طرح ابو عمر نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ واللہ اعلم

غزوہ احد کے متعلق کہے گئے اشعار

ہمیرہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احد کے روز کہے جانے والے اشعار میں سے ایک ہمیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائد بن عبد بن عمران بن مخزوم کے اشعار ہیں۔ ابن ہشام نے عائد بن عمران بن مخزوم ذکر کیا ہے:

مَا بَلُّ هَمْ عَيْدٍ بَلَّتْ يَطْرُقُنِي بِالْوَدِّ مِنْ هِنْدٍ إِذْ تَعْدُو عَوَادِيهَا
”اس پر از درد و الم غم کا کیا حال پوچھتے ہو جو ہند سے محبت کے سبب (پیدا ہوا اور) رات بھر مجھے اس وقت جگاتا رہا جب اس کی مصروفیات حد سے تجاوز کر رہی تھیں۔“

بَاتَتْ تَعَاتِينِي هِنْدٌ وَ تَعَلِينِي وَالْحَرْبُ قَدْ شَغَلَتْ عَنِّي مَوَالِيهَا
”ہند رات بھر مجھے عتاب اور ملامت کرتی رہی حالانکہ جنگ کے ذمہ دار میری طرف سے بالکل غافل رہے تھے۔“

مَهْلًا فَلَا تَعَلِينِي إِنَّ مِنْ خُلُقِي مَا قَدْ عَلِمْتَ وَ مَا إِنْ لَسْتُ أُخْفِيهَا
”(اے ہند!) ذرا ٹھہر، مجھے ملامت نہ کر بے شک میرا اخلاق وہی ہے جس کا تجھے علم ہے اور جسے میں چھپانا بھی نہیں چاہتا۔“

مُسَاعِفٌ لِنِي كَعْبٍ بِمَا كَلِفُوا حَتْلُ عِبٍ وَ أَثْقَلِ أَعْيِيهَا
”بنی کعب جس چیز کے عادی ہیں اس میں میں ان کا فرمانبردار ہوں، میں بڑی بڑی مشکل ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا اور ان کی مشقت برداشت کرنے والا ہوں۔“

وَ قَدْ حَمَلْتُ سِلَاحِي فَوْقَ مُشْتَرِفٍ سَاطِ سَبَّوحٍ إِذَا تَجَرَّيَ يَنَارِيهَا
”اور میں نے اپنے ہتھیار ایک ایسے گھوڑے پر لاد رکھے ہیں جس کا حسن قابل ہے، بے قدم اٹھا کر چلنے والا ہے، تیرا ک ہے اور جب دوڑتا ہے تو آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔“

غزوہ احد کے متعلق اشعار کی تشریح

ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم کفار اور ان لوگوں کے اشعار کی تشریح سے اعراض کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر فخر کرنے والے ہیں۔ سوائے ان شعراء کے جو ان میں سے

كَأَنَّهُ إِذْ جَرَى عَمْرٌ بِفَذٍ فَذَقَ مُكْذَمٌ لَّاحِقٌ بِالْعَوْنِ يَحْيِيهَا
 ”جب حمار وحشی کھلے جنگل میں دوڑتے ہیں تو (یوں لگتا ہے) گویا اسے دانتوں سے کاٹا گیا
 ہے اور ان کی جماعت کو آلیتا ہے اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیتا ہے۔“

مِنْ آلِ اَعْوَجَ يَرْتَاخُ النَّدِيُّ لَهُ كَجُدْعٍ شَعْرَاءَ مُسْتَعْلٍ مَرَاقِيهَا
 ”(یہ گھوڑا عرب کے مشہور ترین گھوڑے) اعوج کی نسل سے ہے جسے دیکھ کر ساری مجلس
 خوشی سے جھومنے لگتی ہے گویا وہ گھنے کھجور کے درخت کا تنا ہے جس کی ٹہنیاں بہت اونچی ہوں۔“
 اَعْدَدْتُهُ وَ رُقَاقَ الْحَدِّ مُنْتَحِلًا وَ مَارِنًا لِيُخْطُوبَ قَدْ اَلَا قِيهَا
 ”میں نے اس گھوڑے کو، ایک منتخب تیز دھار پتلی تلوار کو اور ایک لچکدار نیزے کو ان حوادث
 کے لئے تیار کر رکھا ہے جن سے میں کبھی دو چار ہو سکتا ہوں۔“

هَذَا وَ بَيْضَاءَ مِثْلَ النَّهْيِ مُحْكَمَةً نِيْطَتْ عَلَيَّ فَمَا تَبَدُّوْ مَسَاوِيهَا
 اس کے ساتھ ساتھ میں نے ایک نہایت مضبوط زرہ بھی (تیار کر رکھی ہے) جو حوض کی طرح
 ہے، میرے جسم پر چسپاں ہو جاتی ہے، اس میں بڑے بڑے سوراخوں کا نقص موجود نہیں۔
 سُقْنَا كِنَانَةً مِنْ اطْرَافِ ذِي يَمَنٍ غَوْضَ الْبِلَادِ عَلَى مَا كَانَ يَزُجِيهَا
 ”ہم بنی کنانہ کو اہل یمن کے گرد و نواح سے کھینچ کر ان بلاد کی وسعت میں لے آئے جو ان کو
 پہلے کھینچنے چلی آرہی تھی۔“

قَالَتْ كِنَانَةُ اَنْتِ تَذْهَبُوْنَ بِنَا قُلْنَا النِّخِيلَ فَاَمَوْهَا وَ مَنْ فِيْهَا
 ”بنی کنانہ نے پوچھا: تم ہمیں کہاں لے جا رہو؟ ہم نے کہا ہم تمہیں نخیل (مدینہ طیبہ) لئے
 جا رہے ہیں پس تم وہاں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا قصد رکھو۔“
 نَحْنُ الْفَوَارِسُ يَوْمَ الْجَرِّ مِنْ اَحَدٍ هَابَتْ مَعَدُ فَقُلْنَا نَحْنُ نَاتِيهَا
 ”احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کے روز ہم ہی شہسوار تھے۔ ہم نے کہا ہم آتے ہیں تو قبیلہ
 معد تھرا گیا۔“

هَابُوا ضَرَابًا وَ طَعْنَا صَادِقًا خَدِيمًا مِمَّا يَرَوْنَ وَ قَدْ ضُتَّتْ قَوَاصِيهَا
 ”جب وہ ہماری شمشیر زنی اور نیزہ بازی دیکھ رہے تھے جس سے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے

ایمان لے آئے لیکن ہبیرہ کے اشعار میں دوا یسے شعر ہیں جو اس کے مذکورہ اشعار اس وجہ سے میں نے
 ان کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں:

ہو رہے تھے تو وہ کانپ گئے حالانکہ ان کے دور و نزدیک کے بکھرے ہوئے لوگ اکٹھے ہو گئے۔
 قُتِّ رُحْنًا كَانَا عَارِضَ بَرْدٍ وَ قَامَ هَامُ بَنِي النُّجَارِ يَمِيقَا
 ”پھر ہم شام کے وقت حملہ آور ہوئے گویا ہم ایک ڈالہ بار بادل تھے اور حالت یہ تھی کہ بنی
 نجار کے طائر مرگ ان کا ماتم کر رہے تھے۔“

كَانَ هَامُهُمْ عِنْدَ الْوُطَى فَلَقَ مِنْ قَبْضِ رَبِّهَا نَفْتَهُ عَنْ آدَاجِيهَا
 ”جنگ کے وقت ان کی کھوپڑیاں ایسی تھی گویا وہ شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ہیں جنہیں
 شتر مرغ نے اپنے گھونسلوں سے باہر پھینک دیا ہو۔“

أَوْ حَنْظَلُ زَعَوَعَتُهُ الرِّيحُ فِي غُصْنٍ بَلَى تَعَاوَرَا مِنْهَا سَوَافِيهَا
 ”یا (گویا وہ کھوپڑیاں) حنظل (اندرائن کے پھل) ہیں جنہیں ہوا ایک ایسی پرانی شاخ
 میں حرکت دے رہی ہو جس پر مسلسل گرد و غبار اڑانے والی ہوا چل رہی ہو۔“

قَدْ نَبَذَ الْمَالُ سَخًا لَا حِسَابَ لَهُ وَ نَطَعُنُ الْخَيْلَ شَرَدًا فِي مَقَامِهَا
 ”کبھی تو ہم اتنا مال و دولت بہا رہے ہوتے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں اور کبھی دشمن کے
 گھوڑوں کی آنکھوں کے گوشوں میں دائیں بائیں سے نیزے مار رہے ہوتے ہیں۔“

وَ لَيْلَةٌ يَضْطَلِّي بِالْفَرْثِ جَادِرُهَا يَخْتَصُّ بِالنَّقَرِ الثَّوْرَيْنِ دَاعِيَهَا
 ”بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے
 تھے اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دو تمندوں کو دعوت خاص دے رہا تھا۔“

وَ لَيْلَةٌ مِّنْ جُمَادَى ذَاتِ الْاُثْنَيْنِ حَرَبًا جُمَادِيَّةً قَدْ بَثَّ اَسْرِيَهَا
 ”اور بہت سی پانی جم جانے کے موسم کی بوند باندی والی ماہ جمادی کی راتیں بھی تھیں جن
 میں سخت تکلیف دہ کہر والی سردی پڑ رہی تھی ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا۔“

وَ لَيْلَةٌ يَضْطَلِّي بِالْفَرْثِ جَادِرُهَا يَخْتَصُّ بِالنَّقَرِ الثَّوْرَيْنِ دَاعِيَهَا
 ”بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے تھے
 اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دو تمندوں کو ہی دعوت خاص دے رہا تھا۔“

لَيْلٌ لَّيْلَةٌ مِّنْ جُمَادَى ذَاتِ الْاُثْنَيْنِ حَرَبًا جُمَادِيَّةً قَدْ بَثَّ اَسْرِيَهَا
 ”ان راتوں میں جو پانی جم جانے کے موسم کی بوند باندی والی ماہ جمادی کی راتیں تھیں جن میں
 سخت تکلیف دہ کہر والی سردی پڑ رہی تھی، ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا۔“

لَا يَنْبَحُ الْكَلْبُ فِيهَا غَيْرَ وَاحِدَةٍ مِّنَ الْقَرِيسِ وَ لَا تَسْرِي أَفَاعِيهَا
 ”ان راتوں میں برفانی سردی کی وجہ سے اکادکا کتے کے سوا کوئی کتابھی نہیں بھونکتا تھا اور
 سانپ بھی (بلوں سے باہر نکل کر) نہیں چلتے تھے۔“

أَوْ قَدْتُ فِيهَا لِذِي الضَّرَاءِ جَاحِمَةً كَالْبَرْقِ ذَاكِيَةً الْآرْكَانِ أَحْيِيهَا
 ”ایسی ہی راتوں میں میں نے تنگدستوں اور حاجتمندوں کے لئے بجلی کی طرح بھڑکتی ہوئی
 آگ روشن کی جو گرد و نواح کو روشن کر رہی تھی اور میں اس کی نگہبانی کر رہا تھا۔“

أَوْدَتْنِي ذَاكُمُ عَمْرُو وَ وَالِدَةُ مِّنْ قَبِيلِهِ كَانَ بِالْمَثْنَى يُغَالِيهَا
 ”یہ چیز مجھے عمرو نے ورثے میں دی ہے اور اس سے پہلے اس کا باپ اس آگ کو (لوگوں
 کے نفع کے لئے) بھڑکایا کرتا تھا۔“

كَانُوا يُبَارُونَ أَنْوَاءَ النُّجُومِ فَمَا دَنَّتْ عَنِ السُّورَةِ الْعُلْيَا مَسَاعِيهَا
 ”وہ لوگ (عمرو اور اس کا قبیلہ) بارش والے ستاروں کا مقابلہ کرتے تھے اور اعلیٰ مرتبہ کے
 حصول کے لئے ان کی کوشش میں کوتاہی نہیں ہوتی تھی۔“

ہمیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کا جواب دیا فرمایا:
 سَقْتُمُ كِنَانَةَ جَهْلًا مِّنْ سَفَاهَتِكُمْ إِلَى الرَّسُولِ فَجُنْدُ اللَّهِ مُخْزِيهَا
 ”اپنی بے وقوفی کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم بنی کنانہ کو رسول اللہ ﷺ کے

شاعر کے قول يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ سے مراد یہ ہے کہ وہ سردی کی شدت سے بچنے کے لئے گوبر کی
 آگ کے ساتھ گرمی حاصل کر رہا تھا۔

ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء

شاعر کا قول ہے: يَخْتَصُّ بِالنَّقَرَى الْمُثْرَيْنِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اغنیاء کو دعوت
 دے رہا تھا تا کہ ان سے بدلہ کا مطالبہ کرے اور ان سے کھانا کھائے۔ شاعر زمانے کی ناگفتہ بہ حالت
 بیان کر رہا ہے۔ یہ معنی یعقوب نے الالفاظ میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو ہڈی کی طرف
 منسوب کیا ہے۔ اسی طرح ابن ہشام نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں شعر ہمیرہ کے نہیں ہیں۔ انہوں نے
 انہیں عمرو صاحب کلب ہڈی کی بہن جنوب کی طرف منسوب کیا ہے۔

مقابلہ میں لے آئے۔ آخر کار اللہ کا لشکر اسے ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔“

أَرَدْتُمُوهَا حِيَاضَ الْمَوْتِ ضَاحِيَةً فَلَنَارُ مَوْعِدُهَا وَالْقَتْلُ لَا قِيَمَهَا
”تم نے انہیں لے کر صبح سویرے موت کے حوضوں کا قصد کیا۔ پس آتش جہنم ان کا مقام
موعود بنی اور قتل ان کا استقبال کرنے والا تھا۔“

جَمَعْتُمُوهَا أَحَابِيْشًا بِلَا حَسَبٍ أَيْمَةَ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيْهَا
”تم نے مختلف قبیلوں کے بدکردار لوگ جمع کیے جو کفر کے امام ہیں جن کے سرکش لوگوں نے
تمہیں دھوکا دیا۔“

أَلَا اَعْتَبَرْتُمْ بِخَيْلِ اللَّهِ إِذْ قَتَلَتْ أَهْلَ الْقَلْبِ وَمَنْ أَلْقَيْنَهُ فِيْهَا
”تمہیں اللہ کے شہسواروں سے عبرت کیوں نہ حاصل ہوئی جب انہوں نے اصحابِ قلب
بدر اور ان لوگوں کو قتل کیا تھا جنہیں انہوں نے اس کنویں میں پھینکا تھا۔“

كَمْ مِنْ أَسِيرٍ فَكَّنَاهُ بِلَا قَسٍّ وَ جَزٍّ نَاصِيَةٍ كُنَّا مَوَالِيَهَا
”کتنے ہی قیدی تھے جنہیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے اور بغیر اس کی پیشانی کے بال کاٹے
رہا کر دیا تھا جس کے ہم احسان مند تھے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابو زید انصاری نے کعب بن مالک کی طرف منسوب

شاعر کا قول ہے: ذَاتِ اَنْدِيَةِ۔ یہ خلاف قیاس ندی کی جمع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمع کی
جمع ہے یا ندی کی جمع نداء ہے جیسے جَمَل کی جمع جَمَال ہے پھر جمع الجمع اَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہے۔ یہ
بعید از قیاس ہے کیونکہ جمع کثرت کی جمع نہیں آتی اور فِعَال جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے۔ یہ بھی
کہا گیا ہے کہ اندیہ ندی کی جمع ہے جس کا معنی مجلس ہے لیکن یہ قول شعر کے معنی کے موافق نہیں بلکہ
یہ جمع اَفْعَلَةٌ کے وزن پر آئی ہے کیونکہ یہ اَلَا هَوِيَّة (ہوائیں) اور اَلَا شَيْبَةَ (موسم ہائے سرما) وغیرہ
کے معنی میں ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ لفظ اَلرَّذَاذ (پھوہار) اور اَلرَّشَاش (چھینٹا) کے معنی کے
زیادہ قریب ہے اور ان دونوں کی جمع اَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہی آتی ہے۔ جُمَادَى سے مراد ماہِ جُمَلای
ہے۔ اس مہینے کا یہ نام پانی کے جم جانے کے زمانہ میں رکھا گیا پھر یہ مہینہ چاندوں کے ساتھ اور موسم
میں منتقل ہو گیا لیکن اس کا یہ نام باقی ہے اگرچہ یہ مہینہ موسم گرما اور سخت گرمی میں آئے۔ اسی طرح ان
عربی مہینوں کے اکثر نام شمسی سال کے مختلف احوال سے ماخوذ کیے گئے ہیں پھر وہ نام ان کے ساتھ
لازم ہو گئے ہیں اگرچہ وہ ان اوقات سے نکل بھی جائیں۔

کرتے ہوئے سنائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہمیرہ بن ابی وہب اپنے جس شہزادے میں یہ کہتا ہے:

وَلَيْلَةٍ يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ حَاذِرُهَا يَخْتَصُّ بِالنَّقَرِ الثَّوَيْنِ دَائِعِيهَا
اس کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ یہ عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کے ان اشعار میں
سے ایک ہے جو اس نے یوم احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے بارے میں کہے۔

ہمیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ہمیرہ بن ابی وہب کا
جواب دیتے ہوئے فرمایا:

أَلَا هَلْ أَتَى غَسَّانَ عَنَّا وَ دُونَهُمْ مِنْ الْأَرْضِ خَرَقٌ سَمَرَةٌ مُتَعَنِّعٌ
”سنو! بے شک ہمارے اور بنی غسان کے درمیان اتنا وسیع جنگل حائل ہے جس میں ہوا
تیز چلتی ہے اور اس کا سفر بھٹکا دینے والا ہے۔“

صَحَارٍ وَ أَعْلَامٌ كَأَنَّ قَتَامَهَا مِنْ الْبَعْدِ نَقْعٌ هَامِدٌ مُتَقَطِعٌ
”ایسے صحرا اور بلند پہاڑ (حائل ہیں) جن کا سیاہی مائل رنگ دوری کی وجہ سے یوں معلوم
ہوتا ہے گویا جما ہوا سا کن گرد و غبار ہے۔“

تَظَلُّ بِهِ الْبُؤْلُ الْعَرَا مِمْسُ رِذْخًا وَ يَخْلُو بِهِ غَيْثُ السَّيْنِ قَمِيْعٌ
”وہاں قوی سے قوی اونٹ بھی نڈھال ہو کر گر پڑتے ہیں اور بارش وہاں سے ہر سال ٹل
جاتی ہے کہ وہ انہیں سیراب کرے۔“

بِهِ جَيْفُ الْحَسْرِ يَلُوخُ صَلِيْبًا كَمَا لَاخُ كَثَانُ الْبَحَارِ الْوَضْعُ
”وہاں حسرت زدہ لوگوں کی متعفن لاشوں کی چربی اس طرح چمکتی ہے جس طرح تاجروں
کا منقش ریشمی کپڑا چمکتا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا جن میں وہ ہمیرہ کا جواب دیتے ہیں۔ ان
میں پہلا شعر ہے: أَلَا هَلْ أَتَى غَسَّانَ۔ آپ نے غزوہ بدر کے متعلق ایک قصیدہ کی ابتداء بھی انہی
الفاظ سے کی، فرمایا: أَلَا هَلْ أَتَى غَسَّانَ بِنِي نَازِي دَارِهَا۔ آپ بنی غسان کا ذکر اس لئے کرتے ہیں

بِهَ الْعَيْنِ وَالْأَرَامِ يَسْتَشِينُ جِلْفَةً وَ بِيضُ نَعَامٍ قَبْضُهُ يَتَقَلَّمُ
”وہاں نیل گائیں اور سفید ہرن قطار در قطار چلتے ہیں اور شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے
کھڑے کھڑے ہو کر بکھرے پڑے ہیں۔“

مَجَالِدُنَا عَنْ دِينِ كُوْزٍ (مَحَافِظُ) مَا هِرِنْ جَنْكٍ كَا هِرْ لَشْكِرٍ عَظِيْمٍ هِيَ جِسْ فِيْ سَفِيْدٍ خُودُوْں كِي
چوٹیاں چمکتی ہیں۔“

وَ كُلُّ صَوْتٍ فِي الصَّوَانِ كَانَهَا اِذَا لُبَسَتْ يَهْنُ مِنْ الْمَاءِ مُتَرَعٌ
اور (جس میں ہر لشکری کے پاس) حفاظت کے لئے ایسی تنگ بنی ہوئی مضبوط زرہ ہے کہ
جب وہ پہنی جاتی ہے تو (جسم پر اس طرح چسپاں ہو جاتی ہے) گویا پانی سے بھرا تالاب ہے۔
وَ لَكِنْ يَبْدُرُ سَائِلُوْا مَنْ لَقِيْتُمْ مِنَ النَّاسِ وَالْاَنْبَاءُ بِالْغَيْبِ تَنْفَعُ
”لیکن ذرا پوچھو تو سہی کہ بدر میں تم کو کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جبکہ غیب کی خبریں فائدہ
پہنچا رہی تھیں۔“

وَ اِنَّا بِاَرْضِ الْخَوْفِ لَوْ كَانَ اَهْلُهَا سِوَانَا لَقَدْ اَجَلَوْا بَلِيْلٍ فَاقْشَعَوْا
”اور ہم ایسے میدان خوف و خطر میں تھے کہ اگر ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے تو ایک
رات میں ہی جلا وطن ہو جاتے اور ذلیل و رسوا ہو کر بھاگ جاتے۔“

اِذَا حَاءَ مِنَّا رَاكِبٌ كَانَتْ قَوْلُهُ اَعِدُّوْا لِمَا يُزْجِي اِهْنُ حَرْبٍ وَ يَجْمَعُ
”جب ہمارا کوئی سوار آتا تو اس کا یہی قول ہوتا کہ ابوسفیان بن حرب جو سامان فراہم کر رہا
ہے اور لشکر جمع کر رہا ہے اس کے مقابلہ میں خوب تیاری کرو۔“

فَقَهْمَا يَهُمُّ النَّاسُ مِنَّا يَكْمِدُنَا فَتَحْنُ لَهُ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ اَوْسَعُ
”تو جب بھی ابوسفیان ہمارے خلاف خفیہ تدبیروں سے لوگوں کی ہمت بڑھاتا تو ہم اس
کے مقابلہ کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ وسیع پیمانے پر تیاری کرتے۔“

فَلَوْ غَمَرْنَا كَانَتْ حَبِيْعًا تَكْمِدُهُ الْهَرِيْءُ قَدْ اَعْطَوْا يَدًا وَ تَرَدُّعُوا

کہ وہ انصار کے چچا زاد ہیں اور انصار حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور جو شام میں ہیں وہ بطنہ بن
عمرو بن عامر کی اولاد ہیں۔ یہ سب غسان ہیں کیونکہ غسان ایک چشمہ ہے جس سے انہوں نے یمن
سے کوچ کرتے وقت پانی پیا۔ اس سے ان کا نام غسان پڑ گیا۔

”جب ساری مخلوق اپنی تدابیر سے شکست دینے کے لئے اکٹھی ہو گئی تو اگر ہمارے سوا کوئی اور لوگ ہوتے تو وہ ہار مان جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔“

نُجَالِدٌ لَا تَبْقَى عَلَيْنَا قَبِيلَةٌ مِّنَ النَّاسِ إِلَّا أَنْ يُهَابُوا وَ يُفْطَعُوا
”ہم جب مقابلہ کرتے ہیں تو لوگوں کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں پچتا جو ہم سے ہیبت زدہ ہو کر بوکھلانہ جائے۔“

وَلَمَّا ابْتَنَوْا بِالْعَرَضِ قَالُوا سَرَاتُنَا عَلَامَ إِذَا لَمْ نَمْنَعِ الْعَرَضَ نَزَرُ
”اور جب ان لوگوں نے مقام عرض میں خیمے لگائے تو ہمارے سربراہ اور وہ لوگوں نے کہا کہ جب ہم اپنی عرض (عزت) کی حفاظت نہیں کریں گے تو کس طرح پھل پھول سکیں گے۔“

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ نَتَّبِعُ أَمْرًا إِذَا قَالَ فِينَا الْقَوْلَ لَا نَتَطَلَعُ
”اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں جن کے حکم کی ہم پیروی کرتے ہیں، جب وہ ہمارے بارے میں کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو ہم احترام و اجلال سے نظر بھی نہیں اٹھاتے۔“

تَدَلَّى عَلَيْهِ الرُّوحُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ يَنْزِلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ وَ يَرْفَعُ
”حضور پر آپ کے پروردگار کی طرف سے روح القدس اترتے ہیں جو فضا سے آسمانی سے اتارے پھر اوپر بلائے جاتے ہیں۔“

نُشَاوَرَةٌ فِينَا نُرِيدُ وَ قَصْرُنَا إِذَا مَا اشْتَهَى أَنَا نَطِيعُ وَ نَسْمَعُ
”ہم جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس میں حضور ﷺ سے صلاح و مشورہ کرتے ہیں اور پھر ہمارے اس کام کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ جو آپ کی مرضی اور خواہش ہوتی ہے ہم اسے نہایت توجہ سے سن کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔“

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَمَّا بَدَا لَنَا ذَرُّوا عَنْكُمْ هَؤُلَاءِ النِّبَاتِ وَاطْمَعُوا
”جب دشمن ہمارے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موتوں کا خوف اپنے آپ سے دور کر دو اور موتوں کی خواہش کرو۔“

وَ كُونُوا كَمَنْ يُشْرِى الْحَيَاةَ تَقَرُّبًا إِلَىٰ مَلِكٍ يُحْيَا لَدَيْهِ وَ يُوْجِعُ

شاعر کا قول ہے: سَمِيرَةٌ مُّتَتَعِنُ اس کا معنی ہے کہ اس کا سفر اضطراب میں ڈالنے والا ہے اور الْعَرَامِيسُ عَرَمِيس کی جمع ہے، چلنے میں طاقتور اونٹنی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَيْضُهُ يَتَفَلَعُ۔ يتفلع کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور قَيْضُ انڈوں کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں اور الْقَوَانِيسُ قَوْنَس کی جمع ہے جس کا معنی ہے خود۔

”اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اپنی زندگی اس بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بیچ دیتا ہے جس کی بارگاہ میں انسان کو زندہ کر کے لوٹایا جائے گا۔“

وَلٰكِنْ عٰخِذُوْا اَسِيٰفَكُمْ وَتَوَكَّلُوْا عَلٰی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ اٰخِذُ الْيَمِيْنِ
”لیکن اپنی تلواروں کو سنبھال لو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، بے شک تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔“

فَسِرْنَا اِلَيْهِمْ جَهْرَةً فِیْ رِحَالِهِمْ ضَحٰیًا عَلَيْنَا الْبَیْضُ لَا نَتَخَشَّعُ
”چنانچہ ہم دن چڑھے اپنے خودوں میں لیس ان کے کجاو کا رخ کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر ان کی طرف چل دیے اور ہمیں کوئی خوف نہ تھا۔“

بَلَلُوْهُ فِیْهَا السَّنُوْرُ وَالْقَنَا اِذَا ضَرَبُوْا اَقْدَامَهَا لَا تُوْرَعُ
”ایک ایسے مجمع لشکر کے ساتھ (چلے) جو ہتھیاروں اور نیزوں سے لیس تھا، جب وہ چلتا تھا تو اپنے قدموں کو بالکل نہیں روکتا تھا۔“

فَجِئْنَا اِلٰی مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسَطُهُ اَحْلٰیثٌ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَ مُقَنَّعٌ
”آخر کار ہم سمندر کی ایک موج (لشکر کفار) کے درمیان گھس گئے جن میں مختلف قبیلوں کے گھسیا لوگ تھے جن میں سے کچھ بے خود بے زرہ تھے اور کچھ خود پہنے ہوئے تھے۔“

ثَلَاثَ اَلٰفٍ وَ نَحْنُ نَصِيَّةٌ ثَلَاثُ مِیْنِیْنَ اِنْ كَثُرْنَا فَارْبَعٌ
”انکی تعداد تین ہزار تھی اور ہم اپنی قوم کے تین سو سربراہ آوردہ لوگ تھے، اگر زیادہ تھے تو چار سو تھے۔“

نَعَاوِرُهُمْ تَجْرِیْ النَّیْیَةُ یَّتٰا نُسَارِعُهُمْ حَوْضَ الْمَنَیَا وَ نَشْرَعُ
”ہم ان پر اس حالت میں حملہ کر رہے تھے کہ موت ہمارے درمیان دوڑنے لگی، ہم انہیں موتوں کے حوض کا پانی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے۔“

تَهْلٰی قِیْسُ النَّبَعِ فِیْنَا وَ فِیْهِمْ وَ مَا هُوَ اِلَّا الْهَرَبِیُّ الْمَقْطَعُ
”درخت نبج کی بنی ہوئی کمانیں ہمارے اندر بھی چل رہی تھیں اور ان کے اندر بھی آوردہ نہیں تھیں مگر شرب کی بنی ہوئی جو ٹوٹ چکی تھیں۔“

شاعر کا قول ہے: وَ كُلُّ صَوْتٍ یعنی وہ زرہ جسے مضبوط بنائی اور پختہ کاری کے ذریعے پوجھل بنا دیا جائے اور اَنْتَهٰی اور اَنْتَهٰی کا معنی تالاب ہے۔ اس نام کی وجہ ہے کہ زمین کی بلندی اس کا پانی بہنے سے مانع ہوتی ہے۔ چونکہ سیلاب اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اس لئے اسے غدیر کہا جاتا ہے اور زمین اسے روک لیتی ہے اس لئے اسے نمی کہا جاتا ہے۔

وَمَنْجُوفَةٌ جَرْمِيَّةٌ صَاعِدِيَّةٌ يُكَذِّرُ عَلَيْهَا السَّمُ سَاعَةً تُصْنَعُ
 ”اور حرم کے باشندے صاعد کے ہاتھ کے بنے ہوئے تیر بھی چل رہے تھے جن پر بناتے
 وقت زہر چھڑکا گیا تھا۔“

تَصُوبُ بِأَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ قَارَةٌ تَرُّ بِأَعْرَاضِ الْبَصَارِ تَقَعَّقُ
 ”وہ تیر لوگوں کے جسموں میں پیوست ہو رہے تھے اور کبھی چٹانوں کے پہلوؤں کے ساتھ
 لکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے۔“

وَعَحِيلٌ تَرَاهَا بِالْفَضَاءِ كَالْهَيَا جَرَادُ صَبَا فِي قُرَّةٍ يَتَرَعُّ
 ”اور وہ گھوڑے بھی (گر رہے تھے) جو کھلے میدان میں ایسے دکھائی دے رہے تھے گویا وہ
 موسم سرما کی شرقی ہوا میں اڑنے والی ٹڈیاں ہیں جو آ جا رہی ہیں۔“

فَلَمَّا تَلَقَيْنَا وَ دَارَتْ بِنَا الرُّحَى وَ لَيْسَ لِأَمْرِ حَبَّةِ اللَّهِ مَدْفَعُ
 ”پس جب ہم باہم متصادم ہوئے اور جنگ کی چکی ہم پر خوب چلنے لگی اور جو بات اللہ تعالیٰ
 مقدر کر دے اس سے کوئی مفر نہیں

ضَرَبْنَاَهُمْ حَتَّى تَرَكْنَا سَرَائِهِمْ كَالْهَيَا بِالْقَاعِ عُشْبٌ مُصْرَعُ
 ”تو ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہم نے ان کے سر کردہ لوگوں کو اس حالت میں
 چھوڑ دیا گویا وہ نشیبی زمین میں بچھاڑی ہوئی لکڑیاں ہیں۔“

لَدُنْ غُدُوَّةٍ حَتَّى اسْتَفْقْنَا عَشِيَّةً كَانْ ذَكَانَا حَرُّ نَارٍ تَلْفَعُ
 ”(یہ شمشیر زنی) صبح کے وقت (شروع ہوئی) یہاں تک کہ ہم نے شام کو ہوش کیا تو ہماری
 جنگ کی آگ بھڑکتی ہوئی آگ کی حرارت کی مانند تھی۔“

وَ رَاحُوا سِرَاعًا مُوجِهِينَ كَالْهَيَا جَهَامٌ هَرَّاقَتْ مَاءً لَا الرِّيحُ مُقْلِعُ
 ”اور کفار بڑی تیزی سے بھاگنے لگے گویا وہ اکڑا ہوا بادل ہیں جسکے پانی کو ہوانے بہاؤ والا ہو۔“
 وَ رُحْنَا وَ أَخْرَانَا بِطَاءِ كَالْهَيَا أَسْوَدٌ عَلَى لَحْمٍ يَبْشَعُ ضَلَعُ

شاعر کا قول ہے: وَمَنْجُوفَةٌ، یہ نَجَفْتُ سے مَفْعُولَةٌ کا وزن ہے جس کا معنی ہے میں نے
 کھودا۔ یہ نَجَفْتُ الْعَنَزَ سے بھی مشتق ہو سکتا ہے جس کا معنی ہے میں نے بکری کو نہاں یعنی رسی کے
 ساتھ باندھا۔ اگر اس لفظ سے شاعر کی مراد نیزوں کی لکڑیاں ہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ مضبوط اور
 سیدھی لکڑیاں۔ اور اگر اس سے مراد نیزوں کے پھل ہوں تو پھر بھی مَنْجُوفَةٌ نَجَفْتُ بمعنی کھودنا سے

”اور ہم شام کو اس شان سے واپس ہوئے کہ ہماری آخری صفوں کے لوگ بڑے اطمینان سے چل رہے تھے گویا ہم ایسے شیر تھے جو اپنی کچھار میں ٹہل ٹہل کر گوشت کھا رہے ہوں۔“

فَلَنَّا وَ نَلَّ الْقَوْمُ مِنَّا وَ رَبَّنَا فَعَلْنَا وَ لَكِن مَّا لَدَى اللَّهِ أَوْسَعُ پس ہم نے کفار کو اور کفار نے ہمیں عیب لگائے اور ہم نے بہت حد تک کارنامے سرانجام دیئے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک طے ہے وہ اس سے وسیع تر ہے۔

وَ دَارَتْ دَٰحَتَا وَ اسْتَدَارَتْ رَحَلَهُمْ وَ قَدْ جَعَلُوا كُلَّ مِنَ الشَّرِّ يَشْبَعُ اور ہماری چکی بھی خوب چلی اور ان کی چکی بھی چلی درآں حالیکہ ہم میں سے ہر ایک نے خوب سیر ہو کر مقابلہ کیا

وَ نَحْنُ أَنْسُ لَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً عَلَى كُلِّ مَنْ يَحْيِي الدِّمَارَ وَ يَنْعُ اور ہم تو ایسے لوگ ہیں کہ ہر اس شخص کے قتل کو باعث عار نہیں سمجھتے جو اپنے حقوق کی حمایت کرے اور ان کا دفاع کرے۔

جِلَادٌ عَلَى رَيْبِ الْحَوَادِثِ لَا نَرَى عَلَى هَلِكِ عَيْنَا لَنَا الدَّهْرَ تَذَمُّعُ ہم لوگ حوادثِ زمانہ کی گردش پر اس قدر صابر ہیں کہ ہم اپنی کوئی ایسی آنکھ نہیں دیکھتے جو کسی ہلاک ہونے والے شخص پر کبھی آنسو بہاتی ہو۔

بَنُو الْحَرْبِ لَا نَعْيَا بِشَيْءٍ نَقُولُهُ وَ لَا نَحْنُ بِمَا جَرَتْ الْحَرْبُ نَجْنَعُ ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ جو بات کہہ دیتے ہیں اسے پورا کرنے میں ہرگز نہیں ٹھکتے اور نہ ان مصائب پر آہ و زاری کرتے ہیں جو جنگ لاتی ہے۔

بَنُو الْحَرْبِ إِنْ نَظَفَرْنَا بِفُحْشٍ وَ لَا نَحْنُ مِنْ إِظْفَارِهَا نَتَوَجَّعُ ”ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ اگر ہم فحیاب ہو جائیں تو بے حیائی کرنے والے نہیں اور نہ ہم شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے آہ و فغاں کرتے ہیں۔“

وَ كُنَّا شَهَبًا يَتَّقِي النَّاسُ حَرًّا وَ يَقْرُبُ عَنْهُ مَنْ يُلِيهِ وَ يَسْفَعُ ”اور ہم جنگ کا وہ شعلہ ہیں جس کی حرارت سے لوگ بچتے اور ڈرتے ہیں اور جو اس کے

مشتق ہوگا۔ چونکہ نیرے کی لکڑی کا ایک سرا لوہے میں داخل ہوتا ہے تو گویا نیرے کا پھل لکڑی کو اس میں داخل کرنے کے لئے کھودا گیا ہے اور اگر اس سے مراد کھواریں ہوں تو وہ بھی کھودنی ہوئی چیز کی طرح ہوتی ہیں کیونکہ ان کی سطحیں بھی لوہے کے تھوڑوں کے ساتھ کوئی اور مستحکم بنی ہوئی ہیں تو گویا یہ بھی کھودنی ہوئی چیز کی مانند ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

قریب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہوتے ہوتے بھی جل بھن جاتا ہے۔“

فَخَرَّتْ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَ قَدْ سَرَى لَكُمْ طَلَبٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ مُتَّبِعٌ
”اے ابن الزبیری! تو نے مجھ پر فخر کیا حالانکہ (تم لوگ بری طرح فرار ہو گئے اور) تمہارے تعاقب میں آخر شب تک ہماری تھکا دینے والی تلاش جاری رہی۔“

فَسَلَّ عَنْكَ فِي عَلِيًّا مَعَدًا وَ غَيْرِهَا مِّنَ النَّاسِ مَنَ أَخْزَى مَقَامًا وَ أَشْنَعُ
”پس تو اپنے متعلق معد کی بلندیوں اور دیگر مقامات پر جا کر لوگوں سے دریافت کر کہ ہم سے کون زیادہ ذلیل و خوار اور بد حال ہوا۔“

وَ مَنْ هُوَ لَمْ تَتْرُكْ لَهُ الْحَرْبُ مَفْخَرًا وَ مَنْ خَذَلَهُ يَوْمَ الْكَرْبَةِ أَضْرَعُ
”اور وہ کون ہے جس کے لئے جنگ نے کوئی قابلِ فخر بات نہیں چھوڑی اور کون ہے جس کے رخسار جنگ کے روز (پٹ پٹ کر) خوب ذلیل ہوئے۔“

شَدَدْنَا بِحَوْلِ اللَّهِ وَالنَّصْرِ شَدَّةً عَلَيْكُمْ وَ أَطْرَافُ الْآسِنَةِ شُرْعُ
”اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کے ساتھ ہم نے تم پر اس حال میں حملہ کیا کہ نیزوں کی دھاریں تم پر جھکنے لگیں۔“

تَكُرُّ الْقَنَا فِيكُمْ كَأَنَّ فُرُوعَهَا عَزَالَى مَزَادَ مَاوَهَا يَتَهَنَّعُ
”تم پر نیزوں کا اس طرح بار بار حملہ ہو رہا تھا کہ ان (نیزوں سے ہونے والے) چوڑے زخم گویا توشہ دانوں کے منہ تھے جن کا پانی بہہ رہا ہو۔“

عَمَدْنَا إِلَى أَهْلِ الْيَوَاءِ وَ مَنْ يَطِيرُ بِذِكْرِ الْيَوَاءِ فَهُوَ فِي الْحَمْدِ أَسْرَعُ
”ہم نے علمبرداروں اور ان لوگوں کا قصد کیا جو جھنڈے کا ذکر کر کے اکڑ رہے تھے تو جھنڈا (گر کر ہماری) تعریف میں ان سے زیادہ جلدی کرنے لگا۔“

تَصُوبُ بِأَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ تَارَةً تَرُّ بِأَعْرَاضِ الْبَصَارِ تَقَعَّقُ
شاعر کہتا ہے وہ تیر لوگوں کے جسموں کو پھاڑتے ہوئے چٹانوں کے ساتھ ٹکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ الْبَصَارِ بَصْرَةَ کی جمع ہے جو نرم پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد بَصِيرَةٌ کی جمع ہو جیسے کَرِيمَةٌ کی جمع کِرَامٌ ہے اور بَصِيرَةٌ کا معنی زرہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ڈھال ہے اور زمین پر بہنے والے خون کے راستے کو بھی بصیرہ کہتے ہیں اور اگر وہ جسم پر بہہ رہا ہو تو اس کے راستہ کو جَدِيَّةً کہتے ہیں لیکن اس شعر میں یہ معنی مراد نہیں۔

فَعَاتُوا وَ قَدْ اَعْطُوا يَدًا وَ تَخَذَلُوا اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَمْرًا وَ هُوَ اَصْنَعُ
 ”چنانچہ انہوں نے (جھنڈے سے) خیانت کرتے ہوئے اسے ہمارے قبضہ میں دے دیا
 اور ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے سوا ہر چیز کو رد کرتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر کام
 سرانجام دینے والا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا:
 مُجَالِدُنَا عَنْ جَدِّمَنَا كُلِّ فَخْجَةٍ لِّعَنِي هَامِي جُرُوسٍ كَ مَحَافِظِ مَا هَرِيْنَ جَنْكٍ كَا هَرِ لَشْكْرِ عَظِيْمٍ
 ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا یہ مناسب ہے کہ تم یوں کہو مُجَالِدُنَا عَنْ دِينِنَا؟ تو
 حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی بے شک۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو یہ زیادہ اچھا
 ہے۔ چنانچہ حضرت کعب نے کہا: مُجَالِدُنَا عَنْ دِينِنَا۔

ابن زبیری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبد اللہ بن زبیری نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار کہے:
 يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلَ
 ”اے جدائی کے کوئے! (1) تو نے اپنی آواز سنائی تو اپنی بات کہہ۔ تو جو کچھ زبان سے نکالتا
 ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔“

اِنَّ لِلْخَيْرِ وَاللِّشْرِ مَدًى وَ كِلَا ذَلِكَ وَجْهٌ وَ قَبْلُ
 ”بے شک خیر اور شر کی ایک انتہاء ہے اور ان دونوں کا ایک انجام اور سمت ہے۔“

ابن زبیری کے اشعار کی تشریح

ابن زبیری کا قول ہے:

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلَ
 دورِ جاہلیت میں تقدیر کا عقیدہ

شاعر کا قول ہے: قَدْ فُعِلَ یعنی پورا ہو کر رہتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں لوگ تقدیر کا اقرار کرتے
 تھے۔ لبید نے یہ اشعار ایامِ جاہلیت میں کہے:

اِنْ تُقَوِّ رَبَّنَا خَيْرٌ نَّقْلُ وَ يَٰ ذِيْنَ اللّٰهِ رَيْثِيْ وَالْعَجَلُ

1۔ ایامِ جاہلیت میں اہل عرب خیال کرتے تھے کہ کسی گھر میں کوئے کا بولنا اس گھر کے افراد کی جدائی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔
 چنانچہ اس شعر میں بھی شاعر حسب دستور جدائی کی آواز لگانے والے کوئے کو مخاطب کر رہا ہے۔ مترجم

وَالْعَطِيَّاتُ حِسَّاسٌ بَيْنَهُمْ وَ سَوَاءٌ قَبْرٌ مُّثَرٍ وَ مُقِلٌّ
 ”اور لوگوں کو ملنے والے عطیات حقیر ہیں اور دولت مند اور فقیر سب کی قبریں برابر درجہ رکھتی ہیں۔“
 كُلُّ عَمِيشٍ وَ نَعِيمٍ ذَائِلٌ وَ بَنَاتُ الذَّهْرِ يَلْعَبْنَ بِكُلِّ
 ”ہر عیش و عشرت اور دولت و نعمت ختم ہونے والی ہے اور زمانے کی بیٹیاں (حوادثِ زمانہ)
 ہر ایک سے کھیل رہی ہیں۔“

أَبْلَغُنْ حَسَانَ عَنِّي آيَةً فَقَرِئُضُ الشَّعْرِ يَشْفِي ذَا الْغُلَلِ
 ”اے قاصد! حسان کو میری طرف سے یہ نشانی (شعر) پہنچا دے کیونکہ شعر کے ٹکڑے ہی
 پیاسوں کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔“

كَمْ تَرَى بِالْبَحْرِ مِنْ جُنْحَةٍ وَ أَكْفٍ قَدْ أُتِرَتْ وَ رِجْلُ
 ”تو نے پہاڑ کے دامن میں کتنی ہی کھوپڑیاں، کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے ہوں گے۔“
 وَ سَرَابِيلُ حَسَانَ سُرِيَتْ عَنْ كَمَا أَهْلَكُوا فِي السَّتَرِ
 ”اور کتنی ہی زر ہیں (دیکھی ہوں گی) جنہیں ان بہادروں سے اتارا گیا جو میدانِ جنگ
 میں مار ڈالے گئے۔“

كَمْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيمٍ سَيِّدٍ مَّاجِدٍ الْجَدِّينِ مِقْدَامٍ بَطْلٍ
 ”ہم نے کتنے ہی شریف سرداروں کو مار ڈالا جو نجیب الطرفین، جنگ کی پرواہ کیے بغیر پیش

”اے ہمارے پروردگار! اگر تو ہمیں طاقت دے تو یہ تیری بہترین بخشش ہے اور میری تاخیر اور
 جلدی اللہ کے اذن ہی سے ہے۔“

مَنْ هَدَاهُ سُبُلَ الْخَيْرِ اهْتَدَى نَاعِمَ الْبَالِ وَ مَنْ شَاءَ أَضَلَّ
 ”جسے اللہ تعالیٰ بھلائی کے راستے دکھائے تو وہ آسودہ دل ہو کر ہدایت پا جاتا ہے اور وہ جسے چاہے
 گمراہ کر دے۔“

اہل عرب کے ایک راجز نے کہا:

يَا أَيُّهَا اللَّائِمُ لَنِي أَوْ قَدَرٌ إِنْ كُنْتُ أَخْطَأْتُ فَمَا أَخْطَأَ الْقَدَرُ
 ”اے ملامت کرنے والے! خواہ مجھے ملامت کریا اس سے باز رہ۔ اگر میں نے خطا کی تھی تو تقدیر
 نے خطا نہیں کی۔“

شاعر کا قول ہے: غَيْرُ مُلْتَابٍ۔ یہ اللوۃ سے مُفْتَغَل کا وزن ہے جیسا کہ الفی نے کا قول ہے

پیش رہنے والے اور بہادر تھے۔“

صَلَوِقِ النَّجْدَةِ قَرَمِ بَارِعِ غَيْرِ مُلْتَابِ لَدَى وَقَعِ الْآسَلِ
”سچے بہادر، جوانمرد اور ممتاز تھے اور تیروں کی بارش کے وقت کمزوری دکھانے والے نہ تھے۔“

فَسَلِ الْيَهْرَاسَ مَنْ سَاكِنُهُ بَيْنَ اقْحَابِ وَ هَامِ كَالْحَجَلِ
”پس مہر اس چشمے سے پوچھو کہ اس کے پاس چکور پرندے کی مانند کھوپڑیوں اور سروں کے درمیان پڑے ہوئے کون لوگ ہیں؟“

لَيْتَ اَشْمَاحِي يَنْذِرُ شَهْدَا جَزَعِ الْخَزَرْجِ مِنْ وَقَعِ الْآسَلِ
”کاش! میرے بزرگ میدان بدر میں تیروں کی بارش کے باعث خزر جیوں کی آہ و بیکار کو دیکھتے۔“

حِمْنِ حَكْتِ بِقَبَاءِ بَرَكْهَاسْتَحَرَّ الْقَتْلُ فِي عَبْدِ الْآسَلِ
”اس وقت جب قباء میں اونٹ اپنے سینے رگڑ رہے تھے (بیٹھ رہے تھے) اور بنی عبدالاشہل میں قتل کی آگ بھڑک رہی تھی۔“

ثُمَّ عَقَفُوا عِنْدَ ذَاكُم رُقْصَا رَقَصَ الْحَفَّانِ يَعْلُو فِي الْجَبَلِ

عِنْدَ الْحَفِیْظَةِ اِنْ ذِی لَوْثَةٍ لَنَا ”نکھائی کے وقت اگر کمزور آدمی نرم پڑ جائے۔“ اور الیہر اس گھڑے ہوئے پتھر کو کہتے ہیں جو اس پانی کو روکتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ اس پتھر کو مہر اس یعنی ہاون کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ مبرد کو وہم ہوا جو اس نے مہر اس کو اس چشمے کا علم قرار دیا ہے جو میدان احد کے ساتھ خاص ہے۔ یہ تو ہر اس گھڑے ہوئے پتھر کا نام ہے جو پانی کو روکنے کا کام دیتا ہے۔ ابن عبدوس نے حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی جنگل میں مہر اس کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے غسل کیسے کرے؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ غدیر (تالاب) کے پاس سے گزرے اور جنگل میں اس کے لئے مہر اس کون بنائے گا؟ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ مہر اس کا لفظ صرف اس مہر اس کے ساتھ خاص نہیں جو مقام احد میں تھا۔ اسی طرح غریب الحدیث میں مذکور ہے: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يَتَجَادَوْنَ مِهْرَاسًا۔ یعنی نبی کریم ﷺ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو مہر اس اٹھا رہے تھے۔

”پھر اس وقت یہ لوگ تیزی سے بھاگتے ہوئے چھپ گئے جیسے چھوٹے شتر مرغ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بھاگتے ہیں۔“

فَقَتَلْنَا الضَّعْفَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَ عَدَلْنَا مِثْلَ بَدْرِ فَأَعْتَدَلْ
 ”پس ہم نے ان کے دو گنا اشراف کو قتل کر دیا اور بدر کے رجحان کو موڑ دیا پس وہ مڑ گیا۔“
 لَا الْوَمُ النَّفْسَ إِلَّا أَنَّا لَوْ كَرَرْنَا لَفَعَلْنَا الْفُتْعَلْ
 ”میں اپنے آپ کو اس کے سوا کسی اور بات پر ملامت نہیں کرتا کہ اگر ہم دوبارہ حملہ کرتے تو ایک کار نمایاں سرانجام دیتے۔“

بِسُيُوفِ الْهِنْدِ تَعْلُوْ هَامَهُمْ عِلَلًا تَعْلُوْهُمْ بَعْدَ نَهْلٍ
 ”ان ہندی تلواروں کے ساتھ جو ان کی کھوپڑیوں پر اس طرح چڑھتیں کہ ایک بار پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ پیاس بجھاتیں۔“

ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبیری کو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

ذَهَبَتْ يَا ابْنَ الزَّبَعْرِى وَقَعَةٌ كَانَ مِنَ الْفَضْلِ هَمِيهَا لَوْ عَدَلْ
 ”اے ابن زبیری! وہ جنگ گزر گئی جس کا رخ اگر پھرتا تو اس میں فتح و نصرت کی فضیلت ہمیں حاصل ہوتی۔“

وَلَقَدْ نِلْتُمْ وَ نِلْنَا مِنْكُمْ وَ كَذَلِكَ الْحَرْبُ أَحْيَانًا دَوْلْ
 ”لیکن تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے اپنا اپنا نصیب پالیا اور جنگ اسی طرح گاہے گاہے

ابن زبیری کے رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جوابی قول ہے: هُوْبًا فِي الشَّعْبِ أَشْبَاهَ الرُّسَلِ۔ جب چرواہا بکریوں کا ریوڑ چرنے کے لئے چھوڑتا ہے تو اس وقت اس ریوڑ کو الرسل کہا جاتا ہے۔
 شاعر کا قول ہے: كَأَشْرَافِ الْمَلَا۔ الْآشْرَافُ شَرَفٌ كِي جَمْعُ هَيْءٍ شَخْصٍ ہے اور الْمَلَا وسیع زمین کو کہتے ہیں۔ یہاں اشراف سے مراد درختوں کے تنے اور ان کی جڑیں ہیں۔

شاعر کا قول ہے: يُهْلُ۔ اس سے شاعر کی مراد فِیْہَا تھی پھر اس نے شرط کی وجہ سے اس کو جزم دی تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہو گیا۔ یہ الھول سے مشتق ہے۔ کہا جاتا ہے: هَالْنِي الْأَمْرُ يَهْوُلُنِي هَوْلًا یعنی اس معاملہ نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔

بدل بدل کر آتی ہے۔“

نَضَعُ الْأَسْيَافَ فِي أَكْتَافِكُمْ حَيْثُ نَهَوَى عَلَلًا بَعْدَ نَهْلٍ
”ہم تمہارے کندھوں پر اس طرح تلواریں چلا رہے تھے کہ ہم ایک مرتبہ خون کی پیاس
بچھانے کے بعد دوبارہ بچھا رہے تھے۔“

نُخْرِجُ الْأَصْبَحَ مِنْ أَسْتَاهِكُمْ كَسُلَاحِ النَّيْبِ يَأْكُلْنَ الْعَصْلُ
”ہم (تلواریں مار مار کر) تمہاری سرینوں سے سیاہی مائل سرخ (مواد) نکال رہے تھے جو
ان معمر اونٹنیوں کے پانچخانہ کی طرح تھا جو نبات عصل کھاتی ہیں۔“

إِذْ تُولُونَ عَلَى أَعْقَابِكُمْ هَرْبًا فِي الشَّعْبِ أَشْبَاهَ الرُّسُلِ
”(یہ اس وقت کی بات ہے) جب تم چرنے کے لئے بکھرنے والی بکریوں کی مانند پیٹھ پھیر
کر اٹھے پاؤں گھائی میں بھاگے جا رہے تھے۔“

إِذْ شَدَدْنَا شِدَّةً صَادِقَةً فَلَجَأْنَاكُمْ إِلَى سَفْحِ الْجَبَلِ
”جب ہم نے ایک سچا حملہ کیا تھا اور تمہیں پہاڑ کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔“

بِخَنَاطِئِلٍ كَاشِدَافِ الْمَلَا مَنْ يَلَاقُوهُ مِنَ النَّاسِ يَهْلُ
(یہ حملہ ہم نے) وسیع زمین میں پھیلے ہوئے درختوں کی مانند مختلف جماعتوں کے ساتھ کیا تھا

شاعر کا قول ہے: وَمَلَأْنَا الْفَرْطَ۔ یہ اصل میں الْفَرْطُ راء کی حرکت کے ساتھ ہے، ٹیلے اور
بلند زمین کو کہتے ہیں اور الرَّجْلُ رَجَلَةٍ کی جمع ہے، نشیبی ویران زمین کو کہتے ہیں اور الرَّجْلَةُ ٹڈی دل کو
بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے: وَتَحْتَ نُحُورِ الْخَيْلِ حَرَشَفُ رَجَلَةٍ۔ حَرَشَف سے مراد چھوٹی
چھوٹی ٹڈیوں کا گروہ ہے۔ شاعر نے پیادہ سپاہیوں اور تیر اندازوں کے لئے ان کو بطور تمثیل ذکر کیا ہے
اور الْفَرْطُ کی جمع أَفْرَاطُ ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَلَدَا سَيْتَهَا۔ یہ کلمہ عرب گالی گلوچ کے وقت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں يَا بِنِي
سَيْتَهَا۔ ”اے سرین کی اولاد! اور الْوَلَدُ اولاد کے معنی میں ہے۔ اہل دمشق نے اہل مزہ کی طرف خط
لکھا جبکہ وہ دمشق سے ایک فرسخ دور تھے، انہوں نے ان سے پانی روک رکھا تھا چنانچہ انہوں نے ان
کی طرف یہ خط لکھا: مِنْ أَهْلِ دِمَشْقٍ إِلَى بِنِي سَيْتَهَا وَبَعْدُ فَأَمَّا إِنْ يُسَيِّنَا الْمَاءُ وَ إِلَّا
صَبَحَتْكُمْ الْخَيْلُ۔ ”اہل دمشق سے سرین کی اولاد کی طرف۔ اما بعد!“ یا تو شام کو ہم تک پانی پہنچ
جائے ورنہ ہمارے شہسوار صبح کو تم لوگوں تک پہنچ جائیں گے۔“ اے جا حظ نے ذکر کیا ہے۔

جو جن لوگوں کے ساتھ بھی متصادم ہوتیں تو وہ دہل جاتے تھے۔

ضَاقَ عَنَّا الشَّعْبُ إِذْ نَجَزَعُهُ وَ مَلَأْنَا الْفُرْطَ مِنْهُ وَالرَّجُلُ
”جب ہم گھائی کو عرضا طے کر رہے تھے تو وہ ہم پر تنگ ہو گئی تھی اور ہم نے اس کی بلند اور
نشیبی زمینوں کو بھر دیا تھا۔“

بِرِّجَالٍ لَسْتُمْ أَمْثَلَهُمْ أَيْدُوا جَبْرِيلَ نَصْرًا فَزَلَّ
”ایسے مردوں کے ساتھ جن کی مانند تم نہیں ہو سکتے، انہیں حضرت جبریل امین کی مدد کی
تائید حاصل تھی جو ان کے درمیان اترے تھے۔“

وَ عَلَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالتَّقَى طَاعَةَ اللَّهِ وَ تَصْدِيقَ الرُّسُلِ
”اور بدر کے روز ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولوں کی تصدیق کی بنا پر تقویٰ و پرہیزگاری
کے ساتھ تم پر غالب آ گئے تھے۔“

وَ قَتَلْنَا كُلَّ رَأْسٍ مِنْهُمْ وَ قَتَلْنَا كُلَّ جَحْجَاحٍ دَفَلَّ
”اور ہم نے ان کے ہر سر (سردار) کو قتل کر دیا اور تکبر سے لمبا تہ بند پہننے والے ہر سردار کو بھی
قتل کر ڈالا۔“

وَ تَرَكْنَا فِي قُرَيْشٍ عَوْدَةً يَوْمَ بَدْرٍ وَ أَحَادِيثَ الْمَثَلِ
”اور ہم نے بدر کے دن قریش کے درمیان ندامت اور ضرب المثل بن کر رہ جانے والی

حرفِ جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟

مومنین کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أَيْدُوا جَبْرِيلَ یعنی ایدوا
بِجَبْرِيلَ۔ حرفِ جار کو حذف کر دیا اور فعل کے متعدی ہونے کی بناء پر جبریل کو نصب دے دی۔
حرفِ جر کا یہ حذف صرف اس صورت میں نقصان دہ ہوتا ہے جب فعل حرفِ جر کے ساتھ متعدی ہو
اور اپنے ضمن میں ایک اور فعل کا معنی لئے ہوئے ہو جو مفعول کو نصب دے رہا ہو جیسے اہل عرب کا
قول ہے: أَمْرُكَ الْخَيْرَ یعنی كَلَّفْتُكَ الْخَيْرَ وَ الزَّمْتُكَ۔ یعنی میں نے تجھے بھلائی کا مکلف
بنایا اور اسے تجھ پر لازم کر دیا لیکن نَهَيْتُكَ الشَّرَّ کہنا درست نہیں کیونکہ نَهَيْتُكَ کے معنی کے ضمن
میں کوئی نصب دینے والا فعل نہیں اور آپ کے قول اَيْدُوا جَبْرِيلَ کا معنی ہے کہ انہیں حضرت
جبریل علیہ السلام کا ساتھی بنا دیا گیا یا اسی طرح کا کوئی اور معنی بن سکتا ہے اس لئے یہاں باء کو حذف
کرنا اچھا ہے۔

باتیں چھوڑ دیں۔“

وَرَسُولُ اللَّهِ حَقًّا شَاهِدٌ يَوْمَ بَدْرٍ وَالتَّائِبِلُ الْقَبْلُ
”اور اللہ تعالیٰ کے برحق رسول جنگ بدر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جبکہ حقیر اور کمینے بھاری بھر کم
لوگ

فِي قَرَيْشٍ مِّنْ جُوعٍ جَمَعُوا مِثْلَ مَا يُجْمَعُ فِي الْخِصْبِ الْقَبْلُ
قریش کے درمیان ایسے گروہوں کی صورت میں جمع تھے جس طرح سرسبز و شاداب
چراگا ہوں میں اونٹ جمع کیے جاتے ہیں۔“

نَحْنُ لَا أَمْثَالَكُمْ وَلَدًا اسْتَبَا نَحْضُرُ الْبَاسِ إِذَا الْبَاسُ نَزَلَ
”ہم تمہاری طرح سرینوں سے پیدا ہونے والی اولاد نہیں، ہم تو جنگ میں اس وقت بھی
حاضر رہتے ہیں جب جنگ کی سختیاں آپڑتی ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار مجھے ابو زید انصاری نے سنائے: وَأَحَادِيثُ الْمَثَلِ اور
اس سے پہلا شعر۔ اور یہ شعر فِی قَرَيْشٍ مِّنْ جُوعٍ جَمَعُوا غَيْرَ ابْنِ اسْحَاقَ سے مروی ہے۔

حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرثیے میں

حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن
عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: تُخْرِجُ الْأَصْبَحَ مِنْ أَسْتَاہِکُمْ۔ حضرت ابو حنیفہ نے
اسے یوں روایت کیا ہے: تُخْرِجُ الْأَصْبَاحَ اور الاضباح پانی طے دودھ کو کہتے ہیں اور یہ بھی
الاصبح کے معنی میں ہے کیونکہ الصُّبْحَةُ بھی غیر خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ تو شاعر نے اسے ان کے
پیٹوں سے نکالے گئے پانی طے دودھ کا وصف بنایا ہے۔

شاعر کا قول ہے: تَسْلَاحُ النِّيبِ يَأْكُلُنَ الْعَصْلُ۔ الْعَصْلُ دُفْلُنِ کی مثل ایک بات ہے جو
اونٹوں کی اصلاح کرتی ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں اور ان کے پانی پینے کی طلب میں اضافہ کرتی
ہے۔ اس کا ذائقہ ترش اور تلخ ہوتا ہے۔ یہ دیران کھیتوں میں اگتی ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

نَشَجْتَ وَ هَلْ لَكَ مِنْ مَّنْشَجٍ وَ كُنْتَ مَتًى تَذَكِّرُ تَلَجَجٍ
 ”(اے نفس!) تو رو پڑا کیا تیرے لئے رونے کا کوئی موقع ہے اور تو وہ تھا کہ جب تو قوم کا
 ذکر کرتا تو ذکر کرتا چلا جاتا۔“

تَذَكَّرَ قَوْمٌ أَتَانِي لَهُمْ أَحَادِيثُ فِي الزَّمَنِ الْأَعْوَجِ
 ”اس قوم کا ذکر جن کی خبریں میرے پاس اس کج روزمانے میں پہنچی ہیں۔“

فَقَلْبُكَ . مِنْ ذِكْرِهِمْ خَافِقٌ مِنْ الشَّوْقِ وَالْحُزْنِ الْمُنْضِجِ
 ”تو تیرا دل ان کی یاد سے شوق اور پکا دینے والے غم کے باعث مضطرب ہو رہا ہے۔“

وَ قَتَلَاهُمْ فِي جَنَانِ النَّعِيمِ كِرَامُ الْمَدَاحِلِ وَالْمَخْرَجِ
 اور ان لوگوں کے مقتول نعمتوں والے باغات میں ہیں جن کے داخل ہونے اور نکلنے کے
 دروازے بڑے عالی شان ہیں۔

بَنَّا صَبْرًا تَحْتَ ظِلِّ الْإِوَاءِ لِوَاءِ الرَّسُولِ بِذِي الْأَضْوَجِ
 اس کے باعث کہ انہوں نے وادی احد میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے سائے کے
 نیچے صبر کیا۔

غَدَاةَ أَجَابَتْ بِأَسْيَافِهَا جَمِيعًا بَنُو الْأَوْسِ وَالْخَزَرَجِ
 ”اس روز جب اوس و خزرج کے سب لوگوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ (کفار کا) جواب
 دیا۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لِوَاءِ الرَّسُولِ بِذِي الْأَضْوَجِ۔ الْأَضْوَجِ
 ضوج کی جمع ہے جس کا معنی ہے وادی کی ایک جانب۔

آپ کا قول ہے: فِي الْقَسْطِلِ الْمُرْهَبِ۔ الْقَسْطِلِ کا معنی ہے گردوغبار۔ یہی معنی الْمُرْهَبِ کا
 بھی ہے۔ اور ہم نے السِّلَجِہ کی وضاحت پہلے کر دی ہے اور الْجَلِّ الْأَدْعَبِ سے مراد سیاہ اونٹ
 ہے۔ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں ایک حدیث میں مذکور ہے فِي
 عَيْنِيهِ دَعْبٌ وَ فِي أَشْفَادِهِ وَطْفٌ کہ حضور ﷺ کی آنکھوں میں سرخ دھڑے تھے اور آپ کی
 پلکیں مبارک گھنی تھیں۔

آپ کا قول ہے: وَ حَنْظَلَةُ الْخَيْرِ لَمْ يُحَنِّجْ۔ یعنی آپ کو صراطِ مستقیم سے کوئی چیز پھیر نہ سکی۔

وَ أَشْبَاعُ أَحْمَدَ إِذْ شَايَعُوا عَلَى الْحَقِّ النُّورِ وَالْمَنْهَجِ
”اور احمد (علیہ السلام) کے دیگر اصحاب نے (جواب دیا) جبکہ یہ سب روشن حق اور واضح راستہ
کی پیروی کر رہے تھے۔“

فَمَا يَرْحُوا يَضْرِبُونَ الْكُمَاةَ وَ يَمْضُونَ فِي الْقَسْطِ الْمُرْهِجِ
”یہ مسلمان اڑتے ہوئے بلند غبار میں چلتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کو مسلسل تلواریں
مارتے رہے۔“

كَذَلِكَ حَتَّى دَعَاهُمْ مَلِيكَ إِلَى جَنَّةٍ دَوَّحَةٍ الْمَوْلِجِ
”یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انہیں مالک الملک نے اس جنت کی طرف بلا لیا جس میں
داخل ہونے کی جگہ ایک نہایت شاداب گھنی شاخوں والا درخت ہے۔“

فَكُلُّهُمْ مَتَّ حُرٌّ الْبَلَاءِ عَلَى مِلَّةِ اللَّهِ لَمْ يَخْرَجْ
”پس ان سب نے بہت بڑے امتحان و آزمائش کی حالت میں اللہ کے دین پر اس حالت
میں جان دے دی کہ وہ تنگ دل نہ تھے۔“

كَحِزَّةٍ لَّمَّا وَفَى صَلُوقًا بِيَدِي هَبَّةٍ صَارِمٍ سَلَجَبِ
”مثلاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب انہوں نے ہڈیوں کو کاٹ دینے والی تیز تلوار کے ساتھ

کہا جاتا ہے: جَنَحْتُ الشَّيْءَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب تو کسی چیز کا رخ دوسری طرف پھیر
دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: أَحْنَجْتُهُ فَهُوَ مُحْنَجٌ یعنی میں نے اس کا رخ پھیرا پس وہ پھرا ہوا ہے۔
چند سطور کے بعد اشعار میں ایسا لفظ آئے گا جو اس مفہوم پر دلالت کرے گا۔

آپ کا قول ہے: عَنِ الْحَقِّ حَتَّى غَلَّتْ رُوحُفُفٌ آپ نے الروح کو مونث قرار دیا ہے
کیونکہ یہ النفس کے معنی میں ہے اور یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ ذوالرمة نے اپنی موت کے وقت
حکم دیا کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھا جائے:

يَا نَزِيعَ الرُّوحِ مِنْ جِسْمِي إِذَا قُبِضْتُ وَ فَارِجَ الْكَرْبِ أَنْقِذْنِي مِنَ النَّارِ
”اے بحق قبض کرنے کے وقت میرے جسم سے اسے نکالنے والے اور مشکل کشا! مجھے آگ
سے نجات دلا۔“

چنانچہ یہ شعر اس کی قبر پر لکھا ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: فَانْجِرِ الزَّيْبِجَ۔ یعنی ایسا گمر جس کی زیب و زینت ظاہر ہو۔

وفاداری کو سچ کر دکھایا۔

فَلَاكَاهُ عَبْدُ بَنِي نُوْفَلٍ يُبْرِئُ كَالْجَحَلِ الْأَدْعَجِ
”تو بنی نوفل کا ایک غلام (وحشی) سیاہ اونٹ کی طرح بلبلا تا ہوا ان کے مقابل آگیا۔“

فَأَوْجَرَهُ حَرَبَةٌ كَالشَّهَابِ تَلَهَّبَ فِي اللَّهَبِ الْوُهِجِ
”اس نے ایسے شعلہ آتش کی مثل ایک چھوٹا نیزہ آپ کے سینے میں گھونپ دیا جو بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی بہت زیادہ مشتعل ہو رہا ہو۔“

وَنُعْمَانُ أَوْفَى بِيَمِينِهِ وَ حَنْظَلَةُ الْخَيْرِ لَمْ يُخَنِّجِ
”اور حضرت نعمان نے بھی اپنا عہد پورا کر دکھایا اور بھلائی کرنے والے حنظلہ بھی نہ پھرے

عَنِ الْحَقِّ حَتَّى غَدَتْ رَوْحُهُ إِلَى مَنْزِلِ فَاحِرِ الزَّبِجِ
حق سے یہاں تک کہ ان کی روح قابلِ فخر نقش و نگار والے گمر (جنت) میں پہنچ گئی۔“

أَوَّلِكَ لَأَمَنْ قَوِي مِنْكُمْ مِنَ النَّارِ فِي الدَّرَكِ الرَّتَجِ
”یہ لوگ تمہارے ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے جہنم کے اس نچلے حصے میں اپنا ٹھکانہ بنالیا جو چاروں طرف سے بند ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار

آپ کے ان اشعار کا جواب ضرار بن خطاب فہری نے یہ دیا:

أَيَجْزَعُ كَعْبٌ لِأَشْيَاعِهِ وَ يَبْكِي مِنَ الزَّمَنِ الْأَعْوَجِ
کیا کعب اپنے ہم مشربوں کے لئے واویلا کرتا ہے اور کج روزمانے کے باعث روتا ہے؟

آپ کا قول ہے: فِي الدَّرَكِ الرَّتَجِ۔ الرتج کا معنی ہے بند۔ کہا جاتا ہے: إِذْ تَبَحُّثُ الْبَلَبُ۔ یعنی میں نے دروازہ بند کیا۔ یہ الرتاج سے مشتق ہے۔ ایک عرب لوٹڈی جس کی ماں کے مرنے کے بعد باپ نے دوسری شادی کر لی، نے کہا:

وَ لَكِنْ قَدْ آتَى مِنْ دُونِ وَدْيٍ وَ بَيْنَ فَوَادِهِ غَلَقُ الرِّقَاجِ
”لیکن میری محبت کے سامنے اور اس کے دل کے درمیان بڑا دروازہ بند ہو چکا ہے۔“

وَ مَنْ لَمْ يُؤْذِهِ أَلَمْ يُوَاسِيَ وَ مَا الرِّقْمَانُ إِلَّا بِالرِّقَاجِ
”اور کون ہے جسے میرے سر کے دکھ اور درد نے بے قرار نہ کیا ہو اور جانور کی اپنے بچے پر شفقت بچہ جننے کی تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہے۔“

عَجِبَتْ الْمَذْكُورَةُ رَأَى الْفَهْ تَرَوَّحَ فِي صَادِرٍ مُخْتَبِرٍ
”اس بوڑھے اونٹ کی بلبلاہٹ کی طرح جس نے دیکھا ہو کہ اس کا ساتھی اونٹ پانی پی کر
واپس جانے والے گلے کے ساتھ واپس چلا گیا ہے۔“

فَرَّاحَ الرُّوَايَا وَ غَلَدَرَنَّهُ يُعْجِبُ قَسْرًا وَ لَمْ يُحْدِجْ
”پھر پانی لے جانے والے اونٹ شام کو نکلے اور اسے بری طرح بلبلاتا ہوا چھوڑ دیا اور اس
پر پالان بھی نہ رکھا گیا۔“

فَقُولَا لِكَعْبِ يَتْنِي الْبَكَا وَ لِلْنِّبْيِ مِنْ لَحِيهِ يَنْضَجُ
”پس (اے میرے دونوں دوستو!) کعب سے کہہ دو کہ دوبارہ روئے اور اس کے کچے
گوشت سے بھی کہہ دو کہ جل بھن کر پک جائے۔“

لِيَضْرَعَ إِخْوَانِهِ فِي مَكْرٍ مِنَ الْخَيْلِ ذِي قَسْطٍ مُرْهِجٍ
”اس میدان جنگ میں اپنے بھائیوں کے قتل پر (روئے) جہاں گھوڑے پلٹ پلٹ کر حملہ
کر رہے تھے اور غبار خوب اڑ رہا تھا۔“

فَمَا لَيْتَ عَمْرًا وَ أَشْيَاعَهُ وَ عُتْبَةَ فِي جَنَعِنَا السُّورَجِ
اے کاش! عمرو، اس کے ہم مشرب اور عتبہ اس وقت ہمارے مشتعل لشکر میں موجود ہوتے۔
فَيَشْفُوا النَّفُوسَ بِأَوْتَارِهَا بِقَتْلَى أُصِيبَتْ مِنَ الْخَزَرَجِ
”اور اپنے دلوں کو اس بات سے ٹھنڈا کر لیتے کہ ان کے خون کا بدلہ قبیلہ خزرج کے ان
مقتولوں سے

وَ قَتْلَى مِنَ الْأَوْسِ فِي مَعْرَكٍ أُصِيبُوا جَمِيعًا بِذِي الْأَضُوجِ
اور قبیلہ اوس کے ان مقتولوں سے لے لیا گیا ہے جنہیں احد کے میدان جنگ میں قتل کر دیا گیا۔“
وَ مَقْتَلِ حَمَزَةَ تَحْتَ اللَّوَاءِ بِطَرْدِ مَادِنٍ مُخْلَجِ
”اور جھنڈے کے نیچے ایک متحرک باریک اور تیز نیزے کے ذریعے حمزہ کو قتل کر کے (ان
کے خون کا بدلہ لے لیا گیا)۔“

اسی سے کہا جاتا ہے: أَرَبَجَ عَلَى الْخَطِيبِ یعنی خطیب پر کلام کا دروازہ بند ہو گیا۔
ضرار کے اشعار میں ہے: جَنَعِنَا السُّورَجِ۔ السُّورَجِ السِّرَاجِ سے فَوْعَلٌ کا وزن ہے۔
اس سے مراد مشتعل اور روشن لشکر ہے۔

وَ حَيْثُ انْتَنَى مُصْعَبٌ قَاوِيَا بِضَرْبَةِ ذِي هَبَةٍ سَلَجَجِ
”اور اس طرح بھی (بدلہ لے لیا گیا) کہ مصعب ایک ہڈیوں کو کاٹ دینے والی پتلی تیز
دھار تلوار کی کاٹ کے ساتھ قتل ہو کر دوہرا ہو کر گر پڑا۔“

بِأَحَدٍ وَ أَسْيَافُنَا فِيهِمْ تَلَهَّبُ كَاللَّهَبِ الْمَوْهِجِ
مقامِ احد میں جبکہ ان میں ہماری تلواں بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔
غَدَاةَ لَقِينَاكُمْ فِي الْحَدِيدِ كَأَسَدِ الْبَرَّاحِ فَلَمْ نَعْنَجِ
”یہ اس سچ کی بات ہے جب ہم لوہے کی زرہوں میں ملبوس کھلے میدان کے شیروں کی
طرح تم سے ملے اور ہم سے کوئی بھی واپس نہ مڑا۔“

بِكُلِّ مُجَلَّحَةٍ كَالْعُقَابِ وَ أَجْرَدَ ذِي مِيعَةٍ مُسْرَجِ
”ہر شکرے جیسے تیز رفتار اور کم مو، چست و چالاک، زین کے ہوئے گھوڑے پر (سوار ہو کر
تم سے ملے)۔“

فَدَسَنَاهُمْ ثُمَّ حَتَّى انْتَوَا سِوَى ذَاهِقِ النَّفْسِ أَوْ مُخْرَجِ
”پھر ہم نے انہیں اسی جگہ روند کر رکھ دیا یہاں تک کہ ان کے لئے جان دینے یا عاجز آنے
کے سوا کوئی صورت نہ رہی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ ضرار کے اشعار ہیں۔ کعب
کے یہ الفاظ ذی النور والنہج ابوزید انصاری سے مروی ہیں۔
یومِ احد کے متعلق ابن زبیری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبد اللہ بن زبیری نے یومِ احد کے متعلق اپنے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا:
أَلَا ذَرَفَتْ مِنْ مَقْلَتَيْكَ دُمُوعٌ وَ قَدْ بَانَ مِنْ حَبْلِ الشَّيْبِ قُطُوعٌ
”(اے نفس!) کیا تیری آنکھوں سے آنسو نہیں بہے حالانکہ شباب کی رسی کا ٹوٹ جانا اب
بالکل ظاہر ہے۔“

وَ شَطَّ بَيْنَ تَهْوَى النَّزَادِ وَ فَرَّقَتْ نَوَى الْحَيِّ دَارَ بِالْحَبِيبِ فُجُوعٌ
”اور جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی ملاقات اب دور کی بات ہے اور دوست کی یاد میں
داویلا کرنے والے گھرنے قبیلے کی جدائی کا اندیشہ پیدا کر دیا ہے۔“

وَ لَيْسَ لَنَا وَلِيٌّ عَلَى ذِي حَرَادَةٍ وَ إِنْ طَلَّ تَكَدَّرَافُ الدُّمُوعِ رُجُوعٌ

”اور جس چیز نے منہ موڑ لیا ہے اس کی صاحب درد و سوز کے پاس واپسی ناممکن ہے خواہ کتنے ہی آنسو بہا ڈالو۔“

فَلَا ذَا وَلَكِنْ هَلْ آتَى أُمَّ مَالِكٍ أَحَابِيثُ قَوْمِي وَالْحَدِيثُ يَشِيرُ
”اچھا اس بات کو چھوڑو۔ لیکن (یہ بتاؤ) کیا ام مالک کے پاس میری قوم کی خبریں پہنچ گئی ہیں جبکہ یہ خبر تمام اطراف میں پھیل رہی ہے۔“

وَمَجْتَبَا جُرَدًا إِلَى أَهْلِ يَثْرِبَ عَنَابِجِهِ مِنْهَا مُتَلَذِّ وَ نَزِيعُ
”اور کیا اہل یثرب کی طرف گرم مواد دراز قامت گھوڑے لے کر ہمارے نکلنے کی خبر (پہنچی) جن گھوڑوں میں سے کچھ گھروں میں پیدا ہوئے تھے اور کچھ باہر کے تھے۔“

عَشِيَّةَ سِرْنَا فِي لَهَامٍ يَقُودُنَا ضُرُورُ الْأَعَادَى لِلصَّبْدِيقِ نَفُوعُ
”اس شام کو جب ہم ایک ایسے لشکر عظیم کے ساتھ نکلے تھے جو ہمیں کھینچے لے جا رہا تھا (جس کے گھوڑے) دشمن کے لئے ضرر رساں اور دوست کے لئے نفع بخش تھے۔“

نَشُدُّ عَلَيْنَا كُلَّ ذَغَفٍ كَلَّهَا غَدِيرُ بِضُوجِ الْوَادِيَيْنِ نَقِيعُ
”ہم اپنے اوپر ہر ایسی نرم زرہ باندھے ہوئے تھے گویا وہ دو وادیوں کے درمیان پانی سے بھرا تالاب ہے۔“

فَلَمَّا رَأَوْنَا خَالِطَتَهُمْ مَهَابَةً وَ عَايَنَهُمْ أَمْرَ هُنَاكَ فَظِيعُ
”پھر جب انہوں نے (مسلمانوں نے) ہمیں دیکھا تو ان (کے رگ و ریشہ میں) ہیبت سرایت کر گئی اور وہاں انہیں کسی ہیبت ناک چیز نے ٹاک لیا تھا۔“

وَوَدُّوا لَوْ أَنَّ الْأَرْضَ يَنْشَقُّ ظَهْرُهَا بِهِمْ وَ صَبُورُ الْقَوْمِ ثُمَّ جَزُوعُ
”اور وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش زمین کی سطح ان کے لئے شق ہو جائے، حالت یہ تھی کہ ان لوگوں کا سب سے بڑا صابر اس موقع پر حد درجہ داویلا کرنے والا تھا۔“

وَ قَدْ عُرِيتَ بَيْضُ كَلَنْ وَ مِیْضُهَا حَرِيقُ تَرْقِي فِي الْآبَاءِ سَرِيعُ
”اور ایسی سفید تلواریں برہنہ کر لی گئی تھیں جن کی چمک گویا ایسی تیز آگ تھی جو گھنی شاخوں میں بھی چڑھتی جا رہی تھی۔“

بِأَيِّمَانِنَا نَعْلُو بِهَا كُلَّ هَامَةٍ وَ مِنْهَا سِنَامٌ لِلْعَدُوِّ ذَرِيعُ
”(وہ تلواریں) ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں جن کو لے کر ہم ہر (دشمن کے) سر پر

چڑھے جارہے تھے۔ ان میں کچھ تلواریں زہر آلود تھیں جو دشمن کے لئے جان لیوا تھیں۔“

فَعَادَرْنَ قَتْلَى الْأَوْسِ عَاصِبَةً بِهِمْ ضِبَاعٌ وَ طَيْرٌ يَعْتَفِينَ وَقَوْعٌ
”پس ان تلواروں نے قبیلہ اوس کے مقتولوں کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان سے بجو اور
پرندے چمٹ رہے تھے جو ان سے اپنی خوراک حاصل کر رہے تھے۔“

وَ جَنَحُ بَنِي النَّجَارِ فِي كُلِّ قَلْعَةٍ بِأَبْدَانِهِمْ مِنْ وَقْعِهِمْ نَجِيعٌ
”اور بنی نجار کا لشکر بھی ہر قطعہ زمین میں اس حالت میں بکھرا پڑا تھا کہ ان کے جسموں پر ان
تلواروں کی ضرب سے خون جما ہوا تھا۔“

وَلَوْ لَا غُلُوُ الشَّعْبِ غَادَرْنَ أَحَدًا وَ لَكِنْ عَلَاوَالسُّنْهَرِيُّ شَرُوعٌ
”اور اگر (ان لوگوں کا) گھائی پر چڑھنا نہ ہوتا تو وہ تلواریں احمد (فداہ روحی علیہ السلام) کو اسی
حالت میں چھوڑ دیتیں لیکن وہ حرکت میں آئے ہوئے نیزوں کے سائے میں اوپر چڑھ گئے۔“
كَمَا غَادَرَتْ فِي الْكَرِّ حَزْزَةً قَاوِيًا وَ فِي صَدْرِهِ مَا ضَمِيَ الشَّبَاةُ وَقِيعٌ
”جیسا کہ ان تلواروں نے دوسرے حملہ میں حمزہ کو پیوند خاک کر چھوڑا اور آں حالیکہ ان کے
سینے میں تیز دھار والا ہتھیار نفوذ کر گیا تھا۔“

وَ نَعْمَانٌ قَدْ غَادَرْنَ تَحْتَ لَوَائِهِ عَلَى لَحْيِهِ طَيْرٌ يَجْفَنُ وَقَوْعٌ
”اور نعمان کو بھی ان تلواروں نے اس کے جھنڈے تلے اس حالت میں چھوڑا کہ ان کے
گوشت پر پرندے گر کر اور ان کے پیٹ میں گھس گھس کر اپنا پیٹ بھر رہے تھے۔“

بِأَحَدٍ وَ أَرْمَاخُ الْكُفَاةِ يَرُدُّنَهُمْ كَمَا غَالِ أَشْطَانُ الدِّلَاءِ نَزُوعٌ
”(یہ سب کچھ) میدانِ احد میں ہوا جبکہ بہادریوں کے نیزے ان پر اس طرح واقع ہو
رہے تھے جس طرح ڈولوں کو کنویں سے نکالنے سے ان کی رسیاں ٹوٹ رہی ہوں۔“

ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

أَشَاقَكَ مِنْ أُمِّ الْوَلِيدِ دُبُوعٌ بَلَّاعِمٌ مَا مِنْ أَهْلِيْنِ حَبِيعٌ
”(اے شاعر!) کیا ان کھنڈرات اور چٹیل میدانوں نے تجھے ام ولید کا شوق دلایا ہے جن
کے رہنے والوں میں سے اب وہاں کوئی بھی موجود نہیں۔“

عَفَاهُنَّ صَمْفِيُّ الرِّيَّاحِ وَ وَكِفٌ مِنَ الدَّلْوِ دَحْأُ السَّحَابِ هَوُوعٌ

”جن کو موسم گرما کی تند و تیز ہواؤں اور برج دلو سے ہونے والی شدید کڑک والے تیز اور کثیر بہنے والے بادلوں والی موسلا دھار بارش نے اب بدل کر رکھ دیا ہے۔“

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَوْقِدُ النَّارِ حَوْلَهُ دَوَائِدُ أَمْثَالِ الْجِصَامِ كُنُوعٌ
”تو اب وہاں اس چولہے کے سوا کچھ بھی نہیں جس کے ارد گرد کبوتروں کی مانند چمٹے ہوئے ہنڈیاں رکھنے کے لئے لگائے ہوئے پتھر پڑے ہیں۔“

فَدَعِ ذَكَرَ دَارٍ بَدَّدَتْ بَيْنَ أَهْلِهَا نَوَى لِمَتِينَاتِ الْجِبَالِ قَطُوعُ
”اس لئے اب اس گھر کی یاد چھوڑ دے جس نے اپنے رہنے والوں کے درمیان ایسی جدائی ڈال دی ہے جو (محبت کی) انتہائی مضبوط رسیوں (رشتوں) کو توڑ کر رکھ دینے والی ہے۔“

وَقُلْ إِنْ يَكُنْ يَوْمًا بِأَحَدٍ يَعْلُهُ سَفِيَهُ فَإِنَّ الْحَقَّ سَوْفَ يَشِيرُ
”اور کہہ دو کہ اگر کوئی بے وقوف یوم احد کو شمار میں لاتا ہے تو (لاتا رہے) بے شک حق عنقریب پھیل کر رہے گا۔“

فَقَدْ صَابَرَتْ فِيهِ بَنُو الْأَوْسِ كُلُّهُمْ وَكَانَ لَهُمْ ذَكَرُ هُنَاكَ رَفِيعُ
”اس روز تمام کے تمام بنی اوس نے باہم صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس مقام پر ان کا عالی شان تذکرہ تھا۔“

وَحَلَمَى بَنُو النَّجَارِ فِيهِ وَصَابَرُوا وَمَا كَانَ مِنْهُمْ فِي اللَّقَاءِ جَزُوعُ
”اور بنی نجار نے بھی وہاں ایک دوسرے کی حمایت کی اور صبر کا مظاہرہ کیا اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت گھبرانے والا ہو۔“

أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ لَا يَخْذِلُونَهُ لَهُمْ نَاصِرٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَشَفِيعُ
”رسول اللہ ﷺ کے سامنے (صبر کا مظاہرہ کیا) وہ آپ ﷺ کو رسوا کرنے والے نہ تھے، آپ ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے مددگار اور شفیع تھے۔“

وَقَوْا إِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِينِ بِرَبِّكُمْ وَلَا يَسْتَوِي عَبْدٌ وَفِي وَ مُضِيعُ
انہوں نے اس وقت وفا کی جبکہ اے آٹے کا شربت پینے والو (قریش مکہ) تم نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اور ایک با وفا بندہ اور وفاداری کا جذبہ کھودینے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: وَقَوْا إِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِينِ بِرَبِّكُمْ۔ سَخِينِ

بَايِدِيهِمْ بِيضٌ إِذَا حِشَّ الْوَعْيُ فَلَا بُدَّ أَنْ يَرْدَى لَهْنٌ صَرِيْعٌ
 ”ان کے ہاتھوں میں ایسی تلواریں ہیں کہ جب جنگ اپنے عروج پر ہوتی ہے تو لازم ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے بچھاڑا جانے والا خود ہلاک ہو جائے۔“

كَمَا غَادَرَتْ فِي النَّقْعِ عُتْبَةُ ثَاوِيًا وَ سَعْدًا صَرِيْعًا وَالْوَشِيْحُ شُرُوعُ
 ”جب کہ ان تلواروں نے عتبہ کو گرد و غبار میں پیوند خاک کر چھوڑا اور سعد کو بچھاڑ کر رکھ دیا جبکہ نیزوں پر نیزے چل رہے تھے۔“

وَ قَدْ غَادَرَتْ تَحْتَ الْعَجَاجَةِ مُسْنَدًا أَبِيًا وَ قَدْ بَلَّ الْقَيْصُ نَجِيْعٌ
 ”اور ان تلواروں نے ابی کو بھی لڑتے ہوئے گرد و غبار کے نیچے گرا ہوا چھوڑ دیا جبکہ خون نے اس کی قمیص کو تر کر دیا تھا۔“

بَكَفٍ رَسُولِ اللَّهِ حَيْثُ تَنَضَّيْتُ عَلَى الْقَوْمِ مِمَّا قَدْ يُثْرَنُ نَقُوعُ
 ”رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ بھی اس مقام پر گرد آلود تھے جہاں ان تلواروں کے گرد و غبار اڑانے کی وجہ سے لوگوں پر غبار بلند ہو رہا تھا۔“

أُولَئِكَ قَوْمٌ سَادَةٌ مِّنْ فُرُوعِكُمْ وَ فِي كُلِّ قَوْمٍ سَلَاةٌ وَ فُرُوعُ
 ”یہ لوگ (جنہیں ہم نے قتل کیا ہے) ایسی قوم تھے جو تمہاری شاخوں کے سردار تھے اور ہر قوم میں سردار بھی ہوتے ہیں اور شاخیں بھی۔“

سے مراد سَخِيْنَةٌ ہے۔ یہ منادی مرخم ہے اور اس سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ سَخِيْنَةٌ ایک شربت ہے جو آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ چونکہ قریش یہ شربت پینے کے عادی تھے اس لئے انہیں یہی لقب دیا جاتا تھا۔
 ضرار کے قصیدہ عینیہ میں ہے: أَمْرُهَا شَاعِيٌّ۔ اس سے مراد شَائِعٌ ہے، اس میں قلب ہوا ہے (یعنی یاء کو پہلے اور عین کو آخر میں لے جایا گیا ہے) جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا لَا يَبِيْهِيهِ إِلَّا شَاءُ وَالْعَبْرِيُّ (کھجور کے چھوٹے درخت اور بیری کے درخت اس مقام کو ڈھانکے ہوئے ہیں) اس سے مراد بھی لَا يَنْثُ ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے: لَا يَحْتَكِرُ الطَّعَامَ إِلَّا طَاغٍ أَوْ بَاغٍ أَوْ ذَاغٍ (سرکش، باغی یا کج رو کے سوا کوئی بھی غلہ ذخیرہ نہیں کرتا)۔ اس سے مراد بھی ذَائِعٌ ہے۔
 ضرار کے قصیدہ قافیہ میں ہے: رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَدَقِ۔ الودق جسے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ یہ ابن درید وغیرہ کا قول ہے۔ اس قصیدہ میں یہ بھی ہے: مَا بِهِ رَهَقٌ۔ رَهَقٌ کا معنی عیب ہے اور الرَّهَقُ عیب دار آدمی کو کہتے ہیں۔

بَيْنَ نِعْزِ اللَّهِ حَتَّى يُعْزَنَا وَ إِنْ كَانَ أَمْرٌ يَأْسَخِينَ فَطِيعٌ
 ”اے آئے کا شرب پینے والے قریشیو! ہم انہی تلواروں کے ساتھ اللہ کا نام بلند کرتے
 ہیں تاکہ وہ ہمیں عزت و غلبہ عطا فرمائے۔ اگرچہ معاملہ کتنا ہی ہولناک کیوں نہ ہو۔“

فَلَا تَذْكُرُوا قَتْلَى وَ حَزْزَةً فِيهِمْ قَتِيلٌ قَوَى لِلَّهِ وَ هُوَ مُطِيعٌ
 ”اس لئے تم اور مقتولوں کا ذکر نہ کرو جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں مقتول ہو گئے
 جو اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاں بحق ہوئے۔“

فَإِنْ جَنَّانَ الْخُلْدِ مَنْزِلَةٌ لَهُ وَ أَمْرُ الَّذِي يَقْضِي الْأُمُورَ سَرِيعٌ
 ”چنانچہ ابدی جنتیں ان کا گھر ہیں اور تمام امور کا فیصلہ کرنے والی ذات کا حکم بہت جلد چلنے
 والا ہے۔“

وَ قَتَلَاكُمْ فِي النَّارِ أَفْضَلُ رِزْقِهِمْ حَيِّمٌ مَعًا فِي جَوْفِهَا وَ ضَرِيعٌ
 ”اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں، ان کی سب سے افضل روزی کھولتا ہوا پانی اور ضریع
 گھاس ہوگی جو ان کو جہنم کے درمیان اکٹھے ملے گی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ
 اور ابن زبیری کے اشعار ہیں۔ اور ابن زبیری کا قول ماضی الشبابة اور طير يجفون غیر
 ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

عَرَجْنَا مِنْ الْفَيْفَا عَلَيْهِمْ كَلْنَا مَعَ الصُّبْحِ مِنْ رَضْوَى الْحَبِيكَ النَّطْقُ
 ”ہم چٹیل میدان سے نکل کر ان (مسلمانوں) پر (اس قدر تیز رفتاری سے) آدھمکے گویا ہم
 بھی صبح کے ساتھ مستحکم اور بے شمار راستوں والے رضوی پہاڑ سے طلوع ہونے والے ہیں۔“

تَمَنَّتْ بَنُو النَّجَارِ جَهْلًا لِقَائَنَا لَدَى جَنْبِ سَلْعٍ وَالْأَمَانِي تَصْدُقُ
 ”بنی نجار نے نادانی میں سلع پہاڑ کے دامن کے پاس ہم سے دو چار ہونے کی تمنا کی اور
 آرزوئیں کبھی سچ بھی ہو جاتی ہیں۔“

فَمَا دَاعَهُمْ بِالْشَّرِّ إِلَّا فُجَاءَةً كَرَادِيسُ عَحِيلٍ فِي الْآزِقَةِ تَرُوقُ
 ”ان بنی نجار کو جنگ سے کوئی چیز نہیں ڈرا رہی تھی مگر پگڈنڈیوں سے تیزی سے نکلنے والے

گھوڑوں کے غولوں نے انہیں اچانک خوفزدہ کر دیا۔“

آرَادُوا لَكُمْ يَسْتَبِيحُوا قِبَابَنَا وَ دُونَ الْقِبَابِ الْيَوْمَ ضَرْبٌ مُحَرَّقٌ
”انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ہمارے خیموں کو لوٹ لیں حالانکہ اس روز خیموں کے
سامنے ایک جلا کر رکھ دینے والی شمشیر زنی حامل تھی۔“

وَ كَانَتْ قِبَابًا أَوْ مِنتَ قَبْلَ مَا تَرَى إِذَا رَامَهَا قَوْمٌ أُبْيَحُوا وَ أَحْنَقُوا
”اور یہ وہی خیمے تھے جنہیں پہلے بھی لوٹنے کی کوشش کی گئی مگر جب ان لوگوں نے ان پر تیر
اندازی کی تو انہی کی بیخ کنی کر دی گئی اور انہیں سخت غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا گیا۔“

كَانَ دُوُوسَ الْخَزَرَجِيِّينَ عُدْوَةً وَ آيْمَانَهُمْ بِالْمَشْرِفِيَّةِ بَرَّوقُ
”اس دن (جنگ احد میں) صبح کے وقت خزرجیوں کے سر مشرفی تلواروں کے سامنے گویا
بروق گھاس کی طرح (کمزور) تھے۔“

ابن العاصی کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

بقول ابن ہشام اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:
آلَا أَيْلَعًا فَهَرًا عَلَى نَائِي دَارِهَا وَ غِنْدَهُمْ مِنْ عَلَيْنَا الْيَوْمَ مَصْدَقُ
” (میرے دونوں دوستو!) سنو میرا پیغام قبیلہ فہر کو ان کے گھر کی دوری کے باوجود پہنچا دو اور
آج انہی کے پاس ہمارے علم کی صداقت کا معیار موجود ہے۔“

بَانَا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ بَطْنٍ يَثْرِبُ صَبْرَنَا وَ رَايَاتُ النَّيَّةِ تَخْفِقُ
” (وہ پیغام یہ ہے) کہ ہم نے وادی یثرب کے دامن کوہ کے پاس اس وقت صبر سے کام لیا
جبکہ موت کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔“

صَبْرَنَا لَهُمُ وَالصَّبْرُ مِنَّا سَجِيَّةٌ إِذَا طَارَتِ الْآبِرَامُ نَسُو وَ نَوْتَقُ
”ہم نے ان کے مقابلے میں صبر سے کام لیا اور صبر کرنا تو ہماری عادت ہے، جب کہینے اور
گھٹیا لوگ اڑ کر آتے ہیں تو فالق ہو کر اپنا معاملہ ٹھیک ہی رکھتے ہیں۔“

عَلَى عَادَةِ تِلْكَمُ جَرِينَا بِصَبْرِنَا وَ قَدَمًا لَدَى الْغَايَاتِ نَجْرِي فَتَسْبِقُ
ہم نے اپنی اسی عادت کے مطابق اپنے صبر و تحمل سے جدوجہد جاری رکھی اور حصول مقاصد
کے وقت ہم ہمیشہ سے اسی طرح جدوجہد جاری رکھتے اور سبقت لے جاتے رہے ہیں۔

لَنَا جَوْمَةٌ لَا نُسْتَطَاعُ يَقُودُهَا نَبِيٌّ أَتَى بِالْحَقِّ عَفْ مَصْدَقُ

”ہماری ایک ایسی ناقابلِ تسخیر جماعت ہے جس کی قیادت نبی کریم ﷺ کر رہے ہیں جو حق لے کر آئے اور جو پاکدامن اور لائقِ تصدیق ہیں۔“

اَلَا هَلْ اَتَى اَفْنَاءَ فِهْرِ بْنِ مَالِكٍ مُّقْطَعُ اطْرَافٍ وَ هَامٌ مُّفْلَقُ
”کیا ایسا نہیں ہوا کہ فہر بن مالک کے مختلف قبائل کے پاس کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور پھٹے ہوئے سر پہنچے ہیں؟“

یومِ احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:

اِنِّیْ وَجَدْتُكَ لَوْلَا مُقَدِّمِیْ فَرَسِیْ اِذْ جَالَتْ الْخَيْلُ بَيْنَ الْجَزْعِ وَالْقَاعِ
”تیرے نصیب کی قسم! اگر میں اپنے گھوڑے کو اس وقت نہ بڑھا دیتا جب گھوڑے وادی کے موڑ اور نشیبی زمین کے درمیان جولانی کر رہے تھے۔“

مَا ذَالَ مِنْكُمْ بِجَنْبِ الْجَزْعِ مِنْ اُحَدٍ اَصْوَاتُ هَامٍ تَزَافِیْ اَمْرُهَا شَاعِیْ
”تو احد پہاڑ کی وادی کے موڑ پر تمہارے سروں سے نکلنے والے پرندوں کی آوازیں گونجتی اور پھیلتی رہتیں۔“

وَ فَارِسٌ قَدْ اَصَابَ السَّيْفُ مَفْرَقَهُ اَفْلَاقُ هَامَتِهِ كَفَرُوۃَ الرَّاعِیْ
”اور گھڑسوار کی مانگ پر ایسی تلوار لگتی کہ اس کے سر کے شگاف چرواہے کے توشہ دان کی طرح ہوتے۔“

اِنِّیْ وَ جَدِّكَ لَا اَنْفَكَ مُنْتَطِقًا بِصَارِمٍ مِثْلِ لَوْنِ الْبَلَدِ قَطَاعِ
”تیرے مقدر کی قسم! میں نمک کے سفید رنگ کی مثل ایک کاٹنے والی تیز تلوار کے ساتھ براجمان رہوں گا

عَلٰی رِحَالَةٍ مِّلْوَا حِ مُثَابِرَةٍ نَحْوُ الصَّرِيخِ اِذَا مَا ثَوَّبَ الدَّاعِیْ
ایک مضبوط و جفاکش گھوڑے کی زین پر اس دعا و فریاد کرنے والے شخص کی طرح جو بار بار دعا کر رہا ہو۔“

وَ مَا اَنْتَمِیْتُ اِلٰی خَوْرٍ وَ لَا كُشْفٍ وَ لَا لِنَامٍ غَدَاةَ الْبَاسِ اَوْدَاعِ
”اور میری نہ تو کمزور اور بزدل لوگوں سے نسبت ہے، نہ ہتھیاروں سے خالی لوگوں کے ساتھ اور نہ جنگ کے روزِ ذلیل، کمینے اور بزدل لوگوں کے ساتھ۔“

بَلْ ضَارِبِينَ حَبِيبِكَ الْبَيْضِ إِذْ لَحِقُوا شَمَّ الْعَرَانِينَ عِنْدَ النَّوْتِ لُدَاعٍ
 ”بلکہ میری نسبت ایسے لوگوں سے ہے کہ جب وہ دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں تو چمکیلی
 دھاروں والی تلواروں کے ساتھ شمشیر زنی کرنے والے ہیں، اونچی ناکوں والے ہیں (باعزت
 ہیں) اور موت کے وقت آگ لگا دینے والے ہیں۔“

شَمَّ بَهَائِلَ مُسْتَرَحِّ حَمَائِلَهُمْ يَسْعُونَ لِلنَّوْتِ سَعِيًا غَيْرَ دَعْدَاعٍ
 ”معزز، بزرگ اور سردار ہیں، ان کی تلواروں کے پر تلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت
 ہیں) اور موت کے لئے سست و کاہل ثابت ہوئے بغیر بھرپور جدوجہد کرتے ہیں۔“

ضرار بن خطاب نے یہ اشعار بھی کہے:

لَمَّا آتَتْ مِنْ بِنَى كَعْبٍ مَزِينَةٌ وَالْخَزْرَجِيَّةُ فِيهَا الْبَيْضُ تَاتَلِقُ
 ”جب ہمارے پاس بنی کعب کی طرف سے ہر قسم کے اسلحہ سے مزین فوجیں اور وہ خزرجی
 فوجیں پہنچیں جن میں سفید تلواریں چمک رہی تھیں

وَ جَرَدُوا مَشْرِفِيَّاتٍ مُهَنَّدَةً وَ رَايَةَ كَجَنَاحِ النَّسْرِ تَخْتَفِقُ
 اور انہوں نے مشرفی اور ہندی تلواریں برہنہ کر لیں اور کرگس کے پروں کی طرح لہراتا ہوا
 جھنڈا نکالا

فَقُلْتُ يَوْمَ بَيَّامٍ وَ مَعْرَكَةٍ تَنْسِي لِمَا خَلَفَهَا مَا هُزِزَ الْوَدَقُ
 تو اس وقت میں نے کہا کہ سابقہ تمام جنگی ایام کے بدلے یہ ایسا دن اور ایسا معرکہ ہوگا جو
 بعد میں آنے والوں کو چاندی کے سکوں کی حرکت بھلا دے گا (یعنی حالات دگرگوں ہو جائیں
 گے)۔“

قَدْ عَوَّدُوا كُلَّ يَوْمٍ أَنْ تَكُونَ لَهُمْ رِيحُ الْقِتَالِ وَ أَسْلَابُ الَّذِينَ لَقُوا
 ”یہ لوگ اس بات کے عادی ہیں کہ ان کے لئے ہر روز جنگ کی ہوا چلتی رہے اور وہ اپنے
 مد مقابل آنے والے دشمنوں کا مال لوٹتے رہیں۔“

خَيْرْتُ نَفْسِي عَلَى مَا كَانَ مِنْ وَجَلٍ مِنْهَا وَ أَيْقَنْتُ أَنَّ الْمَجْدَ مُسْتَبَقُ
 ”اس جنگ کا جو خوف ہو سکتا تھا اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے اور یقین کر
 لیا ہے کہ مجد و شرف سبقت لے جانے کا میدان ہے۔“

أَكْرَهْتُ مَهْرِي حَتَّى خَاصَ غَرَّتَهُمْ وَ بَلَّهَ مِنْ نَجِيعٍ عَائِكَ عَلَقُ

”میں نے اپنے گھوڑے کو مجبور کیا یہاں تک کہ وہ ان کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں جا گھسا اور سرخ خون نے اسے تر کر دیا۔“

فَظَلَّ مَهْرِيَّ وَ سِرْبَالِيَّ جَسِيدَهُمَا نَفَخَ الْعُرُوقُ رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَرَقِ
”چنانچہ میرے گھوڑے اور میری زرہ کا رنگ ایسے ہو گیا جیسے رگوں سے ابھرا ہوا خون، نیزہ بازی کے چھینٹے اور جما ہوا خون ہوتا ہے۔“

أَيَقَنْتُ أَنِّي مُقِيمٌ فِي دِيَارِهِمْ حَتَّى يُفَارِقَ مَا فِي جَوْفِهِ الْحَدَقُ
”میں نے عزم کر لیا کہ میں ان کے دیار میں اس وقت تک جمار ہوں گا یہاں تک کہ آنکھ کا سیاہ ڈھیلا اپنے حلقے کو چھوڑ دے (یعنی موت آجائے)۔“

لَا تَجْزَعُوا يَا بَنِي مَخْزُومٍ إِنَّ لَكُمْ مِثْلَ الْمَغِيرَةِ فِيكُمْ مَا بِهِ زَهَقُ
”اے بنی مخزوم! گھبراؤ نہیں بے شک تمہارے لئے اپنے اندر مغیرہ کی مثال کافی ہے جس میں کوئی عیب نہیں۔“

صَبْرًا فِدَى لَكُمْ أُمِّيَّ وَ مَا وَلَدْتُ تَعَاوَدُوا الضَّرْبَ حَتَّى يُدْبِرَ الشَّفَقُ
”تم پر میری ماں اور اس کی اولاد قربان ہو، صبر سے کام لو اور لگاتار شمشیر زنی کرتے رہو یہاں تک کہ شفق ڈوب جائے۔“

یومِ احد کے متعلق عمرو کے اشعار

عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَأَيْتُ الْحَرْبَ يَنْزُو شَرُّهَا بِالرَّضْفِ نَزْوًا
”جب میں نے دیکھا کہ جنگ کے شرارے گرم پتھر سے ٹکرا کر خوب مشتعل ہو رہے ہیں۔“
وَ تَنَازَلَتْ شَهْبَاءُ تَلْحُوا النَّاسَ بِالضَّرَاءِ لَحْوًا
”اور بے شمار ہتھیاروں کے ساتھ مسلح افواج لوگوں کی کھالیں نہایت ضرر رساں انداز میں ادھیڑ رہی ہیں۔“

أَيَقَنْتُ أَنَّ النَّوْتَ حَقٌّ وَالْحَيَاةَ تَكُونُ لَغْوًا
”تو مجھے یقین ہو گیا کہ موت برحق ہے اور زندگی لغو بے معنی ہوتی ہے۔“

حَمَلْتُ أَثَوَابِي عَلَى عَتِيدٍ يَبْدُ الْخَيْلِ رَهْوًا
”میں نے اپنے کپڑے ایک ایسے جفاکش گھوڑے پر رکھ لیے جو دوسرے گھوڑوں سے

با آسانی سبقت لے جا رہا تھا۔

سَلِسٍ إِذَا نَكَبْنَ فِي الْبَيْدَاءِ يَعْلَوْنَ الطَّرْفَ عُلُوًّا
”جونہایت آسانی سے اسے آگے بڑھاتا جا رہا تھا، جب دوسرے گھوڑے چٹیل میدان میں
اوندھے ہو کر گر رہے تھے تو وہ نجیب الطرفین گھوڑے سے بھی سبقت لے جا رہا تھا۔“

وَ إِذَا تَنَزَّلَ مَاءٌ هَ مِنْ عِطْفِهِ يَزْدَادُ زَهَوًا
”اور جب اس گھوڑے کے پہلو سے اس کا پسینہ بہتا تو اس کے غرور و نخوت میں اور اضافہ
ہو جاتا۔“

رَبِذٍ كَيْعْفُورٍ الصَّرِيَّةِ رَاعَهُ الرَّامُونَ دَحْوًا
”وہ گھوڑا ریت کے ٹیلے پر تیزی سے دوڑنے والے اس ہرن کے بچے کی طرح تیز رفتار تھا
جسے تیر اندازوں نے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہو۔“

شَنِجٍ نَسَاءُ ضَابِطٍ لِلْخَيْلِ اِرْحَاءُ وَ عَدْوًا
”اس گھوڑے کی رانوں کی رگیں کھینچی ہوئی تھیں، نہایت تیزی سے دوڑ کر دوسرے گھوڑوں
کو قابو میں کر لینے والا تھا۔“

فَفِذَى لَهُمْ أُمِّيْ غَدَا هَ الرُّوْعِ إِذْ يَمْشُونَ قَطْوًا
”میری ماں ان لوگوں پر قربان ہو جب جنگ کے دن وہ بھٹ تیر کی طرح خراماں خراماں
چل کر

سَيَّرًا إِلَى كَبْشِ الْكَتِيْبَةِ إِذْ جَلَّتْهُ الشَّسُ جَلَوْا
دشمن کی فوج کے مینڈھے جیسے سردار کی طرف اس وقت جا رہے تھے جب سورج نے اسے
خوب روشن کر دیا تھا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعرا نکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار عمرو کے ہیں۔

عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار اور عمرو دونوں کے اشعار کا جواب حضرت کعب بن مالک

عمرو بن العاص کے اشعار

عمرو بن العاص کے اشعار میں ہے: يَمْشُونَ قَطْوًا۔ الْقَطْوُ اور الْآقْطِيطَاءُ بھٹ تیر کی
چال کو کہتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

أَبْلَغُ قُرَيْشًا وَ خَيْرُ الْقَوْلِ أَصْدَقُهُ وَالصِّدْقُ عِنْدَ ذَوِي الْأَلْبَابِ مَقْبُولٌ
”قریش کو یہ پیغام پہنچا دو اور بہترین قول وہی ہے جو سب سے سچا ہو اور اہل عقل و دانش کے نزدیک سچائی ہی مقبول ہے۔“

أَنْ قَدْ قَتَلْنَا بِقَتْلَانَا سَرَائِكُمْ أَهْلَ اللِّوَاءِ فَبِمَا يَكْثُرُ الْقَيْلُ
”کہ ہم نے اپنے مقتولوں کے بدلے تمہارے سرکردہ علمبرداروں کو قتل کر دیا ہے لہذا کس معاملہ میں زیادہ تذکرہ رہتا ہے (یہی کہ تمہارے علمبردار مار دیے گئے)۔“

وَ يَوْمَ بَدْرٍ لَقِينَاكُمْ لَنَا مَدَدٌ فِيهِ مَعَ النَّصْرِ مِيكَالُ وَ جَبْرِيْلُ
”اور بدر کے روز ہم تمہارے مقابلے اس حالت میں آئے کہ ہمیں ایسی کمک پہنچ رہی تھی جس میں میکائیل و جبرائیل فتح و نصرت ساتھ لیے موجود تھے۔“

إِنْ تَقْتُلُونَا فَدَيْنُ الْحَقِّ فِطْرَتُنَا وَالْقَتْلُ فِي الْحَقِّ عِنْدَ اللَّهِ تَفْضِيلُ
”اگر تم ہمیں قتل کر بھی دو گے تو (کوئی پرواہ نہیں کیونکہ) دین حق ہماری فطرت ہے اور حق کی راہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت کا باعث ہے۔“

وَ إِنْ تَرَوْا أَمْرًا فِي رَأْيِكُمْ سَفَهًا فَرَأَى مَنْ خَالَفَ الْإِسْلَامَ تَضْلِيلُ
”اور اگر تم اپنی رائے کے مطابق ہمارے معاملے کو بے وقوفی خیال کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اسلام کے مخالف کی رائے گمراہی ہی ہے۔“

فَلَا تَمْنُوا لِقَاحَ الْحَرْبِ وَاقْتَعِدُوا إِنَّ أَخَا الْحَرْبِ أَصْدَى اللَّوْنِ مَشْغُولُ
”پس تم جنگ کی آگ بھڑکنے کی تمنا نہ کرو بلکہ بیٹھے رہو کیونکہ جنگجو آدمی کا رنگ سیاہی اور سرخی کے درمیان ہوتا ہے اور وہ بے حد مصروف جنگ ہوتا ہے۔“

إِنَّ لَكُمْ عِنْدَنَا ضَرْبًا تَرَاخُ لَهُ عُرْجُ الضَّبَاعِ لَهُ خَدَمٌ رَعَابِيلُ
”بے شک ہمارے پاس تمہارے لئے تلواروں کی ایسی ضرب ہے جس کی وجہ سے لنگڑے بجو بھی خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں کیونکہ اس ضرب سے انہیں علیحدہ علیحدہ کٹے ہوئے گوشت کے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: خَدَمٌ رَعَابِيلُ۔ خدَم کا معنی ہے دانتوں کے ساتھ کاٹنا۔ اور رعابیل پھٹے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے حَبَاءُ مُرْعَبِلٍ یعنی پھٹا ہوا خیمہ۔

نکلے ملتے ہیں۔“

إِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيهَا وَ نَنْتَجُهَا وَ عِنْدَنَا لِدَوَى الْأَضْغَانِ تَنْكِيلٌ
”بے شک ہم بڑے جنگجو لوگ ہیں ہم اسے (جنگ کو اونٹنی کی طرح) دوہتے ہیں اور اس سے بچے پیدا کرتے ہیں اور ہمارے پاس کینہ پرور لوگوں کے لئے بڑی دردناک سزا ہے۔“

إِنْ يَنْتَجِ مِنْهَا ابْنُ حَرْبٍ بَعْدَ مَا بَلَغَتْ مِنْهُ التَّرَاقِي وَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولٌ
”اگر جنگ ابوسفیان بن حرب کے سینے کی ہڈیوں تک پہنچنے کے بعد وہ اس سے کسی طرح نجات پا بھی جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے

فَقَدْ أَفَادَتْ لَهُ جِلْمًا وَ مَوْعِظَةً لِّمَنْ يَكُونُ لَهُ لُبٌّ وَ مَعْقُولٌ
تو یہ جنگ اسے بردباری کا فائدہ ضرور دے گی اور ان لوگوں کو عبرت و موعظت کا فائدہ دے گی جو کچھ بھی عقل و فہم رکھتے ہیں۔“

وَ لَوْ هَبَطْتُمْ بِبَطْنِ السَّيْلِ كَافَحْتُمْ ضَرْبَ بِشَاكِلَةِ الْبَطْحَاءِ تَرَعِيلٌ
”اور اگر تم بطن سیل میں اترتے تو تمہیں بطحاء کے گوشے میں ایک بہت تیز شمشیر زنی کا سامنا کرنا پڑتا۔“

تَلْقَاكُمْ عُصَبُ حَوْلِ النَّبِيِّ لَهُمْ مِمَّا يُعَذُّونَ لِلْهَيْجَا سَرَابِيلُ
”اور تمہیں نبی کریم ﷺ کے ارد گرد ایسی جماعتیں ملتیں جن کے پاس ایسی زریں ہیں جنہیں انہوں نے جنگ کے لئے تیار کر رکھا ہے۔“

مِنْ جِذْمِ غَسَّانَ مُسْتَرَحِّ حَمَائِلُهُمْ لَا جُبْنَاءُ وَ لَا مِئْلَ مَعَاذِيلُ
”یہ جماعتیں قبیلہ غسان کی نسل سے ہیں جن کی تلواروں کے پرتلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت ہیں) نہ وہ بزدل ہیں اور نہ نہتے ہیں جن کے پاس ڈھالیں اور نیزے نہ ہوں۔“

يَمْشُونَ تَحْتَ عَمَائَاتِ الْقِتَالِ كَمَا تَمْشِي الصَّاعِبَةُ الْأَدَمُ الرَّاسِئِلُ

شاعر کا قول ہے: إِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيهَا وَ نَنْتَجُهَا۔ یہ مَرِيْتُ النَّاقَةِ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی میں دودھ کی زیادتی چاہیں اور نَنْتَجُهَا کا لفظ نَتَجَتْ النَّاقَةُ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی سے بچہ پیدا ہونے کی خواہش کریں۔ کہا جاتا ہے نَتَجَتْ النَّاقَةُ وَ نَتَجَهَا أَهْلُهَا یعنی اونٹنی کے مالک نے اس کے بچہ جننے میں اس کی خبر گیری کی اور اَنْتَجَتْ تَنْجِي اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کے بچہ جننے کا وقت قریب آجائے۔

”یہ جماعتیں جنگ کی تاریکیوں میں اس طرح چلتی ہیں جس طرح گندمی رنگ والے ز اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے قطار در قطار چلتے ہیں۔“

اَوْ مِثْلَ مَشْيِ اَسْوَدِ الظِّلِّ الثَّقِيْهَا يَوْمَ رَدَاذٍ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْهُوْلٍ
”یا ہلکی بارش کے نیچے چلنے والے ان شیروں کی چال چلتی ہیں جنہیں بادِ شمالی کے ساتھ جوزا ستارے سے ہونے والی بوند باندی نے ترک کر دیا ہو۔“

فِي كُلِّ سَابِغَةٍ كَالْنَهْيِ مُحْكَمَةٍ قِيَامُهَا فَلَجٌ كَالسَّيْفِ بُهْلُوْلٍ
”یہ جماعتیں نہایت مستحکم زرہوں میں ملبوس ہیں جو ایسے تالاب کی طرح ہیں جو تلوار کی طرح چمکدار نہرِ فلج کے قریب واقع ہوا ہو۔“

تَرْدٌ حَدَّ قِرَامِ النَّبْلِ خَاسِنَةٌ وَ يَرْجِعُ السَّيْفُ عَنْهَا وَهُوَ مَفْلُوْلٍ
”یہ زرہیں موٹے تیروں کی دھاروں کو ناکام واپس لوٹا دیتی ہیں اور ان کے پاس سے تلوار اس حالت میں لوٹتی ہے کہ اس میں دندانے پڑ چکے ہوتے ہیں۔“

وَ لَوْ قَذَفْتُمْ بِسَلْعٍ عَنْ ظُهُورِكُمْ وَلِلْحَيَاةِ وَ دَفِعَ النَّوْتُ تَاجِيْلُ
”اور اگر تم اپنی پشتوں سے اٹھا کر سلع پہاڑ بھی پھینک مارتے در آں حالیکہ زندگی اور موت کے مقابلہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے

مَا ذَالَ فِي الْقَوْمِ وَتَرٌ مِنْكُمْ اَبَدًا تَعْفُو السِّلَامُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَطْلُوْلٍ
تو ہماری قوم کا وہ فرد بھی جس سے تم نے انتقام لینا ہوتا اس پر پتھر کوئی اثر نہ کرتے اور وہ خون

شاعر کا قول ہے: يَوْمَ رَدَاذٍ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْهُوْلٍ۔ اس سے مراد جوزاء ستارے سے ہونے والی بارشوں کے دنوں میں سے ایک دن ہے اور یہ ہفعدہ (چاند کی پانچویں منزل میں تین ستاروں کا نام) کی بارش ہے یا ہفعدہ (چاند کی چھٹی منزل میں پانچ ستاروں کا نام جو جوزا کی بائیں جانب واقع ہیں) کی بارش ہے۔ یہ موسم سرما میں دسمبر کے مہینے میں ہوتی ہے اور مشمول بادِ شمالی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: الثَّقِيْهَا۔ یہ اللثق سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نمی اور نرم مٹی اور رَدَاذٍ کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش)۔ یہ الطَّش اور البَغْش (پھوار کی دو قسمیں) سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور الظِّلُّ بھی اسی کی مثل ہے یا اس سے قدرے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے: اَرْضٌ مَطْلُوْلَةٌ وَ مَبْعُوْشَةٌ لیکن یہ نہیں کہا جاتا اَرْضٌ مَرْدُوْدَةٌ۔ بلکہ یوں کہا جاتا ہے مَرْدُوْدَةٌ وَ مَرْدُوْدَةٌ عَلَیْهَا یعنی وہ زمین جس پر بوند باندی ہوئی ہو۔ یہ خطاب کا قول ہے۔

بہادریے بغیر یونہی بچار ہتا۔“

عَبْدٌ وَ حُرٌّ كَرِيمٌ مُّوْتِقٌ قَنَصًا شَطَرَ الْمَدِينَةِ مَأْسُورٌ وَ مَقْتُولٌ
”غلام ہو یا آزاد شریف آدمی جو شکار کو باندھ لینے والا ہو، مدینے کا رخ کرنے کی صورت
میں یا توقید کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔“

كُنَّا نُؤْمِلُ أَخْرَاكُمُ فَأَعْجَلَكُمُ مِنَّا فَوَارِسُ لَا عُزْلٌ وَ لَا مِئْلٌ
”ہم تمہاری آخری صفوں کو امید دلاتے تھے تو (تمہارے آگے بڑھنے پر) ہمارے شہسوار
جوڑ ہال اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھے، تمہیں فوراً جکڑ لیتے۔“

إِذَا جَنَى فِيهِمُ الْجَانِي فَقَدْ عَلِمُوا حَقًّا بَانَ الَّذِي قَدْ جَرَّ مَحْضُولٌ
”ان شہسواروں میں جب کوئی مجرم کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ جو
بھی جرم کا مرتکب ہوگا اسے ضرور سزا بھگتنا پڑے گی۔“

مَا نَحْنُ لَا نَحْنُ مِنْ إِثْمٍ مُّبَاهَرَةٍ وَ لَا مَلُومٌ وَ لَا فِي الْغُرْمِ مَخْذُولٌ
”ہم لوگ نہ تو کھلے بندوں گناہ کرنے والے ہیں، نہ ہمیں ملامت کی جاتی ہے اور نہ ہم سے
اس طرح تاوان لیا جاتا ہے کہ ہمارا کوئی مددگار نہ ہو۔“

علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے احد کے روز علمبرداروں کی تعداد بیان کرتے
ہوئے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ سب سے بہترین اشعار ہیں۔

مَنْعَ النَّوْمِ بِالْعِشَاءِ الْهُومُ وَ خَيَالٌ إِذَا تَغَوَّرَ النُّجُومُ
”عشاء کے وقت جب ستارے غروب ہو رہے تھے تو اس حبیب کے فکر و خیال نے نیند

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ قَالَ ابْنُ هِشَامٍ هَذِهِ أَجْوَدُ مَا قَالَ۔ ”علامہ
ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے سب سے عمدہ اشعار ہیں۔ یہ وہ قصیدہ ہے جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ
نے رات کو کہا اور اپنی قوم کو ندادیتے ہوئے کہا کہ میں ابوالحسام ہوں، میں ابوالولید ہوں۔ یہ دونوں
آپ کی کنیتیں ہیں، پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دن چڑھنے سے پہلے پہلے آپ سے اس قصیدہ

روک دی۔“

مِنْ حَبِيبٍ أَضَافَ قَلْبَكَ مِنْهُ سَقَمَ فَهُوَ دَاخِلٌ مَكْتُومٌ
”جس کی بیماری تیرے دل میں اتر گئی۔ پس وہ بیماری اس میں داخل ہے اور مخفی ہے۔“

يَا لَقَوْمِي هَلْ يَقْتُلُ الرَّءْءُ مِثْلِي وَاهِنُ الْبَطْشِ وَالْعِظَامِ سَوْوَمٌ
”اے میری قوم! کیا مجھ جیسے آدمی کو ایسا شخص قتل کر سکتا ہے جس کی گرفت اور ہڈیاں کمزور
ہوں اور وہ خود افسردہ ہو۔“

لَوْ يَدِبُ الْحَوْلِيُّ مِنْ وَلَدِ الدِّ رَ عَلَيْهَا لَأَنْدَبَتْهَا الْكُلُومُ
”اگر چیونٹی کا چھوٹا بچہ بھی ان پر ریگے تو اس سے بھی ان پر زخموں کے نشان بن جائیں۔“

شَانَهَا الْعِطْرُ وَالْفِرَاشُ وَ يَعْلُو هَا لُجَيْنٌ وَ لَوْلُو مَنْظُومٌ
”میری محبوبہ کی عادت خوشبو لگانا اور بستر پر لیٹنا ہے اور اس پر چاندی اور موتیوں کے ہار
چڑھے ہوئے ہیں۔“

لَمْ تَفْتَتْهَا شَسُّ النَّهَارِ بِشَيْءٍ غَيْرَ أَنَّ الشَّبَابَ لَيْسَ يَدُومُ
”دن کی دھوپ نے اس کی کسی چیز کو ضائع نہ کیا بجز اس کے کہ جوانی کو دوام حاصل نہیں۔“

إِنَّ خَلِيَّ خَطِيبُ جَابِيَةِ الْجَوْلَانِ عِنْدَ النُّعْمَانِ حِينَ يَقُومُ
”بے شک میرا ماموں مقام جولان (شام میں ایک شہر) کے حوض پر قبیلہ نعمان کے پاس
کھڑا ہو کر خطابت کے جوہر دکھاتا ہے۔“

وَ أَنَا الصَّقْرُ عِنْدَ بَابِ ابْنِ سَلْمَى يَوْمَ نُّعْمَانُ فِي الْكُبُولِ سَقِيمٌ
”اور میں ابن سلمی کے دروازے پر اس روز شکرے کی مانند تھا جب نعمان بیڑیوں میں کسا
ہوا بیمار ہو رہا تھا۔“

وَ أَبِي وَ وَاقِدٌ أَطْلِقَالِي يَوْمَ رَاحَا وَ كَبْلُهُمْ مَخْطُومٌ

کو روایت کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی روکنے والا اسے روک دے۔ اس قصیدہ میں آپ نے ابن
زبیری پر اپنے ان بلند مقامات کی وجہ سے فخر کیا ہے جو آپ کو ملوکِ شام کے درباروں میں حاصل تھے
جو ملوکِ شام ہفنہ کی اولاد میں سے تھے۔ شام سے آپ نے اپنی قوم کے چند قیدیوں کو رہا کر لیا تھا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آل ہفنہ میں سے نعمان بن عسانی کے پاس خالد کے مقام کا ذکر
کیا ہے۔ یہ نعمان بن منذر نہیں، آپ نے اس بارے میں فرمایا:

”اور ابی اور واقعہ کو میری خاطر اس روز رہا کر دیا گیا جب وہ وہاں گئے اور ان کی بیڑیاں توڑ دی گئی تھیں۔“

وَ رَهْنَتْ الْيَدَيْنِ عَنْهُمْ جَمِيعًا كُلُّ كَفٍّ جُزْءٌ لَهَا مَقْسُومٌ
”اور ان سب کی جانب سے میں نے اپنے دونوں ہاتھ رہن رکھ دیے اور ہر ہاتھ کو اس کا حصہ تقسیم کر کے دے دیا گیا۔“

وَسَطْتُ نِسْبَتِي الدَّوَائِبَ مِنْهُمْ كُلُّ دَارٍ فِيهَا أَبٌ لِي عَظِيمٌ
”ان لوگوں میں تمام عالی مرتبہ لوگوں سے میری نسبت قائم ہے اور ان کے ہر گھر میں میرا کوئی نہ کوئی عظیم جدا مجد موجود ہے۔“

وَ أَبِي فِي سَيْحَةِ الْقَلِيلِ الْفَاصِلِ يَوْمَ التَّقَاتِ عَلَيْهِ الْخُصُومُ
”اور میرا باپ سمجھ کے مقام پر فیصلہ کن بات کہنے والا ہوتا جب اس کے پاس جھگڑے آتے تھے۔“

بَلَدٌ أَفْعَكَ وَ فَعَلَ الزَّبْعَرَى خَلِيلٌ فِي صَدِيقِهِ مَلْعُومٌ
”یہ ہمارے کارنامے ہیں اور زبعری کا عمل بے قدر ہے اور اس کی خدمت اس کے دوستوں میں ہوتی ہے۔“

رُبَّ حَبِ أَضْعَفَ عَدَمُ الْإِلِّ وَ جَهْلٌ غَطَا عَلَيْهِ الثَّجَمُ
”بعض بددباریاں اسکی ہیں جنہیں مال کے فقدان نے ضائع کر دیا اور بعض جہالتیں اسکی ہیں جن پر خوش حالی نے پردہ ڈال دیا۔“

إِنَّ دَهْرًا يَوْرُ فِيهِ ذَوُو الْعِلْمِ لَدَهْرٌ هُوَ الْقَتْلُ الرَّئِيمُ
”بے شک جس زمانہ میں اصحابِ علم ہلاک ہو جائیں وہی زمانہ سرکش اور بد عمل ہے۔“

لَا تَسْبِيْ قَلَّتْ بِسْبِيْ إِنْ سَبَى مِنَ الرَّجُلِ الْكَرِيمِ

رُبَّ حَبِ أَضْعَفَ عَدَمُ الْإِلِّ وَ جَهْلٌ غَطَا عَلَيْهِ الثَّجَمُ
یونس بن حبیب نے غطاء کو عامی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے شاعر کے حاشیہ میں یونس کی روایت اسی طرح مذکور ہے۔ غطاء کا معنی ہے بندہ، چہ عذر قسمی کا شعر ہے:

وَ مِنْ تَعَجُّبٍ حَقَّقِي إِلَيْهِ غَصِيَّةٌ يَقْصِي مِنْهَا مَلَاجِيئِي وَ غَوِيَّةٌ
”اور تعجب کی بات یہ کہ میری غصیہ سے ایک گھوڑی نکلے جس سے غیہ لے کر یہاں تک

”(اے ابن زبیری) تو مجھے گالیاں نہ دے کیونکہ گالیاں دینے میں تو میرا دم مقابل نہیں، میرا دم مقابل تو وہ آدمی ہے جو (مجھ جیسا) شریف زادہ ہو۔“

مَا أَبَالِي أَنْتَ بِالْحَزَنِ تَيْسَ أُمِّ لَحَائِنٍ بَظَهْرِ غَيْبٍ لَنِيْمٍ
”مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آیا ٹیلے پر بیٹھ کر کوئی مینڈھا چلایا کسی کینے نے پیٹھ پیچھے مجھے گالی دی۔“

وَلِيَ الْبَاسَ مِنْكُمْ إِذْ رَحَلْتُمْ أَسْرَةً مِنْ بَنِي قُصَيٍّ صَبِيْمٍ
”جب تم نے (جنگ کے ارادے سے) کوچ کیا تو اسی وقت بنی قصی کے ایک خالص النسل خاندان نے تمہیں دشواری اور ہولناکی کا والی بنا دیا تھا۔“

تِسْعَةُ تَحِيْلُ اللّوَاءَ وَ طَارَتْ فِي رِعَاعٍ مِنَ الْقَنَاءِ مَخْرُومٍ
”وہ نو علمبردار جو لہراتا ہوا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے انہیں چھوٹے نیزوں سے ٹکیل ڈال دی گئی تھی۔“

وَ أَقَامُوا حَتَّى أَبْيَحُوا جَمِيعًا فِي مَقَامٍ وَ كَلَّمَهُمْ مَذْمُومٍ
”اور وہ وہاں آکر ٹھہرے ہی تھے کہ اسی مقام پر ان سب کو مباح بنالیا گیا اور وہ سب کے سب قابلِ مذمت تھے۔“

بِذَمِّ عَائِكَ وَ كَانَ حِفَظًا أَنْ يُقِيمُوا إِنَّ الْكَرِيْمَ كَرِيْمٍ
”سرخ خون کے ساتھ (مباح بنالیا گیا) اور ان کا وہاں آکر ٹھہرنا باعثِ غیظ و غضب تھا، بے شک شریف شریف ہی ہوتا ہے۔“

وَ أَقَامُوا حَتَّى أَذِيرُوا شَعُوبًا وَالْقَنَاءُ فِي نَحْوِهِمْ مَخْطُومٍ
”اور وہ وہاں آکر ٹھہرے ہی تھے کہ انہیں موت کی زیارت کرادی گئی درآں حالیکہ نیزے ان کے سینوں میں توڑے جا رہے تھے۔“

نکلتے ہیں۔“

مُلَاجِحِي لَامٍ كِي تَخْفِيفِ كَسَاتِهِ هِي اَوْر لَامِ كِي تَشْدِيدِ كَسَاتِهِ مُلَاجِحِيْ بِيْ كِهَا كِيَا هِي جِيْسِيْ شَاعِرِ
کا قول ہے كَعَنْقُودٍ مُلَاجِحِيَّةٍ حِينَ نَوْدَا۔ ”سفید لمبے انگوروں کی طرح جب وہ شگونے نکالے۔“

ابو حنیفہ نے کہا: جس نے تشدید کے ساتھ مُلَاجِحِيَّةَ کہا ہے اس نے اسے الملاح کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور الملاح پیلو کے درخت کے پھل کو کہتے ہیں جو کہ نمکین ہوتا ہے اور کہا کہ الْغَرِيْبُ انگوروں کی

و قَرِيْشٌ تَفِرُّ مِنَّا لَوْ اِذَا اَنْ يُقِيْمُوْا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُوْمُ
 ”اور قریش کی حالت یہ تھی کہ وہ پناہ گاہ ڈھونڈنے کے لئے ہم سے دور بھاگے جا رہے تھے
 تاکہ وہ اس میں ٹھہر سکیں اور وہ اس قدر بدحواس ہو چکے تھے۔

لَمْ تُطِيقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ
 کہ ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو
 ستارے (عورتیں) اٹھا رہے ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ قصیدہ منع النّوم بِالْعِشَاءِ
 الّهُوْمُ رات کو کہا۔ پھر آپ نے اپنی قوم کو بلا کر ان سے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ صبح ہونے سے
 پہلے مجھے موت آجائے تو تم یہ قصیدہ مجھ سے روایت نہ کر سکو۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھے ابو عبیدہ نے حجاج بن علاط السلمی کے مندرجہ ذیل اشعار
 سنائے جن میں وہ امیر المومنین حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتا ہے
 اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ آپ نے احد کے روز مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ بن

ایک قسم کا نام ہے یہ صفت نہیں۔ حضرت مؤلف نے کہا جب یہ بات ثابت ہوگئی تو شاید اس سے آپ
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد وَعَرَابِيْبٌ سُوْدٌ (فاطر) ”اور بعض حصے سخت سیاہ“ کا معنی سمجھ گئے
 ہوں گے کہ یہاں غرابیب (سیاہ) الجدد (پہاڑوں کے ٹکڑے) کی صفت بن رہا ہے اور سُوْدُ
 میرے نزدیک اس کا بدل ہے نہ کہ صفت۔ اس آیت کی شرح اس شخص کو ہی مکمل سمجھ آ سکتی ہے جس نے
 اس کے مقام سے اسے ملاحظہ کیا ہو۔ تو ابو حنیفہ کا نقطہ نظریہ ہے کہ اَلْغَرَبِيْبُ کا لفظ جب مطلق بولا
 جائے اور اس کے ساتھ کسی موصوف کو مقید نہ کیا گیا ہو تو اس سے مراد انگوروں کی وہ خاص قسم ہوتی ہے
 جسے یہ نام دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی صواب اور فہم کتاب کی توفیق دینے والا ہے۔

شاعر نے اس قصیدہ میں بنی عبدالدار کے علمبرداروں کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انہیں
 جھنڈے کے ارد گرد بچھاڑ دیا گیا یہاں تک کہ اسے ان کی ایک عورت نے تھام لیا۔ وہ عورت عمرہ بنت
 علقمہ تھی۔ اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

لَمْ تُطِيقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ
 ”ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو ستارے
 (عورتیں) اٹھا رہے ہیں۔“

عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار کو قتل کیا:

لِلّٰهِ اَيُّ مُذْتَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ اَعْنَى ابْنُ فَاطِمَةَ الْمَعْمُ السُّخُولَا
 ”خدارا مجھے بتاؤ کہ عزت و حرمت کا دفاع کرنے والا کون ہے؟ میری مراد فاطمہ (بنت
 اسد) کے بیٹے (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ہیں جو شریف چچاؤں اور شریف ماموؤں والے ہیں۔“

ابن علاط کے اشعار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں حجاج بن علاط کے اشعار میں ہے:

لِلّٰهِ اَيُّ مُذْتَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ

اصل ابوالولید کے حاشیہ میں شیخ ابو بحر نے اس شعر پر جو حاشیہ تحریر کیا ہے اس میں میں نے دیکھا
 کہ ابراہیم نے کہا ائی منصوب ہے کیونکہ ائی ممدوح ہے اور ممدوح کو ائی کی حالت میں نصب دی جاتی
 ہے لیکن ابن ہشام نے ائی کو رفع دیا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: ائی کو جو ممدوح ہونے کی بناء پر نصب کے ساتھ ذکر کیا گیا یہ تو اس
 صورت میں درست ہو سکتا ہے جب اس سے پہلے مبتدا محذوف کو مقدر مانا جائے۔ گویا شاعر نے یوں
 کہا لِلّٰهِ اَنْتَ کیونکہ ائی کو مدح کی بناء نصب صرف جملہ تامہ کے بعد ہی دی جاسکتی ہے لیکن ائی کو اس
 بناء پر رفع دینا کہ اس کی خبر لِلّٰهِ ہے تو یہ قبیح ہے کیونکہ اگر یہ خبر ہو تو اس کی اصل استفہام ہے جسے صدر
 کلام لازم ہے جیسا کہ کَمُ میں ہوتا ہے خواہ وہ خبر یہ ہو یا استفہامیہ۔ تو اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے
 لِلّٰهِ دَرَّةٌ اَيُّ مُذْتَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ هُوَ۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہ کہنا قبیح ہے: جَاءَ نَبِيُّ اَيُّ فَتًى۔
 لیکن اگر آپ اسے ایسا وصف بنائیں جو اپنے ماقبل پر جاری ہو اور یوں کہیں جَاءَ نَبِيُّ رَجُلٌ اَيُّ
 رَجُلٍ تو یہ جائز ہوگا کیونکہ جب یہ وصف ہو تو اس کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔ گویا یہ اپنے
 اصل سے نہیں نکلا کیونکہ مبتدا کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔

شاعر کا قول ہے: اَخْوَلَ اَخْوَلَ یعنی متفرق طور پر۔ بعض نسخوں میں ابن ہشام کے قول سے اس
 کی تفسیر یہ واقع ہوئی کہ یہ لفظ اصل میں اَلْخَال سے ماخوذ ہے جس کا معنی خود پسندی اور تکبر ہے۔ آپ
 کہتے ہیں فَلَانٌ اَخْوَلَ مِنْ فَلَانٍ۔ یعنی تکبر اور خود پسندی میں فلاں فلاں سے بڑھ کر ہے اور عرب
 کے اس قول اِذَا جَاءَ الْقَوْمُ اَخْوَلَ اَخْوَلَ کا یہ معنی ہے کہ ان میں سے ہر ایک بذات خود انفرادی طور
 پر آیا اور تکبر کی وجہ سے اس کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ کسی غیر کا تابع بن کر آئے۔ تو جب بھی آپ نے
 ان میں ایک کو دیکھا تو آپ نے کہا هَذَا اَخْوَلَ مِنَ الْاُخَرِ کہ یہ دوسرے سے متکبر ہے، یہ اس کی

سَبَقْتُ يَدَاكَ لَهُ بِعَاجِلِ طَعْنَةٍ تَرَكْتُ طَلِيحَةَ لِلْجَبِينِ مُجَدَّلًا
 ”(اے علی!) آپ کے دونوں ہاتھ ایسی تیز نیزہ بازی کے ساتھ طلحہ سے سبقت لے گئے
 جس نے طلحہ کو پیشانی کے بل بچھاڑا ہوا چھوڑ دیا۔“

وَ شَدَوَتْ شَدَّةً بَاسِلٍ فَكَشَفْتَهُمْ بِالْجَرِّ إِذْ يَهْوُونَ أَخُولَ أَخُولَا
 ”اور آپ نے ایک بہادر اور جرأت مند آدمی کی طرح سخت حملہ کر کے کفار کو پہاڑ کے دامن
 میں اس طرح بکھیر کر رکھ دیا کہ وہ یکے بعد دیگرے گرتے ہی چلے گئے۔“

شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں وہ
 حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول اللہ ﷺ جو غزوہ احد میں شہید
 ہوئے، کا مرثیہ کہتے ہیں:

يَا مَيِّ قَوْمِي فَلْتُدِّ بَيْنَ بِسُحَيْرَةٍ شَجْوِ النَّوَاحِ
 ”اے میری ماں! اٹھ کھڑی ہو اور مقام حمیرہ پر نوحہ کرنے والیوں کے غم و اندوہ کی طرح
 فریادوں سے لبریز نوحہ کر۔“

كَالْحَامِلَاتِ الْوَقْرَ بِالثِقَلِ الْبَلِيحَاتِ الدَّوَالِحِ
 ”ان عورتوں کی طرح (نوحہ کر) جو بوجھ اور بہت بھاری بوجھ کو پوری ثابت قدمی کے ساتھ

اصل ہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہوا یہاں تک کہ اسے یکے بعد دیگرے آنے میں ضرب المثل کے طور
 پر استعمال کیا جانے لگا اگرچہ وہاں تکبر اور خود پسندی نام کی کوئی چیز بھی نہ ہو اور اخول کے بارے میں
 یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تَخَوَّلْتُ بِالْمَوْعِظَةِ یا اس جیسے کسی جملہ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا
 ہے جب آپ کسی کو وقفے وقفے سے نصیحت کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السُّلْمَةِ عَلَيْنَا یعنی ”رسول اللہ ﷺ ہمیں
 وقفے وقفے سے پند و نصائح فرماتے تھے کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ حاسیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ حاسی میں کہا:

كَالْحَامِلَاتِ الْوَقْرَ بِالثِقَلِ الْبَلِيحَاتِ الدَّوَالِحِ
 الدوالح دالحہ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے وزنی چیز۔ اسی طرح پانی سے لبریز بادلوں کو

اٹھائے ہوئے ہیں۔“

الْمُعُولَاتِ الْخَامِشَا تِ وَجُوهَ حُرَاتِ صَحَائِحِ
”جو عورتیں اپنے آزاد اور شریف عورتوں والے چہروں کو نوچ نوچ کر با آواز بلند نوحہ کر رہی ہیں۔“

وَ كَانَ سَيْلَ دُمُوعِهَا الْآنْصَابُ تُخَضَّبُ بِالذَّبَائِحِ
”اور ان کے آنسوؤں کا سیلاب گویا وہ سنگ انصاب ہے جسے ذبح کیے ہوئے جانوروں کے خون کے ساتھ رنگا جاتا ہے۔“

يَنْقُضَنَّ أَشْعَارًا لَّهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَةَ الْمَسَائِحِ
وہ نوحہ کنناں عورتیں وہاں اپنے بال کھولے ہوئے ہیں اور ان کی زلفیں صاف نظر آرہی ہیں
وَ كَانَتْهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ بِالضُّحَى شُسِ رَوَامِحِ
”وہ زلفیں دن کی روشنی میں ان گھوڑوں کی دموں کی مانند ہیں جو چاروں پاؤں چلا کر بدک رہے ہوں۔“

مِنْ بَيْنِ مَشْرُورٍ وَ مَجْزُورٍ يُدْعَدُ بِالْبَوَارِخِ
”کچھ زلفیں بٹی ہوئی ہیں اور کچھ کٹی ہوئی ہیں جو شدید ہوا کے جھونکوں میں بکھر رہی ہیں۔“
يَكِينَنَّ شَجَوًا مُسَلِّبَاتٍ كَذَحْتَهُنَّ الْكَوَادِخِ
”وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے غم و اندوہ سے رو رہی تھیں، انہیں حوادثِ زمانہ نے بالکل افسردہ

بھی الذلُّوح کہتے ہیں۔ اس قصیدہ میں یہ شعر ہے:

يَنْقُضَنَّ أَشْعَارًا لَّهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَةَ الْمَسَائِحِ
المسائح مسيحة کی جمع ہے، یہ ان بالوں کو کہتے ہیں جن میں تیل یا کوئی اور چیز لگا کر کنگھی کی گئی ہو، اور چاندی کے ٹکڑے کو بھی مسيحة کہتے ہیں اور مسيحة کا معنی گھوڑا بھی ہے۔
شاعر کا قول ہے: مِنْ بَيْنِ مَشْرُورٍ مَشْرُور کا معنی ہے بکھرا ہوا۔ کہا جاتا ہے: شَرَرْتُ الْمِلْحَ یعنی میں نے نمک کو بکھیر دیا اور الْجَلُّ زخم کی طرح کا نشان ہے (یعنی آبلے)۔ آپ کہتے ہیں مَجِلَّتْ يَدَيَّ مِنَ الْعَمَلِ ”کام کرنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔“
شاعر کا قول ہے: نُشَايِخُ یعنی ہم چوکس ہوتے ہیں جیسا کہ ایک اور شاعر کا قول ہے: وَ شَايَحَتْ قَبْلَ الْيَوْمِ إِنَّكَ شَيْخٌ تو آج سے قبل چوکس تھا، بے شک تو محتاط اور چوکس ہے۔“

کر دیا ہے۔“

وَلَقَدْ أَصَابَ قُلُوبَهَا مَجْلٌ لَهُ جُلْبٌ قَوَارِخُ
”اور ان کے دلوں پر ایسے زخم لگے ہیڈ جن کے چھلکے بے حد تکلیف دہ ہیں۔“

إِذْ قَصَدَ الْجِدَنَانِ مَنْ كُنَّا نُرَجِّى إِذْ نُشَايِخُ
”یہ زخم اس وقت لگے جب حوادثِ زمانہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے جن سے ہم اس وقت امید رکھتے تھے جب ہمیں خوف ہوتا۔“

أَصْحَابَ أَحَدٍ غَالَهُمْ دَهْرٌ، أَلَمْ لَهُ جَوَارِخُ
یعنی اصحابِ احد جنہیں اس زمانے نے ہلاک کر دیا جو اپنے سخت بچوں کے ساتھ ان پر اترا
مَنْ كَانَ فَارِسُنَا وَ حَامِينَا إِذَا بُعِثَ الْمَسَالِحُ
(اس زمانے نے اس شخص کو ہلاک کر دیا) جو ہمارا شہسوار تھا اور ایسے نازک وقت میں ہمارا
محافظ تھا جب مسلح ہراول دستوں کو بھیجا جاتا ہے۔

يَا حَزْزَ لَا وَاللَّهِ لَا أَنْسَاكَ مَا صُرَّ اللَّقَائِحُ
”اے حمزہ! نہیں، بخدا! میں تجھے اس وقت تک نہیں بھولوں گا جب تک دودھ والی اونٹنیوں
کے تھنوں (سے دودھ دوہنے کے لئے ان) کو باندھا جاتا رہے گا۔“

لِنَاخِ أَيْتَامٍ وَ أَضْيَافٍ وَ أَرْمَلَةٍ تَلَامِيحُ
”یتیموں، مہمانوں اور یتیمی نگاہوں سے دیکھنے والی بیوہ عورتوں کے مقام پر۔“

وَ لِمَا يَنْوُبُ الدَّهْرُ فِي حَرْبٍ لِحَرْبٍ وَهِيَ لَاقِحُ
”اور اس مصیبت کے لئے (یہ اونٹنیاں دوہی جاتی رہیں گی) جو زمانہ ایک جنگ میں دوسری
جنگ کے لئے لاتا ہے اور جنگ کے شرارے اڑتے ہی رہتے ہیں۔“

يَا فَارِسًا يَا مِذْرَهًا يَا حَزْزَ قَدْ كُنْتَ الْبُصَامِخُ

شاعر کا قول ہے: قَدْ كُنْتَ الْبُصَامِخُ۔ شیخ کے حاشیہ میں ایک اور روایت میں فاء کے ساتھ
الْبُصَافِحُ ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ الْبُصَامِخُ کا تعلق ہے تو ممکن ہے یہ صَحْتُ الشَّيْءِ سے
مشتق ہو۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو پگھلائیں۔ یہ صاحبِ العین کا قول ہے، انہوں
نے کہا الْبُصَامِخُ اس مرد کو کہتے ہیں جس کے پٹھے مضبوط ہوں اور اس کی عمر تیس اور چالیس سال کے
درمیان ہو۔ اور ابو حنیفہ کے قول کے مطابق الْبُصَامِخُ بدبودار ہوا کو کہتے ہیں۔

”اے شہسوار! اے زبان اور ہاتھ سے قوم کی مدافعت کرنے والے، اے حمزہ! تم ہی تھے جو دفاع کرنے والے تھے

عَنَا شَدِيدَاتِ الْخُطُوبِ إِذَا يَنْوُبُ لَهْنٌ فَادُخْ
ہماری طرف سے سخت سے سخت مصائب کے مقابلے میں اس وقت جب ان مصائب میں سے بارگراں ڈالنے والی مصیبت پیش آتی ہے۔“

ذَكَرْتَنِي أَسَدَ الرَّسُولِ وَ ذَاكَ مِذْرَهْنَا الْمَنَافِعِ
”(اے شاعر!) تو نے مجھے رسول کریم ﷺ کے شیر کی یاد دلا دی اور وہ ہر وقت دفاع کرنے والے تھے

عَنَا وَ كَلَنْ يُعْذُ إِذْ عُدَّ الشَّرِيفُونَ الْجَحَاجِرُ
ہم سب کا اور اس وقت ان کا بھی شمار کیا جاتا جب بڑے بڑے شریف سرداروں کا شمار کیا جاتا۔“

يَعْلُو الْقَمَاقِمَ جَهْرَةً سَبَطَ الْيَدَيْنِ اغْرَ وَاضِحُ
”آپ ڈنگے کی چوٹ پر بڑے بڑے سرداروں پر غالب آ جاتے جبکہ آپ دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرنے والے، کشادہ اور روشن چہرے والے تھے۔“

لَا طَلِيشُ دُعِشَ وَ لَا ذُو عِلَّةٍ بِلَحْلِ أَنِخْ
”آپ نہ اونچے اور جلد باز تھے اور نہ آپ میں کوئی ایسی بیماری تھی کہ بوجھ اٹھاتے وقت سینے سے اونٹ کی طرح آواز نکلنے لگے۔“

بَحْرُ فَلَيْسَ يُغْبُ جَارًا مِتَّةً سَيْبٌ أَوْ مَنَلُوحْ
”آپ فیاضی کا ایک ایسا سمندر تھے کہ آپ کے پڑوسی کو آپ کی طرف سے ملنے والی عطاؤں اور سہولتوں میں مانعہ نہیں ہوتا تھا۔“

أَوْدَى شَبَبٌ أُولَى الْحَفَا نِطِ وَالْثَقِيلُونَ الْمَرَاجِحُ
”غیرت و حمیت اور غیظ و غضب والوں کی جوانی ہلاک ہو گئی اور بھاری بھر کم اور دوسروں

شاعر کا قول ہے: سَيْبٌ أَوْ مَنَلُوحْ۔ ممکن ہے یہ مَنَدُوحَة کی جمع ہو جس کا معنی ہے السَّعَة (سہولت)۔ قیاس یہ تھا کہ یاء کے ساتھ مَنَلُوحْ ہوتا لیکن ضرورت کی بناء پر یاء کو حذف کر دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ میم کے ضمہ کے ساتھ مَفَاعِل کے وزن پر النَّدْح سے مشتق ہو، اس صورت

سے بڑھ کر بردباری کرنے والے لوگ بھی ہلاک ہو گئے۔“

الْمَطْعُونُ إِذَا أَلْمَسَ نَسِيًّا مَا يُصَفِّقُهُنَّ نَاضِحٌ

”اور وہ لوگ (ہلاک ہو گئے) جو ایسے وقت میں کھلاتے تھے جب ایک بھوکا شخص اپنی بکریوں سے دن میں ایک مرتبہ دودھ دوہتا تھا (جو اس کی ضرورت پوری نہ کرتا)

لَحْمَ الْجِلَادِ وَ فَوْقَهُ مِنْ شَحِيهِ شَطَبَ شَرَانِ

طاقتور اونٹوں کا گوشت (کھلاتے تھے) جس کے اوپر ان کی کوہان کی چربی کے لمبے لمبے ٹکڑے واضح نظر آتے تھے۔“

لِيُذَافِعُوا عَنْ جَارِهِمْ مَا رَامَ ذُو الضَّغْنِ الْمَكْشَحُ

”اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا ان تکلیفوں سے دفاع کر سکیں جن کا ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والے کینہ ور لوگ ارادہ کرتے تھے۔“

لَهْفَى لِسْبَانٍ دَزِ نَنَاهُمْ كَتَّهْمُ الْبَصْبِ

”مجھے ان نو جوانوں کا افسوس ہے جن سے ہم جدا ہوئے۔ وہ نو جوان ہمارے لئے چراغوں کی مانند تھے۔“

شَمَّ بَطَارِقَةٍ غَطَارٍ فَهَ عَضَارِمَةٍ مَسْلِمِ

”وہ نو جوان باعزت، سردار، رئیس، سخی اور حد درجہ فیاض تھے۔“

الْمُسْتَرُونَ الْحَمْدَ بِلَا مَوَالٍ إِنَّ الْحَمْدَ رَابِحٌ

”جو اپنے اموال کی بخشش کے ذریعے تعریف و توصیف خریدنے والے تھے، بے شک

میں معنی ہوگا: مُكْتَوٍ (کثرت میں غالب آنے والا)۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ النَّذَح سے میم کے فتح

کے ساتھ مشتق ہو۔ اس صورت میں یہ مَنَذَحَ کی جمع ہوگی۔ یہ مفعلة کے وزن پر (مصدر میمی) ہے

جس کا معنی ہے کثرت اور سہولت۔ جہاں تک عربوں کے اس قول کا تعلق ہے اَنَا فِي مَنَذُوحَةٍ مِنْ

هَذَا لَأَمْرٍ (میں اس معاملہ میں آزاد ہوں) تو یہ بھی النَّذَح سے اسم مفعول کا وزن ہے۔ ابو عبیدہ کو وہم

ہوا ہے جو انہوں نے اسے اِنْدَاخَ بَطْنُهُ سے مشتق مانا ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کا

پیٹ پھول کر بڑا ہو جائے۔ حالانکہ مَنَذُوحَةٌ میں نون اصلی ہے اور اِنْدَاخَ میں زائد ہے کیونکہ وہ

اِنْفَعَلَ کے وزن پر ہے اور اِنْدَاخَ میں الف اصلی ہے جو کہ واو کا بدل ہے، گویا وہ بڑے زخم والا ہے

اور مندوحہ میں میم زائد ہے اور وال فعل کا عین کلمہ ہے جبکہ انداخ میں وال فعل کا قاء کلمہ ہے۔ اسی وجہ

تعریف کا سودا بڑا نفع بخش ہے۔“

وَالْبَازِ مُؤَنٌ بَلَجِيهِمْ يَوْمًا إِذَا مَا صَاحَ صَاحِبُهُ
”اور وہ اپنے گھوڑوں کی لگا میں پکڑ کر اس دن میدانِ جنگ میں کود جانے والے تھے جب کوئی پکارنے والا مدد کے لئے پکارے۔“

مَنْ كَانَ يَوْمِي بِالنَّوَا قِرٍ مِنْ زَمَانٍ غَيْرِ صَالِحٍ
”غیر صالح زمانے کی طرف سے جس شخص پر حوادث کے تیر برسائے گئے

مَا إِنَّ تَزَالَ دِكَابُهُ يَرِسْنِ فِي غَيْرِ صَحَاحِ
اس کے اونٹ غبارِ آلود چٹیل میدان میں مسلسل تیز رفتاری سے چلتے رہتے۔“

رَاحَتْ تَبَادِي وَهُوَ فِي دَكْبٍ صُدُورُهُمْ دَوَاشِخُ
”وہ شخص ایسے اونٹوں کے درمیان ہوتا جن کے سینے پسینے میں شرابور ہوتے، ایسی حالت میں اس کے اونٹ مقابلہ میں لگے رہتے۔“

حَتَّى تَتَوَّبَ لَهُ الْمَعَا لِي لَيْسَ مِنْ فَوْزِ السَّفَانِخُ
”یہاں تک کہ اس کے حصے میں وہ بلند رتبے آجاتے جن کا سبب جوئے کے منحوس تیروں کی کامیابی نہیں ہوتی تھی۔“

يَا حَزَّ قَدْ أَوْحَدَتْنِي كَالْعُودِ شَدْبَهُ الْكُؤَافِخُ
”اے حمزہ! تم نے مجھے اس لکڑی کی مانند اکیلا چھوڑ دیا ہے جس کی کاٹنے والوں نے شاخ تراشی کر دی ہو۔“

أَشْكُو إِلَيْكَ وَفَوْقَكَ التُّرْبُ الْمَكُورُ وَالصَّفَانِخُ
”میں تم سے شکوہ کر رہا ہوں حالانکہ تمہارے اوپر تہ بہ تہ مٹی اور چوڑے پتھر پڑے ہیں۔“
مِنْ جَنْدَلٍ نَلْقِيهِ فَوْقَكَ إِذْ أَجَادَ الضَّرْحَ ضَارِخُ
”یعنی وہ پتھر پڑے ہیں جو ہم نے تمہارے اوپر اس وقت ڈالے تھے جب کھودنے والے

سے خطابي نے کہا: ابنِ قتیبہ پر تعجب ہے، وہ ابو عبید کی ایسی فحش غلطیوں سے صرف نظر کرتے ہیں اور جو غلطیاں اتنے حرج کا باعث نہیں ہوتیں ان کا بڑی سختی سے رد کرتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: حَضَارِمَةٌ۔ یہ حضرم کی جمع ہے جس کا معنی ہے کثیر العطاء شخص۔

شاعر کا قول ہے: يَوَسِّنُ يَهْ الرِّسِيمِ فِي السَّيْرِ سے مشتق ہے یعنی تیز چلنا اور الصَّحَاحُ

نے عمدہ قبر کھودی۔“

فِيْ وَاسِعٍ يَّحْتَوِيْهِ بِالتَّرْبِ سَوْتُهُ الْمَاسِيْخُ
”اس وسیع قبر میں (تمہیں دفن کر دیا گیا) جس کے اوپر لوگ مٹی ڈال رہے ہیں جسے کیوں
نے برابر کر دیا۔“

فَعَزَّوْنَا اَنَا نَقُوْا لَ وَ قَوْلُنَا بَرِّخْ بَوَارِخُ
”پس ہماری تعزیت یہی ہے کہ ہم کہتے ہیں حالانکہ ہماری بات دلوں کو درد مند کر دینے والی

ہے
مَنْ كَانَ اَمْسَى وَهُوَ عَمَّا اَوْقَعَ الْجِدَّتَانِ جَانِيْخُ
”کہ حادثات نے جو واقعات رونما کیے ہیں ان سے پہلو تہی کر کے جو شخص شام کے وقت
چلا گیا تھا

فَلْيَاتِنَا فَلْتَبْكِيْ عَيْنَاهُ لِهَلْكَانَا النَّوَافِرُ
اب وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی آنکھیں ہمارے ان مقتولین پر آنسو بہائیں جو ہمارا
دفاع کرنے والے تھے

الْقَائِلِيْنَ الْفَاعِلِيْنَ ذُوِي السَّاحَةِ وَالْمَلُوْخِ
جو جو کچھ کہتے تھے پورا کر کے دکھاتے تھے اور جو جو دوسخا والے اور ہر قسم کی قابل تعریف
صفات کے مالک تھے۔“

مَنْ لَا يَزَالُ نَدَى يَدِيْهِ لَهْ طَوَالَ الدَّهْرِ مَلِيْخُ
جن کے ہاتھوں کی سخاوت طویل زمانہ تک ضرورت مندوں کے دامن بھرتی رہی۔
علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی
اللہ عنہ کا قصیدہ ہے اور آپ کے یہ اشعار غیر ابن اسحاق سے مروی ہیں: الْمَطْعِيْنَ اِذَا
الْمَشَاتِيْ، الْجَامِزُوْنَ بِلُجْهِهِمْ اور مَنْ كَانَ يُرْمَى بِالنَّوَاقِرِ۔

صَحْصَحْ کی جمع ہے، یہ ہموار اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: لَيْسَ مِنْ فَوْزِ السَّفَائِحِ۔ السَّفَائِحُ سَفِيْحَةٌ کی جمع ہے۔ یہ جوالق
(اون یا بالوں کی گون) وغیرہ کی مثل ایک چیز ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

أَتَعْرِفُ الدَّارَ عَفَا دَسَمَهَا بَعْدَكَ صَوْبُ النُّسْبِ الْهَاطِلِ
”کیا تم اس گھر کو پہچانتے ہو جس کے نشانات تمہارے بعد لگا تار اور موسلا دھار برسنے والی بارش نے مٹا دیے ہیں؟“

بَيْنَ السَّرَادِيحِ فَأَدَمَانَةٍ فَمَذْفَعِ الرُّوحَاءِ فِي حَائِلِ
”جو گھر مقام ادمانہ اور حائل پہاڑ میں مقام روحاء کے پانی کے جمع ہونے کی جگہ کے درمیان واقع وادیوں میں تھا۔“

سَأَلْتُهَا عَنْ ذَاكَ فَاسْتَعْجَلَتْ لَمْ تَذَرِ مَا مَرَجُوعَةُ السَّائِلِ
”میں نے اس گھر سے اس کے (مٹ جانے) کا سبب پوچھا تو وہ گونگا بن گیا، اسے معلوم نہ تھا کہ سوال کرنے والے کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟“

ذَغَ عَنْكَ دَارًا قَدْ عَفَارَسَهَا وَأَبْكَ عَلَى حَمَزَةٍ ذِي النَّائِلِ
”(اے مخاطب!) اس گھر کا ذکر چھوڑ جس کے نشانات مٹ گئے اور حمزہ پر آنسو بہا جو صاحب عطا تھے۔“

الْمَلِيُّ . الشَّيْزِيُّ إِذَا أَعْصَفَتْ غَيَّاءُ فِي ذِي الشَّيْبِ الْمَاجِلِ
”جو اس وقت بھی ضرورت مندوں کے کشکول بھرنے والے تھے جب ٹھنڈے پانی والے قط زدہ موسم (سرا) میں گرد و غبار اڑانے والی ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتیں۔“

وَالْتَارِكِ الْقِرْنَ لَدَى لَيْلَةٍ يَخْرُ فِي ذِي الْخُرُصِ الدَّابِلِ
”اور جو اپنے مد مقابل کو اس تہ بہ تہ غبار میں چھوڑ دیتے جو پتلے لوک دار نیزوں کے درمیان اڑتا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ لامیہ میں فرمایا: ذِي الْخُرُصِ الدَّابِلِ۔ اس سے مراد نیزے ہیں اور الْخُرُصِ نیزے کے پھل کو کہتے ہیں، اس کی جمع خُرُصُنِ آتی ہے۔

وَاللَّابِيسِ الْخَيْلَ إِذَا أَحْجَتِ كَاللَّيْلِ فِي غَلَبَتِهِ الْبَاسِلِ
”اور جب سوار ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے تو آپ انہیں اس شیر کی مانند ہکا بکا کر دیتے جو اپنی
خونناک کچھار میں ہو۔“

أَبْيَضُ فِي الدَّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَمْ يَمُودُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
”آپ خاندان بنی ہاشم کے وہ چوٹی کے آدمی تھے جو حق کو چھوڑ کر باطل کے لئے کبھی نہ
جھگڑے۔“

مَالَ شَهِيدًا بَيْنَ أَسْيَافِكُمْ شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِنْ قَاتِلِ
”(اے کفار!) آپ تمہاری تلواروں کے درمیان گر کر شہید ہو گئے، آپ کے قاتل وحشی
کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں۔“

أَيُّ أَمْرِيءٍ غَادَرَ فِي آلِهِ مَطْرُودَةً مَارِنَةً الْعَمِلِ
”اس نے کس شخص کو اعلیٰ قسم کے باریک تیز اور لمبی نوک والے نیزے کا شکار بنایا۔“
أَظْلَمَتِ الْأَرْضُ لِفَقْدَانِهِ وَاسْوَدَّ نُورُ الْقَمَرِ النَّاصِلِ
”اس شخص (حمزہ) کے فقدان سے ساری زمین تاریک ہو گئی اور بادلوں سے نکلنے والے
چاند کے نور پر بھی سیاہی چھا گئی۔“

صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ مَكْرَمَةٍ الدَّاحِلِ
”اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر اس عالی شان جنت میں داخل فرمائے جس
میں داخل ہونے والے کو بہت اکرام و اعزاز بخشا جاتا ہے۔“

بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا

اس قصیدہ میں شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِنْ قَاتِلِ۔ آپ نے ضرورت کی بناء پر وحشی جو علم تھا کی
تنوین کو ترک کر دیا۔ علم اکثر غیر منصرف آتا ہے، یہ بھریوں کے نزدیک ہے لیکن کوفیوں کے نزدیک
علم کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شاعر کبھی کبھی ایک یا دو حرف حذف کر دیتا
ہے جیسے علقمہ بن عبیدہ کا شعر ہے:

كَأَنَّ إِبْرِيْقَهُمْ ظَنِّي عَلَى شَرَفٍ مِقْدَمٍ بِسَبَا الْكَتَّانِ مَلْنُومٍ
”گویا ان کا چھاگل کسی بلند مکان پر ہرن ہے جو روئی کے بالوں کے گچھے کے ساتھ آگے کی طرف
باندھا ہوا ہے۔“

كُنَّا نَرَى حَمِزَةً جَرِّدًا لَنَا فِي كُلِّ أَمْرٍ نَابِتًا نَازِلٍ
”ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر نازل ہونے والی ہر مصیبت میں اپنی حفاظت گاہ سمجھتے تھے۔“

وَ كَانَ فِي الْإِسْلَامِ ذَا تَدَارٍ يَكْفِيكَ فَقَدْ الْقَاعِدِ الْخَادِلِ
”اور آپ اسلام میں بڑے حامی اور دفاع کرنے والے تھے جن کا دفاع پیچھے بیٹھ جانے والے اور مدد چھوڑ دینے والے شخص کی کمی کو پورا کر دیتا تھا۔“

لَا تَفَرِّجُنِي يَا هِنْدُ وَاسْتَجْلِبِي دَمْعًا وَ أَذِرِي عَبْرَةَ الشَّائِلِ
”اے ہند! تو خوشی نہ منا بلکہ آنسوؤں کا دودھ نکال اور بچے کھو دینے والی ماں کی طرح بڑے بڑے آنسو گرا۔“

وَابْكِي عَلَى عُتْبَةَ إِذْ قَطَعَهُ بِالسَّيْفِ تَحْتَ الرَّهْبِ الْجَائِلِ
”اور عتبہ پر رُوئے جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اڑتے ہوئے غبار کے نیچے اپنی تلوار کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیا تھا۔“

إِذْ عَزَزْتُ فِي مَشِيخَةٍ مِنْكُمْ مِنْ كُلِّ عِلٍّ قَلْبُهُ جَاهِلٍ
”جب عتبہ تمہارے بڑے بڑے آدمیوں کے درمیان دھڑام سے گرا تھا جن میں ہر آدمی جاہل اور سرکش دل والا تھا۔“

أَرَدَاهُمْ حَمِزَةً فِي أَسْرَةٍ يَمْشُونَ تَحْتَ الْحَلْقِ الْفَاضِلِ
”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان پر اس گروہ میں ہلاکت مسلط کر دی جو زمین سے رگڑتی ہوئی زرہوں میں چل رہے تھے۔“

غَدَاةَ جَبْرِيلَ وَذِيَّ لَهُ نِعَمَ وَذِيَّ الْفَارِسِ الْحَامِلِ

اس شعر میں لفظ سبباً اصل میں سبائب ہے اور لبید کا قول ہے:

كَالْحَمَالِيجِ بَايِدِي الثَّلَامِ

”شاگردوں کے ہاتھوں میں سارا اور لوہار کے منافع کی طرح۔“

الثَّلَامِ اصل میں الثَّلَامِيذ ہے۔

ابن سراج نے کوفیوں کے جواب میں کہا ہے کہ تنوین کا اس حذف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ تنوین معنی میں زیادتی پیدا کرتی ہے اور جو چیز معنی میں زیادتی پیدا کرے اسے حذف نہیں کیا جاتا۔

”یہ اس روز ہوا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے معاون تھے، اس حملہ آور شہسوار کے یہ کتنے اچھے معاون تھے۔“

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ
میں یہ اشعار کہے:

طَرَقَتْ هُوْمُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدٌ وَ جَزَعْتَ أَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْآغِيدُ
”تیرے غموں نے رات کو دستک دی اور نیند اچاٹ ہو گئی اور تو نے واویلا کیا کہ ناز و نعم والی
جوانی چھین لی گئی۔“

وَدَعَتْ فُؤَادُكَ لِلْهُوَى ضَمِيرِيَّةً فَهَوَاكَ غَوْرِيٌّ وَ صَحُوكَ مُنْجِدُ
”اور ضمیر یہ نے تیرے دل کو محبت کی دعوت دی۔ پس تیری محبت پست ہے جبکہ تیرا ہوش
میں آجانا تجھے بلندی تک پہنچانے والا ہے۔“

فَدَعَ التَّمَادِي فِي الْغَوَايَةِ سَادِرًا قَدْ كُنْتَ فِي طَلَبِ الْغَوَايَةِ تُفْنَدُ
”اس لئے اے گمراہی میں بھٹکنے والے! یہ غفلت چھوڑ دے تو بے راہ روی کے پیچھے پڑ کر
بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے۔“

وَ لَقَدْ أَنَى لَكَ أَنْ تَنَاهَى طَائِعًا أَوْ تَسْتَفِيقَ إِذَا نَهَاكَ الْمُرْشِدُ
”اور اب تیرے لئے وقت آ گیا کہ تو اطاعت کر کے باز آ جائے تاکہ تو اس وقت ہوش میں
آجائے جب تجھے ہادی و مرشد کسی بات سے روکیں۔“

وَ لَقَدْ هِدَيْتَ لِفَقْدِ حَبِزَةِ هَذِهِ ظَلَّتْ بَنَاتُ الْجَوْفِ مِنْهَا تَرَعْدُ
”اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کھو کر تو اس حد تک بوڑھا ہو گیا ہے کہ اس بڑھاپے کی وجہ
سب سے بڑھ کر اس کی بیویوں نے اس کی یاد میں گناہ کیا۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: طَرَقَتْ هُوْمُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدُ۔ الرُّقَادُ
مُسَهَّدُ سے مراد سونے والا شخص ہے۔ مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام
رکھ دیا جو کہ ضمیر مجرور ہے (اصل عبارت یوں تھی الرُّقَادُ مُسَهَّدُ صَاحِبُهُ)۔ اس طرح ضمیر
نائب فاعل بن گئی اور مُسَهَّدُ میں مستتر ہو گئی۔

سے بنات شکم (قلب و جگر اور انتڑیاں) کا بننے لگی ہیں۔“

وَلَوْ أَنَّهُ فُجِعَتْ حِرَاءُ بَيْتِهِ لَرَأَيْتَ رَأْسِي صَخْرَهَا يَتَبَدَّدُ
”اور اگر بیل حراء کو بھی اس جیسے صدمے کا دکھ پہنچتا تو تو اس کی مضبوط ترین چٹانوں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھتا۔“

يَوْمَ تَمُكِّنُ فِي ذَوَابَةِ هَاشِمٍ حَيْثُ النُّبُوَّةُ وَالنَّدَى وَالسُّودَدُ
”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایسے جوان مرد تھے جو بنی ہاشم کے چوٹی کے افراد میں بلند مرتبہ تھے جن میں نبوت، فیاضی اور سرداری کی صفات موجود ہیں۔“

وَالْعَاقِرُ الْكُومِ الْجَلَادِ إِذَا غَدَتْ رِيحٌ يَنكَادُ الْمَاءُ مِنْهَا يَجْمَدُ
”اور آپ بڑے کوہان والے طاقتور اونٹوں کو ذبح کر کے اس وقت لوگوں کی مہمان نوازی کرتے تھے جب ایسی سرد ہوا چلتی جس سے پانی جم کر منجمد ہو جاتا۔“

وَالْتَارِكُ الْقِرْنَ الْكَبِيَّ مُجَدَّلًا يَوْمَ الْكَرِيهَةِ وَالْقَنَا يَتَقَصَّدُ
”اور آپ جنگ کے روز ایسی حالت میں بڑے بڑے بہادر حریفوں کو زمین پر بچھاڑ کر رکھ دیتے تھے جبکہ نیزوں پر نیزے ٹوٹ رہے ہوتے تھے۔“

وَقَرَاهُ يَرْفُلُ فِي الْحَدِيدِ كَأَنَّهُ ذُو لَيْدَةٍ شَتْنُ الْبَرَّائِنِ أَرْبَدُ
”اور تو دیکھتا تھا کہ آپ آہنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس طرح ناز و نخرے سے چلتے تھے گویا آپ ایک ایسے بھورے رنگ والے شیر ہیں جس کی گردن پر بڑے بڑے بال ہوں اور اس کے نیچے انتہائی سخت ہوں۔“

عَمَّ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ وَ صَفِيَّةُ وَرَدَ الْجِصَامَ فَطَابَ ذَاكَ الْوَرْدُ
”آپ نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا اور ان کے چیدہ ہیں، آپ نے موت کے گھاٹ کا پانی پی لیا اور یہ گھاٹ آپ کے لئے بہت اچھا ثابت ہوا۔“

وَ أَتَى النَّبِيَّةَ مُغَلَّنًا فِي أُسْرَةٍ نَصَرُوا النَّبِيَّ وَ مِنْهُمْ السُّتَشْهِدُ
”اور آپ نشان جنگ لگائے ایک ایسے گروہ میں موت کے پاس آئے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور ان میں سے کچھ شہادت کے متمنی تھے۔“

انہی اشعار میں ہے: وَجَزَعْتَ أَنْ سُلِيخَ الشَّبَابِ الْآغْيَدُ۔ یہ بھی اصل میں الْآغْيَدُ صَاحِبُهُ ہے۔ یعنی وہ جوانی جس کا صاحب ناز و نعم والا ہو۔

وَلَقَدْ إِحْمَلُ بِذَلِكَ هِنْدًا بَشَرَتْ لَتُيَمَّتْ دَاخِلَ غُصْبِهِ لَا تَبْرُدُ
”اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہند کو یہ بشارت دی جائے تاکہ وہ اپنے اندرونی غصے کو ختم کر
دے جو ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا

مِمَّا صَبَحْنَا بِالْعَقْنَقِلِ قَوْمَهَا يَوْمًا تَغَيَّبَ فِيهِ عَنْهَا الْأَسْعَدُ
کہ ہم نے ریت کے ٹیلے پر اس کی قوم پر اس روز صبح کے وقت ہلہ بول دیا جس روز ان
سے اسعد بھی غائب ہو گیا تھا۔“

وَبَيْنَمَا بَدْرٌ إِذْ يَرُدُّ وَجُوهَهُمْ جَبْرِيلُ تَحْتَ لِوَانِنَا وَ مُحَمَّدٌ
”اور قلب بدر میں (ہم نے اس کی قوم کو دفن کیا) جب ہمارے جھنڈے کے نیچے حضرت
جبرائیل علیہ السلام اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے چہروں کو پھیر رہے تھے۔“

حَتَّى دَايَتْ لَدَى النَّبِيِّ سُرَاتَهُمْ قِسْمِينَ نَقَلُ مَنْ نَشَاءُ وَ نَطْرُدُ
”یہاں تک کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ان کے سرداروں کی دو قسمیں دیکھیں کہ
جسے ہم چاہتے قتل کر دیتے اور (جسے چاہتے) دھتکار کر قیدی بنا لیتے تھے۔“

فَأَقَامَ بِالْعَطَنِ الْمُعْطَنِ مِنْهُمْ سَبْعُونَ عَتَبَةً مِنْهُمْ وَالْأَسْوَدُ
”پس ان میں سے ستر آدمی پانی کے قریب اونٹوں کے بٹھانے کے لئے عادتہ بنائی گئی جگہ
کے پاس ڈھیر ہو گئے جن میں سے عتبہ اور اسود بھی تھے۔“

وَأَبْنُ الْمُغِيرَةِ قَدْ ضَرَبْنَا ضَرْبَةً فَوْقَ الْوَرِيدِ لَهَا رَشَاشٌ مُزِيدُ
”اور ابن مغیرہ کی شہ رگ کے اوپر ہم نے تلوار کا ایسا وار کیا جس سے خون بہنے لگا اور اس
خون سے جھاگ اٹھ رہا تھا۔“

وَ أُمِّيَةُ الْجُحَجِيِّ قَوْمَ مَيْلَةٍ عَضَبُ بَايْدَى الْمُؤْمِنِينَ مَهْدُ
”اور امیہ جمحی کی کچی کو بھی مومنین کے ہاتھوں میں تھامی ہوئی تیز کاٹنے والی ہندی تلوار نے
سیدھا کر دیا۔“

فَاتَّكَ فُلُ الْمُشْرِكِينَ كَانَهُمْ وَالْخَيْلُ تَتَفَنَّهُمْ نَعَامٌ شَرْدُ

شاعر کا قول ہے: وَالْخَيْلُ تَتَفَنَّهُمْ۔ یعنی ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ یہ اصل میں
تَفَنَّتِ الْبَعِيرُ سے مشتق ہے اور یہ اونٹ کے پاؤں کے ارد گرد کا وہ حصہ ہے جو زمین پر لگنے سے سخت
ہو گیا ہو۔

”پس تیرے پاس مشرکین میں سے شکست خوردہ لوگ پہنچے، یوں معلوم ہو رہا تھا گویا وہ بد کے ہوئے شتر مرغ ہیں اور ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔“

شَتَّانَ مَنْ هُوَ فِي جَهَنَّمَ قَاوِيًا اَبَدًا وَ مَنْ هُوَ فِي الْجَنَّةِ مُخَلَّدٌ
”وہ شخص جس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور وہ شخص جو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہے گا ان دونوں میں کس قدر بعد اور فرق ہے۔“

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
صَفِيَّةٌ قَوْمِيٌّ وَ لَا تَعْجِزِي وَ بَيْتِي النِّسَاءُ عَلَى حَمَازَةٍ
”اے صفیہ! اٹھ کمر ہمت باندھ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر عورتوں کو رلا۔“

وَ لَا تَسْلَمِي اَنَّ تُطِيلِي الْبَكَاءَ عَلَى اَسَدِ اللّٰهِ فِي الْهَزَاءِ
”اور اس بات سے مت اکتانا کہ تو جنگ کے ہجوم میں اللہ تعالیٰ کے شیر پر طویل مدت تک روئے۔“

فَقَدْ كَانَ عِزًّا لِّاِيَتَامِنَا وَ لَيْتَ الْمَلَاحِمِ فِي الْبِرَّةِ
”کیونکہ آپ ہمارے یتیموں کی عزت اور اسلحہ جنگ میں ملبوس ہو کر بڑے بڑے معرکوں میں کود جانے والے شیر تھے۔“

يُرِيدُ بِذَلِكَ رِضًا اَحْمَدًا وَ رِضْوَانِ ذِي الْعَرْشِ وَالْعِزَّةِ
”اس سے آپ کا مقصد صرف احمد مصطفیٰ ﷺ کی رضا اور مالک عرش و عزت خدا کی خوشنودی کا حصول تھا۔“

غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ زائیہ

قصیدہ زائیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَلَيْتَ الْمَلَاحِمِ فِي الْبِرَّةِ۔ الْبِرَّةِ کا معنی ہے حسن و جمال۔ اس کا معنی ہتھیار بھی ہے، یہ بَزَزْتُ الرَّجُلَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی شخص سے اس کے ہتھیار چھین لیں۔ کہا جاتا ہے مَنْ عَزَبَ يَعْنِي جَوَّالِبُ ہوا اس نے چھین لیا۔ اور الْبَزَابُ طاقتور آدمی کو کہتے ہیں۔

إِنَّكَ عَمَّرَ أَبَيْكَ الْكَرِيمِ إِنَّ تَسَالَى عَنْكَ مَنْ يَجْتَدِينَا
 ”تیرے پدر بزرگوار کی قسم! اگر تو اپنی ضرورت کے لئے کسی ایسے شخص سے سوال کرے گی
 جو ہماری عطاء و بخشش کو طلب کرتا ہے۔“

فَإِنْ تَسَالَى ثُمَّ لَا تُكْذِبِي يُخْبِرُكَ مَنْ قَدْ سَأَلَتِ الْيَقِينَا
 ”اگر تو سوال کرے گی پھر تجھ سے جھوٹ نہ بولا جائے تو تجھے وہ شخص آگاہ کرے گا جس سے
 تو یقینی بات کا سوال کرے گی

بِأَنَّ لَيْلَى ذَاتِ الْعِظَا مِ كُنَّا نِمَالًا لِّنَّ يَغْتَرِينَا
 کہ تنگی اور قحط کی سخت راتوں میں جن میں لوگ ہڈیاں پکا پکا کر ان سے چربی نکالنے پر مجبور ہو
 جاتے ہیں، ہم ان لوگوں کے فریاد رس ہوتے ہیں جو اپنی فریاد لے کر ہمارے پاس آتے ہیں۔“
 تَلَوْدُ الْبُجُودُ بِأَذْرَانَا مِنَ الضَّرِّ فِي أَزْمَاتِ السِّنِينَا
 ”قحط سالیوں کے شدائد میں نقصان سے بچنے کے لئے لوگوں کے گروہوں کے گروہ
 ہمارے ارد گرد پناہ لیتے ہیں۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ نونیہ

آپ نے قصیدہ نونیہ میں کہا ہے: تَلَوْدُ الْبُجُودُ بِأَذْرَانَا۔ الْبُجُودُ بجد کی جمع ہے، یہ
 لوگوں کے گروہ کو کہتے ہیں، یہ نون کے ساتھ الْبُجُود بھی مروی ہے۔ یہ مصیبت زدہ عورت کو کہتے ہیں
 اور النجود طاقتور اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے بِأَذْرَانَا۔ یہ ذراء کی جمع ہے اور عربوں
 کے اس قول سے ماخوذ ہے أَنَا فِي ذَرَا فَلَانٍ۔ یعنی میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ اہل عرب کہتے ہیں
 نَلْمَسُ فِي الشَّجَرِ أَذْرَى مِنَ السَّلَمِ۔ یعنی درختوں میں سے کوئی درخت سلم درخت (۱) سے
 زیادہ گرمی فراہم کرنے والا نہیں، کیونکہ کہا جاتا ہے کوئی شخص سلم درخت کی پناہ میں سردی سے ٹھٹھ کر
 کبھی نہیں مرا۔

شاعر کا قول ہے: جَلَمَاتُ الْحُرُوبِ۔ یہ اس قول سے ماخوذ ہے جَلَمْتُ الشَّيْءَ وَجَرَشْتُهُ۔ یہ
 اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کوئی چیز کاٹیں، اسی سے ایک لفظ الْجَلَمَانِ ہے (اون کاٹنے والی پتی)
 شاعر کا قول ہے: لَذَنَ أَنْ بُرِينَا یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے اور الْبَارِي کا معنی ہے خالق
 سبحانہ و تعالیٰ۔ یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری یہی حالت ہے۔

۱۔ سلم ایک قسم کا درخت ہے جس کے پتے ہزار ٹکٹے کے کام آتے ہیں۔ مترجم

يَجْدُوِي فُضُولِ اُولٰٓئِ وَجَدِنَا وَ بِالصَّبْرِ وَالْبَذْلِ فِي الْمُعْدِمِنَا
 ”(یہ گروہ) ہمارے صاحب حیثیت لوگوں کے فاضل مال کی عطا کی (پناہ لیتے ہیں) اور
 ہمارے مفلس لوگوں کے صبر و تحمل اور جدوجہد کی (پناہ لیتے ہیں)۔“

وَ اَبَقْتُ لَنَا جَلَلَاتُ الْحُرُو بٍ مِّنْ نُّوَازِي لَدُنْ اَنْ بُرِنَا
 ”اور جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری حالت یہ ہے کہ جنگوں کے ذریعے ہمارے
 حریفوں سے حاصل کیے گئے اموال نے ہمارے لیے بچا دی ہیں

مَعَاطِنَ تَهْوِيْ اِلَيْهَا الْحَقُو قُ يَحْسَبُهَا مَنْ رَاَهَا الْفَتِيْنَا
 پانی کے گرد اونٹوں کے بٹھانے کی وہ جگہیں جن میں لوگوں کے حقوق ہیں اور جنہیں ہر
 دیکھنے والا سیاہ چٹانیں خیال کرتا ہے۔“

تُخَيِّسُ فِيْهَا عِتَاقُ الْجِمَا لٍ صُحْمًا دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُوْنَا
 ”ان حقوق کی ادائیگی میں بہترین سیاہ اونٹ جھکا کر ذبح کر دیے جاتے ہیں جو ذبح ہونے
 کے بعد سرخی مائل سیاہ ہو جاتے ہیں۔“

وَ دُقَاعَ رَجُلٍ كَمَوْجِ الْفَرَا تٍ يَقْدُمُ جَاوَاءَ جُوْلًا طَحُوْنَا
 ”اور یہ اونٹ گویا دریائے فرات کے تلاطم کی مانند پیدل چلنے والوں کا سیلاب ہیں جو ہر چیز
 کو روندتے ہوئے ایک عظیم الشان لشکر کی طرح پیش قدمی کرتے معلوم ہوتے ہیں۔“

شاعر کا قول ہے: يَحْسَبُهَا مَنْ رَاَهَا الْفَتِيْنَا۔ الْفَتِيْنَا سے مراد سیاہ چٹانیں ہیں۔ فتن کا معنی
 ہے جلانا۔ ان چٹانوں کو الفتینا اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ آگ میں جلائی گئی چیز کے مشابہ ہوتی
 ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: عَلٰی النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ (الذاریات) ”وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔“ اور
 الفتن کا اصل معنی ہے آزمانا۔ کہا جاتا ہے فَتَنُ الْحَدِيْدَةِ بِالنَّارِ ”میں نے لوہے کو آگ پر تپایا
 تاکہ گھٹیا لوہے سے عمدہ لوہے کو پرکھ سکوں۔“

شاعر کا قول ہے: دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُوْنَا۔ یعنی سرخ اور سیاہ۔ شاعر کا قول ہے جَاوَاءَ یعنی ایسا
 لشکر جس کا رنگ (ہتھیاروں کی کثرت کے باعث) لوہے کے رنگ کی مانند ہو۔ شاعر کا قول ہے
 جُوْلًا طَحُوْنَا۔ جول کنویں کے کنارے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اِنْ قَلَصْتُ اس کا فاعل جنگ ہے یعنی اگر جنگ اپنے عروج پر آ جاتی۔ پھر
 جنگ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا عَضُوْنَا حَجُوْنَا یہ الْعَضُ (دانتوں سے کاٹنا) سے مشتق ہے

تَرَى لَوْنَهَا مِثْلَ لَوْنِ النُّجُومِ دَجْرَاجَةً تَبْرِقُ النَّاظِرِينَ
”تم دیکھتے ہو کہ ان کا رنگ موجیں مارتے ہوئے ستاروں کے رنگ کی طرح ہے جو ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہوں۔“

فَإِنْ كُنْتَ عَنْ شَانِنَا جَاهِلًا فَسَلْ عَنْهُ ذَا الْعِلْمِ مِمَّنْ يَلِينَا
”پھر اگر تو ہماری حالت سے ناواقف ہے تو جو لوگ ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں ان میں سے کسی واقف کار سے پوچھ لے

بِنَا كَيْفَ نَفَعَلُ إِنْ قَلَصَتْ عَوَانَا ضُرُوسًا عَضُوضًا حَجُونًا
ہمارے متعلق کہ اگر جنگ اپنے عروج پر آجائے درآں حالیکہ اس میں مسلسل قتل و غارت ہو رہی ہو اور جنگ کی اونٹنی شدت اختیار کر کے لوگوں کو کاٹنے دوڑ رہی ہو جس سے اس کے دانت ٹیڑھے ہو جائیں تو اس وقت ہم اپنے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہیں۔“

الْسَنَا نَشْدُ عَلَيْهَا الْعِصَابُ حَتَّى تَذَرَّ وَ حَتَّى تَلِينَا
”کیا ہم جنگ کی ایسی شدید اونٹنی کی کھیری کو پیوں سے باندھ نہیں دیتے یہاں تک کہ اس کی کھیری نرم پڑ جائے اور وہ دودھ دینے لگے۔“

اور حجوناً حَجَنْتُ الْعُودَ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ لکڑی کو ٹیڑھا کر دیں۔ شاعر کا قول ہے:

الْسَنَا نَشْدُ عَلَيْهَا الْعِصَابُ حَتَّى تَذَرَّ وَ حَتَّى تَلِينَا
یہ سارا شعر جنگ کی صفت ہے۔ شاعر نے جنگ کو ایسی خوددار اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو لمبی ٹانگوں والی نو جوان ہو، یعنی ہم اس اونٹنی کی خودداری کو ذلیل کرتے ہیں اور اس کی کھیری نرم پڑ جاتی ہے۔“

شاعر کا قول ہے: وَ يَوْمَ لَهُ رَهَبٌ یعنی ایسا دن جس کا گرد و غبار نہ ختم ہونے والا ہو۔
شاعر کا قول ہے: شَدِيدُ التَّهَوُّلِ یہ تہوہیل کی جمع ہے اور التَّهَوُّلُ مختلف رنگوں کو کہتے ہیں۔
شاعر عبد اسحق بن عسلہ نے ایک باغ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا:

وَ عَاظِبٌ قَدْ عَلَا التَّهَوُّلُ جَنْبَتَهُ لَا تَنْفَعُ النَّعْلُ فِي رَقَرَاةِ الْحَافِي
”بعض چراگا ہیں ایسی جن کے پودوں پر رنگ برنگے پھول کھلے ہیں ان میں آنے جانے کے لئے ننگے پاؤں چلنے والے کو جوتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔“

وَّ يَوْمَ لَهُ دَهَجٌ وَهَجٌ دَائِمٌ شَدِيدِ الثَّهَوْلِ حَامِي الْآرِينَا
”اور کتنے ہی ایسے دن ہیں جن میں ایک نہ ختم ہونے والی گرد و غبار والی جنگ ہو رہی تھی جو سخت ہولناک اور شعلہ بار تھی۔“

طَوِيلٌ شَدِيدٌ أَوَّارٍ الْقِتَا لٍ تَنْفِي قَوَاجِزُ الْمُقْرِفِينَا
”جو بہت طویل تھی جس میں قتل و غارت نہایت سرگرمی سے ہو رہی تھی اور اس کی سختیاں کینے لوگوں کو ختم کر رہی تھیں۔“

تَخَالُ الْكَمَاةُ بِأَعْرَاضِهِ فِمَالًا عَلَى لَذَّةٍ مُتْرَفِينَا
”اس کے اطراف میں بڑے بڑے بہادریوں معلوم ہوتے تھے کہ وہ شراب کے نشے میں لڑکھڑا رہے ہیں۔“

شاعر کا قول ہے: حَلَمِي الْآرِينَا۔ یہ اِدَاۃ کی جمع ہے، آگ کے چولہے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا وزن عِلَّةٌ ہو اور یہ آوَار سے مشتق ہو جس کا معنی ہے گرمی۔ ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور واؤ کو مکسور ہونے کی وجہ سے ہمزہ میں بدل دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا وزن فِعْلَةٌ ہو اور یہ قَارِئَتْ بِالْمَكْنِ (اقامت کرنا) سے ماخوذ ہو کیونکہ عرب چولہوں کے ارد گرد مقیم ہوتے تھے۔ یہی توجیہ صحیح ہے کیونکہ عربوں نے اس کی جمع اِدْرِين برون سنن بنائی ہے۔ اور ذوی العقول کی جمع کی طرح یہ جمع سالم (غیر ذوی العقول کے لئے) صرف اس وقت لائی جاتی ہے جب کسی لفظ کا لام کلمہ حذف ہو، وہ مؤنث ہو، لام کلمہ حرف علت ہو اور اس کا مذکر نہ آتا ہو جیسے الْآمَةُ۔ جب کسی کلمہ میں یہ چار شرائط جمع ہو جائیں تو اس کی جمع حالت رُفْعی میں واؤ اور نون کے ساتھ اور حالت نَحْصی اور جری میں یاء اور نون کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے سِنِينٌ اور عِصْمِينٌ۔ البتہ رِقَۃ کی جمع بھی رِقِیْنِ آتی ہے، چاندی کے سکے کو کہتے ہیں، ہم نے اس جمع اور اَدْضِیْن کی جمع کے طریقہ پر نتائج الفکر (صفحہ 31) میں بڑی واضح اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ الحمد للہ۔

شاعر کا قول ہے كَنَارِ اَبِي حُبَابٍ وَالضَّبِينَا۔ کہا جاتا ہے ابو حباب ایک مکھی ہے جو رات کو چمکتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کمینہ آدمی تھا جو مہمانوں کی آمد کے خوف سے آگ روشن نہیں کرتا تھا۔ اگر روشن کرتا بھی تھا تو بڑی تھوڑی سی۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے، اس لئے حالت جری میں اس کے آخر پر کسرہ نہیں آتا کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی اسم وجوہ یا جوازا غیر منصرف ہو تو اس پر کسرہ داخل نہیں ہوتا جیسے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی تاکہ وہ کلمہ اس کلمہ کے مشابہ نہ ہو جائے جسے متکلم

تَعَاوَدُ اِيْمَانَهُمْ بَيْنَهُمْ كَوُوسَ النَّيَا بِحَدِّ الظُّبَيْنَا
 ”ان کے دائیں ہاتھ تلواروں کی دھاروں سے ایک دوسرے کو موت کے جام پیش کر رہے ہیں۔“

شَهِدْنَا فَكُنَّا اُولٰٓئِ بَاْسِهٖ وَ تَحْتَ الْعَيَاةِ وَالْمُعْلِيْنَا
 ”ہم اس جنگ میں شریک ہوئے، پس ہم ہی اس کے امنڈتے ہوئے بادلوں کے نیچے اس کی سختیاں جھیلنے والے اور نشانِ جنگ لگانے والے تھے۔“

اپنی ذات کی طرف مضاف کرتا ہے اور حضرت ابو حنیفہ نے کہا نہ میں یہ جانتا ہوں کہ صاحب کیا ہے اور نہ یہ کہ ابو صاحب کیا ہے اور نہ میرے پاس اس کے متعلق اہل عرب سے کوئی چیز پہنچی ہے۔ آپ نے اَلْاَدَاۃ کے متعلق عربوں کا یہ قول حکایت کیا ہے کہ یہ اَرَيْتُ الشَّيْءَ سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے میں نے اس چیز کو جان لیا۔ آپ نے کہا: اَلْاَدَىٰ شَہِد کی مکھی کا عمل اور اس کا فعل ہے۔ پھر اسی وجہ سے شہد کو بھی اَدَىٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ شہد کو مَزَج بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے ابو ذویب الہذلی کا یہ شعر پڑھا:
 وَ جَاءَ وَ اِمْزَجَ لَمْ يَرَ النَّاسُ مِثْلَهُ هُوَ الضَّحْكُ اِلَّا اَنَّهُ عَمِلُ النَّحْلِ
 ”اور وہ ایسی شہد لائے جس کی مثل لوگوں نے نہ دیکھی۔ وہ سفید مکھن ہے مگر وہ شہد کی مکھی کا عمل ہے۔“

آپ نے کہا: الضحك کا معنی سفید مکھن ہے۔ ایک قول ہے سفید دانت، ایک قول ہے بھور کا شگوفہ اور ایک قول ہے تعجب۔

شاعر کا قول ہے: الظُّبَيْنَا۔ یہ ظُبۃ کی جمع ہے۔ اس کی جمع جمع مذکر سالم کے وزن پر ہے۔ اس کی علت وہی ہے جو ہم نے پہلے اَلْاَدِیْنَ اور اَلْسِنِیْنَ کے متعلق ذکر کی ہے۔ البتہ اس کا پہلا حرف مکسور نہیں ہے جس طرح سِنِیْنَ کا سین مکسور ہے تاکہ اس کے جمع ہونے کی طرف اشارہ ہو، کیونکہ ظُبِیْنَ واحد ہونے کے مشابہ نہیں کیونکہ اسماء میں فُعِیْل کا وزن نہیں جبکہ سِنِیْنَ کے پہلے حرف کو اس بات کا شعور دلانے کے لئے کسرہ دیا گیا ہے کہ یہ جمع ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ فُعُول کے وزن پر ہے کیونکہ اسماء میں فُعُول اور فُعِیْل کا وزن نہیں ہے۔ سیبویہ کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ ظُبۃ کی جمع ظُبِیْنَ آتی ہے حالانکہ یہ مذکورہ شعر میں اور دیگر اشعار میں بھی آئی ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَوَا حِزْلًا۔ یہ قَاحِز کی جمع ہے، یہ بہت کودنے والے اور بے چین ہونے والے شخص کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَحَزَ قَحَزَانَا وَ قَحَزَا وَ قُحُوذَا۔ یعنی کودنا، بے چین ہونا۔

بِخُرُسِ الْحَسَنِ دَوَاءٍ وَ بُصْرِيَّةٍ قَدْ أَجِنَ الْجُفُونَا
”اور ہمارے پاس بغیر آواز کے دشمن کا گوشت کاٹ دینے والی خون آلود خوبصورت بصری
کی بنی ہوئی تلواریں تھیں جو نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں۔“

فَمَا يَنْفِلِلْنَ وَ مَا يَنْحَنِينَ وَ مَا يَنْتَهِينَ إِذَا مَا نُهِنَا
پس یہ تلواریں نہ کند ہوئیں، نہ ٹیڑھی ہوئیں اور جب انہیں روکا گیا تو وہ رکتی بھی نہیں تھیں۔
كَبْرُوقِ الْخَرِيفِ بَايْدَى الْكُمَاةِ يُفَجَعْنَ بِالظِّلِّ هَامَا سُكُونَا
”وہ بہادروں کے ہاتھوں میں موسم خزاں کی بجلی کی طرح چمک کر اپنے سائے کے نیچے
کھوپڑیوں کو (کاٹ کر) بے حس و حرکت بنا رہی تھیں۔“

وَ عَلِمْنَا الضَّرْبَ آبَاءُ نَا وَ سَوْفَ نَعْلِمُ آيْضًا بَيْنَنَا
”اور یہ شمشیر زنی ہمیں ہمارے آباؤ اجداد نے سکھائی اور آئندہ ہم بھی اپنی اولاد کو سکھائیں
گے۔“

جَلَادَ الْكُمَاةِ وَ بَدَلَ التَّلَادِ عَنْ جُلِّ أَحْسَابِنَا مَا بَقِينَا
”بہادروں والی شمشیر زنی اور اپنے پرانے اموال کا ایک بڑا حصہ زندگی بھر خرچ کرنا
(سکھائیں گے)۔“

إِذَا مَرَّ قِرْنٌ كَفَى نَسْلُهُ وَ أَوْرَثَهُ بَعْدَهُ آخِرِينَا

شاعر کا قول ہے: بِخُرُسِ الْحَسَنِ (گوئی آواز والی) تلواروں کو گونگا اس لئے کہا کیونکہ
خون اور گوشت میں لگتے وقت ان میں آواز پیدا نہیں ہوتی۔

شاعر کا قول ہے: حَسَانِ دَوَاءٍ یعنی خوبصورت اور خون سے آلودہ تلواریں۔ اور شاعر کا قول
ہے بُصْرِيَّةٌ یعنی وہ تلواریں جو ارضِ شام کے ایک شہر بصری کی طرف منسوب ہیں جس طرح
الْمَشْرِفِيَّةِ اَرْضِ شام کے شہر مشارف کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ تلواریں وہاں بنائی جاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَدْ أَجِنَ الْجُفُونَا یعنی وہ تلواریں نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں۔ اسی
سے ہشام کا یہ قول ہے جب آپ نے سالم بن عبد اللہ سے پوچھا تو کیا کھاتا ہے؟ اس نے کہا روغن
زیتون کے ساتھ روٹی۔ آپ نے پوچھا اَمَاتًا جَمُهَا؟ کیا تو ان سے اکتاتا نہیں؟ اس نے کہا إِذَا
أَجِثْتُمَا تَرَكَتُمَا حَتَّى أَشْتَهَيْتُمَا۔ جب میں ان سے اکتا جاتا ہوں تو انہیں چھوڑ دیتا ہوں یہاں
تک کہ مجھے پھر ان کی طلب محسوس ہوتی ہے۔

”جب ایک پشت گزر جائے گی تو اس کی نسل اس کی جگہ لے لے گی اور ہمارے بعد میں آنے والے لوگ اس کے وارث بنیں گے۔“

نَسِبٌ وَ تَهْلِكُ آبَاءُ نَا وَ بَيْنَا نُرَبِّي نَيْنَا فَئِنَّا
”ہم جو ان ہو رہے ہیں اور ہمارے آباء واجداد رخصت ہو رہے ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو فنونِ جنگ کی تربیت دے رہے ہیں تو اس دوران

سَأَلْتُ بِكَ ابْنَ الزَّبْعَرِي فَلَمْ أُنَبِّكَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا هَجِينَا
اے ابنِ زبعری میں نے تیرے بارے میں سوال کیا تو بجز اس کے کچھ نہ بتایا گیا کہ تو اپنی قوم میں ایک گھٹیا انسان ہے۔“

خَبِينًا تُطِيفُ بِكَ الْمُنْدِيَّاتُ مُقِيمًا عَلَى اللَّوْمِ حِينًا فَحِينًا
”اور ایسا خبیث شخص ہے کہ رسوا کن باتیں تیرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں اور تو وقتاً فوقتاً کمینگی پر جم جاتا ہے۔“

تَبَجَّسْتَ تَهْجُو رَسُولَ الْمَلِكِ قَاتَلَكَ اللَّهُ جَلْفًا لَعِينًا
”انتہائی گنوار پن اور ملعونیت کی حالت میں تو مالک الملک کے رسول ﷺ کی کثرت سے ہجو کرتا رہا، اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔“

تَقُولُ الْخَنَا ثُمَّ تَرْمِي بِهِ نَقِيَّ الثِّيَابِ تَقِيًا أَمِينًا
”تو فحش گوئی کرتا رہا پھر اس فحش گوئی کے تیرا ایک ایسی ہستی پر پھینکتا رہا جو پاکیزہ لباس والی، متقی اور امین ہے۔“

شاعر کا قول ہے: وَ تَحْتَ الْعَبَايَةِ وَالْمُعْلَبِينَ۔ یہ شعر اصل اور حاشیہ میں مصرع کے شروع سے واؤ کے اسقاط کے ساتھ مذکور ہے اور تحت العباية دونوں اصلوں میں واؤ عاطفہ کے ساتھ مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزن مکمل ہوتا ہے اور اسے اخفش کے مذہب کے سوا کسی کے نزدیک ساقط کرنا جائز نہیں۔ وہ شعر کے دوسرے مصرع کے شروع میں فصل کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ شعر کی ابتداء میں علمائے عروض فصل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: تُطِيفُ بِكَ الْمُنْدِيَّاتُ۔ یعنی رسوا کن باتیں تیرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں۔
شاعر کا قول ہے: تَبَجَّسْتَ۔ یہ تَبَجَّسَ الْمَاءُ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی پکھل کر بہہ جائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر **بِنَا كَيْفَ نَفْعَلُ** اور اس کے بعد کے تین اشعار اور آپ کا یہ شعر **نَسِبٌ وَ تَهْلِكُ آبَاءُنَا** اور اس کے بعد کے دو شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔
علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

سَائِلٌ قُرَيْشًا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ أَحَدٍ مَاذَا لَقِينَا وَمَا لَا قُوَا مِنَ الْهَرَبِ
”قریش سے دامن احد میں پیش آنے والے واقعہ کے متعلق پوچھو کہ ہم نے کس چیز کا سامنا کیا اور وہ کس بھاگ دوڑ سے دوچار ہوئے۔“

كُنَّا الْأَسْوَدَ وَ كَانُوا الثَّرَ إِذَا زَحَفُوا مَا إِنْ نُرَاقِبُ مِنْ إِلٍ وَ لَا نَسِبِ
”جب قریش ہماری طرف آئے تو ہماری مثال شیروں جیسی اور ان کی مثال چیتوں جیسی تھی، ہم تو کسی عہد اور نسب کا بھی لحاظ نہیں کر رہے تھے۔“

فَكَمْ تَرَكْنَا بِهَا مِنْ سَيِّدٍ بَطِلٍ حَامِي الدِّمَارِ كَرِيمِ الْجَدِّ وَالْحَسَبِ
”تو ہم نے کتنے ہی بہادر سرداروں کو وہاں مار کر چھوڑ دیا جو اپنے حقوق کے محافظ اور شریف حسب و نسب والے تھے۔“

فِينَا الرَّسُولُ شِهَابٌ ثُمَّ يَتَّبِعُهُ نَوْرٌ مُضِيٌّ لَهُ فَضْلٌ عَلَى الشُّهُبِ
”ہمارے درمیان ایسے رسول موجود تھے جو شہابیہ کی مانند تھے پھر اس کے پیچھے اسے روشن کرنے والا ایک نور ہوتا تھا اور اس شہابیہ کو دوسرے شہابیوں پر فضیلت حاصل تھی۔“

الْحَقُّ مَنْطِقُهُ وَالْعَدْلُ سِيرَتُهُ فَنَنْجِبُهُ إِلَيْهِ يَنْجُو مِنْ تَبِّ
”حق آپ کا کلام اور عدل و انصاف آپ کی سیرت ہے، پس جو شخص بھی آپ کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ خسارے اور ہلاکت سے نجات پا جائے گا۔“

نَجْدُ الْقَدَمِ مَاضِي الْهَمِّ مُعْتَزِمٌ حِينَ الْقُلُوبِ عَلَى رَجْفٍ مِنَ الرَّعْبِ
”آپ اس وقت بھی پیش قدمی کے رہنما، باہمت اور صاحب عزم ہوتے ہیں جب دوسرے لوگوں کے دل مارے خوف کے کانپ رہے ہوتے ہیں۔“

يَبْضِي وَ يَكْمُرُنَا عَنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ كَأَنَّهُ الْبَدْرُ لَمْ يُطْبَعْ عَلَى الْكَذِبِ
”حضور ﷺ خود بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ہمیں بھی معصیت سے دور کر کے پیش قدمی پر ابھارتے ہیں۔ آپ گویا چودھویں کا چاند ہیں جن کی تخلیق جھوٹ پر نہیں ہوئی۔“

بَدَّالَنَا فَاتَّبَعْنَاهُ نَصِیْقُهُ وَ كَذَّبُوهُ فَكُنَّا اَسْعَدَ الْعَرَبِ
 حضور ﷺ مبعوث ہو کر ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوئے تو ہم نے تصدیق کر کے آپ کی
 اتباع کی اور کفار نے آپ کی تکذیب کی لہذا ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند بن گئے۔
 جَالُوا وَ جُلْنَا فَمَا فَاوُوا وَ مَا رَجَفُوا وَ نَحْنُ نَقْتَفِنُهُمْ لَمْ نَالُ فِي الطَّلَبِ
 وہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتے ہوئے) واپس پلٹے اور ہم (انہیں حکم الہی کی
 طرف لانے کے لئے) ان کی طرف پلٹے لیکن انہیں (اللہ کے حکم کی طرف) نہ لوٹا تھا نہ لوٹے
 اور ہم انہیں دھتکار رہے تھے اور ہم نے ان کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

لَيْسَ سِوَاءَ وَ شَتَّى بَيْنَ اَمْرِهَا جِزْبُ الْاِلهِ وَ اَهْلُ الشِّرْكِ وَ النُّصَبِ
 ”اللہ تعالیٰ کا گروہ اور پتھروں کی پرستش کرنے والے اہل شرک دونوں برابر نہیں۔ ان
 دونوں کے معاملے میں بڑا فرق ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: يَمْضِي وَ يَذْمُرُنَا سے آخر تک تمام اشعار مجھے ابوزید انصاری
 نے سنائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن
 عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابو
 زید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:
 بَكَتْ عَيْنِي وَ حَقَّ لَهَا بُكَاءُ وَ مَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيلُ
 میری آنکھ رو پڑی اور رونا اس کا حق بنتا ہے لیکن رونے اور واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔
 عَلَى اَسَدِ الْاِلهِ غَدَاةٌ قَالُوا اَحْمَرَةٌ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيلُ
 ”(میری آنکھیں) شیر خدا پر اس روز (رو پڑیں) جب لوگوں نے کہا کیا یہ مقتول آدمی حمزہ
 ہیں؟“

أَصِيبَ الْمُسْلِمُونَ بِهِ جَمِيعًا هُنَاكَ وَ قَدْ أُصِيبَ بِهِ الرَّسُولُ
 آپ کے قتل سے سب مسلمانوں کو تکلیف پہنچی اور خود رسول اکرم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچی۔
 أَبَا يَعْلَى لَكَ الْآرْدُكَانُ هُدَّتْ وَ أَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوَصُولُ
 ”اے ابو یعلیٰ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ کے تمام اعضاء کاٹ دیے گئے۔“

حالانکہ آپ ایک شریف، نیک اور ہر ایک سے تعلق رکھنے والے آدمی تھے۔

عَلَيْكَ سَلَامٌ رَبِّكَ فِي جَنَّاتٍ مُخَالِطُهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ
”آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ان جنتوں میں سلام پہنچے جن میں لازوال نعمتیں ملتی
رہیں گی۔“

أَلَا يَا هَاشِمَ الْأَعْمِيَّادِ صَبْرًا فَكُلُّ فَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيلٌ
”اے قبیلہ ہاشم میں سب سے بہتر فرد صبر کر، تمہارا ہر کام نہایت حسین و جمیل ہے۔“

رَسُولُ اللَّهِ مُصْطَبِرٌ كَرِيمٌ بِأَمْرِ اللَّهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُولُ
”اللہ کے رسول ﷺ صابر اور کریم ہیں، وہ جب بھی کچھ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم
کے ساتھ ہی بولتے ہیں۔“

أَلَا مَنْ مَبْلَغُ عَتَّى لَوْثًا فَبَعْدَ الْيَوْمِ دَائِلَةٌ تَدُولُ
”ارے کون شخص ہے جو میری طرف سے قبیلہ لوی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ آج کی جنگ کے
بعد ایک دوسری جنگ کی نوبت آکر رہے گی۔“

وَقَبْلَ الْيَوْمِ مَا عَرَفُوا وَذَاقُوا وَ قَالِعْنَا بِهَا يُشْفَى الْغَلِيلُ
”اور آج کی جنگ سے پہلے (غزوہ بدر میں) جو کفار نے ہمیں خوب پہچان لیا اور ہمارے
مقابلے کا مزہ چکھ لیا (وہ بھی پہنچا دے) اس جنگ میں ہمارے تصادم سے پیاسوں کی پیاس
بھائی جاتی رہی۔“

نَسِيتُمْ ضُرَبَنَا بِقَلْبٍ بَذَرِ عَذَاةٍ أَتَاكُمْ الْيَوْمَ الْعَجِيزُ
”قلیب بدر کے پاس تم ہماری شمشیر زنی کو بھول گئے ہو جس روز موت تمہارے پاس بڑی
تیزی سے آرہی تھی۔“

عَذَاةٌ قَوِيٌّ أَبُو جَهْلٍ صَرِيحًا عَلَيْهِ الطَّيْرُ حَالِيَةً تَجُولُ
”جس روز ابو جہل دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کے اوپر پرندے گھوم گھوم کر آ جا
رہے تھے۔“

وَعُتْبَةُ وَابْنَةُ عَرَا حَبِيعًا وَ شَيْبَةُ عَظْمَةُ السِّنْفِ الضَّعِيفُ
”اور عتبہ اور اس کا بیٹا دونوں زمین پر گر پڑے اور شیبہ کو بھی صیقل کی ہوئی تلوار نے کاٹ کر
رکھ دیا۔“

وَ مَتَرَكْنَا اُمِّيَّةً مُّجَلِّعًا وَ فِي حَيَزُوْمِهِ لَذَنٌ نَّبِيْلٌ
”اور ہم نے امیہ کو بھی زمین پر دراز کر دیا درآں حالیکہ اس کے سینے کے نچلے حصے میں ایک
بہت بڑا نیزہ داخل تھا۔“

وَ هَامَ بَنِي رَبِيعَةَ سَاِنِلُوْهَا فَفِيْ اَسْيَافِنَا مِنْهَا قُلُوْلٌ
”اور بنی ربیعہ کی کھوپڑیوں سے پوچھو، ان کو کاٹنے کی وجہ سے ہماری تلواروں میں دندا نے
پڑے ہوئے ہیں۔“

اَلَا يَٰ هِنْدُ فَاَبِيْكَى لَا تَمَلِيْ فَانْتِ الْوَالِيَةُ الْعَبْرَى الْهَبُوْلُ
”ارے اے ہند! اب خوب روؤ اور رونے سے نہ اکتا کیونکہ تو ہی شدت غم کی وجہ سے
بڑے بڑے آنسو بہانے والی اور اپنے عزیزوں کو کھودینے والی ہے۔“

اَلَا يَٰ هِنْدُ لَا تُبْدِيْ شِمَاتًا بِحِمَزَةٍ اِنَّ عِزَّكُمْ ذَلِيْلٌ
”ارے، اے ہند! تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار نہ کر کیونکہ تمہاری
عزت خاک میں مل چکی ہے۔“

غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اَبْلَغُ قُرَيْشًا عَلٰى نَآيَهَا اَتَفَخَّرُ مِنْ اَبَا لَمْ تَلِيْ
”(اے مخاطب!) قریش کے دور ہونے کے باوجود ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ کیا تم ہم
سے ان باتوں میں فخر کر سکتے ہو جن کے تم (کفر کی وجہ سے) قریب بھی نہیں گئے۔“

فَخَرَّتُمْ بِقَتْلِيْ اَصَابَتْهُمْ فَوَاضِلٌ مِنْ نِّعَمِ الْمَفْضِلِ
”تم نے ان شہداء پر فخر کیا جنہیں صاحب فضل و کرم پروردگار کی نعمتوں میں سے بہترین
نعمتیں مل چکی ہیں۔“

فَحَلُّوْا جَنَانًا وَ اَبْقَوْا لَكُمْ اُسُوْدًا تُحَامِيْ عَنْ الْاَشْبُلِ
”یہ شہداء جنتوں میں پہنچ چکے ہیں اور تمہاری خاطر ایسے شیروں کو چھوڑ گئے ہیں جو اپنے
بچوں کا پورا دفاع کرتے ہیں۔“

تُقَاتِلُ عَنْ دِيْنِهَا وَسَطْهَا نَبِيٌّ عَنِ الْحَقِّ لَمْ يَنْكُلِ
”جو اپنے دین کے دفاع میں لڑتے ہیں، ان کے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو حق سے ایک

قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔“

رَمَتْهُ مَعْدُ بَعُورِ الْكَلَامِ وَ نَبِلِ الْعَدَاوَةِ لَا تَأْتِلِي
”قبیلہ معد کے لوگوں نے ان پر فحش کلامی اور عداوت کے تیر برسائے جنہوں نے ذرا
کو تا ہی نہ کی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر لَمْ تَلِيْ اور یہ شعر مِنْ نِعَمِ الْمُفْضِلِ مجھے ابوزید انصاری
نے سنائے۔

غزوہ احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:
مَا بَالُ عَيْنِكَ قَدْ أَزْدَى بِهَا الشَّهْدُ كَانَا جَالًا فِي أَجْفَانِهَا الرَّمْدُ
”(اے شاعر!) تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ بے خوابی نے اسے عیب دار کر دیا ہے، یوں لگتا
ہے اس کے پوٹوں میں آشوب چشم حرکت کر رہا ہے۔“

أَمِنْ فِرَاقٍ حَبِيبٍ كُنْتُ تَالَفُهُ قَدْ حَالَ مِنْ دُونِهِ الْأَعْدَاءُ وَالْبُعْدُ
”کیا ایسا اس دوست کی جدائی کی وجہ سے ہوا جس سے تو الفت کرتا تھا اور اب جس سے
ملنے میں دشمن اور دوری حائل ہو گئی ہے؟“

أَمْ ذَاكَ مِنْ شَغَبِ قَوْمٍ لَا جَدَاءَ بِهِمْ إِذَا الْحُرُوبُ تَلَطَّطَتْ نَارُهَا تَقْدُ
یایہ اس قوم کے فتنہ و فساد کی وجہ سے ہے جن میں اس وقت کوئی منفعت نہ تھی جب جنگوں کی
آگ کے شعلے بھڑک کر مشتعل ہو رہے تھے۔“

مَا يَنْتَهَوْنَ عَنِ الْغَيِّ الَّذِي رَكِبُوا وَ مَا لَهُمْ مِنْ لُؤْيٍ وَيَحْتَمُّ عَصْدُ
”جس گمراہی کے یہ مسلمان مرتکب ہو چکے ہیں اس سے باز نہیں آئے حالانکہ ان کا براہو،
نہیں قبیلہ لوی کی امداد بھی حاصل نہیں۔“

وَ قَدْ نَشَدْنَاهُمْ بِاللَّهِ قَاطِبَةً فَمَا تَرُدُّهُمْ إِلَّا رَحَامُ وَالنِّشْدُ

ضرار کے اشعار

قصیدہ دالیہ میں ضرار کا قول ہے: يَكْبُوا فِي جَدِيَّتِهِ۔ جدیہ کا معنی بے خون۔ اس کا قول
ہے ثَعْلَبٌ جَسِدٌ۔ ثعلب سے مراد نیزے کا وہ سرا ہے جو پھل میں لگایا جاتا ہے۔ اور جسد جساد سے
مشتق ہے اس کا معنی ہے خون آلود۔

”اور ہم نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں بھی دلوائیں لیکن ان لوگوں کو نہ رشتہ داریاں واپس لاتی ہیں اور نہ قسمیں۔“

حَتَّىٰ إِذَا مَا آبَا إِلَّا مُحَارَبَةً وَاسْتَحْصَدَتْ بَيْنَنَا الْآضِفَانُ وَالْحِقْدُ
”یہاں تک کہ جب انہوں نے باہمی لڑائی کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا اور ہمارے درمیان بغض اور کینے خوب پختہ ہو گئے۔“

سِرْنَا إِلَيْهِمْ بِجَيْشٍ فِي حَوَانِيهِ قَوَانِسُ الْبَيْضِ وَالْمَحْبُوكَةُ السُّرْدُ
”تو ہم ان کی طرف ایک ایسا لشکر لے کر چلے جس میں ہر طرف اونچے اونچے خود اور مضبوط بنی ہوئی زرہیں تھیں۔“

وَالْجُرْدُ تَرَفُّلٌ بِالْأَبْطَالِ شَارِبَةٌ كَانَتْهَا جِدًّا فِي سَيْرِهَا تُودُّ
”اور ایسے کم مو بہترین گھوڑے تھے جو بہادروں کے لئے اس طرح ناز سے چل رہے تھے گویا وہ چیلیں ہیں جن کی چال میں سستی اور نرمی پائی جاتی ہو۔“

جَيْشٌ يُقَوِّدُهُمْ صَخْرٌ وَرَأْسُهُمْ كَانَتْهُ لَيْثٌ غَابَ هَاصِرُ حَرْدُ
”وہ ایسا لشکر تھا جس کی قیادت اور سرداری صخر (ابوسفیان) کر رہا تھا، گویا وہ ایسا شیر تھا جو اپنی کچھار میں غضبناک ہوتے ہوئے شکار کو چیر پھاڑ کر کھا رہا ہو۔“

فَأَبْرَزَ الْحَمْنُ قَوْمًا مِّنْ مُّنَادِيهِمْ فَكَانَ مِنَّا وَ مِنْهُمْ مَلْتَقَىٰ أَحَدُ
”پس موت اس قوم کو ان کے گھروں سے نکال لائی اور جبل احد ہمارے اور ان کے درمیان میدان جنگ بن گیا۔“

فَقَوِّدَتْ مِنْهُمْ قَتْلَىٰ مُجَدِّلَةٌ كَالْعَرِ أَصْرَدَةً بِالصُّرْدِجِ الْبَرْدُ
”پھر مسلمانوں کے مقتول آدمی زمین پر چھوڑ دیے گئے جو ان بکریوں کی مانند لگ رہے تھے جنہیں سخت سردی نے پھریلی زمین پر انتہائی ٹھنڈا کر دیا ہو۔“

قَتْلَىٰ يَكْرَامُ بَنُو النَّجَارِ وَسُطْهُمُ وَ مُصْعَبٌ مِّنْ قَتْلَا حَوْلَهُ بِصَدِّ
”وہ مقتول شریف لوگ تھے جن کے درمیان بنی نجار بھی تھے اور مصعب بھی، جن کے ارد

شاعر کا قول ہے: الْآضِفَانُ وَالْحِقْدُ۔ ضرورت کی بناء پر قاف کو کسرہ کے ساتھ حرکت دی۔ اگر دال پر سکون کے ساتھ وقف کی جاتی اور یہ اسم محل جر میں ہوتا تو وقف میں کسرہ زیادہ بہتر ہوتا، جیسا کہ کسی نے کہا وَأَصْطِفَانَا بِالرَّجْلِ يَعْنِي الرِّجْل۔

گرد ہمارے ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔

وَ حَمَۃُ الْقَرۡمِ مَصْرُوعٌ تُطِیفُ بِهِ فَكُلِّیْ وَ قَدْ حُزُّ مِنْهُ الْاَنۡفُ وَالْکَبِدُ
”اور حمزہ جیسے سردار بھی بچھاڑے پڑے تھے جن کے ارد گرد بچے کھودینے والی عورت چکر لگا رہی تھی درآں حالیکہ ان کی ناک اور کلیجہ کاٹ دیا گیا تھا۔“

كَانَ جِنَّ یَكْبُوۡ فِیۡ حَدِیۡثِهِ تَحْتَ الْعَجَاجِ وَ فِیۡهِ تَغَلَّبَ حَسِدُ
”جب حمزہ گردوغبار کے نیچے اپنے خون کے راستے میں اوندھے منہ گرے پڑے تھے اور ان کے جسم میں ایک نیزہ داخل تھا جس پر خون جما ہوا تھا تو اس وقت یوں معلوم ہوتا گویا
خَوَارُ نَابٍ وَ قَدْ وَلِیۡ صَحَابَتُهُ كَمَا تَوَلٰی النَّعَامُ الْهَارِبُ الشُّرَدُ
اوشنی کا بچہ ہے جس کے ساتھی اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ہیں جس طرح بد کے ہوئے
شتر مرغ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔“

مُجَلِّجِیۡنَ وَ لَا یَلُوۡوَنَ قَدْ مَلِئُوۡا رُعۡبًا فَنَجَّتَهُمُ الْعَوَصَاۗءُ وَالْکُوۡدُ
”بڑے عزم میم سے بھاگ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے، ان پر رعب طاری ہو گیا پھر انہیں ایک پیچیدہ دشوار گزار گھائی نے نجات بخشی۔“

تَبٰیۡنَ عَلَیۡہِمۡ یَسَۡءٌ لَا یَعُوۡلُ لَهَا مِنْ کُلِّ سَالِیۡۃٍ اَتَوَابُہَا قِلَدُ
”یہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ان پر رو رہی تھیں جنہوں نے اپنے کپڑے چاک کر رکھے تھے۔
وَ قَدْ تَرَكْنَاهُمۡ لِلطَّیۡرِ مَلْحَمَۃً وَلِلطِّیۡبَاعِ اِلٰی اَحْسَادِهِمۡ قِلَدُ
”اور ہم نے ان کو پرندوں اور بھوؤں کے لئے مردے پھینکنے کی جگہ پر چھوڑ دیا جو ان کے
جسموں کی طرف آکر ان کا گوشت لوچ رہے تھے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر ان اشعار کی ضرار کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔
احد کے روز ابو زعنہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی جسم بن خزرج کے فرد ابو زعنہ بن عبد اللہ بن عمرو بن عتبہ نے
احد کے روز یہ رجز پڑھا:

شاعر کا قول ہے: الْعَوَصَاۗءُ وَالْکُوۡدُ۔ العوصاء سے مراد دشوار گزار ریتی زمین ہے اور الکود
عقبۃ کؤود کی جمع ہے، یہ پیچیدہ گھائی کو کہتے ہیں۔

أَنَا أَبُو زَعْنَةَ يَعْدُوْنِي الْهَزْمُ لَمْ تَنْعِرِ الْمَخْزَاةَ إِلَّا بِأَلَا لَمْ
يَحْيَى الدِّمَارَ خَزَرَجِي مِّنْ جُشَمٍ

”میں ابو زعنہ ہوں، میرا ہزم نامی گھوڑا مجھے کیے دوڑا جا رہا ہے، تکلیف اٹھا کر شہداء کا مقابلہ کیے بغیر ذلت و رسوائی سے بچا نہیں جاسکتا۔ قبیلہ جشم کا ایک خزرجی آدمی اپنے حقوق کی پوری حفاظت کرتا ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کا رجز

حضرت علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہ رجز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔
علامہ ابن ہشام نے کہا: احد کے روز یہ رجز کسی مسلمان نے کہا نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔
جیسا کہ بعض علمائے شعر نے مجھے بتایا اور میں نے ان میں سے کوئی بھی نہیں دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ
یہ اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں:

لَا هُمْ إِنَّ الْحَارِثَ بْنَ الصِّتَّةِ كَانَ وَفِيًا وَ بِنَا ذَا ذِمَّةٍ
اے اللہ! بے شک حارث بن صمہ ایک وفادار شخص تھا اور ہماری ذمہ داری پوری کرنے والا تھا۔
أَقْبَلَ فِي مَهَامِهِ مُهْمَةٌ كَلِيلَةٌ ظَلَمَاءَ مَذْلِهِمُ
”وہ سخت تاریک راتوں کی مانند بڑے بڑے چٹیل میدان طے کر کے آیا۔“

بَيْنَ سَيْوِفٍ وَ دِمَاحٍ جَنَّةٌ يَبْغِي رَسُولَ اللَّهِ فِيهَا ثَمَّةٌ
”بے شمار تلواروں اور نیزوں کے درمیان وہ رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں وہاں پہنچا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا قول ”کليلة“ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

احد کے روز عکرمہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز عکرمہ بن ابی جہل نے یہ رجز پڑھا:

كُلُّهُمْ يَزْجُرُهُ أَرْحَبُ هَلَا وَ لَنْ يَرَوْهُ الْيَوْمَ إِلَّا مُقْبِلًا
يَحِيلُ رُمَحًا وَ رَنْسًا جَحْفَلًا

”وہ سب اس گھوڑے کو اَرْحَبُ هَلَا (ادھر آ) کہہ کر جھڑک رہے تھے لیکن آج وہ اس کی

عکرمہ کا رجز

عکرمہ کا قول ہے اَرْحَبُ هَلَا۔ اس لفظ سے گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔ اسی طرح هِقِطُ وَ

صرف یہی حالت دیکھیں گے کہ وہ اپنی پیٹھ پر ایک نیزہ اور ایک عظیم الشان سردار کو اٹھائے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشی تمیمی کے اشعار
اعشی بن زرارہ بن نباش تمیمی نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ بنی تمیم کی شاخ
بنی اسد بن عمرو بن تمیم کا ایک فرد ہے جو احد کے روز بنی عبدالدار کے قتل ہونے والے لوگوں کا
مرثیہ کہتا ہے:

حَيٍّ مِنْ حَيٍّ عَلَى نَائِيهِمْ بَنُو أَبِي طَلْحَةَ لَا تُصْرَفُ
”ابو طلحہ کے بیٹوں کے دور ہونے کے باوجود انہیں قبیلے کی جانب سے سلام پہنچے جسے لوٹایا
نہیں جاسکتا۔“

يُرُّ سَاقِيَهُمْ عَلَيْهِمْ بِهَا وَ كُلُّ سَاقٍ لَهُمْ يُعْرِفُ
یہ سلام لے کر ان کا ساقی ان کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کا ہر ساقی خوب جانا پہچانا ہے۔
لَا جَارُهُمْ يَشْكُو وَ لَا ضَيْفُهُمْ مِنْ دُونِهِ بَابٌ لَهُمْ يَصْرِفُ
”نہ ان کا کوئی پڑوسی شکایت کرتا ہے نہ ان کا کوئی مہمان اور نہ ان کا کوئی دروازہ اس کے
لئے بند کیا جاتا ہے۔“

اور عبداللہ بن زبیری نے احد کے روز یہ اشعار کہے:

قَتَلْنَا ابْنَ جَحْشٍ فَأَغْبَطْنَا بِقَتْلِهِ وَ حَزْرَةَ فِي فُرْسَانِهِ وَ ابْنَ قَوْقِلٍ
”ہم نے ابن جحش کو قتل کیا اور اس کے قتل سے ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حمزہ کو ہم نے اس
کے سواروں کے درمیان قتل کیا نیز ابن قوقل کو بھی قتل کیا۔“

وَ أَفَلَتْنَا مِنْهُمْ رِجَالٌ فَاسْرِعُوا فَلَيْتَهُمْ عَاجُوا وَ لَمْ نَتَّعِجْ
”ان کے کچھ آدمی ہم سے بچ نکلے اور تیزی سے بھاگ گئے۔ کاش وہ ذرا اور ٹھہرتے اور ہم
جلد بازی سے کام نہ لیتے۔“

أَقَامُوا لَنَا حَتَّى تَعَضَّ سِيُوفُنَا سَرَاتَهُمْ وَ كُلُّنَا غَمْرٌ غَزَلٍ
”وہ ہمارے سامنے ٹھہرے تاکہ ہماری تلواریں ان کے سرداروں کو کاٹ کر رکھ دیں اور ہم
سب مسلح تھے۔“

هَيْقُطٌ أَوْ هَبٌّ وَ سَقَبٌ کے الفاظ سے بھی گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔

وَحَتَّى يَكُونَ الْقَتْلُ فِينَا وَ فِيهِمْ وَ يَلْقُوا صَبُوحًا شَرَّةً غَيْرَ مُنْجَلِيٍّ
 ”اور تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان خوب قتل و غارت ہو اور وہ اس موت کا جام پی لیں
 جس کا شر واضح نہیں ہوتا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر ”وکلنا“ اور یہ شعر ”ويلقوا صبوحا“ غیر ابن اسحاق سے
 مروی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی
 حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

أَسْأَلُ أَصْحَابَ أَحَدٍ مَخَافَةً بَنَاتِ أَبِي مِنْ أَعْجَمٍ وَ خَبِيرٍ
 ”کیا میری بہنیں خوف کے مارے اصحاب احد میں سے ہر بے خبر اور باخبر آدمی سے پوچھ
 رہی ہیں؟“

فَقَالَ الْخَبِيرُ إِنَّ حَمَزَةَ قَدْ تَوَى وَذِي رَسُولِ اللَّهِ عَمِيرٍ وَذِي
 ”تو (سنو) باخبر شخص نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر حضرت حمزہ رضی اللہ
 عنہ جاں بحق ہو گئے ہیں۔“

دَعَا إِلَهَ الْحَقِّ ذُو الْعَرْشِ دَعْوَةً إِلَى جَنَّةٍ يُخَيَّا بِهَا وَ سُورٍ
 عرش کے مالک معبود حقیقی نے انہیں سرور اور جنت کی طرف بلا لیا جہاں وہ زندہ رہیں گے۔
 فَذَلِكَ مَا كُنَّا نُرْجِي وَ نَرْجِي لِحَمَزَةَ يَوْمَ الْحَشْرِ عَمِيرٍ مَصِيرٍ
 ”تو یہ وہ چیز ہے جس کی ہم سب لوگ اپنے لئے آرزو کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی آرزو
 دلاتے ہیں، حشر کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہترین ٹھکانہ ہوگا۔“

قَوْلَهُ لَا أَسْأَلُكَ مَا هَبَّتِ الصَّبَا بِكَاءٍ وَ حَزْنَا مَخْطَرِي وَ مَسِيرِي
 ”پس قسم بخدا جب تک بادِ مباحلتی رہے گی میں تمہیں نہ بھولوں گی، سفر و حضر میں غمزدہ رہ کر
 روتی رہوں گی۔“

عَلَى أَسَدِ اللَّهِ الَّذِي كَانَ يَذَرُهَا يَذُودُ عَنِ الْإِسْلَامِ كُلُّ كَفُورٍ
 ”اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر (روتی رہوں گی) جو اپنی زبان اور تلوار سے اپنی قوم کا دفاع
 کرنے والا تھا اور ہر کافر سے اسلام کی مدافعت کرتا تھا۔“

فَلَمَّا لَمْتُ شَلَوِيَّ عِنْدَ ذَاكَ وَاعْظَمِي لَدَى أَضْبَعٍ تَعْتَلُونِي وَنُسُورِ
”ہائے کاش! میرا بقیہ جسم اور میری ہڈیاں بھی ان بجوؤں اور گدھوں کے پاس چلے جاتے
جو مڑ مڑ میرا گوشت کھاتے رہتے۔“

أَقُولُ وَ قَدْ أَعْلَى النَّعْيِ عَشِيرَتِي جَزَى اللَّهُ عَحِيْرًا مِنْ أَخٍ وَ نَصِيْرٍ
”میرے خاندان والوں نے آہ و بکا کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں جبکہ میں ایسی حالت
میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی اور مددگار کو جزائے خیر عطا فرمائے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے: بُكَاءٌ وَ حُزْنٌ
مَحْضَرِيٌّ وَ مَسِيرِيٌّ۔

شماں کے مرثیہ میں نعم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز شماں بن عثمان مارا گیا، اس کی بیوی نعم نے اس کا یہ
مرثیہ کہا:

يَا عَيْنَ جُودِي بِفَيْضٍ غَيْرِ ابْسَاسٍ عَلَى كَرِيمٍ مِّنَ الْفَتَيَانِ ابْسَاسٍ
”اے آنکھ! بغیر کسی تکلیف کے اس شخص پر آنسوؤں کی سخاوت کر جو تمام نوجوانوں میں
نہایت شریف اور سخت جان تھا۔“

صَعْبُ الْبِدِيَّةِ مَيَّوْنَ نَقِيْبَتُهُ حَمَلِ الْوَيْهِ رَغَبِ اقْرَاسٍ
”جس کی پہلی رائے ہی مستحکم ہوتی اور جس کا ہر کام مسعود و بابرکت ہوتا، جو بہترین علمبردار
اور ماہر شہسوار تھا۔“

نعم کے اشعار

نعم کا قول ہے: يَا عَيْنَ جُودِي بِفَيْضٍ غَيْرِ ابْسَاسٍ۔ ابسلس کا معنی ہے اونٹنی کا دودھ
زیادہ کرنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرنا۔ آپ اونٹنی کو (بلانے کے لئے) کہتے ہیں: بَسْ
بَسْ۔ پھر یہ معنی بلا تکلف بنے والے آنسوؤں کے لئے استعارۃ استعمال ہونے لگا۔

اس کا قول ہے: صَعْبُ الْبِدِيَّةِ۔ یعنی اس کی فی البدیہہ کمی گنی بات کا بھی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا
اور کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کی پورے غور و فکر اور سوچ بچار سے کمی ہوئی بات کا کوئی ایسے
مقابلہ کر سکتا ہے۔

أَقُولُ لَمَّا أَتَى النَّاعِي لَهُ جَزَعًا أَوْدَى الْجَوَادُ وَ أَوْدَى الْمَطْعِمُ الْكَاسِي
”جب موت کی خبر لانے والے نے اس کی موت کی خبر دی تو میں گھبرا کر کہہ اٹھی بہت بڑا سختی
ہلاک ہو گیا اور لوگوں کو کھلانے اور پہنانے والا ہلاک ہو گیا۔“

وَ قُلْتُ لَمَّا خَلْتُ مِنْهُ مَجَالِسُهُ لَا يَبْعُدُ اللَّهُ عَنَّا قُرْبَ شَمْسٍ
”اور جب مجالس اس کے بغیر خالی ہو گئیں تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ شمس کے قرب کو ہم سے
دور نہ کرے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے:

بَكَتْ عَيْنِي وَ حَقَّ لَهَا بَكَاهَا وَ مَا يُغْنِي الْبَكَاءُ وَ لَا الْعَوِيلُ
آپ نے مقصور کو اپنے مقام پر اور مدود کو اپنے مقام پر رکھا کیونکہ البکا مقصور غم اور دکھ کے معنی
میں ہے اور اگر یہ مدود ہو تو آہ وزاری کے معنی میں ہے، آوازوں میں یہی قیاس ہے کہ وہ فَعَلَ کے
وزن پر ہوں، چنانچہ آپ کے قول حَقَّ لَهَا بَكَاهَا کا معنی ہے ان کا غم اور دکھ ان کا حق ہے کیونکہ غم اور
دکھ بغیر چیخ و پکار کے ہی متحقق ہوتا ہے۔ پھر کہا وَ مَا يُغْنِي الْبَكَاءُ وَ لَا الْعَوِيلُ یعنی نہ چیخ فائدہ دے
سکتی ہے نہ پکار اور نہ کسی پر رونا نفع دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہر کلمہ اپنے صحیح مقام پر واقع ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: حَقَّ لَهَا یعنی حَقَّ۔ یہ اصل میں فَعَلَ کے وزن پر حَقَّقَ ہے اور بَكَاهَا اس کا
فاعل ہے نہ کہ مفعول اور جب آپ کسی فعل میں مبالغہ اور تعجب کا معنی پیدا کرنا چاہیں تو ضمہ فعل کے عین
کلمہ سے فاء کلمہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کہتے ہیں: حُسْنٌ زَيْدٌ یعنی حَسَنٌ جِدًّا زَيْدٌ
بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اگر تعجب کے معنی کا ارادہ نہ ہو تو یا صرف ضمہ جائز ہوتا ہے یا صرف سکون
جیسے کَبْرٌ زَيْدٌ وَ کَبْرٌ۔ لیکن کَبْرٌ صرف اس وقت کہتے ہیں جب تعجب کا ارادہ ہو۔ شاعر اھل کا قول
ہے:

فَقُلْتُ اقْتُلُوهَا عَنْكُمْ بِيْزَاجَهَا وَ حُبَّ بِهَا مَقْتُولَةٌ حِينَ تُقْتَلُ
”پس میں نے کہا اسے (یعنی شراب کو) اس کے مزاج کے ساتھ اپنے آپ سے قتل کر
دو (یعنی دور کر دو) اور قتل کی جانے والی چیز سے اس وقت محبت کرنا کتنا حیران کن ہے جب اسے
قتل کیا جا رہا ہو۔“

نغم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار

پھر اس کے بھائی ابوالحکم بن سعید بن ربیع نے اس کی تعزیت کرتے ہوئے یہ جوابی اشعار کہے:

إِقْنَى حَيَاءَ لِي فِي سِتْرٍ وَ فِي كَرَمٍ فَإِنَّمَا كَانَ شَمْسٌ مِّنَ النَّاسِ
”پردے اور شرافت میں اپنی حیاء کی حفاظت کر، شمس آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہی تھا۔“

لَا تَقْتُلِي النَّفْسَ إِذْ حَلَّتْ مَنِيَّتُهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ يَوْمَ الرُّوعِ وَالْبَاسِ
”تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر جبکہ گھبراہٹ اور سختی کے روز اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی موت کا وقت قریب آگیا۔“

قَدْ كَانَ حَزْزَةً لِّئِنَّ اللَّهَ فَاصْطَبِرِي فَذَاقَ يَوْمَيْنِ مِنْ كَأْسِ شَمْسٍ
”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تو اللہ کے شیر تھے، آخر انہوں نے بھی اس روز شمس والے جام کا مزہ چکھا تھا، اس لئے تو صبر و ضبط سے کام لے۔“

احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار

جب مشرکین احد سے واپس لوٹے تو ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار کہے:

ایک اور شاعر ہم بن حنظلہ الغنوی نے کہا:

لَمْ يَنْعَمِ الْقَوْمُ مِنِّي مَا أَرَدْتُ وَ لَمْ أُعْطِيهِمْ مَا أَرَادُوا حُسْنَ ذَا أَدَبًا
”قوم نے مجھ سے اس کام کو نہ روکا جس کا میں نے ارادہ کیا اور میں نے انہیں وہ چیز نہ دی جو وہ چاہتے تھے۔ یہ کتنا اچھا ادب تھا۔“

یہ اصل میں حُسْن ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

أَلَا حُبَّ بَلْبِيَّتِ الَّذِي أَنْتَ زَانِرٌ

”سنو! وہ گھر کتنا ہی پیارا ہے جس کی تو زیارت کرنے والا ہے۔“

شاعر نے بَلْبِيَّتِ کہا اس میں اسی طرح تعجب کا معنی ہے جس طرح أَحِبُّ بَلْبِيَّتِ میں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

أَبَا يَعْلَى لَكَ الْآزْكَانُ هَذَتْ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یعلیٰ کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو یعلیٰ تھی۔ آپ کا اس کے سوا

رَجَعْتُ وَ فِيْ نَفْسِيْ بَلَابِلُ جَنَّةٍ وَ قَدْ فَاتَنِيْ بَعْضُ الَّذِي كَانَ مَطْلَبِيْ
 ”میں اس حالت میں واپس آئی کہ میرے دل میں بہت سے غم باقی رہ گئے اور میرے بعض
 وہ مقاصد پورے نہ ہو سکے

مِنْ اَصْحَابِ بَدْرِ مِنْ قُرَيْشٍ وَ غَيْرِهِمْ بَنِي هَاشِمٍ مِنْهُمْ وَ مِنْ اَهْلِ يَثْرِبِ
 جو میں ان اصحاب بدر سے پورے کرنا چاہتی تھی جن میں کچھ قریش، بنی ہاشم اور اہل یثرب
 شریک تھے۔

وَ لَكِنِّيْ قَدْ نِلْتُ شَيْئًا وَ لَمْ يَكُنْ كَمَا كُنْتُ اَرْجُوْ فِيْ مَسِيْرِيْ وَ مَوَاقِيْ
 ”لیکن میں نے اپنے کچھ مقاصد پورے کر لیے ہیں مگر اس قدر نہیں جس قدر میں اپنے سفر
 اور سواری پر چلتے ہوئے امید رکھتی تھی۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس کا یہ شعر مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے:
 وَ قَدْ فَاتَنِيْ بَعْضُ الَّذِي كَانَ مَطْلَبِيْ
 اور بعض علمائے شعر ان اشعار کی ہند کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کوئی بیٹا زندہ نہ رہا۔ یعنی نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑے پھر بقول مصعب ان کی نسل ختم ہو گئی۔
 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ بھی ہے۔ بحث کے واقعات میں آپ کا ذکر اسی کنیت کے
 ساتھ پہلے گزر چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمارہ آپ کی بیٹی تھی جس کی وجہ سے آپ کی یہ کنیت ہے۔ یہی وہ
 بیٹی ہے جس کے متعلق دارقطنی نے السنن میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک آزاد کردہ
 غلام فوت ہو گیا۔ اس نے ایک بیٹی چھوڑی، اس کے نصف مال کی وہ وارث بنی اور بقیہ نصف مال کی
 وارث حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بنی۔ آپ نے سنن میں اس کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن بکر بن
 علاء کی کتاب احکام القرآن میں اس کا نام ذکر ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مروی ہے کہ ولاء اس بیٹی کو
 حاصل تھی اور اس غلام کو آزاد کرنے والی وہی تھی نہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

یومِ رجب کا بیان

۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ البکائی نے حضرت محمد بن اسحاق المطلبی کی روایت بیان کی، انہوں نے کہا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا غزوہ احد کے بعد عضل اور قارہ کے چند آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

عضل اور قارہ کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: عضل اور قارہ بنی ہون بن خزیمہ بن مدرکہ کی دو شاخیں ہیں اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ ہون بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لوگوں میں اسلام کی رغبت پیدا ہو رہی ہے اس لئے ہمارے ساتھ اپنے اصحاب کا ایک گروہ بھیجئے جو ہمیں دین سکھائیں، قرآن کریم پڑھائیں اور شرائع اسلامیہ سے آگاہ کریں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چھ اصحاب پر مشتمل ایک جماعت روانہ کی جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ۔

۲۔ بنی عدی بن کعب کے حلیف حضرت خالد بن بکیر اللیشی رضی اللہ عنہ۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق نے عضل اور قارہ کے لوگوں کی غداری کا ذکر کیا۔ یہ دونوں بنی ہون کی شاخیں ہیں اور بنی ہون، ہون بن خزیمہ کے دو بیٹوں ریش اور ثبیع کی اولاد ہیں۔ قارہ کے معنی اور اس ضرب المثل کی وضاحت جو ان میں جاری ہوئی پہلے گزر چکی ہے اور قارہ حرہ (۱) ہے۔ ہم نے ان کی وجہ تسمیہ ذکر کر دی ہے۔

۱۔ حرہ ایک سیاہ پتھروں والی زمین ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ جلی ہوئی ہے۔

۳۔ بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الالح رضی اللہ عنہ۔

۴۔ بنی جحجیبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف کے فرد حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ۔

۵۔ بنی بیاضہ بن عمرو بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج کے فرد حضرت زید بن دشنہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ۔

۶۔ بنی ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے حلیف حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مرشد بن ابی مرشد الغنوی کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ آپ ان لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب یہ لوگ حجاز کے اطراف میں ہدأة کے اوپر قبیلہ ہذیل کے ایک رجب نامی چشے پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے غداری کی۔ اور قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ بات چیت کی۔ مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے تھے، البتہ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو ان کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تلواریں تھام لیں۔ اس پر وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے، بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم ہو کر لیں۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور میثاق دیتے ہیں کہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرات مرشد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت

حضرات مرشد بن ابی مرشد، خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت نے تو انہیں دو ٹوک جواب دیا: **وَاللّٰهِ لَا نَقْبَلُ مِنْ مُّشْرِكٍ عَهْدًا وَلَا عَقْدًا اَبَدًا۔** ”بخدا! ہم کسی مشرک سے عہد و پیمان قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔“ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے:

صاحب سیرت نے ذکر کیا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اصحاب چھ تھے اور جامع صحیح بخاری میں ہے کہ وہ دس تھے۔ یہی اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

صاحب سیرت نے ان چھ کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں اور گزشتہ صفحات میں ان کے نسب بھی بیان کر دیے ہیں۔ جہاں تک حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ بنی جحجیبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد ہیں اور زید بن دشنہ بن معاویہ (کے والد کا نام) دشنہ سے مقلوب ہے اور دشن کا معنی ہے گوشت کا ڈھیلا پڑ جانا۔

مَا عَلَيَّ وَ اَنَا جَلْدُ نَابِلٍ وَالْقَوْسُ فِيهَا وَتَرَّ عُنَابِلُ
”میرے لئے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے پر ہے، کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح و سلامت ہے۔“

تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ الْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَيَاةُ بَاطِلُ
تیروں کے پھل اس کے پہلوؤں سے پھسل رہے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل ہے۔
وَ كُلُّ مَا حَمَّ الْإِلَٰهُ نَازِلٌ بِالْمَرَّةِ وَالْمَرَّةِ إِلَيْهِ آئِلُ
إِنْ لَّمْ أَقَاتِلْكُمْ فَاَمَيَّ هَابِلُ
”اور اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ انسان پر ہو کر رہے گا اور ہر انسان کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔ (اے مشرک!) اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا پتہ مرے۔“
علامہ ابن ہشام نے کہا: ہَابِلُ کا معنی ہے بیٹے کی وفات پر رونے والی ماں۔
حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہے:

أَبُو سُلَيْمَانَ وَ رِيشُ الْمُقْعَدِ وَ ضَالَّةٌ مِثْلُ الْجَحِيمِ الْمَوْقِدِ
”میں ابو سلیمان ہوں اور مقعد نامی شخص کے بنائے ہوئے تیر کی نوک ہوں اور ضالہ درخت

صاحب سیرت نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اور آپ کا یہ شعر ذکر کیا:۔
مَا عَلَيَّ وَ اَنَا جَلْدُ نَابِلٍ وَالْقَوْسُ فِيهَا وَتَرَّ عُنَابِلُ
عنابل کا معنی ہے مضبوط، گویا یہ عبالہ سے مشتق ہے جس کا معنی قوت ہے۔ اس میں نون زائدہ ہے۔ ایک سخت درخت کو بھی عبالہ کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک عبالہ درخت کا تھا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کا عصا جنت کے درخت مورد کی عمدہ ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا (1) اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ دو اصلوں سے مرکب ہو۔ یعنی الْعَنَنْ (سامنے آنے والی شے) اور النَّبْلُ (تیر) سے۔ گویا اس کی کمان اپنا تیر اس نشانے کو بھی سیدھا مارتی ہے جو ایک جانب ہو جائے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا: أَبُو سُلَيْمَانَ وَ رِيشُ الْمُقْعَدِ۔
آپ کا قول ہے ”ابو سلیمان“ یعنی میں ابو سلیمان ہوں جو جنگوں میں مشہور و معروف ہوں اور

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے عصا، اس کی کیفیت، اس کے طول اور وصف کے متعلق بحث علم غیر نافع اور جہل غیر مضر ہے۔ اگر اس مسئلہ میں کوئی فائدہ ہوتا تو اس کا وصف اور شکل و صورت وغیرہ قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس پر سنت صحیحہ میں بیان کی جاتی لیکن کتب تفسیر میں کہیں بھی اس کا بیان نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کو چھوڑ دیں۔

سے بنائی گئی کمان ہوں جو بھڑکتے ہوئے جہنم کی مانند ہوتی ہے۔“

إِذَا النَّوَاجِحُ افْتَرِشَتْ لَمْ أُرْعَدْ وَ مُبْحِنًا مِنْ جِلْدٍ قَوِرٍ أَجْرَدٍ
وَ مُؤْمِنٍ بِنَا عَلِيٍّ مُحَمَّدٍ

”جب تیز رفتار اونٹنیوں پر سواری کی جاتی ہے تو میں خوفزدہ نہیں ہوتا اور میں بیل کی چکنی

میرے پاس ایک ایسا تیر ہے جس میں مقعد نامی شخص نے پر لگایا ہے۔ یہ شخص تیر بناتا تھا اور ان میں پر لگاتا تھا۔ اور ریش اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پر قابل تعریف ہو۔ اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک پر کا بطن دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور اللعاب اس کے برعکس ہوتا ہے کہ اس میں ایک پر کی پیٹھ دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتی ہے۔ اسے ظہار بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی لوام ہے جو لَام سے ماخوذ ہے اور لَام پر دار تیر کو کہتے ہیں۔ امرؤ القیس نے کہا:

كَرَّكَ لِأَمِينٍ عَلِيٍّ نَابِلٍ

روہ سے اس مصرع کا معنی پوچھا گیا۔ اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میری پھوپھی نے بیان کیا درآں حالیکہ وہ بنی دارم میں تھیں، انہوں نے کہا ایک مرتبہ امرؤ القیس علقمہ بن عبدہ کے ساتھ مل کر شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے اس شعر کا کیا معنی ہے: كَرَّكَ لِأَمِينٍ عَلِيٍّ نَابِلٍ اس نے کہا میں نابل کے پاس سے گزرا درآں حالیکہ اس کا ایک ساتھی ایسا پر دار تیر پکڑا رہا تھا جس پر لوم اور ظہار کے پر لگے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے زیادہ تیز چیز کبھی نہ دیکھی اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ تشبیہ دے دی۔ یہ حضرت ابو حنیفہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَضَالَةٌ یعنی وہ تیر جن کے دستے ضال درخت سے بنائے گئے ہوں اور ضال بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ شاعر ذوالرمہ کا قول ہے:

قَطَعْتُ إِذَا تَخَوَّفَتِ الْعَوَاطِي ضُرُوبَ السِّدْرِ عُبْرِيًا وَ ضَالًا

العُبری بیری کے وہ درخت ہیں جو دریاؤں کے کناروں پر اگتے ہیں اور ضال وہ درخت ہیں جو جنگل میں ہوتے ہیں اور العواطی ان مویشیوں کو کہتے ہیں جو موسم گرما میں گھوم کر درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ تو شعر کا معنی یہ ہوگا کہ میں نے ایسے وقت میں اس صحراء کو عبور کیا جب عواطی مویشی دریاؤں کے کنارے اگے ہوئے بیری اور ضال کے درختوں کی شاخوں کو کم کرنے لگے اور تَخَوَّفَتِ کا

کمال کی بنی ہوئی مجسم ڈھال ہوں اور (سیدنا) محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو وحی نازل

معنی ہے تَنَقَّضَتْ یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: **أَوْيَاْخُذْهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ** (النحل: 47) ”یا پکڑ لے انہیں (عذاب الہی) جبکہ وہ لاغر و نحیف ہو چکے ہوں“۔ صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حجر بن ابی احباب وہ شخص ہے جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حجر کے اخیانی بھائی حارث بن نوفل کو قتل کیا تھا اور معمر بن راشد نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا تھا کیونکہ آپ نے بدر کے روز ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ ان روایات کا مفہوم علامہ ابن اسحاق کے ذکر کردہ قول کے قریب قریب ہے۔

راوی کا قول ہے: **ماویہ بنت حجیر**۔ اس میں ماویہ واؤ کے ساتھ ہے۔ اسے یونس بن بکر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور آپ کے علاوہ دیگر رواۃ نے ابن اسحاق سے یہ لفظ راء کے ساتھ ماریہ روایت کیا ہے۔ اور ابن ہشام کی روایت کے پرانے نسخوں میں یہ لفظ واؤ کے ساتھ مذکور ہے جس طرح ابن بکر نے روایت کیا ہے۔ اس اسم کے مادہ اشتقاق کے بارے میں ہم نے اس کتاب کے شروع میں گفتگو کی ہے۔ لہذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ **الْبَارِيَّة** جب تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی گائے ہے اور جب یاء کی تشدید کے ساتھ ہو تو یہ نرم پروں والے بھٹ تیز کو کہتے ہیں۔ جس لڑکے کو اس نے چھری دی تھی، کہا گیا ہے کہ وہ ابو عیسیٰ بن حارث بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ زبیر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین کا دادا ہے جن سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے الموطا میں روایت کی ہے۔

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ ابو میسرہ وہ شخص ہے جس نے پھانسی کے تختے پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا۔ یہ ابو میسرہ، عوف بن سباق بن عبدالدار کا بیٹا ہے۔ جس شخص نے اس کے ساتھ مل کر آپ کو نیزہ مارا وہ عقبہ بن حارث ہے جس کی کنیت ابوسرودہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوسرودہ اور عقبہ دونوں بھائی تھے جو اکٹھے مسلمان ہوئے اور عقبہ بن حارث کی صرف ایک حدیث ہے جو رضاعت اور اس میں ایک عورت کی گواہی کے متعلق ہے۔ اس کی یہ حدیث صحاح میں مشہور ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے کہا میں نے ابو احباب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ایک سیاہ فام عورت آئی اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پھر ساری حدیث ذکر فرمائی۔ اس میں دارقطنی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے کہا پھر ایک سیاہ فام عورت ہم سے کچھ مانگنے کے لئے آئی لیکن ہم نے اسے کچھ نہ دیا۔ وہ

ہوتی ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہوں۔“

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہا:

أَبُو سُلَيْمَانَ وَ مِثْلِي دَامِي وَ كَانَ قَوْمِي مَعْشَرًا كِرَامًا

میں ابو سلیمان ہوں اور مجھ جیسا تیرا انداز کون ہے؟ اور میری قوم شریف لوگوں کا گروہ ہے۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو سلیمان تھی۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے دوسا تھی بھی شہید ہو گئے۔

شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا

جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ آپ کا

سر کاٹ کر اسے سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ احد کے روز جب حضرت

عاصم رضی اللہ عنہ نے سلافہ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا تھا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ عاصم کا سر

حاصل کر سکی تو اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیے گی۔ لیکن جب شہد کی مکھیوں کا ایک

غول حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش اور ان کے درمیان حائل ہو گیا تو وہ کہنے لگے اس کی نعش کو

شام تک چھوڑ دو۔ جب شام کو مکھیاں اسے چھوڑ کر چلی جائیں گی تو ہم اس کا سر لے لیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وادی میں سیلاب بھیج دیا جو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو بہا کر لے گیا۔

کہنے لگی قسم بخدا میں نے تم دونوں کو دودھ پلا رکھا ہے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس بات کا

تذکرہ کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ جھوٹی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے پوچھا وہ

کیسے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس نے ضریب بن حارث سے نکاح

کر لیا جس سے ام قتال پیدا ہوئی۔ یہ حضرت جبیر بن مطعم کی زوجہ اور ان کے بیٹوں محمد اور نافع بن جابر کی

ماں تھی۔ اور جس عورت کو حضرت عقبہ نے طلاق دی تھی اس کا نام غیتہ اور کنیت ام یحییٰ ہے۔ اس کا نام ابو

الحسن دارقطنی نے المؤتلف والمختلف میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ابو عمر نے کتاب النساء میں اس کا ذکر نہیں کیا

اور جن لوگوں نے حدیث میں تالیفات کیں ان میں سے کثیر نے بھی اس کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب الذبّر نے آپ کی حفاظت کی۔

یہاں الذبّر سے مراد بھڑوں کا غول ہے اور الذبّر چھوٹی مکڑیوں کو کہتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے ماء

دبّر (مکڑی کا پانی)۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے، انہوں نے کہا کبھی کبھی شہد کی مکھیوں کو دال کے فتح کے

ساتھ دبّر کہا جاتا ہے اس کا واحد دبّرة ہے۔ آپ نے کہا شہد کی مکھیوں کو خشرم بھی کہا جاتا ہے اس کا

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا تھا کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے گا اور نہ کبھی آپ کسی مشرک کے ناپاک جسم کو ہاتھ لگائیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں کے ایک غول نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کا دفاع کیا تو آپ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی حفاظت فرماتا ہے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے اور نہ آپ اپنی زندگی میں کبھی کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی حفاظت کی جس طرح آپ نے اپنی زندگی میں اپنی حفاظت کی۔

حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دشنہ کی قتل گاہ

جہاں تک حضرات زید بن دشنہ، خبیب بن عدی اور عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو یہ حضرات نرم اور کمزور پڑ گئے اور زندگی میں رغبت کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کفار کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان حضرات کو گرفتار کر لیا اور لے کر مکہ چلے گئے تاکہ انہیں وہاں فروخت کریں۔ جب یہ لوگ ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ

اس لفظ سے کوئی واحد نہیں۔ یہ ابو عبید کی اصمعی سے روایت ہے اور اصمعی سے دیگر لوگوں کی روایت یہ ہے کہ اس کا واحد خَشْرَمَةٌ ہے اور شہد کی مکھیوں کے غول کو الثَّوْلُ بھی کہا جاتا ہے، اس کا کوئی واحد نہیں۔ اسی طرح الثَّوْبُ اور الثُّوبُ بھی شہد کی مکھیوں کے نام ہیں۔ اللوب کے متعلق زبان بن قسور کی ایک حدیث ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو وادی شوط میں اترتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ سے گفتگو کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِنَّ مَعَنَا لَوُبًا لَّنَا۔ یعنی ہمارے ہاں شہد کی مکھیوں کا ایک گروہ تھا جس کا چھتہ اور موم ہمارے ایک کنویں میں تھا۔ ایک آدمی آیا، اس نے دو پتھر ایک دوسرے کے ساتھ رگڑے، ان سے آگ نکالی اور اسے ایک چھڑی کے ساتھ سلگا دیا، پھر اس سے دھواں پیدا کیا اور اسے مکھیوں کی طرف اڑایا، ساری مکھیاں اڑ کر بھاگ گئیں۔ اس شخص نے اپنا مشوار (شہد نکالنے کا آلہ) کنویں میں لٹکایا۔ اس طرح اس نے شہد حاصل کی اور لے کر چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ سَرَقَ شِرًّا وَقَوْمٌ فَاضَرُّ بِهِمْ أَفَلَا تَبِعْتُمْ آثَرَهُ وَ عَرَفْتُمْ خَبْرَهُ۔ وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جس نے کسی قوم کی شہد چوری کر کے انہیں نقصان پہنچایا، کیا تم نے اس کا تعاقب نہ کیا اور اس کی خبر نہ پہنچی؟ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک ایسی قوم سے جا ملا جن میں دفاع کی قوت تھی اور وہ ہمارے پڑوسی بنی ہذیل ہیں۔

عنہ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا پھر اپنی تلوار بے نیام کر لی۔ یہ دیکھ کر کفار آپ سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مزار ظہران میں ہے، رحمہ اللہ۔ وہ لوگ حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دھنہ رضی اللہ عنہما کو مکہ لے آئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: انہوں نے ان دونوں کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا اور ان کے بدلے اپنے دو ہذیلی قیدی رہا کر لیے جو پہلے سے مکہ میں اسیر تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بنی نوفل کے حلیف حجر بن ابی اہاب تمیمی نے عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل کے لئے خرید لیا۔ ابواہاب حارث بن عامر کا اخیانی بھائی تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خبیب کو اپنے باپ کے بدلے قتل کرے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حارث بن عامر ابواہاب کا ماموں ہے اور ابواہاب بنی اسید بن عمرو بن تمیم کا فرد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنی تمیم کی شاخ بنی عدس بن زید بن عبد اللہ بن

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صَبْرَكَ صَبْرَكَ تَرِدُ نَهْرَ الْجَنَّةِ وَإِنْ سَعَتْهُ كَمَا بَيْنَ الْحَقِيقَةِ وَالشَّحِيقَةِ يَتَسَبَّبُ جَرِيًّا بِعَسَلٍ صَافٍ مِنْ قَدَاةٍ مَا تَقِيلُ لُؤْبٌ وَلَا مَجْهٌ لُؤْبٌ ”صبر کرو صبر کرو تم جنت کی نہر پر وارد ہو گے، بے شک اس کی چوڑائی اتنی ہے جتنا لقیہ اور حقیقہ کے درمیان فاصلہ ہے، اس میں تنکوں سے صاف ستھرا شہد لگا تا رہ رہا ہے، کوئی شہد کی مکھی نہ اسے قے کرائے گی اور نہ منہ سے باہر نکلوائے گی۔ العیلم کنویں کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد شہد کی مکھیوں کا تہ یا جھاڑی ہے جب شہد کی مکھیوں کی جگہ کسی پہاڑ کی دراڑ میں ہو تو اسے شفق کہتے ہیں، اس کی جمع شفقان آتی ہے اور ہر دھویں کو نحاس کہا جاتا ہے لیکن ایام صرف شہد کی مکھیوں کو دیے جانے والے دھویں کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے آمَهَا يَنْثُوْمَهَا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص شہد کی مکھیوں کو دھواں دے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شہادت کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے کا طریقہ رائج کیا۔ راوی کا قول ہے کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ دو نفل سنت جا رہے ہیں۔ حضرت حجر بن عدی بن ادبر نے بھی اسی طرح کیا تھا جب انہیں حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے قتل کیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ زیاد نے بصرہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک

دارم کافر دہے۔

رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دشمنہ کی وفاداری کی مثال

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت زید بن دشمنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تاکہ آپ کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرے۔ اس نے آپ کو اپنے ایک نسطاس نامی آزاد کردہ غلام کے ساتھ مقام متعیم بھیج دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر نکال لائے۔ وہاں قریش کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے آپ سے پوچھا:

أَشْهَدُكَ اللَّهُ يَا زَيْدُ، أَتُحِبُّ أَنْ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْآنَ فِي مَكَانِكَ نَضْرِبُ عُنُقَهُ وَ أَنْتَ فِي أَهْلِكَ؟

”اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روحی الف الف مرۃ) ہوتے، ہم ان کی گردن مار دیتے اور تم بخیر و عافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے۔“

آپ نے جواب دیا:

وَاللَّهِ مَا أَحِبُّ أَنْ مُحَمَّدًا الْآنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْدِيهِ وَ أَنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي۔

”بخدا میرے لئے تو یہ امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ میرے آقا جہاں اس وقت تشریف

خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ حضرت حجر اور آپ کے ساتھیوں نے بادشاہ کے خلاف خروج کر دیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی لاشیں توڑ دی ہے۔ اس نے اس خط کے ساتھ ایک اقرار نامہ بھی بھیجا جس میں ستر آدمیوں کی گواہی تھی، جن میں حضرات حسن بن ابی حسن بصری، ابن سیرین، ربیع بن زیاد اور اکابر تابعین کی ایک جماعت شامل تھی جن کا ذکر علامہ طبری نے کیا ہے وہ زیاد کے اس دعویٰ کی گواہی دے رہے تھے کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف خروج کیا ہے۔ حضرت حجر رحمہ اللہ ظلم کے شدید مخالف تھے اور امراء پر بہت غضبناک تھے۔ آپ نے زیاد کے چند ظالمانہ اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے خلاف خروج کیا، لیکن آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا ارادہ نہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت حجر رحمہ اللہ کو آپ کے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ

فرما ہیں، میرے آقا کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔“
راوی فرماتے ہیں ابوسفیان کہنے لگا:

مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا۔
”میں نے کسی آدمی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (ﷺ) کے صحابہ کو محمد (ﷺ) سے محبت کرتے دیکھا ہے۔“

پھر نسطاس نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی شیح نے بیان کیا کہ انہیں حنظل بن ابی اہاب کی آزاد کردہ لونڈی ماویہ جو اسلام لا چکی تھی، کے متعلق بتایا گیا کہ اس نے کہا: حضرت خبیب میرے پاس میرے گھر میں قید تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گئی، ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کی مثل انگوروں کا ایک بہت بڑا گچھا تھا، وہ اس کو کھا رہے تھے حالانکہ میں نہیں جانتی تھی کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین میں کہیں انگور ہوں جنہیں کھایا جا رہا ہو۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی شیح دونوں نے بیان کیا کہ ماویہ نے کہا: جب آپ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا میری طرف ایک استرا بھیج دینا تاکہ شہادت کے لئے میں اس کے ساتھ (موئے زیر ناف کی) صفائی کر لوں۔ ماویہ کہتی ہیں میں نے محلے کے ایک لڑکے کو استرا دیا اور اسے کہا یہ استرا گھر میں

سے کہا: کیا میں مومنین کا امیر ہوں؟ پھر آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس وقت حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نفل ادا کیے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اے معاویہ! کیا تم حضرت حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اللہ سے نہ ڈرے؟ آپ نے کہا کیا میں نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے زیادہ گفتگو کی تو آپ نے ان سے کہا: تم میرے اور حجر کے معاملہ کو چھوڑ دو، میں کل قیامت کے روز اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تجھ سے ابوسفیان کا علم کہاں غائب ہو گیا؟ آپ نے جواب دیا: وہ اس وقت سے غائب ہو گیا ہے جب سے آپ جیسے لوگ میری قوم سے غائب ہو گئے ہیں۔

اس شخص کو دے آؤ۔ آپ کہتی ہیں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لڑکا استرادے کر واپس آ جائے لیکن پھر میں نے سوچا یہ میں نے کیا کیا، خدا کی قسم اب وہ شخص اس لڑکے کو قتل کر کے اپنا بدلہ لے لے گا اور یوں آدمی کے بدلے آدمی کا حساب ہو جائے گا۔ پھر جب لڑکے نے انہیں استرادیا تو آپ نے وہ اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر کہا: تیری جان کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے میری طرف یہ استرادے کر بھیجا تو کیا اسے میری غداری کا خوف نہ ہوا؟ پھر اسے جانے دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکا ماویہ کا بیٹا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عاصم نے بیان کیا: پھر کفار حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مقام تنعیم میں لائے تاکہ آپ کو وہاں پھانسی پر لٹکائیں۔ اس وقت آپ نے کفار سے کہا: **إِنْ دَأَيْتُمْ أَنْ تَدْعُونِي حَتَّى أَدْكِعَ رَكْعَتَيْنِ فافعلوا۔**

”اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہوگی۔“

انہوں نے کہا تمہیں اجازت ہے نفل پڑھ لو۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ پھر آپ نے قوم کفار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بخدا! اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں نے موت کے ڈر سے لمبی نماز ادا کی ہے تو میں ضرور لمبی نماز ادا کرتا۔ راوی فرماتے ہیں پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا۔ جب وہ آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ چکے تو آپ نے عرض کی:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟

سنت تو نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو کہتے ہیں تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سنت حسنہ اس لئے بنا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ میں اسے سرانجام دیا۔ آپ کے اس فعل کو مستحسن جانا گیا۔ معلمین نے اسے اچھا سمجھا، نیز نماز وہ بہترین عمل ہے جس کے ساتھ بندے کے اعمال ختم ہوتے ہیں۔ یہ دو رکعتیں تو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی ادا کی تھیں۔ یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ ہی کا واقعہ ہے۔ ہم سے حضرت ابوبکر بن طاہر بن طاہر اشجیلی نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابوعلی غسانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو عمر نمری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو القاسم عبدالوارث بن سفیان بن جبرون نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو قاسم بن اصغ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابوبکر بن ابی خيثمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابن معین نے خبر

اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ بَلَّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَيَلِّغُهُ الْغَدَاةَ مَا يُصْنَعُ بِنَا۔

”یا اللہ! بے شک ہم نے تیرے رسول مکرم ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی اطلاع کل اپنے حبیب کو پہنچا دے۔“

پھر آپ نے عرض کی:

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَّلَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔

”اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے، ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔“

پھر ان لوگوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے کہ اس روز میں بھی حضرت خبیب کے پاس ان لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا جو ابوسفیان کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب کی بددعا کے خوف سے مجھے زمین پر لٹا رہے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب کسی آدمی کو بددعا دی جائے اور وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس سے بددعا کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے، انہوں نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا، آپ نے فرمایا میں نے

دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر مصری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا میرے پاس یہ خبر پہنچی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طائف کے ایک آدمی سے ایک فخر کرائے پر لیا۔ کرایہ دار نے یہ شرط رکھی کہ وہ آپ کو وہاں اتار دے گا جہاں وہ چاہے گا۔ اس نے آپ کو ایک ویران جگہ لے جا کر کہا اتر جاؤ۔ آپ اتر گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اس ویرانے میں بہت سی لاشیں پڑی ہیں۔ جب اس شخص نے آپ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے کہا مجھے مہلت دو تا کہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں، اس نے کہا پڑھ لو۔ تم سے پہلے یہ لوگ بھی نفل ادا کر چکے ہیں لیکن ان کی نماز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ آپ فرماتے ہیں: جب میں نماز ادا کر چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ میں نے عرض کی: یا ارحم الراحمین! اس پر اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرنا۔ اس سے وہ ڈر گیا، وہ آواز دینے والے کی تلاش میں نکلا لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہ میری طرف لوٹا، میں نے پھر عبادی یا ارحم الراحمین! یہ واقعہ تین بار پیش آیا، تو اچانک میں نے

حضرت عقبہ کو یہ فرماتے سنا بخدا! میں نے حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں ان سے چھوٹا تھا بلکہ بنی عبدالدار کے ایک فرد ابو میسرہ نے ایک چھوٹا نیزہ لے کر میرے ہاتھ دیا پھر میرے ہاتھ اور نیزے کو پکڑ کر حضرت خبیب کو مارا، اس سے آپ قتل ہو گئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی کو شام کے کسی علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ وہاں لوگوں کی موجودگی میں ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس کا ذکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی تو ماؤف ہے۔ حضرت سعید ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا: اے سعید! یہ کیا تکلیف ہے جو تمہیں پہنچتی ہے؟ آپ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین بخدا! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن میں ان لوگوں کے ساتھ موجود تھا جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے موقع پر موجود تھے۔ میں نے آپ کی بددعائی سنی۔ بخدا! جب کبھی کسی مجلس میں میرے دل میں اس بددعا کا خیال گزرتا ہے تو مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی آپ پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اشہر حرام کے اختتام تک کفار کے ہاتھوں میں قید رہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

واقعہ رجب کے متعلق نزولِ قرآن کریم

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس واقعہ کے متعلق قرآن کریم کی جو آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔ جیسا کہ مجھ سے آل زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابن عباس

دیکھا کہ میرے سامنے ایک گھڑ سوار ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا نیزہ ہے جس کے سرے پر آگ کا شعلہ جل رہا ہے۔ اس نے وہ نیزہ اس شخص کو گھونپ دیا، وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گیا۔ اس پر وہ مر گیا، پھر اس گھڑ سوار نے کہا: جب تو نے پہلی بار یا ارحم الراحمین پکارا تو میں نے سنا تو میں آسمان پر تھا، جب تو نے دوسری مرتبہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تو نے تیسری دفعہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں تیرے پاس پہنچ گیا۔

حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزولِ قرآن کریم

فصل: علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے متعلق منافقین کے قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ

رضی اللہ عنہما کے مولیٰ عکرمہ سے یا حضرت سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رجب میں اس جماعت پر مصیبت نازل ہوئی جس میں حضرات مرثد اور عاصم رضی اللہ عنہما تھے تو بعض منافقین نے کہا: افسوس ہے ان پاگلوں پر جو اس طرح ہلاک ہو گئے۔ نہ وہ اپنے اہل و عیال میں رہ سکے اور نہ اپنے صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا پیغام پہنچا سکے۔ چنانچہ منافقین کے اس قول کے متعلق اور اس گروہ کو اس مصیبت کے بدلے جو بھلائی حاصل ہوئی، کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ ۚ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ (بقرہ)

قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ (البقرہ: 204) اکثر مفسرین آپ کے اس قول کے خلاف ہیں کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے حق میں نازل ہوئی۔ اسے ابو مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن کلبی نے کہا: میں مکہ میں تھا، مجھ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا: یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کی اولاد سے ایک آدمی نے میری بات سنی تو مجھ سے کہا: اے شخص! قرآن کریم اہل مکہ پر نازل ہوا ہے اس لئے تم جب تک مکہ میں موجود ہو کسی کا نام نہ لو۔ اسی طرح لوگوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (البقرہ: 207) (اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنا سارا مال قریش کے حوالے کر دیا تا کہ وہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے چھوڑ دیں۔ علامہ ابن ہشام نے اللڈ کی تفسیر پر مہلہل کے قول سے استشہاد کیا ہے۔ آپ نے کہا مہلہل کا نام امرؤ القیس ہے اور ان کا نام عدی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مہلہل نے اس شعر میں اپنے نام کی تصریح کی ہے جس سے ابن ہشام نے استشہاد کیا ہے۔ اس نے کہا:

ضَرَبْتُ صَدْرَهَا إِلَى وَ قَالَتْ يَا عَدِيًّا لَقَدْ وَقَّتْكَ الْآوَافِي
”اس عورت نے اپنا سینہ میری طرف جھکایا اور کہا اے عدی! بے شک تجھے اوائی نے بچا لیا ہے۔“

”اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں (یعنی جو وہ اپنی زبان سے اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے) اور وہ گواہ بنا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے (حالانکہ اس کے دل کا حال اس دعویٰ کے مخالف ہے جو وہ زبان سے کرتا ہے) حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے (یعنی جب وہ تیرے ساتھ گفتگو اور تبادلہ خیال کرتا ہے تو بڑا جھگڑالو ہے)۔“

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: **الْأَلْدُ** وہ شخص ہوتا ہے جو فتنہ و فساد برپا کرتا ہے اور اس کا جھگڑا بڑا شدید ہوتا ہے۔ اس کی جمع **أَلْدٌ** آتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے **وَتُذْنِبُ بِهِ قَوْلًا لَّدَا** (مریم) (اور ڈرائیں اس کے ذریعہ اس قوم کو جو بڑی جھگڑالو ہے) اور مہلبیل بن ربیعہ تغلی جس کا نام **امرو القیس** ہے اور اسے غدی بن ربیعہ بھی کہا جاتا ہے، اس نے کہا:

إِنَّ تَحْتَ الْأَحْبَارِ حَدًّا وَلَيْنًا وَ خَصِيْمًا أَلْدًا مِغْلَقٍ
”بے شک پتھروں کے نیچے سختی اور نرمی ہے اور ایک زبان دراز جھگڑالو مد مقابل ہے۔“

اور بقول ابن ہشام **ذَا مِغْلَقٍ** بھی مروی ہے، یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ لفظ **الْأَلْدُ** ہے یعنی سخت جھگڑالو۔ طرماح بن حکیم الطائی نے ایک گرگٹ کے وصف میں کہا:

يُوفِي عَلَى جِدْمِ الْجُدُولِ كَلَّةً خَصَمَ آبَرٌ عَلَى الْخُصُومِ أَلْدُ
”وہ درخت کے تنے کے اوپر سے جھانکتا ہے، گویا وہ ایسا جھگڑالو مد مقابل ہے جو اپنے مخالفین پر غالب آگیا ہو۔“

اسی میں ایک شعر ہے جسے ابن ہشام نے ذکر کیا ہے:

إِنَّ تَحْتَ الْأَحْبَارِ حَدًّا وَلَيْنًا وَ خَصِيْمًا أَلْدًا مِغْلَقٍ
یہ غنیم مجرمہ کے ساتھ **مِغْلَقٍ** بھی مروی ہے۔ **مِغْلَقٍ** کا معنی زبان ہے اور اگر غنیم مجرمہ کے ساتھ **مِغْلَقٍ** ہو تو اس سے مراد وہ بات ہے جو مد مقابل کا منہ بند کر دے اور اسے خاموش کر دے۔ اس کے بعد ہے:

حَيَّةٌ فِي الْوَجَارِ أَرْبَدٌ لَا يَنْفَعُ مِنْهَا السَّلِيمُ نَفْتُ الرَّاقِي
”ٹوکری میں ایک ایسا خاکستری سانپ ہے جس سے دم کرنے والے کا دم صحت مند آدمی کو کوئی نفع نہیں دے سکتا۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْفُسَادَ ﴿٢٥﴾ (البقرہ)

”اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے (ابن اسحاق نے معنی کیا ہے: جب وہ آپ کے پاس سے پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے) تو سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کر دے اور تباہ کر دے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نہ اس کے عمل کو پسند کرتا ہے اور نہ اس پر راضی ہوتا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۖ وَلَيْسَ إِلَٰهًا ۚ ﴿٢٦﴾ (البقرہ)

”اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈر تو اور اس کا ساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٧﴾ (البقرہ)

”اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔“

یعنی ان لوگوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے حقوق

اور عدی کا نام مہلہل اس کے اس شعر کی وجہ سے رکھا گیا:

لَمَّا تَوَقَّلَ فِي الْكُرَاعِ هَجِينُهُمْ هَلَهَلْتُ أَقَارُ جَابِرًا أَوْ صَنِيلًا
جب ان کا کمینہ شخص نیند کی حالت میں پہاڑی پر چڑھا تو میں جابر اور صنیل کو برا بیختہ کرنے لگا۔
هَلَهَلْتُ کا معنی ہے قریب ہونا یعنی قریب تھا کہ میں۔ اور آل الذلذالذین سے مشتق ہے۔
یہ گردن کی دونوں جانبوں کو کہتے ہیں اور الذل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے مکر و فریب سے کبھی ایب جانب لے جاتا ہے تو کبھی دوسری جانب۔ کہا جاتا ہے تَرَكَتُهُ يَتَلَذَّدُ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا کہ وہ حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا اور زجاج نے کہا اس آیت کریمہ میں خصام جمع ہے اور اس کا معنی خاصہ کرنا درست نہیں کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ جو افْعَلُ کے وزن پر آتا ہے وہ اپنے مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ زَيْدٌ أَفْصَحُ النَّاسِ کہ زید سب سے زیادہ فصیح ہے لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زَيْدٌ أَفْصَحُ الْكَلَامِ۔

کے قیام کے بدلے بیچ ڈالیں یہاں تک کہ وہ اس جہاد یعنی اسی واقعہ رجب میں شہید ہو گئے۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: یَشْرِي نَفْسَهُ کا معنی ہے وہ اپنی جان کو بیچ ڈالتا ہے اور شَرَوَا کا معنی ہے انہوں نے بیچا۔ یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا:

و شَرَيْتُ بُرْدًا لِيَتَيَّ مِنْ بَعْدِ بُرْدٍ كُنْتُ هَامَهُ
”اور میں نے برد کو بیچ دیا۔ کاش میں برد کے بعد سردار ہوتا۔“

برد اس کا ایک غلام تھا جسے اس نے بیچ دیا۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور شَرِي کا معنی خریدنا بھی ہوتا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَقُلْتُ لَهَا لَا تَجْزَعِي أُمَّ مَالِكٍ عَلَى ابْنِكَ إِنْ عَبْدٌ لَنِيْمٌ شَرَاهَا
”میں نے اسے کہا: اے ام مالک! اپنے دونوں بیٹوں پر جزع فزع نہ کرو، بے شک ایک کپنے غلام نے انہیں خرید لیا ہے۔“

پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: واقعہ رجب کے بارے میں کہے گئے اشعار میں سے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی ہیں جو آپ نے اس وقت کہے جب کفار آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے اکٹھے ہو گئے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر آپ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبُؤَا قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ
”کفار کے سارے گروہ میرے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں، انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے اور وہ سب کے سب یہاں جمع ہو گئے ہیں۔“

شیخ حافظ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر لفظ آذ اس باب تفصیل سے ہو جس کی مؤنث فُعْلٰی کے وزن پر آتی ہے تو یہ سابقہ تشریح حضرت حسن کا قول ہے۔ اور اگر یہ لفظ أَفْعَلُ کے اس باب سے ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتی ہے جیسے أَخْرَسُ اور خَرَسَاءُ (گونگا اور گونگی) تو اس صورت میں الْإِخْصَامُ باب مفاعله کا مصدر ہوگا۔ مفسرین کا ظاہر قول یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا معنی سخت

وَ كُتِبَ لَهُم مِّبْدَى الْعَدَاوَةِ جَاهِدْ عَلَى لِأَتَى فِي وَثَاقٍ بِمَضْبَعٍ
”اور وہ سب کے سب میرے ساتھ دشمنی ظاہر کرنے والے اور اس میں مجھ پر پوری کوشش
کرنے والے ہیں کیونکہ میں ایک رسی میں بندھا ہوا ہوں۔“

وَ قَدْ جَمَعُوا آبَنَانَهُمْ وَ نِسَانَهُمْ وَ قَرَّبْتُ مِنْ جِدْعٍ طَوِيلٍ مُنْعَمٍ
”اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پچاسی دینے کے لئے
انہوں نے مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔“

إِلَى اللَّهِ اشْكُوا غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي وَ مَا أَرَّضَدَ الْآخِرَابَ لِي عِنْدَ مَضْرَعِي
”میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا اور اس بات کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا
ہوں جو میری نغش کے گرتے وقت یہ گروہ اس کے ساتھ سلوک کریں گے۔“

فَذَا الْغُرْبِ صَبْرَتِي عَلَى مَا يُرَادِي فَقَدْ بَضَعُوا نَحْيِي وَ قَدْ يَأْسَ مَطْعَتِي
”اے عرش کے مالک! ان اذیتوں پر مجھے صبر عطا فرما جو مجھے دینے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔
انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے۔“

وَ ذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَ إِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْ صَالٍ شِلْوٍ مُنْعَمٍ
”اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے
اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرما دے۔“

وَ قَدْ خَيَّرُونِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتَ دُونَهُ وَ قَدْ هَمَلْتُ عَيْنَيَّ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعٍ
”اور انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کو کہا ہے حالانکہ اس کے سامنے موت ہے اور میری
آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں لیکن یہ جزع فزع نہیں (بلکہ خشیت الہی کے آنسو ہیں)۔“

وَ مَا بِي جِدَارُ الْمَوْتِ إِنِّي لَمَيْتٌ وَلَكِنْ جِدَارِي جَحْمُ نَارٍ مُلْفَعٍ
”اور مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، میں تو مرنے والا ہوں لیکن مجھے لپیٹ میں لے لینے والے
جہنم کی آگ کے شعلوں کا خوف ہے۔“

جھگڑا لیا ہے۔ پس اس صورت میں الذد مختصمت کی صفت سے ہوگا۔ اگرچہ اسے مجازی طور پر آدمی
کی صفت بنایا جاتا ہے۔ اس کی تائید شاعر کے اس قول سے ہوتی ہے وَ خَصِيْمًا الذَّ لِعْنِي نَحْتِ جَهْزَالُو
مد مقابل۔ شاعر نے نہ اسے مضاف کیا اور نہ یوں کہا: الذَّ مِنْ كَذَا۔ بلکہ شاعر نے اسے اصم اور
اشم وغیرہ کے باب سے ذکر کیا ہے (یعنی صفت مشبہ کے طور پر ذکر کیا ہے)۔ اس کی تائید اس کی جمع

قَالَ اللَّهُ مَا أَذْجُو إِذَا مَثَّ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مُضَرِّعِي
”قسم بخدا! جب میں مسلمان ہو کر مر رہا ہوں تو مجھے اس کا ذرا خوف نہیں کہ جب میری لاش
صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے۔“

فَلَسْتُ بِبَيٍّ لِلْعَدُوِّ تَخْشَعًا وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللَّهِ مُرْجِعِي
”میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا اظہار نہیں کروں گا، مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ
تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔“

حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار
کہے:

مَا بَالُ عَيْنَيْكَ لَا تَرَقًا مَدَامِغَهَا سَخَا عَلَى الصَّدْرِ مِثْلَ الذُّلُوفِ الْقَلْبِ
”تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کے آنسو لڑھکتے ہوئے موتیوں کی طرح سینے پر گرتے
گرتے رکتے ہی نہیں۔“

عَلَى خَبِيبٍ فَتَى الْفَتَيَانِ قَدْ عَلِمُوا لَا فَشِلٍ حِينَ تَلْقَا وَلَا نَزِقِ
”یہ آنسو نوجوانوں کے نوجوان خبیب پر بہہ رہے ہیں، لوگوں کو معلوم ہے کہ مقابلہ کے
وقت نہ وہ بزدل ثابت ہوتا اور نہ وہ بدخلق تھا۔“

فَاذْهَبْ خَبِيبُ جَزَاكَ اللَّهُ طَيِّبَةً وَ جَنَّةَ الْخُلْدِ عِنْدَ الْحُورِ فِي الرَّفَقِ
”اے خبیب! جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ اشیاء اور جنت الخلد کی جزاء عطا فرمائے اور رفقاء
کی مجالس میں حوروں سے سنگت عطا فرمائے۔“

مَاذَا تَقُولُونَ إِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ حِينَ الْمَلَائِكَةِ الْآبِرَارُ فِي الْآفَقِ
”جب ملائکہ ابرار افق پر حاضر ہوں گے تو اس وقت تم کیا جواب دو گے، اگر نبی کریم ﷺ
تم سے پوچھیں

فِيمَ قَتَلْتُمْ شَهِيدَ اللَّهِ فِي رَجُلٍ طَاعَ قَدْ أَوْعَتْ فِي الْبُلْدَانِ وَالرَّفَقِ

میں عربوں کے اس قول سے بھی ہوتی ہے قَوْمٌ لَذَّ۔ یعنی جھگڑا لڑا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ الْخَصِمُ الْأَلَذُّ
”اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ ناراضگی کا مستحق وہ شخص ہے جو بہت زیادہ جھگڑا لڑے۔“

کہ تم نے اللہ کے اس شہید کو کس جرم میں قتل کیا، کیا اس سرکش آدمی کے جرم میں جس نے تمام شہروں اور رفقاء کی جماعتوں میں فساد برپا کر دیا؟“

علامہ ابن ہشام نے کہا: الطرق بھی مروی ہے۔ ہم نے ان میں سے کچھ اشعار چھوڑ دیے ہیں کیونکہ ان میں آپ نے گالی دی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ جُودِي بِدَمْعٍ مِنْكَ مُنْسَكِبٍ وَأَبْكِي خُبَيْبًا مَعَ الْفَتَيَانِ لَمْ يُوْبِ
”اے آنکھ! اپنے مسلسل جاری ہونے والے آنسوؤں کی سخاوت کر اور اس خبیب پر روجو
نوجوانوں کے ساتھ واپس نہیں آیا۔“

صَفْرًا تَوَسَّطَ فِي الْأَنْصَارِ مَنَصِبُهُ سَنَحَ الشَّجِيئَةِ مَحْضًا غَيْرَ مُؤْتَشِبِ
”اس شکرے پر روجس کے منصب نے انصار میں درمیانی مقام حاصل کر لیا تھا، جو نرم
طبیعت کا مالک تھا اور ایسا خالص نسب والا تھا جس میں کوئی آمیزش نہ تھی۔“

قَدْ هَاجَ عَيْنِي عَلَى عِلَاتٍ عَبْرَتِهَا إِذْ قِيلَ نَصٌّ إِلَى جَدْعٍ مِّنَ الْخَشَبِ
”آنسوؤں کی تکالیف کے باوجود میری آنکھیں اس وقت جوش میں آ گئیں جب بتایا گیا
کہ خبیب کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔“

يَا أَيُّهَا الرَّأِيبُ الْغَادِي لِطَيْبَتِهِ أَبْلَغُ لَدَيْكَ وَعَيْدًا لَّيْسَ بِالْكَذِبِ
”اے صبح کے وقت اپنے مطلوبہ سفر پر روانہ ہونے والے سوار! اپنی طرف سے میری اس
دھمکی کا پیغام پہنچا دینا جو جھوٹی نہ ہوگی۔“

بَنِي كُھَيْبَةَ إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحتْ مَحْلُوبَهَا الصَّابُ إِذْ تَمْرَى لِمُخْتَلِبِ
ذیل ماں کے بیٹوں کو کہ جنگ کی اونٹنی حاملہ ہو چکی ہے، دودھ دوہنے والے کے لئے اس کا
دودھ حنظل کی طرح کڑوا ہو گا جب دودھ دوہنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا جائے گا۔

فِيهَا أَسْوَدُ بَنِي النَّجَارِ تَقْدُمُهُمْ شُهْبُ الْأَسِنَّةِ فِي مَعْصُوبٍ لَّجِبِ
”اس جنگ میں بنی نجار کے شیر ہوں گے جن کے آگے آگے شہابیوں کی طرح چمکدار تیرو

ابن محیسن نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے وَيَشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ۔ یاء اور ہاء کے فتح اور اسم
جلالت کی ہاء کے رفع کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اس کے دل میں ہے۔

سنان ایک شور برپا کرنے والے لشکر عظیم کے ساتھ ہوں گے۔“
 علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ قصیدہ سابقہ قصیدے کی مثل ہے اور بعض علمائے شعر حضرت
 حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف ان دونوں قصیدوں کی نسبت کا انکار کرتے ہیں اور ہم نے
 حضرت خبیب کے اس واقعہ کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار اسی
 سبب کی وجہ سے ترک کر دیے ہیں جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:
 لَوْ كَانَتْ فِي الدَّارِ قَوْمٌ مَّاجِدٌ بَطْلٌ أَلَوِي مِنَ الْقَوْمِ صَفْرٌ خَالَهُ نَاسٌ
 ”اگر اس گھر میں جو انمرد، صاحب مجد و شرف، بہادر، تمام قوم سے بڑھ کر مقابلہ کرنے والا
 اور شکرے کی طرح ٹوٹ کر حملہ کرنے والا شخص ہوتا جس کا ماموں انس ہے

إِذَنْ وَجَدْتَ عُثَيِّبًا مَجْلِسًا فِسْحًا وَ لَمْ يُشَدَّ عَلَيْكَ السِّجْنُ وَالْحَرَسُ
 تو اے خبیب! پھر تو ایک کشادہ مجلس پاتا اور تجھ پر قید و بند کی حراست کی سختی نہ ہوتی۔“
 وَ لَمْ تَسْقُكْ إِلَى التَّعِيمِ ذِغِفَةً مِنَ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ
 اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے قبائل کے مخلوط گروہ تجھے تعیم کی طرف نہ لے جاتے
 جن میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جن کے بارے میں قبیلہ عدس نے اپنی نسبت کا انکار کر دیا ہے۔
 دَلُوكَ غَدْرًا وَهُمْ فِيهَا أَوْلُو عُلْفٍ وَ أَنْتَ ضَيْمٌ لَهَا فِي الدَّارِ مُحْتَبَسُ
 ”ان بد بختوں نے تمہیں غداری اور دھوکے سے نیچے گرا دیا حالانکہ ان قبائل میں یہ وعدہ
 خلافی کرنے والے لوگ ہیں اور تو گھر میں محبوس ہو کر ان کے سامنے مغلوب ہو گیا تھا۔“

حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر
 صاحب سیرت نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ
 کے جو اشعار ذکر کیے ہیں ان میں آپ کا قول ہے:

مِنْ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ

آپ کے قول مَنْ نَفَتْ عُدَسُ سے مراد جحیر بن ابی اہاب بن مرین ہے۔ اسے بنی عدس بن
 زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حظلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے بلکہ یہ بنی
 ربیعہ بن مالک بن حظلہ کا ایک فرد ہے۔ اس کے نسب میں اسی اختلاف کی وجہ سے یہاں حضرت
 حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت کے لئے بنی عدس کا انکار ذکر کیا ہے اور عدس اگر دال کے ضمہ کے

علامہ ابن ہشام نے کہا: انس سے مراد اصم سلمیٰ ہیں جو مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ماموں ہیں اور آپ کے قول مِنْ نَفْتِ غَدَسِ سے مراد حجر بن ابی اہاب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد اعشی بن زرارہ بن نباش اسدی ہے۔ وہ بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت قریش کے جو لوگ آپ کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل، سعید بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبدود، بنی زہرہ کا حلیف اخنس بن شریق ثقفی، بنی امیہ بن عبد شمس کا حلیف عبیدہ بن حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سلمیٰ، امیہ بن ابی عتبہ اور بنو حضرمی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

کفار نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ پر جو ظلم کیا اس کی مذمت کرتے ہوئے اور ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

أَبْلَغُ نَبِيٍّ عَمِرُوا بِأَنَّ أَعْمَهُمْ شَرَّاهُ أَمْرُو قَدْ كَانَ لِلْعَذْرِ لَازِمًا
 ”(اے مخاطب!) بنی عمرو کو یہ خبر پہنچا دو کہ ان کے بھائی (خبیب) کو ایک ایسے انسان نے بیچ ڈالا ہے جو غداری کے ساتھ ہر وقت لازم رہتا ہے۔“

شَرَّاهُ ذُهَيْرُ بْنُ الْأَغْرِ وَ جَامِعٌ وَ كَانَ جَمِيعًا يَرْكَبَانِ الْحَارِمًا
 ”اسے زہیر بن اغر اور جامع نے بیچ ڈالا ہے اور یہ دونوں حرام کاموں کا ارتکاب کرتے

ساتھ ہو تو وہ قبیلہ تمیم میں ہے اور وہ یہی شخص ہے۔ اس کے علاوہ عرب میں ہر عدس وال کے فتح کے ساتھ ہے۔ یہ عَدَسٌ فِي الْأَرْضِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی زمین میں جائے، واللہ اعلم۔ دال کے فتح کے ساتھ ایک عدس انصار کے قبیلہ بنی نجار میں ہے اور وہ عدس بن عبیدہ ہے۔ یہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کا دادا ہے۔ بعض علمائے نسب نے کہا ہے کہ عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، یہ دال کے فتح کے ساتھ عَدَسٌ ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور و معروف ہے۔

رہتے ہیں۔“

أَجْرُكُمْ فَلَمَّا أَنَّ أَجْرَكُمْ غَدَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ بِاِتِّفَاقٍ الرَّجِيعِ لَهَادِمًا
”تم نے پناہ دی لیکن جب پناہ دی تو غداری کی اور تم نے مقامِ رجیع کے اطراف میں اس پر
بڑی بہادری کا اظہار کیا۔“

فَلَيْتَ خُبَيْبًا لَمْ تَخُنْهُ اِمَانَةً وَ لَيْتَ خُبَيْبًا كَانَ بِالْقَوْمِ عَلِيًا
”کاش! خبیب سے امانت خیانت نہ کرتی اور کاش! خبیب اس قوم سے واقف ہوتا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: زہیر بن اغر اور جامع دونوں وہ ہندلی ہیں جنہوں نے حضرت خبیب
رضی اللہ عنہ کو بیچا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اِنْ سَوَّكَ الْغَدْرُ صِرْفًا لَا مِزَاجَ لَهُ فَاتِ الرَّجِيعِ فَسَسُ عَنْ دَارِ لَحْيَانِ
”اگر تجھے صرف وہ غداری ہی خوش کرتی ہے جس میں کوئی آمیزش نہیں تو مقامِ رجیع پر آ اور
لحیان کا گھر پوچھ لے۔“

قَوْمٌ تَوَاصَوْا بِاَكْلِ الْجَارِ بَيْنَهُمْ فَالْكَلْبُ وَالْقِرْدُ وَالْاِنْسَانُ مِثْلَانِ
”وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے پڑوسی کو کھالینے کی باہم وصیت کر رکھی ہے، پس کتے، بندر اور
یہ انسان سب برابر ہیں۔“

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے تختے پر
چڑھایا تو آپ نے یہ بددعا کی: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدَدًا (اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر
دے اور ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے)۔ جس شخص نے اسے باء کے کسرہ کے ساتھ بَدَدًا روایت کیا
ہے تو اس کے مطابق یہ مصدر ہے جو اَلْتَبَدُّ (بکھرنا، متفرق ہونا) کے معنی میں ہے یعنی وَاَقْتُلْهُمْ ذَوِي
بَدَدٍ۔ انہیں اس حالت میں ہلاک کر دے کہ وہ بکھرنے والے ہوں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیا حضرت
خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا ان کے حق میں قبول ہوئی اور آیا اس طرح کے بندے کی ایسی حالت میں دعا
قبول ہوتی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ ان میں اس شخص کے حق میں یہ بددعا قبول ہوئی جس کا اللہ تعالیٰ کو
پہلے علم تھا کہ وہ کافر ہو کر مرے گا اور جو ان میں سے اسلام لے آئے وہ نہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی
مراد تھے اور نہ آپ نے اپنی دعا میں ان کا قصد کیا۔ اور ان میں سے جو اس بددعا کے بعد حالت کفر میں

لَوْ يَنْطَلِقُ النَّيْسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَ ذَا شَانٍ
 ”اگر کسی روز مینڈھے کو قوت گویائی حاصل ہوتی تو وہ انہیں خطاب کرنے لگتا اور ان میں
 زیادہ عزت و شرف والا ہوتا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر مجھے ابو زید بن انصاری نے سنایا:
 لَوْ يَنْطَلِقُ النَّيْسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَ ذَا شَانٍ
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہذیل کی ہجو کرتے
 ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

سَأَلْتُ هَذَيْنِ رُسُولَ اللَّهِ فَاجِفَةً ضَلْتُ هَذَيْنِ بِنَا سَأَلْتُ وَ لَمْ تُصِبِ
 ”قبیلہ ہذیل نے رسول اللہ ﷺ سے ایک فحش چیز کی درخواست کی، بنی ہذیل اپنی اس
 درخواست میں گمراہ ہو گئے اور صحیح بات نہ کی۔“

سَأَلُوا رَسُولَهُمْ مَا لَيْسَ مُعْطِيَهُمْ حَتَّى الْمَمَاتِ وَ كَانُوا سُبَّةَ الْعَرَبِ
 ”انہوں نے اپنے رسول سے ایسی چیز کی درخواست کی ہے جو آپ کسی صورت میں انہیں
 نہیں دے سکتے خواہ موت واقع ہو جائے اور یہ لوگ عربوں کے لئے باعث عار ہیں۔“

وَ لَنْ تَرَى لِهَذَيْنِ دَاعِيًا أَبَدًا يَدْعُو لِكُومَةٍ عَنْ مَنَازِلِ الْحَرْبِ
 ”اور تو بنی ہذیل کے لیے کبھی ایسا داعی نہ دیکھے گا جو لوٹ مار کے مقام پر کسی شرافت کی
 دعوت دیتا ہو۔“

لَقَدْ أَرَادُوا جِلْدَ الْفُحْشِ وَيَحْتَمُ وَ أَنْ يُجْلُوا حَرَامًا كَانَ فِي الْكُتُبِ
 ”ان کا براہو، انہوں نے فحش عادات کا ارادہ کیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ وہ ایسی چیز کو
 حلال کریں جو پہلی کتابوں میں بھی حرام تھی۔“

قتل ہوئے تو وہی ایسے لوگ ہیں جو منتشر ہو کر ہلاک ہوئے نہ وہ کسی لشکر میں شامل تھے اور نہ اس طرح
 جمع تھے جیسے میدان احد میں اور اس سے پہلے میدان بدر میں ان کا اجتماع تھا۔ اگرچہ غزوہ خندق حضرت
 غیب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد پیش آیا لیکن اس میں بھی جو کفار ہلاک ہوئے وہ اکیلے اکیلے منتشر
 ہو کر ہی ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد کسی غزوہ میں بھی ان کا اجتماع اور لشکر نہیں تھا۔ اس طرح حضرت
 غیب رضی اللہ عنہ کی یہ بددعا اپنی حقیقی صورت میں ان لوگوں کے حق میں مقبول ہوئی جن کا آپ نے
 ارادہ فرمایا تھا، لیکن حاشا وکلا ایسی بات نہیں کہ آپ نے ان کے اسلام اور ایمان کو ناپسند کیا ہو۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے:
 لَعَنِي لَقَدْ شَانَتْ هَذِيلَ بَنَ مُدْرِكٍ أَحَابِيثُ كَانَتْ فِي حُبَيْبٍ وَ غَاصِمٍ
 ”مجھے اپنی جان کی قسم! ہذیل بن مدرک کو ان باتوں نے معیوب بنا دیا ہے جو خبیث اور
 عامم کے بارے میں ہوئی ہیں۔“

أَحَابِيثُ لَحْيَانٍ صَلُّوا بِقَبِيحِهَا وَ لَحْيَانُ حَرَامُونَ شَرُّ الْجَرَائِمِ
 ”لحیان کی باتوں نے (انہیں معیوب بنا دیا ہے) جنہوں نے قبیح باتوں کی آگ تاپی اور
 لحیان برے سے برے جرائم کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔“

أَنَسَ هُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ فِي صَيْبِهِمْ بِنَزْلَةِ الزَّمْعَانِ ذُبُرَ الْقَوَادِمِ
 ”یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم سے خالص النسب ہونے کے باوجود ان بالوں کے مرتبے پر
 ہیں جو کسی چوپائے کے اگلے پاؤں کی کلائیوں کی پھلی سمت ہوتے ہیں۔“

هُمْ غَدَرُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ وَ أَسَلَتِ أَمَانَتَهُمْ ذَا عِفَّةٍ وَ مَكَارِمِ
 ”ان لوگوں نے ہی رجع کے روز غداری کی اور ان کی امانت کا یہ حال تھا کہ ایک پاکدامن
 اور نیک سیرت انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔“

رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ غَدَرًا وَ لَمْ تَكُنْ هَذِيلُ تَوَلَّى مُنْكَرَاتِ الْمَحَارِمِ
 ”رسول اللہ ﷺ کے قاصد سے غداری کی اور بنی ہذیل نے بدترین حرام کاموں سے بھی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کہیبہ کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیث اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت
 حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ ان اشعار میں نہ کوئی معنی مخفی ہے اور نہ کوئی لفظ اجنبی اور غریب
 ہے جس کی وضاحت کی ضرورت ہو، لیکن ایک قصیدہ میں یہ شعر ہے:

بَنِي كُهَيْبَةَ أَنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِخَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں کہیبہ کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا یہ ان کی ماں کا علم
 ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے بَنِي ضَوْطَرَى، بَنِي الْغُبَرَاءِ اور بَنِي دَرْدَا۔ شاعر کا قول
 ہے:

أَوْلَادُ دَرْدَا أَسْلَوُكَ وَ طَارُوا

”دردہ کی اولاد تیرے سامنے جمع گئی اور وہ تیری طرف اڑ کر آئے۔“

اجتناب نہ کیا۔

فَسَوْفَ يَرَوْنَ النَّصْرَ يَوْمًا عَلَيْهِمْ بِقَتْلِ الَّذِي تَحْيِيهِ دُونَ الْحَرَانِمْ
”یہ لوگ عنقریب دیکھیں گے کہ کسی دن اس شخص کے قتل کے انتقام میں ان پر غلبہ پالیا جائے گا جسے کفار کی آڑ سے بچا رہے تھے۔“

آبَابِلُ دَبْرُ شَسِ دُونَ لَحِيهِ حَتَّ لَحْمَ شَهَادِ عِظَامِ الْمَلَا حِمِ
شہد کی مکھیوں کے جتھے جو اس (کی لاش) کے گوشت کی مدافعت کر رہے تھے، ان مکھیوں نے بڑے بڑے معرکوں میں حاضر رہنے والے لوگوں (کی لاشوں کے) گوشت کی حفاظت کی۔
لَعَلَّ هَذَا يَلَا أَنْ يَرَوْا بِبُصْبِهِ مَصَارِعَ قَتْلَى أَوْ مَقَامًا لِمَاتِمِ
”شاید بنی ہذیل بھی اپنی ایذا رسانی کے بدلے اپنے مقتولوں کا مقتل یا ماتم کرنے والی عورتوں کے گروہ کی جگہ دیکھ لیں۔“

وَنُوقِعَ فِيهِمْ وَقْعَةً ذَاتَ صَوْلَةٍ يُوَافِي بِهَا الرُّكْبَانُ أَهْلَ الْمَوَاسِمِ
”اور ہم ان میں ایک ایسے حملے والی جنگ برپا کر دیں جس میں نشان زدہ اونٹوں کے سوار شریک ہوں۔“

بَلَمُرِ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّ دَسْوَلَهُ دَأَى دَأَى ذِي حَزْمٍ بِلَحْمَانِ عَلِيمِ
”اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم کے ساتھ (شریک ہوں) بے شک رسول اللہ ﷺ نے لحيان کے متعلق یہ ایک دانا اور عالم انسان والی رائے قائم کی ہے۔“

قَبِيلَةُ لَيْسَ الْوَفَاءُ يَهُنُّهُمْ وَإِنْ ظَلَمُوا لَمْ يَدْفَعُوا كَفَّ ظَلَمِ
”وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جنہیں وفاداری کا جذبہ ابھار نہیں سکتا اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ ظالم کا ہاتھ روک کر اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے۔“

یہ تمام ان لوگوں کے نام ہیں جنہیں سب و شتم کیا جاتا ہے اور ان سے مراد گھٹیا اور کم مرتبہ لوگ ہیں اور کھیمۃ الکھیمۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے میا لارنگ، یہ اسی طرح ہے جس طرح اہل عرب کا یہ قول ہے: بَنِي الْغُبَاءِ یعنی میا لے رنگ والی عورت کی اولاد۔ اس قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اکثر اشعار بنی ہذیل کی ہجو میں ہیں کیونکہ وہ قارہ کے بھائی تھے اور حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ غداری میں ان کے ساتھ شریک تھے۔ ہذیل اور خزیمہ مدرکہ بن الیاس کی اولاد ہیں اور عضل اور قارہ بنی خزیمہ کے افراد ہیں۔

إِذَا النَّاسُ حَلُّوا بِالْفَضَاءِ رَأَيْتَهُمْ بِمَجْرَى مَسِيلِ الْمَاءِ بَيْنَ الْمَحَارِمِ
”جب لوگ میدان میں اترے تو تم بنی لحيان کو دیکھتے تھے کہ وہ نشیبی زمینوں کے درمیان پانی
کا ریلا گزرنے کی جگہ پر پڑے ہیں۔“

مَحَلُّهُمْ دَارُ الْبَوَارِ وَرَأَيْتَهُمْ إِذَا نَابَهُمْ أَمْرٌ كَرَّأَى الْبَهَائِمِ
”ان کا ٹھکانہ ہلاکت کا گھر ہے اور جب ان پر کوئی سخت معاملہ آ پڑے تو ان کی رائے
چوپائیوں کی رائے کی طرح ہوتی ہے۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:
لَحَى اللَّهُ لَحْيَانًا فَلَيْسَتْ وَمَاؤُهُمْ لَنَا مِنْ قَتِيلَى غَدَرَةٍ بَوَفَاءِ
”اللہ تعالیٰ لحيان پر لعنت کرے، ان سب کے خون بھی ہمارے دھوکے کے ساتھ قتل کیے
گئے لوگوں کا بدلہ نہیں بن سکتے۔“

هُوَ قَتَلُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ ابْنَ حُرَّةٍ أَخَاتِقَةٍ فِي وَدَّةٍ وَ صَفَاءِ
”انہی لوگوں نے رجیع کے دن ایک آزاد عورت کے بیٹے کو قتل کر ڈالا جو اپنی محبت اور خلوص
میں ایک قابل اعتماد شخص تھا۔“

فَلَوْ قَتَلُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ بِأَسْرِهِمْ بِيَذَى الذَّبْرِ مَا كَانُوا لَهُ بِكَفَاءِ
”اس لئے اگر یہ سب کے سب رجیع کے روز اس شخص کے بدلے قتل کر دیے جاتے جس کی
لاش کی مکھیوں نے حفاظت کی (عامم بن ارح) تو یہ سب اس کی طرف سے کافی نہ تھے۔“

قَتِيلٌ حَمَتُهُ الذَّبْرُ بَيْنَ بَيُوتِهِمْ لَدَى أَهْلِ كُفْرِ ظَاهِرٍ وَ جَفَاءِ
”وہ ایسے مقتول تھے کہ شہد کی مکھیوں نے ان جفاکش اور کھلے کافروں کے سامنے ان کے
گھروں کے درمیان ان کی لاش کی حفاظت کی۔“

فَقَدْ قَتَلْتَ لَحْيَانُ أَكْرَمَ مِنْهُمْ وَ بَاعُوا خُبَيْبًا وَيْلَهُمْ بِلَفَاءِ
”پس لحيان نے اپنے سب سے بلند مرتبہ انسان کو قتل کر دیا، ان کے لئے ہلاکت ہوا انہوں
نے ایک حقیر چیز کے بدلے خبیب کو بیچ ڈالا۔“

فَإِنَّ لِلْحَيَّانِ عَلَى كُلِّ حَالَةٍ عَلَى ذِكْرِهِمْ فِي الذِّكْرِ كُلِّ عَفَاءِ
”تو توف ہے لحيان پر ہر حالت میں، دوسرے لوگوں کے ذکر میں ان کے ذکر پر مٹی پڑی
ہوئی ہے۔“

قَبِيلَةً بِاللُّؤْمِ وَالْفَدْرِ تَفْتَرِي فَلَمْ تَسِرْ يَخْطِي لَوْمَهَا بِخَفَاءِ
 ”وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جو ایک دوسرے کو کینگی اور غداری کی ترغیب دلاتے ہیں
 لیکن انکی کینگی کسی طرح چھپائے نہیں چھپتی۔“

فَلَوْ قَتَلُوا لَمْ تَوْفِ مِنْهُ دِمَاءُ هُمْ بَلَىٰ إِنْ قَتَلَ الْقَاتِلِيهِ شِفَافِي
 ”اگر یہ سب قتل کر دیے جاتے تو بھی ان سب کے خون اس (عاصم) کے خون کا بدلہ پورا نہ
 کر سکتے۔ البتہ اس کے قاتلوں کو قتل کر دینا میرے لئے تسکین کا باعث ہوگا۔“

فَالَا أَمْتُ أَذْعَرَ هَذَيْلًا بِغَارَةٍ كَغَاوَى الْجَهَامِ الْمُتَعَدِي بِإِفَاءِ
 ”اگر میں زندہ رہا تو میں بنی ہذیل کو ایک غارت گری کے ساتھ صبح کے وقت چھا جانے
 والے بادل کی طرح دہشت زدہ کروں گا اور مال غنیمت لے کر لوٹ آؤں گا۔“

يَأْمُرُ رَسُولُ اللَّهِ وَالْأَمْرُ أَمْرًا يَبِيتُ لِلْحِمَانِ الْخَنَاءِ بِفَنَاءِ
 ”یہ سب کچھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کروں گا اور حکم تو دراصل آپ کا حکم ہے۔
 لیحان کے بدمعاش لوگ کھلے میدان میں رات بسر کر رہے تھے۔“

يُصْبِحُ قَوْمًا بِالرُّجِيعِ كَانْتَهُمْ جَدَاءُ شَتَائِنَ غَيْرٍ وَفَاءِ
 ”صبح ہوتے ہی مقام رגיע میں ایک قوم سے لڑنے لگے گویا وہ بکری کے بچے ہیں جو حرارت
 کے بغیر سردی کی رات بسر کر رہے ہیں۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ججو میں یہ اشعار بھی کہے:

فَلَا وَاللَّهِ مَا تَذَرِي هَذَيْلَ أَصَابَ مَاءُ ذَمْرَمَ أَمْ مَشُوبُ
 قسم بخدا قبیلہ ہذیل کے لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ آیا بَرَزْمِزَم کا پانی صاف ہے یا گدلا۔
 وَلَا لَهُمْ إِذَا اغْتَمَرُوا وَحَجُّوا مِنَ الْحِجْرَيْنِ وَالسَّعْيِ نَصِيبُ
 ”اور یہ لوگ جب عمرہ یا حج کرتے ہیں تو حجر اسود اور مقام ابراہیم اور صفا و مرودہ کے درمیان
 سعی کی جگہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔“

وَلَكِنَّ الرُّجِيعَةَ لَهُمْ مَحَلُّ بِهِ اللَّؤْمُ النَّبِينِ وَالْعُيُوبُ
 لیکن مقام رגיע ہی ان کا مقام ہے جہاں ان کی کھلی کینگی اور عیوب (کا اظہار ہوتا ہے)۔
 كَانْتَهُمْ لَدَى الْكُنَاتِ أَصْلًا تُبُوسُ بِالْحِجَاذِ لَهَا نَبِيبُ
 ”یہ لوگ گویا شام کے وقت گمروں میں چھپا کر رکھی ہوئی چیزوں کے پاس رکھے گئے ہیں

(یعنی کمزور اور بزدل ہیں) اور (حج کے ایام میں) حجاز میں قربانی کے بکرے ہیں جو شور و غل کرتے رہتے ہیں۔“

هُم غَرُّوا بِذِمَّتِهِمْ خُبَيِّبًا فَبَنَسَ الْعَهْدُ عَهْدَهُمُ الْكَذُوبُ
”ان لوگوں نے ہی اپنی ذمہ داری کے باوجود خبیب کو دھوکہ دیا۔ پس ان کا جھوٹا عہد و پیمان بہت ہی برا عہد و پیمان ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس قصیدے کا آخری شعر ابو زید انصاری سے مروی ہے۔

حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

صَلَّى الْإِلَٰهَ عَلَى الَّذِينَ تَتَابَعُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ فَأَكْرَمُوا وَ أَثْبِتُوا
”اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت نازل فرمائے جو یکے بعد دیگرے رجیع کے دن شہید ہو گئے۔
اس بنا پر وہ معزز و مکرم بھی ہو گئے اور ثواب کے مستحق بھی بن گئے۔“

رَأْسُ الشَّرِيَّةِ مَرْتَدٌ وَ أَمِيرُهُمْ وَ ابْنُ الْبَكْرِ أَمَامُهُمْ وَ خُبَيْبُ
”اس لشکر کے سردار اور امیر مرثد اور امام اور پیشوا ابن بکر اور خبیب تھے۔“

وَ ابْنُ لَطَارِقٍ وَ ابْنُ دَثَّةٍ مِنْهُمْ وَ أَفَلَا ثُمَّ حِمَامَةُ الْمَكْتُوبِ
”اور ان میں ابن طارق اور ابن دثنہ بھی تھے جن کے ساتھ تقدیر میں لکھی ہوئی موت نے

حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَ ابْنُ لَطَارِقٍ وَ ابْنُ دَثَّةٍ مِنْهُمْ۔ یہاں آپ نے علم سے تنوین کو اسی طریقے پر حذف کیا جس طرح آپ کے اس قول میں گزر چکا ہے: شَلْتُ يَدَا وَ حَشِيَّتِي مِنْ قَاتِلٍ۔ اگر آپ تنوین کو حذف کرتے وقت اسے نصب دیتے اور اسے غیر منصرف اسم کی طرح رکھتے جس کی حالت جری فتح کے ساتھ آتی ہے تو یہ طریقہ قیاس صحیح کے موافق ہوتا کیونکہ جرتنوین کے تابع ہے۔ جب تنوین زائل ہو جائے تو جری بھی زائل ہو جاتی ہے تاکہ اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ ضمیر متکلم اُریاء ہو تو اسے عموماً حذف کر دیا جاتا ہے اور

وہاں وفاداری کی۔“

وَالْعَاصِمُ الْمَقْتُولُ عِنْدَ رَجِيعِهِمْ كَسَبَ الْمَعَالِي إِنَّهُ لَكَسُوبٌ
”اور ان میں عاصم بھی تھے جنہیں رجیع کے پاس قتل کر دیا گیا، انہوں نے مراتب عالیہ حاصل کیے، بے شک وہ ان مراتب کے حصول میں بہت تیز رو تھے۔“

مَنْعَ الْمَقَادَّةَ أَنْ يَنَالُوا ظَهْرَهُ حَتَّى يُجَالِدَ إِنَّهُ لَنَجِيبٌ
”انہوں نے (یعنی حضرت عاصم نے) ذلت اور گراؤٹ سے اپنا دفاع کیا مبادا کہ دشمن

اس کے بجائے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اکثر غیر منصرف اسماء میں تنوین کا یہ حذف اس لئے ہوتا ہے کہ اسم اس سے مستغنی ہوتا ہے کیونکہ یہ تنوین عدم اضافت کی علامت ہوتی ہے اس لئے ہر وہ اسم جس میں اضافت کا وہم نہ ہو اس میں تنوین کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جب اسے تنوین نہیں دی جاتی تو اسے کسرہ بھی نہیں دیا جاتا کیونکہ اس طرح اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔ غزوہ احد کے متعلق اشعار میں یہ قول گزرا ہے: كُنَّارِ أَبِي حُبَابٍ وَالْظَّبِينَا۔ اس میں حُبَابٍ کی باء پر حالت جری میں فتح آیا ہے۔ اور ہر علم کا حق یہ ہے کہ اس پر تنوین نہ آئے کیونکہ وہ اضافت سے مستغنی ہوتا ہے، جیسا کہ معرفہ کی تمام اقسام پر تنوین نہیں آتی لیکن ان میں سے بعض اسمائے معرفہ پر اس سبب کی وجہ سے تنوین آ جاتی ہے جو ہم نے غیر منصرف اسماء کے اسباب میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند اسباب ہم نے لکھے ہیں لیکن طارِق اور وحشی میں کسرہ مروی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ضرورت شعری کی بناء پر ہے، لیکن اہل عرب نے اپنے اکثر کلام میں ان اسماء میں کسرہ کو تنوین کے تابع نہیں کیا کیونکہ ان اسماء میں ضمیر متکلم کی طرف اضافت کا وہم نہیں ہوتا کیونکہ یہ اسماء اشعار میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں، اس لئے ان میں التباس بعید ہے۔

خَبِيبٌ اور بَدِيلُ کا مادۂ اشتقاق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

وَأَبْنُ الْبَكْرِ إِمَامُهُمْ وَ خَبِيبٌ

آپ قافیہ کا حرف یاء ماقبل مفتوح لائے ہیں۔ اس بارے میں پہلے دو مرتبہ گفتگو ہو چکی ہے اور لغت میں خَبِيبٌ خَبُّ کی تصغیر ہے اور خَبُّ مکار اور دھوکہ باز آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خَبِيبٌ سے حَبَّ کی تصغیر ہو۔ اس صورت میں یہ تصغیر ترخیم کے باب سے ہوگا اور تصغیر ترخیم وہ ہوتی ہے جو زائد حروف کے حذف پر مبنی ہو۔ اور بَدِيلُ کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی تصغیر ترخیم کے

ان کی پیٹھ پر قابو پالیں جب تک وہ اچھی طرح مقابلہ نہ کر لیں بے شک وہ بڑے نجیب اور شریف تھے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا آخری شعر اس طرح بھی مروی ہے حَتَّى يُجَدِّلَ إِنَّهُ لَنَجِيبٌ۔
علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

طریقے پر مصغر ہے کیونکہ یہ هُوَذَلِ الرَّجُلُ بِبَوْلِهِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آدن اپنے پیشاب کو دور پھینکے۔ گویا یہ بھی حروفِ زوائد کے حذف پر مَهْوَذَلِ کی تصغیر ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تصغیر ترنیم کے طریقے پر ہی هُذَلُولِ کی تصغیر ہو اور هُذَلُولِ ریت کے چھوٹے ٹیلے کو کہتے ہیں۔
ہمزہ کے بغیر سَالَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

سَالَتْ هُذَيْلٌ دَسُولَ اللَّهِ فَاحِشَةً

اس شعر میں سَالَتْ ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ نہیں بلکہ یہ ایک علیحدہ لغت ہے جس کی دلیل عرب کا یہ قول ہے تَسَايَلَ الْقَوْمُ (قوم ہر طرف سے آئی)۔ اُسر اس میں تسہیل ہوتی تو ہمزہ بین بین ہوتا اور اس طرح شعر کا وزن درست نہ رہتا کیونکہ بین بین ہمزہ متحرک ہمزہ کی طرح ہی ہوتا ہے اور جب یہ ساکن ہو تو الف میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے: الْيُنْسَاءُ (لاٹھی) لیکن یہ بات ایسی ہے جس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور جب سَالٌ میں ایک لغت سَالٌ ہے تو لازمی طور پر اس کا مضارع يَسِيْلٌ ہوگا لیکن یونس نے یوں حکایت کیا ہے سِلْتُ تَسَالُ جیسے خِفْتُ تَخَافُ ہے۔ یہ ان کے نزدیک اجوف واوی ہے اور زجاج نے کہا الرَّجُلَانِ يَتَسَايَلَانِ۔ اور نحاس اور مبرد نے کہا يَتَسَاوَلَانِ۔ یہ اسی کی مثل ہے جو یونس نے حکایت کیا ہے۔

حادثہ بر معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ بقیہ شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینوں میں (مدینہ منورہ میں) مقیم رہے اور اس سال حج کا انتظام مشرکین نے کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے چار ماہ بعد ماہ صفر میں اصحاب بر معونہ کو روانہ کیا۔

بر معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب

اصحاب بر معونہ کے واقعہ کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت مغیرہ بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام سے روایت کیا۔ نیز یہ واقعہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور دیگر اہل علم

واقعہ بر معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اصحاب بر معونہ چالیس تھے جبکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ستر آدمی تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔

ملاعب الاسنہ، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء

علامہ ابن اسحاق نے ابو براء ملاعب الاسنہ کا ذکر کیا اور یہ کہ اس نے اصحاب بر معونہ کو اہل نجد سے پناہ دی تھی۔ ملاعب الاسنہ یہ عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے۔ اسے یوم سوبان کو ملاعب الاسنہ کا لقب دیا گیا۔ یہ ایام جبلہ میں سے ایک لڑائی کا دن ہے اور ایام جبلہ بنی قیس اور بنی تمیم کے درمیان ہونے والی جنگ کے ایام ہیں۔ جبلہ ایک بلند پہاڑ کا نام ہے۔ اس واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔ اس شخص کو سوبان کے روز ملاعب الاسنہ کا لقب ملنے کا سبب یہ بنا کہ اس کے بھائی نے جس کا نام طفیل بن مالک تھا اور جو فارس قرزل کے لقب سے مشہور تھا، اسے جنگ کے روز دشمن کے حوالے کر دیا اور خود بھاگ گیا۔ اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا:

فَرَرْتُ وَ أَسَلْتُ ابْنَ أُمِّكَ عَامِرًا يَلْعَبُ أَطْرَافَ الْوَشِيِّ النَّزْعَنَعِ

”تو خود بھاگ گیا اور اپنے ماں جائے عامر کو دشمن کے حوالے کر دیا جو تیز حرکت کرنے والے

نیزوں کے اطراف کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔“

نے بیان کیا۔ ان سب کا بیان ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا، مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ نہ تو اسلام لایا اور نہ اسلام سے برہمی کا اظہار کیا، بلکہ اس نے عرض کی اے محمد (فداہ روحی)! اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں آپ کے اس پیغام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اَحْسٰی عَلَیْہِمُ اَہْلَ نَجْدٍ۔ ”مجھے اندیشہ ہے کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے“۔ ابو براء نے کہا میں ان کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ آپ انہیں روانہ فرمائیے تاکہ یہ لوگوں کو آپ کے پیغام حق کی دعوت دیں۔

بیجے جانے والے اصحاب

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ساعدہ کے فرد حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ جن کو اَلْمَعْنِقُ لَیْمُوْت (شہادت کی موت کے لئے تیز رفتار) کا لقب دیا گیا، کو اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کے ہمراہ روانہ فرمایا جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: حضرات حارث بن

چنانچہ اس شعر کے باعث اسے ملاعب الاسنہ اور ملاعب الرماح کا لقب دیا گیا۔ لبید نے کہا:

وَ اَنْتَیْ مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِذْرَۃُ الْکِتَیْبَةِ الرِّدَاحِ
”اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سالار ہوں۔“

یہ لبید بن ربیعہ کا چچا ہے۔ یہ پانچ بھائی تھے: طفیل جس کا لقب فارس فرزل تھا، عامر ملاعب

الاسنہ، ربیعہ المقتدرین، یہ لبید کا والد تھا، عبیدہ الوضاح اور معاویہ معوذ الحکماء۔ اسی کا یہ شعر ہے:

اِذَا سَقَطَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعِیْنَاهُ وَ اِنْ کَانُوْا غَضَابًا
”جب آسمان کسی قوم کی زمین میں گرے تو ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں، اگرچہ وہ لوگ غضبناک ہوں۔“

اسی قصیدہ کے ایک اور شعر میں وہ کہتا ہے:

یُعَوِّذُ مِثْلَهَا الْحُكَمَاءُ بَعْدِیْ اِذَا مَا الْاَمْرُ فِی الْحَدَثِیْنِ نَبَاً
”جب زمانے میں کوئی سخت معاملہ درپیش ہوگا تو میرے بعد حکماء اسی طرح کی پناہ دیں گے۔“

اس شعر کی بناء پر معوذ کو حکماء کا لقب دیا گیا۔

صمد، بنی عدی بن نجار کے فرد حرام بن ملحان، عروہ بن اسماء بن الصلت السلمی، نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مولیٰ عامر بن فہیرہ اور اس طرح کے دیگر جلیل القدر مسلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب افراد روانہ ہوئے یہاں تک کہ معونہ نامی کنویں کے پاس اترے۔ یہ کنواں بنی عامر کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں علاقے اس کے قریب ہیں لیکن یہ بنی سلیم کے حرہ کے زیادہ قریب ہے۔

عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے

جب وہ یہاں فروکش ہوئے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کے مکتوب گرامی کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی عامر کو لکارا لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا ابو براء نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ان کو پناہ دی ہے، ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی سلیم کی شاخوں عصیہ، رعل اور ذکوان کو لکارا۔ ان قبائل نے اس کی لکار پر لبیک کہی۔ انہوں نے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور ان کے خیموں کا محاصرہ کر لیا، جب مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، پھر

ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار

جب لبید نے نعمان بن منذر کے سامنے یہ شعر پڑھے تو ان سے اس کی مراد یہی لوگ تھے:

نَحْنُ بَنِي أُمِّ الْبَنِينَ الْأَرْبَعَةِ الْبَطْعِيُّونَ الْجَفْنَةُ الْمَدْعَدَةُ
”ہم ام البنین کی اولاد ہیں جو لبالب بھرے ہوئے بڑے پیالے میں کھلانے والے ہیں۔“

وَالضَّارِبُونَ الْهَامَ تَحْتَ الْخَيْضَةِ يَا رَبَّ هَيَّجَا هِيَ خَيْرٌ مِنْ دَعَةٍ
”اور گردوغبار کے نیچے کھوپڑیوں پر شمشیر زنی کرنے والے ہیں۔ ہائے کتنی ہی لڑائیاں ہیں جو دعوت سے بہتر ہیں۔“

پھر اس نے ربیع بن زیاد العبسی کا ذکر کیا اور کہا:

مَهْلًا أَبَيْتَ اللَّعْنَ لَا تَأْكُلْ مَعَهُ

”جلد بازی نہ کر، تو لعنت سے محفوظ رہے، اس کے ساتھ مل کر نہ کھا۔“

ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، ان میں سے صرف بنی دینار بن نجار کے ایک فرد حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ کفار نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ ان میں زندگی کی کچھ رمت باقی تھی۔ انہیں زخمی حالت میں مقتولوں کے درمیان سے اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد وہ زندہ رہے یہاں تک کہ غزوہٴ خندق میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔ رحمہ اللہ۔

ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا عمرو بن امیہ بخمری اور بنی عمرو بن عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ چہارے تھے۔

علامہ ابن بشام نے کہا: یہ انصاری منذر بن محمد بن عتبہ بن اجمہ بن جلال ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: ان کے ساتھیوں پر جو زوری اس کا انہیں کوئی علم نہ تھا مگر انہوں نے چند پرندے دیکھے جو لشکر کے اوپر چکر لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا: بخدا! ان پرندوں کا منڈانا بلا وجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی خون میں لت پٹ پڑے ہیں اور جن گھڑ سواروں نے انہیں قتل کیا تھا وہ وہیں کھڑے ہیں۔ انصاری نے عمرو بن امیہ سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں نے اسے یہ ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دینی چاہیے۔ انصاری نے کہا لیکن میں تو اپنے آپ کو اس جگہ سے جدا نہیں کر سکتا جہاں منذر بن عمرو کو قتل کیا گیا ہے۔ اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے اس کے بارے میں خبر دیں

اس رجز کے آخر تک جو ایک لمبے واقعہ کے بارے میں ہے۔ لبید نے کہا الاربعۃ۔ ہم چار ہیں۔ حالانکہ وہ پانچ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باپ ربیعہ اس سے قتل مرچکا تھا۔ اس کی وجہ وہ نہیں جو بعض لوگوں نے بیان کی ہے اور یہ فراء سے مروی یغری کا قول ہے کہ لبید نے خمسۃ کے بجائے الاربعۃ قافیوں کی رعایت کے لئے کہا۔ لیکن اسے کہا جائے گا کہ شعر کے لئے تو یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے غلطی غلطی کرے تو وزن درست رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پھر اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ اس نے اپنی اس فاسدہ ویل پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے استنباد کیا ہے: **يَوْمَئِذٍ خُفِّ مَقَامُ رَبِّهِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** (اور جو رات ہے اپنے رب کے رویہ و کھڑا ہونے سے تو اس کو وہ باغ میں گئے)۔ یہ کہنا ہے کہ اس سے ایک جنت ہی ہے لیکن تنزیہ کا صیغہ اس لئے آیا ہے تاکہ آیتوں کے مابین برتری میں یہ آیت اس علوم کے

(کہ ان ظالموں نے اسے کس طرح قتل کیا ہے)۔ پھر اس نے کفار سے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ کفار نے عمرو بن امیہ کو قیدی بنا لیا۔ جب آپ نے انہیں بتایا کہ آپ قبیلہ مضر کے فرد ہیں تو عامر بن طفیل نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کی پیشانی کے بال کاٹ کر آپ کو اپنی ماں کی نذر پوری کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ اس کا یہ زعم تھا کہ اس کی ماں پر ایک غلام آزاد کرنے کی نذر لازم تھی۔

دو عامریوں کا قتل

پھر عمرو بن امیہ نکل کر وادیِ قناہ کے قریب مقام قرقرہ میں پہنچے۔ وہاں بنی عامر کے دو آدمی آ گئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بنی عامر قبیلہ بنی کلاب کی شاخ ہے اور ابو عمرو مدنی نے ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں بنی سلیم کے آدمی تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر وہ دونوں عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔ عامریوں کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ اور پڑوس تھا جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا تعلق قبیلہ بنی عامر سے ہے۔ اس نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ جب وہ سو گئے تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور یہ خیال کیا کہ اس نے ان دونوں کو قتل کر کے بنی عامر سے اس اذیت کا بدلہ لے

موافق رہے جو اس کا ہم معنی ہے۔ کیا سخت مصیبت ہے، یہ کلام کتنا قبیح ہے، یہ شخص کتنا جاہل ہے اور فہم قرآن سے کتنا دور ہے اور صاحب قرآن ﷺ کے اس ارشاد کا اسے ذرا خوف نہیں کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانہ آتش جہنم میں تلاش کرے۔ پس اس سے بچو، بچو۔ رہی وہ بات جس میں یہ دلیل ہے کہ وہ چار تھے جس کی بناء پر لبید نے یہ لفظ ذکر کیا۔ وہ یہ ہے کہ اس روایت میں لبید کی یتیمی اور کم سنی کا ذکر ہے اور یہ کہ اس کے چار چچاؤں نے اسے اس قابل نہ سمجھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ نعمان کے پاس اس وقت لے جائیں جب انہوں نے ربیع بن زیاد کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لبید نے سنا کہ وہ اس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور اس مباحثہ کا اہتمام کر رہے تھے۔ اس نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ نعمان کے پاس لے جائیں اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسے خاموش کر دے گا لیکن انہوں نے اس کی بات کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ اس روایت میں مذکورہ اشیاء کے ساتھ اس کا امتحان لیا۔ اس پوری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ وہ چار افراد تھے۔ اگر جاہل خاموش رہتا تو اختلاف کم ہوتا۔ الحمد للہ۔

لیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو پہنچائی تھی۔ پھر جب عمرو بن امیہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس سارے واقعہ کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَقَدْ قَتَلْتَ قَتِيلَيْنِ لَا دِيْنَهُمَا۔ تم نے دو آدمی قتل کر دیے ہیں جن کی دیت میں ضرور ادا کروں گا۔

ابو براء کے اس عمل پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هَذَا عَمَلُ أَبِي بَرَاءٍ قَدْ كُنْتُ لِهَذَا كَارِهًا مُتَخَوِّفًا۔ یہ ابو براء کا عمل ہے جسے میں پہلے ہی برا سمجھ رہا تھا اور اسی کا مجھے اندیشہ تھا۔ ابو براء کو جب اس بات کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عامر بن طفیل کی بد عہدی اس پر بڑی گراں گزری اور اس بات کی بھی تکلیف پہنچی جو اس نے اس معاہدہ اور حق جواز کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اذیت پہنچائی۔ جن صحابہ کو قتل کیا گیا ان میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابن فہیرہ اور آسمان

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ ان میں سے وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اسے آسمان اور زمین کے درمیان اٹھایا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا؟ لوگوں نے کہا وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن فہیرہ کا ٹھکانہ

علامہ ابن اسحاق نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ عامر بن طفیل نے واقعہ بَرْمَعُونہ کے روز کہا: مَنْ رَجُلٌ لَّمَّا طَعَنَتْهُ رُفِعَ حَتَّى رَأَيْتُ السَّمَاءَ مِنْ دُونِهِ؟ وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے اٹھالیا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان اس سے نیچے رہ گیا ہے۔ یہ علامہ ابن اسحاق سے بکائی کی روایت ہے اور ان سے اسی سند کے ساتھ یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد عامر بن طفیل مدینہ منورہ آیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا: اے محمد (ﷺ) وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ عامر بن فہیرہ ہے۔ اور حضرات عبدالرزاق اور ابن مبارک نے روایت کیا کہ اس روز حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو مقتولوں میں تلاش کیا گیا لیکن آپ کی میت نہ

ابن سلمیٰ کے قبولِ اسلام کا سبب

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بنی جبار بن سلمیٰ بن مالک بن جعفر کے کسی آدمی نے بیان کیا ہے کہ جبار بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو واقعہ بُر معونہ کے روز عامر کے ساتھ وہاں موجود تھے، پھر وہ اسلام لے آیا۔ وہ کہا کرتا تھا جس بات نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا وہ یہ تھی کہ اس روز میں نے مسلمانوں کے ایک شخص کے دو کندھوں کے درمیان نیزہ مارا، جب نیزے کی نوک اس کے سینے سے باہر نکلی تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: **فُزْتُ وَاللّٰہِ۔** قسم بخدا! میں نے مراد کو پالیا۔ میں نے دل میں سوچا اس نے کون سی مراد کو پالیا، کیا میں اس شخص کو قتل نہیں کر پایا؟ یہی بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کی اس بات کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے شہادت کی مراد پالی تھی۔ میں نے کہا قسم بخدا! پھر تو واقعی اس نے مراد پالی۔

ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابو براء کے بیٹوں کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار کہے:

بَنِي أُمِّ الْبَنِينَ أَلَمْ يُوْعِدْكُمْ وَ أَنْتُمْ مِنْ ذَوَائِبِ أَهْلِ نَجْدٍ
”اے ام البنین کے بیٹو! کیا پھر بھی تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا حالانکہ تم اہل نجد کے چوٹی کے افراد میں شامل ہو

تَهْتَكُمُ غَامِرُ بَابِي بِرَاءٍ لِيُخْفِرَهُ وَ مَا عَطَا كَعْبَدُ
کہ ابو براء کے ساتھ عامر کے اس کھیلنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ بد عہدی کرے اور غلطی سے ہونے والا کام ارادۂ ہونے والے کام کی طرح نہیں ہوتا۔“

أَلَا أَبْلَغُ رَبِيعَةَ ذَا الْمَسَاحِي فَمَا أَخَذَتْ فِي الْحَدَفَانِ بَعْدِي
”ارے! ربیعہ کو جو بڑا باہمت اور حوصلہ مند شخص تھا یہ خبر پہنچا دو (وہ کہے گا) تم نے میرے بعد زمانے میں کیا نئی چیز پیدا کر دی ہے۔“

مل سکی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ فرشتوں نے آپ کو اٹھالیا ہے یا آپ کو دفن کر دیا ہے۔

أَبُوكَ أَبُو الْحُرُوبِ أَبُو بَرَاءٍ وَ خَالَكَ مَاجِدٌ حَكَمُ بْنُ سَعْدٍ
 ”تیرا باپ ابو براء ہے جو بڑا جنگجو ہے اور تیرا ماموں حکم بن سعد ہے جو بڑا صاحب عز و
 شرف ہے۔“

حکم اور ام البنین کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: حکم بن سعد قبیلہ قین بن جسر سے تھا اور ام البنین عمرو بن عامر بن
 ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بیٹی اور ابو براء کی ماں تھی۔

ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر ربیعہ بن عامر بن مالک نے عامر بن طفیل پر حملہ کیا اور اسے
 نیزہ مارا، وہ اس کی ران میں لگا اور اسے مرنے کے قریب کر دیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر
 پڑا۔ اس نے کہا: یہ ابو براء کا حملہ ہے، اگر میں مر گیا تو میرا خون بہا میرے چچا کا حق ہوگا۔ اس
 کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملے گا اور اگر بچ گیا تو جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس کے متعلق میں خود
 سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ

انس بن عباس سلمی نے جو طعیمہ بن عدی بن نوفل کا ماموں ہے اور جس نے واقعہ بُر معونہ
 کے روز نافع بن ہذیل بن ورقاء الخزاعی کو قتل کیا تھا، یہ شعر کہے:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرَقَاءَ الْخَزَاعِي قَاوِيَا بِنَعْتِكَ تَسْفِي عَلَيهِ الْآعَاصِرُ
 ”میں نے ابن ورقاء خزاعی کو اس میدان جنگ میں پیوند خاک کر چھوڑا جہاں بگولے بڑی

ام البنین الاربعہ

علامہ ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

يُنَى أُمُّ الْبَنِينَ أَلَمْ يَوْعِدْكُمْ وَ أَنْتُمْ فِي ذَوَائِبِ أَهْلِ نَجْدٍ
 یہ وہی ام البنین ہے جس کا لبید نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے:

نَحْنُ يُنَى أُمُّ الْبَنِينَ الْآرْبَعَةُ

اس کا نام لیلی بنت عامر ہے جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام نے اس کا نسب تو

ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

تیزی سے اڑتے ہیں۔“

ذَكَرْتُ أَبَا الزُّبَّانِ لَمَّا رَأَيْتُهُ وَ أَيقَنْتُ أَنِّي عِنْدَ ذَلِكَ فَأَيُّ
”جب میں نے ابن ورقاء کو دیکھا تو مجھے ابو زبان یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے
ابن ورقاء کو قتل کر کے انتقام لے لیا ہے۔“

ابو زبان سے مراد طعیمہ بن عدی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نافع بن بدیل بن ورقاء کے مرثیہ میں یہ اشعار
کہے:

رَحِمَ اللَّهُ نَافِعَ بْنَ بُدَيْلٍ رَحْمَةً الَّتِي تَبْتَغِي ثَوَابَ الْجِهَادِ
”اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پر ایسی رحمت نازل فرمائے جیسی جہاد کے ثواب کے طلب گار پر
نازل ہوتی ہے۔“

صَابِرٌ صَادِقٌ وَفِي إِذَا مَا أَكْثَرَ الْقَوْمُ قَالَ قَوْلَ السَّادِ
”وہ ایک صابر، سچا، وفادار شخص تھا، جب اکثر لوگ غلط بات کرتے تھے تو اس وقت بھی وہ
صحیح بات کہنے والا تھا۔“

شہدائے برِ معونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ شہدائے برِ معونہ کا
مرثیہ کہتے ہیں اور منذر بن عمرو کو ابھارتے ہیں:

عَلَى قَتْلَى مَعُونَةٍ فَاسْتَهْلِي بِدَمْعِ الْعَيْنِ سَخَا غَيْرَ نَزْدٍ
”شہدائے برِ معونہ پر تھوڑے نہیں بلکہ دل کھول کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ۔“

عَلَى عَجَلِ الرُّسُولِ غَدَاةً لَّا قَوْا مَنَابَهُمْ وَ لَاقَتْهُمْ بِقَدْرِ
”(یعنی) رسول کریم ﷺ کے ان شہسواروں پر جس روز انہوں نے اپنی موتوں کا

الزبان یا الریان

علامہ ابن اسحاق نے انس بن عباس السلمی کے یہ شعر ذکر کیے ہیں:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيِّ فَأَوِيَا بِعُتْرُكِ تَسْفِي عَلَيْهِ الْأَعَاصِرُ
ذَكَرْتُ أَبَا الزُّبَّانِ لَمَّا رَأَيْتُهُ وَأَيَقَنْتُ أَنِّي عِنْدَ ذَلِكَ فَأَيُّ
نسخہ میں اسی طرح آبا الزبان واقع ہوا ہے اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں یہ لفظ راء مہملہ

استقبال کیا اور تقدیر الہی کے مطابق موتوں نے ان کا استقبال کیا۔

أَصَابَهُمُ الْفَنَاءُ بِعَقْدِ قَوْمٍ تُخَوِّنَ عَقْدَ حَبْلِهِمْ بَعْدَ
”انہیں ایک ایسی قوم کی بد عہدی کی وجہ سے موت آئی جن (کے معاہدہ) کی رسی کی گودہ کو
عداری کے ساتھ کھول دیا گیا۔“

فَمَا لَهْفُيْ لِنَذِيرٍ إِذْ تَوَلَّى وَ أَعْنَقَ فِي مَنِيَّتِهِ بِصَبْرٍ
”ہائے افسوس منذر پر کہ وہ ہم سے منہ موڑ کر رخصت ہو گئے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ
اپنی موت کی طرف تیزی سے بڑھ گئے۔“

وَ كَانِ قَدْ أَصِيبَ غَدَاةَ ذَاكُمْ مِنْ أَبْيَضَ مَاجِدٍ مِّنْ سِرِّ عَمْرٍو
”اس روز صبح کے وقت اس شخص کو قتل کیا جو خوبصورت، صاحب مجد و شرف اور عمرو کا سب
سے اچھا بیٹا تھا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آخری شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنایا۔

واقعہ برمعونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

اور آپ نے مجھے واقعہ برمعونہ کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار
بھی سنائے جن میں آپ بنی جعفر بن کلاب کو عار دلاتے ہیں:

تَرَكْتُمْ جَارَكُمْ لِيْنِي سَلِيمٌ مَخَافَةَ حَرْبِهِمْ عَجْزًا وَ هُونًا
”(اے بنی جعفر!) جنگ کے خوف سے عاجزی اور کمزوری کے باعث تم نے اپنے ہمسائے
کو بنی سلیم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔“

فَلَوْ حَبَلًا تَنَاولَ مِنْ عُقِيلٍ لَّمْدَ بِحَبْلِهَا حَبَلًا مُتِينًا
”اگر وہ ہمسایہ بنی عقیل کے عہد کی رسی پکڑ لیتا تو ان کی رسی کے ساتھ ایک اور مضبوط رسی
پھیلا دیتا۔“

أَوِ الْقَرْطَاءِ مَا إِنْ أَسْلَوُا وَ قَدَمَا مَا وَفُوا إِذْ لَا تَفُونَا
”یا (وہ ہمسایہ) قبیلہ قرطاء کی (رسی پکڑتا) تو وہ اسے تنہا نہ چھوڑتے اور انہوں نے پہلے بھی
اپنا عہد پورا کیا جبکہ تم عہد پورا نہیں کر سکتے تھے۔“

اور یاء جو واؤ سے بدل کر آئی ہے کے ساتھ آبا الرئیان مذکور ہے۔ دارقطنی نے بھی الموتلف
والمختلف میں اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے۔

القرطاء کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا القرطاء قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ ہے اور من عقیل کی جگہ من

القرطاء

علامہ ابن ہشام نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے جن میں ہے اَوِ الْقَرَطَاءِ مَا
اِنْ اَسْلَمُوْهُ۔ القرطاء یہ قرط، قَرِيط اور قَرِيط کی اولاد ہیں جو کہ بنی عامر کی شاخ بنی کلاب
کے کنبے ہیں۔

ایک منسوخ آیت

جب اصحابِ برِ معونہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کے بارے میں قرآن کریم کی ایک آیت نازل ہوئی
پھر اسے اٹھالیا گیا۔ وہ آیت یہ تھی:

اٰیْلٰغُوا قَوْمَنَا اِنْ قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیْ عَنَّا وَرَضِیْنَا عَنْهُ۔

”ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے، وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے
اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں۔“

یہ آیت صحیح روایت سے ثابت تو ہے لیکن اس میں اعجازِ قرآنی کی رونق موجود نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ
یہ آیت ان مذکورہ الفاظ میں نازل تو نہیں ہوئی لیکن نظمِ قرآن کی طرح کسی نظمِ معجز میں نازل ہوئی۔
اگر یہ کہا جائے کہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہوتا تو ہم کہیں گے کہ اس آیت کی خبر منسوخ
نہیں ہوئی بلکہ اس کا صرف حکم منسوخ ہوا ہے کیونکہ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اسے نماز میں تلاوت کیا
جائے، با وضو شخص کے سوا اسے کوئی نہ چھوئے، اسے دشمن کے درمیان لکھا جائے اور اس کی تعلیم فرائض
کفایہ میں سے ہو۔ پس یہ تمام احکام اس آیت سے منسوخ کر دیے گئے ہیں اور اٹھالئے گئے ہیں۔ پس
ہر وہ آیت جو منسوخ ہو اور اس سے یہ احکام اٹھالیے جائیں تو اگرچہ وہ محفوظ رہے لیکن منسوخ ہوتی
ہے۔ پھر اگر وہ کسی حکم پر مشتمل ہو تو وہ حکم معمول کے طور پر باقی رہتا ہے۔ اس چیز کا معزلہ نے انکار کیا
ہے، اور اگر وہ کسی خبر پر مشتمل ہو تو وہ خبر مصدقہ کے طور پر باقی رہتی ہے، لیکن اس سے تلاوت کے
احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لِّاٰدَمَ وَادَمَیْنِ مِنْ ذَہَبٍ
لَّابْتَغٰی لٰہُمَا فَاِیًا وَلَا یَمْلَأُ حَوْفَ اٰدَمَ اِیْلًا التُّرَابُ وَیَتَوَبُّ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ
(اگر ابنِ آدم کے لئے سونے کی دو وادیاں بھی ہوتیں تو وہ ان کے ساتھ تیسری کی بھی ضرور

نفیل بھی مروی ہے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ القرطانی نفیل کے زیادہ قریب ہیں۔

خواہش کرتا اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہ آیت یوں بھی مروی ہے لَا يَمْلَأُ عَنِّي ابْنِ آدَمَ وَفَمَ ابْنِ آدَمَ (ابن آدم کی آنکھوں اور ابن آدم کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی)۔ یہ سب صحیح روایت سے ثابت ہے۔ اسی طرح وَادِيَا مِثْلٍ بھی مروی ہے۔ یہ خبر حق ہے اور خبر تو منسوخ نہیں ہوتی لیکن اس سے اس کی تلاوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ یعنی ”لَوْ اَنَّ لِبْنِ آدَمَ سُورَةً يُّنْسِ فِيهَا“ (یونس) آیت کریمہ کے بعد تھی: كَانَ لَمْ تَعْنِ بِالْاَمْسِ ۚ كَذَلِكَ نَقُصُّ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ (یونس) (گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے)۔

ابن سلام نے اسی طرح کہا ہے۔ جہاں تک اس آیت کریمہ کا تعلق ہے جس کا حکم باقی ہے اور وہ پہلے تلاوت کی جاتی تھی اب نہیں وہ یہ ہے فَالشَّيْخَ وَالشَّيْخَةَ اِذَا زَنِيَا فَاَرْجُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَلَا تَرْغَبُوْا عَنۢ اٰبَاءِكُمْ فَاِنَّ ذٰلِكَ كُفْرٌ بِكُمْ۔ ”بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو ضرور سنگسار کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا کے طور پر اور اپنے آباء کو چھوڑ نہ دو کیونکہ یہ تمہاری ناشکری ہے۔“ پس یہ ایسا حکم ہے جس کا نسخ جائز ہے جب کہ اس کی تلاوت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ تلاوت کا حکم تو باقی ہو لیکن اس خبر کے برعکس اس کا حکم منسوخ ہو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

۴ھ میں بنی نضیر کی جلا وطنی کا حکم

بنی نضیر رسول کریم ﷺ کے قتل کی سازش کرتے ہیں

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ بنی عامر کے ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں ان کا تعاون حاصل کریں جنہیں عمرو بن امیہ النضیری نے قتل کر دیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عامر سے معاہدہ جوار کر رکھا تھا (جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا) جیسا کہ مجھ سے یزید بن مارون نے بیان کیا۔ اور بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان بھی عہد و پیمان تھا اور وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم (ﷺ) ٹھیک ہے آپ جیسے چاہیں گے ہم اس مسئلہ میں آپ کی مدد کریں گے جس کے متعلق آپ نے ہم سے تعاون کا مطالبہ کیا ہے۔ پھر وہ سب ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ”تم اس شخص کو ایسی حالت میں پھر کبھی نہیں پاؤ گے“۔۔۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت ان کے مکانوں کی ایک دیوار کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔۔۔ ”کون شخص ہے جو اس مکان پر

غزوہ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول

علامہ ابن اسحاق نے اس مقام پر اس غزوہ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ آپ غزوہ بدر کے بعد اس کا ذکر کرتے کیونکہ عقیل بن خالد وغیرہ نے زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: غزوہ بنی نضیر غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔

کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب یہود بنی نضیر نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی تو رسول اللہ ﷺ ان کے محلہ کی طرف نکلے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ جب یہودی قلعہ بند ہو گئے اور ان کے نخلستان جلا دیے گئے تو وہ پکاراٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو فتنہ و فساد سے منع کرتے تھے اور اس کی مذمت کرتے تھے۔ آگے سارا واقعہ ذکر

چڑھ کر ان پر پتھر پھینک دے اور یوں اس شخص سے ہمیں نجات دلا دے؟“ ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش بن کعب نے اس پر لبیک کہا اور بولا یہ خدمت میں بجالاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چڑھا تا کہ حضور پر پتھر گرا دے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے، ان میں حضرات ابوبکر، عمر اور علی رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے

ان لوگوں نے جو منصوبہ بنایا تھا اس کی خبر آسمان سے رسول اللہ ﷺ کو مل گئی۔ حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام نے کچھ دیر نبی کریم ﷺ کی واپسی کا انتظار کیا پھر حضور ﷺ کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں مدینہ طیبہ سے آتے ہوئے ایک آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس سے آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر اصحاب رسول ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف چل دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں اصل بات سے آگاہ فرمایا کہ یہودیوں نے آپ سے غداری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے اور ان کی طرف چلنے کا حکم فرمایا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر کیا۔

کیا۔ اہل تاویل نے کہا ان کے اس کلام سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی کچھ تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمْ هَاقًا يَبَةُ عَلَىٰ اُصُولِهَا (الحشر: 5) ”جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر.....“ اللہ تعالیٰ میں عجوہ اور برنی کے علاوہ کھجور کی دیگر اقسام داخل ہیں۔ تو اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے نخلستان سے صرف وہ درخت جلائے ہیں جو لوگوں کی خوراک نہیں اور وہ لوگ عجوہ کھجور سے خوراک حاصل کرتے تھے اور حدیث شریف میں ہے الْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ ”عجوہ کھجور جنت کا درخت ہے“۔ اور اس کا پھل بہترین غذا فراہم کرتا ہے۔ برنی کھجور بھی اسی طرح ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے کہا: فارسی میں اس کا معنی ہے مبارک پھل کیونکہ بر کا معنی پھل ہے اور نی کا معنی عمدہ و مبارک ہے۔ پھر اہل عرب نے اسے معرب بنا کر اپنے کلام میں داخل کر لیا۔ حدیث وفد عبد القیس

فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر سب لوگ چلے یہاں تک کہ ان کے ہاں پڑاؤ ڈالا۔
 علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ واقعہ ماہ ربیع الاول کا ہے۔ حضور ﷺ نے چھ راتیں ان کا
 محاصرہ کیے رکھا۔ اسی دوران شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔
 بنی نضیر کا محاصرہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہودی قلعہ بند ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نخلستان
 کاٹ دینے اور ان میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس پر یہودی پکاراٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو
 زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور جو ایسا کرتا اس کی مذمت کرتے تھے تو اب
 درختوں کو کاٹنے اور ان میں آگ لگانے کا معاملہ کیا ہے؟

یہودیوں کو ایک گروہ کی انگلیخت پھر ان کا صلح کا ارادہ

بنی عوف بن خزرج کے ایک گروہ کو جن میں دشمن خدا عبد اللہ بن ابی بن سلول، ودیعہ، مالک
 بن ابی قوئل، سوید اور داعس شامل تھے، بنی نضیر کے پاس یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا گیا کہ ”تم
 مجھے اور ڈٹے رہو، ہم تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے، اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم
 تمہارے شانہ بشانہ جنگ کریں گے اور اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل
 جائیں گے۔ چنانچہ یہودیوں نے ان کی نصرت کا انتظار کیا لیکن انہوں نے کوئی مدد نہ کی۔ اللہ
 تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ
 آپ ہمیں جلا وطن کر دیں لیکن ہمارے خون نہ بہائیں۔ شرط یہ ہو کہ وہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان
 اونٹوں پر لاد کر لے جاسکتے ہوں لے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست منظور

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برنی کھجور کا ذکر کرتے ہوئے اہل وفد سے فرمایا اِنَّهُ مِنْ عَجْوٍ قَبْرِكُمْ
 وَ اِنَّهُ دَوَاءٌ وَ لَيْسَ بِدَاءٍ ”برنی کھجور تمہاری سب سے بہترین کھجور ہے اور یہ دواء ہے بیماری
 نہیں۔“ اسے ان میں سے مزیدہ العصری نے روایت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ما قطعتم من لينة
 فرمایا۔ عجم پر رکھتے ہوئے مِنْ نَخْلَةٍ نہیں فرمایا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ دشمن کے ان
 درختوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں جن سے خوراک اور غذا حاصل کی جاتی ہو جبکہ یہ امید ہو کہ وہ مسلمانوں
 کے قبضہ میں آجائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکروں کو ہدایت فرماتے تھے کہ کسی پھل دار
 درخت کو نہ کاٹنا۔ اس واقعہ سے حضرت ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے

فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اتنا مال و متاع اونٹوں پر لاد لیا جتنا ان کے اونٹ اٹھا سکتے تھے، بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کچھ آدمی اپنے گھروں کو گرا رہے تھے اور دروازوں کے کواڑ اکھنڈ کر اپنے اونٹوں کی پیٹھوں پر لاد رہے تھے اور اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ وہ خیبر چلے گئے اور بعض نے شام کا راستہ اختیار کیا۔

خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی

اشراف یہود میں سے جنہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا ان میں سے چند یہ ہیں: سلام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق اور حنی بن اخطب۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اہل خیبر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو اونٹوں پر اٹھا لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام نغے الاپ رہے تھے۔ ان یہودیوں میں عروہ بن وردعبسی کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ بہر حال بنی نضیر حد درجہ غرور و تکبر سے جا رہے تھے جس کی مثال اس زمانے کے کسی قبیلے میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

یہودیوں نے اپنے بقیہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیے۔ وہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھے، آپ انہیں جہاں چاہتے استعمال فرماتے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انصار کو چھوڑ کر مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیے۔ البتہ حضرات سہیل بن حنیف اور ابودجانہ

کہ علماء نے یا تو حدیث بنی نضیر کی تاویل کی ہے یا اسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت قرار دیا ہے لیکن نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ سورہ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ان کے اموال کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ مسلمانوں نے کسی گھوڑے اور اونٹ کے ساتھ ان پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کے دلوں میں تو رعب ڈال دیا گیا اور وہ اپنے گھروں سے خیبر کی طرف جلا وطن کر دیے گئے۔ یہ سب کچھ ان سے مسلمانوں کی جنگ کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہ اموال مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیے تاکہ اس طرح انصار سے ان کا بوجھ اٹھ جائے کیونکہ انصار نے مہاجرین کو اپنے اموال اور گھروں میں حصہ دار بنایا تھا۔ البتہ حضور ﷺ نے حضرات ابودجانہ

سماک بن خرشہ کے افلاس و فقر کا حال رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو حضور ﷺ نے انہیں بھی حصہ عطا فرمایا۔

بنی نضیر میں سے اسلام لانے والے خوش نصیب

بنی نضیر سے دو آدمیوں کے سوا کوئی بھی مشرف باسلام نہ ہوا۔ وہ دو خوش نصیب یہ ہیں: کعب بن عمرو بن حجاج کے والد حضرت یامین بن عمر اور حضرت ابوسعید بن وہب رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں نے اپنے اموال کی شرط پر اسلام قبول کیا اور ان پر قبضہ کر لیا۔

ابن حجاج کے قتل پر یامین کو انگینت

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھے آل یامین میں سے کسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یامین سے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے چچا زاد بھائی کا میں نے کیسے سامنا کیا اور اس نے میرے متعلق کیسا فاسد ارادہ کیا؟ یہ بات سن کر حضرت یامین نے ایک شخص کو اجرت پر لیا تا کہ وہ اس کی خاطر عمرو بن حجاج کو قتل کر دے۔ چنانچہ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔

بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات

بنی نضیر کے متعلق ساری سورہ حشر نازل ہوئی جس میں اس انتقام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا اور اس بات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے پیارے رسول ﷺ کو تسلط عطا فرمایا اور جو آپ نے ان کے ساتھ سلوک کیا اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور سہل بن حنیف کو ان کی محتاجی کی بناء پر حصہ عطا فرمایا۔ اور علامہ ابن اسحاق کے علاوہ ایک اور راوی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے تین انصاریوں کو حصہ عطا فرمایا اور ان میں حضرت حارث بن صمہ کا نام بھی ذکر کیا۔

سورہ حشر کی ابتدائی آیات

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے یُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ (الحشر: 2) یعنی یہودی اپنے گھروں کو اندر سے خود برباد کر رہے تھے اور باہر سے مسلمان۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بَايِدِيهِمْ کا معنی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کے باعث مثلاً بد عہدی۔ اور ایدی المؤمنین کا معنی ہے مومنین کے جہاد کے ساتھ۔

هُوَ النَّبِيُّ أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَتْهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَ قَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ﴿١٠﴾ (الحشر)

”وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلا وطنی کے وقت تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے بچالیں گے اللہ (کے قبر) سے۔ پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب۔ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے دروازوں کے کواڑ نکالنے کے لئے اپنے گھروں کو گرا دیا تاکہ انہیں اپنے ساتھ اٹھا کر لے جائیں) پس عبرت حاصل کرو اسے دیدہ بینا رکھنے والو!“

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبْنَا بِهِمُ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ ثَابِتٌ ﴿١١﴾ (الحشر)

”اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلا وطنی (اور یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا) تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں (یعنی شمشیر زنی کے ساتھ) اور ان کے لئے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی (اس دنیاوی عذاب کے ساتھ)۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا اَوَّلَ الْحَشْرِ (پہلی جلا وطنی کے وقت) حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: اِلَى اَيْنَ تُخْرِجُ يَا مُحَمَّدُ (اے محمد ﷺ) آپ ہمیں کدھر نکال رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِلَى الْحَشْرِ یعنی ارضِ محشر کی طرف اور یہ ملک شام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں کو وہاں اس حد تک تسلط حاصل تھا کہ اس سے پہلے وہ جلا وطنی کی مصیبت سے دوچار نہ ہوئے۔ اسی سے فرمایا: لَا اَوَّلَ الْحَشْرِ اور الحشر کا معنی یہاں جلا وطنی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حشر ثانی یہ اس آگ کا ظہور ہے جو قعرِ عدن سے نکلے گی اور تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر دے گی۔ وہ ان کے ساتھ وہاں رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ وہاں دوپہر گزارے گی جہاں وہ قیلوہ کریں گے اور ان میں سے جو شخص پیچھے رہ جائے گا اسے کھا جائے گی۔ یہ آیت کریمہ ان تمام اقوال کو بھی اور ان کے علاوہ دیگر اقوال کو بھی شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ أَوْ نَزَعْتُمْ هَاقِيَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝

(الحشر)

”جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر (اللینہ عجوة کھجور کے علاوہ دیگر کھجور کے درختوں کو کہا جاتا ہے) تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں (یعنی یہ درخت اللہ کے حکم سے کاٹے گئے، یہ فساد فی الارض نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام تھا) تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو۔“

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اللَّيْنَةُ اللَّوَانُ سے ہے۔ اور یہ کھجور کے ان درختوں کو کہا جاتا ہے جو نہ تو عجوة ہوں اور نہ برنیہ۔ یہ ہمیں ابو عبیدہ نے بتایا ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:

كَانَ قُتُودِي فَوْقَهَا عُشُّ طَائِرٍ عَلَى لَيْنَةٍ سَوَاءٍ تَهْفُو جُنُوبَهَا
”میرے کجاووں کے اوپر گویا ایک پرندے کا گھونسلہ ہے جو لمبے تنے والے کھجور کے درخت پر اپنے پر پھڑپھڑا رہا ہے۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔“

وَمَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (الحشر)

”اور جو مال پلٹا دیے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر (علامہ ابن اسحاق نے کہا یعنی بنی نضیر سے لے کر) تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (یعنی ہر چیز اسی کے لئے خاص ہے)۔“

ارشاد اول الحشر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ کوئی دوسرا حشر بھی ہوگا۔ تو یہ پہلا حشر اور جلا وطنی خیر کی طرف تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں خیر سے تیماء اور اریحاء کی طرف جلا وطن کر دیا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ کو نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کا ثبوت مل گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا يَبْقَيْنَ دِينَانٍ بَادِضِ الْعَرَبِ ”سرزمین عرب میں دو دین ہرگز باقی نہیں رہیں گے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَأَتَتْهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا (الحشر: 2) (پس آیا ان پر اللہ کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آیت کا یہ حصہ کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں نازل ہوا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: **أَوْ جَفْتُمْ** کا معنی ہے تم نے حرکت کی اور چلنے میں اپنے آپ کو تھکا دیا۔ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک شاعر تمیم بن ابی بن مقبل نے کہا:

مَدَا وَيَذُ بِالْبَيْضِ الْحَدِيثِ صِقَالُهَا عَنْ الرُّكْبِ أَحْيَانًا إِذَا الرُّكْبُ أَوْجَفُوا
”وہ لوگ نئی نئی صیقل کی ہوئی چمکدار تلواروں کے ساتھ اپنی قوم کا قافلوں سے اس وقت دفاع کرتے ہیں جب قافلے بڑی سرعت سے دوڑ کر ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ چال الوجیف (اضطراب کے ساتھ تیز دوڑنا) ہے۔ ابو زید طائی نے جس کا نام حرمہ بن منذر ہے، کہا:

مُسْنَفَاتٌ كَانَتْهُنَّ قَنَا الْهِنْدِ لَطُولِ الْوَجِيفِ جَذَبَ الرُّودِ
”وہ اونٹنیاں تنگوں کے ساتھ باندھی ہوئی ہیں، بے آب و گیاہ چراگاہ میں تیز رفتاری سے لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ان کی حالت ہندوستانی نیزوں کی طرح ہو گئی ہے۔“
یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: **السِّنَافُ** کا معنی تنگ ہے جس کے ساتھ جانور کا پالان باندھا جاتا ہے اور الوجیف کا معنی دل اور جگر کی دھڑکن بھی ہے۔ قیس بن ہطیم ظفری نے کہا:

إِنَّا وَ إِن قَدَّمُوا الَّتِي عَلَيَا أَكْبَادَنَا مِنْ وَدَائِهِمْ تَجِفُ
”اگرچہ انہوں نے اپنی جانی پہچانی عورت کو پہلے بھیج دیا لیکن ان کے پیچھے ہمارے جگر دھڑک رہے ہیں۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالسَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَىٰ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا إِلَهُكُمُ الرَّسُولُ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى (الحشر) (جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے)۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اہل قرئی سے مراد بنی قریظہ ہیں اور اہل تاویل کا موقف ہے کہ یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے فتح کردہ تمام گاؤں کو شامل ہے۔ اگرچہ ان کا حکم مختلف ہے۔ تو ایک قوم کی رائے

فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر)

”جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے (علامہ ابن اسحاق نے کہا: یعنی وہ مال جس پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے اور جو جنگ کے ذریعے زبردستی حاصل کیا گیا وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے) اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (کریم ﷺ) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔“

آپ فرماتے ہیں: یہ اس مال کی دوسری قسم ہے جو جنگ کے ذریعے حاصل کیا جائے کہ اسے مسلمانوں کے درمیان اس طریقہ کے مطابق تقسیم کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَیْنُ أَخْرِجْتُمْ لَنُخْرِجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِیْكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ یَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝..... اِی قَوْلِهِ: كَسَلِ الْوَيْلُ مِنَ قَبْلِہُمْ قَرِیْبًا ذَا قُوا وَبَالَ أَمْرِہُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ ۝ (الحشر)

”کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا (یعنی عبد اللہ بن ابی، اس کے ساتھی اور جو ان کی مثل ہو) جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے (یعنی بنی نضیر میں سے)..... یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ رہے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

اس سے مراد بنی قینقاع ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَسَلِ الشَّيْطَانُ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ

یہ ہے کہ ان اموال کی تقسیم اس طرح ہے جس طرح اموالِ غنیمت تقسیم کیے جاتے ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ ان اموال کو موقوف رکھے۔ اس مسئلہ کا بیان ان شاء اللہ غزوہ خیبر میں آئے گا۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝

(الحشر)

”منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے انکار کر دے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے۔ پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔“

بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار

جو اشعار بنی نضیر کے متعلق کہے گئے ان میں سے ایک ابن لقیم العیشمی کے اشعار ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار قیس بن بحر بن طریف نے کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ قیس بن بحر اشجعی ہے۔ اس نے کہا:

أَهْلِي فِدَاءٌ لِأَمْرِي غَيْرِ هَالِكٍ أَحَلَّ الْيَهُودَ بِالْحَشِيِّ الْمَزْنَمِ
”میرے اہل و عیال اس غیر فانی ہستی پر قربان ہوں جس نے یہود کو قلیل پانی والی دلدلی زمین میں اترنے پر مجبور کر دیا۔“

يَقِيلُونَ فِي جَنْبِ الْغَضَاةِ وَبَدَلُوا أَهْيَصَبَ عُودِي بِالْوَدِيِّ الْمُكْمَمِ
”یہ یہودی اب شجر غضاة (جس سے آگ نکلتی ہے) کے انکاروں پر قیلولہ کرتے ہیں اور انہیں خوشے نکالنے والے چھوٹے چھوٹے کھجور کے درختوں کے بدلے مقام عودی کی بلند جگہ دے دی گئی ہے۔“

فَإِنْ يَكُ ظَنِّي صَادِقًا بِمُحَمَّدٍ تَرَوْا خَيْلَهُ بَيْنَ الصَّلَا وَيَوْمَرِمِ
”پس اگر محمد (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق میرا خیال صحیح ہے (جو یقیناً صحیح ہے) تو (ایک

علامہ ابن اسحاق نے یہود کی جلا وطنی کے متعلق عیسیٰ کے اشعار کا ذکر کیا جن میں اس نے کہا:

أَحَلَّ الْيَهُودَ بِالْحَشِيِّ الْمَزْنَمِ

اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے یہودیوں کو غریب الدیار بنادیا اور انہیں ایسے لوگوں میں اتار دیا جو ان کے اہل قبیلہ نہیں اور الزنیم اور المزنم ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم میں رہتا ہو لیکن ان کی نسل سے نہ ہو، الحسی کا معنی ہے دور کیا ہوا اور دھتکارا ہوا یعنی ان کو ایک دھتکارے ہوئے بداصل شخص

دن) تم آپ کے گھوڑوں کو صلا اور یرم کے درمیان (دوڑتے ہوئے) دیکھ لو گے۔“

يَوْمَ بِهَا عَمَرُو بَنَ بَهْتَةَ اِنَّهُمْ عَدُوُّ وَا مَا حَتَّى صَدِيقٌ كَمَجْرِمٍ
”جن گھوڑوں کے ذریعے عمرو بن بہشہ (کے خاندان) کو (جلا وطن کرنے) کا قصد کریں گے، یہ دراصل بڑے دشمن ہیں اور دوست قبیلہ مجرم کی طرح نہیں ہو سکتا۔“

عَلَيْهِنَّ اَبْطَالٌ مُّسَاعِيْرٌ فِي الْوَعَى يَهْزُونَ اَطْرَافَ الْوَشِيْجِ الْمَقْوَمِ
”ان گھوڑوں پر میدان جنگ میں آگ لگا دینے والے بڑے بڑے بہادر سوار ہوں گے جو سیدھے کیے ہوئے نیزوں کی نوکیں لہرا رہے ہوں گے۔“

وَا كُلُّ رَقِيْقٍ الشَّفَرَتَيْنِ مُهَنْدٍ تُوُوْدِرْتَنَ مِنْ اَزْمَانٍ عَادٍ وَا جُرْهَمٍ
”اور ان باریک دودھاری ہندی تلواروں کو (لہرا رہے ہوں گے) جو انہیں عادی اور جرم کے زمانے سے وراثت میں ملی ہیں۔“

فَمَنْ مَّبْلَغٌ عَنِّيْ قُرَيْشًا رِّسَالَةً فَهَلْ بَعْدَهُمْ فِي التَّجْدِ مِنْ مُّتَكَرِّمٍ
”پس میری طرف سے کون قریش کو یہ پیغام پہنچانے والا ہے، کیا ان کے بعد بھی کوئی مجد و شرف والا ہے۔“

بَانَ اَخَاكُمُ فَاَعْلَنَنَّ مُحَمَّدًا تَلِيْدُ النَّدَى بَيْنَ الْحَجْوَنِ وَ ذَمَزَمِ
”(یہ پیغام) قریش کو اچھی طرح بتاؤ کہ ان کے بھائی (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) حج و اور زمزم کے درمیان مجد و شرف کی ایک اعلیٰ مثال ہیں۔“

فَدِينُوا لَهُ بِالْحَقِّ تَجَسُّمَ اَمُوْرِكُمْ وَ تَسُوْا مِنَ الدُّنْيَا اِلَى كُلِّ مُعْظَمٍ

کے قائم مقام بنا دیا۔ دھتکارے ہوئے ذلیل شخص کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کھانے کا نشانہ ہوتا ہے۔ اور الْحَسِيْ اور الْحَسُوْ اس کھانے کو کہتے ہیں جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ یعنی جو کھانے والے پر گراں نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ الْحَسِيْ سے مراد بکریوں میں سے الْغَذِيْ ہو اور یہ بکری کا وہ چھوٹا کمزور بچہ ہے جو چرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کہا جاتا ہے: بُدِّلُوْا بِالْمَالِ الدُّثْرَ وَالْاِبِلَ الْكُوْمَ رُذَالِ الْمَالِ وَ غِذَاءَ الْغَنَمِ۔ ”انہیں عمدہ مال اور بلند کوہان والے اونٹوں کے بجائے گھیا مال اور کمزور بکریاں دے دی گئیں۔“ اور الْمَزْنَمُ بھی اسی سے ہے۔ اس توجیہ کا احتمال موجود ہے۔ میں نے

”اس لئے حق قبول کر کے ان کی اطاعت قبول کر لو اس سے تمہارے معاملات کو اہمیت حاصل ہو جائے گی اور تم ادنیٰ سے ہر اعلیٰ مقام کی طرف بلند ہوتے جاؤ گے۔“

نَبِيُّ تَلَاكُنْهُ مِنَ اللَّهِ رَحْمَةً وَ لَا تَسْأَلُوهُ أَمْرَ غَيْبٍ مُرْجَمٍ
 ”آپ ایسے نبی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی رحمت استقبال کرتی رہتی ہے اور تم لوگ آپ سے ان امور غیب کا سوال نہ کیا کرو جن سے دل مطمئن نہ ہوتا ہو۔“

فَقَدْ كَانَ فِي بَذْرِ لَعْنِي عِبْرَةٌ لَكُمْ يَا قُرَيْشًا وَالْقَلْبِيبُ الْمَلَمِ
 ”اے قریش! مجھے اپنی جان کی قسم! میدان بدر میں اور تمہارے مقتولوں کی لاشوں کے ساتھ بھرے گئے کنویں میں تمہارے لیے بہت بڑی عبرت ہے۔“

غَدَاةٌ آتَى فِي الْخَزْرَجِيَّةِ عَمِيدًا إِلَيْكُمْ مُطِيعًا لِلْعَظِيمِ الْمَكْرَمِ
 ”(اس غزوہ بدر میں عبرت ہے) جس روز آپ ﷺ خدائے عظیم و کبیر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خزرجی لشکر کے ساتھ تمہارے مقابلے کے ارادے سے تمہاری طرف آئے۔“

مَعَنَا بِرُوحِ الْقُدْسِ يَنْكِي عَدُوًّا رَسُولًا مِنَ الرَّحْمَنِ حَقًّا بِمَعْلَمٍ
 ”در آں حالیکہ آپ کو روح القدس (جبریل امین) کی مدد حاصل تھی جو آپ کے دشمن کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے اور اس مقام رفیع پر آپ خدائے رحمن کے چے رسول تھے۔“
 رَسُولًا مِنَ الرَّحْمَنِ يَتْلُو كِتَابَهُ فَلَمَّا أَنْزَلَ الْحَقُّ لَمْ يَتَنَعَّمِ
 ”آپ خدائے رحمن کے وہ رسول تھے جو کتاب الہی پڑھ کر سنار ہے تھے پھر جب حق کا نور پھیلا تو ذرا بھی تامل اور ہچکچاہٹ سے کام نہ لیا۔“

لفظ الحسینی کے متعلق لغت میں بہت تلاش اور چھان بین کی ہے لیکن مجھے کوئی نص شافی نہیں ملی۔ صرف ابوعلی کا یہ قول ملا ہے کہ الْحَسِيَّةُ اور الْحَسِيّ وہ کھانا ہے جو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ البتہ جب ہمیں الْغَدِيَّةُ کے بارے میں یہ بات مل گئی ہے کہ یہ غَدَاءُ الْغَنَةِ کا واحد ہے وَالْحَسِيّ جو اس کا ہم معنی ہے، اس کے بارے میں کہا جائے گا یہ غیر متنع ہے۔ واللہ اعلم۔ اور الْحَسِيَّةُ اونٹوں کے بچوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس پورے قصیدہ میں وہی یہ لفظ اور جملہ نہیں جو دشوار اور مبہم ہیں۔

أَرَى أَمْرًا يَزْدَادُ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ عَلَوْا لِقَامِ حَنَّةَ اللَّهِ مُحْكَمٌ
 ”میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا کام ہر جگہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے کیونکہ اس امر مستحکم کو اللہ تعالیٰ
 نے مقدر فرمایا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: عمرو بن بہشہ کا تعلق بنی غطفان سے ہے اور یہ شعر بالاحسی
 المزنم غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے
 جن میں آپ بنی نضیر کی جلا وطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور
 مسلمان نے کہے۔ مجھے یہ بات بعض علمائے شعر نے بتائی اور میں نے ان میں سے کوئی بھی ایسا
 نہیں دیکھا جو ان اشعار کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی معرفت رکھتا ہو:

عَرَفْتُ وَ مَنْ يَّعْتَدِلُ يَعْرِفُ وَ أَيْقَنْتُ حَقًّا وَ لَمْ أَصْدِفِ
 ”میں نے (حق کو) پہچان لیا اور جو شخص اعتدال پسند ہو گا وہ اسے پہچان لے گا اور مجھے حق کا
 یقین کامل ہو گیا اور میں نے اعراض نہ کیا۔“

دوکاہن

جن دوکاہنوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ قریظہ اور نضیر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: يَخْرُجُ فِي
 الْكَاهِنِينَ رَجُلٌ يَذْرُسُ الْقُرْآنَ دَرَسًا لَمْ يَذْرُسْهُ أَحَدٌ قَبْلَهُ وَ لَا يَذْرُسُهُ أَحَدٌ بَعْدَهُ۔
 ”دوکاہنوں سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جو ایسا قرآن کریم سیکھے گا کہ اس جیسا نہ کسی نے پہلے سیکھا ہو گا اور
 نہ اس کے بعد کوئی سیکھے گا۔“ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ محمد بن کعب قرظی ہے اور وہ محمد بن کعب بن عطیہ
 ہے۔ اس کے دادا عطیہ کی خبر بنی قریظہ کے ذکر میں آئے گی اور کاہن لغت میں کاہل کے معنی میں ہے
 اور کاہل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے اہل و عیال کی حاجت پوری کرنے کا ذمہ دار ہو، جب وہ ان کی ذمہ
 داری اٹھالے۔ کہا جاتا ہے هُوَ كَاهِنٌ أَبِيهِ وَ كَاهِلُهُ۔ یعنی وہ اپنے باپ کا جانشین ہے۔ یہ ہر وی کا
 قول ہے، چنانچہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان دونوں کو اس بناء پر کاہنین کہا گیا ہو۔

عَنِ الْكَلِمِ الْمُحْكَمِ اللَّاءِ مِنْ لَدَى اللَّهِ ذِي الرَّأْفَةِ الْآرَافِ
 ”ان محکم کلمات سے جو اللہ تعالیٰ کی جناب سے نازل ہوئے جو سب سے بڑھ کر رحمت فرمانے والا ہے۔“

رَسَائِلَ تُذَرَّسُ فِي الْمُؤْمِنِينَ بَيْنَ اصْطَفَى أَحْمَدَ الصُّطْفَى
 ”(وہ محکم کلمات) ایسے رسائل ہیں جو مسلمانوں میں پڑھے اور سیکھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ چننے والے خدا نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا۔“

فَاصْبَحَ أَحْمَدُ فِينَا عَزِيزًا عَزِيزَ الْمَقَامَةِ وَالْوَقْفِ
 ”اسی لئے احمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے اندر معزز و مکرم ہو گئے یعنی مقام و مرتبے کے لحاظ سے معزز و مکرم ہو گئے۔“

فَيَا أَيُّهَا الْوَعْدُوهُ سَفَاهَا وَ لَمْ يَأْتِ جَوْرًا وَ لَمْ يَعْغِفْ
 ”پس اے اپنی حماقت سے آپ کو دھمکیاں دینے والو! حالانکہ آپ نے نہ ظلم کیا اور نہ کسی پر تشدد کیا۔“

الَّتِي تَخَافُونَ آذَنِي الْعَذَابِ وَ مَا أَمِنُ اللَّهُ كَالْآخُوفِ
 ”کیا تم قریب ترین عذاب سے نہیں ڈرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کا امن دیا ہوا انسان خوف زدہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔“

خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج

علامہ ابن اسحاق نے خیبر کی طرف بنی نضیر کے خروج کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو اونٹوں پر لاد لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام گارہے تھے اور ان یہودیوں میں عروہ بن ورد کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ ابن اسحاق کا کلام ختم ہوا۔ آپ سے مروی بکائی کی روایت میں آپ نے اس عورت کا نام ذکر نہیں کیا لیکن دیگر روایات میں آپ نے اس کا نام ذکر کیا ہے اور وہ نام سلمیٰ ہے۔ اصمعی نے کہا اس کا نام لیلیٰ بنت شعواء ہے اور ابو الفرج نے کہا: یہ سلمیٰ وہب کی ماں ہے اور بنی کنانہ کی ایک عورت ہے۔ اس کی شادی مزینہ میں ہوئی تھی کہ عروہ بن ورد نے اس پر غارت گری کر دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ آگے لمبا واقعہ ہے۔ ابو الفرج کا یہ قول کہ اس عورت کا تعلق بنی کنانہ سے ہے، ابن اسحاق کے اس قول کے مخالف نہیں کہ اس کا تعلق بنی غفار سے ہے کیونکہ غفار بھی بنی کنانہ

وَ اَنْ تُصْرَعُوْا تَحْتَ اَسْيَافِهِ كَتَصْرَعُ كَعْبِ اَبِي الْاَشْرَفِ
 ”اور (کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے) کہ تم کعب بن اشرف کی طرح آپ کی تلواروں
 کے نیچے بچھاڑ دیئے جاؤ۔“

غَدَاةٌ رَّأَى اللّٰهُ طُعْيَانَهُ وَ اَعْرَضَ كَالْجَمَلِ الْاَحْنَفِ
 ”جس روز اللہ تعالیٰ نے اس (کعب بن اشرف) کی سرکشی دیکھی اور کعب نے ادھر ادھر
 بھاگنے والے اونٹ کی طرح اعراض کیا۔“

فَاَنْزَلَ جَبْرِیْلَ فِیْ قَتْلِهِ یُوْحٰی اِلٰی عَبْدِهِ مُلْطَفٍ
 ”تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کرنے کے سلسلے میں جبریل علیہ السلام کو وحی دے کر اپنے لطف و
 کرم فرمانے والے بندہ خاص کی طرف نازل فرمایا۔“

فَدَسَّ الرَّسُوْلُ رَسُوْلًا لَّهٗ بِاَبِیْضَ ذِیْ هَبَّةٍ مُّرْهَفٍ
 ”چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قاصد (جبریل علیہ السلام) نے اس کے رسول ﷺ کو ایک چمکدار
 تیز کاٹنے والی لچکدار تلوار چپکے سے دے دی۔“

فَبَاتَتْ عُیُوْنٌ لَّهٗ مُعَوَّلَاتٌ مَّتٰی یَنْعَ كَعْبٌ لَهَا تَذْرِفُ
 ”آخر جب کعب کی موت کا تذکرہ کیا جاتا تو اس پر با آواز بلند نوحہ کرنے والی عورتوں کی
 آنکھیں ساری رات خوب آنسو بہا تیں۔“

وَ قُلْنَ لِاَحَدٍ ذَرْنًا قَلِيْلًا فَاِنَّا مِنَ النَّوْحِ لَمْ نَشْفِ
 ”اور وہ احمد (مصطفیٰ ﷺ) سے کہتیں ذرا ہمیں چھوڑ دیجئے کیونکہ نوحہ کرنے سے ہمیں

سے ہے اور وہ غفار بن ملیل بن ضمرہ بن لیث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ ہے۔ اور عروہ ورد بن زید کا
 بیٹا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن ناشب بن ہدم بن عوذ بن غالب بن قطیعہ بن عبس کا بیٹا ہے۔
 چنانچہ وہ عبسی عطفانی قیسی ہے کیونکہ عبس یہ بغیض بن ریث بن عطفان کا بیٹا ہے۔ اس کے متعلق
 عبد الملک بن مروان نے کہا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مجھے عروہ بن ورد کے سوا کسی اور عرب
 نے جنا ہو کیونکہ اس کا قول ہے:

اَتَهْزَأُمِنِیْ اَنْ سَنِتَ وَ قَدْ تَرٰی بِجِسْمِیْ مَسَّ الْحَقِّ وَالْحَقُّ جَاهِدُ
 ”کیا تو میرا مذاق اڑاتا ہے کہ تو موٹا ہو گیا ہے حالانکہ تو دیکھ رہا ہے کہ میرے جسم کو حق نے مس کیا
 ہے اور حق ظاہر ہو کر رہتا ہے۔“

ابھی تسکین نہیں ملی۔

فَخَلَّاهُمْ ثُمَّ قَالَ اِطْعِنُوا دُحُورًا عَلٰی رَغْمِ الْاَنْفِ
”تو حضور ﷺ انہیں چھوڑ دیتے پھر فرماتے ناک رگڑ کر اور ذلیل و خوار ہو کر یہاں سے کوچ کر جاؤ۔“

وَ اَجَلٰی النَّصِيْرَ اِلٰی غُرَبَةٍ وَ كَانُوْا بِدَارِ ذَوٰی زُخْرَفٍ
”اور حضور ﷺ نے بنی نصیر کو جلا وطن کر دیا حالانکہ وہ اپنے گھروں میں بڑی زیب و آرائش کے مالک تھے۔“

اِلٰی اَذْرِعَاتٍ رُدَّافٰی وَ هُمْ عَلٰی كُلِّ ذٰی دَبْرٍ اَعْجَفِ
”(آپ نے انہیں) یکے بعد دیگرے مقام اذرعات (جوشام میں ہے) کی طرف (جلا وطن کر دیا)، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ کمزور اور نحیف زخمی اونٹوں پر سوار تھے۔“

ان اشعار کا جواب سماک یہودی نے دیا اور کہا:

اِنْ تَفْخَرُوْا فَهَُوَ فَخْرٌ لَّكُمْ بِمَقْتَلِ كَعْبِ اَبِي الْاَشْرَفِ
”اگر تم کعب بن اشرف کے قتل پر فخر کرو تو یہ فخر کرنا تمہارا ہی کام ہو سکتا ہے۔“

غَدَاةٌ غَدَوْتُمْ عَلٰی حَتْفِهِ وَ لَمْ يَنْتِ غَدْرًا وَ لَمْ يُخْلِفِ
”(تم نے اسے اس روز قتل کیا) جس روز تم اس کی موت کے پیاسے ہو کر صبح سویرے نکلے

اِنِّیْ اَمْرُوْ عَافِیْ اِنَّانِیْ شِرْكَهٗ وَ اَنْتَ اَمْرُوْ عَافِیْ اِنَّا لَنْکَ وَاَحَدُ
”بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرے برتن سے ایک پورا گروہ مانگتا ہے اور تو ایسا انسان ہے کہ تیرے برتن سے صرف ایک آدمی مانگتا ہے۔“

اَقْسِمُ جِسیْنِیْ فِیْ جُسُوْمٍ کَثِیْرَةٍ وَ اَحْسُوْا قَرَاخَ الْمَآءِ وَالْمَآءِ بَارِدُ
”میں اپنے جسم کو متعدد حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور خالص اور ٹھنڈا پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہوں۔“

کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے یہ قول کیا کہ حاتم طائی تمام عرب سے زیادہ نجی تھا اس نے عروہ بن ورد پر ظلم کیا۔ ابوالفرج نے کہا: عروہ بنی نصیر کے پاس وقتاً فوقتاً آتا رہتا تھا اور جب اسے احتیاج ہوتی تو ان سے قرض لیتا تھا اور جب کوئی چیز بطور غنیمت ملتی تو ان کے ہاں بیچ دیتا۔ بنی نصیر نے اس کے ہاں سلمیٰ کو دیکھا تو اس عورت نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس عورت کو

اور اس نے نہ تو کوئی غداری کی اور نہ وعدہ خلافی (کہ ہم اس پر ندامت کریں)۔“

فَعَلَ اللَّيَالِيَّ وَ صَرَفَ الذُّهُورَ يُدِلُّنَ مِنَ الْعَادِلِ النِّصْفِ
”شاید کبھی راتیں اور گردشِ زمانہ اس عدل و انصاف کرنے والے (نبی کریم ﷺ) پر بھی
حملہ آور ہو کر اس کے حالات بدل دیں۔“

بِقَتْلِ النَّضِيرِ وَ أَحْلَافِهَا وَ عَقْرِ النَّحِيلِ وَ لَمْ تَقْطِفِ
”بنی نضیر اور ان کے حلفاء کے قتل اور نخلستان کو کاٹنے کے جرم میں (زمانہ ان پر حملہ آور ہو)
اور ان نخلستانوں کو کبھی نہیں کاٹا گیا۔“

فَإِنْ لَا أُمَّتٌ نَّاتِكُمْ بِالْقَنَّا وَ كُلِّ حُسَامٍ مَعًا مَرْهَفٍ
”اگر میں زندہ رہا تو ہم تمہارے پاس نیزے اور ایسی تلواریں لے کر آئیں گے جو تیز
ہونے کے ساتھ ساتھ خوب کاٹنے والی ہوں گی۔“

بِكَفِّ كَيْبٍ بِهِ يَحْتَبِي مَتَى يَلْقَ قِرْنًا لَهُ يَتَلَفِ
”وہ تلواریں (ہر) ایسے بہادر کے ہاتھ میں ہوں گی جو ان کے ساتھ ہوگا، وہ اپنی بھی
حفاظت کرے گا اور جب اپنے کسی حریف کا مقابلہ کرے گا تو اسے فنا کر کے رکھ دے گا۔“

مَعَ الْقَوْمِ صَخْرٌ وَ أَشْيَاعُهُ إِذَا غَاوَرَ الْقَوْمَ لَمْ يَضْعِفِ
”اس قوم کے ساتھ صخر (ابوسفیان) اور اس کے ساتھی بھی ہوں گے جب وہ (ابوسفیان)

ان کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس نے انکار کیا، انہوں نے اسے شراب پلا دی اور داؤ سے کام لے کر اس
سے وہ عورت خرید لی اور اس پر گواہ بنا لیے۔ اس بارے میں وہ کہتا ہے:

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكَنَّفُونِي عِدَاةَ اللَّهِ مِنْ كَذِبٍ وَذُورِ
”انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا۔“

یہ بھی روایت ہے کہ اس عورت کی قوم نے اسے عروہ کو بطور فدیہ دیا تھا۔ عروہ کا گمان تھا کہ وہ اس
کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں کرے گی اور وہ اس سے جدا نہیں ہوگی لیکن اس نے پھر اپنی قوم کو اختیار کر لیا۔
اس پر عروہ شرمندہ ہوا۔ اس عورت سے عروہ کے چند بیٹے پیدا ہوئے۔ اس نے عروہ سے کہا بخدا! میں
عربوں کی کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جس نے تجھ جیسے نوجوان کے ہاتھ پردہ لٹکایا ہو جو تجھ سے زیادہ
نگاہیں نیچی رکھنے والا، زیادہ سخی اور زیادہ دولت مند ہو۔ بے شک تو عالی نسب، سخی، گھوڑوں کی پیٹھوں پر
ہلکا، دشمن کے پہلوؤں پر بھاری اور اہل خانہ اور پڑوسیوں پر راضی ہے۔ میں اپنے گھر والوں کو تجھ پر

یہ قوم کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیتا ہے تو کمزوری نہیں دکھاتا۔“

كَلَيْتَ بِتَرْجٍ حَنِ غَيْلَةٍ اَخِي غَابَةٍ هَاصِرٍ اَجُوفٍ
وہ (ابوسفیان) ترج پہاڑ کے اس شیر کی مانند ہے جو اپنی کچھار کا محافظ ہوتا ہے، بانس کی جھاڑی میں رہنے والا، اپنے شکار کو چیر پہاڑ کر رکھ دینے والا اور بڑے پیٹ والا ہوتا ہے۔

بنی نضیر کی جلا وطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ بنی نضیر کی جلا وطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ خَزَيْتُ بِغَدْرَتِهَا الْحُبُورُ كَذَلِكَ الدَّهْرُ ذُو صَرْفٍ يَدُورُ
”علمائے یہود اپنی غداری کے باعث ذلیل و خوار ہو گئے۔ حوادث کے ساتھ گردش کرنے والا زمانہ اسی طرح گردش کرتا ہے۔“

وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِرَبِّ عَزِيزٍ أَمْرًا كَبِيرًا
”اور یہ اس طرح ہوا کہ انہوں نے اس پروردگار کے ساتھ کفر کیا جو غالب ہے اور جس کا حکم

فضیلت دینے والی نہیں ہوں۔ اگر میں تیری چچا زاد بہنوں کو یہ کہتے نہ سنتی کہ عروہ کی لونڈی نے یہ کہا۔ انہوں نے کہا عروہ کی لونڈی۔ اس لفظ کو میں اپنی موت خیال کرتی ہوں۔ قسم بخدا! میرا چہرہ کسی غطفانی عورت کے چہرے کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوگا اس لئے اپنے بیٹوں کو اچھی وصیت کرنا۔ پھر عروہ کے بعد اس عورت سے بنی نضیر کے ایک شخص نے شادی کر لی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کی قوم کی مجلس میں اس کی اسی طرح تعریف کرے جس طرح اس نے عروہ کی تعریف کی تھی۔ عورت نے کہا معاف کرنا میں وہی کچھ کہہ سکتی ہوں جس کا مجھے علم ہو لیکن اس آدمی نے اسے معاف نہ کیا۔ چنانچہ وہ مجلس میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ شخص بھی مجلس میں موجود تھا۔ اس عورت نے کہا صبح بخیر پھر کہا اس شخص نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی وہی تعریف کروں جو اس کے متعلق مجھے علم ہے۔ پھر اس نے کہا بخدا! تیری چادر لپیٹ دی گئی ہے۔ تیرے پینے کا برتن خالی کر دیا گیا ہے اور تیرے سونے کا بستر اٹھا دیا گیا ہے۔ بے شک تو اس رات سیر ہو کر کھاتا ہے جس رات مہمان نوازی کی جاتی ہے اور اس رات خوب سوتا ہے جس رات دشمن کا خوف ہو۔ اس شخص سے اس کی قوم نے کہا تو اس تعریف سے بے نیاز تھا۔“

بہت بڑا حکم ہے۔

وَ قَدْ أُوتُوا مَعًا فَهْمًا وَ عِلْمًا وَ جَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ النَّذِيرُ
”حالانکہ انہیں علم اور فہم اکٹھے عطا کیے گئے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بروقت خبردار کر دینے والا بھی آیا۔“

نَذِيرٌ صَادِقٌ آدَى كِتَابًا وَ آيَاتٍ مُبَيِّنَةٍ تَنْبِيْرٌ
”وہ ایسا نذیر ہے جو صادق ہے اور جس نے ایک ذی شان کتاب اور ایسی کھلی اور واضح نشانیاں دیں جو روشن کر دینے والی ہیں۔“

فَقَالُوا مَا أَتَيْتَ بِأَمْرِ صِدْقٍ وَ أَنْتَ بِسُنْكِرٍ مِنَّا جَدِيرٌ
”لیکن ان یہودیوں نے کہا تم امر حق لے کر نہیں آئے اور تم ہماری طرف سے سلوکِ بد کے مستحق ہو۔“

فَقَالَ بَلَى لَقَدْ أَتَيْتُ حَقًّا يُصَدِّقُنِي بِهِ الْفَهْمُ الْخَبِيرُ
”آپ نے جواب دیا تمہیں یہی روا ہے، میں نے تو اپنا حق ادا کر دیا ہے جس کے ساتھ ہر با سمجھ اور با خبر آدمی میری تصدیق کرتا رہے گا۔“

فَمَنْ يَتَّبِعْهُ يَهْدَ لِكُلِّ رُشْدٍ وَ مَنْ يَكْفُرْ بِهِ يُجْزَ الْكَفُورُ
”پس جو شخص اس (حق) کی اتباع کرے گا اس کی ہر ہدایت کی طرف رہنمائی ہوگی اور جو اس کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کا فر کو اس کی سزا ملے گی۔“

اسی عورت کے بارے میں عروہ بن ورد کہتا ہے۔

أَرَقْتُ وَ صُحْبَتِي بِمَضِيقِ عَمِقٍ لِيَرَّقَ فِي تِهَامَةٍ مُسْتَطِيرٍ
”مجھے نیند نہیں آتی تھی درآں حالیکہ میری بیوی تنگ وادی میں تھی، تہامہ میں پھیلنے والی بجلی کی وجہ سے۔“

إِذَا قُلْتُ اسْتَهْلَ عَلَى قَدِيدٍ يَحُورُ رَبَابُهُ حَوْرَ الْكَسِيرِ
”جب میں نے اسے کہا کہ اس مفلوک الحال شخص پر برس جس کی جماعت شکست خوردہ آدمی کی طرح متحیر ہے۔“

سَقَى سَلْمَى وَ آيْنَ مَحَلَّ سَلْمَى إِذَا حَلَّتْ مُجَاوِرَةَ الشَّرِيرِ
”تو اس نے سَلْمَى کو پانی پلایا، سَلْمَى کا مقام کہاں تھا جب وہ سریر کے پڑوس میں اتری۔“

فَلَمَّا أَشْرَبُوا غَدَرًا وَ كُفْرًا وَ حَادَ بِهِمْ عَنِ الْحَقِّ النَّفُورُ
پس جب وہ غداری اور کفر کے ساتھ سیراب ہو گئے اور نفرت نے حق سے ان کا منہ موڑ دیا۔
أَدَى اللَّهُ النَّبِيَّ بِرَأْيِ صِدْقٍ وَ كَانَ اللَّهُ يَحْكُمُ لَا يَجُورُ
”تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو ایک صحیح رائے سکھائی اور اللہ تعالیٰ درست فیصلہ
فرماتا ہے ظلم نہیں کرتا۔“

فَإِيْدَهُ وَ سَلْطَهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ نَصِيْرَهُ نِعْمَ النَّصِيْرُ
”پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویت پہنچائی اور آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ آپ کا
مددگار ہے اور وہ کیا ہی اچھا مددگار ہے۔“

فَغَوْدِرَ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيْعًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّصِيْرُ
”نتیجتاً ان یہود میں سے کعب کو بچھاڑا ہوا چھوڑ دیا گیا پھر اس کے پچھاڑے جانے کے بعد
بنی نصیر ذلیل و خوار ہو گئے۔“

عَلَى الْكَافِّينَ ثُمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِأَيْدِينَا مُشْهَرَةٌ ذُكُورُ
”نیام سے نکال کر بلند کی ہوئی عمدہ تلواریں وہاں ہماری ہتھیلیوں پر آئیں اور پھر ہمارے
ہاتھوں کے ذریعے کعب پر چھا گئیں۔“

بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ إِذْ دَسَّ لَيْلًا إِلَى كَعْبٍ أَخَا كَعْبٍ يَسِيرُ
”یہ محمد (ﷺ) کے حکم سے ہوا جب آپ نے اس رات کعب کے بھائی کو اشارہ

إِذَا حَلَّتْ بِأَرْضِ بَنِي عَلِيٍّ وَ أَهْلِكَ بَيْنَ أَمْرَةٍ وَ كِبَرٍ
”جب وہ بنی علی کے علاقے میں اتری اور تیرے اہل و عیال امرہ اور کبر کے درمیان تھے۔“

ذَكَرْتُ مَنَازِلًا مِنْ أُمِّ وَهْبٍ مَحَلَّ الْحَيِّ أَسْفَلَ ذِي النَّقِيرِ
”تو مجھے ام وہب کی منازل یعنی ذوالنقیر کے نیچے قبیلے کے مقام کی یاد آئی۔“

وَ آخِرُ مَعْهَدٍ مِنْ أُمِّ وَهْبٍ مُعَرِّسَنَا فُؤِيقَ بَنِي النَّصِيْرِ
”ام وہب کے ساتھ ہمارا آخری زمانہ وہ تھا جب ہم نے بنی نصیر کے تھوڑا سا اوپر رات بسر کی۔“

وَ قَالَتْ مَا تَشَاءُ فَقُلْتُ أَلْهُوَ إِلَى الْأَصْبَاحِ آثَرُ ذِي أَثِيرٍ
”اور اس نے کہا تو کیا چاہتا ہے میں نے کہا میں صبح تک اس گھوڑے کا مشاق ہوں جو اپنے
کھروں کے بڑے بڑے نشانات چھوڑ کر اس عورت کو لے جا رہا ہے۔“

کر دیا کہ وہ کعب کے پاس جائے۔

فَمَا كَرَّهَ فَأَنْزَلَهُ بِمَكْرِ وَ مَحْمُودٌ أَخُو ثِقَةٍ جَسُورٌ
”پس اس نے ہوشیاری سے کام لیا اور اسے بڑی خفیہ تدبیر سے نیچے اتار لیا اور قابلِ اعتماد با
ہمت محمود بھی اس کے ساتھ تھا۔“

فَتِلْكَ بَنُو النَّضِيرِ بَذَارِ سُوءٍ أَبَادَهُمْ بِمَا اجْتَرَمُوا الْمُبِيرُ
”پس یہ بنی نضیر ایک برائی کے گھر میں تھے کہ انہیں ہلاک کرنے والے نے ان کے جرم کی
پاداش میں ہلاک کر دیا۔“

غَدَاةَ آتَاهُمْ فِي الزُّحْفِ رَهَوَا رَسُولُ اللَّهِ وَهُوَ بِهِمْ بِصِيرُ
”(اس روز ہلاک کر دیا) جس روز رسول اللہ ﷺ لشکرِ عظیم کے ساتھ خراماں خراماں ان
کے پاس تشریف لے گئے جبکہ آپ ان سے پوری طرح باخبر تھے۔“

وَ غَسَّانُ الْحِمَاةِ مُوَازِدُوهُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَهُوَ لَهُمْ وَزِيرُ
”اور آپ کے حامی و ناصر بنی غسان دشمن کے خلاف آپ کی مدد کر رہے تھے اور آپ ان
کے مددگار و معاون تھے۔“

فَقَالَ السَّلَامُ وَيَحْكُمُ فَصَدُّوا وَ خَالَفَ أَمْرَهُمْ كَذِبٌ وَ ذُودُ
”وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا تمہاری خیر ہو صلح کر لو۔ لیکن وہ صلح کرنے سے رک گئے اور
کذب و افتراء ان کے معاملہ کا ساتھی بن گیا۔“

فَذَاقُوا غَبَّ أَمْرِهِمْ وَ بَلَا لِكُلِّ ثَلَاثَةٍ مِنْهُمْ بَعِيرُ
”نتیجتاً انہوں نے اپنے معاملہ کے انجام میں سزا کا مزہ چکھ لیا، ان کے ہر تین آدمیوں کے

بِأَنَسَةِ الْحَدِيثِ رَضَابُ فِيهَا بَعِيدُ النَّوْمِ كَالْعِنَبِ الْعَصِيرُ
”جو شیریں بیان ہے اور جس کے منہ کا تھوک انگور کے رس کی طرح نیند دور کرنے والا ہے۔“

أَطْعَتِ الْأُمَيْرِينَ بِصَرْمِ سَلْمَى فَطَارُوا فِي بِلَادِ الْيَسْتَعُورِ
”میں نے سلمیٰ کو چھوڑنے کا حکم دینے والوں کی اطاعت کی۔ وہ یستعور کے بلاد کی طرف پرواز کر
گئے۔“

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكْتَفُونِي عِدَاةَ اللَّهِ مِنْ كَذِبٍ وَذُودِ
”انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا۔“

لئے ایک اونٹ تھا۔“

وَ أَجْلُوا عَامِدِينَ لِقَيْنُقَاعَ وَ غُوْدَرٍ مِنْهُمْ نَخْلٌ وَ دُوْدٌ
”اور وہ بنی قینقاع کے ہاں جانے کا ارادہ کر کے جلاوطن ہو گئے اور اپنے نخلستان اور گھر
پیچھے چھوڑ گئے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کا جواب سماک نے دیتے ہوئے کہا:

أَرَقْتُ وَ ضَافِنِي هَمٌّ كَبِيرٌ بَلِيلٌ غَيْرُهُ لَيْلٌ قَصِيرٌ
”میرے پاس ایک بہت بڑا غم مہمان آیا تو میں ایک ایسی رات کو جاگتا رہا جس کے علاوہ
ہر رات چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔“

أَرَى الْأَخْبَارَ تُنْكِرُهُ جَمِيعًا وَ كُلُّهُمْ لَهُ عِلْمٌ خَبِيرٌ
”میں دیکھتا ہوں کہ تمام علمائے یہود بھی رات کی اس طوالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان
میں سے ہر ایک کے پاس بڑا بصیرت افروز علم ہے۔“

وَ كَانُوا الذَّارِسِينَ لِكُلِّ عِلْمٍ بِهِ التَّوْرَةُ تَنْطِقُ وَالزُّبُورُ
”اور یہ علماء ہر اس علم کی تعلیم دینے والے ہیں جو تورات اور زبور بیان کرتی ہیں۔“

قَتَلْتُمْ سَيِّدَ الْأَخْبَارِ كَعْبًا وَ قَدَمًا كَانَ يَأْمَنُ مَنْ يُجَبِّرُ
”تم نے تمام علمائے یہود کے سردار کعب کو قتل کر دیا ہے حالانکہ وہ ایسا شخص تھا کہ جسے بھی پناہ
دیتا وہ بے خوف ہو جاتا۔“

تَدَلَّى نَحْوَ مَحْمُودٍ أَخِيهِ وَ مَحْمُودٌ سَرِيْرَتُهُ الْفُجُورُ
”تم اس کے بھائی محمود کا ذریعہ پکڑتے ہو حالانکہ محمود ایسا شخص ہے جس کی فطرت میں فسق و
فجور ہے۔“

فَعَادَرَهُ كَانَ دَمًا نَجِيْعًا يَسِيلُ عَلَى مَذَارِعِهِ غَبِيرٌ
”پس محمود نے کعب سے غداری کی، گویا تازہ خون جو اس کے کپڑوں پر بہہ رہا ہے،

وَ قَالُوا لَيْسَتْ بَعْدَ فِدَاءٍ سَلِمَ بِنْعْنٍ مَا لَدَيْكَ وَ لَا فَقِيرٌ
”انہوں نے کہا سہمی کا فدیہ لینے کے بعد جو کچھ تیرے پاس ہے وہ نہ تجھے فائدہ دے سکتا ہے نہ
نقصان۔“

زعفران کی طرح خوشبودار ہے۔“

فَقَدْ وَ أَبَيْكُمْ وَ ابْنِي جَمِيعًا أُصِيبَتْ إِذَا أُصِيبَ بِهِ النَّصِيرُ
”تمہارے باپ اور میرے باپ دونوں کی قسم! جب کعب پر آفت آئی تو وہ پورے بنی نضیر پر آئی۔“

فَإِنْ نَسَلْتُمْ لَكُمْ تَرَكَ رَجُلًا بِكَعْبٍ . حَوْلَهُمْ طَيْرٌ تَدُورُ
”پس اگر ہم صحیح و سلامت رہے تو ہم کعب کے پاس ایسے (مقتول) لوگ چھوڑ دیں گے جن کے ارد گرد پرندے چکر لگا رہے ہوں گے (اور انہیں نوچ رہے ہوں گے)۔“

كَأَنَّهُمْ عَتَائِرُ يَوْمَ عِيدٍ تَذْبَحُ وَهِيَ لَيْسَ لَهَا نَكِيرُ
”(ان کی یہ حالت ہوگی) گویا وہ یوم عید کے ذبیحے ہیں جنہیں ایسی حالت میں ذبح کیا جائے گا کہ ان کے لئے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہوگا۔“

بِيضٌ لَا تُلِيقُ لَهُنَّ عَظْمًا صَوَافِي الْحَدِّ أَكْثَرُهَا ذُكُورُ
”ایسی چمکدار تلواروں کے ساتھ (انہیں ذبح کیا جائے گا) جو ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ چھوڑیں گی، وہ ایسی تیز دھار تلواریں ہوں گی جن کا زیادہ تر لوہا عمدہ ہوگا۔“

كَمَا لَا قِيَتُمْ مِنْ بَاسٍ صَخْرٍ بِأُحْدٍ حَيْثُ لَيْسَ لَكُمْ نَصِيرُ
(ہم تمہارے آدمیوں کا وہی حال کریں گے) جیسا کہ تم نے میدانِ احد میں ابوسفیان کی سختیوں کا سامنا کیا تھا جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ تھا۔

رجال بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار
بنی سلیم کے ایک شاعر عباس بن مرداس نے بنی نضیر کے جوان مردوں کی تعریف کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ الدَّارِ لَمْ يَتَصَدَّعُوا رَأَيْتَ خِلَالَ الدَّارِ مَلْهَى وَ مَلْعَبَا
”اگر گھر والے تتر بتر نہ ہو جاتے تو تو گھر کے درمیان لہو و لعب کی جگہ دیکھتا۔“

فَإِنَّكَ عَمْرِي هَلْ أُرِيكَ ظَعَانًا سَلَكَ عَلَى رُكْنِ الشُّطَاةِ فَتَيَّبَا

وَ لَا وَ أَبِيكَ لَوْ كَالْيَوْمِ أَمْرِي وَ مَنْ لَكَ بِالتَّذْبِيرِ فِي الْأُمُورِ
”ہرگز نہیں تیرے باپ کی قسم اگر آج کی طرح کا میرا معاملہ ہوتا اور کون ہے جو تیرے لئے معاملات میں غور و فکر کرے۔“

”مجھے اپنی زندگی کی قسم! بتا کیا میں تجھے وہ ہودج نشین عورتیں دکھاؤں جو شطاۃ اور تیاب کے مقامات پر چلا کرتی ہیں۔“

عَلَيْهِنَّ عَيْنٌ مِّنْ ظِبَاءٍ تَبَالَهُ أَوَانِسُ يُضْبِنُ الْحَلِيمَ الْمَجْرِبَا
 ”ان ہودجوں کے اوپر تبالہ (بیمں کا ایک مقام) کی ہر نیوں کی مانند موٹی موٹی آنکھوں والی ایسی عورتیں تھیں جو دل کو موہ لینے والی تھیں اور بردبار اور تجربہ کار آدمی کو عشق و محبت کی دعوت دیتی تھیں۔“

إِذَا جَاءَ بَاغِيَ الْخَيْرِ قُلْنَ فُجَاءَةً لَهُ يَوْجُوهُ كَالذَّنَائِيرِ مَرْحَبَا
 ”جب ان کے پاس کوئی طالب خیر آتا تو وہ دنائیر کی طرح چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ اسے فوراً مرحبا کہتیں۔“

وَ أَهْلًا فَلَا مَنُوعَ خَيْرٍ طَلَبْتَهُ وَ لَا أَنْتَ تَخْشَى عِنْدَنَا أَنْ تُؤْتَبَا
 ”اور خوش آمدید کہتیں پھر تو جو خیر بھی طلب کرتا اس میں رکاوٹ نہ ہوتی اور نہ ہمارے پاس تجھے اس بات کا اندیشہ ہوتا کہ تجھے کوئی ملامت کرے گا۔“

فَلَا تَحْسِنِي كُنْتُ مَوْلَى ابْنِ مِشْكَمٍ سَلَامٌ وَ لَا مَوْلَى حَيٍّ بِنِ أَخْطَبَا
 ”پس تو یہ مت خیال کر کہ میں سلام بن مشکم یا حی بن اخطب کا حلیف ہوں (بلکہ میں تو بے لاگ مدح خواں ہوں)۔“

ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار

اس کا جواب بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد خوات بن جبیر نے دیتے ہوئے کہا:

تُبَكِّي عَلَى قَتْلَى يَهُودَ وَ قَدْ تَرَى مِنَ الشَّجْوِ لَوْ تَبَكِّي أَحَبَّ وَ أَقْرَبَا
 ”تو یہودیوں کے قتل پر بڑے آنسو بہاتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب تو روتا ہے تو تیرے نزدیک غم سے زیادہ اپنے رونے کا اظہار زیادہ محبوب اور مقصود ہوتا ہے۔“

فَهَلَّا عَلَى قَتْلَى بَيْطِنِ أَرَيْنِقِ بَكَيْتَ وَ لَمْ تَقُولِ مِنَ الشَّجْوِ مُسْهِبَا
 ”ذرا یہ تو بتا کہ تو بطن ارینق کے مقتولوں پر کیوں نہ رویا اور غم کے باعث منہ بگاڑ بگاڑ کر ان پر چلا کر کیوں نہ رویا۔“

إِذَا لَمَلَكْتُ عِصْمَةَ أُمِّ وَهْبٍ عَلَى مَا كَانَ مِنْ حَسَكِ الصَّدُورِ
 ”تو میں ام وہب کی عصمت کا مالک بن جاتا، لوگوں کے سینوں کے غضبناک ہونے کے باوجود۔“

إِذَا السَّلَامُ دَارَتْ فِي صَدِيقٍ رَدَدَتْهَا وَ فِي الدِّينِ صَدَادًا وَ فِي الْحَرْبِ تَغَلَّبَا
 ”جب ایک دوست کے بارے میں پیانِ صلح جاری ہوا تو تو نے اسے توڑ دیا حالانکہ تو ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والا اور جنگ میں لومڑی بن جاتا ہے۔“

عَمَدَتَ إِلَى قَدْرِ لِقَوْمِكَ تَبْتَغِي لَهُمْ شَبَهَا كَيْمَا تَعِزُّ وَ تَغَلَّبَا
 ”تو نے اپنی قوم کے ہم مثل بننے کے لئے ان کی قدر و منزلت کا سہارا لیا تا کہ تو عزت و وقار حاصل کر سکے۔“

فَإِنَّكَ لَمَّا أَنْ كَلِفْتَ تَمْدَحًا لِمَنْ كَانَ عَيْبًا مَدْحُهُ وَ تَكْذِبًا
 ”حالانکہ جب تو ایسے لوگوں کی مدح کرنے پر فریفتہ ہوا جن کی مدح دراصل عیب اور جھوٹ ہے

رَحَلْتَ بِأَمْرِ كُنْتَ أَهْلًا لِيُثْلَهُ وَ لَمْ تُلَفِ فِيهِمْ قَائِلًا لَكَ مَرَحَبًا
 تو تو نے ایسے معاملہ کا بیڑا اٹھایا جیسے معاملہ کا اہل تجھ جیسا (لغو انسان) ہی ہو سکتا تھا۔ اسی وجہ سے تو نے اپنی قوم میں ایک شخص بھی نہ پایا جو تجھے اس بات پر مرحبا کہتا۔“

فَهَلَّا إِلَى قَوْمٍ مَلُوكٍ مَدَحْتَهُمْ تَبَنُّوا مِنَ الْعِزِّ الْمُوَثَّلِ مَنْصِبًا
 ”پس تو نے شاہانہ شخصیتوں کی مالک قوم کی تعریف کیوں نہ کی جو دائمی عزت و وقار کی عمارت کے بانی ہیں۔“

إِلَى مَعْشَرٍ صَارُوا مَلُوكًا وَ كَرِمُوا وَ لَمْ يُلَفِ فِيهِمْ طَالِبُ الْعَرَفِ مُجَدِّبًا
 ”جو بادشاہ بن گئے اور باوقار مقام حاصل کیا اور (ان کی غیرت کی وجہ سے) قحط سالی میں بھی ان کا کوئی آدمی جو دو وسخا کا طالب نظر نہیں آتا۔“

أُولَئِكَ أُخْرَى مِنْ يَهُودَ بِمَدْحَةٍ تَرَاهُمْ وَ فِيهِمْ عِزَّةُ الْمَجْدِ تَرْتَبًا
 ”یہ لوگ یہود کی بنسبت زیادہ مدح و ثناء کے مستحق ہیں، تم دیکھو گے کہ ان میں مجد و شرف کا غلبہ بڑا مستحکم ہے۔“

خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار

اس کا جواب عباس بن مرداس السلمی نے دیتے ہوئے کہا:

فَيَا لِلنَّاسِ كَيْفَ غَلَبَتْ نَفْسِي عَلَى شَيْءٍ وَ يَكْرَهُهُ ضَيِّقِي
 ”ہائے لوگو! تعجب ہے میں نے اپنے نفس کو اس چیز پر کیسے مجبور کیا حالانکہ میرا ضمیر اسے ناپسند کرتا

هَجَوْتَ صَرِيحَ الْكَاهِنِينَ وَ فِيكُمْ لَهُمْ نِعَمٌ كَانَتْ مِنَ الذَّهْرِ تَرْبَا
”تو نے خالص النسب کا نہیں (دو یہودی قبیلوں) کی ہجو کی حالانکہ تمہارے اندران کے
بڑے احسانات ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔“

أُولَئِكَ آخَرَى لَوْ بَكَيْتَ عَلَيْهِمْ وَ قَوْمَكَ لَوْ آدَوْا مِنَ الْحَقِّ مُوجِبًا
”یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے اگر تو ان پر روتا اور اگر تیری قوم کسی واجب الاداء حق
کو ادا کرتی تو یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے

مِنَ الشُّكْرِ إِنَّ الشُّكْرَ خَيْرٌ مَغْبِيَةً وَ أَوْفَى فِعْلًا لِذِي كَانَ أَصَوْبًا
کہ ان کا شکر ادا کیا جائے، بے شک شکر ادا کرنا بہترین عاقبت اندیشی ہے اور ایک ایسے
شخص کے لئے زیادہ مناسب کام ہے جو صائب الرائے ہو۔“

فَكُنْتُ كَمَنْ أَمْسَى يَقْطَعُ رَأْسَهُ لِيَبْلَغَ عِزًّا كَانَ فِيهِ مَرْغَبًا
”لیکن تو اس شخص کی طرح ہو گیا جو اپنا سر تک کاٹنے لگا تاکہ وہ اس اقتدار تک پہنچ جائے
جس کا بھوت اس پر سوار تھا۔“

فَبِكَ بَنِي هَارُونَ وَ أَذْكَرُ فِعَالَهُمْ وَ قَتَلَهُمُ لِلْجُوعِ إِذْ كُنْتُ مُجْدِبًا
”پس تو بنی ہارون (کاہنیں کا خیال تھا کہ وہ آل ہارون ہیں) پر خوب رو اور ان کے
کارنامے یاد کر اور یہ بھی یاد کر کہ جب تو بھوکا ہوتا تو وہ تیری بھوک کے لئے جانور ذبح کرتے۔“
أَخَوَاتُ أَذِرِ الذَّمَّعَ بِالذَّمَّعِ وَأَبِيكِهِمْ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْمَكْرُوهِ مِنْهُمْ وَ نَكْبًا
”اے خوات! آنسوؤں کے بدلے آنسو بہا اور ان پر آہ و زاری کر اور ہر اس چیز سے
اعراض اور اجتناب کر جو انہیں ناگوار ہو سکتی ہے۔“

فَإِنَّكَ لَوْ لَأَقَيْتَهُمْ فِي دِيَارِهِمْ لَأَلْفَيْتَ عَمَّا قَدْ تَقُولُ مُنْجِبًا
”تو اگر تو ان کے دیار میں جا کر ان سے ملے گا تو تو اپنے آپ کو اس بات سے کنارہ کش
پائے گا جو تو اس وقت کہہ رہا ہوگا۔“

سِرَاعٍ إِلَى الْعَلْيَا كِرَامٍ لَدَى الْوَلَى يُقَالُ لِبَاغِي الْخَيْرِ أَهْلًا وَ مَرَحَبًا
”یہ بلندیوں کی طرف تیزی سے دوڑنے والے اور جنگ کے وقت اچھا سلوک کرنے

تھا۔“

شاعر کا قول ہے السریو۔ یہ بنی کنانہ کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اور شاعر کا قول ہے

والے لوگ ہیں ان کے ہاں جو دو سخا کے طالب کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔“

ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے کہا:

لَعَبْرِي لَقَدْ حَكَمْتُ رَحَى الْحَرْبِ بَعْدَ مَا أَطَارَتْ لَوْنًا قَبْلَ شَرْقًا وَ مَغْرِبًا
”مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد کہ جنگ نے پہلے بھی مشرق و مغرب میں قبیلہ لوی کے پرچے اڑا دیئے۔ اب اس جنگ کی چکی نے

بَقِيَّةَ آلِ الْكَاهِنِينَ وَ عِزُّهَا لَعَادَ ذَلِيلًا بَعْدَ مَا كَانَ أَغْلَبًا
آل کاہنین کے بچے کچے لوگوں کو اور ان کی عزت کو کچل کر رکھ دیا۔ پس وہ عزت خاک میں مل گئی بعد اس کے کہ وہ عزت سب پر غالب تھی۔“

فَطَاخَ سَلَامٌ وَابْنُ سَعْيَةَ عَنُودَ وَقَدْ ذَلِيلًا لِلنَّيَا ابْنُ أَخْطَبَا
”چنانچہ سلام اور ابن سعیہ قہر و ذلت سے ہلاک ہو گئے اور ابن اخطب کو نہایت ذلت کے ساتھ موت کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔“

وَ أَجْلَبَ يَبْعَى الْعِزُّ وَالْذُّلُّ يَبْتَغِي مِحْلَافَ يَدَيْهِ مَا جَنَى حِمْنٌ أَجْلَبَا
”اس وقت ابن اخطب نے شور مچا کر لوگوں کو جمع کرنا چاہا تا کہ اپنی عزت برقرار رکھ سکے مگر اس کے برعکس جب وہ ایسا کر رہا تھا تو جو جرائم اس نے کیے تھے ان کے ہاتھوں وہ ذلت طلب کر رہا تھا۔“

كَتَارِكِ سَهْلِ الْأَرْضِ وَالْحَزْنُ هَهُ ۥ وَ قَدْ كَانَ ذَا فِي النَّاسِ أَكْذَى وَ أَصْعَبَا
”اس کی مثال اس شخص کی سی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ رہا ہو اور اس کا ارادہ سنگلاخ زمین کی طرف ہو اور یہ چیز لوگوں میں زیادہ تکلیف دہ اور شاق ہوتی ہے۔“

وَ شَأْسٌ وَ غَوَالٌ وَ قَدْ صَلِيَا بَهَا وَ مَا غُيْبَا عَنْ ذَاكَ فِيمَنْ تَغَيَّبَا
”اور ہاں اور غزال نے بھی جنگ کی اس چکی کی مشقت اٹھائی مگر وہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ غائب نہیں کئے گئے جو غائب ہو گئے تھے۔“

الْيَسْتَعْوَدُ - یہ مدینہ طیبہ کے حرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں بول کے بڑے بڑے کانٹے دار درخت ہیں۔ حضرت ابو حنیفہ نے کہا یستعود ایک درخت ہے جس کی

وَعَوْفُ بْنُ سَلْمَى وَابْنُ عَوْفٍ يَكْلَاهُمَا وَكَعْبُ رَيْسُ الْقَوْمِ حَانَ وَخَبَّهَا
 ”اور عوف بن سلمیٰ اور ابن عوف یہ دونوں اور قوم کے سردار کعب کا بھی وقت آگیا، محرومی کی
 حالت میں ہلاک ہو گئے۔“

فَبَعْدًا وَ سَحَقًا لِلنَّضِيرِ وَ مِثْلَهَا إِنَّ أَعْقَبَ فَتَحَ أَوْ إِنَّ اللَّهَ أَعْقَبَا
 ”پس بنی نضیر پر لعنت اور پھٹکار ہو۔ فتح و نصرت نے ان جیسے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا یا یہ کہ
 اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح و نصرت چھین کر دوسرے لوگوں کو دے دی۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابو عمرو مدنی نے کہا: بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ
 نے بنی مصطلق سے جنگ کی۔ ان کا واقعہ ان شاء اللہ میں اس مقام پر ذکر کروں گا جہاں حضرت
 ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔

مسواک بنائی جاتی ہے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر اگتا ہے اور یستعود حوادثِ زمانہ کے اسماء میں سے ایک
 نام بھی ہے۔ اور یستعود میں یاءِ اصلی ہے۔ تو یہ ام عمرو کے واقعہ کی وہ وضاحت ہے جس کی طرف
 علامہ ابن اسحاق نے اشارہ کیا اور یہی ام وہب ہے جیسا کہ اشعار میں بار بار آیا ہے۔

۴ھ میں غزوہ ذات الرقاع

علامہ ابن اسحاق نے کہا: غزوہ بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ ربيع الثانی کا پورا مہینہ اور جمادی الاولیٰ کے کچھ دن مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے پھر قبیلہ غطفان کی شاخوں بنی محارث اور بنی ثعلبہ کے ساتھ جنگ کے ارادے سے نجد روانہ ہوئے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا اور بقول ابن ہشام ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: مدینہ طیبہ سے چل کر حضور ﷺ نے مقام نخل میں پڑاؤ کیا۔ یہی غزوہ ذات الرقاع ہے۔

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن ہشام نے کہا: اسے غزوہ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔

غزوہ ذات الرقاع

علامہ ابن ہشام کے بقول اسے غزوہ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ دیگر رواۃ نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک قطعہ زمین تھا جس میں سیاہ اور سفید ٹکڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس میں مختلف پیوند لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے اس جگہ کو ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ اور صحابہ کرام نے اس غزوہ میں اس جگہ پر پڑاؤ کیا تھا۔ ان سب اقوال میں صحیح ترین قول وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، میرے دونوں پاؤں بھی گھس گئے اور میرے ناخن گر گئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹ لیے۔ اس بناء پر اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا گیا کیونکہ ہم کپڑوں کے ساتھ اپنے پاؤں کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی پھر اسے ناپسند کیا اور فرمایا میں اسے ذکر نہیں کروں گا۔ گویا آپ نے ناپسند فرمایا کہ اپنا کوئی عمل لوگوں پر ظاہر کریں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا وہاں حضور ﷺ کو قبیلہ غطفان کے ایک جم غفیر سے سابقہ پڑا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہو گئے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، حالانکہ دونوں فریقوں کا ایک دوسرے سے خوف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت واپس تشریف لے آئے۔

صلوٰۃ خوف

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے جن کی کنیت ابو عبیدہ تھی، بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت یونس بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن بن ابی حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ خوف کے بارے میں روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو دور کعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس دوران دوسرا گروہ دشمن کی طرف متوجہ تھا، پھر دوسرا گروہ آیا، حضور ﷺ نے انہیں آخری دور کعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: نیز ہم سے حضرت عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو زبیر سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں اور ہم سب نے حضور ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور پہلی صف نے سجدہ کیا، پھر

صلوٰۃ خوف

علامہ ابن ہشام نے صلوٰۃ خوف کا ذکر کیا اور اسے تین سندوں سے روایت کیا۔ یہ نماز اس سے بھی زیادہ کئی طریقوں سے مروی ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت ابو بکر رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا۔ صلوٰۃ خوف کے بارے میں سولہ روایات ہیں اور مصنفین نے ان میں سے صحیح ترین روایات کو بیان کیا ہے اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ان میں سے چند روایات بیان کی ہیں۔ پھر ان روایات میں سے کسی ایک کی ترجیح میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے اس روایت پر عمل کیا جائے گا جو ظاہر قرآن کے زیادہ مشابہ ہے۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے آخری روایت کی تلاش میں اجتہاد کیا جائے گا کیونکہ وہ ماقبل روایات کی ناسخ قرار پائے گی۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے جو روایت سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہے اور جس کے رواۃ اعلیٰ ترین ہیں اس کو لیا جائے گا۔ ایک فریق کا قول ہے اور یہ ہمارے شیخ کا مذہب ہے کہ خوف کے مختلف احوال کے مطابق تمام روایات کو لیا جائے

جب پہلی صف والوں نے سجدہ سے سر اٹھائے تو ان سے پیچھے والوں نے بذاتِ خود ہی سجدہ کیا، پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی کی جگہ کھڑی ہو گئی، پھر ان سب نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور جو صف اس کے پیچھے متصل تھی اس نے بھی سجدہ کیا، پھر جب انہوں نے سجدہ سے اپنے سر اٹھائے تو پچھلی صف والوں نے بذاتِ خود سجدہ کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سب کو رکوع کرایا اور دونوں صفوں میں سے ہر ایک نے بذاتِ خود دو سجدے کیے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا (صلوۃ خوف میں) امام کھڑا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک گروہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا گروہ دوسرے کے مقابل کھڑا ہوتا ہے۔ امام پہلے گروہ کو رکوع اور سجدہ کراتا ہے، پھر اس گروہ والے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور دشمن کے مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرا گروہ آگے بڑھ جاتا ہے، اسے امام ایک رکعت رکوع و سجود کے ساتھ پڑھاتا ہے پھر ہر گروہ اگلی رکعت بذاتِ خود ادا کرتا ہے۔ اس طرح ان کی ایک ایک رکعت امام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور ایک ایک رکعت وہ بذاتِ خود ادا کرتے ہیں۔

غورث بن حارث کا حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بنی محارب کے غورث نامی

گا۔ جب خوف شدید ہو تو اس روایت پر عمل کیا جائے گا جس میں مشقت کم ہو اور جب خوف کی شدت انتہاء کو پہنچ جائے تو بغیر امام کے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ حضرت ابن سلام نے اسلاف کے ایک گروہ سے روایت کیا کہ صلوۃ خوف اس بات کی طرف لوٹتی ہے کہ وہ چار تکبیریں ہوں اور یہ جنگ کے شور و غل میں ادا کی جاتی ہے۔ صلوۃ خوف کے بارے میں بقیہ گفتگو ان شاء اللہ واقعہ بنی قریظہ کے ضمن میں ہوگی اور صلوۃ خوف کے جو احکام دیگر نمازوں کے احکام سے مختلف ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں کوئی سہو نہیں، نہ امام پر اور نہ مقتدی پر۔ اسے امام دارقطنی نے ایک ثابت شدہ سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا سَهْوَ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ ”نماز خوف میں کوئی سہو نہیں۔“

ایک شخص نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا تمہاری خاطر میں محمد (ﷺ) کو قتل نہ کروں؟ انہوں نے کہا ضرور مگر تم انہیں کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں اچانک بے خبری میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس آیا، حضور (ﷺ) تشریف فرما تھے اور آپ کی تلوار آپ کی گود میں تھی۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ حضور (ﷺ) نے فرمایا ہاں۔ بقول ابن ہشام وہ تلوار چاندی سے مزین تھی۔ چنانچہ اس نے تلوار اٹھائی، اسے نیام سے نکالا اور لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں حضور (ﷺ) پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا: يَا مُحَمَّدُ أَمَا تَخَافُنِي "اے محمد (ﷺ) کیا آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا؟" حضور (ﷺ) نے فرمایا: لَا وَلَا أَخَافُ مِنْكَ۔ "ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں"۔ اس نے پوچھا: أَمَا تَخَافُنِي وَفِي يَدِي السَّيْفُ؟ "کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں، حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟" حضور (ﷺ) نے فرمایا لَا، يَمْنَعُنِي اللَّهُ مِنْكَ "ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے تیرے شر سے بچائے گا"۔ اس پر اس نے تلوار حضور (ﷺ) کو واپس کر دی۔ راوی فرماتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑩ (المائدہ)

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو"۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت یزید بن رومان نے بیان کیا کہ یہ آیت کریمہ تو بنی نصیر کے فرد عمرو بن جحاش اور اس کے ارادہ قتل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت وہب بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا مقام نخل میں غزوہ ذات الرقاع

منسوب کو رفع دینا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب آپ کا اونٹ پیچھے رہ گیا۔

میں شمولیت کے لئے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لارہے تھے تو میرے ساتھی آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے تشریف لے آئے اور فرمایا مَالِكُ يَا جَابِرُ؟ اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اس اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے اسے بٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا، پھر فرمایا ”اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی یہ چھڑی مجھے دو یا میرے لیے کسی درخت سے چھڑی کاٹ لاؤ۔“ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ ﷺ نے چھڑی لے کر دو تین مرتبہ میرے اونٹ کو کچوکے دیے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ، میں سوار ہو گیا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اب وہی اونٹ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کرتا جا رہا تھا۔

فَنَحَسَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَسَاتٍ فَخَرَجَ يُوَاهِقُ نَاقَتَهُ مُوَاهِقَةً ”نبی کریم ﷺ نے اسے چند کچوکے دیے تو اب وہ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا۔“ اَلْمُوَاهِقَةُ مسابقہ اور مجاہدہ کا ہم معنی ہے یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور ساتھ ساتھ ہونا۔ سیبویہ نے اوس بن حجر کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

تَوَاهِقُ رَجُلَاهَا يَدَاهَا وَرَأْسُهُ لَهَا قَتَبٌ خَلْفَ الْحَقِيْبَةِ رَادِفٌ

”اس کی ٹانگیں اس کے ہاتھوں کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں اور اس کا سر ہی اس کے لئے کجاوہ ہے جو ٹھیلے کے پیچھے سوار ہے۔“

يَدَاهَا اور رَجُلَاهَا دونوں کو فاعل کا رفع دیا کیونکہ موافقہ دو افراد سے ہی متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک معنوی طور پر فاعل ہوتا ہے۔ جیسا کہ علماء نے ایک راجز کے اس شعر میں کہا ہے:

قَدْ سَلَّمَ الْحَيَاتُ مِنْهُ الْقَدَمَا الْأَفْعَوَانَ وَالشَّجَاعَ الشَّجْعَمَا
وَ ذَاتَ قَرْنَيْنِ ضُورًا ضُورِمَا

”اس کے قدم پر افعوان اور شجاع کے زہریلے سانپوں نے مل کر ڈسا اور اس مینڈھیوں والی عورت کو بھی ڈسا جو پتلی کمر والی اور بوڑھی تھی۔“

اثناے گفتگو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچو گے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بلکہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ فرمایا: نہیں بلکہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر میرے ساتھ سودا کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے ایک درہم کے بدلے لے لیا، میں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ پھر تو آپ مجھ کو خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر دو درہم کے بدلے۔ میں نے عرض کی: نہیں۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے لئے اس کی قیمت بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ایک اوقیہ (سونے) تک پہنچ گئے، پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں

سیبویہ نے اسی طرح تاویل کی ہے۔ شاید اس شاعر کی لغت یہ ہے کہ حالت رفی، نصی اور جری میں تشنیہ کو الف کے ساتھ لکھتا ہے جیسا کہ اس نے کہا:

تَزَوَّدَ مِنَّا بَيْنَ اُذْنَاهُ طَعْنَةً دَعْتُهُ اِلَى هَابِي التَّرَابِ عَقِيمٌ
”اس نے اپنے دونوں کانوں کے درمیان ہم سے نیزے کا ایسا زخم کھایا کہ سخت جنگ نے اسے
قبر کی مٹی کی طرف دھکیل دیا۔“

اور جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا:

قَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا
”وہ دونوں بزرگی میں اس کی دونوں انتہاؤں تک پہنچ گئے ہیں۔“

یہ بنی حارث بن کعب کی لغت ہے۔ یہ ابو عبیدہ کا قول ہے۔ نحاس نے الکتاب المقتنع میں کہا: یہ بنی خثعم، بنی طیء اور بنی کنانہ کی چند ذیلی شاخوں کی بھی لغت ہے۔ اور یہ شعر تَوَاهِقُ رَجُلَاهَا يَدَاهَا اوس بن حجر اسدی کا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی یہ لغت ہے۔ پھر یہ شعر اسی طریقے پر ہو گا جو سیبویہ نے کہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل

حضرت ابن اسحاق نے اونٹ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سودا بازی کا ذکر کیا ہے۔ آخر کار حضور ﷺ نے ان سے وہ اونٹ ایک اوقیہ (سونے) کے بدلے خرید لیا۔ پہلے حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ مجھے خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ اگر تو حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم بطور مذاق دیا تھا تو

نے عرض کی پھر یہ آپ کا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے لے لیا۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا شیبہ سے؟ میں نے عرض کی: نہیں بلکہ شیبہ (1) سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”کیا کوئی کنواری لڑکی نہ ملی جس سے تم دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی“۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! غزوہ احد میں میرے والد شہید ہو گئے اور اپنی

پھر تو آپ ان سے مذاق کر رہے تھے لیکن حضور ﷺ حق ہی ارشاد فرماتے ہیں اس لئے جب یہ حق اور سنجیدہ معاملہ تھا تو اس میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں شدید مقابلہ کرنا مباح ہے اور نص حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ کسی سامان میں اتنی قیمت دینا جو اس جیسے سامان کی عام قیمت کے برابر نہ ہو، بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جس شخص نے کوئی سامان اتنی قیمت میں خریدا جو اس جیسے سامان کی قیمت نہ بنتی ہو اور وہ شخص عقلمند ہو اور خرید و فروخت میں مہارت رکھتا ہو اور بیع میں کوئی دھوکا بازی بھی نہ ہو تو وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس میں رجوع جائز نہیں ہوگا۔ سند صحیح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت جابر کے لئے جب بھی ایک درہم کا اضافہ کرتے تو فرماتے میں نے یہ اونٹ اتنے میں لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ گویا آپ کو ایک ایک درہم عطا کرنے میں حضور ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کے طلب مغفرت کی زیادہ سے زیادہ دعائیں گئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کے واقعہ میں ذکر کردہ ان فقہی مسائل کے علاوہ اور بھی کچھ مسائل ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء کے ایک گروہ نے اس واقعہ سے بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنے کے جواز میں حجت پکڑی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے آپ نے مدینہ طیبہ تک سوار رہنے کی شرط رکھی تھی۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنا جائز نہیں۔ اگر کوئی بیع شرط کے ساتھ واقع ہو تو شرط اور بیع دونوں باطل ہوں گی ان کی دلیل حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث ہے، انہوں نے اپنے باپ حضرت شعیب سے، انہوں نے آپ کے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصی سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے اور بیع اور سلم کو جمع کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں

یہ حدیث ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ آپ نے کہا: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو۔ محدثین کے نزدیک یہ

1۔ شیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد بیوہ ہو گئی ہو یا طلاق شدہ ہو۔ مترجم

سات بیٹیاں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کی مانگ چوٹی کر سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَصْبَتَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ”تم نے درست فیصلہ کیا ہے، ان شاء اللہ (پھر فرمایا) جب ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیں گے، وہاں ہم دن بھر ٹھہریں گے۔ جب وہ (تمہاری بیوی) ہماری آمد کی سنے گی تو (مہمان نوازی کے لئے) گاؤں تکے مہیا کر دے گی۔“ میں نے عرض کی: بخدا! یا

روایت بہت ہی غریب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ حضرت شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں نہ کہ اپنے باپ حضرت محمد سے کیونکہ ان کے باپ حضرت محمد ان کے دادا حضرت عبداللہ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ پس اس حدیث کے بارے میں اس تنبیہ کو ذہن نشین کر لیجئے۔ اس بات پر بہت کم لوگوں نے آگاہ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حدیث جابر میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اَفْقَرْنِيْ ظَهْرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ ”مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مجھے عاریہ دے دیجئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اِسْتَتَيْتُ ظَهْرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ ”میں نے مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مستثنیٰ کر لی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا شَرَطَ لِيْ ظَهْرًا ”آپ نے میرے لئے اس کی پیٹھ شرط رکھی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: شرط رکھنے والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اسی طرح اونٹ کی قیمت میں بھی اضطراب ہے۔ بعض نے یہ الفاظ کہے: بَعْتُهُ مِنْهُ بِاَوْقِيَةٍ میں نے حضور ﷺ کو وہ اونٹ ایک اوقیہ (سوئے) کے بدلے بیچا۔ بعض نے کہا چار اوقیہ میں بیچا، بعض نے کہا پانچ اوقیہ میں، بعض نے کہا پانچ دیناروں میں، بعض نے کہا چار دیناروں میں اور بعض نے کہا یہ بھی اوقیہ کے معنی میں ہی ہے۔ یہ تمام روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں۔ بعض روایات میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا دو دینار اور دو درہموں کے بدلے۔ ایک گروہ نے شرط کے بطلان اور بیع کے جواز کا قول کیا ہے۔ ان کی دلیل حضرت بریرہ کی حدیث ہے جب اس کے گھر والوں نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچا اور ولاء کی شرط رکھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس بیع کو جائز اور شرط کو باطل قرار دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے ان تمام احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے فرمایا: ایک صورت میں شرط باطل اور بیع جائز ہوگی۔ یہ بات مسائل میں اس شخص کے سامنے واضح ہے جو مسائل میں غور و فکر کرتا ہے۔ جو روایات مضبوط بنیاد والی اور قابل استشہاد ہیں، انہیں ابن رشد کی کتاب المقدمات میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ جو چاہے انہیں وہاں دیکھ لے۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کوئی گاؤ تکیے نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّهَا سَتَكُونُ ”ایک وقت یہ تمہارے پاس ضرور ہوں گے، تم جب گھر پہنچو تو ہوشیاری سے کام لینا۔“ چنانچہ جب ہم صرار پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے حسب ارشاد اونٹ ذبح کیے گئے، ہم نے وہاں سارا دن گزارا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت

حدیث جابر کا علم قطعی حاصل ہونے کے بعد اس میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی فعل عبث نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام افعال حکمت پر مبنی ہیں اور آپ ﷺ کی عصمت کے مؤید ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید کر انہیں اس کی قیمت عطا فرمائی اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا پھر اونٹ بھی انہیں واپس کر دیا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ حضور ﷺ ان سے اونٹ کا سودا کیے بغیر وہ مال عطا فرما دیتے، نہ کوئی خرید و فروخت ہوتی، نہ کوئی شرط رکھی جاتی اور نہ کوئی واسطہ ہوتا۔ تو اس بات میں ایک بڑی عمدہ حکمت ہے، اسے عبرت کی آنکھ سے دیکھئے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ پھر ان سے فرمایا: کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے باپ کی شہادت اور ان کے پیچھے چھوڑی ہوئی بیٹیوں کا ذکر کیا، حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دے رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرما دیا ہے اور ان کی روح واپس لوٹا دی ہے اور فرمایا ہے جتنا تو چاہتا ہے میں اور اضافہ کر دیتا ہوں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خبر کو اس تشبیہ کے ساتھ واضح فرمایا کہ ان سے اونٹ خریدا جبکہ وہ آپ کی سواری کا جانور تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ سے اور دیگر شہداء سے ان کی جانیں جنت کی قیمت کے بدلے خرید لیں جبکہ انسان کی جان اس کی سواری ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میرا نفس میری سواری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کے اجر و ثواب میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ (یونس: 26) ”ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے شہدا کی وہ جانیں جو ان سے خریدی تھیں انہیں واپس کر دیں، فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (آل عمران: 169) ”اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں۔“ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا، اس کی قیمت ادا کی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، پھر ان سے خریدا ہوا اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اس پورے عمل میں حضور ﷺ نے اس

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ بھی اور ہم بھی (مدینہ طیبہ) پہنچ گئے۔ میں نے اپنی رفیقہ حیات کو سارا قصہ سنایا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی بتائے۔ وہ کہنے لگی: فَذُوْنَكَ فَسَمِعْتُ وَطَاعَةً ”تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا“۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کی نکیل پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے درِ اقدس پر اسے لا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اونٹ دیکھا۔ دریافت فرمایا: ”یہ کس کا اونٹ ہے؟“ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ حضرت جابر لائے ہیں۔ پوچھا: جابر کہاں ہے؟ مجھے بلایا گیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بھتیجے! اپنا یہ اونٹ لے لو، یہ

خبر کی تاکید کی طرف اشارہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کے متعلق حضور ﷺ کو دی تھی۔ اس طرح خبر کے ساتھ ساتھ اس کی عملی صورت بھی سامنے آگئی۔ حضور ﷺ کے افعال اس بات سے بعید ہیں کہ وہ حکمت سے خالی ہوں بلکہ آپ کے تمام افعال قرآن کریم کے مؤید ہیں اور اسی سے ماخوذ ہیں۔

عمرو بن عبید سے حدیث کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے یہ حدیث عمرو بن عبید از حسن از جابر کی سند سے بیان کی ہے اور غورث کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اسے امام بخاری نے ذکر کیا اور اس کے بارے میں فرمایا غورث بن حارث۔ خطاب نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا: اِنَّهُ لَمَّا هُمْ بِقَتْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُمِيَ بِالزُّلْحَةِ فَتَدَارَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ وَسَقَطَ اِلَى الْاَرْضِ ”جب اس نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی پیٹھ میں درد اٹھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔“ الزُّلْحَةُ درد کی ایک قسم ہے جو پیٹھ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک علامہ ابن اسحاق کے اس حدیث کو عمرو بن عبید سے روایت کرنے کا تعلق ہے تو یہ چیز بہت ہی عجیب ہے، حالانکہ ثقہ راویوں نے اسے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور حدیث میں عمرو بن عبید کے ضعیف ہونے پر اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ وہ اپنی بدعت اور کسی کی طرف غلط بات منسوب کرنے کے بارے میں مشہور ہے۔ قدر کا جو قول قدریہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس میں یہ شخص قدریہ کی حجت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قول سے بری کر دیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان والے ہیں۔ جہاں تک عمرو بن عبید بن دأب کا تعلق ہے تو وہ اپنے زمانہ کا عظیم شخص تھا اور تقویٰ و پرہیزگاری میں عالی مرتبت تھا، یہاں تک کہ ایک قوم اس سے اور اس کی باتوں سے فتنہ میں مبتلا ہو گئی اور وہ قدریہ فرقہ بن گئے۔ محدثین کی ایک جماعت کو اس کے مذہب کا پیرو کار قرار دیا گیا

تمہارا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ”تم جابر کو لے جاؤ اور اسے ایک اوقیہ (اونٹ کی قیمت) دے دو۔“ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا۔ قسم بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا اور ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو کل یعنی واقعہ حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔

حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے چچا حضرت صدقہ بن یسار نے بیان کیا انہوں نے حضرت عقیل بن جابر سے انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اس کے باعث ان کی احادیث ساقط نہیں ہوئیں کیونکہ انہوں نے اپنے مذہب پر کوئی مباحثہ نہیں کیا اور نہ اپنے مخالف اہل سنت کے متعلق طعن کیا، جس طرح عمرو بن عبید نے کیا۔ جن محدثین کو قدر یہ کہا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ابن ابی ذؤب، ققادہ، داؤد بن حصین، عبد الحمید بن جعفر اور ان کے علاوہ علم حدیث میں معتبر شخصیات کا ایک گروہ۔ عمرو بن عبید کی کنیت ابو عثمان ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا باپ عبید بن دآب سپاہی تھا۔ ایک روز اس نے اپنے اس بیٹے کے متعلق سَاخِرُ النَّاسِ اِبْنُ شَرِّ النَّاسِ یعنی سب سے برے شخص کا سب سے اچھا بیٹا۔ وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم اس بات سے حیران کیوں ہوتے ہو؟ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے اور میں آزر کی طرح ہوں۔ ابو جعفر منصور عمرو بن عبید کی وفات کے بعد کہا کرتا تھا عمرو کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس سے حیا کی جائے۔ وہ کہا کرتا:

كُلُّكُمْ خَائِلٌ صَيْدٌ كُلُّكُمْ يَشِيْ دُوَيْدَ غَيَّوْ غَيَّوْ عَمْرُو بْنُ عَبِيدٍ
 ”تم سب شکار کو دھوکا دینے والے ہو، عمرو بن عبید کے سوا تم سب آہستہ آہستہ چلتے ہو۔“

حضرت ابن اسحاق کو بھی قدر یہ کہا گیا ہے۔ عمرو بن عبید سے ان کی روایت اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جس نے آپ کو قدر یہ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

واقعہ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا، ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔ اس سے مراد وہ واقعہ ہے جو یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں مسلم بن عقبہ

کہ آپ نے فرمایا جب ہم غزوہ ذات الرقاع میں مقام نخل کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کسی شخص نے ایک مشرک کی بیوی کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو اس کا خاوند جو واقعہ کے وقت غائب تھا۔ جب اسے سارا واقعہ بتایا گیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک محمد (ﷺ) کے اصحاب میں سے کسی کا

المری جسے اہل مدینہ سرف بن عقبہ کہتے تھے، کے ہاتھوں مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا اور مروان بن حکم اور بنی امیہ کو وہاں سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کے باپ کو احد کے روز فرشتوں نے غسل دیا تھا کو اپنا امیر بنا لیا۔ اہل مدینہ میں جو اکابر صحابہ کرام موجود تھے ان میں سے کوئی بھی اس معزولی پر رضا مند نہیں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب اہل مدینہ یزید کے مخالف ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں اور غلاموں کو بلا کر فرمایا: بے شک ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر اس شخص کی بیعت کی تھی۔ بخدا تم میں سے جس کے متعلق مجھے علم ہوا کہ اس نے اس شخص کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پھر آپ گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ جن دنوں میں مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا گیا ان میں آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور آپ سے پوچھا گیا: اے شیخ تم کون ہو؟ آپ نے بتایا: میں نبی کریم ﷺ کا صحابی ابوسعید خدری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم نے تمہاری خبر سنی ہے تم نے اس وقت بہت اچھا کیا جب اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے گھر بیٹھ گئے لیکن اپنا مال ہمارے حوالے کر دو۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ میرے گھر میں داخل ہوئے انہوں نے سارا مال لوٹ لیا ہے اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے: تم نے جھوٹ بولا، انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کھینچی اور بچھونوں کی اون تک جو کچھ پایا لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ کبوتروں کا وہ جوڑا بھی لے گئے جس کے ساتھ آپ کے بچے کھیلتے تھے۔ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جن کی حدیث ہم بیان کر رہے تھے تو آپ اس روز مدینہ طیبہ کے گلی کو چوں میں گھوم رہے تھے، گھر لوٹے جا رہے تھے۔ تاہنا ہونے کی وجہ سے آپ مقتولوں کی لاشوں پر گرے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے ”بلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا“۔ کسی نے آپ سے پوچھا: کس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا: مَنْ أَخَافَ الْمَدِينَةَ فَقَدْ أَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ” جس نے (اہل) مدینہ کو خوفزدہ کیا تو اس نے میرے دونوں

خون نہ بہا لے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے تو فرمایا کون ہے جو آج رات ہماری نگہبانی کرے گا؟ اس پر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے لبیک کہی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر اس گھاٹی کے دہانے پر کھڑے ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اس وادی کی گھاٹی میں قیام کیا تھا۔ بقول ابن ہشام وہ دونوں شخص حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

پہلوؤں کے درمیان جو مقام ہے اس کو خوفزدہ کیا۔ لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ پر حملہ کر دیا لیکن ان میں سے مروان نے آپ کو پناہ دی اور اپنے گھر لے گیا۔ اس روز جلیل القدر مہاجرین و انصار میں سے ایک ہزار سات سو افراد شہید ہوئے اور عوام الناس میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار افراد کام آئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ شامیوں کا ایک آدمی انصاری کی ایک عورت کے پاس آیا، وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے پاس جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا تھا۔ اس آدمی نے اسے کہا اپنا سونا میرے حوالے کر دو ورنہ میں تجھے بھی اور تیرے بچے کو بھی قتل کر دوں گا۔ عورت نے کہا: تجھ پر افسوس! اگر تو اس بچے کو قتل کرے گا تو (یاد رکھ) اس کا باپ نبی کریم ﷺ کا صحابی ابو کبشہ ہے اور میں ان عورتوں میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، اور میں اس چیز میں اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں کر سکتی جس پر میں نے بیعت کی تھی۔ اس شخص نے اس عورت کی گود سے بچہ اٹھالیا جبکہ اس کی چھاتی بچے کے منہ میں تھی اور اسے دیوار سے اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ نکل کر زمین پر بکھر گیا۔ عورت چلا اٹھی۔ اے میرے بیٹے! اگر میرے پاس تیرا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی تو میں تیرا فدیہ ضرور ادا کر دیتی۔ لیکن گھر سے کچھ برآمد نہ ہوا یہاں تک کہ اس شخص کا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے درمیان مثلہ بن گیا۔

حضرت مؤلف نے کہا: میرا خیال ہے وہ عورت اس بچے کی ماں نہیں تھی بلکہ دادی تھی کیونکہ عادتاً یہ بات بعید از قیاس ہے کہ وہ عورت نبی کریم ﷺ سے بیعت کرے اور واقعہ حرہ کے روز اس کی عمر اتنی ہی ہو کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ اور وہ مقام حرہ جس کے ساتھ یہ دن مشہور ہے اسے حَوْۃ ذُہْرَۃ کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا لَيُقْتَلَنَّ بِهَذَا الْمَكَانِ رِجَالٌ هُمْ حِمَارٌ أُمْتِي بَعْدَ أَصْحَابِي ”اس مقام پر ایسے لوگ قتل کیے جائیں گے جو میرے صحابہ کے بعد میری امت کے بہترین لوگ ہوں گے۔“ حضرت عبداللہ بن سلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب دونوں شخص گھاٹی کے دہانے کی طرف نکلے تو انصاری نے مہاجر سے پوچھا: آپ رات کے کون سے حصے میں پسند کریں گے کہ میں آپ کی نگہبانی کروں، پہلے حصے میں یا پچھلے حصے میں؟ مہاجر نے جواب دیا بلکہ آپ اول شب میری نگہبانی کریں۔ چنانچہ مہاجر لیٹ کر سو گیا اور انصاری نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ وہ شخص آیا، جب اس نے آدمی کا سایہ دیکھا عرفِ اَنَّهُ رَبِیْمَةُ الْقَوْمِ: تو سمجھ گیا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ اس نے ایک تیر پھینکا جو انصاری کو لگا، انصاری نے اسے کھینچ کر نکالا اور یوں ہی ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے ایک اور تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کو جا لگا۔ اس نے وہ بھی کھینچ کر نکال دیا اور ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے تیسرا تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کے بدن میں جا گھسا۔ انصاری نے اسے بھی کھینچ نکالا، پھر رکوع و سجود کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر اپنے ساتھی کو بیدار کیا اور کہا: اٹھ بیٹھو! میں زخمی ہو کر ڈھیر ہو چکا ہوں، مہاجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جب اس شخص نے ان دونوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے تاڑ لیا ہے، چنانچہ وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کو اس طرح لہو لہان دیکھا تو کہا سبحان اللہ! تم نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ جگا دیا؟ انصاری نے کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، میں نے پسند نہ کیا کہ اسے ختم کیے بغیر بیچ میں چھوڑ دوں۔

رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اس مقام کے حالات یہود بن یعقوب کی اس کتاب میں پڑھے ہیں جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی کہ اس مقام پر نیک لوگوں کی ایک جماعت قتل ہوگی جو قیامت کے روز اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے ہتھیار ان کے کندھوں پر ہوں گے۔ آگے طویل حدیث ذکر کی۔ حرہ زہرہ یہود کے ایک قبیلہ بنی زہرہ کا مشہور گاؤں ہے، پہلے زمانہ میں یہ بہت بڑا گاؤں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں تین سو سار تھے۔ اسے زہیر نے اپنی کتاب فضائل مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ 63ھ میں پیش آیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کے حق میں بہت نرمی سے کام لیا، انہیں دیگر لوگوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ انعام و اکرام سے نوازا اور انہیں اطاعت کی طرف مائل کرنے اور مخالفت سے باز رکھنے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ سب کچھ منظور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ؕ وَلَا تُسْئَلُونَ عَنْهَا فَاعْبُدُوا ۚ اَلَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۰۰﴾ (البقرة) ”وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

جب مجھے لگاتار تیر لگے تو میں نے رکعت مکمل کی اور تمہیں آگاہ کیا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے ختم کر کے ہی رہتا۔

رسول کریم ﷺ کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غزوۃ ذات الرقاع سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جمادی الاولیٰ کے باقی ایام، جمادی الآخرۃ اور رجب میں وہاں قیام پذیر رہے۔

شعبان 4ھ میں غزوۃ بدر ثانی

رسول کریم ﷺ کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ ابوسفیان کی مقرر کردہ میعاد کے مطابق ماہ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر نزولِ اجلال فرمایا۔

الرَّبِیَّةُ کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے انصاری اور مہاجر کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات عباد بن بشر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔ اور دشمن کے ایک آدمی نے انصاری کی طرف ایک تیر پھینکا، درآں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے لَمَّا عَلِمَ اَنَّهُ رَبِیَّةُ الْقَوْمِ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ رِبِیَّة کا معنی ہے طَلِیْعَة۔ کہا جاتا ہے رَبَّآ عَلَى الْقَوْمِ یَوْبًا فَهُوَ رَبَّآ وَ رِبِیَّة۔ شاعر ہذلی کا قول ہے:

رَبَّآ شَمَّاءُ لَا یَاوِیْ لِقُلَّتِهَا إِلَّا السَّحَابُ وَ إِلَّا الْآوْبُ وَالسَّبَلُ

”وہ اتنا بلند پہاڑ ہے کہ اس کی چوٹی پر بادل، شبّہم اور بارش ہی اتر سکتی ہے۔“

تَوْرَبَّآ رَبَّآ سے فَعَّال کا وزن ہے۔ رَبَّآ کا معنی ہے بلند جگہ سے دیکھنا اور شَمَّاء سے مراد بلند پہاڑ ہے۔ اہل عرب تاء تانیث کے ساتھ رِبِیَّة اور طَلِیْعَة کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ الْعَیْن (جاسوس) کے معنی میں ہیں اور عین مؤنث ہے۔ آپ کہتے ہیں فَلَاثُ اَعْمِیْن یعنی تین جاسوس۔ اگرچہ وہ مرد ہی ہوں کیونکہ طَلِیْعَة اور رِبِیَّة سے مراد تو اس شخص کی دیکھنے والی آنکھ ہے جیسے آپ تین غلاموں کے بارے میں کہتے ہیں اَعْتَقْتُ فَلَاثَ رِقَابٍ یعنی میں نے تین گردنیں آزاد کیں۔ تو رِقَاب کو مؤنث رکھا جاتا ہے کیونکہ رَقَبَة سے غلام کا پورا جسم مراد ہے جس طرح کہ الْعَیْن سے جس کا معنی جاسوس ہے، بھی پورا جسم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رِبِیَّة اور طَلِیْعَة میں تاء مبالغہ کیلئے ہو

مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول انصاری کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں آٹھ راتیں وہاں قیام پذیر رہے۔ ابوسفیان اہل مکہ کے ہمراہ روانہ ہوا یہاں تک کہ ظہران کے ایک جانب مجنہ کے مقام پر اترا، بغض لوگ کہتے ہیں وہ مقام غسفان تک ہی پہنچا کہ اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا اور اپنے لشکر کو کہا: ”اے گروہ قریش! تمہارے لیے شادابی کا سال ہی بہتر رہ سکتا ہے جس میں تم اپنے اونٹوں کو

جس طرح علامۃ اور نسابۃ میں تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ تو پہلی توجیہ پر آپ کہیں گے ثَلَاثُ اَعْمِنَ کیونکہ عدد واحد میں تانیث کا یہی طریقہ ہے اور جب یہ تاء مبالغہ کے لئے ہو تو آپ کہیں گے ثَلَاثَةُ طَلَانِعٍ اور اَرْبَعَةُ طَلَانِعٍ۔ کیونکہ اس صورت میں مراد مذکر ہوگا کیونکہ تاء مبالغہ مسمی کی تانیث کو ثابت نہیں کرتی اور کیونکہ یہ صفت میں ہوتی ہے اور صفت موصوف کے بعد ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کہتے ہیں هَذَا عَلَمَةٌ۔ یہ نہیں کہتے هَذِهِ عَلَمَةٌ۔ لیکن رقبۃ اور عین کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ آپ مذکر غلام میں کہتے ہیں هَذِهِ رَقَبَةٌ فَاعْتِقْهَا اور عین میں کہتے ہیں: هَذِهِ طَلِيعَةٌ حالانکہ آپ کی مراد مرد ہوتا ہے۔ یہ ان دونوں تاؤں کے درمیان فرق ہے۔

اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ

اس حدیث شریف میں زخمی شخص کی نماز کا مسئلہ ہے جبکہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اسی مسئلہ کی وجہ سے بعض مصنفین نے اس حدیث کی شرح بھی کی ہے اور اس میں اس شخص کے متعلقہ دلیل بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ غسل نجاست کا شمار صحت نماز کی شرائط میں نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ نماز کی عظمت و اہمیت کا بھی ہے کہ نمازی اپنی نماز جاری رکھے اگرچہ یہ چیز اسے قتل اور نفس کی ہلاکت کی طرف لے جائے حالانکہ اپنی جان کو ہلاکت پر پیش کرنا صرف حالت جنگ میں حلال ہے۔ ذرا صحابی کے اس قول میں غور تو کیجئے کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے مکمل کر کے چھوڑتا۔

درختوں کے پتے کھلا سکو گے اور اپنے مویشیوں کا دودھ پی سکو گے۔ یہ سال تو قحط کا سال ہے میں تو واپس جا رہا ہوں اس لئے تم بھی واپس چلو۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اہل مکہ نے اس لشکر کو جیش السویق (ستوپینے والا لشکر) کا نام دیا۔ وہ کہتے تھے تم لوگ تو ستوپینے گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ اور مخشی ضمری

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق اس کے انتظار میں میدان بدر میں قیام پذیر تھے، وہاں مخشی بن عمرو ضمری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ غزوہ ودان کے موقع پر حضور ﷺ نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) کیا اس چشمے پر آپ قریش سے لڑنے آئے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے ضمری بھائی! اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم اس معاہدہ کو واپس لے لیتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، پھر ہم تمہارے ساتھ جنگ آزمائی کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ اس نے عرض کیا: نہیں بخدا! اے محمد (ﷺ) ہمیں آپ سے جنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔

معبد اور اپنی اوٹنی کے متعلق اس کے اشعار

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں قیام پذیر تھے کہ معبد بن ابی معبد خزاعی کا وہاں سے گزر ہوا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام قیام کو دیکھ لیا اور اس کی اوٹنی واپس تیز دوڑی جا رہی تھی تو اس نے یہ اشعار کہے:

قَدْ نَفَرْتُ مِنْ رُفْقَتِي مُحَبِّدٍ وَ عَجْوَةٍ مِنْ يَثْرِبٍ كَالْعَنْجَبِ
”میری اوٹنی محمد (ﷺ) کے رفقاء کے دونوں گروہوں سے اور کشمش کی گٹھلی کی مانند یثرب کی کھجوروں سے بھاگی۔“

تَهَوَّى عَلَى دُنَى أَبْنَى الْأَثَلِ قَدْ جَعَلَتْ مَاءَ قَدِيدٍ مَوْعِدِي

معبد کا رجز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے معبد کا یہ قول ذکر کیا: وَ عَجْوَةٍ مِنْ يَثْرِبٍ كَالْعَنْجَبِ۔ عنجد کا معنی کشمش کی گٹھلی ہے اور کبھی بذات خود کشمش کو بھی عنجد کہا جاتا ہے۔ رہے انگور تو ان کی گٹھلی کو فرصد کہا جاتا ہے اور آثَلْدُ کا معنی ہے سب سے قدیم۔ یہ آثَلْدُ الثَّلِيدُ (پرانامال) سے مشتق ہے۔

وَمَاءٌ ضَبْجَمَانٌ لَهَا ضُحَى الْعَدِ

”وہ اپنی قدیم نسل کی عادت کے مطابق بھاگی جا رہی تھی کہ اس نے چشمہ قدید کو میری منزل بنا دیا اور چشمہ ضجمنان دوسرے دن کی دوپہر کو اس کی منزل ہوگا۔“

غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے یہ اشعار ابو زید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:

وَعَدْنَا آبَا سُفْيَانَ بَذْرًا فَلَمْ نَجِدْ لِيَمْعَادِهِ صِدْقًا وَ مَا كَانَ وَافِيًا
”ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا لیکن ہم نے اس کے وعدہ میں سچائی نہ پائی اور وہ وعدہ وفا کرنے والا ہی نہ تھا۔“

فَقَسِمُ لَوْ وَافَيْتَنَا فَلَقِيتَنَا لَأَبَتْ ذَمِيمًا وَافْتَقَدْتُ الْوَالِيَا
”میں قسم اٹھاتا ہوں کہ تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو اس حالت میں لوٹا کہ تیری مذمت کی جاتی اور اپنے چچا زاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا۔“

تَرَكْنَا بِهِ أَوْصَالَ عَتَبَةَ وَابْنِهِ وَ عَمْرًا آبَا جَهْلٍ تَرَكْنَاهُ قَاوِيَا
”بدر میں ہم نے عتبہ اور اس کے بیٹے کے جوڑ توڑ کر رکھ دیے تھے اور عمرو ابوجہل کو بھی وہاں پیوند خاک کر دیا تھا۔“

عَصَمْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ أَفْ لِيَدِينَكُمْ وَ أَمْرُكُمُ السَّيِّءِ الَّذِي كَانَ غَاوِيَا
”تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی، تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے معاملہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے۔“

فَلْيَنْ وَ إِنْ عَنَقْتُونِي لَقَالِ الْفُلُ لِي رَسُولُ اللَّهِ أَهْلِي وَ مَالِيَا
”اور میں، خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو، ضرور یہ کہوں گا کہ میرے اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول پر قربان ہو جائیں۔“

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے نَدَعُوا فَلَجَبِ الشَّامِ یہ فلدج کی جمع ہے جو جاری پانی کو کہتے ہیں۔ جاری پانی کو فلدج اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین میں شکاف پیدا کرتا ہے اور اس کی دونوں جانبوں کو جدا جدا کر دیتا ہے۔ یہ فلدج الآسنن (دانتوں کے درمیان شکاف) سے یا الفلدج

أَطْعَنَاهُ لَمْ نَعْدِلْهُ فِينَا بَعْمَرَهُ شَهَابًا لَّنَا فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيًا
 ”ہم نے حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے، ہم اپنے میں سے کسی اور کو آپ کا ہم پلہ
 خیال نہیں کرتے جبکہ آپ اندھیری رات میں ہمارے لیے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا
 ہے۔“

غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا جِلَادٌ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْوَارِدِ
 ”(اے قریشیو!) اب شام کی وادیوں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے اراک کے درخت کھانے
 والی حاملہ اونٹنیوں کے مونہوں کی مانند تلواریں حائل ہو چکی ہیں۔“

بِأَيْدِي رِجَالٍ هَاجَرُوا نَحْوَ رَبِّهِمْ وَ أَنْصَارِهِ حَقًّا وَ أَيْدِي الْمَلَأَتِكَ
 وہ تلواریں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اور
 اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔“

إِذَا سَلَكْتَ لِلْعَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ فَقُولَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيقُ هُنَالِكَ
 ”(اے قاصد) جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقے میں تیرا گزر ہو تو قریش سے کہہ دینا کہ
 اب یہاں کوئی راستہ نہیں۔“

أَقْبْنَا عَلَى الرُّسِّ النَّزْوِعِ قَمَانِيًا بِأَدْعَنَ حَرَارٍ عَرِيضِ الْمَبَارِكِ
 ”ہم آٹھ دن بدر کے اس کنویں پر ٹھہرے رہے جس سے ہاتھوں کے ساتھ پانی نکالا جاتا
 ہے ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ جس نے وسیع و عریض جگہ گھیر لی تھی۔“

بِكُلِّ كُمَيْتٍ جَوْزَةٌ نِصْفُ مَخْلِقِهِ وَ قُبَّ طَوَالٍ مُشْرِفَاتِ الْحَوَارِكِ
 ”اور ایسے کمیت گھوڑوں کے ساتھ جن کے صرف پیٹ ہی ان کے جسم کا نصف تھے اور جو
 پتلی کمروالے، دراز قد اور اونچے اونچے شانوں والوں تھے۔“

تَرَى الْعَرْفَجَ الْعَامِيَّ تُدْرِى أَصُولَهُ مَنَاسِمُ أَخْفَافِ اللَّطِي الرَّوَائِكِ

بمعنی تقسیم سے ماخوذ ہے اور اَلْفَالِجُ ایک پیانہ ہے جس کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور اَلْفَلَجُ اور
 اَلْفَالِجُ دو کوہانوں والے اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا مادہ اشتقاق بھی یہی ہے۔ اسے حضرت ابوحنیفہ
 نے حاء کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اَلْفَلَحَةُ کا معنی کھیتی ہے۔

”تم اس جگہ ایک سال کی اگی ہوئی عرنج گھاس کو دیکھو گے جس کی جڑوں کو تیز رواؤنٹوں کے پاؤں کے سموں نے اڑا کر رکھ دیا ہے۔“

فَإِنْ نَلَقَ فِي تَطَوَّافِنَا وَالْتِمَاسِنَا فَرَاتَ بْنَ حَيَّانٍ يَكُنْ رَهْنٌ هَالِكٌ
”اگر ہمارے چکر اور جستجو میں فرات بن حیان ہمیں مل گیا تو وہ ہلاک ہونے والوں کے پاس بطور رہن رکھ دیا جائے گا۔“

وَإِنْ نَلَقَ قَيْسَ بْنَ أَمْرِئِ الْقَيْسِ بَعْدَهُ لُؤْدٌ فِي سَوَادٍ لَوْنِهِ لَوْنُ خَالِكَ
”اور اگر اس کے بعد قیس بن امرؤ القیس ہمیں مل گیا تو اس کے رنگ کی سیاہی میں مزید سیاہ رنگ کا اضافہ کر دیا جائے گا۔“

فَلْيَلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي رِسَالَةٌ فَإِنَّكَ مِنْ غُرِّ الرِّجَالِ الصَّعَالِكِ
”پس (ابے قاصد) تو میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دے تو بے مایہ خوش رنگ لوگوں میں سے ایک ہے (اس سے زیادہ تیری کوئی حیثیت نہیں)۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

ان اشعار کا جواب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے دیتے ہوئے کہا:

أَحْسَنُ إِنَّا يَا ابْنَ أَكِلَةَ الْفَقَا وَ جَدِّكَ نَعْتَالُ الْخُرُوقِ كَذَلِكَ
”اے حسان! اے کھجوریں کھا کر گزراوقات کرنے والی کے بیٹے! تیرے نصیب کی قسم! بے شک ہم اس جیسے بڑے بڑے وسیع بیابانوں کو عبور کر جاتے ہیں۔“

مَخْرَجَنَا وَ مَا تَنْجُو الْبَعَاظُ بَيْنَنَا وَ لَوْ وَآلَتْ مِنَّا بِشَدِّ مُذَارِكِ
”ہم نکلتے ہیں تو ہرن کے تیز رفتار بچے بھی ہمارے درمیان سے بھاگ کر نجات نہیں پاسکتے اگرچہ پناہ گاہ کی تلاش میں کتنی ہی مسلسل دوڑ کیوں نہ لگائیں۔“

حضرت ابن اسحاق نے ابوسفیان کا یہ شعر ذکر کیا:

أَحْسَنُ إِنَّا يَا ابْنَ أَكِلَةَ الْفَقَا

الْفَقَا یہ کھجور کی ایک قسم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ گردوغبار ہے جو کچی کھجوروں پر چڑھ جاتا

ہے اور الْفَقَا میں ایک لغت الْفَقَا بھی ہے۔

ان اشعار میں ہے: كَمَا حَذَّكُم بِالْعَيْنِ أَرَطَانَ أَنْكِ۔ میں نے ابو بکر کے حاشیہ میں اس شعر

کے متعلق جو عبارت دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن سلام نے اپنے طبقات میں یہ شعریوں ذکر کیا ہے:

إِذَا مَا ابْتَعَثْنَا مِنْ مُنَاحِ حَسِبْتَهُ مَذْمَنَ أَهْلِ النَّوَسِمِ الْمُتَعَارِكِ
”جب ہم کسی بیٹھنے کے مقام سے اٹھتے ہیں تو تو خیال کرے گا کہ میلوں میں شامل ہونے والے لوگ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نشان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔“

أَقَمْتُ عَلَى الرُّسِّ النَّزُوعَ تُرِيدُنَا وَ تَتْرُكُنَا فِي النَّخْلِ عِنْدَ الْمَذَارِكِ
”تم ہمارے ساتھ جنگ کے ارادے سے پانی والے کنویں کے پاس ہی ٹھہرے رہے اور ہمیں قریب کے نخلستان میں ہی چھوڑ دیا۔“

عَلَى الزُّرْعِ تَمْشِيْ حَمِلُنَا وَ رِكَابُنَا فَمَا وَطِنْتُ الصَّقْنَةَ بِالذَّكَادِكِ
”ہمارے گھوڑے اور اونٹ کھیتیوں میں چل رہے تھے، کھیتی کے جس حصے کو ان جانوروں نے روندنا سے ریتلا بنا دیا۔“

أَقَمْنَا فَلَاكًا بَيْنَ سَلْعٍ وَ فَارِعَ بِجُرُودِ الْجِيَادِ وَالْمِطْيِ الرُّوَاتِكِ
”ہم کم موعده گھوڑوں اور تیز رواونٹوں کے ساتھ جبل سلع اور جبل فارع کے درمیان تین دن ٹھہرے رہے۔“

حَسِبْتُمْ جِلَادَ الْقَوْمِ عِنْدَ قِبَابِهِمْ كَمَا عَزِدْتُمْ بِالْعَيْنِ أَرْطَلَ أَنْكِ
”تم نے ہماری قوم کے بہادروں کو ان کے خیموں میں دیکھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ تم نے قیمتی چیزوں کے عوض معمولی چیزوں کے چند رطل خرید لیے ہیں۔“

فَلَا تَبْعَثِ الْخَيْلَ الْجِيَادَ وَ قُلْ لَهَا عَلَى نَحْوِ قَوْلِ الْمُعْصِمِ الْمُتَّعِصِكِ
”پس تم اب بہترین گھوڑوں کو (جنگ کے لئے) نہ بھیجو اور ایک پختہ کار، دور اندیش اور

حَسِبْتُمْ جِلَادَ الْقَوْمِ حَوْلَ بُؤَيْتِكُمْ كَمَا عَزِدْتُمْ فِي الْعَيْنِ أَرْطَلَ أَنْكِ
اور اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ابوسفیان بن حارث سے کہا: میرے چچا زاد! اگر وہ سفید عمدہ چاندی ہی تھی تو تم نے اسے سیسہ کیوں قرار دیا۔

ابوسفیان کا قول ہے: سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَمَرْتُكُمْ كَانَ أَهْلُهَا۔ حضرت شیخ کے حاشیہ میں یہ شعر یوں مذکور ہے: شَقِيتُمْ بِهَا وَ غَمَرْتُكُمْ أَهْلُ دَكْرِهَا۔

ابوسفیان کا قول ہے: مَخْرَجْنَا وَ مَا تَنْجُو الْعَافِيُوْ بِئِنَّآ۔ الْعَافِيُوْ ہرنوں کی ایک قسم ہے جو کم دوڑتے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے یعافیر ہرن بھی ان سے بھاگ کر نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

عقل کی بات گرہ سے باندھ لینے والے شخص کے طریقے پر ان گھوڑوں سے کہو۔

سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ كَانَ أَهْلَهَا فَوَارِسُ مِنْ أَبْنَاءِ فِهْرِ بْنِ مَالِكٍ
”جو تمہیں خوش نصیبی سے مل گئے ہیں کہ ان کے مستحق دراصل تمہاری بجائے بنی فہر بن مالک کے سوار ہیں۔“

فَلَيْتَكَ لَا فِي هَجْرَةٍ إِنْ ذَكَرْتَهَا وَلَا حُرْمَتِ الدِّينِ أَنْتَ بِنَاسِكَ
”پس اگر تو نے ہجرت کا ذکر کیا ہے تو نہ تجھے اس ہجرت کا فائدہ ہے اور نہ تو شعائر دین پر عمل کرنے والا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس قصیدہ کے کچھ اشعار باقی ہیں جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ان میں قافیوں کے اختلاف کا عیب پایا جاتا ہے اور مجھے یہ شعر ابوزید انصاری نے سنایا:

خَرَجْنَا وَ مَا تَتَجَوَّأُ الْيَعْفِيرُ بَيْنَنَا

جو شعر اس کے بعد ہے وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں ہے: دَعُوا فَلَجَلَتِ الشَّامِ قَدْ حَلَّ دُونَهَا اور انہوں نے مجھے آپ کا یہ شعر بھی سنایا: فَلْيَلِغْ أَبَا سُفْيَانَ۔

ماہ ربیع الاول ۵ھ میں غزوہ دومۃ الجندل

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور چند ماہ قیام فرمایا یہاں تک کہ ماہ ذوالحجہ گزر گیا۔ اس سال ۴ھ میں حج کی ولایت مشرکین کے ہاتھ رہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے ارادہ سے دومۃ الجندل کا رخ کیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ بقیہ سال مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

غزوہ دومۃ الجندل

حضرت ابو عبیدہ بکری نے کہا: اس جگہ کا نام دومۃ الجندل دومی بن اسماعیل کے نام پر رکھا گیا جو وہاں اتر اٹھا۔

غزوہ خندق، شوال ۵ھ

غزوہ خندق کی تاریخ

ہم سے حضرت ابو محمد بن عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ البکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد شوال ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا۔

قریش کو یہود کی انگلیخت

چنانچہ مجھ سے حضرت یزید بن رومان مولیٰ آلِ زبیر بن عروہ بن زبیر اور ان لوگوں نے جنہیں میں متہم نہیں کرتا، بیان کیا، انہوں نے حضرات عبد اللہ بن کعب بن مالک، محمد بن کعب قرظی، زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبد اللہ بن ابی بکر اور ہمارے دیگر علماء سے روایت کیا، ان سب نے غزوہ خندق کے واقعہ کو یکجا کر دیا ہے۔ ان میں سے بعض اس غزوہ کا وہ حصہ بیان کرتے ہیں جسے بعض دیگر بیان نہیں کرتے۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کا واقعہ یوں ہے کہ بنی نضیر اور بنی داکل سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کی ایک جماعت جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن ابی الحقیق نضری، ہوذہ بن قیس داکلی اور ابوعمار داکلی شامل تھے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف گروہوں (احزاب) کو

غزوہ خندق

خندق کھودنا عربوں کی عادت نہ تھی بلکہ یہ ایرانیوں کی جنگی چال تھی۔ اسی وجہ سے اس کی طرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ امام طبری کے بیان کے مطابق ملوکِ فارس میں سے جس نے سب سے پہلے خندق کھودی وہ منوشہر بن ابیرخ بن افریدوں ہے۔ افریدوں کے بارے میں کہل گیا ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہے لیکن اکثر علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اثنیان کا بیٹا ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے تیر اندازی کا آلہ تیار کیا۔ اس کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور جنگوں میں مورچے بنانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ بقول طبری سب سے پہلے بخت نصر نے مورچہ بنایا۔

اکٹھا کیا، یہ لوگ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی دعوت دی۔ انہوں نے قریش سے کہا ہم ان کے (رسول اللہ ﷺ) کے خلاف تمہارا اس وقت تک ساتھ دیں گے یہاں تک کہ ہم ان کا استیصال کر دیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا: ”اے گروہ یہود! تم صاحب کتاب اول (تورات) ہو اور صاحب علم ہو، تم جانتے ہو جو ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان اختلاف ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا دین؟ یہودی وفد نے کہا بلکہ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم ان سے کہیں زیادہ حق کے قریب ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ
لِلَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ أَهْدَىٰ أَهْدَىٰ مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن
يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۖ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۖ
أَمْ يَحْضُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَ
الْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ ثُلُكًا عَظِيمًا ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۖ وَكُفِيَٰ بِجَهَنَّمَ
سَعِيرًا ۖ (النساء)

”کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی وہ (بد نصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔ کیا ان کے لئے کوئی حصہ حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو مل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت۔ ابن اسحاق) (وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے گروہوں (احزاب) کو اکٹھا کرنے کا ذکر کیا ہے اور بنی نضیر کے ایک گروہ کے انساب ذکر کیے ہیں اور ان کے بارے میں کہا النَّضِيرِي۔ یہ لفظ پرانے نسخے میں اسی طرح مذکور ہے لیکن قریس یہ ہے کہ یہ لفظ النَّضِيرِي ہے لیکن یہ اہل عرب کے اس قول کے قبل سے ہے ثَقَفِي، قُرَيْشِي اور یہ خلاف قیاس ہے اور فَعِيلَةُ کے وزن کی نسبت فَعِيلِي کے وزن پر آتی ہے۔

اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے (انہیں جلانے کے لئے) جہنم کی دہکتی ہوئی آگ۔
بنی غطفان کو یہود کی انگلیخت

جب یہود نے قریش کو یہ جواب دیا تو وہ بہت مسرور ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت ان کے لئے بڑی نشاط افزاء ثابت ہوئی۔ چنانچہ وہ اس جنگ کے لئے جمع ہو گئے اور اس کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ پھر یہود کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہو کر قیس عیلان کے قبیلہ بنی غطفان کے پاس پہنچا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت دی اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ وہ ان کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس بات پر قریش نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ یہ سن کر بنی غطفان بھی اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔
احزابِ مشرکین کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: چنانچہ قریش اپنے قائد ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں نکلے اور بنی غطفان اپنے قائد عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر جو بنی فزازہ کی نمائندگی کر رہا تھا، کے ساتھ نکلے اور بنی مرہ حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کی قیادت میں اور بنی اشجع میں سے اپنے سردار کے پیروکار لوگ مسعر بن زحیلہ بن نوریہ بن طریف بن سحمہ بن عبد اللہ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان کی قیادت میں نکلے۔

خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد

جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا کہ وہ جنگ پر متفق ہو چکے ہیں اور اس کے لئے نکل آئے ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خندق کا انتظام فرمایا اور مسلمانوں کو اجر و ثواب کی ترغیب دلانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کام میں بنفس نفیس حصہ لیا اور تمام مسلمان آپ ﷺ

عیینہ بن حصن

حضرت ابن اسحاق نے غزوہ احزاب میں بنی غطفان کے سردار کا ذکر کیا ہے اور وہ عیینہ بن حصن ہے۔ اس کا اصل نام حذیفہ ہے، اسے عیینہ اس لئے کہا جاتا کہ اس کی آنکھوں کی پلکیں الٹی تھیں۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”الْأَخْبَقُ الْمَطْعُ“ احمق شخص جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسے لشکر جبار میں تھا جس کے پیچھے دس ہزار نیزہ باز چل رہے

کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی پوری جدوجہد سے مسلسل کام کیا اور مسلمانوں نے بھی خاصی مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا لیکن کچھ منافقین اس کام میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے پیچھے ہٹ گئے اور تاخیر و تساہل سے کام لینے لگے اور رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر اور آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر چپکے چپکے اپنے گھروں کی طرف کھسنے لگے۔ اس کے برعکس جب کسی مسلمان کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کرتا اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے اجازت مرحمت فرماتے۔ پھر جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتا تو حصول خیر کے شوق اور اجر و ثواب میں رغبت کی وجہ سے واپس آ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔

خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات

چنانچہ ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا أَسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (النور)

”بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لئے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

تھے اور یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ وَدَّعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ ۚ ”بے شک سب سے برا انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو“۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنِّي أَدَارِيهِ لِأَنِّي أَخْشَى أَنْ يُفْسِدَ عَلَيَّ خَلْقًا كَثِيرًا ۚ ”میں اس سے نرمی کرتا ہوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ

تو یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اجر و ثواب کے امیدوار، بھلائی میں رغبت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزار تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اور اس ارشاد میں وہ منافقین مراد ہیں جو چپکے چپکے کام سے کھسک گئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگے بغیر چلے گئے تھے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٦﴾ (النور)

”نہ بنا لو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم ﷺ کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔“

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت

حضرت ابن ہشام نے کہا: اللواذ کا معنی ہے بھاگتے وقت کسی چیز کی آڑ لینا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ قَرَيْشٌ تَفَرُّ مِنَّا لَوْ آذًا ۖ أَنْ يُقِيمُوا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُومُ
”اور قریش کھڑا ہونے کے بجائے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے ہم سے بھاگ رہے ہیں اور ان کی عقلیں کم ہو گئی ہیں۔“

یہ شعر آپ کے اس قصیدہ میں ہے جو میں نے غزوہ احد کے بارے میں قصائد ذکر کیے ہیں
إِلَّا إِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۖ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ (النور)

”سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے جس حالت پر تم ہو (حضرت ابن اسحاق نے کہا: سچ یا جھوٹ میں سے) اور اس دن جب وہ

میرے خلاف کثیر مخلوق کو خراب کرے گا۔“ اس روایت میں اس برائی کی وضاحت ہے جس سے آپ بچتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بغیر اجازت کے آیا تھا۔ جب آپ نے اس سے پوچھا: اجازت کہاں ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میں نے آپ سے پہلے کسی مضری سے اجازت طلب نہیں کی۔ پھر اس

لوٹائے جائیں گے اس (کی بارگاہ) کی طرف تو وہ انہیں آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیا تھا۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسلمان اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ انہوں نے خندق مکمل کر لی۔ کام کے دوران وہ ایک جھیل نامی مسلمان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے عمرو رکھ دیا تھا۔ وہ کہتے:

سَنَاهُ مِنْ بَعْدِ جُعَيْلٍ عَمْرًا وَ كَانَ لِلْبَائِسِ يَوْمًا ظَهْرًا
”حضور ﷺ نے جھیل کے بعد اس کا نام عمرو رکھ دیا اور یہ شخص اس روز مشقت اٹھانے والوں کے لئے قوت بن گیا۔“

جب مسلمان عَمْرًا کا لفظ کہتے تو رسول اللہ ﷺ بھی فرماتے عَمْرًا اور جب مسلمان ظَهْرًا کہتے تو رسول اللہ بھی فرماتے ظَهْرًا۔

خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور

حضرت ابن اسحاق نے کہا: خندق کی کھدائی کے متعلق مجھ تک ایسے واقعات پہنچے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور آپ کی نبوت کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے ان معجزات کا مشاہدہ کیا۔

چنانچہ ان میں سے ایک واقعہ جو مجھ تک پہنچا ہے، یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک جگہ خندق کی زمین بہت سخت آگئی جسے کھودنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اس میں لعابِ دہن ڈال دیا، پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر دعا مانگی، پھر وہ پانی اس سخت زمین پر چھڑک دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے، کہتے تھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا، وہ زمین بالکل نرم اور بھر بھری ہو گئی جواب نہ کدال کو لوٹاتی تھی نہ نیلچے کو۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے بیان کیا کہ انہیں بتایا گیا کہ

نے پوچھا اے محمد! (ﷺ) آپ کے ساتھ یہ حمیرا، کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عائشہ بنت ابی بکر ہے۔ اس نے کہا اسے طلاق دے دیجئے۔ میں آپ کی خاطر ام البنین کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرح کے بہت سے امور اس کی جفاء کے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس نے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گیا، پھر

حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اور حضرت نعمان بن بشیر کی بہن نے کہا: میری ماں حضرت عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور دونوں ہاتھوں میں کھجوریں بھر کر میرے دامن میں ڈال دیں پھر کہا: بیٹی! یہ اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو ناشتہ پہنچا آؤ۔ میں نے کھجوریں لیں اور چل پڑی۔ اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پچی! ادھر آؤ، تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ کھجوریں ہیں، میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ حضرت بشیر بن سعد اور میرے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ ناشتہ کر لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دو۔ میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں لیکن آپ ﷺ کے ہاتھ نہ بھرے پھر ایک کپڑا طلب فرمایا اور اسے بچھا دیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھجوریں اس کپڑے پر ڈال دیں، وہ کپڑے پر بکھر گئیں۔ پھر قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق میں با آواز بلند اعلان کر دے کہ آؤ ناشتہ کر لو۔ سب اہل خندق اکٹھے ہو گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ کھجوریں برابر بڑھتی رہیں یہاں تک کہ اہل خندق پیچھے ہٹ گئے لیکن کھجوریں کپڑے کی اطراف سے گر رہی تھیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو زیادہ موٹی تازی نہیں تھی، میں نے کہا بخدا! اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کروانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی زوجہ کو حکم دیا، اس نے ہمارے لئے کچھ جو پیس کر روٹیاں پکائیں۔ میں نے وہ بکری ذبح کی اور اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بھون کر رکھ لیا۔ جب شام ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے خندق سے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں ہم دن بھر خندق کھودتے، جب شام ہوتی تو اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو میں نے حضور ﷺ کے لئے تیار کروائی ہے اور اس کے ساتھ

جب طلحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس پر ایمان لایا اور اسے اسیر بنا لیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور قیدی لایا گیا لیکن آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے اکھڑ اور اجڈ پن اور اپنی دیہاتی حماقت کی حالت میں اسلام کا اظہار کرتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ کسی

ہم نے جو کچھ روٹیاں بھی پکائی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میرے ساتھ اکیلے رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لے چلیں، لیکن جب میں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ لوگو! تم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ کے گھر چلو۔ یہ دیکھ کر میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ کے ساتھ سب لوگ بھی آ گئے۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو ہم نے وہ کھانا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا، پھر کھانا شروع کر دیا اور دوسرے لوگ بھی ہاری ہاری کھانے لگے۔ جب ایک جماعت فارغ ہو کر چلی جاتی تو دوسری جماعت آ جاتی یہاں تک کہ سب اہل خندق نے اس کھانے سے منہ پھیر لیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا میں خندق کے ایک گوشے میں کھدائی کر رہا تھا کہ ایک چٹان آگئی جو مجھ سے ٹوٹ نہ سکی۔ رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی تھے، جب حضور ﷺ نے مجھے ضربیں لگاتے ہوئے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں مجھے دشواری پیش آرہی ہے تو حضور ﷺ نیچے اترے اور میرے ہاتھ سے گینتی لے کر اس کے ساتھ ایک ضرب لگائی تو گینتی کے نیچے روشنی پیدا ہوئی، پھر ایک اور ضرب لگائی پھر اسی طرح گینتی کے نیچے روشنی نمودار ہوئی۔ پھر اس پر تیسری ضرب لگائی پھر روشنی پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ روشنی کیا تھی جو آپ کے ضربیں لگاتے ہوئے میں نے گینتی کے نیچے چمکتے ہوئے دیکھی؟ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سلمان! کیا تم نے وہ روشنی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: جو پہلی بجلی تھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے یمن فتح کرائے گا اور دوسری بجلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے شام فتح کرائے گا اور تیسری کے ساتھ مشرق فتح کرائے گا۔

شاعر نے کہا:

وَ اِنِّیْ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ عُنْجُوْمِیْنِیْ وَ لَوْنِیْ اَعْرَابِیْنِیْ لَا دِیْبُ
 ”بے شک میں اپنے اکھڑپن اور اپنی دیہاتی حماقت کے باوجود ادیب ہوں۔“

حضرت ابن اسحاق نے کہا: نیز مجھ سے ایسے شخص نے جسے میں متہم نہیں کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور اس کے مابعد زمانہ میں یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو علاقہ تمہارے سامنے آئے فتح کرتے جاؤ، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے! مدینہ طیبہ سے لے کر جتنے بلاد تم نے اب تک فتح کیے ہیں اور جتنے بلاد تم روز قیامت تک فتح کرو گے ان سب کی کنجیاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) کو پہلے ہی عطا فرمادی ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے خندق کی کھدائی کے دوران اس چٹان کا ذکر کیا ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے آڑے آگئی تھی۔ سیرت ابن ہشام کے علاوہ دیگر کتب میں چٹان کے لئے عَبْلَة کا لفظ آیا ہے۔ یہ انتہائی سخت چٹان کو کہتے ہیں، اس کی جمع عَبَلَاتُ آتی ہے۔ اسے الْعَبْلَاءُ اور الْآعْبَلُ بھی کہا جاتا ہے اور یہ سفید چٹان ہوتی ہے۔

چمکنے والی بجلیاں

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ اس چٹان سے یکے بعد دیگرے بجلیاں چمکیں۔ علامہ نسوی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے جو روایت بیان کی ہے اور جو سیرت ابن ہشام کی روایت سے زیادہ کامل ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو ہمارے سامنے ایک ایسا پتھر آگیا جس میں گینتی کوئی اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضور ﷺ نے گینتی پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ، وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَبْصِرُ قُصُورَهَا الْحُورَ مِنْ مَّكَانِیْ هَذَا ”اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں، قسم بخدا! میں اپنے اس مقام سے اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔“ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا تو فرمایا: اللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ فَارِسِ، وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَبْصِرُ قُصُورَ الْمَدَائِنِ الْاَبْيَضَ الْاَن ”اللہ اکبر! مجھے ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ بخدا! میں ابھی مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔“ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو سارے پتھر کو توڑ کر رکھ دیا اور فرمایا: اللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْیَمَنِ، وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَبْصِرُ بَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِیْ هَذَا السَّاعَةَ ”اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں مرحمت کر دی گئیں۔ بخدا میں اسی لمحے اپنے اس مقام

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو اس وقت قریش نے آکر جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ کے قریب مجتمع الایصال (وہ جگہ جہاں برسات کے موسم میں برساتی نالوں کا پانی آکر اکٹھا ہوتا تھا۔ مترجم) میں پڑاؤ کیا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی جو ان کے احابش (مختلف قبیلوں کے لوگوں کا گروہ) اور بنو کنانہ اور اہل تہامہ میں سے ان کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ اور بنی غطفان اور اہل نجد میں سے ان کے پیروکار بھی احد کے ایک طرف ذنب نمئی میں خیمہ زن ہو گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر لکھن یہاں تک کہ سلع پہاڑ کو پشتوں کی جانب رکھ کر وہاں اپنے لشکر کو ٹھہرایا جبکہ خندق حضور ﷺ کے اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

سے صنعاء کے دروازے کو دیکھ رہا ہوں“ راوی کا قول ہے: قَاسًا وَ لَا مِسْحَةً ”کلباڑی اور نہ کدال“۔ اَلْمِسْحَةُ مِفْعَلَةٌ کے وزن پر سَحَوْتُ الطِّينَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ مٹی کو کریدیں اور کلباڑے اور کدال کی دھار کو اَلْغُرَاب کہا جاتا ہے اور ان کے بھالوں کو فاء کلمہ کے کسرہ کے ساتھ اَلْغُرَاب کہا جاتا ہے۔ یہ ابو عبید نے حضرت سلیمان التیمی کی حدیث میں کہا ہے جو حضرت ابو عثمان النہدی سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خندق میں ضربیں لگائیں تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهِ بَدِینَا۔ وَ لَوْ عَبَدْنَا غَمْرَةً شَقِیْنَا۔ حَبَدًا رَبًّا وَ حَبَدًا وَیْنًا۔ ”اللہ کے نام سے اور ہم نے اسی کے نام سے ابتداء کی اور اگر ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تو بد بخت ہو جاتے۔ کتنا ہی عظیم رب ہے اور کتنا ہی بہترین دین ہے۔“

زغابہ کے نام کی تحقیق

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: حَتّٰی نَزَلُوْا بَیْنَ الْجُرُفِ وَ زَغَابَةَ ”یہاں تک کہ قریش جرف اور زغابہ کے درمیان اترے“۔ زغابہ غین منقوطہ اور زاء مفتوحہ کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے۔ البکری نے یہ لفظ اسی تلفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنا یہ قول ذکر کیا کہ یہ زاء کے ضمہ اور عین مہملہ کے ساتھ زَغَابَة ہے۔ انہوں نے علامہ طبری کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے اس حدیث میں یہ الفاظ کہے: بَیْنَ الْجُرُفِ وَ الزَّغَابَةِ۔ انہوں نے اس قول کو پسند کیا اور فرمایا کیونکہ زغابہ غیر معروف ہے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس روایت میں میرے نزدیک معروف ترین اس شخص کی روایت ہے جس نے کہا: یہ لفظ غین منقوطہ کے ساتھ زَغَابَة ہے کیونکہ مسند حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک اعرابی نے ایک اونٹنی ہدیہ کے طور پر پیش کی تو حضور ﷺ نے اس کے بدلے

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ کے حکم پر بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں پہنچا دیا گیا۔

کعب بن اسد کو حی بن اخطب کی انگخت

اب دشمن خدا حی بن اخطب لکھا اور بنی قریظہ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے نمائندے کعب بن اسد قرظی کے پاس آیا۔ کعب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف سے معاہدہ دوستی کر چکا تھا اس لئے جب کعب کو حی بن اخطب کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اس نے دروازہ کھلوانا چاہا لیکن کعب نے اس کے لئے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حی نے پکار کر کہا: اے کعب! تجھ پر افسوس اور دروازہ کھول۔ کعب نے جواب دیا: اے حی تیرا برا ہو بے شک تو بڑا بد بخت آدمی ہے، میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں لہذا میں ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنے کے لئے تیار نہیں، میں نے ان سے ایفاء عہد اور صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حی نے کہا: تیرا برا ہو دروازہ تو کھول، میں تجھ سے کچھ بات کہنا

اسے چھ بکریاں عطا فرمائیں لیکن وہ راضی نہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: **أَلَا تَعْجَبُونَ لِهَذَا** **الْأَعْرَابِيِّ أَهْدَىٰ إِلَىٰ نَاقَةٍ أَعْرِفُهَا بِعَيْنِهَا كَمَا أَعْرِفُ بَعْضَ أَهْلِي ذَهَبَتْ مِنِّي يَوْمَ ذِغَابَةٍ وَ** **قَدْ كَفَاتُهُ بِسَيْتٍ فَسَخِطَ** (الحديث) ”کیا تم اس اعرابی پر حیران نہیں ہوتے کہ اس نے مجھے وہ اونٹنی تحفہ میں دی جسے میں بعینہ اس طرح پہچانتا ہوں جس طرح اپنے کسی گھروالے کو پہچانتا ہوں۔ یہ اونٹنی زغابہ کے روز مجھ سے چلی گئی تھی جبکہ میں نے اسے اس کے بدلے چھ بکریاں عطا کی ہیں، وہ پھر بھی ناراض ہے۔“ اور حضرت ابن اسحاق نے کہا: **ذَنْبٌ نَّقِمٌ وَ نَقْلَىٰ مَعًا**۔

يَفْتِلُ فِي الدَّرْوَةِ وَالْغَارِبِ

حضرت ابن اسحاق نے حی بن اخطب کی کعب کے ساتھ گفتگو کا ذکر کیا اور بتایا **يَزَلْ يَفْتِلُ** **فِي الدَّرْوَةِ وَالْقَارِبِ**۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو دراصل اونٹوں کے بارے میں کہی جاتی ہے کہ جب آپ سے کوئی اونٹ بے قابو ہو جاتا ہے فتاخُر القُرَادَ مِنْ ذُرْوَتِهِ وَ غَارِبِ سِنَامِهِ وَ تَفْتِلُ هُنَاكَ تو آپ اس کی چوٹی اور اس کی کوہان کی اونچائی سے چھڑیاں دور کرتے ہیں اور وہاں ہاتھ پھیرتے ہیں اس سے اونٹ کو راحت حاصل ہوتی ہے تو وہ مانوس ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کلام کسی کو بہلا

چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا: میں یہ کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جی کہنے لگا: بخدا تم نے میرے سامنے صرف اس لئے دروازہ بند کر دیا ہے کہ تمہیں اندیشہ ہے کہ میں تمہارا جشیوہ (گیہوں کے موٹے آٹے سے بنایا ہوا خاص قسم کا ایک کھانا) تمہارے ساتھ مل کر نہ کھانے لگوں۔ اس پر کعب کو غیرت آمیز غصہ آیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ جی نے کہا: اے کعب! تیرا برا ہو میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت اور ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو اور ان کے سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو رومہ کے قریب وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے اور میں تمہارے ساتھ بنی غطفان کے جنگجو اور سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو احد کے ایک طرف دنب غمی میں ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ پختہ عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو جڑوں سے اکھڑ کر دم لیں گے۔ کعب نے جواب دیا: بخدا تم میرے پاس زمانہ بھر کی ذلت لے کر آئے ہو اور ایسا بے ہارش ہادل لے کر آئے ہو جس کا پانی بہہ چکا ہے، وہ گرجتا اور چمکتا تو ہے لیکن اس میں ہارش کا ایک قطرہ بھی نہیں، اے جی! تیرا برا ہو، مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) سے صداقت اور ایفائے عہد کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ فَلَمْ يَزَلْ يَفْتِلُهُ فِي الدَّرْوَةِ وَالْغَارِبِ ”لیکن جی اس کو عہد شکنی پر برا ہیختہ کرتا رہا“۔ یہاں تک کہ کعب نے اس شرط پر اس کی اطاعت قبول کر لی کہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ عہد و پیمان کرے کہ اگر قریش اور غطفان پسپا ہو گئے اور وہ محمد (ﷺ) کا خاتمہ نہ کر سکے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا تا کہ جو کچھ تم پر گزرے وہی مجھ پر گزرے۔ اس طرح کعب بن اسد نے اپنا عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ سے اپنی برأت کا اظہار کر دیا۔

پھسلا کر کسی کام پر لگانے اور فریب دینے کے بارے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ سے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انکار کیا فَجَعَلَ يَفْتِلُ فِي الدَّرْوَةِ وَالْغَارِبِ آپ انہیں بہلاتے پھسلاتے رہے یہاں تک کہ آپ رضامند ہو گئیں۔ حلیہ کا قول ہے: لَعَرْتُكَ مَا قَرَأْتُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ إِذَا نَزَعَ الْفَرَادُ بِمُسْتَطَاعٍ ”تیری زندگی کی قسم جب چھڑیاں اتاری جائیں تو بنی بغیض کی چھڑیوں کو اتارا نہیں جاسکتا“۔ یعنی نہ انہیں دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور نہ ذلیل کیا جاسکتا ہے۔

کعب کی عہد شکنی کی تصدیق

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ بن نعمان کو، جو اس وقت قبیلہ اوس کے سردار تھے اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کے فرد حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم کو جو اس وقت قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ ان دونوں کے ساتھ بنی حارث بن خزرج کے ایک فرد حضرت عبد اللہ بن رواحہ اور بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد حضرت خوات بن جبر بھی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، ان لوگوں کی طرف سے ہمیں جو خبر موصول ہوئی ہے، کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ فَإِنْ كَانَ حَقًّا فَالْحَنُّوْا لِيْ لَحْنًا اَعْرِفُوْهُ وَا لَا تَفْتُوْا فِيْ اَعْضَادِ النَّاسِ وَاِنْ كَانُوْا عَلٰى الْوَفَاءِ فِيمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاجْهَرُوْا بِهٖ لِلنَّاسِ ”اگر یہ خبر درست ہو تو مجھے کنایہ بتانا جسے صرف میں سمجھ سکوں اور (علی الاعلان بیان کر کے) لوگوں کے بازوؤں کو کمزور نہ کر دینا اور اگر وہ ہمارے ساتھ کیے گئے عہد کے ایفاء پر قائم ہوں تو علی الاعلان سب لوگوں کو بتا دینا۔“ چنانچہ وہ حضرات بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے متعلق جو اطلاع انہیں موصول ہوئی تھی وہ لوگ اس سے بھی زیادہ

اللحن (1)

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: اِلْحَنُوْا لِيْ لَحْنًا اَعْرِفُوْهُ وَا لَا تَفْتُوْا فِيْ اَعْضَادِ النَّاسِ۔ اللحن کا معنی ہے کہ کسی کلام کو لوگوں کے ہاں معروف طریقے سے پھیر کر ایسے طریقے سے بیان کرنا کہ اسے صرف اپنا ساتھی ہی سمجھ سکے، جس طرح خطا کو بھی لحن کہا جاتا ہے کیونکہ خطا بھی معروف صواب سے پھرنا ہی ہے۔

سیرانی نے کہا: میں نے اَللَّحْنُو کے حقیقی معنی کو اَللَّحْن کے معنی ہی سے پہچانا جو کہ اس کی ضد ہے کیونکہ لحن کا معنی درست راستے سے پھرنا ہے اور نحو کا معنی درست راستے کا قصد کرنا ہے اور جہاں تک حاء کے فتح کے ساتھ اَللَّحْن کا تعلق ہے تو اس کی اصل بھی یہی ہے مگر جب کوئی شخص آپ کو کسی

1۔ لحن: یہ لفظ لام، حاء اور نون کے ساتھ ہے۔ اس کے دو تلفظ ہیں جن میں سے ایک کا معنی ہے کسی چیز کا ایک طرف سے جھک جانا اور دوسرے کا معنی ہے ذہانت و فطانت۔ جہاں تک حاء کے سکون کے ساتھ لحن کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کلام کا اپنی صحیح عربی جہت سے دوسری طرف مائل ہو جانا۔ کہا جاتا ہے لَحْنٌ لَّحْنًا اور یہ ہمارے نزدیک کسی دوسری زبان سے نیا پیدا شدہ کلام ہے کیونکہ لحن ایسا نیا کلام ہوتا ہے جو خالص اہل عرب کی زبان سے نہیں ہوتا جنہوں نے اپنی طبائع سلیبہ کے ساتھ کلام کیا۔ اس لفظ کا دوسرا تلفظ اَللَّحْن ہے۔ اس کا معنی ذہانت ہے۔ کہا جاتا ہے: لَحْنٌ يَلْحَنُ لَحْنًا وَهُوَ لَحْنٌ وَلَا جُنْ

(مقائیس اللغۃ 5/239)

خباثت پر آمادہ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا اور کہا کون اللہ کا رسول؟ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں برا بھلا کہا اور جواباً انہوں نے آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ ایک تیز مزاج آدمی تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا انہیں برا بھلا کہنا چھوڑو، جو ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے وہ اس گالی گلوچ سے بڑھ کر ہے۔ پھر حضرات سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں واپس آئے، آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا عَصَلُ و الْقَارَةُ۔ یعنی وہ لوگ اسی طرح غداری پر آمادہ ہیں جس طرح اصحاب رجب یعنی حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ عَصَل اور قارہ نے غداری کی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ۔ ”اللہ اکبر! اے گروہ مسلمین! تمہیں خوشخبری ہو۔“

منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ

اس واقعہ کے بعد آزمائش بڑھ گئی اور خوف شدید ہو گیا اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان پر اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی ہلہ بول دیا یہاں تک کہ مومنین میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور بعض منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا یہاں تک کہ بنی عمرو

کلام کا مفہوم سمجھانے کے لئے اسے اصل طریقے سے پھیر کر پڑھے اور اس سے آپ اسے سمجھ جائیں تو اس فہم کو لَحْن کہتے ہیں۔ پھر جو شخص بھی کوئی بات سمجھ جائے تو اس کے لئے کہا جاتا ہے قَدْ لَحِنَ رَأً کے کسرہ کے ساتھ اور اس کی اصل وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ اس کا معنی لَاحِن سے سمجھنا ہے۔ مالک بن اسماء بن خارجہ فزاری کا قول ہے:

مَنْطِقٌ صَانِبٌ وَ تَلَحُّنٌ أَحْيَا نَا وَ خَيْرُ الْحَدِيثِ مَا كَانَ لَحْنًا
”اس شخص کا کلام درست ہوتا ہے، کبھی کبھی وہ لحن بھی کرتا ہے اور بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس میں قدرے لحن ہو۔“

اس شعر کے بارے میں جاحظ نے کہا: شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ لحن جس کا معنی خطا ہے کبھی کبھی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور نو عمر لونڈی سے بھی زیادہ پر لطف ہوتا ہے لیکن جاحظ کی اس تاویل کو غلط قرار دیا گیا ہے اور یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کی بیوی ہند بنت اسماء بن خارجہ نے اپنے کلام میں لحن کیا تو حجاج نے اس لحن کو ناپسند کیا۔ اس پر ہند نے اپنے بھائی مالک بن اسماء کا یہ قول بطور دلیل پیش

بن عوف کا ایک فرد معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ یہ قیصر و کسریٰ کے خزانے لوٹیں گے جبکہ آج حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء میں بھی اطمینان سے نہیں جاسکتا۔

کیا معتب منافق تھا؟

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے اہل علم میں سے ایک ایسے شخص نے جو میرے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے، خبر دی کہ معتب بن عمیر کا شمار منافقین میں نہ تھا اور اس کی یہ دلیل پیش کی کہ وہ اہل بدر میں سے تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: یہاں تک کہ نہ امارشہ بن حارث کا ایک فرد اس بن قبطی یہ کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہمارے لہر دشمن سے غیر محفوظ ہیں اور یہ بات اس کی قوم کے چند لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہے اس لئے آپ ہمیں اجازت فرمائیے کہ ہم واپس اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ ہمارے گھر مدینہ طیبہ سے باہر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور

کیا:

وَ عَصْرُ الْحَدِيثِ مَا كَانَ لَحْنًا

حجاج نے اسے کہا تیرے بھائی کی یہ مراد نہیں بلکہ لحن سے اس کی مراد تو وہ لحن ہے جس کا معنی تو یہ ہے اور الغاز (بیچ دار اور غیر واضح کلام کرنا) ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئی۔ جب جا حظ کو یہ واقعہ سنایا گیا تو اس نے کہا: اگر میرے پاس یہ واقعہ کتاب البیان کی تالیف سے پہلے پہنچ جاتا تو میں اس میں وہ بات نہ کرتا جو میں نے اس میں کی، اس پر اسے کہا گیا کیا تم اسے تبدیل نہیں کر دیتے؟ تو اس نے کہا تبدیل کیسے کر سکتا ہوں جبکہ اسے خچر اور شہا پیے اڑا کر لے گئے ہیں اور اس کی شہرت شہروں کے نشیب و فراز میں پہنچ چکی ہے اور لحن کے معنی میں جیسا قول جا حظ نے کیا ہے اسی کی مثل یا اس کے قریب قریب ہی ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے۔

راوی کا قول ہے: يَفْتُ فِي أَعْضَادِ النَّاسِ یعنی لوگوں کی قوت بازو کو توڑ نہ دینا اور انہیں کمزور نہ کر دینا۔ اس معنی میں العَضْد کا لفظ بطور ضرب المثل اور الْفْتُ کا معنی توڑنا ہے۔ راوی نے فِي أَعْضَادِهِمْ کہا اور اس طرح نہ کہا: يَفْتُ أَعْضَادَهُمْ کیونکہ یہ دل میں داخل ہونے والے رعب سے کنایہ ہے اور حقیقی طور پر بازو توڑنا مراد نہیں اور نہ ہی العَضْد سے عضو بازو مراد ہے، بلکہ اس سے مراد تو وہ کمزوری اور نقاہت ہے جو دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ فصیح ترین کلاموں میں سے ایک کلام ہے۔

مشرکین میں سے زائد راتیں یعنی تقریباً ایک مہینہ ایک دوسرے کے مقابل جمے رہے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، البتہ کچھ تیر اندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔

قبیلہ غطفان سے معاہدہ صلح کا ارادہ

پھر جب لوگوں پر آزمائش شدید ہو گئی تو جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور ان لوگوں نے بیان کیا جنہیں میں متہم نہیں کرتا، انہوں نے حضرت محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کو بلا بھیجا۔ یہ دونوں بنی غطفان کے قائد تھے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو مدینہ طیبہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ اس شرط پر دینے کے لئے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ہٹ کر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ دونوں طرف سے صلح کی بات جاری ہو گئی یہاں تک کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ دیا لیکن اس پر ابھی نہ تو کوئی شہادت ہوئی تھی اور نہ قطعی فیصلہ صلح ہوا تھا۔ صرف اس کے متعلق جدوجہد جاری تھی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے صلح کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ

حضرت ابن اسحاق نے اوس بن قنیطی کا ذکر کیا اور وہی یہ بات کہنے والا تھا: إِنَّ بَيْنَنَا عَوْرَةً (الاحزاب: 13) ”ہمارے گھربالکل غیر محفوظ ہیں“۔ اور اس کا بیٹا عرابہ بن اوس سردار تھا لیکن یہ صحابی نہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ صحابی تھا۔ ہم نے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جنہیں احد کے روز کم سن خیال کیا گیا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں شامخ کہتا ہے:

إِذَا مَا رَأَيْتَ رَفَعْتَ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةٌ بِالْيَمِينِ

”جب کوئی جھنڈا بزرگی کے لئے اٹھایا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے۔“

اور عرابہ کا ایک بھائی ہے جس کا نام کباشہ ہے۔ اس کا ذکر بھی صحابہ کرام میں آتا ہے۔

احزاب سے صلح

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پھلوں کے تیسرے حصے پر احزاب سے صلح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے مصلحت اور ان کی حفاظت ہو تو دشمن کو مال دینا جائز ہے۔ ابو عبیدہ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قابل عمل ہے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحدوں سے حملے کو روکنے پر شاہ روم کو مال دے کر صلح کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ دینار دیے تھے اور رومیوں سے کچھ

عنہما کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے ہم اپنی خواہش پر کرنا چاہتے ہیں یا یہ ایسی کوئی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا لازمی ہے یا یہ ایسی چیز ہے جسے حضور ﷺ ہماری خاطر کر رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ ایسی چیز ہے جسے میں تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ قسم بخدا! میں صرف اس لئے یہ کام کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ تمام اہل عرب نے ایک ہی کمان سے تم پر تیروں کی بارش کر دی ہے اور انہوں نے ہر طرف سے تمہارے راستے دشوار کر دیے ہیں۔ اس پر میں نے ارادہ کیا کہ کسی طریقے سے ان کی طاقت کو توڑ دوں۔“ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اور یہ قوم (کفار) سب شرک اور بت پرستی پر قائم تھے، ہم نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے پہچانتے تھے، تو اس وقت بھی وہ لوگ سوائے ضیافت اور خریداری کے مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور بھی کھانے کی خواہش نہیں کر سکتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نوازا اور ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور حضور کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ ہمیں عزت عطا فرمائی تو کیا ہم انہیں اپنے اموال دیں گے؟“ بخدا! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو تحریر تھی اسے مٹا ڈالا، پھر فرمایا: وہ کفار ہمارے خلاف قوت آزمائی کر لیں۔“

چند مشرکین کا خندق عبور کرنا

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مقابلے پر جمے ہوئے تھے اور ان کے دشمن بھی ان کے محاصرے پر ڈٹے ہوئے تھے، مگر دونوں طرف سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ البتہ قریش کے چند شہسوار جن میں بنی عامر بن لؤی کا ایک فرد عمرو بن عبدود بن ابی قیس۔

غلام بطور رہن لیے تھے، لیکن رومیوں نے غداری کی اور معاہدہ صلح کو توڑ دیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رہن کے غلاموں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا بلکہ انہیں آزاد کر دیا اور فرمایا غداری کے بدلے وفا غداری کے بدلے غداری سے بہتر ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا: یہ امام اوزاعی اور اہل شام کا مذہب ہے کہ رہن کے غلاموں کو قتل نہ کیا جائے اگرچہ دشمن غداری کرے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا اسے عمرو بن عبد بن ابی قیس بھی کہا جاتا ہے۔۔۔ حضرت ابن اسحاق نے کہا عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہمیرہ بن ابی دہب مخزومی اور بنی محارب بن فہر کا ایک فرد ضرار بن خطاب شاعر ابن مرداس شامل تھے، جنگ کے لئے آمادہ ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں پہ سوار ہو کر نکلے اور بنی کنانہ کی منازل کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: اے بنی کنانہ! جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج شہسوار کون ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھے، ان کے گھوڑے لمبے قدم ڈال کر تیز دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ خندق پر آ کر رکے۔ جب انہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے بخدا! یہ ایسی جنگی منصوبہ بندی ہے جو اہل عرب نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ

حضرت ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اور مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ غزوہ خندق کے روز مہاجرین نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں اور انصار نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔

عمرو بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ جگہ کا قصد کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق پار کر گئے، پھر خندق اور جبل سلع کے درمیان شوریلی زمین میں چکر لگانے لگے۔

سَلْمَانُ مِنَّا

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ أَهْلَ الْبَيْتِ اختصاص کی بناء پر یا اَعْنٰی فعل مضمر ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور بدل کی بناء پر اس کی جر کو سیبویہ نے جائز قرار نہیں دیا، نہ تو ضمیر متکلم سے بدل ہونے کی صورت میں اور نہ ضمیر مخاطب سے بدل ہونے کی صورت میں کیونکہ یہ بیان کی غایت میں ہے لیکن اخش نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

ابن اد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن اد عامری کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ مغازی ابن اسحاق میں حضرت ابن ہشام کی اس روایت کے علاوہ بکائی کی روایت میں کچھ بہترین اضافہ مذکور ہے۔ میرا خیال ہے اس واقعہ کی تکمیل کے لئے وہ روایت یہاں ذکر کرنی چاہیے:

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر نکلے یہاں تک کہ خندق کے اس حصے پر قبضہ کر لیا جہاں سے دشمن کے گھوڑوں نے اسے عبور کیا تھا۔ دشمن کے گھوڑے تیزی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: عمرو بن اد کلثا اور بلند آواز سے للکارا: هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟ ”ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا“۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ آہنی ہتھیاروں میں لیس تھے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے پیارے نبی! اس کے مقابلہ کے لئے میں تیار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے پھر للکارا۔ ہے کوئی شخص جو ان کو ڈانٹ سکے۔ وہ کہہ رہا تھا کہاں ہے تمہاری وہ جنت جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم میں سے جو شہید ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا: تو تم میرے مقابلہ میں کسی آدمی کو کیوں نہیں نکالتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اٹھ کر عرض کی۔ میں تیار ہوں یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، وہ عمرو ہے۔ اس نے پھر تیسری بار للکارا اور یہ اشعار پڑھے:

وَلَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النَّدَا بِجَنِّعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟
تمہارے لشکر کو یہ آواز دے دے کر میرا گلا بیٹھ گیا ہے کہ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔
وَوَقَفْتُ إِذْ جَبْنَ الْمَشْجَعُ مَوْقِفَ الْقُرُونِ الْمُنَاجِزِ
اور میں مقابلہ پر نکلنے والے مد مقابل کی طرح اس وقت کھڑا رہا جب زخمی سرو والا بزدل ہو گیا۔
وَكَذَلِكَ إِنِّي لَمْ أَزَلْ مُتَسَرِّعًا قَبْلَ الْهَزَاجِ
”اس طرح میں دل ہلا دینے والے فتنوں سے پہلے جلدی سے (فتنہ بن کر) کھڑا رہا۔“

إِنَّ الشُّجَاعَةَ فِي الْفَتَى وَالْجُودَ مِنْ خَيْرِ الْغَوَائِزِ
”بے شک نو جوان میں شجاعت اور سخاوت بہترین عادات سے ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ پر نکلتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: بے شک وہ عمرو ہے۔ آپ نے عرض کی: اگرچہ وہ عمرو ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے سامنے آئے اور آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ آتَاكَ مُجِيبُ صَوْتِكَ غَيْرَ عَاجِزٍ
”تو جلد بازی نہ کر، تیرے سامنے ایسا شخص آچکا ہے جو تیری آواز کا جواب دینے والا اور غیر عاجز ہے۔“

سے ان کی طرف بڑھے۔ عمرو بن عبدود غزوہ بدر میں بھی لڑ چکا تھا، یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے غزوہ احد میں شریک نہ ہوا لیکن غزوہ خندق کے روز ایک امتیازی نشان لگا کر آیا تھا تاکہ اسے پہچانا جاسکے۔ جب وہ اور اس کے شہسوار وہاں رکے تو اس نے للکارا: مَنْ يَبَارِزُ؟ ”کون میرے ساتھ مقابلہ کرے گا؟“ یہ سن کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر نکلے اور اس سے فرمایا اے عمرو! تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان میں سے ایک تو ضرور دے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا فَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَإِلَى الْإِسْلَامِ ”پھر میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر

ذُو نِيَّةٍ وَ بَصِيرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِي كُلِّ فَائِزٍ
”جو صاحب نیت و بصیرت ہے اور سچائی ہر کامیاب کو نجات دینے والی ہے۔“

إِنِّي لَا أَرْجُو أَنْ أَقِيمَ عَلَيْكَ نَائِحَةً الْجَنَائِزُ
”بے شک میں چاہتا ہوں کہ معیوں پر نوحہ کرنے والی عورت تجھ پر کوکھڑا کر دوں۔“

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجَلَاءَ يَبْقَى ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَازِهِزْ
ایسی لمبی چوڑی ضرب کے ساتھ جس کا ذکر دل ہلا دینے والے فتنوں کے وقت بھی باقی رہے گا۔
عمرو نے آپ سے پوچھا: تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں۔ اس نے پوچھا: عبد مناف کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: میں ابوطالب کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! تیرے علاوہ تیرے کچھ چچے بھی مجھ سے کم عمر ہیں اس لئے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون بہاؤں۔ یہ سن کر وہ غضبناک ہو گیا، وہ گھوڑے سے نیچے اتر اور اپنی تلوار بے نیام کر لی، یوں معلوم ہوتا تھا گویا وہ آگ کا ایک شعلہ ہے پھر وہ غصے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میں تم سے کیسے لڑوں حالانکہ تو اپنے گھوڑے پر سوار ہے، بلکہ تو میرے ساتھ نیچے اتر، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے سامنے کی، عمرو نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے کاٹ ڈالا، تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی اور آپ کے سر میں جا کر لگی اور اسے زخمی کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے کی رگ پر وار کیا جس سے وہ نیچے گر پڑا۔ گرد و غبار اڑا اور نبی

لے۔ اس نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر میں تجھے مقابلہ کے میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا اے میرے بھتیجے! کس لئے؟ قسم بخدا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگادی، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے منہ پر تلوار ماری، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھا، دونوں میں لڑائی ہوئی اور باہم مقابلہ کیا آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے سوار شکست کھا کر خندق کو پار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار فرمائے:

نَصَرَ الْجَبَّارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهِ وَ نَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِي
”عمرو بن عبدود نے اپنی رائے کی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و

کریم ﷺ نے تکبیر کی آواز سنی اور جان لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ اشعار فرمائے:

أَعْلَى تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هَكَذَا عَنِّي وَ عَنْهُ أَخْرُوا أَصْحَابِي
کیا مجھ پر اس طرح گھوڑے ہجوم کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے اور اس سے میرے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

فَالْيَوْمَ تَمْنَعُنِي الْفِرَارَ حَفِظْتَنِي وَ مُصِيتُمْ فِي الرَّأْسِ لَيْسَ بِنَابِي
”آج میرا جذبہ حمیت مجھے فرار ہونے سے روکتا ہے اور میرے سر کو زخمی کرنے والی تلوار مجھے پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔“

أَدَى عُمَيْرٌ حِينَ أَخْلَصَ صَقْلُهُ صَافِي الْحَدِيدَةِ يَسْتَفِيضُ ثَوَابِي
”عمیر نے اس وقت میرے ثواب کو عام کرنے کا حق ادا کر دیا جب اس کی خالص لوہے والی صیقل شدہ تلوار کو اس کے لئے خالص کر دیا گیا۔“

فَعَدَوْتُ أَلْتَمِسُ الْقَرَاعَ بِرُهْفٍ عَضِبَ مَعَ الْبَثَاءِ فِي أَقْرَابِ
”پس میں صبح سویرے ایک باریک تیز دھار والی تلوار لے کر ڈھال تلاش کرنے کے لئے کنوؤں سے رسنے والے پانی کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔“

ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد (ﷺ) کے پروردگار کی مدد کی۔

فَصَدَرْتُ حِينَ تَرَكْتُهُ مُتَجَدِّلاً كَالْجِدْعِ بَيْنَ دَكَاذٍ وَ رَوَابِي
”میں وہاں سے نکلا اس حالت میں کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں
درخت کے مڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا۔“

وَ عَفَفْتُ عَنْ أَثْوَابِهِ وَ لَوْ أَنَّنِي كُنْتُ الْمَقْطَرِ بَزْنِي أَثْوَابِي
اور میں نے اس کے کپڑوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا (کیونکہ میرا مقصد مالِ غنیمت لوٹنا نہ تھا) اور

قَالَ ابْنُ عَبْدِ حَمِينَ شَدَّ إِلَيَّ وَ حَلَفْتُ فَاسْتَبَعُوا مِنَ الْكَذَّابِ
”جب ابن عبد نے قسم اٹھائی اور میں نے بھی حلف اٹھایا تو اس نے کہا تو کذاب کی بات غور سے

سنیے

أَلَا يَفِرُّ وَ لَا يُهْلَلُ فَالْتَقَى رَجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ كُلُّ ضَرَابٍ
کہ وہ نہ فرار ہوگا اور نہ کلمہ توحید پڑھے گا۔ چنانچہ دونوں شخص اپنی اپنی تلوار کا وار کرتے ہوئے
آمنے سامنے آ گئے۔“

اس کے بعد وہ اشعار ہیں جو نَصْرَ الْحِجَارَةِ سے شروع ہوتے ہیں۔ البتہ بکائی نے یوں
روایت کیا: عَبْدُ الْحِجَارَةِ وَ عَبَدْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ۔ اور وَ لَقَدْ بَحَحْتُ كِي جَلَّ وَ لَقَدْ عَجِبْتُ
مروی ہے۔ اور آخری شعر یوں روایت کیا گیا ہے: فَالْتَقَى اسْدَانِ يَضْطَرِبَانِ كُلُّ ضَرَابٍ۔
اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے انصاف ہے کیونکہ آپ نے اسْدَانِ فرمایا اور عمرو کو بھی
شجاعت اور بہادری کی طرف منسوب کیا۔ آپ کا قول ہے: أَدَى عُيَيْرٌ إِلَى قَوْلِهِ ثَوَابِي یعنی اس
نے میرا ثواب مجھے دے دیا اور اس وقت مجھے اچھی جزاء دی جب اس نے اپنی صیقل شدہ تلوار نکالی۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: تم نے اس کی زرہ کیوں نہ چھین لی، کیونکہ پورے
عرب میں اس سے بہتر زرہ کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جب اس پر تلوار کا وار کیا تو اس نے
اپنی شرمگاہ میرے سامنے کر دی، مجھے حیا آئی کہ میں اپنے چچا زاد کی زرہ چھینوں۔ دوسرے گھڑ سوار پسپا
ہو گئے یہاں تک کہ بھاگ کر خندق میں جا گھسے۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا کوئی
مال نہ چھینا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے بذاتِ خود ان کی کوئی چیز لینے سے پرہیز کیا۔ اور ایک قول یہ
ہے کہ اہل عرب جب دورِ جاہلیت میں کسی کو قتل کرتے تو اس کے کپڑے نہیں چھینتے تھے۔

اگر میرے جسم پر کپڑے ہوتے (اور میں یوں مارا جاتا) تو وہ میرے کپڑوں کو لوٹ کر لے جاتا۔
 لَا تَحْسِبَنَّ اللَّهَ عَاذِلَ دِينِهِ وَ نَبِيِّهِ يَا مَعْشَرَ الْأَحْزَابِ
 ”اے مشرکوں کے گروہ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و
 مددگار چھوڑ دے گا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر کو اس میں شک ہے کہ یہ اشعار حضرت علی بن ابی
 طالب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس روز عکرمہ بن ابی جہل نے عمرو کو چھوڑ کر پسپا ہوتے ہوئے
 اپنا نیزہ پھینک دیا۔ اس پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَرُّ وَ الْقَى لَنَا دُمُحَهُ لَعَلَّكَ عَكْرِمَ لَمْ تَفْعَلِ
 ہماری خاطر اپنا نیزہ پھینک کر عکرمہ فرار ہو گیا۔ اے عکرمہ! شاید تو نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔

وَ وَلَيْتَ تَعْدُوا كَعْدُو الظَّلِيمِ مَا إِنْ تَجَوُّدَ عَنِ الْمَعْدِلِ
 اور وہ پیٹھ پھیر کر زشت مرغ کی طرح بھاگا حالانکہ تو بھاگنے سے باز آنے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔

وَ لَمْ تَلْقَ ظَهْرَكَ مُسْتَانِسًا كَأَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعَلِ
 ”اور وہ نے اپنی وحشت دور کرنے کے لئے اپنی پیٹھ زمین پر نہ رکھی اس وقت گویا تیری

گدی بجو کے بچے کی گدی تھی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عمرو کا قول ہے بخدا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں قتل کروں۔ دیگر روایات نے
 اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کہا: تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ زبیر نے کہا: حضرت ابو طالب مسافر
 بن ابی عمرو کے ہم نشین تھے، پھر جب وہ مر گیا تو آپ نے عمرو بن عبدود کو اپنا ہم نشین بنالیا۔ اسی وجہ
 سے اس نے دعوتِ مبارزت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تھی۔

الفرعل

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

كَأَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعَلِ

فرعل بجو کے بچے کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا فَوْزُ عَل کا معنی چھوٹا بجو ہے اور یہ اشعار آپ کے ایک قصیدہ کے ہیں۔

غزوة خندق کے روز مسلمانوں کا شعار

اور غزوة خندق اور غزوة بنی قریظہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا شعار یہ تھا حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز مجھ سے حضرت ابولیلیٰ عبد اللہ بن سہل بن عبد الرحمن بن سہل انصاری نے جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے، بیان کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خندق کے روز بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں تشریف فرما تھیں۔ وہ قلعہ مدینہ طیبہ کے محفوظ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس قلعے میں آپ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی موجود تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: یہ ہم پر پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے، آپ کے جسم پر ایک چھوٹی سی زرہ تھی جس سے آپ کے بازو کہنیوں تک باہر نکلے ہوئے تھے، آپ اپنے ہاتھ میں اپنا چھوٹا نیزہ لہراتے ہوئے یہ شعر کہتے جا رہے تھے:

لَبِثَ قَلِيلًا يَشْهَدُ الْهَيْبَا حَمْلٌ لَا يَلَسُ بِالْمَوْتِ إِذَا حَانَ الْآجَلُ
”ذرا توقف کر تا کہ حمل جنگ کو دیکھ لے، جب مقررہ وقت آ جائے تو موت میں کوئی

حضرت ابن اسحاق نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا:

لَبِثَ قَلِيلًا يَلْحَقُ الْهَيْبَا حَمْلٌ

اس شعر میں آپ نے ضرب المثل بیان کی ہے۔ حمل سے مراد حمل بن سعدانہ بن حارثہ بن معقل بن کعب بن عليم بن جناب کلبی ہے۔ اور راوی کا قول ہے: يَرْقُدُ بِالْحَرْبَةِ یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھوٹا نیزہ اٹھائے تیزی سے جا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے: إِذَا قَدْ إِزْمَدَ۔ ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ذوالرمتہ نے کہا:

يَرْقُدُ فِي أَثَرِ عَرَاضٍ وَ تَتَبَعُهُ صَهْبَاءُ شَامِيَةٌ عَتَوْنَهَا حَصْبُ
”وہ ایک اونٹ کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے شامی شیرنی بھاگ رہی تھی جس کے بال پیچھے کواڑ رہے تھے۔“

مضائقہ نہیں۔“

ان کی ماں نے ان سے کہا: سچ ہے، میرے بیٹے بخدا! تم نے دیر کر دی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا: اے سعد کی ماں! بخدا میرا جی چاہتا ہے کہ کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ تیرا اسی جگہ پر لگ سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگا جس سے آپ کی رگ اکھل (جو کہنی کے مقابل حصے پر سامنے ہوتی ہے) کٹ گئی۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کو بنی عامر بن لؤی کے ایک فرد حبان بن قیس بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ جب اس نے آپ کو تیر مارا تو کہا: میری طرف سے یہ تیر لے لو، میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو جہنم میں عرق آلود کرے۔ اے اللہ! اگر تو نے ابھی قریش کی کچھ جنگ باقی رکھی ہوئی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا کیونکہ میرے نزدیک کوئی ایسی قوم نہیں جن کے ساتھ مجھے اس قوم سے بڑھ کر جہاد کرنے کی خواہش ہو، جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی، ان کی تکذیب کی اور انہیں اپنے وطن سے نکال دیا۔ اے اللہ! اگر تو نے ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جنگ ساقط کر دی ہے تو مجھے شہادت عطا کر اور مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بنی قریظہ کے انتقام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں متہم نہیں کرتا، اس نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ آپ فرماتے تھے: اس روز حضرت سعد

ابن عرقہ اور ام سعد

وہ ابن عرقہ جس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا وہ حبان بن قیس بن عرقہ ہے اور عرقہ یہ قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لؤی ہے۔ اس کی کنیت ام قاطمہ ہے، اسے عرقہ اچھی خوشبو لگانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت خدیجہ کی دادی ہے جن کی ثانی ہالہ تھی اور حبان یہ عبد مناف بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لؤی کا بیٹا ہے۔ اور ام سعد کا نام کبشہ بنت رافع بن عبید ہے۔

عرشِ الہی کا جنبش میں آنا

عرشِ الہی کے جنبش میں آنے کی حدیث کئی سندوں سے ثابت ہے اس کے بعض الفاظ میں ہے کہ

رضی اللہ عنہ کو بنی مخزوم کے حلیف ابواسامہ جشمی نے ہی تیر مارا تھا۔

اس سلسلے میں ابواسامہ نے عکرمہ بن ابی جہل کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر کہے تھے:

أَعْكِرْمَ هَلَّا لَمْتَنِي إِذْ تَقُولُ لِيْ فِذَاكَ بِأَطَامِ الْمَدِيْنَةِ خَالِدُ
”اے عکرمہ! تو نے مجھے یہ کہہ کر کیوں ملامت کی کہ مدینہ کے قلعوں میں خالد تجھ پر فدا ہو۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، آپ استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے عرض کی اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے عرش الہی جنبش میں آگیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حضرت سعد بن معاذ کی وفات پر ستر ہزار ایسے فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قبر مبارک سے کستوری کی خوشبو آئی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی شخص قبر کی تنگی سے نجات پاتا تو حضرت سعد اس سے نجات پاتے۔ کتاب الدلائل میں ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ آپ کی قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ لِهَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ ضُمَّ فِي قَبْرِهِ ضَمَّةٌ ثُمَّ فَرَّجَ عَنْهُ ”سبحان اللہ! اس نیک بندے کو اس کی قبر میں بھینچا گیا پھر اس پر قبر وسیع کر دی گئی۔“ جہاں تک ضَغْطَةُ الْقَبْرِ (قبر کی تنگی) کا تعلق ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا تو اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس وقت سے کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا جب سے میں نے آپ سے قبر کی تنگی، اس کی گھٹن اور منکر نکیر کی آواز کا ذکر سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عَائِشَةُ إِنَّ ضَغْطَةَ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَوْ قَالَ ضَمَّةُ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَضَمَّةِ الْأُمِّ الشَّفِيقَةِ يَدِيهَا عَلَى رَأْسِ ابْنِهَا يَشْكُو إِلَيْهَا الضَّدَاعَ وَصَوْتُ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ وَلَكِنْ يَا عَائِشَةُ وَيْلٌ لِلشَّاكِيْنَ فِي اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُضْغَطُونَ فِي قُبُورِهِمْ ضَغْطَ الْبَيْضِ عَلَى الصَّخْرِ ”اے عائشہ! مومن کو قبر کا دبانا اس طرح ہے جس طرح ایک مشفق ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے اس بیٹے کے سر کو دباتی ہے جو اس کے پاس دردِ سر کی شکایت کرتا ہے اور منکر نکیر کی آواز آنکھ میں سرمہ کی مانند ہے، لیکن اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی قبروں میں اس طرح دبایا جائے گا جس طرح چٹان کے اوپر انڈا رکھ کر دبا دیا جائے۔“ اسے ابوسعید بن اعرابی نے کتاب المعجم میں ذکر کیا ہے۔

أَلَسْتُ الَّذِي أَلَمْتُ سَعْدًا مُرِشَّةً لَهَا بَيْنَ آتَاءِ الرَّافِقِ عَائِدُ
 ”کیا میں وہ شخص نہیں کہ میں نے سعد کو ایک تیر مار کر وہیں ڈھیر کر دیا جس سے کہنیوں کے
 درمیان ایک ایسی رگ کٹ گئی جس کا خون رکنے والا نہ تھا۔“

قَضَى نَحْبَهُ مِنْهَا سَعِيدٌ فَأَعْوَلَتْ عَلَيْهِ مَعَ الشَّطِيطِ الْعَذَارَى النَّوَهِدُ
 ”اس تیر سے سعد بن معاذ نے اپنی نذر پوری کر لی (وفات پا گئے) پھر ان پر ادھیڑ عمر
 عورتوں کے ساتھ کنواری نوخیز لڑکیوں نے با آواز بلند آہ و بکا کی۔“

وَ أَنْتَ الَّذِي دَافَعْتَ عَنْهُ وَ قَدْ دَعَا عُبَيْدَةَ جَنَعًا مِنْهُمْ إِذْ يَكْبِدُ
 ”اور تو وہ شخص ہے جس نے سعد کی اس وقت مدافعت کی جب وہ کشمکش اور مشقت میں پڑا
 ہوا تھا اور عبیدہ نے اس کے لئے ایک جمعیت اکٹھی کر لی تھی۔“

عَلَى حِينٍ مَا هُمْ جَائِزُونَ عَنْ طَرِيقِهِ وَ آخِرُ مَرَّعُونَ عَنِ الْقَصْدِ قَاصِدُ
 ”یہ اس وقت کی بات ہے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا راستہ بھول رہا تھا اور کوئی خوفزدہ ہو
 کر اپنے ارادے کو چھوڑ کر کسی اور طرف کا قصد کر رہا تھا۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر
 مارا وہ خفاجہ بن عاصم بن حبان ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ
 حضرت عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا
 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت حسان بن

حضرت ابن اسحاق نے یونس شیبانی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے امیہ بن
 عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں میں سے کسی سے پوچھا
 حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر جوان کی قبر تنگ ہوئی تھی، اس کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟ اس نے
 کہا: آپ پیشاب سے طہارت حاصل کرتے وقت بعض اوقات کچھ کوتاہی سے کام لیتے تھے۔

کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے جب آپ کو عورتوں اور بچوں
 کے ساتھ قلعوں میں ٹھہرایا گیا۔ آپ نے یہودی کے معاملہ میں حضرت صفیہ اور حضرت حسان رضی اللہ

ثابت رضی اللہ عنہ بھی عورتوں اور بچوں میں ہمارے ساتھ قلعے کے اندر تھے۔ ہمارے پاس سے ایک یہودی گزرا، اس نے قلعے کے ارد گرد گھومنا شروع کر دیا۔ اس وقت بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ کر برسر پیکار تھے اور ہمارے درمیان کوئی مرد نہ تھا جو ہماری مدافعت کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان اپنے دشمن کے محاذ پر تھے اور وہ اس حالت میں نہ تھے کہ اگر ہم پر کوئی حملہ آور آ جاتا تو دشمن کو چھوڑ کر ہمارا دفاع کر سکیں۔ میں نے کہا اے حسان! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعے کے ارد گرد گھوم رہا ہے، بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر ہمارے چھپنے کی جگہ پر مطلع کر دے گا جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہماری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے کہا: يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا ابْنَةَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاللَّهِ لَقَدْ عَوَفْتُ مَا أَنَا بِصَاحِبِ هَذَا ”اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔“ حضرت صفیہ فرماتی ہیں جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تو میں نے اپنا کمر بند کس کر باندھ لیا پھر ایک لٹھا اٹھالی اور قلعے سے نکل کر اس کی طرف نیچے اتر آئی۔ میں نے وہ لٹھا اس یہودی کو دے ماری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جب میں اس سے فارغ ہو

عنہما کی گفتگو کا بھی ذکر کیا ہے جب حضرت صفیہ نے اسے قتل کیا تھا۔ لوگوں کے نزدیک اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ انتہائی بزدل تھے، لیکن بعض علماء نے اس کا رد کیا ہے اور اس کا انکار کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے اور اگر بزدلی کی بات صحیح ہوتی تو اس وصف کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو کی جاتی کیونکہ شعراء ایک دوسرے کی ہجو کرتے تھے جیسے ضرار، ابن زبیری وغیرہ اور وہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے اور اس کا رد کرتے تھے لیکن ان میں سے کسی شاعر نے بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بزدلی کی نہ عار دلائی اور نہ آپ پر بزدلی کا عیب لگایا۔ یہ بات حضرت ابن اسحاق کی اس حدیث کے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس روز کسی بیماری کے باعث جہاد میں حصہ نہ لے سکے ہوں۔ اس حدیث کی یہ سب سے بہترین تاویل ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابو عمر رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الدرر میں اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔

کر قلعہ میں واپس لوٹی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسان! آپ نیچے جائیں اور اس کا لباس اتار لائیں۔ میں خود اس کا لباس اتار لاتی مگر اس کا مرد ہونا میرے لئے مانع ہے۔ انہوں نے کہا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی مجھے اس کے لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب

حضرت ابن اسحاق نے کہا: دشمن کے باہمی تعاون اور اوپر اور نیچے سے یورش کے باعث پیدا ہونے والے جس خوف اور شدت کا وصف اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اثع بن ریث بن غطفان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام کا حال معلوم نہیں۔ اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہمارے اندر واحد آدمی ہو جو اگر کر سکو تو کسی طرح ہماری طرف سے دشمن میں انتشار پیدا کر دو فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ کیونکہ جنگ مغالطے کا نام ہے۔“ چنانچہ حضرت نعیم بن مسعود بنی قریظہ کے پاس آئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ ان کے ندیم تھے۔ آپ نے کہا: اے بنی قریظہ! میری جو دلی محبت اور خصوصی تعلقات تمہارے ساتھ ہیں ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر آپ نے ان سے کہا: قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، یہ شہر تمہارا شہر ہے، تمہارے اموال، تمہارے بیٹے اور عورتیں سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جاسکتے۔ قریش اور غطفان محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم نے محمد (ﷺ) کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کیا ہے، حالانکہ ان کا شہر، ان کے اموال اور ان کی عورتیں یہاں نہیں ہیں اس لئے وہ تمہاری طرح نہیں ہیں اگر انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیں گے بصورت دیگر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں اپنے شہر میں اس شخص (حضور ﷺ) کے رحم و کرم پر تنہا چھوڑ دیں گے، حالانکہ اگر انہوں نے تمہیں تنہا پالیا تو تمہارے اندر اس شخص کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس لئے تم اس قوم کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کے چند مقتدر لوگ ان سے بطور یرغمال نہ لے لو۔ جب وہ لوگ تمہارے قبضہ میں ہوں گے تو تمہیں ان کے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرتے

وقت اعتماد حاصل رہے گا، حتیٰ کہ تم ان کا خاتمہ کر دو۔ اس پر بنو قریظہ کہنے لگے لَقَدْ اَشْرَتْ بِالرَّأْيِ ”تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے۔“

پھر وہاں سے نکل کر آپ قریش کے پاس آئے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں سے کہا: میری تمہارے ساتھ جو دلی محبت ہے اور محمد (ﷺ) کے ساتھ جو قطع تعلقی ہے اسے تم خوب جانتے ہو، مجھے ایک خبر ملی ہے، تمہاری خیر خواہی کے باعث میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ اسے تم تک پہنچا دوں لیکن تم اسے صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ حضرت نعیم نے کہا: یہ بات خوب سمجھ لو کہ گروہ یہود نے محمد (ﷺ) کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ دوستی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر وہ بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے محمد (ﷺ) کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہیں۔ کیا آپ اس طرح راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش اور غطفان کے دونوں قبیلوں کے چند مقتدر لوگ ان سے لے کر تمہارے حوالے کر دیں اور آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر ان کے باقی ماندہ لوگوں پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ دیں۔ محمد (ﷺ) نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطور رہن چند آدمی طلب کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجیں تو اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ پھر وہاں سے نکل کر آپ غطفان کے پاس آئے اور انہیں کہا اے گروہ غطفان! بے شک تم میری اصل اور میرا قبیلہ ہو اور سب لوگوں سے زیادہ میرے محبوب ہو، میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا، ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ آپ نے کہا: پھر میری اس بات کو صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا، ہم ایسا ہی کریں گے، بتاؤ تمہارا کیا حکم ہے؟ پھر آپ نے انہیں وہی بات کہی جو آپ نے قریش کو کہی تھی اور انہیں اسی طرح ڈرایا جیسے قریش کو ڈرایا تھا۔

شوال ۵ھ ہفتہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خاطر یہ صورت پیدا کر دی کہ ابوسفیان بن حرب اور رؤسائے غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے چند لوگوں کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا: ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے، ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں، اس لئے صبح تم لوگ بھی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم محمد (ﷺ) سے مقابلہ کر کے اس منحصر سے فارغ ہو سکیں۔ یہودیوں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج ہفتہ ہے ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے، ہمارے کچھ لوگوں نے اس روز نئی بات پیدا

کی تھی ان کا جو انجام ہوا وہ تم لوگوں پر مخفی نہیں۔ نیز ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے جب تک تم اپنے چند آدمی ہمارے پاس بطور رہن نہ بھیج دو، جو ہمارے قبضے میں رہیں تاکہ محمد (ﷺ) سے جنگ کرتے وقت ہمیں اعتماد حاصل ہو، کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ نے تمہیں چبا ڈالا اور لڑائی تم پر دشوار ہو گئی تو تم ہمیں چھوڑ کر دامن سنبھالتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ گے جبکہ وہ شخص (حضور ﷺ) ہمارے شہر میں ہے، ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ان کو جا کر بتائی تو قریش اور غطفان کہنے لگے: بخدا! نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے، تم بنی قریظہ کو یہ پیغام بھیج دو کہ بخدا! ہم اپنا ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے، اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو تو نکلو اور جنگ کرو۔ جب قریش اور غطفان کے قاصدوں نے بنی قریظہ کو یہ پیغام پہنچایا تو انہوں نے بھی کہا: نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے۔ ان لوگوں کا مقصد صرف جنگ کرنا ہے، اگر انہیں موقع ملا تو لوٹ مار کریں گے، بصورت دیگر وہ دامن سنبھال کر اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں تمہارے شہر میں اس شخص کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس لئے قریش اور غطفان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بخدا! ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے جنگ نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہمیں اپنے آدمی بطور برغمال دو۔ قریش اور غطفان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان انتشار پیدا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسم سرما کی شدید سرد راتوں میں ان پر ایسی تیز آندھی بھیج دی کہ ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔

مشرکین کی حالت پر آگاہی

جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین میں اختلاف رونما ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مشرکین کی طرف بھیجا تاکہ وہ دیکھ کر آئیں کہ رات کو وہ لوگ کیا کرتے رہے؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: تو مجھ سے حضرت یزید بن زیاد نے حضرت محمد بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں، اے میرے بھتیجے! اس نے پوچھا: تو تم لوگ کیسا برتاؤ کرتے

تھے؟ آپ نے فرمایا: بخدا! ہم (حضور ﷺ کی اطاعت کے لئے) کوشاں رہتے تھے۔ کوئی نے کہا: بخدا! اگر ہم حضور ﷺ کو پالیتے تو آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! بخدا! میں نے غزوہ خندق میں وہ منظر دیکھا ہے کہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حضور ﷺ نے رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کون شخص ہے جو کھڑا ہو کر جائے اور دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے پھر لوٹ کر ہمیں بتائے۔ رسول اللہ ﷺ شرط لگا رہے تھے کہ جو واپس آ کر بتائے گا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ ”وہ شخص جنت میں میرا رفیق ہو“۔ خوف، بھوک اور سردی کی شدت کے باعث کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ جب کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا، تو جب آپ ﷺ نے بلایا تو میرے لئے اٹھ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، پھر فرمایا: اے حذیفہ! جاؤ اور ان لوگوں میں گھس کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کچھ نہ کرنا یہاں تک کہ ہمارے پاس لوٹ آؤ، چنانچہ میں گیا اور کفار میں داخل ہو گیا، وہاں آندھی اور اللہ تعالیٰ کا لشکر اپنا کام کر رہے تھے، آندھی ان کی ہانڈیوں، آگ اور خیموں کو بکھیر رہی تھی، ابو سفیان کھڑا ہوا اور کہا اے گروہ قریش! ہر شخص دیکھے اس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں۔

ابوسفیان کا اعلانِ روانگی

پھر ابوسفیان نے کہا: اے گروہ قریش! بخدا! اب تم مزید یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ نے بھی ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ان کی طرف سے ہمیں ایسا پیغام پہنچ چکا ہے جو ہمیں بہت ناپسند ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہمیں ایسی سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ نہ ہماری کوئی ہانڈی قائم رہی ہے، نہ ہماری آگ ٹھہر رہی ہے اور نہ ہمارا کوئی خیمہ برقرار رہا ہے۔ اس لئے سب کوچ کرو، میں تو جا رہا ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف اٹھا، اونٹ رسی سے بندھا ہوا تھا، وہ اس پر بیٹھ گیا اور اسے مارنے لگا۔ اونٹ اسے لے کر تین بار اچھلا کواگر بخدا اس کی رسی کھڑے کھڑے ہی کھولی گئی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا یہ عہد نہ ہوتا کہ میں واپس آنے تک کچھ نہ کروں گا تو میں چاہتا تو اسے تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ ملک واپس لوٹ آیا جبکہ آپ

اپنی ایک زوجہ محترمہ کی منقش یمنی چادر اوڑھ کر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے قدموں میں بٹھالیا اور مجھ پر چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا، پھر رکوع و سجود کیا جبکہ میں چادر میں ہی تھا۔ پھر جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو سارے حالات کی خبر دی۔ غطفان نے قریش کا حال سنا تو وہ بھی دامن سمیٹتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

خندق سے واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمان خندق سے مراجعت فرما کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور سب نے ہتھیار اتار دیے۔

غزوہ بنی قریظہ (۵ ھ)

بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الہی

پھر جب ظہر کا وقت ہوا تو جیسا کہ مجھ سے حضرت زہری نے بیان کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ایک نجر پر سوار تھے جس پر کجاوہ تھا اور کجاوے کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ملائکہ نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور وہ ابھی قوم کفار کے تعاقب سے واپس نہیں لوٹے، اللہ عز و جل آپ کو حکم دیتا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) بائیں سمت بنی قریظہ کی طرف بڑھیے، میں بھی ادھر جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ پانا کرنے والا ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا، اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: مَنْ كَانَ سَاعِدًا مُطِيعًا فَلَا يُصَلِّينَ الْعَصْرَ إِلَّا بَيْنِي قُرَيْظَةَ ”جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ہی ادا کرے“۔ حضرت ابن ہشام کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یا وہ گوئی کی اطلاع حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم دے کر بنی قریظہ کی طرف پہلے بھیج دیا۔ جھنڈے کو دیکھ کر بنی قریظہ کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو اندر سے

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک گستاخانہ بات سنی۔ چنانچہ آپ فوراً واپس آئے، راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ان خبیثوں کے قریب جانا مناسب نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیوں؟ میرا خیال ہے تم نے ان سے میرے لئے کوئی اذیت والی بات سنی ہے؟ آپ نے عرض کی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھتے تو ایسی کوئی بات نہ کہتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے قلعوں کے قریب ہوئے تو فرمایا: اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا اور تم پر اپنا عذاب اتارا؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابوالقاسم! تم اس بات سے ناواقف نہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام دحیہ کی شکل میں

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی جماعت کے ہمراہ بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے مقام صورین سے گزرے تو دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی ایک سفید رنگ کے خچر پر سوار ہو کر گزرے ہیں جس پر کجاوہ رکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جنہیں بنی قریظہ کی طرف ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے ہاں پہنچے تو ان کے اموال کے قریب ایک کنویں پر پڑاؤ کیا جس کا نام ہرانا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا اس کا نام ہر آنی تھا۔

حضرت دحیہ اور مقام صورین کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کے بنی قریظہ کی طرف خروج کے دوران مقام صورین سے گزرنے کا ذکر کیا۔ صور کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے ایک سوال کیا تو صحابہ کرام نے جواب دیا: ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی گزرے ہیں۔ یہ دال کے فتنے کے ساتھ دَحِیۃ ہے اور اسے دال کے کسرہ کے ساتھ دَحِیۃ بھی بولا جاتا ہے اور دحیہ لغت یمن میں رئیس کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع دَحَاء آتی ہے۔ مقطوع الاحادیث میں ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْبَيْتَ الْمَعْمُورَ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ دَحِيَّةٍ تَحْتَ يَدِ كُلِّ دَحِيَّةٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ ”کہ نبی کریم ﷺ نے بیت معمور کو دیکھا جس میں ہر

رسول کریم ﷺ کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اب مزید مسلمان حضور ﷺ سے مل گئے، ان میں سے کچھ لوگ نمازِ عشاء کے بعد پہنچے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی وجہ سے نمازِ عصر نہ پڑھی کہ ہر مسلمان نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے۔ یہ لوگ جنگ کے متعلق ہی کسی اہم کام میں مصروف رہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے باعث نمازِ عصر نہ پڑھ سکے کہ (وہ نمازِ عصر نہ پڑھیں) یہاں تک کہ بنی قریظہ کے ہاں پہنچ جائیں۔ پھر انہوں نے وہاں جا کر نمازِ عشاء کے بعد نمازِ عصر کی قضا کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہیں کی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عتاب فرمایا۔ یہ حدیث میرے سامنے حضرت ابو اسحاق بن یسار نے حضرت معبد بن کعب بن مالک انصاری سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

محاصرہ

رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتیں بنی قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اس محاصرہ نے ان کی کمر توڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ قریش اور غطفان کی واپسی کے وقت حیی بن اخطب کعب بن اسد کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو گیا تھا۔ کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت

پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو کعب بن اسد نے انہیں کہا: اے گروہِ یہود! جو مصیبت تم پر نازل ہو چکی ہے اسے تم دیکھ رہے

روز ستر ہزار سردار داخل ہوتے ہیں اور ہر سردار کے ہاتھ کے نیچے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ اسے قسمیں نے ذکر کیا اور اسے ابن سبیر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن ہذیل کی سند سے روایت کیا جن سے ابو التیاح نے روایت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابو التیاح نے حضرت حماد بن مسلمہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو حضرت حماد نے ان سے پوچھا یہ دجیہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا رکیں۔ جہاں تک حضرت دجیہ رضی اللہ عنہ کے نسب کا تعلق ہے تو آپ ابن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن عمرو القیس بن خزرج ہیں اور قبیلے کا جد اعلیٰ خزرج ابن زید مناة بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رقیہ بن ثور بن کلب ہے۔ اس کے حسن و جمال کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ مدینہ طیبہ آتا تو کوئی قریب البلوغ عورت ایسی نہ ہوتی جو اسے دیکھنے کے لئے گھر سے نہ نکلتی۔

ہو، میں تم پر تین تجویزیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ انہوں نے پوچھا وہ تجویزیں کیا ہیں؟ اس نے کہا (پہلی تجویز یہ ہے کہ) ہم اس شخص کی اطاعت قبول کر لیں اور اس کی تصدیق کر دیں، قسم بخدا! اب تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی اولاد اور عورتیں سب محفوظ کر لو گے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تو رات کا حکم کبھی نہیں چھوڑ سکتے

ایک فقہی مسئلہ

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ذکر کیا: لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَيْتِي قَرْيَظَةَ ”تم میں سے ہر شخص نماز عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے“۔ لیکن وہاں پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہو گیا، تو صحابہ کرام نے نماز عشاء کے بعد محلہ بنی قریظہ میں نماز عصر ادا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہ فرمائی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی عتاب فرمایا۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص کسی آیت یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرے اس پر مذمت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کر لی اور کہا نبی کریم ﷺ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ نماز کو اپنے وقت سے قضا کر دیا جائے بلکہ آپ کا ارادہ جلدی کی ترغیب دینا تھا۔ پس دونوں گروہوں میں سے کسی پر عتاب نہ کیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کے مختلف گروہ درست ہیں۔ اور کھیتی کے بارے میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا حکم بھی اس اصول کی اصل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: فَفَقَّهْتُمُهَا سُلَيْمٰنَ ؑ وَكُلًّا اَتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (الانبیاء: 79) ”سو ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو، اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم“۔ اور یہ بات بھی محال نہیں کہ کوئی حکم ایک انسان کے حق میں درست ہو اور دوسرے انسان کے حق میں غلط ہو تو ایسے مسئلہ میں ایک مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی حلت کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حلت کو درست خیال کرے اور دوسرا مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی تحریم کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حرمت کو درست خیال کرے۔ البتہ یہ بات محال ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق ایک شخص کے حق میں دو متضاد حکموں کا فیصلہ کیا جائے۔ اس اصول کو سمجھنا دو فرقوں پر ہی مشکل ہے (1) ظاہریہ (2) معتزلہ۔ ظاہریہ نے تو احکام کو نصوص کے ساتھ معلق کر دیا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک نص میں حظر و اباحت کے دونوں حکم اکٹھے پائے جائیں سوائے اس کے کہ ان میں نسخ پایا جائے۔ اور رہے معتزلہ تو انہوں نے احکام کو عقل کے حسن و قبح

اور نہ اس کے بجائے کوئی دوسری چیز اختیار کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا اگر تم میری اس تجویز کا انکار کرتے ہو تو آؤ (پہلے) ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالیں اور پھر تلواریں بے نیام کر کے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوں اور کوئی آدمی پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ پس اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہو گئے، ہم اپنے پیچھے اپنی نسل نہ چھوڑیں گے جس کا ہمیں کوئی اندیشہ ہو، اور اگر ہم غالب آ گئے تو مجھے اپنی جان کی قسم! ہمیں عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم ان مسکینوں کو قتل کریں، ان کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ اس نے کہا: اگر تم میری اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو (میری آخری تجویز یہ ہے کہ) آج سبت کی رات ہے، قوی امید ہے کہ اس رات کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہم سے بالکل بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے، ان پر بلہ بول دو، ہو سکتا ہے ہم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو فریب دے سکیں۔ انہوں نے کہا ہم سبت کی بے حرمتی کریں اور اس میں ایسی بدعت کریں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی مگر جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی ان کا تمہیں علم ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں جو مسخ کی سزا ملی وہ بھی تجھ پر مخفی نہیں۔ اس نے کہا تم میں سے کوئی شخص بھی جب سے پیدا ہوا ہے ایک بھی ایسی

پر معلق کر دیا۔ اس طرح ان کے نزدیک کسی فعل کا حسن یا کسی فعل کی قباحت صفت ذاتیہ ہے۔ ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک فعل زید کے حق میں بہتر اور عمرو کے حق میں قبیح ہو جیسا کہ الوان واکوان اور دیگر صفات میں جو قائم بالذات ہوتی ہیں، یہ بات محال ہے۔ ان دو فرقوں کے علاوہ دیگر ارباب حقائق کے نزدیک صفات ذاتیہ میں خطر و اباحت کا جمع ہونا محال نہیں بلکہ یہ تو احکام کی صفات ہیں اور حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو مجتہد کو درپیش مسئلہ میں ممانعت کا حکم دیتا ہے اور اس کا اجتہاد ممانعت کی طرف ہوتا ہے۔ یہی صورت حال اباحت، استحباب، وجوب اور کراہت کی ہے کہ یہ سب احکام کی صفات ہیں۔ پس ہر مجتہد کا اجتہاد تاویل کی کسی ایک صورت کے موافق ہوتا ہے اور اس کے پاس اجتہاد کے وہ ذرائع ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ تقلید کی پستی سے نظر و فکر کی بلندی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اجتہاد میں درست راستے پر چلتے ہوئے اس صحیح حکم تک پہنچ جاتا ہے جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے اور اگر بعینہ اسی مسئلہ میں کوئی اور مجتہد پہلے مجتہد کی رائے کے خلاف کوئی رائے اختیار کرتا ہے تو یہ بات ایسے شخص سے ہی صادر ہو سکتی ہے جو حقائق کو نہ جانتا ہو یا جسے خواہش نفس واضح ترین راستوں سے پھیر دے۔ (مزید بحث کے لئے دیکھئے فتح القدیر 2/130)

رات نہیں گزار سکا جس میں وہ اپنے کام پر عزم کر چکا ہو (اور گوگو کا شکار نہ ہوا ہو)۔

ابولبابہ کا واقعہ

پھر یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ بنی عمرو بن عوف جو قبیلہ اوس کے حلیف تھے کے فرد ابولبابہ بن عبدالمند رکو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے پاس بھیج دیا۔ جب انہوں نے انہیں آتے دیکھا تو سارے مرد تعظیماً کھڑے ہو گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ بنا کر رونا شروع کر دیا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسچ گیا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابو لبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں؟ آپ نے (زبان سے تو) کہا ہاں اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کا فیصلہ تمہیں ذبح کر دینے کا ہے۔ ابولبابہ کہتے ہیں: بخدا! ابھی میرے قدم اسی جگہ پر تھے کہ مجھے احساس ہو گیا میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔ پھر ابولبابہ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بجائے سیدھے مسجد کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنے آپ کو

کچھ حضرات ابولبابہ کے واقعہ کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابولبابہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام رفاعہ بن عبدالمند ر بن زبیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام مبشر ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے توبہ کی اور اپنے آپ کو باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس میں ذکر کیا کہ انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ حضرت حماد بن مسلمہ نے حضرت علی بن زید سے، انہوں نے حضرت علی بن حسین سے روایت کیا کہ جب حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انہیں کھولنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةً مِّنِّي ”بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے“۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ فاطمہ۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر درود پڑھا تو اس نے آپ کے والد امجد حضور ﷺ پر درود پڑھا۔ اسی واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَ اٰخٰذُوْنَ اَعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا (التوبہ: 102) ”کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے

مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا میں اسی ستون کے ساتھ بندھا رہا ہوں گا اور اس جگہ سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف نہ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں پھر بنی قریظہ کے ہاں کبھی نہیں جاؤں گا اور اس شہر میں کبھی دکھائی نہیں دوں گا، جہاں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی۔

حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت

حضرت ابن ہشام نے کہا جو کچھ حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت اسماعیل بن ابی خالد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ** (الانفال) ”اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو“۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کا کافی انتظار کیا، جب آپ کو اطلاع ملی تو فرمایا۔ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن اب وہ جو کچھ کر چکا ہے اس کے پیش نظر میں اسے اس وقت تک رہا نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔

اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلاد دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ مگر مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا گناہ کیا تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے جو کچھ سیرت میں ذکر کیا ہے اس میں کہا ہے کہ انہوں نے بنی قریظہ کو اشارۃً بات بتائی تھی۔ دیگر علماء کا قول ہے کہ حضرت ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ہونے کے بجائے پیچھے رہ گئے۔ تو اس آیت کریمہ میں ان کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا۔

لَعَلَّ، عَسَى اور لَيْت

اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابولبابہ کی توبہ پر صریح نص نہیں ہے۔ اور ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے زیادہ نہیں: **عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ** (التوبہ: 102) (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ عَسَى اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور خبر صادق ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے اور یہ ایک سوال ہے جس کی طرف توجہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے بیان کیا کہ حضرت ابولبابہؓ کی توبہ کا حکم رسول اللہ ﷺ پر سحری کے وقت نازل ہوا جبکہ آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سحری کے وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنس رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ حضور ہنس کیوں رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں انہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں؟ فرمایا اگر تمہاری مرضی ہے تو ضرور۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ شریفہ کے دروازہ پر آ کر کھڑی ہو گئیں۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ابھی ان پر پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابولبابہؓ تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے، یہ سن کر لوگ ان کی طرف دوڑے تاکہ انہیں کھول دیں۔ آپ نے کہا: خدا را مجھے نہ کھولے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے مجھے رہا فرمائیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز صبح ادا کرنے کے لئے تشریف لائے اور ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کھول کر رہا فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چھ راتیں ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ ان کی زوجہ ہر نماز کے وقت ان کے پاس آتیں اور نماز کے لئے ان کو کھول دیتیں اور نماز سے فارغ ہو کر وہ پھر اس ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ یہ روایت مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کی ہے اور جو آیت آپ کی توبہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ اللہ عز و جل کا یہ ارشاد ہے: **اٰخٰذُوْنَ اٰغْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرًا سَيِّئًا ۚ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ اِنْ**

ضروری ہے کہ قرآن کریم لغت عرب میں نازل ہوا اور کلام عرب میں عسی خبر کے لئے نہیں آتا اور نہ یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے تو قرآن کریم میں عسی واجب کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن کریم کلام عرب سے خارج نہیں۔ دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ لعل ترجمی کا معنی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لَعَلَّہُمْ يَشْكُرُوْنَ** لیکن لوگوں نے شکر ادا نہ کیا۔ اور فرمایا **لَعَلَّہُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰی** (طہ) ”شاید کہ وہ (یعنی فرعون) نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔“ لیکن نہ اس نے نصیحت قبول کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرا۔ تو لعل اور عسی میں کیا فرق ہے جس کی بناء پر عسی واجبہ ہوتا ہے۔

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ) ”کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلادے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔“

بعض بنی ہدل کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر ثعلبہ بن سعہ، اسید بن سعہ، اسد بن عبید جو بنی ہدل کے افراد تھے، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، ان کا نسب ان یہود سے اونچا تھا، یہ ان کے چچا زاد تھے، ان لوگوں نے اس رات اسلام قبول کیا جس میں بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قبول کیا تھا۔

عمرو بن سعدی

اسی رات حضرت عمرو بن سعدی قرظی نکلے اور ان کا گزر رسول اللہ ﷺ کے پہرہ دار کے پاس سے ہوا۔ اس رات حضرت محمد بن مسلمہ کا پہرہ تھا، جب انہوں نے عمرو کو دیکھا تو پوچھا: کون ہے؟ حضرت عمرو نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ یہ وہی عمرو ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ غداری کے معاملہ میں بنی قریظہ کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا: میں محمد (ﷺ) کے ساتھ کبھی غداری نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب حضرت محمد بن مسلمہ نے انہیں

ہم کہتے ہیں کہ لعل ترجی کا معنی دیتا ہے اور یہ ترجی مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے اور ترجی کے معنی میں عسی بھی لعل کی مثل ہے لیکن اس میں مقاربت کا معنی زائد ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَلٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْصُوْدًا (بنی اسرائیل) ”یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر“۔ یہاں عسی ترجی کے معنی کے ساتھ ساتھ قرب کی خبر بھی دے رہا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا قُرْبَ اَنْ يَّبْعَثَكَ۔ تو عسی میں بھی ترجی کا معنی بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے جس طرح لعل میں ہے۔ اور قرب کی خبر اور مقاربت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خبر برحق ہے اور اس کا وعدہ حتمی ہے۔ پس اس کے ضمن میں جو خبر کا معنی پایا جاتا ہے وہ واجب ہے اور ترجی واجب نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن عسی کی طرح لعل کے ضمن میں خبر کا معنی نہیں پایا جاتا۔ اسی معنوی فرق کی بناء پر جب عسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہ واجب ہوتا ہے لیکن لعل اس طرح نہیں ہے۔

پہچان لیا تو کہا: اَللّٰهُمَّ لَا تُخْرِ مَنِيْ اِقَالَةَ عَثَرَاتِ الْكَرَامِ ”اے اللہ! شریف لوگوں کی غلطیاں معاف کر دینے سے مجھے محروم نہ رکھ“۔ پھر انہیں جانے دیا، وہ اس رات سیدھے مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آئے پھر وہاں سے چلے گئے اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ انہوں نے زمین کے کس خطے کا رخ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کا یہ حال بیان کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جسے ایفائے عہد کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو ان کے دیگر لوگوں کے ساتھ انہیں بھی ایک بوسیدہ رسی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پھر ان کی بوسیدہ رسی ٹوٹ کر الگ ہو گئی اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کیا صورت پیش آئی۔

بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر

رسول کریم ﷺ کی رضا مندی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر جب صبح ہوئی تو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب بنی اوس کا ایک وفد دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ یہ بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں نہ کہ قبیلہ خزرج کے۔ کل حضور ﷺ نے ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو فیصلہ فرمایا اسے آپ جانتے ہیں۔۔۔ بنی قریظہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے بنی قبیعہ کا محاصرہ فرمایا تھا۔ وہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، جب وہ

اگر یہ کہا جائے کہ یہ صورت لیت میں بھی جائز ہے کہ جب یہ کلام باری تعالیٰ میں واقع ہو تو اس کا بھی وہی معنی ہوگا جو لعل کا ہوتا ہے حالانکہ تمہنی بھی بندے کا فعل ہے جس طرح لعل میں ترقی بندے کا فعل ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، یہ صرف لعل میں ایک شرط اور ایک صورت کی بناء پر جائز ہے جیسے اس سے پہلے بھی ایک فعل ہو اور اس کے بعد بھی ایک فعل ہو اور پہلا فعل دوسرے فعل کا سبب ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے يَوْمَظَلَمْنَاكُمْ لَعْنَتَكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل) ”اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو“۔ میں کہتا ہوں اس سے ترقی کا معنی ختم نہیں ہوا کیونکہ نصیحت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ نصیحت قبول کرنے کا سبب بن جائے۔ اسی صورت پر ہی یہ لفظ قرآن

حضور ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے تو ان کے بارے میں عبد اللہ بن ابی بن سلول نے سفارش کی تھی۔ اس کی سفارش پر حضور ﷺ نے ان کی جان بخشی فرمادی تھی۔۔۔۔۔ جب اس قبیلہ نے حضور ﷺ سے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ! اس! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارے قبیلہ میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ کر دے۔ انہوں نے عرض کی: بجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے قریب قبیلہ اسلم کی ایک رفیدہ نامی خاتون کے خیمہ میں ٹھہرایا ہوا تھا جو آپ کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں اور جس مسلمان کو جو تکلیف پہنچتی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خندق میں تیر لگا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو فرمایا تھا کہ انہیں رفیدہ کے خیمہ میں ٹھہراؤ تا کہ میں قریب ہی سے ان کی عیادت کر سکوں۔ چنانچہ جب بنی قریظہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم مقرر فرمایا تو ان کے قبیلہ کے افراد ان کے پاس آئے اور ایک گدھے پر جس پر انہوں نے چڑے کا ایک گدا بچھا رکھا تھا، سوار کیا۔ آپ ایک جسیم اور خوبصورت آدمی تھے۔ پھر وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ راستے میں وہ آپ کو کہتے رہے اے ابو عمرو! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ آپ کے سپرد اسی لئے کیا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کریں۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا لَقَدْ اَنى لِسَعْدِ اَنْ لَا تَاْخُذَہُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃٌ لَا نِیْم ”اب سعد کا ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے متاثر نہ کرے۔“ یہ سن کر ان کی قوم کا ایک شخص ان کا ساتھ

کریم میں وارد ہوا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا یُوحِیْ اِلَیْكَ وَصَآئِرُ بِہٖ صَدْرُکَ (ہود: 12) ”پس کیا ہو سکتا ہے کہ آپ چھوڑ دیں کچھ حصہ اس کا جو وحی کی جائے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ“۔ یہاں لعل توقع اور خوف کے معنی میں ہے یعنی جن باتوں سے ڈرایا جاتا ہے اور جن کی امید دلائی جاتی ہے ان کے جھٹلائے جانے پر آپ کا سینہ تنگ نہیں ہو سکتا۔ لعل میں یہ صورت تو ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں لعل مبتدا اور خبر پر اس طرح داخل ہو کر وارد ہو، جیسے کلام کی ابتداء کرتے ہوئے آپ کا یہ قول ہے لَعَلَّ ذِیْدًا یُّؤْمِنُ (شاید زید ایمان لے آئے)۔ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ رب سبحانہ و تعالیٰ ترجی نہیں فرماتا۔ اگرچہ اس ترجی

چھوڑ کر بنی عبدالاشہل کے محلہ میں واپس چلا گیا اور حضرت سعد کے پہنچنے سے پہلے بنی قریظہ کے لوگوں کی موت کی خبر سنا دی کہ حضرت سعد سے اس نے ان کے بارے میں یہ بات سنی ہے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَوْمُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ ”اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ“۔ قریش کے مہاجرین نے تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد صرف انصار ہیں جبکہ انصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم عام ہے۔ چنانچہ وہ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے عمرو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حلیفوں کے معاملہ کا حکم مقرر فرمایا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کا بیٹاق لازم ہے بتاؤ ان کے بارے میں میں جو فیصلہ کروں گا کیا وہی فیصلہ قائم رہے گا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت سعد نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو اس کو نے میں بیٹھے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس جواب دیا ہاں۔ حضرت سعد نے فرمایا: پھر میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے اموال تقسیم کر دیے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ سے انہوں نے حضرت علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا: لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقَعَةٍ ”بے شک تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے“۔

کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے اور کلام عرب میں لعل کا موضوع یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق گفتگو ہوتی ہے وہ صرف اسی صورت پر قائم ہوتا ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی کہ یہ کسی کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کا وقوع سبب اور مسبب کے درمیان ہوتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو لَئِيتَ کے بارے میں یہ اشکال باقی نہ رہا کہ یہ کلام باری تعالیٰ میں وارد نہیں ہوتا کیونکہ تمہنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے محال ہے اور ترجی، توقع اور تخوف بھی اسی طرح ہے جب تک کہ آپ اسے اس مقام سے زائل نہ کریں جس میں اس کے معنی کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی ہے جس کے متعلق گفتگو کی جا رہی ہو۔

بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر بنی قریظہ کو قلعے سے اترنے کا حکم دیا گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر میں محبوس کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے اس بازار کی طرف نکلے جو آج بھی مدینہ کا بازار ہے، وہاں چند گڑھے کھدوائے، پھر بنی قریظہ کو وہاں لائے اور ان کی گردنیں اڑا کر ان کی لاشیں ان گڑھوں میں پھینک دیں۔ انہیں وہاں ٹولیوں کی صورت میں لایا جاتا، ان میں حی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا، ان کی تعداد چھ یا سات سو تھی اور ان کی تعداد بڑھانے والے کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے درمیان تھے۔ جب یہود ٹولیوں کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی

نَبِيِّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ ” اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ میرا رشتہ زوجیت سات آسمانوں کے اوپر سے قائم فرمایا۔“ اس کا معنی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی زوجیت کا حکم سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا۔ اور شریعت میں بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو فوقیت کے ساتھ متصف کرنا اس معنی میں جائز ہے جو اس کی عزت و جلال کے شایانِ شان ہے نہ کہ اس معنی میں جو اس کی وحدانیت میں وہم پیدا کرے، لیکن مذکورہ آیت اور دونوں حدیثوں کی بناء پر یہ وصف مطلقاً نہیں بولا جائے گا کیونکہ اس آیت اور حدیثوں میں فعل کے ساتھ حرف جر مربوط کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فعل کا وصف بن گیا ہے نہ کہ باری سبحانہ و تعالیٰ کا وصف۔ اور اس لوٹڈی کی حدیث جس سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا آسمان میں، اس کے بارے میں ہم نے ایک ایسا عمدہ اور شافی مسئلہ تحریر کیا ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کر دیتا ہے۔ الحمد للہ۔

کیسہ

حضرت ابن اسحاق نے بنت حارث کے گھر میں بنی قریظہ کو محبوس کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں بنت حارث اسی مذکور ہے لیکن لوگوں کے نزدیک صحیح بنت حارث ہے۔ اس کا نام کیسہ بنت حارث بن کریم بن حبیب بن عہدشس ہے۔ یہ پہلے مسلمانہ کذاب کی بیوی تھی پھر اس کے بعد عہد اللہ بن عامر بن کریم کی زوجیت میں آئی۔ عورتوں میں ایک اور کیسہ بھی مذکور ہے۔ وہ عہد الحمید بن عامر بن کریم کی بیٹی ہے اور کیسہ بنت ابی کمرہ نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ منگل کے دن حجامت (پھنپنے لگوانا) سے سختی سے منع فرمایا کرتے اور فرماتے فَبِهِ سَاعَةٌ لَا تَرَقًا فِيهَا الدَّمُ ” اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون نہیں رکتا۔“ جہاں تک یاء کے سکون

بارگاہ میں لائے جا رہے تھے تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا: اے کعب! ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا کیا ہر موقع پر تم لوگ سمجھ نہیں پاتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے وہ رکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا۔ بخدا! قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان سے فارغ ہو گئے۔

حیی بن اخطب کا قتل

اور دشمن خدا حیی بن اخطب کو بھی لایا گیا، وہ ایک فتاحیہ حلے میں ملبوس تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: فتاحیہ نقش و نگار کی ایک قسم ہے۔ اس نے وہ لباس ہر طرف سے انگلیوں کے پوروں کے برابر پھاڑ رکھا تھا تا کہ کوئی اس کو چھین نہ سکے۔ اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی کے ساتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگا: ”ہاں، خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت کے بارے میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرے وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے۔“ پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضاقتہ نہیں، یہ ایک حکم الہی تھا، ایک مقدر تھا، ایک سزا تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر لکھ رکھی تھی، پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کی گردن اڑادی گئی۔

اس پر جبل بن جوال ثعلبی نے یہ شعر کہے:

لَعَمْرُكَ مَا لَامَ ابْنُ أَخْطَبَ نَفْسَهُ وَلَكِنَّهُ مَنْ يُخْذِلُ اللَّهُ يُخْذِلُ
”تیری زندگی کی قسم! ابن اخطب نے اپنے آپ کو ملامت نہ کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے رسول) کو ذلیل و رسوا کرنے وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے۔“

لَجَاهِدَ حَتَّى أَبْلَغَ النَّفْسَ عُدْرَهَا وَ قَلْقَلْ يَبْغِي الْعِزَّ كُلَّ مُقْلَقِلٍ
”اس نے بڑی جدوجہد کی یہاں تک کہ اپنے لئے کوئی عذر باقی نہ رکھا اور عزت و وقار کے

کے ساتھ گیسٹکا تعلق ہے تو یہ ابو کثیر کی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شراب (خمر) کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ جس شخص نے شراب کی خوشبو لگائی اسے اللہ تعالیٰ خوشبودار نہیں کرے گا اور جس نے اس کے ساتھ شفا چاہی اسے شفا یاب نہیں کیا جائے گا۔ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاثر بہ کی بعض روایات میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ سیرت میں ان کا نام زینب بنت حارث نجاریہ مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ رہی کیسہ بنت حارث تو یہ وہی عورت ہے جس کے گھر میں بنی حنیفہ کا وفد اتارا گیا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حصول میں خوب ہاتھ پاؤں ہلائے۔

بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا ہے، انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت کے سوا بنی قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہ کیا گیا۔ آپ فرماتی ہیں: بخدا وہ عورت میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی

رفیدہ

حضرت ابن اسحاق نے رفیدہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ قبیلہ اسلم کی وہ عورت ہے جس کے خیمہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مرہم پٹی کی جاتی رہی۔ ابو عمر نے اس کا ذکر نہیں کیا اور ابو علی غسانی نے کتاب ابی عمر میں اس کا اضافہ کیا ہے۔ یہ زوائد مجھ سے حضرت ابوبکر بن طاہر نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیں اور انہوں نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ ابو علی نے ابو عمر سے روایت کیا کہ انہوں نے ابو علی سے کہا اللہ کی امانت تمہاری گردن میں ہے، جب تم اسماء صحابہ میں سے کسی نام پر مطلع ہوئے تو میں نے تو اس کا ذکر نہ کیا لیکن تم نے صحابہ کرام کے متعلق میری کتاب میں اسے شامل کر دیا۔

غزوہ خندق

حضرت ابن اسحاق نے غزوہ خندق میں ثعلبہ بن سعید، اسد بن سعید اور اسید بن سعید کا ذکر کیا۔ یہ بنی ہدل کے افراد ہیں۔ ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم میں سعید اور نون کے ساتھ سعد پر گفتگو کی ہے۔ اسد اور اسید میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور زید بن سعید (یاء کے ساتھ) کے بارے میں ایک عجیب و غریب خبر کا بھی ذکر کیا ہے اور علمائے انساب میں سے اس شخص کا بھی ذکر کیا ہے جس نے بنی ہدل کے بارے میں کہا کہ یہ ہدل دال کے سکون کے ساتھ ہے لہذا اب ان چیزوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مرتدہ کا قتل

جہاں تک بنی قریظہ کی قتل ہونے والی عورت کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس میں اس شخص کے لئے دلیل ہے جس نے مرتدہ عورت کے قتل کر دینے کا قول کیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاصْرَبُوْا عَنْقَهُ ”جو شخص اپنا دین تبدیل کرے

تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بازار میں اس کے قبیلہ کے لوگوں کو قتل کر رہے تھے۔ اچانک کسی پکارنے والے نے اس کا نام پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا بخدا یہ تو میں ہوں، میں نے اسے کہا تیرا برا ہو، تجھے کیا ہو گیا؟ نے کہا مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا: ایک جرم کی بناء پر جو میں نے کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس اسے لے جایا گیا اور اس کی گردن اڑادی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: بخدا! میں اس پر تعجب کو نہیں بھول سکتی، وہ بالکل خوش باش تھی اور خوب ہنس رہی تھی حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہی وہ عورت ہے جس نے حضرت خلا د بن سوید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ لڑھکا کر انہیں قتل کر دیا تھا۔

زبیر بن باطا کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جیسا کہ میرے سامنے حضرت ابن شہاب زہری نے ذکر کیا کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس زبیر بن باطا قرظی کے پاس آئے، زبیر کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی اور اس نے زمانہ جاہلیت میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ کوئی احسان کیا تھا۔

اس کی گردن اڑادو۔ اس حدیث شریف میں عموم کے ساتھ ساتھ ایک اور قوت بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں حکم کو علت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور علت دین کی تبدیلی اور ردت ہے۔ اس چیز کی موجودگی میں اہل عراق کے لئے کوئی دلیل نہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن دونوں فریقوں کے لئے اس مقام کے علاوہ اور بھی دلائل موجود ہیں۔

زبیر بن باطا

حضرت ابن اسحاق نے زبیر بن باطا کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ ذکر کیا۔ یہ زاء کے فتح اور باء کے کسرہ کے ساتھ ذبیو ہے جو حضرت زبیر بن عبد الرحمن کا دادا ہے جن کا ذکر موطا کی کتاب النکاح میں آیا ہے۔ زبیر بن عبد الرحمن میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کا نام بھی آپ کے دادا کی طرح زاء کے فتح اور باء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا نام ذبیو ہے۔ یہ تاریخ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

میرے سامنے زبیر کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ اس نے آپ پر جنگ بعاث کے روز احسان کیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ زبیر نے ثابت کو پکڑ لیا، پیشانی کے بال کاٹ کر پھر رہا کر دیا تھا۔ اب حضرت ثابت اس کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ بالکل بوڑھا ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا تم نے مجھے پہچانا؟ اس نے کہا: کیا میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی کو فراموش کر سکتا ہے؟ حضرت ثابت نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا احسان مجھ پر ہے میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ اس نے کہا: کریم النفس ہی کریم النفس کا بدلہ دیتا ہے۔ پھر حضرت ثابت بن قیس رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور التجا کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! زبیر کا مجھ پر ایک احسان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا بدلہ دے دوں۔ اس لئے حضور ﷺ میری خاطر اس کا خون بخش دیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری خاطر بخش دیا۔ حضرت ثابت نے آکر اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری خاطر تیرا خون بخش دیا ہے، پس تمہارا خون تمہاری ملکیت ہے۔ وہ بولا: ایک پیر فرتوت جس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی بخش دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تمہارے ہیں۔ آپ نے جب اسے آکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری بیوی اور تیری اولاد کو بھی بخش دیا اب وہ بھی تیرے ہیں۔ وہ بولا: وہ گھرانہ جس کی حجاز میں کوئی جائیداد نہ ہو وہ کیسے زندہ رہے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا مال بھی عنایت فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تیرا ہے۔ حضرت ثابت نے آکر اسے مطلع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرا مال بھی مجھے عنایت فرما دیا ہے، اب وہ بھی تیرا ہے۔ اس نے پوچھا: اے ثابت! اس شخص پر کیا گزری جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مانند شفاف تھا کہ محلے کی کنواری لڑکیاں اس میں اپنا چہرہ دیکھتی تھیں یعنی کعب بن اسد؟ آپ نے بتایا کہ وہ تو قتل کر دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا: شہروں اور دیہات کے سردار حیی بن اخطب کا

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں زبیر کا یہ قول ذکر کیا ہے: فَمَا أَنَا بِصَابِرٍ لِّنَبِيِّ قَتْلِهِ دَلُّو نَاصِحٍ۔ اور حضرت ابن ہشام نے کہا کہ یہ لفظ توقاف اور باء کے ساتھ قَبْلَۃً ہے اور قَبْلُ الذَّلُو وہ شخص ہے جو یانی مانگنے والے کے ہاتھ سے ڈول پکڑتا ہے۔

کیا بنا؟ آپ نے بتایا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا: اس شخص پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم بھاگتے تھے تو وہ پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا تھا یعنی عزال بن سمال؟ آپ نے بتایا: وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر اس نے دریافت کیا: دو مجلسوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا بنا؟ آپ نے بتایا وہ بھی ختم ہو گئے، قتل کر دیے گئے۔ زبیر کہنے لگا: اے ثابت! پھر میں تجھے اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تجھ پر ہے کہ مجھے بھی ان لوگوں سے ملا دو، بخدا! ان کے چلے جانے کے بعد اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ فَمَا أَنَا بِصَابِرٍ لِلَّهِ فَتْلَةً دَلْوٍ نَّاضِحٍ حَتَّى أَلْقَى الْآحِبَّةَ ”میں بھرے ہوئے ڈول کا پانی حوض میں ڈالے جانے کی دیر بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں“۔ چنانچہ حضرت ثابت نے اسے آگے کیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ بات سنی کہ ”أَلْقَى الْآحِبَّةَ“ تو آپ نے فرمایا يَلْقَاهُمْ وَاللَّهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا ”بخدا یہ ان سے آتش جہنم میں ملاقات کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک دیا جائے گا“۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ قَبْلَةَ دَلْوٍ نَّاضِحٍ ہے یعنی بھرے ہوئے ڈول کو انڈیلے جانے کی دیر۔ اور زہیر بن سلمیٰ نے قَبْلَةَ کے بارے میں یہ شعر کہا:

وَقَابِلٌ يَتَغَنَّى كُلَّمَا قَدَرْتُ عَلَى الْعِرَاقِي يَدَاهُ قَائِمًا دَفَقًا
”اور ایک ڈول کو پکڑنے والا شخص گنگنا رہا ہے، جب بھی اس کے ہاتھ ڈول کی لکڑی (پکڑنے) پر قادر ہوتے ہیں تو وہ اسے انڈیل دیتا ہے“۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ کا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے وَقَابِلٌ يَتَلَقَّى یعنی ڈول پکڑنے والا اسے پکڑتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ نے الاموال میں حضرات ابن اسحاق اور ابن ہشام کے اقوال کے علاوہ ایک اور بات ذکر کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زبیر نے یوں کہا یا ثَابِتُ الْحَقِيقِيُّ بِهِمْ فَلَسْتُ صَابِرًا عَنْهُمْ اِفْرَاعَةَ دَلْوٍ۔ ”اے ثابت! مجھے بھی ان سے ملا دو، میں ڈول انڈیلے جانے کی دیر بھی ان سے صبر نہیں کر سکتا“۔

عطیہ قرظی اور رفاعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد الملک بن عمیر سے، انہوں نے حضرت عطیہ قرظی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ بنی قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے۔ میں لڑکا تھا، جب لوگوں نے مجھے نابالغ پایا تو مجھے چھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ایوب بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ نے جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، بیان کیا کہ منذر کی ماں اور سلیط بن قیس کی بہن حضرت سلمیٰ بنت قیس جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں، آپ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ چکی تھیں اور آپ کے ساتھ بیعة النساء (عورتوں کی بیعت) کر چکی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے رفاعہ بن سموال قرظی کے بارے میں گزارش کی۔ وہ شخص بالغ تھا اور اس نے حضرت سلمیٰ کی پناہ لی تھی۔ وہ اس سے قبل بھی خانوادہ نبوت سے واقف تھا۔ حضرت سلمیٰ نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، رفاعہ کو میری خاطر بخش دیجئے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت بھی کھائے گا۔ راوی

بلوغت کی پہچان میں انبات اصل ہے

حضرت ابن اسحاق نے عطیہ قرظی کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ محمد بن کعب قرظی کا دادا ہے، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا اس لئے چھوڑ دیا گیا (اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ اَنْبَتَ فُتْرًا) اس میں دلیل ہے کہ انبات (پروان چڑھنا) بلوغت کی پہچان کی دلیل ہے جب احتلام وغیرہ کا علم نہ ہو سکے۔

حی کا لباس

حضرت ابن اسحاق نے حی بن اخطب کا ذکر کیا جب اسے قتل کرنے کے لئے لایا گیا و علیہ حُلَّةٌ فُقَّاحِيَّةٌ۔ حلہ ازار اور رداء کے مجموعے کا نام ہے۔ اصل میں ان دونوں کپڑوں کو یہ نام اس وقت دیا جاتا ہے جب یہ دونوں نئے ہوں اور ان کی تہیں کھول دی جائیں تو کہا جاتا ہے حُلَّةٌ لِهَذَا کہ یہ کپڑا اس کے لئے کھولا گیا پھر اس پر یہ نام ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ یہ خطاب کا قول ہے اور

کہتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمیٰ کی خاطر اسے بخش دیا۔ اس طرح آپ نے اس کی زندگی بچالی۔

بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کے اموال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ یاد رہے کہ اس روز سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر ہوئے اور آپ نے خمس بھی نکالا۔ پس گھڑ سوار کو تین حصے ملے۔ دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا۔ اور پیادہ کو جس کے پاس گھوڑا نہ تھا، ایک حصہ دیا گیا۔ واقعہ بنی قریظہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے، یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصوں کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اسی سنت کے مطابق اموال غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہو گیا اور جنگوں میں آپ کی یہی سنت قائم ہو گئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی عبدالاشہل کے فرد حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے چند قیدی دے کر نجد بھیجا۔ انہوں نے وہاں انہیں فروخت کر کے اپنے لئے گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔

فُجَّاحِيَّةٌ فُجَّاحٌ کی طرف منسوب ہے۔ یہ پھول کی کلی کو اس وقت کہتے ہیں جب اس کے شگوفے پھٹ رہے ہوں، غنچے کھل رہے ہوں اور پردے چاک ہو رہے ہوں۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے فُجَّاحٌ وَهُوَ فُجَّاحٌ۔ الْقَنَابِعُ بھی غنچوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد قُنْبَعَةٌ ہے، جہاں تک عین کے ساتھ فِجَّاعٌ کا تعلق ہے تو یہ ایک نبات ہے جسے آذان الکمامۃ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب النبات سے ماخوذ ہیں۔

یہ لفظ اس طرح بھی مروی ہے: حُلَّةٌ شَقَّحِيَّةٌ۔ یہ کچی کھجور ہے جب وہ رنگ پکڑ لے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَلَكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلُ اللَّهَ يَخْذُلِ۔ اسم جلال کی ہاء کے نصب کے ساتھ۔ یہ شعر اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قدرت نہیں دی؟ جی نے کہا کیوں نہیں، میں نے تو بچنے کے لئے خوب ہاتھ پاؤں ہلا لیے ہیں۔ وَلَكِنْ مَنْ يَخْذُلُكَ يَخْذُلُ لَكِنْ جُوَّابُ كُوزِ لَيْلٍ وَرَسُوَا كُرْنِي كِي كُوشِشِ كُرْے گاوہ خود ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ اس کا یہ قول شعر کے اس مصرع کی مانند ہے: وَلَكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلُ اللَّهَ يَخْذُلِ۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں جی کا کلام ہی نظم کیا ہے۔

ریحانہ کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کی عورتوں میں سے بنی عمرو بن قریظہ کی ایک عورت ریحانہ بنت عمرو بن خنقہ کو اپنے لئے منتخب فرمالیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک وہ آپ کی ملکیت میں آپ کے پاس رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے پیشکش کی تھی کہ وہ آپ کی زوجیت قبول کر کے اپنے آپ پر پردہ عائد کر لے۔ اس پر ریحانہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی ملکیت میں ہی رہنے دیجئے، اس میں میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی سہولت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ نے اسے گرفتار کیا تھا تو اس نے اسلام سے انحراف کیا تھا اور یہودیت پر ہی ڈٹی رہی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اس سے کنارہ کش ہو گئے اور دل میں اس کے اس معاملہ کا خیال رہا۔ پھر ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا: یا رسول اللہ ﷺ! ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ار کہ اس عمل پر آپ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

غزوہ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے واقعہ خندق اور واقعہ بنی قریظہ کے بارے میں سورہ احزاب کی مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی

سلمیٰ بنت ایوب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ایوب بن عبد الرحمن از حضرت عبد اللہ بن ابی صصعہ کے واسطہ سے روایت کردہ اپنی حدیث ذکر کی ہے۔ میں نے حاشیہ الشیخ میں ملاحظہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا تاریخ بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت ایوب بذات خود بتانے والے ہیں کہ سلمیٰ بنت قیس یہ سلمیٰ بنت ایوب بن عبد الرحمن بن عبد اللہ ہے، یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سلمیٰ بنت قیس

اور راوی کا جو قول عَنْ سَلْمَىٰ بِنْتِ قَيْسٍ ہے یہ سلمیٰ بنت قیس بن عمرو بن عبید بن مالک بن عمرو بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے۔

آزمائش، ان پر اپنے احسان اور اہل نفاق کے نفاق آمیز اقوال کے بعد ان کے مقابلہ میں اپنی اس کفایت کا ذکر فرماتے ہیں جس کے باعث مسلمانوں سے آزمائش کے بادل چھٹ گئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿١﴾ (الاحزاب)

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا۔“

جنود سے مراد قریش، غطفان اور بنو قریظہ ہیں اور وہ جنود جو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کے ساتھ بھیجے تھے وہ فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ﴿٢﴾ (الاحزاب)

”جب انہوں نے بلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھر اگئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے

قرآنی آیات کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ۔ دل اپنی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا۔ اگر یہ زخمی کی طرف منتقل ہو جائے تو آدمی مرجاتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو فرماتا ہے حق فرماتا ہے، لہذا اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ مبالغہ کے طور پر مجازی لفظ بولنا درست ہے بشرطیکہ مخاطب اسے سمجھ سکتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے يُرِيدُ أَنْ يَتَقَضَّ فَاَقَامَهُ^۱ (الکہف: 77) (جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا)۔ یعنی اس دیوار کی مثال اس شخص کی مانند تھی جو کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے۔ تو یہ کلام مجازی تشبیہ سے ہے۔ اسی طرح جس خوف، دہشت اور سینے کی تنگی کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا اس میں ان کی مثال اس شخص کی مانند تھی جس کا دل اپنی جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے: بَلَغَ وَ جِيفُ الْقُلُوبِ الْحَنَاجِرَ یعنی دلوں کی دھڑکن زخروں تک پہنچ گئی“ (1) جہاں تک اللہ تعالیٰ

1۔ علمائے علوم جدیدہ کہتے ہیں کہ جب انسان خوف کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا دل اپنے حجم سے بڑا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ خوفزدہ آدمی کے زخمی تک پہنچ جاتا ہے۔ قائل۔

میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے۔

پس جن لوگوں نے مسلمانوں پر اوپر کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ بنو قریظہ تھے اور جنہوں نے ان کے نیچے کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ قریش اور غطفان تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰذَا لِكِ ابْتَلَى الْمُؤْمِنُونَ وَذُلُّوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝ (الاحزاب)

”اس موقع پر خوب آزمایا گیا ایمان والوں کو وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے، اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور

کے اس ارشاد کا تعلق ہے: إِذَا الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (مومن: 18) ”جبکہ دل گلے میں اٹک جائیں گے۔“ تو اس آیت کریمہ کو مجاز پر محمول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ قیامت کی ہولناکی کے بیان میں ہے اور قیامت کے دن حالات اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گے، خصوصاً اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا: لَا يَزِيدُكُمْ ظَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءً ۝ (ابراہیم) ”ان کی پلکیں نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (دہشت سے) اڑے جا رہے ہوں گے۔“ یعنی روحانی دل (قلب) جسمانی دل (فؤاد) سے جدا ہو جائے گا اور جسمانی دل خالی ہو جائے گا۔ اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ قلب اور فؤاد اور ہے۔ گویا فؤاد قلب کا غلاف ہے۔ اس کی تائید اہل یمن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: أَلَيْسَ قُلُوبًا وَ أَدْقُ أَفْئِدَةً کہ اہل یمن سب سے زیادہ نرم قلب اور نرم دل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے: قَوِيلٌ لِّلنَّفْسِیَّةِ قُلُوبُهُمْ (الزمر: 22) ”پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے۔“ اللہ تعالیٰ نے لِقَاسِیَةِ أَفْئِدَتُهُمْ نہیں فرمایا اور الْقَسْوَةِ (سختی) أَلِیْنِ (نرمی) کی ضد ہے۔ پس اس میں غور کیجئے (1)۔

1۔ قلب اور فؤاد کے درمیان فرق کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: وَأَصْهَبَ فُؤَادُهُ مَوْسَىٰ لَمَّا رَآهُ ۚ إِنَّكَ كَادَتْ لَتَكُنَّ مِنِّیْ بِمَکْرٍ ۚ لَوْلَا أَنَّنَا بَطَّلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمَا (القصص: 10) ”اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دے اس راز کو اگر ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس کے دل کو۔“ پس اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں قلب اور فؤاد کے درمیان تفریق کر دی۔ ان دونوں کے درمیان فرق کے بیان میں مختصر ا میں یہ کہتا ہوں کہ قلب وہ گوشت کا ٹوٹھڑا ہے جو اگر ٹھیک رہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر خدا نخواستہ یہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ رہا فؤاد تو وہ قلب کا لب اور اس کا خالص ہے۔ یہ فندے سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گرم ہونا، مشتعل ہونا۔ پس قلب آیاتِ مرئیہ، سمعیہ اور مقروءہ کو قبول کرتا ہے۔ پھر جب وہ ان آیات کے ساتھ بھڑک اٹھتا ہے اور ان کے باعث اس میں ایک حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ فؤاد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلیٰ واعلم۔ مزید وضاحت کے لئے امام ترمذی کا رسالہ الفرق بین القلب والفؤاد ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے۔

یہ بات معتب بن قشیر نے کہی تھی۔

وَإِذْ قَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَانْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ إِنَّ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ (الاحزاب)

”اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر کہ (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدان جنگ سے) فرار تھا۔“

یہ بات اوس بن قنیطی اور اس کی قوم کے دیگر لوگوں نے کہی تھی جو اس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔

وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا (الاحزاب)

”اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کے اطراف سے۔“

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: الاقطار کا معنی جوانب ہے، اس کا واحد قطر ہے۔ اسے اقتار بھی بولتے ہیں جس کا واحد قتر ہے۔ فرزدق نے کہا:

كَمْ مِنْ غِنَى فَتَحَ إِلَهُ لَهُمْ بِهِ وَالْخَيْلُ مُقْعِيَةٌ عَلَى الْأَقْطَارِ
”کتنے ہی دولت مندی (کے رائے) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھول دیے اور گھوڑے (اٹھنے کے ارادہ میں) اطراف پر گر رہے ہیں۔“

اور عَلَى الْأَقْطَارِ بھی مروی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

ثُمَّ سِيلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوَهَا وَمَا تَكْبَثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝ (الاحزاب)

”پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے اس میں مگر بہت کم۔“

الفتنة سے مراد کفر و شرک کی طرف رجوع ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّونَ إِلَّا ذُبَابًا ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝

(الاحزاب)

”حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اس کے متعلق ضرور باز پرس کی جاتی ہے۔“

وعدہ کرنے والے بنی حارثہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احد کے دن بنی سلمہ کے ساتھ مل کر بزدلی کا اظہار کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بزدلی کا اعادہ نہیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کے اسی وعدہ کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے خود اپنی طرف سے کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذَا لَسْتُمْ عَلٰى اَلَا قَبِيْلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِيكُمْ مِنْ اِلٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ هٰٓهٗ مِنْ دُوْنِ اِلٰهِوَلِيًّا ۚ وَلَا نَصِيْرًا ۝ (الاحزاب)

”فرما دیجئے (اے بھگوزو!) تمہیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور (اگر بھاگ کر تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہو سکو گے مگر تھوڑی مدت۔ فرمائیے کون بچا سکتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہیں عذاب دینے کا ارادہ کر لے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے اور نہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔“

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَاسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاحزاب)

”اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے (اس سے مراد اہل نفاق ہیں۔ ابن اسحاق) اور انہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہمارے طرف آ جاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر برائے نام۔“

الا قلیلا کا مطلب ہے وہ صرف اتمام حجت کے لئے اور اپنے آپ کو اترام سے بری

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ (الاحزاب: 18) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اپنے بھائیوں کو جہاد سے رک جانے کی ترغیب دلاتے ہیں، پس وہ اس ترغیب کے ساتھ انہیں اطاعت سے باز رکھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں هَلُمَّ اِلَيْنَا ”(اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہمارے طرف آ جاؤ۔“ آپ کہتے ہیں عَنِیْ الْاَمْرِ عَنْ کَذَا یعنی اس کام نے مجھے فلاں کام سے روک دیا۔ عَنِیْ فُلَانٍ عَنْ کَذَا یعنی فلاں شخص نے مجھے اس کام سے باز رکھا۔

کرنے کے لئے جنگ میں برائے نام شرکت کرتے ہیں۔

أَشْحَاةٌ عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى
عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذُهِبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالنِّسَةِ حِدَادٍ (الاحزاب: 19)

”پر لے درجے کے کنجوس ہیں تمہارے معاملہ میں (یعنی اس بخل کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں ہے۔ ابن اسحاق) پھر جب خوف (ودہشت) چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرار ہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو (یعنی موت کو بڑا سمجھنے اور اس سے گھبرا جانے کی وجہ سے۔ ابن اسحاق) پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمہیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے۔“

یعنی ایسی باتیں کر کے جو تمہیں ناپسند ہوتی ہیں کیونکہ نہ وہ آخرت کی امید رکھتے ہیں اور نہ انہیں کوئی حساب و کتاب اس بات سے باز رکھتا ہے۔ یہ لوگ موت سے ان لوگوں کی طرح ڈرتے ہیں جو مابعد الموت کی امید نہیں رکھتے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: سَلَقُوكُمْ کا معنی ہے وہ تمہارے بارے میں کلام کرتے وقت مبالغہ آرائی کر کے تمہیں جلاتے اور اذیت پہنچاتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں: خَطِيبٌ سَلَقٌ، خَطِيبٌ مَسْلَقٌ وَ مُسْلَقٌ یعنی فصیح و بلیغ مقرر۔ اُشّی بن قیس بن ثعلبہ نے کہا: فِيهِمُ الْمَجْدُ وَالسَّاحَةُ وَالنَّجْدَةُ فِيهِمُ وَالْخَاطِبُ السَّلَقُ ان لوگوں میں بزرگی اور سخاوت بھی ہے اور ان میں دلیری اور فصیح و بلیغ مقرر بھی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوْنَ أَلَّا يُلَاقَهُمْ بِأَدُوْنِ فِي الْأَعْرَابِ
يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتِلُوا إِلَّا قَلِيلًا (الاحزاب)

”(دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل) یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور جتھے (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش! وہ صحرا میں بدوؤں کے ہاں ہوتے (آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے۔ اور اگر یہ (بزدل) تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر برائے نام۔“

الاحزاب سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

(الاحزاب)

”بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے، یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ مسلمان اپنے نفسوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ﷺ کی ذات سے اور اس جگہ سے بے فکر نہ ہو جائیں جہاں آپ موجود ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کا، ان کی صداقت کا اور اس بات کا ذکر کیا کہ انہیں آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس آزمائش کا وعدہ فرمایا تھا مسلمانوں نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۖ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿١٣﴾ (الاحزاب)

”اور جب ایمان والوں نے (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (فرط جوش سے) پکار اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے، اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا۔“

تسلیم سے مراد آزمائش میں صبر و استقلال، قضائے الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس حق کی تصدیق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔ پھر فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۚ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿١٤﴾ (الاحزاب)

”اہل ایمان میں سے ایسے جو انمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ ان جو انمردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعت سعید کا) انتظار کر رہے ہیں۔ (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔“

قَضَىٰ نَحْبَهُ کا مطلب ہے وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہیں اور اپنے رب کی طرف لوٹ چکے ہیں مثلاً وہ مسلمان جو غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: قَضَىٰ نَحْبَهُ کا معنی ہے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ النَّحْبُ ابو

عبیدہ کی خبر کے مطابق نفس کو کہتے ہیں اور اس کی جمع نَحُوب آتی ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:
عَشِيَّةَ فَرَّ الْحَارِثِيُّونَ بَعْدَ مَا قَضَى نَحْبَهُ فِي مُلْتَقَى الْخَيْلِ هَوْبَرُ
”جب شام کے وقت گھڑسواروں کے ملنے کی جگہ (یعنی میدانِ جنگ) میں ہو بر ہلاک ہو
گیا تو بنی حارث کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ہو بر بنی حارث بن کعب کا ایک فرد ہے۔
اس سے مراد زید بن ہو بر ہے، اور نذر کو بھی نحب کہتے ہیں۔ جریر بن حطیف نے کہا:
بِطِخْفَةٍ جَالَدْنَا الْمُلُوكَ وَ خَيْلَنَا عَشِيَّةَ بِسْطَامَ جَرَيْنَ عَلَى نَحْبِ
”طخفہ پہاڑ کے دامن میں ہم نے بادشاہوں کے ساتھ اس حالت میں لڑائی کی جبکہ ہمارے
گھوڑوں نے اس شام کو اپنی نذر پوری کر دی جب بسطام بن قیس قتل ہوا۔“
شاعر کہتا ہے کہ ہمارے گھوڑوں نے اسے قتل کرنے کی نذر مانی تھی پس اسے قتل کر کے
انہوں نے اپنی نذر پوری کر دی۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور بسطام سے مراد بسطام
بن قیس بن مسعود شیبانی ہے اور وہ ذی الجدین کا بیٹا ہے۔ مجھے ابو عبیدہ نے بتایا کہ وہ ربیعہ بن
نزار کا شہسوار تھا، اور طخفہ بصرہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

النحب کا معنی خطار یعنی گھڑ دوڑ کی شرط لگانا بھی ہے۔ فرزدق نے کہا:
وَ إِذْ نَحَبْتُ كَلْبٌ عَلَى النَّاسِ آيْنَا عَلَى النَّحْبِ أَعْطَى لِلْجَزِيلِ وَ أَفْضَلُ
”اور جب کسی کتے نے انسانوں پر گھڑ دوڑ کی شرط لگائی تو اس شرط پر ہم میں سے کون زیادہ
عطا کرنے والا اور افضل ہوتا ہے۔“

النحب کا معنی رونا بھی ہے، اسی سے اہل عرب کا قول ہے يَتَنَحَّبُ وہ رورہا ہے۔ اور
النحب کا معنی حاجت اور ہمت بھی ہے۔ آپ کہتے ہیں: مَالِي عِنْدَهُمْ نَحْبٌ۔ ”ان کے
پاس میری کوئی حاجت نہیں۔“ مالک بن نویرہ یربوعی نے کہا:

وَ مَالِي نَحْبٌ عِنْدَهُمْ غَيْرَ أَنِّي تَلَسْتُ مَا تَبْعِي مِنَ الشَّدَنِ الشَّجَرِ
”ان کے پاس میری کوئی حاجت نہیں بجز اس کے کہ میں نے اس چیز کا مطالبہ کیا جو تو چاہتا
ہے یعنی مقامِ شدن کے سرخ آنکھوں والے اونٹ۔“

اور بنی تیم اللات بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کے ایک شاعر نہار بن
توسعہ نے کہا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا یہ لوگ بنی حنیفہ کے موالی ہیں:

وَنَجَى يَوْسُفَ الثَّقَفَى رَكُضٌ وَدَاكٌ بَعْدَ مَا وَقَعَ اللِّوَاءُ
”جھنڈا کرنے کے بعد یوسف ثقفی کو لگا تار تیز دوڑنے بچا لیا۔“

وَلَوْ أَدْرَكْنَاهُ لَقَضَيْنَا نَحْبًا بِهِ وَ لِكُلِّ مُخْطَاةٍ وَقَاءٌ
”اور اگر وہ اسے پکڑ لیتیں تو اس کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لیتیں لیکن ہر غلطی میں ڈالے گئے شخص کو بچنے کا ذریعہ مل ہی جاتا ہے۔“

النحب کا معنی آہستہ رفتار سے چلنا بھی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ کا مطلب ہے کہ ان میں سے بعض اس نصرت کا انتظار کر رہے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس شہادت کا انتظار کر رہے ہیں جس سے دیگر صحابہ کرام سرخ رو ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ یعنی نہ انہوں نے شکوہ کیا، نہ اپنے دین میں تردد کیا اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دین تبدیل کیا۔

لَيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (الاحزاب)

”(اذن جہاد میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اپنا وعدہ سچا کرنے والوں کو ان کے سچ کے باعث اور عذاب دے منافقوں کو اگر اس کی مرضی ہو یا ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

وَمَا لِلَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُغِيظُهُمْ لَمَّا نَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا (الاحزاب)

”اور (نا کام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآں حالیکہ اپنے غصہ میں (سچ و تاب کھا رہے) تھے۔ (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا، اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور، ہر چیز پر غالب ہے۔“

کفار سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُواهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ (الاحزاب: 26)

”اہل کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا۔“

اہل کتاب سے مراد بنی قریظہ ہیں اور صیاحی سے مراد ان کے قلعے اور گڑھیاں ہیں جن میں وہ بند تھے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بنی اسد بن خزیمہ کی شاخ بنی حساس کے غلام حمیم نے کہا:
وَ أَصْبَحَتِ الثَّيْرَانُ صَرْغَى وَ أَصْبَحَتْ نِسَاءُ قَيْمٍ يَتَدِرْنَ الصَّيَاحِيَا
”بیل ہلاک ہو گئے اور بنی تمیم کی عورتیں قلعوں میں داخل ہونے میں ایک دوسرے سے
سبقت لینے لگیں۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاحی کا معنی سینگ بھی ہے۔ نابغہ جعدی نے کہا:
وَ سَادَةٌ رَهْطَى حَتَّى بَقِيَتْ فَرْدًا كَصَيْصِيَةٍ الْأَعْصَبِ
”میری قوم کے سردار کو (موت نے آلیا) یہاں تک کہ میں ٹوٹے ہوئے سینگوں والے
جانور کے سینگ کی طرح تنہا رہ گیا۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ابوداؤد ایا دی نے کہا:
فَدَعَرْنَا سُحْمَ الصَّيَاحِي بِأَيْدِيهِنَّ نَضْحَ مِّنَ الْكَحِيلِ وَقَارُ
”ہم سیاہ سینگوں والے پہاڑی بکروں سے ڈر گئے جن کی اگلی ٹانگوں پر قطران اور تار کول کا
چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔“

حضرت ابن اسحاق نے صیاحی کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سے مراد قلعے ہیں۔ ابن ہشام نے اس پر
حمیم کے اس شعر سے استشہاد کیا جس میں وہ سیلاب کا وصف بیان کرتا ہے:

وَ أَصْبَحَتِ الثَّيْرَانُ صَرْغَى وَ أَصْبَحَتْ نِسَاءُ قَيْمٍ يَتَدِرْنَ الصَّيَاحِيَا
میں نے اس شعر پر شیخ ابو بحر رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں ملاحظہ کیا کہ صیاحی سے مراد اس شعر میں
مذکور بیلوں کے سینگ ہیں نہ کہ وہ جو ابن ہشام کو وہم ہوا ہے کہ اس سے مراد قلعے اور گڑھیاں ہیں۔ شاعر
کہتا ہے: اس سیلاب نے بیلوں کو غرق کر کے ہلاک کر دیا تو بنی تمیم کی عورتیں ان بیلوں کے سینگوں کو
اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگیں تاکہ وہ ان کے ساتھ دھاری دار کپڑے بن سکیں۔ یہ
یعقوب کا قول ہے جو انہوں نے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ اس قول کے صحیح ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ
عرب کے دیہاتی علاقوں میں قلعے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس تفسیر کی صحت کی دلیل
احمد بن داؤد کی روایت بھی ہے۔ انہوں نے اپنی تالیف کتاب النبات میں یہ شعر ذکر کیا ہے جس کے
الفاظ یہ ہیں: يَلْتَقِطْنَ الصَّيَاحِيَا یعنی وہ عورتیں سینگ اٹھانے لگیں۔ انہوں نے يَتَدِرْنَ نہیں کہا۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی کا معنی وہ کاٹنا بھی ہے جو کپڑا بننے والوں کے پاس ہوتا ہے (یعنی جولا ہے کا کوچ جس سے وہ تانا بانا درست کرتا ہے) جیسا کہ مجھے ابو عبیدہ نے بتایا۔ انہوں نے مجھے درید بن صمہ جشمی کا یہ شعر بھی سنایا۔ درید کا جد اعلیٰ جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہے:

نَظَرْتُ إِلَيْهِ وَالرِّمَاحُ تَنَوَّشُهُ كَوَقْعِ الصَّيَاصِي فِي النَّسِيَجِ الْمَدْدِ
”میں نے اسے ایسی حالت میں دیکھا کہ اسے نیزے اس طرح لگ رہے تھے جیسے بننے کے لئے پھیلائے گئے کپڑے میں کوچ داخل ہوتا ہے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی اسے بھی کہتے ہیں جو مرغ کی ٹانگوں پر چھوٹے چھوٹے سینگوں کی مانند ابھرے ہوئے (کانٹے) ہوتے ہیں (یعنی مرغ کا خار) اور صیاصی جڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے مجھے بتایا کہ اہل عرب کہتے ہیں: جَدَّ اللّٰهُ صَيَصِيَّتَهُ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی جڑ کاٹ دے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے):

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (الاحزاب)
”اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔“

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر بھی لکھا:

فَدَعَرْنَا سُحْمَ الصَّيَاصِي بِأَيْدِيهِنَّ نَضَحَ مِنْ الْكُحَيْلِ وَقَارُ
کحیل سے مراد قطران (1) ہے اور قار سے مراد تار کول ہے۔ شاعر نے بکروں کی اگلی ٹانگوں پر موجود سیاہی کو قطران اور تار کول کے ساتھ کیے گئے چھڑکاؤ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے درید بن صمہ کا یہ شعر بھی بیان کیا:

كَوَقْعِ الصَّيَاصِي فِي النَّسِيَجِ الْمَدْدِ
اصمعی نے اس شعر میں صیاصی کو اسی معنی پر محمول کیا ہے جو اس سے پہلے شعر میں گزرا ہے کہ اس سے مراد وہ سینگ ہیں جو کپڑا بننے کے کام آتے ہیں۔ اس کا معنی جولا ہے کا کوچ نہیں جیسا کہ ابن ہشام نے کہا ہے۔

1۔ قطران ایک روغنی سیال مادہ ہے جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے اور اونٹوں پر ملا جاتا ہے۔ النجد

یعنی مردوں کو قتل کر رہے ہو اور بچوں اور عورتوں کو قید کی بنا رہے ہو۔

وَأَرْضَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضَاكُمْ تَطْنُوها ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٥﴾ (الاحزاب)

”اور اس نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے مکانوں اور ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔“

وَأَرْضَاكُمْ تَطْنُوها سے مراد خیر ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی قریظہ کا معاملہ ختم ہی ہوا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے باعث آپ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے اپنی قوم کے ان آدمیوں نے بیان کیا جنہیں میں چاہتا تھا کہ آدھی رات کے وقت جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا: اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور عرش الہی جھومنے لگا؟

عرش الہی کا جھومنا

حضرت ابن اسحاق نے عرش الہی کے جھومنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مفہوم میں لوگوں نے گفتگو کی ہے اور گمان کیا ہے کہ یہ ایک امر مشکل ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں اتہزاز کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد کے باعث مسرت کا اظہار کرنا۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرش الہی کو اٹھانے والے فرشتے اور ان کے ارد گرد رہنے والے فرشتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو بعید خیال کیا ہے کہ عرش الہی میں حقیقی طور پر جنبش پیدا ہو، لیکن اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ عرش مخلوق ہے اور اس میں حرکت اور جنبش کا ظہور ممکن ہے اور جس معنی کی طرف کوئی نہ کوئی راستہ موجود ہوا سے ظاہری الفاظ سے پھیرنا جائز نہیں ہوتا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش کے جھومنے کی حدیث صحیح ہے۔ ابو عمر نے کہا: یہ متواتر سندوں سے ثابت ہے اور اس حدیث کے معنی میں جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ

راوی فرماتے ہیں یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کپڑے گھسیٹتے ہوئے تیزی سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لارہی تھیں، ان کے ساتھ حضرت اسید بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہیں اپنی کسی بیوی کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس پر کچھ غم کا اظہار کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اے ابویحییٰ! (اسید کی کنیت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، کیا تم ایک عورت پر غمگین ہو رہے ہو حالانکہ تمہارے چچا زاد بھائی کا انتقال ہوا تو ان کے لئے عرش بھی جھوم اٹھا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جنہیں میں متہم نہیں کرتا انہوں نے مجھ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک جسیم آدمی تھے، جب لوگوں نے ان کا جنازہ اٹھایا تو ہلکا محسوس ہوا، اس پر بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! وہ تھے تو جسیم لیکن ان سے زیادہ ہلکا جنازہ ہم نے نہیں اٹھایا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”بے شک انہیں اٹھانے والے تمہارے علاوہ کوئی اور تھے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! سعد کی روح سے فرشتوں نے بشارت پائی اور عرش جھوم اٹھا۔“

عنہ کا قول مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی چار پائی کو جنبش ہوئی، اس کی طرف علماء نے توجہ نہیں دی اور کہا ہے کہ انصار کے ان دونوں قبیلوں کے درمیان کچھ کینہ موجود تھا، اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: اِهْتَزَّ عَوْشُ الرَّحْمَنِ یعنی ”عرشِ رحمن میں جنبش پیدا ہوئی“۔ اسے حضرت ابوالزبیر نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا اور حضرت امام بخاری نے اسے حضرت اعمش کی سند سے روایت کیا، انہوں نے ابوصالح اور ابوسفیان دونوں سے انہوں نے حضرت جابر سے روایت کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا۔ ان میں سے حضرت ابوسعید خدری، حضرت اسید بن حضیر اور حضرت رمیثہ بنت عمرو رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا انکار کیا اور اس کے متعلق گفتگو کو ناپسند فرمایا حالانکہ یہ صحت کے ساتھ منقول ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں۔ شاید حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کی روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن عبدالرحمن بن جموح سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ کہا تو آپ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی سبحان اللہ کہا۔ پھر حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نیک بندے کو اس کی قبر نے بھیجا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ تنگی دور فرمادی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس حدیث شریف کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لِلْقَبْرِ لَضَمَّةً لَوْ كَانَ أَحَدٌ مِنْهَا نَاجِيًا لَكَانَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ ”بے شک قبر بھینچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بن معاذ بچے ہوتے۔“ حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت سعد کے لئے ہی ایک انصاری نے یہ شعر کہا:

وَمَا اهْتَزَّ عَرْشُ اللَّهِ مِنْ مَوْتِ هَالِكٍ سَيَعْنَا بِهِ إِلَّا لِسَعْدِ أَبِي عَمْرٍو
”ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی مرنے والے کی موت پر عرش الہی جھومنا ہو مگر ابو عمر سعد کے لئے جھوم اٹھا۔“

جب حضرت سعد کا جنازہ اٹھایا گیا تو ان کی والدہ روتی ہوئی درج ذیل شعر پڑھ رہی تھیں، حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت سعد کی ماں کا نام کبیشہ بنت رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبد بن ابجر ہے اور وہ خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہے:

وَيْلٌ أُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا صَرَامَةً وَحَدًا
”سعد کی ماں کو سعد کی موت کا افسوس ہے جو ایک قوتِ نافذہ اور تلوار کی دھارتھا۔“

وَسُودَدًا وَ مَجْدًا وَفَارِسًا مُعْدًا
”جو سراپا سیادت اور سراپا مجد و شرف تھا اور جو ہر وقت تیار شہسوار تھا۔“

سُدُّ بِهِ مَسَدًا يَقْدُ هَامًا قَدًا
”جس کے ذریعے دشمن کا راستہ بند تھا اور جو دشمن کا سر کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: برنوحہ کرنے والی عورت جھوٹ بولتی ہے مگر سعد بن معاذ کی

نوحہ کرنے والی (نے جو کہا سچ کہا)۔

شہدائے غزوہ خندق

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوہ خندق کے روز صرف چھ مسلمان شہید ہوئے۔

بنی عبدالاشہل سے تین آدمی: حضرات سعد بن معاذ، انس بن اوس بن عتیک بن عمرو اور عبداللہ بن ہبل رضی اللہ عنہم۔

بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ سے دو آدمی حضرت طفیل بن نعمان اور حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہما۔

اور بنی نجار کی شاخ بنی دینار سے ایک آدمی حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ۔ انہیں ایک نامعلوم تیر آگاہ جس نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا (أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرِبَ فَقَتَلَهُ)۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ سَهْمٌ غَرِبَ اور سَهْمٌ غَرِبَ اضافت اور بلا اضافت دونوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ تیر ہے جس کے بارے میں علم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آیا اور کس نے پھینکا۔

مشرکین کے مقتول

مشرکین کے تین آدمی مارے گئے:

بنی عبدالدار بن قصی سے منبہ بن عثمان بن عبید بن سباق بن عبدالدار۔ اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ مکہ میں جا کر مر گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ عثمان بن امیہ بن منبہ بن عبید بن سباق ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم بن یقطہ سے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مارا گیا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں اس کی لاش فروخت کر دیں۔ اس نے خندق پار کرنے کی کوشش تھی لیکن اس میں گر گیا اور مارا گیا۔ مسلمان اس کی لاش پر قابض ہو گئے۔ درخواست سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ اس کی قیمت کی۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی نعش مشرکین کو لے جانے دی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: جو روایت حضرت زہری سے مجھے پہنچی ہے اس میں ہے کہ مشرکین اس کی لاش کے بدلے رسول اللہ ﷺ کو دس ہزار درہم دینا چاہتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی عامر بن لوی کی شاخ بنی مالک بن حسل سے ایک آدمی عمرو

بن عبدود مارا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

غزوہ بنی قریظہ کے شہداء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر بنی حارث بن خزرج سے حضرت خلا د بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو شہید ہوئے۔ ان پر اوپر سے ایک چکی کا پاٹ لڑھکا دیا گیا جس نے انہیں بری طرح کچل کر رکھ دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لَهُ لَآجَرَ شَهِيدَيْنِ ”انہیں دو شہیدوں کا اجر دیا جائے گا۔“

نیز جس وقت رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اس وقت بنی اسد بن خزیمہ کے ایک فرد حضرت ابوسنان بن مھسن بن حرثان کا انتقال ہو گیا تھا، انہیں بنی قریظہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں وہ اس وقت اپنے آدمیوں کو دفن کرتے تھے اور اسلام کے زمانہ میں بھی وہ اپنے آدمیوں کو وہیں دفن کرتے تھے۔

قریش پر حملہ کی بشارت

جب اہل خندق معرکہ خندق سے واپس ہو گئے تو جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَنْ تَغْزَوْكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هَذَا وَلَكِنَّكُمْ تَخْزُونَهُمْ ”اس سال کے بعد قریش تم پر ہرگز حملہ نہیں کریں گے بلکہ اب تم ان پر حملہ کیا کرو گے۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد قریش حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی ان پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھوں مکہ مکرمہ فتح فرمادیا۔

غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اشعار

ضرار کے اشعار

بنی محارب بن فہر کے فرد ضرار بن خطاب بن مرداس نے غزوہ خندق کے بارے میں یہ اشعار کہے:

وَمُشَفِّقَةٍ تَظُنُّ بِنَا الظُّنُونَا وَ قَدْ قُذِنَا عَرْنَدَسَةً طَحُونَا
”کتنی ہی ہمدرد خواتین ہیں جو ہمارے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگیں جب ہم ایک
پس کر رکھ دینے والے طاقتور لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔“

كَأَنَّ زُهَاءَ هَا أَحَدًا إِذَا مَا بَدَتْ أَرْكَانُهُ لِلنَّاطِرِينَ
”جب اس لشکر کے چاروں اطراف (ستون) ناظرین کے سامنے ظاہر ہوتے تو یوں لگتا
تھا گویا اس کی تعداد احد پہاڑ کے برابر ہے۔“

تَرَى الْآبِدَانَ فِيهَا مُسْبَغَاتٍ عَلَى الْآبْطَالِ وَالْيَلْبِ الْحَصِينَا
”تم اس لشکر میں بڑے بڑے بہادروں کے جسوں پر کامل ترین زر ہیں اور مضبوط ترین
ڈھالیں دیکھتے تھے۔“

فصل برائے اشعار غزوہ خندق

ضرار کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے ضرار بن خطاب کے اشعار ذکر کیے۔ ان میں ایک شعر ہے:

عَلَى الْآبْطَالِ وَالْيَلْبِ الْحَصِينَا

اليلب کا معنی ڈھال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چمڑے کی بنی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ یہ
بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ خود اور زر ہیں ہیں جو اونٹوں کے چمڑے سے بنائی جاتی تھیں۔ اس کی
تائید حبیب کے اس شعر سے ہوتی ہے:

هَذِهِ الْأَسِنَّةُ وَالْمَاوِئُ قَدْ كَثُرَا فَلَا الصِّيَاحِي لَهَا قَدْرٌ وَلَا الْيَلْبُ
یہ نیزے اور لوہے کی بنی ہوئی زر ہیں بہت زیادہ ہیں لہذا اب نہ سینگوں کی کوئی قدر و منزلت ہے

وَ جُرَدًا كَالْقِدَاحِ مُسَوَّمَاتٍ نُّوْمٌ بِهَا الْغَوَاةُ الْخَاطِئِينَ
”اور دشمن کی طرف پھینکے گئے تیروں کی رفتار سے چلنے والے کم موگھوڑے (دیکھتے تھے)
جن پر سوار ہو کر ہم خطا کار گمراہ لوگوں کا قصد کرتے تھے۔“

كَانَهُمْ إِذَا صَلُّوا وَ صَلُّنَا بِيَابِ الْخُنْدَقَيْنِ مُصَافِحُونَ
”جب خندق کے دروازے پر وہ بھی حملہ کرتے اور ہم بھی حملہ کرتے تو اس وقت گویا وہ
(خطا کار اور گمراہ لوگ) ہم سے مصافحہ کر رہے تھے۔“

أَنَاسٌ لَا نَرَى فِيهِمْ رَشِيدًا وَ قَدْ قَالُوا أَلَسْنَا رَاشِدِينَ
”وہ ایسے لوگ ہیں جن میں ہمیں ایک شخص بھی راہِ راست پر چلنے والا نظر نہیں آتا حالانکہ وہ
کہتے ہیں کیا ہم راہِ راست پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں؟“

فَاحْجَرْنَاَهُمْ شَهْرًا كَرِيْتًا وَ كُنَّا فَوْقَهُمْ كَالْقَاهِرِينَ
”ہم نے پورا ایک مہینہ ان کا محاصرہ کیے رکھا اور ہم ان کے اوپر قہر برسانے والے لوگوں کی
طرح چھائے رہے۔“

نَرَاوِحُهُمْ وَ نَعْدُوا كُلَّ يَوْمٍ عَلَيْهِمْ فِي السِّلَاحِ مَدْجَجِينَ
”ہتھیاروں سے بالکل لیس ہم ہر روز ان کے اوپر صبح و شام گزرتے رہے۔“

بَايِدِينَا صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٍ نَقْذُ بِهَا الْفَارِقَ وَالشُّوُونَ
”جبکہ ہمارے ہاتھوں میں کاٹ کر رکھ دینے والی تیز تلواریں تھیں جن کے ساتھ ہم ان کے
سروں اور کھوپڑیوں کے پرچے اڑا رہے تھے۔“

كَانَ وَ مِضْهَنٌ مُعْرِيَاتٍ إِذَا لَاحَتْ بَايِدِي مُصْلِتِينَ

اور نہ اونٹوں کے چمڑے کی بنائی ہوئی زرہوں کی۔“

یعنی لوہے کی بنی ہوئی زرہوں کی موجودگی میں اونٹوں کے چمڑے کی بنی ہوئی زرہوں کی اور لوہے
کے نیزوں کی موجودگی میں سینگوں سے بنائے ہوئے نیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ الصیاصی سے
مراد سینگ ہیں۔ دورِ جاہلیت میں اہل عرب سینگوں سے نیزے بناتے تھے۔ شاعر کا قول ہے:

يَهْزُهُ صَعْدَةٌ جَرْدَاءٌ فِيهَا نَقِيعُ السِّمِّ أَوْ قَرْنٌ مَجِيقُ
”وہ شخص ایک صاف شفاف نیزے کو لہرا رہا ہے جس پر یا تو زہر کا پانی چڑھا ہوا ہے یا اسے کسی
سینگ کے ساتھ گھیر دیا گیا ہے۔“

”سو نئے والوں کے ہاتھوں میں جب وہ تلواریں چمکتیں تو بے نیام ہونے کی حالت میں گویا ان کی چمک

وَمِیْضٌ عَقِیْقَةٌ لَمَعَتْ بَلْبَلٌ تَرَى فِیْهَا الْعَقَائِقَ مُسْتَبِیْنًا
رات کے وقت چمکنے والے اس بادل کی چمک کی طرح تھی جس میں پھٹے ہوئے بادل صاف نظر آتے ہیں۔“

فَلَوْلَا خَنْدَقٌ كَانُوا لَدَيْهِ لَدَمَرْنَا عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ
”اگر یہ خندق نہ ہوتی جس کے قریب وہ لوگ موجود تھے تو ہم ان سب کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتے۔“

وَلَكِنْ حَالٌ دُونَهُمْ وَ كَانُوا بِهِ مِنْ خَوْفِنَا مُتَعَوِّدِينَ
لیکن یہ خندق ان کے سامنے حائل ہو گئی اور وہ ہمارے ڈر سے اس کی پناہ لیے ہوئے تھے۔
فَإِنْ نَرَحْلُ فَإِنَّا قَدْ تَرَكْنَا لَدَى آبَائِكُمْ سَعْدًا رَهِينًا
”پھر اگر ہم کوچ بھی کر رہے تھے تو بے شک ہم نے تمہارے گھروں کے پاس سعد کو موت کے لئے رہن رکھ دیا۔“

إِذَا جَنَّ الظَّلَامُ سَبَعَتْ نَوْحِي عَلَى سَعْدٍ يُرْجَعْنَ الْحَنِینَا
”جب رات کی تاریکی چھا جائے گی تو تم سعد پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز سن لو گے جو رونے میں ایک دوسرے سے سر مل رہی ہوں گی۔“

وَسَوْفَ نَزُودُكُمْ عَمَّا قَرِيبٍ كَمَا ذُرْنَاكُمْ مُتَوَاذِرِينَ
”جیسا کہ پہلے ہم تم سے باہمی تعاون کے ساتھ لڑ چکے ہیں عنقریب ہم پھر تمہارے ساتھ لڑیں گے۔“

بِجَمْعٍ مِنْ كِنَانَةٍ غَيْرِ عَزَلٍ كَأَسَدِ الْغَابِ قَدْ حَبَّتِ الْعَرِينَا
”بنی کنانہ کے ایک مسلح لشکر کے ساتھ جو جنگل کے ان شیروں کی طرح ہوگا جو اپنی کچھار کی حفاظت کر رہے ہوں۔“

ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
ضرار کے ان اشعار کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا۔
انہوں نے یہ اشعار کہے:

وَسَائِلُهُ تُسَائِلُ مَا لَقِينَا وَ لَوْ شَهِدَتْ رَأَتْنا صَابِرِينَ
”بہت سی پوچھنے والیاں پوچھتی ہیں کہ ہم (جنگ میں) کسی چیز سے دوچار ہوئے؟ اگر وہ مشاہدہ کرتیں تو ہمیں (دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے) صابر پاتیں۔“

صَبْرُنَا لَا نَرَى لِلّٰهِ عِدْلًا عَلَى مَا نَابَنَا مُتَوَكِّلِينَ
”ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی مد مقابل نہیں پاتے بلکہ ہم نے اسی پر توکل کرتے ہوئے اپنے اوپر آنے والی ہر مصیبت میں پورے صبر و استقلال سے کام لیا۔“

وَ كَانَ لَنَا النَّبِيُّ وَ ذِيْرٌ صِدْقٍ بِهِ نَعْلُو الْبَرِيَّةَ أَجْمَعِينَ
”اور ہمارے لیے نبی کریم ﷺ حق و صداقت کے وزیر تھے، انہی کے توسل سے ہم ساری مخلوق پر غلبہ حاصل کریں گے۔“

نُقَاتِلُ مَعْشَرًا ظَلَمُوا وَ عَقُّوا وَ كَانُوا بِالْعَدَاوَةِ مَرَصِدِينَ
”ہم ایک ایسے گروہ کے ساتھ لڑتے رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا اور نافرمانی کی اور جنہوں نے محض عداوت کی بناء پر ہمارے خلاف جنگ کی تیاریاں کیں۔“

نُعَاجِلُهُمْ إِذَا نَهَضُوا إِلَيْنَا بِضَرْبٍ يُعْجِلُ التَّسَرُّعِينَ
”جب وہ ہماری طرف بڑھتے تو ہم ایسی شمشیر زنی کے ساتھ ان سے سبقت لے جاتے جو جلد بازوں کے اوپر بڑی تیزی سے چل رہی تھی۔“

تَرَانَا فِي فُضَافِصَ سَابِغَاتٍ كَعُذْرَانِ الْمَلَا مُتَسَرِّعِينَ
”تم دیکھ رہے تھے کہ ہم کھلے میدان کے تالابوں جیسی بھرپور زرہوں میں ملبوس تھے۔“

وَ فِي آيَانِنَا بَيْضُ حِفَافٍ بِهَا نَشْفِي مَرَّاحَ الشَّاعِبِينَ
”اور ہمارے دائیں ہاتھوں میں ایسی ہلکی پھلکی چمکدار تلواریں تھیں جن کے ذریعے ہم ان کے فتنہ پروروں اور شور و غوغا کرنے والوں کے اوجھے پن کو زائل کر رہے تھے۔“

بِيَابِ الْخُنْدَقِينَ كَانَ أَسَدًا شَوَابِكُهُنَّ يَحْمِيْنَ الْعَرِيْنَ
”خندق کے دروازے پر ایسے شیر جن کے متحد جتھے اپنی کچھاروں کی حفاظت کر رہے ہوں،

حضرت کعب کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے حضرت کعب کے اشعار میں یہ شعر ذکر کیا:

فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكِيْهِمْنَا

گویا

فَوَارِسُنَا إِذَا بَكَرُوا وَ رَاحُوا عَلَى الْأَعْدَاءِ شَوْسًا مُغْلِبِينَ
ہمارے شہسوار تھے جب وہ نشان جنگ لگائے، غرور کی ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے صبح
و شام دشمن پر حملے کر رہے تھے۔

لِنَتَّصِرَ أَحْمَدًا وَاللَّهِ حَتَّى نَكُونَ عِبَادَ صِدْقٍ مُخْلِصِينَ
”قسم بخدا (اس جنگ سے) ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم (سیدنا) احمد (مصطفیٰ ﷺ) کی مدد
کریں یہاں تک کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے) سچے اور مخلص بندے بن جائیں۔“

و يَعْلَمَ أَهْلُ مَكَّةَ حِينَ سَارُوا وَ أَحْزَابٌ أَتَوْا مُتَحَرِّبِينَ
”اور (دوسرا مقصد یہ تھا کہ) رخصت ہوتے وقت اہل مکہ اور وہ گروہ جو جتھہ بندی کر کے
آئے تھے جان لیں

بِأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ وَأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ
کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست اور مددگار ہے۔“
فَإِمَّا تَقْتُلُوا سَعْدًا سَفَاهًا فَإِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ الْقَادِرِينَ
”اگر تم نے حماقت سے حضرت سعد کو شہید کر بھی دیا تو (پھر کیا ہوا) اللہ تعالیٰ تو سب سے
بڑھ کر قدرت رکھنے والا ہے۔“

سَيُدْخِلُهُ جَنَّاتٍ طَيِّبَاتٍ تَكُونُ مُقَامَةً لِلصَّالِحِينَ
”وہ انہیں ایسے پاکیزہ باغات میں داخل فرمائے گا جو نیکو کاروں کا ٹھکانہ ہوں گے۔“
كَمَا قَدْ رَدَّكُمْ فَلَا شَرِيدًا بَغِيطِكُمْ خَزَايَا عَائِبِينَ
”جیسا کہ اس نے تمہیں ایسی حالت میں واپس بھگا دیا کہ تم شکست خوردہ، اپنے غصے میں
دھتکارے ہوئے، ذلیل و خوار اور خائب و خاسر ہو گئے۔“

خَزَايَا لَمْ تَنَالُوا نَمَّ عَمْرًا وَ كَذَّبْتُمْ أَنْ تَكُونُوا دَامِرِينَ
”تم اس قدر ذلیل و خوار ہو گئے تھے کہ تمہیں وہاں سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی بلکہ قریب
تھا کہ تم ہلاک ہو جاتے۔“

مُتَكَبِّهِينَ الْكِبَّةُ کے باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ الکبہ کا معنی ہے اندھا
ہونا، اور الْآكِبَةُ کا ظاہر ترین معنی مادرِ زاد اندھا ہے۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے

بِرِيحٍ عَاصِفٍ هَبَّتْ عَلَنُكُمْ فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَبِّهِينَ
 ”اس شدید آندھی کے ساتھ (ہلاک ہو جاتے) جو تم پر چلی اور تم اس کے نیچے اندھے ہو گئے تھے۔“

ابن زبیری کے اشعار

غزوہ خندق کے بارے میں عبد اللہ بن زبیری سہمی نے یہ اشعار کہے:

حَتَّى الدِّيَارِ مَحَا مَعَارِفَ رَسِيهَا طُولُ الْبَلَى وَ تَرَاوُحِ الْأَحْقَابِ
 ”ان گھروں کو سلام ہو جن کے جانے پہچانے نشانات طولِ قدامت اور مرورِ زمانہ نے مٹا کر رکھ دیئے۔“

فَكَانَمَا كَتَبَ الْيَهُودُ رُسُومَهَا إِلَّا الْكَيْفَ وَ مَعْقِدَ الْأَطْنَابِ
 ”یوں لگتا ہے کہ یہ نشانات یہودیوں کی تحریر کے نشانات ہیں مگر اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور خیموں کی طنابیں انکانے کی جگہ باقی رہ گئی۔“

قَفْرًا كَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ تَلْهُوْ بِهَا فِي نِعْمَةٍ بِأَوَانِسِ أَثَرَابِ
 ”ایک چٹیل میدان (باقی رہ گیا) گویا کہ جہاں (اے شاعر) تم بچپن کے عیش و تنعم کے زمانے میں اپنے انس و محبت رکھنے والے بھولیوں کے ساتھ کبھی کھیلے ہی نہیں۔“

فَاتْرُكْ تَذَكُّرَ مَا مَضَى مِنْ عَيْشَةٍ وَ مَحَلَّةِ عِلْقِ الْمَقَامِ يَبَابِ
 ”اچھا اب جو زندگی گزر گئی اس کا اور اس جگہ کا ذکر چھوڑ دو جہاں ٹھہرنے کا مقام اب خالی اور چٹیل ہے۔“

وَ اذْكُرْ بَلَاءَ مَعَاشِرٍ وَ اشْكُرْهُمْ سَارُوا بِأَجْعِهِمْ مِنْ الْأَنْصَابِ
 ”اور ان گروہوں کا ذکر کرو اور شکر کرو جو سب کے سب مل کر مقدس پتھروں سے چل پڑے تھے۔“

أَنْصَابِ مَكَّةَ عَامِدِينَ لِيَقْرَبَ فِي دِي غَمَاطِلَ جَحْفَلِ جَبْجَابِ
 ”یعنی مکہ کے پتھروں سے یثرب کے ارادے سے ایک ایسے عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر کی صورت میں

مراد وہ شخص ہے جسے رات کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا ہوں۔ یہ قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے۔

يَدْعُ الْحَزُونَ مَنَاجِحًا مَعْلُومَةً فِي كُلِّ نَشْرِ ظَاهِرٍ وَ شِعَابِ
جو ہر بلند اور پست زمین میں موجود بلند اور نمایاں راستوں پر اپنے آثار چھوڑتا چلا جا رہا
تھا۔

فِيهَا الْجِيَادُ شَوَازِبُ مُجَنُّوبَةٌ قُبُ الْبَطُونِ لَوَاحِقُ الْأَقْرَابِ
”ان گروہوں میں ایسے تپلی کمر والے گھوڑے گھوڑیاں چلائے جا رہے تھے جن کے پیٹ
دبلے اور جن کی کوکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔“

مِنْ كُلِّ سَلْهَةٍ وَ أَحْرَدَ سَلْهَبٍ كَالسَّيِّدِ بَادَرِ غَفْلَةِ الرُّقَابِ
”جو دراز قامت اور کم مو تھے ایسے بھیڑیے کی مانند جو گھات میں بیٹھے ہوئے شکاری کی
غفلت سے جھپٹ کر نکل جائے۔“

جَمِشٌ عُمَيْنَةٌ قَاصِدٌ يِلْوَانِهِ فِيهِ وَ صَخْرٌ قَائِدُ الْأَحْزَابِ
”وہ ایسا لشکر تھا جس میں عینہ اپنا جھنڈا اٹھائے جا رہا تھا اور اس میں تمام گروہوں کا قائد
صحرا (ابوسفیان) بھی شریک تھا۔“

قَرَمَانٍ كَالْبَدْرَيْنِ أَصْبَحَ فِيهِمَا غَيْثُ الْفَقِيرِ وَ مَعْقِلُ الْهَرَابِ
یہ دونوں جو انمرد چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے جن میں حاجت مند کی فریاد سننے اور
حاجت پوری کرنے اور راہ فرار اختیار کرنے والوں کو باندھنے اور روکنے جیسی صفات موجود تھیں
حتیٰ إِذَا وَرَدَا الْمَدِينَةَ وَارْتَدَّوْا لِلنَّوْتِ كُلُّ مُجَرَّبٍ قَضَابِ
”یہاں تک کہ جب یہ دونوں مدینہ پہنچے اور انہوں نے موت کے لیے ہر کاٹ دینے والی
آزمودہ تلوار کو گلے میں لٹکائے رکھا

شَهْرًا وَ عَشْرًا قَاهِرِينَ مُحَمَّدًا وَ صَحَابَهُ فِي الْحَرْبِ خَيْرٌ صَحَابِ
ایک مہینہ دس دن تک محمد (ﷺ) پر غلبہ کیے ہوئے حالانکہ ان کے ساتھی جنگ میں
بہترین ساتھی تھے

نَادَوْا بِرِخْلَتِهِمْ صَبِيحَةَ قُلْتُمْ كَيْدَنَا نَكُونُ بِهَا مَعَ الْخُبَابِ
تو انہوں نے اس صبح اپنی کوچ کی منادی کی جس کے بارے میں تم کہتے تھے کہ قریب تھا کہ
ہم اس صبح خائب و خاسر لوگوں کے ساتھ ہو جاتے۔“

لَوْ لَا الْخَنَاقُ غَادَرُوا مِنْ جَنَاحِهِمْ قَتْلَى لَطَمِ سَعْبٍ وَ ذَلَابِ

”اگر یہ خندقیں حائل نہ ہوتیں تو یہ لوگ (کفار) مسلمانوں کی جمعیت سے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے بھوکے پرندوں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ جاتے۔“

ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

هَلْ رَسَمُ دَارِسَةَ الْمَقَامِ يَبَّ مُتَكَلِّمٌ لِّحَاوِرٍ بِجَوَابِ

”کیا ایک ایسے دیار کے نشانات جہاں ٹھہرنے کا مقام مٹ چکا ہے اور وہ اب چٹیل ہو چکا

ہے، ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں جو دود و جواب دینے والا ہے۔“

قَفَرُ عَفَا رَهُمُ السَّحَابُ رُسُومَهُ وَ هُبُوبُ كُلِّ مُطْلَةِ مَرْبَابِ

”وہ ایسا چٹیل میدان ہے جس کے نشانات کو بادل کی مسلسل بارشوں نے اور جم کر برسنے

والی بوند باندی کی پھوہاروں نے مٹا کر رکھ دیا ہے۔“

وَ لَقَدْ رَأَيْتُ بِهَا الْحُلُولَ يَزِينُهُمْ بَيْضُ الْوُجُوهِ ثَوَاقِبُ الْآحْسَابِ

”بے شک میں نے اس دیار میں ایسے گھر دیکھے جنہیں روشن چہرے اور روشن اخلاق مزین

کیا کرتے تھے۔“

فَدَعِ الدِّيَارَ وَ ذَكَرْ كُلَّ عَرِيْدَةٍ بَيْضَاءِ اَنَسَةِ الْحَدِيثِ كَعَابِ

”لیکن اب اس دیار کو چھوڑ دو اور ان ابھرے ہوئے سینوں والی، شیریں کلام، گوری اور

نازک اندام عورتوں کا ذکر بھی چھوڑ دو۔“

وَ اَشْكُ الْهُوْمَ اِلَى الْاِلَهِ وَ مَا تَرَى مِنْ مَعْشَرٍ ظَلَمُوا الرَّسُولَ غَضَابِ

”اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے غموں کی اور ان تکلیف دہ چیزوں کی شکایت کرو جو تم اس

غضبناک گروہ کے اندر دیکھتے ہو جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ظلم کیا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث

ان اشعار میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

وَ جَنُودَ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ

اس شعر میں اس شخص کی دلیل ہے جس کا دعویٰ ہے کہ السَّيِّدُ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

لیکن اکثر علماء نے دعا میں يَا سَيِّدِي کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور

سَارُوا بِاجْمَعِهِمْ اِلَيْهِ وَالْبَوَا اَهْلَ الْقُرَىٰ وَ بَوَادِي الْاَعْرَابِ
 ”ان سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ پر ہلہ بول دیا اور اپنے ساتھ شہر اور دیہات کے سبھی
 لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔“

جَيْشٌ عَيْنَةُ وَاَبْنُ حَرْبٍ فِيهِمْ مُتَخَيِّطُونَ بِحَلْبَةِ الْاَحْزَابِ
 ”وہ ایسا لشکر تھا جس میں عینہ اور سفیان بن حرب موجود تھے اور جس میں مختلف گروہوں
 کے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کے ساتھ غرور و تکبر کرنے والے لوگ شامل تھے۔“

حَتَّىٰ اِذَا وَرَدُّوْا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَجَوْا قَتْلَى الرَّسُوْلِ وَ مَغْنَمَ الْاَسْلَابِ
 ”یہاں تک کہ جب یہ لشکر مدینے پہنچے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے قتل اور لوٹ مار
 کے مال کی امیدیں لگائیں۔“

وَ غَدَوْا عَلَيْنَا قَادِرِيْنَ بِاَيْدِيْهِمْ رُدُّوْا بِغَيْظِهِمْ عَلٰى الْاَعْقَابِ
 ”اور محض اپنی قوت بازو کے بھروسے پر ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے غصے کے
 ساتھ ہی الٹے پاؤں پھیر دیا گیا۔“

بِهَيِّوْبٍ مُّعْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَنَعَهُمْ وَ جُنُوْدَ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ
 ”ایسی سخت آندھی کے جھونکوں کے ذریعے جو ان کی جمعیت کو تتر بتر کر رہی تھیں اور تیرا رب جو

ایک ایسی حدیث سے دلیل پکڑی ہے جس کی سند قوی نہیں۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو
 یوں مخاطب کیا: يَا سَيِّدُ تَوْحِيْدٍ ﷺ نے فرمایا اَلْسَيِّدُ اللّٰهُ کہ سید تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اس طرح کے وہ اسماء جن سے تعریف اور تعظیم مراد ہوتی ہے ان میں قاضی کا مذہب یہ ہے کہ ان
 میں سے جن کے متعلق نبی وارد نہ ہو یا جن کے ساتھ دعائے مانگنے پر امت کا اجماع نہ ہو، ان کے ساتھ
 اللہ تعالیٰ کا ذکر جائز ہے۔ جیسا کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ، عاقل اور سخی نہیں کہا جائے گا
 اگرچہ ان اسماء میں تعریف پائی جا رہی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا السید کے متعلق میرا قول یہ ہے کہ یہ ایک ایسا اسم ہے جس میں اعتبار
 اضافت کا ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنی اصل وضع میں اپنے مضاف الیہ کا بعض ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ فُلَانٌ
 سَيِّدُ قَيْسٍ فلاں قبیلہ قیس کا سردار ہے۔ لیکن یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب فلاں اسی قبیلے کا فرد ہو
 لیکن قبیلہ قیس کے فرد کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ هُوَ سَيِّدُ تَيْمٍ کہ وہ قبیلہ تمیم کا سردار ہے کیونکہ وہ
 تمیم کا ایک فرد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے کہ هُوَ سَيِّدُ النَّاسِ، سَيِّدُ

سید الارباب ہے کی فوجوں کے ذریعے (یعنی فرشتوں کے ذریعے انہیں اٹے پاؤں پھیر دیا گیا)۔
 فَكَفَى الْإِلَٰهَ الْمُؤْمِنِينَ قِتَالَهُمْ وَ أَثَابَهُمْ فِي الْآخِرِ خَيْرَ ثَوَابٍ
 ”پس اللہ تعالیٰ مؤمنین کی طرف سے ان کفار کے ساتھ لڑائی کے لئے کافی ہو گیا اور انہیں
 بہترین اجر و ثواب بھی عطا فرمایا

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا فَفَرَّقَ جَنَعَهُمْ تَنْزِيلُ نَصْرِ مَلِكِنَا الْوَهَّابِ
 بعد اس کے کہ مسلمان مایوس ہو چکے تھے لیکن ہمارے مالک خدائے وہاب کی مدد و نصرت
 کے نزول نے کفار کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔“

وَ أَقْرَأَ عَمِينَ مُحَمَّدًا وَ صَحَابَهُ وَ أَذَلَّ كُلَّ مُكَذِّبٍ مُّرْتَابٍ
 ”اور اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر
 دیں اور ہر اس جھٹلانے والے، شک کرنے والے شخص کو ذلیل و خوار کر دیا

عَاثِيَ الْفُؤَادِ مَوْقِعِ ذِي رِيَّةٍ فِي الْكُفْرِ لَيْسَ بِطَاهِرِ الْآثَوَابِ
 جو انتہائی سنگدل، مصیبتوں اور تذبذب کا شکار تھا اور کفر میں اس حد تک گیا گزرا تھا کہ اس

الْمَلَانِكَةِ کہ وہ لوگوں کا یا فرشتوں کا سردار ہے بلکہ یوں کہا جائے گا هُوَ رَبُّهُمْ کہ وہ ان کا رب ہے اور
 جب آپ یہ کہیں هُوَ سَيِّدُ الْآرِبَابِ وَ سَيِّدُ الْكُرَمَاءِ تو یہ جائز ہے کیونکہ اس کا معنی ہے هُوَ أَكْرَمُ
 الْكُرَمَاءِ وَ أَعْظَمُ الْآرِبَابِ۔ یعنی وہ تمام کریموں سے بڑا کریم اور تمام ارباب سے عظیم ترین ہے،
 پھر اللہ تعالیٰ کے لئے رب کا اسم مشتق کیا جاتا ہے اور اسے ربوبیت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے نہ کہ
 سَوْدُ (سرداری) کے ساتھ کیونکہ سرداری کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے بطور اطلاق نہیں۔ حضرت حسان
 رضی اللہ عنہ نے جن اشعار میں رسول اللہ ﷺ کا مرثیہ کہا ان میں ہے:

يَا ذَا الْجَلَالِ وَ ذَا الْعَلَا وَالسُّودِ

”اے بزرگی کے مالک اور بلندی اور سرداری کے مالک۔“

یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ رب کریم کا وصف بیان کر رہے ہیں لیکن ان اسماء کے ذات باری
 تعالیٰ پر اطلاق کے متعلق اس کے سوا کوئی اور دلیل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ اسماء سنیں اور ان پر انکار نہ
 فرمائیں جس طرح حضور ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے اور انکار نہ فرمایا۔ حضرت
 کعب نے اللہ تعالیٰ کا اسی طریقے پر وصف بیان کیا جو ہم نے پہلے ذکر کیا اور اس معنی پر بیان کیا جس کی
 ہم نے وضاحت کی۔

کے کپڑے بھی پاک نہ تھے۔

عَلِقَ الشَّقَاءُ بِقَلْبِهِ فَفَوَادَهُ فِي الْكُفْرِ اخِرَ هَذِهِ الْآخِقَابِ
بدبختی اس کے دل کے ساتھ چمٹ گئی، پس کفر میں اس کا دل اس زمانے کا آخری دل ہے۔

ابن زبیری کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبیری کے ان اشعار کا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:

أَبْقَى لَنَا حَدَثُ الْحُرُوبِ بَقِيَّةً مِنْ خَيْرِ نَحْلَةٍ رَبَّنَا الْوَهَابِ
”جنگوں کے وقوع نے ہمارے لیے ایسے اموال چھوڑے ہیں جو ہمارے سب کچھ بہت زیادہ دینے والے پروردگار کے بہترین عطیات میں سے ہیں۔“

بَيْضَاءُ مُشْرِفَةِ الدَّرِيِّ وَ مَعَاظِنَا حُمَّ الْجُدُوعِ غَزِيرَةُ الْآحْلَابِ
”یعنی بلند گنگروں والے خوبصورت قلعے اور پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں کی مانند نخلستان جن کے اندر اونٹوں کی سیاہ گزدنوں کی طرح کھجوروں کے سیاہی مائل درخت ہیں اور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹیوں کی طرح بے شمار پھل ہیں۔“

كَالْلُوبِ يَبْدُلُ جَنَهَا وَ حَفِيلُهَا لِلْبَحَارِ وَأَبْنِ الْعَمِّ وَالْمُنْتَابِ
” (یہ نخلستان) سیاہ پتھروں والی زمین کی طرح ہیں جن کا جمع کیا ہوا اکثر پھل پڑوسیوں، چچا کے بیٹوں اور مہمانوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

بَيْضَاءُ مُشْرِفَةِ الدَّرِيِّ وَ مَعَاظِنَا

مُشْرِفَةِ الدَّرِيِّ سے مراد قلعے ہیں اور مَعَاظِنَا سے مراد پانی کے قریب نخلستان ہیں۔ آپ نے ان نخلستانوں کو پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں (معاظن الابل) کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

آپ کا قول ہے: حُمَّ الْجُدُوعِ۔ آپ نے کھجوروں کو سیاہی (الحمة) کے ساتھ متصف کیا کیونکہ کھجور کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور جو پھل وہاں سے چنے جاتے ہیں انہیں دوہے ہوئے دودھ (حلب) کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا غَزِيرَةُ الْآحْلَابِ۔

آپ کا قول ہے: كَالْلُوبِ۔ اللُّوبُ لُوبَةٌ کی جمع ہے اور اللَّاب لَابَةٌ کی جمع ہے۔ یہ سیاہ پتھروں

وَنَزَانِعًا مِّثْلَ السِّرَاحِ نَمَى بِهَا عَلَفُ الشَّعِيرِ وَ جَزَّةُ الْبِقْضَابِ
”اور چراغ کی مانند چمکنے والے عربی گھوڑے جن کے کھانے کی وجہ سے جو کا چارہ اور
درانتی سے کائی ہوئی گھاس غائب ہو جاتی ہے۔“

والے قطعہ زمین کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَا بَيْنَ لَا بَتِّيْهَا مِثْلُ فَلَانٍ یعنی ان دونوں سیاہ پتھروں
والے قطعوں کے درمیان فلاں کی مثل کوئی شخص نہیں۔ لیکن یہ ہر شہر میں نہیں کہا جاتا۔ ایک شخص نے
کچے بچے والی حدیث میں ایک کلمہ غلطی سے پڑھا۔ اس نے کہا: إِنَّهُ يَظْلُ مُحَبِّطُنَا عَلَى بَابِ
الْجَنَّةِ (یعنی وہ بچہ جنت کے دروازے پر غصہ میں بھرا ہوا رہا رہے گا)۔ اسے حضرت شیب بن شیبہ
نے کہا یہ کلمہ طاء منقوطة کے ساتھ (مُحَبِّطُنَا) ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا تمہیں غلطی ہوئی یہ تو طاء کے
ساتھ ہے۔ ایک رجز پڑھنے والے نے کہا:

إِنِّي إِذَا اسْتَشَدْتُ لَا أَحْبِطِيْ وَلَا أَحِبُّ كَثْرَةَ التَّطْيِ
”بے شک میں جب شعر پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہوں تو نہ تو غصے سے بھر جاتا ہوں اور نہ بہت زیادہ
غرور و تکبر کو پسند کرتا ہوں۔“

شیب نے اسے کہا: اَتَلَحِثْنِيْ وَ مَا بَيْنَ لَا بَتِّيْهَا أَفْصَحُ مِنِّي ”کیا تم مجھے غلط قرار دیتے ہو
حالانکہ ان دو پتھروں والی زمینوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں۔“ اس شخص نے آپ سے
کہا: ”یہ دوسری غلطی ہے کیا بصرہ کے لئے بھی لاجتین ہیں؟ لاجتین تو مدینہ اور کوفہ کے لئے ہیں۔
حضرت کعب کا قول ہے: يَبْدُلُ جَهْمًا وَ حَفِيْلَهَا یعنی اس میں سے کثیر پھل۔ اور اَلْمُنْتَابِ
ملاقات کے لئے آنے والے مہمان کو کہتے ہیں۔ یہ نَابَ يَنْوُبُ کے باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ
ہے، نَابَ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کے ہاں آکر اتر پڑے۔“

آپ کا قول ہے: وَ نَزَانِعًا مِّثْلَ السِّرَاحِ اس سے مراد وہ عربی النسل گھوڑے ہیں جو دشمن سے
چھینے گئے ہوں۔ اور مِثْلَ السِّرَاحِ جیم کے ساتھ ہے۔ اصل میں اس طرح مذکور ہے یعنی ان گھوڑوں
میں سے ہر ایک چراغ کی مانند ہے۔ حاشیے میں یہ لفظ حاء کے ساتھ مذکور ہے۔ محشی نے اس کی
وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سِرْحَان کی جمع ہے جو بھیڑیے کو کہتے ہیں۔ یہ جمع صرف اس تقدیر
پر جائز ہے کہ اسم سے دونوں زائد حروف الف اور نون حذف کر دیے جائیں۔ اگر آپ اس کے اصل
الفاظ کی بناء پر جمع لاتے تو آپ سَرَاحِيْن کہتے۔

عَرِيَ الشَّوْى مِنْهَا وَ ارْدَفَ نَحْضَهَا جَرْدُ الْمُتَوْنِ وَ سَالِيَ الْآرَابِ
 ”ان کی ٹانگیں ننگی ہو گئیں اور ان کی پیٹھوں اور تمام جوڑوں پر بال کم ہونے کی وجہ سے ان کا گوشت چڑھ گیا۔“

قُوْدًا تَرَاخُ إِلَى الصَّيَاحِ إِذَا غَدَتْ فَعَلَ الضَّرَاءُ تَرَاخُ لِلْكَلَابِ
 ”یہ گھوڑے دراز قامت ہیں جب وہ صبح کرتے ہیں تو اسی طرح ہنہانے کی آواز نکال کر خوش ہوتے ہیں جس طرح شکاری کتے اپنے شکاریوں کو دیکھ کر خوشی سے آواز نکالتے ہیں۔“
 وَ تَحُوْطُ سَائِنَةُ الدِّيَارِ وَ تَارَةً تُرْدِي الْعِدَى وَ تَتَوَّبُ بِالْأَسْلَابِ
 ”اور یہ گھوڑے سارے دیار میں چرنے کے لئے گھومتے ہیں اور کبھی دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور مال غنیمت لے کر واپس آ جاتے ہیں۔“

حَوْشُ الْوَحُوشِ مُطَارَةٌ عِنْدَ الْوَعَى عُبْسُ اللَّقَاءِ مُبَيِّنَةٌ الْإِنْجَابِ
 ”وحشی جانوروں سے بدکنے والے، جنگ میں انتہائی سبک رفتار، مقابلہ کے وقت ترش رو اور شریف النسل گھوڑے ہیں۔“

عَلِفَتْ عَلَى دَعَةٍ فَصَارَتْ بُدْنًا دُخَسَ الْبَضِيعِ خَفِيفَةً الْآقْصَابِ
 ”انہیں آسائش اور آسودگی سے چارا دیا گیا چنانچہ وہ بہت موٹے تازے، پر گوشت اور ہلکی

آپ کا قول ہے: وَجَزَةُ الْبِقْضَابِ۔ مقضاب ایک کھیتی ہے اور جزۃ سے مراد وہ چارہ جو گھوڑوں کے لئے اس کھیتی میں سے کاٹ کر رکھ لیا جائے۔

آپ کا قول ہے: عَرِيَ الشَّوْى مِنْهَا۔ الشَّوْى سے مراد ٹانگیں ہیں۔ النَحْصُ کا معنی گوشت ہے اور الْآرَابِ سے مراد ہڈیوں کے جوڑ ہیں، یہ اَرْبَ کی جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ آرَابٍ ”مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات جوڑوں پر سجدہ کروں۔“

آپ کا قول ہے: قُوْدًا یعنی ان گھوڑوں کی گردنیں لمبی ہیں۔ الضَّرَاءُ کا معنی ہے شکاری کتے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ قَيْسًا ضَرَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ ”بے شک قیس قبیلہ کے لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے شکاری جانور ہیں۔ یعنی اللہ کے شکاری شیر ہیں۔ اور الْكَلَابِ کلاب کی جمع ہے، اور یہ کتوں کا مالک ہے جو کتوں کے ساتھ شکار کرتا ہو۔“

آپ کا قول ہے: عُبْسُ اللَّقَاءِ۔ یہ عُبُوس (ترش رو) کی جمع ہے۔
 آپ کا قول ہے: دُخَسَ الْبَضِيعِ۔ البضیع گوشت کے لمبے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور دُخِيس سے

آنتوں والے ہو گئے۔“

يَغْدُونَ بِالزَّغْفِ الْمَضَاعِفِ شَكَّهُ وَ بَمُتْرَصَاتٍ فِي الثَّقَافِ صِيَابُ
”ان گھوڑوں کے سوار دوہری بنی ہوئی زرہوں میں ملبوس ٹھیک نشانے پر لگنے والے
سیدھے ٹھوس نیزے لے کر صبح سویرے حملہ آور ہو رہے تھے۔“

وَ صَوَارِمٍ نَزَعَ الصِّيَاقِلُ غُلْبَهَا وَ بِكَلِّ آدَوَعٍ مَاجِدِ الْاَنْسَابِ
اور ایسی تیز تلواریں لے کر (حملہ آور ہو رہے تھے) جن کے رنگ اور خشونت کو صیقل کرنے
والوں نے صاف کر دیا تھا اور ان سواروں میں ہر سوار شریف النسل اور دل کو موہ لینے والا تھا۔
يَصِلُ الْيَسِينَ بِمَارِنٍ مُتَقَارِبٍ وَكَلْتُ وَقِيعَتُهُ إِلَى خَبَابِ
”جو اپنے دائیں ہاتھ میں ایک ایسا لچکدار نیزہ تھامے ہوئے تھے جس کے بنانے کا کام
ایک لوہار کے سپرد کیا گیا تھا۔“

وَ اَغْرَ اَزْدَقَ فِي الْقَنَاءِ كَانَهُ فِي طُخْيَةِ الظُّلَمَاءِ ضَوْءُ شَهَابٍ
”اور ایسی صاف شفاف سنان کے ساتھ حملہ آور تھا جو گویا رات کی انتہائی سخت تاریکی میں

مراد کثیر گوشت ہے۔

آپ کا قول ہے خَفِيفَةُ الْأَقْصَابِ۔ اَقْصَابُ قُصْبِ کی جمع ہے جس کا معنی آنت ہے، اسی
سے جزار کو قصاب کہتے ہیں۔

آپ کا قول ہے: يَغْدُونَ بِالزَّغْفِ۔ الزَّغْفُ سے مراد زرہیں ہیں۔

آپ کا قول ہے: شَكَّهُ یعنی زرہوں کے حلقے اور ان کی بنائی۔ آپ کا قول ہے:

بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثَّقَافِ صِيَابُ

مترصات کا معنی ہے مضبوط، اس سے مراد سیدھے مضبوط نیزے ہیں۔

آپ کا قول ہے: نَزَعَ الصِّيَاقِلُ غُلْبَهَا۔ غلبہا سے مراد تلواروں کی تختی اور ان کی کچی کی خشونت

ہے۔ کہا جاتا ہے: عِلْبُ اللَّحْمِ یعنی گوشت سخت ہو گیا اور عِلْبُ النَّبَاتِ یعنی پودا خشک ہو گیا۔

آپ کا قول ہے: بِمَارِنٍ مُتَقَارِبٍ۔ مَارِنُ یعنی نرم و نازک، وَقِيعَتُهُ یعنی نیزے کو صیقل کرنا

اور خباب صیقل کرنے والے کا نام ہے۔

آپ کا قول ہے: وَ اَغْرَ اَزْدَقَ۔ اس سے مراد نیزہ ہے۔ طُخْيَةُ الظُّلَمَاءِ یعنی اندھیرے کی

شدت اور طَخَاءُ الْقَلْبِ سے مراد دل کی تاریکی ہے۔ اسی سے بھی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ

شہاب ثاقب کی روشنی تھی۔“

وَ كَتِيبَةٌ يَنْفِي الْقِرَانَ قَتِيرُهَا وَ تَرْدُ حَدَّ قَوَاحِدِ الشُّبَابِ
”اور وہ ایسا لشکر لے کر (حملہ آور ہوئے) جن کی زرہوں کی میخوں کے سر نیزوں کی نفی کر دیتے تھے اور رانوں میں لگنے والے نیزوں کی دھار میں لوٹا دیتے تھے۔“

جَاوَى مُلْبِلَةً كَانَتْ رِمَاحَهَا فِي كُلِّ مَجْمَعَةٍ ضَرِيبَةٌ غَابَ
”اس لشکر کے ہجوم کی تاریکی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے نیزے ہر مجمع میں گویا جھاڑی میں جلتی ہوئی لکڑی تھے۔“

يَأْوِي إِلَى ظِلِّ اللِّوَاءِ كَأَنَّهُ فِي صَعْدَةِ الْخَطِيّ فِي عُقَابِ
”وہ لشکر اپنے جھنڈے کے سائے تلے پناہ لے رہا تھا تو یوں لگ رہا تھا گویا وہ سیدھے نیزوں میں باز کا سایہ ہے۔“

أَعْيَتْ أَبَا كَرْبٍ وَ أَعْيَتْ تَبَعًا وَابَتْ بِسَالَتِهَا عَلَى الْأَعْرَابِ
”اس لشکر نے ابو کرب (یمن کے بادشاہ) کو بھی تھکا دیا اور تبع (شاہِ یمن) کو بھی اور اس کی

والسلام کا ارشاد ہے: إِنَّهُ يَذْهَبُ بِطَخَاءِ الْقَلْبِ ”یہ دل کی تاریکی کو ختم کر دیتی ہے۔“
حضرت کعب کا قول ہے۔

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَى تُغَالِبَ رَبَّهَا

سخینہ قریش کے قدیم اسماء میں سے ایک نام ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ قصی کے زمانہ میں جب مکہ میں کوئی جانور ذبح کیا جاتا یا کسی اونٹ کو نحر کیا جاتا تو اس کی سرین کا گوشت قصی کے پاس لایا جاتا اور اس کے ساتھ خزیرہ تیار کیا جاتا۔ یہ وہ گوشت ہے جو گندم کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو کھلایا جاتا، اس بناء پر قریش کو سخینہ (آٹے سے تیار کیا ہوا کھانا کھلانے والے) کہا جانے لگا۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل عرب جب قحط زدہ ہو جاتے تو دیگر لوگ تو علھز یعنی وبر (بلی سے چھوٹا ایک جانور) اور خون کھاتے جبکہ قریش خزیرہ اور فتنہ (کثیر بھجوریں) کھاتے۔ اس پر لوگ ان سے حسد کرنے لگے اور انہیں سخینہ کا لقب دیا۔ قریش اس لقب کو ناپسند نہیں کرتے تھے، اگر وہ ناپسند کرتے ہوتے تو حضرت کعب اپنے اشعار میں اس لقب کا ذکر مناسب نہ سمجھتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی قبیلہ قریش سے ہیں۔ اس لئے آپ نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے ترک کر دیتے۔ عبدالملک بن مروان نے خود یہ شعر سننے کا مطالبہ کیا تھا جو ہوا زنی نے قریش کے بارے میں کہا:

شدت، بہادری نے طاقتور دیہاتی باشندوں کا منہ بھی پھیر دیا۔“

وَ مَوَاطِظٌ مِّن رَّبِّكَ يُهْدِي بَيْنَ يَدَيْكَ وَيَسِّرُ لَكَ الْبُلُوكَ وَيُخْرِجُكَ مِنَ الْغُلَابِ
”اور ہمیں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن چہرے والی، پاکدامن اور پاکیزہ ذات کی
زبان مبارک پر اپنے موعظ و نصائح ملے جن کے ذریعے ہماری رہنمائی ہوتی ہے

عُورِضْتُ عَلَيْكَ فَاسْتَهَيَّنَا ذِكْرُهَا مِنْ بَعْدِ مَا عَرِضْتُ عَلَيْكَ الْآخِرَابِ
اس کے بعد کہ یہ موعظ و نصائح قبائل کے ان گروہوں کے سامنے پیش کئے گئے تھے جب
ہم رے سامنے پیش کئے گئے تو ہم نے انہیں انتہائی شوق سے یاد رکھا۔“

حِكْمًا يَرَاهَا الْمُجْرِمُونَ بِزَعْمِهِمْ حَرْجًا وَ يَفْقَهُهَا ذُووِ الْآلِبَابِ
”اور ہمیں ایسی حکمت و دانائی کی باتیں ملیں جنہیں مجرم بزعم خویش باعث حرج خیال کرتے
ہیں لیکن صاحبانِ عقل و دانش انہیں اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔“

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَتَى تَغَالِبَ رَبِّهَا فَلْيَغْلِبَنَّ مُغَالِبُ الْغُلَابِ
”یہ قریش اس خیال سے آئے تھے کہ غلبہ حاصل کرنے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں
لیکن سب سے غالب ذات کے ساتھ مقابلہ کرنے والا ضرور مغلوب ہو کر رہتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا، اس نے کہا مجھ سے
حضرت عبدالملک بن یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جب حضرت کعب بن
مالک رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَتَى تَغَالِبَ رَبِّهَا فَلْيَغْلِبَنَّ مُغَالِبُ الْغُلَابِ
تو رسول اللہ نے فرمایا: لَقَدْ شَكَرَكَ اللَّهُ يَا كَعْبُ عَلَى قَوْلِكَ هَذَا ”اے
کعب! تمہارے اس شعر پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدلہ عطا فرمایا ہے۔“

يَا شَدِيدَ مَا شَدَدْنَا غَيْرَ كَاذِبَةٍ عَلَى سَخِينَةَ لَوْ لَا اللَّيْلُ وَالْحَرَمُ
”ہائے وہ حملہ جو ہم نے کیا وہ سَخِينہ (قریش) پر جھوٹا نہ ہوتا اگر رات اور حرم کی زمین نہ ہوتی۔“

یہ سن کر عبدالملک نے کہا: یہ شعر اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اس نے استثناء کی ہے۔ عبدالملک نے
سَخِينہ کا لقب سننا ناپسند نہ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لقب قریش کے نزدیک نہ ناپسندیدہ تھا اور نہ
اس میں کوئی ایسی عار تھی جو کراہت کا باعث ہوتی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے واقعے پر یہ اشعار بھی کہے:

مَنْ سَرَّ صَوْبَ يَمْعَةٍ بَعْدَ كَعْبَةٍ الْأَكْبَرِ الْمَحْرُوقِ
”جس شخص کو شمشیر زنی کی ایسی جھنکار پسند ہے جو تلواروں کے باہم ٹکرانے سے اس طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح جتے ہوئے بانسوں کے چٹختنے کی آواز آتی ہے

فَلَيَاتِ مَأْسَدَةً تَسْنُ سَيُوفُهَا بَيْنَ الْمَذَاذِ وَ بَيْنَ جِدْعِ الْخُنْدِقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دوسرے قصیدہ میں ہے:

مَنْ سَرَّ صَوْبَ يَمْعٍ بَعْدَ كَعْبَةٍ

الْمَعْقَةِ بَانَسٍ وَغَيْرِهِ كِي بَرِيٍّ بَرِيٍّ اور کثیر لکڑیوں میں لگی ہوئی آگ کی آواز ہے اور الْكَلْحَبَةُ باریک چیز میں لگی ہوئی آگ کی آواز ہے جیسے چراغ وغیرہ۔ اور الْقَطِطَةُ اٹلنے کی آواز ہے۔ اسی طرح غَوَّغَرَةٌ اور جعجعه چپ کی آواز ہے اور دَوْدُبَةٌ ڈھول کی آواز ہے۔

حضرت کعب کا قول ہے: الْآبَاءُ۔ اس کا معنی بانس ہے، اس کا واحد آبَاءَةٌ ہے۔ اس میں دوسرا ہمزہ یاء کا بدل ہے۔ یہ ابن جنی کا قول ہے کیونکہ اس کے نزدیک یہ الْآبَايَةُ (انکار کرنا) سے مشتق ہے۔ گویا بانس اس شخص پر انکار کرتا ہے جو اسے چبانا چاہتا ہے۔ ابن جنی کے قول کی تائید شاعر بشر بن ابی حازم کے اس شعر سے ہوتی ہے:

يَرَاهُ النَّاسُ أَحْضَرَ مِنْ بَعْضِ وَ تَسْلَخُهُ السَّوَادَةُ وَالْآبَاءُ

”دور سے لوگ بانس کو ہلکا دیکھتے ہیں لیکن کڑواہٹ اور انکار اس سے لوگوں کو روک دیتے ہیں۔“

حضرت کعب کا قول ہے: فَلَيَاتِ مَأْسَدَةً۔ یہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں شیر زیادہ ہوں۔ اسی طرح مَسْبَعٌ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں درندے زیادہ ہوں۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَأْسَدَةٌ اَسَدٌ کی جمع ہو۔ جیسا کہ اہل عرب نے مَشِيخَةٌ اور مَعْبَجَةٌ کہا ہے۔ سیبویہ نے مَشِيخَةٌ اور مَشْيُوحَاءُ اور مَعْلَجَةٌ اور مَعْلُوحَاءُ بیان کیا ہے۔ میں نے بھی کتاب النہایات میں السلام (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگ کے کام آتے ہیں) کی جمع کثرت مَسْلُومَاءُ اور الشَّيْخُ حَاءُ مہملہ کے ساتھ (ایک

تو وہ شیروں کے اس میدانِ جنگ میں آئے جن کی تلواریں مقامِ مذاذ اور خندق کے پہلو کے درمیان تیز کی جارہی ہیں۔“

دَرَبُوا بِضَرْبِ الْمُعَلِّينَ وَ أَسْلَوْا مُهَجَاتِ أَنْفُسِهِمْ لِرَبِّ الشَّرِيقِ
”ان شیروں نے نشانِ جنگ لگا کر جنگ کرنے والوں کو تلواروں سے مارنے کی مہارت حاصل کی اور اپنی قیمتی جانیں مشرق و مغرب کے پروردگار کے حوالے کر دیں۔“

فِي غَضَبَةٍ نَصَرَ إِلَهُ نَبِيَّهُ بِهِمْ وَ كَانَ بَعْدَهُ ذَا مَرْتَقٍ
”وہ ایسی جماعت میں ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ خاص پر بڑا مہربان ہے۔“

فِي كُلِّ سَابِغَةٍ تَخْطُ فُضُولُهَا كَالنَّهْيِ هَبَّتْ رِيحُهُ الْمَتَرَقِرِ
”اس جماعت کا ہر فرد ایسی زرہ میں ملبوس ہے جس کا فاضل حصہ گھسٹتے ہوئے زمین پر اس تالاب کی مانند خطوط بناتا ہے جس پر ہوا چلنے سے لہریں آ جا رہی ہوں۔“

بَيْضَاءَ مُحْكَمَةٍ كَأَنَّ قَتِيرَهَا حَدَقُ الْجَنَادِ ذَاتِ شَلِّ مُوْتَقٍ
”جو ایسی مضبوط اور چمکدار زرہ ہے جس کی کیلیں ٹڈیوں کی آنکھوں کی طرح چمکدار ہیں اور جس کی بندش تسلی بخش ہے۔“

جَدَلَاءَ يَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ صَافِي الْحَدِيدَةِ صَارِمِ ذِي رَوْنَقٍ
”جو ایسی مضبوط بندش والی زرہ ہے کہ ایک چمکدار، کاٹ کر رکھ دینے والی شفاف لوہے کی ہندی تلوار کا پرتلہ اسے اوپر اٹھا کر سمیٹ لیتا ہے۔“

قسم کی گھاس) کی جمع کثرت مَشْيُوْحَاءَ لکھی ہے۔

حضرت کعب کا قول: تَسْنُ سَيُوفُهَا فَاءُ کے نصب کے ساتھ ہے۔ یہ قاضی ابوالولید کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ابو بحر کے ہاں اصل میں یہ رفع کے ساتھ تَسْنُ سَيُوفُهَا مذکور ہے۔ پہلی روایت کا معنی ہے وہ اپنی تلواریں تیز کر رہے ہیں اور دوسری روایت کا معنی ہے بہادروں کے لئے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے جرأت اور پیش قدمی کے دو طرفہ نیزے تیز کیے جا رہے ہیں۔

زرہوں کی توصیف میں آپ کا قول ہے:

جَدَلَاءَ يَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ

جَدَلَاءَ، جَدَل سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بندش کی مضبوطی۔ اسی سے ایک لفظ أَجْدَل ہے

تِلْكُمْ مَعَ الثَّقَوٰی تَكُوْنُ لِبَاسَنَا یَوْمَ الْهِيَاجِ وَ كُلُّ سَاعَةٍ مَّضَدِقِ
 جنگ کے دن اور ہر سچائی کے موقع پر تقویٰ کے لباس کے ساتھ یہ زرہ ہمارا لباس بنتی ہے۔
 نَصِلُ السُّیُوفَ اِذَا قَصُرْنَ بِخَطُوْنَا قَدْماً وَ نَلْحِقُهَا اِذَا لَمْ تَلْحَقِ
 ”جب تلواریں آگے بڑھنے میں کوتاہی کرتی ہیں تو ہم پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے

جو شکرے کو کہتے ہیں۔ اس شعر میں دلیل ہے کہ اجدل غیر منصرف ہے اور افعِل التفصیل کے باب سے ہے جس کی مؤنث فَعْلَاء کے وزن پر آتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے منصرف قرار دیا ہے، انہوں نے اسے ارنب (خرگوش) اور افکل (لوگوں کی جماعت) کے مشابہ قرار دیا ہے لیکن یہ توجیہ پہلی توجیہ سے کمزور ہے۔ اگر اہل عرب نے اس کی جمع ارنب کی مثل اجدل بولی ہے تو انہوں نے اَجْرَع (ریت کا بے آب و گیاہ ہموار میدان) اور اَبْطَح (کشادہ نالہ جس میں ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہوں) کی جمع میں اجارع اور اباطح بھی کہا ہے لیکن وہ ان دونوں کو منصرف نہیں بولتے کیونکہ وہ ان کی مؤنث میں بَطْحَاء اور جَرْعَاء کہتے ہیں۔ یہی قول ابروق (پتھر، ریت اور مٹی ملی ہوئی سخت زمین) اور برقاء میں ہے۔

حضرت کعب کا قول: یَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنْدٍ زُرْهُوں کے وصف میں ابو قیس بن اسلت کے اس شعر کی مانند ہے:

أَحْفِزُهَا عَنِّي بِلْدَى دَوْنَقِ أَبْيَضَ مِثْلِ اللَّيْلِ قَطَاعِ
 ”میں اس زرہ کو ایک نیزے کے پھل کی مثل تیز کاٹنے والی سفید چمکدار (تلوار) کے ساتھ اپنے آپ سے اوپر اٹھا کر باندھ لیتا ہوں۔“

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب زرہ کا فاضل حصہ لبا ہوتا تو اہل عرب اسے اوپر اٹھا کر تلوار کے پرتے کے ساتھ باندھ لیتے تھے۔

حضرت کعب کا قول: تِلْكُمْ مَعَ الثَّقَوٰی تَكُوْنُ لِبَاسَنَا عمدہ ترین کلام ہے۔ کیونکہ یہ قول انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا ہے: وَ لِبَاسِ الثَّقَوٰی لَكَ حَيٌّ (الاعراف: 26) ”اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہیں۔“ اور شاعر کا قول ہے:

اِنِّیْ كَاثِبٌ اَدٰی مَنْ لَا وِفَاةَ لَهُ وَ لَا اَمَانَةَ وَ سَطَطَ الْقَوْمِ عُرْيَانًا
 ”بے شک میں اس شخص کو گویا برہنہ خیال کرتا ہوں جس کی قوم کے درمیان کوئی وفاء اور امانت نہ ہو۔“

قدموں کے ساتھ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور جب وہ آگے بڑھ کر دشمن سے مل نہ رہی ہوں تو ہم انہیں آگے بڑھا دیتے ہیں (یعنی شمشیر زنوں میں جوش پیدا کرتے ہیں)۔“

فَتَرَى الْجَنَاحَ ضَاحِكًا هَامَانًا بَلَّةَ الْاَكْفِ كَالْهَامِ لَمْ تُخْلَقِ
 ”پس تم دیکھو گے کہ دشمن کے سر کی کھوپڑیاں دھوپ میں صاف نظر آ رہی ہیں، ہتھیلیوں کا تو ذکر ہی چھوڑو، وہ تو گویا پیدا ہی نہیں کی گئیں۔“

لَقِيَ الْعَذُوَ بِفُخْةٍ مِّنْ مَّوْمَةٍ تَنفِي الْجَنُوعِ كَقَصْدِ رَأْسِ الشَّرِيقِ
 ”ہم ایسے متحد لشکر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں جو بڑی بڑی جمیعتوں کو ملک عدم

حضرت کعب کے اس قول کی عمدگی اور حسن یہ ہے کہ انہوں نے زرہ کے لباس کو تقویٰ کے لباس کے تابع قرار دیا ہے کیونکہ حرف مع کلام میں یہ مفہوم پیدا کرتا ہے کہ اس کا مابعد متبوع ہے تابع نہیں۔ سقیفہ کے روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار پر اس طرح حجت قائم کی کہ آپ نے ان سے فرمایا: ”تم ایمان لانے والے لوگ ہو اور ہم سچے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ)“ اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔ اور سچے لوگ مہاجرین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحشر) ”(نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنہیں (جبرا) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے، یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی راست باز لوگ ہیں۔“

بَلَّةَ اور اس کے مابعد کا حکم

حضرت کعب کا قول ہے: بَلَّةَ الْاَكْفِ۔ اکف کے جر کے ساتھ ہے، یہ ایک اعرابی صورت ہے۔ یہ نصب کے ساتھ بھی مروی ہے کیونکہ یہ مفعول ہے یعنی دَعِ الْاَكْفِ (ہتھیلیوں کو چھوڑو)۔ یہ اہل عرب کے اس قول کی مانند ہے: رُوَيْدَ رُوَيْدٍ اور رُوَيْدَ رُوَيْدٍ نصب بلا تونین کے ساتھ۔ بَلَّةَ کا کلمہ دَغ کے معنی میں ہے اور یہ ان مصادر میں سے ہے جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک یہ اَلْبَلَّةُ اور اَلثَّبَالَةُ کے الفاظ سے مشتق ہے جن میں غفلت کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز سے غافل ہو وہ اسے ترک کر دیتا ہے اور اس کے متعلق سوال نہیں کرتا۔

پہنچانے کے لئے ان کا خون بہا دیتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے گویا مشرق پہاڑ کی چوٹی کی فصد کھول دی گئی ہے۔

و نَعْدُ بِالْأَعْدَاءِ كُلِّ مُقْنَصٍ وَدِدُ مَخْجُولٍ الْفَوَائِمِ أَهْلِقِ
اور ہم دشمنوں کے لئے ہر گلابی رنگ کا سفید ٹانگوں والا اہلقت اور سبک گھوڑا تیار رکھتے ہیں۔
تَرْدِي بِفُرْسَانٍ كَانَتْ كَمَاتِهِمْ عِنْدَ الْهَيْبَاجِ أَسْوَدَ طَلَبٍ مُنْتَبِ
یہ گھوڑے سواروں کو بڑی تیزی سے لے جاتے ہیں گویا ان کے بہادر لوگ جنگ کے وقت کچھڑ پیدا کرنے والی ہلکی بارش میں شیر ہوتے ہیں جن کی بھوک ایسی بارش میں تیز ہو جاتی ہے۔
صَدَقَ يُعَاطُونَ الْكَمَاءَ حَتُّوْلَهُمْ تَحْتَ الْعَنَابِ بِالْوَشِجِ الزَّوْجِ
”یہ بہادر سوار (لڑنے میں) بڑے سچے ہیں جو گردوغبار کے ہادلوں کے نیچے اپنے جان لیوا
نیزوں کے ساتھ مقابل بہادروں کی جانیں نکال کر ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔“

أَمَرَ الْإِلَٰهَ بِرَبِّطِهَا لِأَعْدَائِهِمْ فِي الْحَرْبِ إِنَّ اللَّهَ خَيْرُ مُوَلِّقٍ
”اللہ تعالیٰ نے جنگ میں اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے ان گھوڑوں کو باندھ کر رکھنے کا
حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہتر توفیق دینے والا ہے۔“

لِتَكُونَ غِيْظًا لِلْعَدُوِّ حَيْطًا لِلدَّارِ إِنَّ دَلَقْتَ حُمُولَ النَّزْقِ

حضرت کعب کا قول بَلَّةَ الْآكُفِ اسی طرح ہے یعنی جب دشمن کے سروں کی کھوپڑیاں کٹ کر
دھوپ میں صاف نظر آرہی ہیں تو ہتھیاریوں کے متعلق سوال نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ بَلَّةَ مَا أَطْلَعْتُهُمْ
عَلَيْهِ ”میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور
نہ کسی کان نے ان کا ذکر سنا ہے، ان نعمتوں کو تو جانے دو جن پر میں نے انہیں آگاہ کر دیا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِفَحْجَةٍ مَلُومَةٍ یعنی جمع کیا ہوا الشکر۔ آپ کا قول ہے
كَفْصِدِ رَأْسِ الْمَشْرِقِ۔ اس میں صحیح وہ ہے جو حضرت ابن ہشام نے حضرت ابو زید سے روایت کیا
ہے كَرَأْسِ قُدْسِ الْمَشْرِقِ۔ کیونکہ مشرق کی جانب قدس ایک مشہور پہاڑ ہے۔ آپ کا قول ہے:

عِنْدَ الْهَيْبَاجِ أَسْوَدَ طَلَبٍ مُنْتَبِ

الطل کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش) اور لفق ہلکی بارش سے پیدا ہونے والے کچھڑ
کو کہتے ہیں، ایسی بارش کے وقت شیر سب سے زیادہ بھوکے اور غضبناک ہوتے ہیں۔

”تا کہ یہ گھوڑے دشمن کے لئے باعث غیظ و غضب بن جائیں اور اگر ان بد اخلاق غصہ ور لوگوں کے گھوڑے قریب آئیں تو ان کے مقابلے میں آکر یہ گھوڑے اپنے گھروں کے لئے دیوار بن جائیں۔“

وَ يُعِينَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ بِقُوَّةٍ مِّنْهُ وَ صَدَقَ الصَّبْرُ سَاعَةً نَّلْتَقِي
”اور جس وقت ہم دشمن سے لڑتے ہیں تو خدائے غالب اپنی طرف سے قوت اور صبر و استقامت کی صداقت کے ساتھ ہماری مدد فرماتا ہے۔“

وَ نَطِيعُ أَمْرٍ نَّبِينًا وَ نُجِيبُهُ إِذَا دَعَا لِكَرْيَهَةٍ لَّمْ نُسَبِّحِ
”اور ہم اپنے نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور جب وہ کسی جنگ کے لئے دعوت دیتے ہیں تو ہم سے کوئی بھی سبقت نہیں لے سکتا۔“

وَ مَتَى يَنَادُ إِلَى الشَّدَائِدِ نَاتِيهَا وَ مَتَى نَرِ الْحَوَامِتَ فِيهَا نَعْنِقُ
”اور جب آپ شدا ند کی طرف آواز دیتے ہیں تو ہم فوراً وہاں حاضر ہو جاتے ہیں اور جب ہم ان میں بڑے بڑے معرکے دیکھتے ہیں تو دوڑ کر ان میں شریک ہوتے ہیں۔“

مَنْ يَتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ فَإِنَّهُ مِنَّا مُطَاعُ الْأَمْرِ حَقٌّ مُّصَدِّقٌ
”جو شخص نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی پیروی کرے گا تو (اسے ایسا کرنا ہی چاہیے کیونکہ) آپ ہمارے اندر واجب الطاعت ہیں اور حقیقۃً لائق تصدیق ہیں۔“

فَبِذَلِكَ يَنْصُرُنَا وَ يُظْهِرُ عِزَّنَا وَ يُصَيِّنُنَا مِنْ نِّيلِ ذَلِكَ بِرُفْقٍ
”پھر اسی بناء پر آپ ہماری مدد فرماتے ہیں اور ہماری عزت بڑھاتے ہیں اور اسی چیز کے حصول کی وجہ سے آپ ہم پر لطف و کرم فرماتے ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ مُحَمَّدًا كَفَرُوا وَ ضَلُّوا عَنْ سَبِيلِ الْمُنْتَقِي
”بے شک جو لوگ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو جھٹلاتے ہیں وہ کافر ہیں اور پرہیزگاری کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: درج ذیل دو اشعار مجھے حضرت ابو زید نے سنائے:

تِلْكَم مَّعَ التَّقْوَى تَكُونُ لِبَاسَنَا

مَنْ يَتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ

اور انہوں نے ایک شعریوں پڑھا:

تَتَفَى الْجُوعُ كَرَّاسٍ قُدْسٍ الْمَشْرِقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْأَحْزَابُ حِينَ تَالَبُوا عَلَيْنَا وَ رَامُوا دِينَنَا مَا نَوَاعُ
”جب احزاب اکٹھے ہو کر ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہمارے دین کا قصد کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم مصالحت کے لئے تیار نہیں۔“

أَضَامِمٌ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمِلَانَ أَصْفَقَتْ وَ حَنِيفٌ لَمْ يَذَرُوا بِنَا هُوَ وَاقِعُ
”قیس بن عیلان اور خندف کے قبائل کی مخلوط جماعتیں ہمارے خلاف متحد ہو گئیں لیکن یہ نہ جانا کہ کیا ہونے والا ہے؟“

يَكُودُونَنَا عَنْ دِينِنَا وَ نَكُودُهُمْ عَنِ الْكُفْرِ وَالرَّحْنِ دَاءٍ وَ سَامِعُ
”وہ ہمیں ہمارے دین سے روکتے ہیں اور ہم انہیں کفر سے روکتے ہیں اور خداوند رحمن دیکھ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ عینیہ

قصیدہ عینیہ میں آپ کا قول ہے:

أَضَامِمٌ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمِلَانَ أَصْفَقَتْ

اضامیم کا واحد اضامۃ ہے اور یہ ہر مجتمع چیز کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اِضْمَامَةٌ مِنَ النَّاسِ وَ اِضْمَامَةٌ مِنَ كُتُبٍ یعنی لوگوں کا اجتماع اور کتابوں کا بندل۔

قیس عیلان اور قیس کہہ

حضرت کعب کا قول ہے: مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمِلَانَ اہل نسب کے نزدیک یہی مشور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیس کا دوسرا نام عیلان ہے، وہ اس کا بیٹا نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ایک عیلان نامی گھوڑے کے باعث قیس عیلان کے نام سے مشہور ہو گیا جس طرح بھیلہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والا قیس کہہ اپنے کہہ نامی گھوڑے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا۔ یہ دونوں قیس ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔ جب ان دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر کیا جاتا تو پوچھا جاتا: ان دونوں میں سے کون سا قیس۔ جواباً قیس بن عیلان یا قیس کہہ کہا جاتا۔ ایک قول یہ ہے کہ عیلان اس کے ایک کتے کا نام تھا۔ یہ بھی کہا

اور سن رہا ہے۔

إِذَا غَاطُّوْنَا فِي مَقَامِ أَعَانَا عَلَى غَيْظِهِمْ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَاسِعٌ
 ”جب بھی کسی مقام پر انہوں نے ہم پر غیظ و غضب کا اظہار کیا تو ان کے غیظ و غضب کے
 خلاف اللہ تعالیٰ کی وسیع نصرت نے ہماری مدد فرمائی۔“

وَذَلِكَ جِغْظُ اللَّهِ بَيْنَنَا وَ فَضْلُهُ عَلَيْنَا وَ مَنْ لَّمْ يَحْفَظِ اللَّهُ ضَالِعٌ
 ”اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری حفاظت تھی اور اس کا ہم پر فضل تھا اور جس کی اللہ تعالیٰ
 حفاظت نہ کرے وہ برباد ہو جانے والا ہے۔“

هَذَا نَا يَدِينِ الْحَقِّ وَ اخْتَارَهُ لَنَا وَ لِلَّهِ فَوْقَ الصَّابِعِينَ صَنَائِعُ
 ”اس نے دین حق کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور اسے ہمارے لیے منتخب فرمایا اور اللہ
 تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں دیگر تمام صانعین پر فوقیت رکھتی ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے ایک قصیدہ کے اشعار ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے متعلق
 یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا أَبْلَغُ قُرَيْشًا أَنَّ سَلْعًا وَ مَا بَيْنَ الْعُرَيْضِ إِلَى الصَّنَاوِ
 ”ارے! قریش کو یہ خبر پہنچا دو کہ سلع پہاڑ اور جو علاقہ وادی عریض اور صناد پہاڑ کے
 درمیان ہے

گیا ہے کہ عیلان ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے نزدیک وہ پیدا ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قبیلہ مضر کے
 ایک غلام کا نام ہے جس نے قیس کی پرورش کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیس بڑا نخی تھا، اس نے اپنا مال
 تلف کر دیا تو اس پر محتاجی (عیلہ) آگئی۔ اس وجہ سے اسے عیلان (محتاج) کہا جانے لگا۔ اس آخری
 قول کے لئے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک روئے کا یہ قول ہے:

وَ قَيْسٌ عَيْلَانٌ وَ مَنْ تَقَيَّمَا ”قیس عیلان اور جو لوگ اس قبیلہ کے مشابہ ہیں۔“

غزوہ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار

قصیدہ دالیہ میں آپ کا قول ہے:

وَ مَا بَيْنَ الْعُرَيْضِ إِلَى الصَّنَاوِ

نَوَاضِحٌ فِي الْخُرُوبِ مَذْرَبَاتٌ وَخُوصٌ فَلَيْتٌ مِنْ غَهْدٍ غَادٍ
 ”یہ ایسے نخلستان ہیں جنہیں جنگوں کے زمانہ میں عادیٹا اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا
 ہے اور یہاں وہ کنویں ہیں جو عادیٹ کے دور میں کھودے گئے تھے۔“

رَوَائِدُ يَزْخَرُ الثَّرَارُ فِيهَا فَلَيْتٌ بِالْجَنَامِ وَ لَا الْقِيَامِ
 ”یہ ایسے دائمی اور پائیدار ہیں جن میں مراد دریا کی موجیں اٹھتی تھیں۔ پس ان کا پانی نہ تو اتنا
 زیادہ تھا کہ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے اور نہ ان کا پانی بہت قلیل تھا۔“

كَانَ الْغَابَ وَالْبُرْدَى فِيهَا أَحْشَ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْخَصَادِ
 ”کھیتی کاٹنے کے لئے جب اس میں جگہ جگہ زرد رنگ کے قطعے بن جاتے تو ہانس کی

مریض ایک جگہ کا نام ہے اور صداد صد کی جمع ہے جو سخت زمین کو کہتے ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے: نَوَاضِحٌ فِي الْخُرُوبِ۔ نواضح سے مراد وہ نخلستان ہیں جنہیں
 اونٹوں کے ذریعے (نفع) سیراب کیا جاتا ہے اور خصوص سے مراد کنویں ہیں۔ کنویں کو خصوص اس
 لئے کہا کیونکہ جس طرح گڑھے میں بیٹھی ہوئی آنکھ (العين الخوصاء) گہری اور پست ہو جاتی ہے
 اسی طرح کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں گہری اور پست ہوتی ہیں۔ اس کی جمع خصوص آتی ہے۔
 ابو عبید نے اونٹوں کے وصف میں یہ شعر پڑھا:

مُحْبَسَةٌ بَوْلًا كَانَ عِيُونُهَا غَيُونُ الرُّكَايَا انْكَرَتْهَا الْمَوَاتِحُ
 ”ان اونٹوں کو شریف النسل ہونے کی وجہ سے گھر پر باندھا جاتا ہے اور ان کی کچلیاں نکل جاتی ہیں
 گویا ان کی آنکھیں ان کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں ہیں جن کا پانی نکالنے والوں نے ختم کر دیا
 ہو۔“

حضرت کعب کا قول ہے: يَزْخَرُ الثَّرَارُ فِيهَا۔ ایک دریا کا نام ہے۔ آپ کا قول ہے:

كَانَ الْغَابَ وَالْبُرْدَى فِيهَا أَحْشَ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْخَصَادِ
 اس سے مراد ہوا کی ہلکی سرسراہٹ ہے جو احش کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔

احش اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آواز بیٹھی ہوئی ہو۔ کبھی کبھی ہلکی ہوا کی وجہ سے پودوں کو بھی
 گنگنانے کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے رَوْضَةٌ غَنَاءُ (گنگنانے والا باغ) یہ بھی کہا گیا
 ہے کہ یہ صفت ان مکھیوں کی آواز کی وجہ سے لائی جاتی ہے جو باغ میں اڑتی ہیں۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔
 حضرت کعب کا قول ہے: تَبَقَّعَ لِلْخَصَادِ یعنی خشک ہونے کی وجہ سے اس کھیتی میں سفید رنگ کے

جھاڑیاں اور بردی گھاس کے پودے ان میں ایک شور سا برپا کر دیتے۔“

وَلَمْ نَجْعَلْ تِجَارَتَنَا اشْتِرَاءَ الْ حَمِيرٍ لِأَرْضٍ دَوَسٍ أَوْ مُرَادٍ
”اور ہم (یمن کے) قبیلہ دوس اور قبیلہ مراد کی زمین کے لئے گدھوں کی خرید و فروخت کا کاروبار نہیں کرتے۔“

بِلَادٍ لَمْ تَثَرِ إِلَّا لِكَيْمَا نَجَالِدُ إِن نَشِطْتُمْ لِلْجَلَادِ
”(بلکہ ہمارے پاس) وہ بلاد ہیں جہاں کھیتی باڑی صرف اس مقصد کے لئے کی جاتی ہے کہ اگر تم لڑائی کے لئے اچھلو کودو تو ہم تمہارا پورا پورا مقابلہ کریں گے۔“

قطع بن جاتے ہیں۔ جب کھیتی اس طرح ہو جائے تو اسے ارقاط، اسحام اور اسحار کہا جاتا ہے اور جب اس کی بالیوں میں دانے پڑ جائیں تو کہا جاتا ہے: الْحَمَّ، اَسْفَى (کھیتی میں دانہ پڑ گیا) یہ اَسْفَى سے مشتق ہے اور اَشَعُّ (بالی کا دانوں سے پر ہونا) یہ الشَّعَاع سے مشتق ہے، شین کے فتح اور کسرہ کے ساتھ۔ یہ بھی السْفَى کا ہم معنی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے اَسْبَلُ الزَّرْعِ (کھیتی خوشے نکال لائی) یہ اَسْبَلُ سے مشتق ہے، جس طرح کہا جاتا ہے: بَعِيرٌ حَظْلٌ (بہت زیادہ اندرائن کھانے والا اونٹ) اور اَحْظَلُ الْمَكَانِ (کسی جگہ کا بہت اندرائن والی ہونا) یہ حَظْلٌ (اندرائن) سے مشتق ہے۔ یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور بنو تمیم سَبَلٌ کہتے ہیں۔ رہے ہمدان تو وہ سَبَلٌ (بالیاں) کو سَبُولٌ کہتے ہیں۔ اس کا واحد سَبُولَةٌ ہے۔ ان کی لغت کا قیاس بھی یہی ہے کہ اَسْبَلٌ کہا جائے۔ اس شعر میں اور اس سے پہلے شعر میں انصار نے اپنے نخلستانوں اور قلعوں پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انصار بہت عزت و غلبہ اور قوتِ دفاع کے مالک تھے اور زمانہ قدیم سے ان کے بلاد پر کوئی غالب نہیں آسکا تھا، حالانکہ عرب کے دیگر اکثر دیہاتوں کو ان کے علاقوں سے جلا وطن کر دیا گیا اور خوف و ہراس نے ان کو اپنے اوطان سے نکال دیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں یہی مفہوم ادا کیا ہے:

أَوْلَادُ جَفْنَةٍ حَوْلَ قَبْرِ أَبِيهِمْ قَبْرِ ابْنِ مَارِيَةَ الْكَرِيمِ الْمُفْضِلِ
”جفنہ کی اولاد اپنے کریم اور بھلائی کرنے والے باپ ابن ماریہ کی قبر کے ارد گرد رہتی ہے۔“

کیونکہ ان کا اپنے آباء و اجداد کی قبور کے ارد گرد مقیم رہنا ان کی قوت و شوکت کی اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس قطعہ زمین کو پسند کرتے اور اپنے لیے خاص کر لیتے وہاں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا تھا۔

اَقْرْنَا سِكَّةَ الْاَنْبَاطِ فِيْهَا فَلَمْ تَرَ مِثْلَهَا جَلْهَتِ وَاِدِ
ان بلاد میں ہم نے کھجوروں کی قطاریں قوم انباط کے طریقے کے مطابق لگائی ہیں (جنہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا) پس تم نے اس جیسے وادیوں کے مناظر نہ دیکھے ہوں گے۔

قَصَرْنَا كُلَّ ذِي حُضْرٍ وَ طَوَّلَ عَلَى الْغَايَاتِ مُقْتَدِرِ جَوَادِ
”ہم میں سے ہر ایک نے ایک بہترین تیز رفتار گھوڑا باندھ رکھا ہے جو اپنے منہائے نظر پر پہنچنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔“

اَجِیْبُوْنَا اِلٰی مَا نَجْتَدِيْكُمْ مِّنَ الْقَوْلِ الْبَیِّنِ وَالسَّدَادِ
”تم ہمیں اس کا جواب دو جو تم سے صاف، واضح اور سیدھی بات کا مطالبہ کرتے ہیں۔“
وَ اِلَّا فَاصْبِرُوْا لِجَلَادِ یَوْمٍ لَّكُمْ مِّثًا اِلٰی شَطْرِ الْمَدَادِ
”ورنہ مقام مذا (مدینہ کے قریب ایک مقام) کی سمت پر کسی دن بھی ہماری طرف سے جنگ کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔“

نُصَبِّحُكُمْ بِكُلِّ اَحْوٰی حُرُوْبٍ وَ كُلِّ مُطَهَّمٍ سَلِسِ الْقِيَادِ
”ہم تم پر صبح سویرے ایسے لشکر لے کر حملہ آور ہوں گے جن کا ہر فرد ماہر جنگ ہوگا اور ہر گھوڑا بھرپور جسم والا اور آسانی سے چلایا جانے والا ہوگا۔“

وَ كُلِّ طَبِیْرَةٍ خَفِیْقٍ حَشَاہَا تَلِیْفٍ دَفِیْفٍ صَفْرَاءِ الْجَرَادِ

حضرت کعب کا قول ہے:

اَقْرْنَا سِكَّةَ الْاَنْبَاطِ فِيْهَا

سکہ قطار میں لگے ہوئے کھجور کے درختوں کو کہتے ہیں یعنی ہم نے ان درختوں کو اس طرح لگایا جس طرح قوم انباط کے لوگ اپنے شہروں میں لگاتے ہیں کہ ان پر کسی مکار کے مکر و فریب کا خوف نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی یہی مراد ہے: خَيْرُ الْمَالِ سِكَّةٌ مَا بُوْرَةٌ ”بہترین مال قطار میں لگے کھجور کے وہ درخت ہیں جن کی تابیر کی گئی ہو۔ اور السِّكَّةُ السِّنَّةُ (ہل کا پھل) کو بھی کہتے ہیں اور یہ وہ لوہا ہے جس کے ذریعے کسان زمین کو پھاڑتے ہیں۔ اسے اَلْمَان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصمعی کی تفسیر ہے اور ابو عبید نے ایک اور معنی میں اس شعر کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد کھجور کے درخت ہی ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے: اُبَيْثَتِ الْاَرْضُ۔ یہ اَنْبِثَتْ (کاشت کرنا) کے معنی میں ہے۔ یہ ابو ضیفہ کا قول ہے اور حماسہ میں مروی ہے:

اور ہر گھوڑا لمبی ٹانگوں والا تیز رفتار اور اچھل کر چلنے والا ہوگا جس کے باطنی اعضاء ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں جو اتنی تیزی سے اڑتا ہے جتنی تیزی سے انڈے دینے والی ٹڈیاں اڑتی ہیں
وَ كُلِّ مَقْلَصٍ الْأَرَابِ نَهْدَ تَبِيْمِ الْخَلْقِ مِنْ أُخْرٍ وَ هَادِي
”اور ہر گھوڑا موٹے اعضاء والا، فر بہ اور آگے اور پیچھے سے بالکل مکمل تخفیف والا ہوگا۔“

خِيُولٌ لَا تَضَاعُ إِذَا أَضِيعَتْ خِيُولُ النَّاسِ فِي الشَّيَةِ الْجَمَادِ
”یہ ایسے گھوڑے ہیں کہ جب قحط کے سال میں دیگر لوگوں کے گھوڑے ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ ضائع نہیں ہوتے۔“

يَنَازِعَنَّ الْأَعْنَةَ مُصْغِيَاتٍ إِذَا نَادَى إِلَى الْفَرْعِ الْمَنَادِي
”جب منادی جنگ کے لئے نداء دیتا ہے تو یہ گھوڑے اسے توجہ سے سنتے ہوئے اپنی لگاموں سے لڑنے لگتے ہیں۔“

إِذَا قَالَتْ لَنَا النَّذْرُ اسْتَعِذُوا تَوَكَّلْنَا عَلَى رَبِّ الْعِبَادِ
”جب خوف و شر سے متنبہ کرنے والے لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ تیار ہو جاؤ تو ہم تمام بندوں کے پروردگار پر توکل کر لیتے ہیں۔“

وَ قُلْنَا لَنْ يُفْرِجَ مَا لَقِينَا سِوَى ضَرْبِ الْقَوَانِسِ وَالْجِهَادِ
”اور کہتے ہیں کہ جس لڑائی سے ہم دوچار ہوئے ہیں یہ دشمن کے خودوں کو تلواریں سے کاٹنے اور جہاد کرنے کے بغیر نہیں چھوٹے گی۔“

فَلَمْ تَرَ غُصْبَةً فِينَن نَقِينَا مِنْ الْأَقْوَامِ مِنْ قَارٍ وَ بَادِي
”جن قوموں سے ہم دوچار ہوئے خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی ان میں تم نے کوئی ایسا گروہ

هَلَمْ إِلَيْهَا قَدْ أَبِثْتُ زُرُوعَهَا

”اس زمین کی طرف آؤ، اس کی کھیتیاں کاشت کر دی گئی ہیں۔“

اس کا معنی اِثْبَرْتُ ہے اور الغرب المصنف میں ہے:

وَ حَقُّ بَنِي شِغَارَةَ أَنْ يَقُولُوا لِصَخْرِ الْعُغْيِ مَاذَا تَسْتَبِثُ

”اور بنی شغارہ کا حق ہے کہ وہ صخر العُغْي سے پوچھیں کہ تو کیا کاشت کروانا چاہتا ہے؟“

ابو عبید قاسم بن سلام نے غلطی کی ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ تَسْتَبِثُ، نَبِثَةُ الْبَنْرِ سے مشتق

ہے جس کا معنی کنویں سے نکالی جانے والی مٹی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو شاعریوں کہتا تَسْتَبِثُ بَاء سے

نہیں دیکھا ہوگا

أَشَدَّ نَسَلَةً مِنَّا إِذَا مَا أَرَدْنَاهُ وَالَّتَيْنِ فِي الْوَدَادِ
جو ہم سے اس وقت زیادہ بہادر اور سخت جان ہو جب ہم ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں اور
ہم سے باہمی محبت میں اس وقت زیادہ نرم اخلاق ہو۔

إِذَا مَا نَحْنُ أَشْبَرَجْنَا عَلَيْهَا جِمَادَ الْجُدُلِ فِي الْأَرْبِ الشِّدَادِ
”جب ہم اس جماعت کے جسموں پر مضبوط بندش والی بہترین زرہیں سخت گرہوں میں
باندھتے ہیں

قَذَفْنَا فِي السَّوَابِغِ كُلَّ صَقَرٍ كَرِيمٍ غَيْرِ مُعْتَلِثٍ الزِّنَادِ
تو ہم ان بھرپور زرہوں میں (گویا) ہر ایسا شریف النسل شکرہ ڈالتے ہیں جو جنگ کے
چقماق سے انجان طریقے سے چنگاری نہیں نکالتا (بلکہ اس میں بڑا ماہر ہے)۔“

أَشْمَ كَتَّهَ أَسَدٌ عَبُوسٌ غَدَاةً بَدَا يَبْطِنُ الْجِنْعُ غَادِي
”جو اونچی ناک والا ہے (یعنی باعزت ہے) جب اس کے پاس وادی کے دامن سے صبح

پہلے نون کے ساتھ۔

حضرت کعب کا قول ہے: جَلَّهَاتِ وَاو۔ جَلَّهَاتِ وادی کے وہ حصے ہوتے ہیں جن سے سیلاب
گزر کر وہاں کے درختوں کو اکھاڑ دیتے ہیں اور وادی کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ الْجَلَّة سے مشتق ہے
جس کا معنی ہے سر کے اگلے حصہ کے بالوں کا اڑ جانا۔

آپ کا قول ہے: صَفَرَاءُ الْجَرَادِ۔ یہ ان ٹڈیوں کو کہتے ہیں جو انڈے دیتی ہیں۔ یہ بہت تیزی
سے اڑتی ہیں اور کتفان ٹڈیاں خیفان (انڈے دینے والی ٹڈیاں) سے بڑی ہوتی ہیں۔ اور ٹڈی کا
سب سے پہلا مرحلہ دودھ لہلاتا ہے اور اسے غمص بھی کہا جاتا ہے۔ اسے یمن کا سمندر پھینکتا ہے، اس کے
نکلنے سے پہلے ایک خاص علامت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اس سمندر سے ایک بجلی سترہ بار چمکتی ہے۔ اس
سے لوگوں کو ٹڈیوں کے نکلنے کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

آپ کا قول ہے: غَيْرِ مُعْتَلِثٍ الزِّنَادِ۔ الزِّنَادُ الْمُعْتَلِثُ اس چقماق کو کہتے ہیں جس کے
بارے معلوم نہ ہو کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اعتلات کا اصل معنی اختلاط ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَثْتُ
الطَّعَامَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص گندم کو جو کے ساتھ خلط ملط کر دے۔ اور علثہ وہ
چقماق ہوتا ہے جو آگ نہیں نکالتا۔

کے وقت کوئی شخص فریاد لے کر آتا ہے تو اس وقت گویا وہ ایسا ترش رو شیر ہوتا ہے

يُغَشِّيْ هَامَةً الْبَطْلُ الْمَذِيَّ صَبِيَّ السَّيْفِ مُسْتَرْحِي النَّجَادِ
جوانتہائی طاقتور بہادر کی کھوپڑی پر تلوار کا درمیانی حصہ مار کر چھا جاتا ہے درآں حالیکہ اس کی
تلوار کا پرتلہ ڈھیلا ہوتا ہے (یعنی وہ دراز قد ہوتا ہے)۔“

لِنُظْهِرَ دِيْنَكَ اللَّهُمَّ إِنَّا بِكَفِكَ فَاهِدِنَا سُبُلَ الرِّشَادِ
”(یہ سب کچھ ہم اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اے اللہ! ہم تیرے دین کو غالب کر سکیں۔
بے شک ہم تیرے قبضہ قدرت میں ہیں پس تو ہمیں رشد و ہدایت کے راستوں پر چلنے کی توفیق
عطا فرما۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر قَصْرُنَا كُلُّ ذِي حَضَرٍ وَ طَوْلِ اور اس کے
بعد دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر نیز یہ شعر اَشْمَ كَانَهُ اَسَدٌ عَبُوسٌ اور اس کے بعد کا شعر، یہ سب
ابوزید انصاری سے مروی ہیں۔

عمر و پر مسافع کی آہ و بکاء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جح نے یہ اشعار
کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکاء کرتا ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس
کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

عَمْرُو بْنُ عَبْدِ كَانَ أَوَّلَ فَارِسٍ جَزَعُ الْمَذَادَ وَ كَانَ فَارِسَ يَلِيلِ
”عمرو بن عبدود وہ پہلا سوار تھا جس نے مقام مذاد (یعنی دفاع کے مقام) کو قطع کیا اور وہ
وادی یلیل کا سوار تھا (یعنی وادی بدر کا)۔“

سَمَحُ الْخَلَائِقِ مَاجِدُ دُوْ مِرَّةٍ يَبْغِي الْقِتَالَ بِشِكَّةٍ لَّمْ يَنْكَلِ
”وہ سب لوگوں کے لئے نخی تھا، بزرگ تھا اور ایسا طاقتور تھا جو ہتھیار اٹھائے معرکہ جنگ کی
تلاش میں رہتا تھا اور خوف و ہراس کی وجہ سے منہ نہیں پھیرتا تھا۔“

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ حِينَ وَلَوْا عَنْكُمْ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ فِيْهِمْ لَمْ يَعْجَلِ
”جس وقت وہ لوگ (قریش و غطفان) تم سے پیٹھ پھیر کر واپس ہوئے تو تمہیں معلوم ہے
کہ ان میں یہ عمرو بن عبدود ہی تھا جس نے جلد بازی نہیں کی تھی۔“

حَتَّى تَكْنَفَهُ الْكُمَاةُ وَ كُلُّهُمْ يَبْغِي مَقَاتِلَهُ وَ لَيْسَ بِوُتْلِ

”یہاں تک کہ جنگجوؤں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور سب کے سب اس کی قتل گاہیں تلاش کرنے لگے اور وہ کوتاہی کرنے والا ثابت نہ ہوا۔“

وَلَقَدْ تَكَنَّفَتِ الْأَيْسَنَةُ فَارِسًا بِجَنُوبِ سَلْعٍ غَيْرِ نَكْسٍ أَمِيلٍ
”جبلِ سلع کے جنوب میں نیزوں کی بوچھاڑ نے ایک ایسے سوار کو گھیر لیا جو کمزور کمینہ اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھا۔“

تَسْلُ النِّزَالِ عَلَيَّ فَارِسَ غَالِبٍ بِجَنُوبِ سَلْعٍ لَيْتَهُ لَمْ يَنْزِلِ
اے علی! جبلِ سلع کے جنوب میں تم بنی غالب کے سوار (عمرو بن عبدود) کو دعوتِ مبارزت دے رہے تھے، کاش وہ (تم جیسے بہادر آدمی کی دعوتِ مبارزت پر) مقابلہ کے لئے نہ اترتا۔

فَاذْهَبْ عَلَيَّ فَمَا ظَفِرْتُ بِيْثِلِهِ فَخْرًا وَ لَا لَأَقِيْتَ مِثْلَ الْمُعْضِلِ
”پس جاؤ اے علی! قابلِ فخر ہونے کے لحاظ سے تم اس جیسا آدمی بننے میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ اس کی طرح سنگین اور صبر آزمایا صورتِ حال سے دوچار ہوئے۔“

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِفَارِسٍ مِّنْ غَالِبٍ لَا قِيَّ حِمَامَ الْمَوْتِ لَمْ يَتَحَلَّحْ
”میری جان بنی غالب کے اس سوار پر قربان ہو جس نے موت کا سامنا کیا لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔“

أَعْنَى الَّذِي جَزَعَ الْمَدَادَ بِمُهْرِهِ طَلَبًا لِثَارِ مَعَاشِرٍ لَّمْ يَخْذُلِ
”میری مراد وہ شخص ہے جس نے مختلف گروہوں کا انتقام لینے کے لئے اپنے گھوڑے کے ذریعے مقامِ مزاد کو طے کر لیا اور انہیں ذلیل و رسوا نہ ہونے دیا۔“

عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت
مسافع نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ ان سواروں کو ملامت کرتا ہے جو عمرو کے ساتھ تھے مگر اسے چھوڑ کر واپس نکل آئے:

عَمْرُو بْنُ عَبْدٍ وَالْجِيَادُ يَقُودُهَا خَيْلٌ تَقَادُ لَهُ وَ خَيْلٌ تَنْعَلُ
”جس وقت عمدہ گھوڑوں کی باگ ڈور ایسے سوار سنبھال رہے تھے جنہیں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کے لئے لایا جا رہا تھا اور لوہے کے جوتے پہنے ہوئے سوار ان کی باگ ڈور سنبھال رہے تھے۔“

أَجَلَّتْ فَوَارِسُهُ وَ غَادَرَ رَهْطُهُ رُكْنَا عَظِيمًا كَانَ فِيْهَا أَوَّلُ

”تو عمرو بن عبدود کے سوار (جان بچانے کے لئے) بکھر گئے اور اس کے اس گروہ نے اپنے ایک ایسے عظیم رکن کو چھوڑ دیا جو ان میں اول درجہ رکھتا تھا۔“

عَجَبًا وَإِنْ أَعْجَبُ فَقَدْ أَبْصَرْتُهُ مَهْمَا تَسُومُ عَلَيَّ عَمْرًا يَنْزِلُ
”اس بات پر مجھے تعجب ہے اور اگر میں تعجب کرتا ہوں تو اس وجہ سے کہ میں نے دیکھا ہے
اے علی! جب بھی تم نے عمرو کو دعوتِ مبارزت دی تو وہ مقابلہ کے لئے اتر آیا۔“

لَا تَبْعَدَنَّ فَقَدْ أَصَبْتُ بِقَتْلِهِ وَ لَقِيتُ قَبْلَ الْمَوْتِ أَمْرًا يَنْتَقِلُ
(اے علی!) اب ہم سے دور ہرگز نہ ہونا (بلکہ ہم سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا) کیونکہ مجھے
عمرو کے قتل سے مصیبت پہنچی ہے اور میں موت سے پہلے ایک بوجھل چیز سے دوچار ہو گیا ہوں۔
وَ هُبَيْرَةُ الْمَسْلُوبُ وَلَى مُدْبِرًا عِنْدَ الْقِتَالِ مَخَافَةً أَنْ يُقْتَلُوا
اور لوٹا ہوا ہبیرہ لڑائی کے وقت اس خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگا کہ لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔
وَ ضَرَّادُ كَانَ الْبَاسُ مِنْهُ مُحْضَرًا وَلَى كَمَا وَلَى اللَّيْمُ الْآغْزَلُ
”اور ضرار جس کی وجہ سے لڑائی شدت اختیار کر جاتی تھی، اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگا جیسے
کوئی نہتا کمینہ آدمی بھاگا ہو۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مسافع کے ہیں اور
اس کا یہ شعر عَمْرًا يَنْزِلُ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکا اور اپنے فرار کی عذر خواہی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار کہے جن میں وہ اپنے بھاگنے کا
عذر پیش کرتا ہے، عمرو پر آہ و بکا کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:
لَعْنَتِي مَا وَلَّيْتُ ظَهْرِي مُحَدًّا وَ أَصْحَابَهُ جُبْنًا وَ لَا خِيْفَةَ الْقَتْلِ
”مجھے اپنی جان کی قسم! میں نے بزدلی اور قتل ہو جانے کے خوف سے محمد (ﷺ) اور ان
کے اصحاب سے پیٹھ نہ پھیری۔“

وَ لَكِنِّي قَلْبْتُ أَمْرِي فَلَمْ أَجِدْ لِسَيْفِي غِنَاءً إِنْ ضَرَبْتُ وَ لَا نَبْلِي
”لیکن میں نے اپنا معاملہ خود ہی پلٹ لیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ نہ میری تلوار سے کوئی
فائدہ ہے اگر اسے چلاؤں اور نہ میرے تیر سے (کوئی فائدہ ہے)۔“

وَقَفْتُ فَلَمَّا لَمْ أَجِدْ لِي مُقَدِّمًا صَدَرْتُ كَضِرْ غَامٍ هَزَبٍ أَبِي سَبِيلٍ

”میں خود ہی ٹھہر گیا، پھر جب میں نے پیش قدمی کا کوئی موقع نہ پایا تو بچوں والے اس زبردست شیر کی طرح رک گیا

ثُمَّ عِطْفَهُ عَنْ قَرْنِهِ حِينَ لَمْ يَجِدْ مَكْرًا وَ قَدْ كَانَ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِي
جس نے اپنے دم مقابل سے اس وقت پہلو تہی کر لی ہو جب کوئی کارگر تدبیر اور پیش قدمی کا موقع نہ پایا ہو اور میرا ہمیشہ یہی عمل رہا ہے۔“

فَلَا تَبْعَدَنَّ يَا عَمْرُو حَيًّا وَهَالِكًا وَحَقُّ لِحُسْنِ الْمَدْحِ مِثْلُكَ مِنْ مِثْلِي
”پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا اور تجھ جیسا شخص مجھ جیسے آدمی کی طرف سے اچھی تعریف کا حق دار ہے۔“

وَلَا تَبْعَدَنَّ يَا عَمْرُو حَيًّا وَهَالِكًا فَقَدْ بَنَتْ مَحْشُودَ الشَّيْءِ مَا جَدَّ الْأَصْلُ
”پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا، تم تو اچھی تعریف کے قابل اور ماجد الاصل ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہو۔“

فَمَنْ لِيَطْرَادَ الْخَيْلِ تُقْدَعُ بِالْقَنَا وَلِلْفَخْرِ يَوْمًا عِنْدَ قَرْقَرَةِ الْبَزْلِ
”تو (عمرو کے بعد) اب کون ہے جس کے ذریعے حملہ آور سواروں کو نیزوں کے ساتھ روک دیا جائے اور کون ہے جو کسی دن اونٹوں کی طرح بلبل کر فخر یہ کلام کرنے والوں کے لئے باعث فخر ہو۔“
هَذَا لَوْ كَانَ ابْنُ عَبْدِ لَزَارَهَا وَ فَرَجَهَا حَقًّا فَتَبَى غَيْرُ مَا وَغَلِ
”وہاں اگر عمرو بن عبدود ہوتا تو وہ ان سواروں کا سامنا کرتا اور ایک سچے نسب والا نوجوان بن کر انہیں (میدان جنگ سے) حقیقتہً منتشر کر دیتا۔“

فَعَنَّكَ عَلِيٌّ لَا أَرَى مِثْلَ مَوْقِفِ وَقَفْتَ عَلَى نَجْدِ الْمَقْدَمِ كَالْفَحْصِ
”پس اے علی! دور ہو جا میں کوئی ایسا مقام نہیں دیکھتا جہاں تو ایک جوان مرد کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے بہادر کے سامنے ٹھہر سکے گا۔“

فَمَا ظَفِرَتْ كَفَاكَ فَخْرًا بِمِثْلِهِ أَمِنَتْ بِهِ مَا عِشْتَ مِنْ زَلَّةِ النَّعْلِ
”تیرے ہاتھ اس جیسا قابل فخر آدمی بننے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کا جوتا پھسل جانے کی وجہ سے تو زندگی بھر کے لئے اس سے مامون ہو گیا۔“

عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکا

ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکا کرتا ہے اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

لَقَدْ عَلِمْتُ عَلِيًّا لَوْثِي بِنِ غَالِبٍ لَفَارِسُهَا عَمْرُو إِذَا نَابَ نَائِبُ
”یقیناً قبیلہ لوی بن غالب کے بلند مرتبہ لوگوں نے خوب جان لیا کہ جب کوئی مصیبت کی
گھڑی آئے تو ان کا شہسوار عمرو ہی ہوا کرتا ہے۔“

لَفَارِسُهَا عَمْرُو إِذَا مَا يَسُومُهُ عَلِيٌّ وَ إِنَّ اللَّيْثَ لَا بُدَّ طَالِبُ
”ان کا شہسوار اس وقت بھی عمرو ہی تھا جب (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے اسے دعوتِ
مبارزت دی اور بے شک شیر کیلئے کسی نہ کسی مقابلہ کی دعوت دینے والے کا ہونا ضروری ہے۔“

عَشِيَّةَ يَدْعُوهُ عَلِيٌّ وَ إِنَّهُ لَفَارِسُهَا إِذَا خَامَ عَنْهُ الْكَتَائِبُ
”جس شام کو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اسے دعوت دے رہے تھے درآں حالیکہ سارا
لشکر نہایت بزدلی سے واپس ہو گیا تو وہی ان کا شہسوار تھا۔“

فَيَا لَهْفَ نَفْسِي إِنَّ عَمْرًا تَرَكْتُهُ بِيَثْرَبَ لَا زَالَتْ هُنَاكَ الْمَصَائِبُ
”ہائے افسوس مجھے اپنی جان پر کہ میں عمرو کو مدینہ چھوڑ کر چلا آیا جہاں اس کے لئے
مصیبتوں پر مصیبتیں ٹوٹ رہی تھیں۔“

عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ عمرو بن عبدود کے قتل پر
فخر کا اظہار کرتے ہیں:

بَقِيَّتُكُمْ عَمْرُو أَبْحَنَاهُ بِالْقَنَا بِيَثْرَبَ نَحْيِي وَالْحُمَاهُ قَلِيلُ
”ایک عمرو ہی تمہارا شہسوار باقی رہ گیا تھا، اسے بھی ہم نے نیزوں کے ساتھ یثرب میں اس
وقت مباح بنا دیا جب ہم اپنا تحفظ کر رہے تھے حالانکہ محافظ تھوڑے تھے۔“

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِكُلِّ مُهَنْدٍ وَ نَحْنُ وَلَاءُ الْحَرْبِ حِينَ نَصُولُ
”اور ہم نے تمہیں ہر ہندی تلوار کے ساتھ قتل کیا اور ہم ہی اس وقت جنگ کرنے کے اہل
ہوتے جب ہم حملہ کرتے۔“

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِبَدْرِ فَاصْبَحَتْ مَعَاشِرُكُمْ فِي الْهَالِكِينَ تَجُولُ
”اور ہم نے تمہیں میدانِ بدر میں قتل کیا تو تمہارے گروہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں چکر
لگانے لگے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

أَمْسَى الْفَتَى عَمْرُو بْنُ عَبْدِ يَتَّى بِجَنُوبٍ يَثْرَبَ قَارَةٌ لَمْ يَنْظُرْ
”نوجوان عمر و بن عبدود یثرب کے جنوب میں اپنا انتقام لینے آیا تھا لیکن اسے ذرا بھی مہلت نہ دی گئی (اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا)۔“

فَلَقَدْ وَجَدَتْ سَيُوفَنَا مَشْهُورَةً وَ لَقَدْ وَجَدَتْ جِيَادَنَا لَمْ تَقْصِرْ
”یقیناً تو نے دیکھا کہ ہماری تلواریں لہرائی جا رہی تھیں اور تو نے دیکھا کہ ہمارے تیز رفتار گھوڑوں کو روکا نہ جاسکا۔“

وَ لَقَدْ لَقِيتَ غَدَاةً بَدْرٍ عُصْبَةً ضَرْبُوكَ ضَرْبًا غَيْرَ ضَرْبِ الْحُسْرِ
”اور یقیناً تم بدر کے موقع پر ایسے لشکر سے دوچار ہوئے جس نے تیرے ساتھ ایسی شمشیر زنی کی جو غیر زرہ پوشوں کی شمشیر زنی نہ تھی۔“

أَصْبَحْتَ لَا تَدْعِي لِيَوْمٍ عَظِيمَةٍ يَا عَمْرُو أَوْ لِحَسِيمٍ أَمْرٍ مُنْكَرٍ
”اے عمرو! اب تیری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کسی عظیم جنگ کے دن یا کسی بڑے بھیاں ک موقع پر تجھے دعوت نہ دی جائے گی۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:
أَلَا أَيْلَعُ أَبَا هَذِمٍ رَسُولًا مَغْلَقَةً تَحْبُ بِهَا الْبَطِي
”اے وہ قاصد جس کے چلتے چلتے پاؤں گھس گئے ہیں میرا وہ پیغام پہنچا دو جس کو اونٹنیاں تیزی سے لے جاتی ہیں۔“

أَكُنْتُ وَلَيْكُمُ فِي كُلِّ كُرَّةٍ وَ غَيْرِي فِي الرَّعَاءِ هُوَ الْوَلِيُّ
”کیا ایسی بات نہیں کہ میں ہر مصیبت کے موقع پر تمہارا دوست رہا حالانکہ میرے سوا دوسرے لوگ خوشگوار حالات میں دوست تھے۔“

وَمِنْكُمْ شَاهِدٌ وَّ لَقَدْ رَأَيْتُ رَفَعْتُ لَهُ كَمَا اخْتَلَبَ الصَّبِيُّ
”اور تم میں وہ شاہد موجود ہے جس نے یہ منظر دیکھا کہ مجھے اس کے سامنے اسی طرح اٹھالیا
گیا جس طرح بچے کو اٹھالیا جاتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ربیعہ بن امیہ دیلمی کے ہیں اور
ان کے آخر میں یہ شعر بھی روایت کیا جاتا ہے:

كَيْتَ الْخَزْرَجِيِّ عَلَى يَدَيْهِ وَ كَانَ شِفَاءَ نَفْسِي الْخَزْرَجِيُّ
”تو نے اس خزر جی کو اس کے دونوں ہاتھوں کے بل اوندھا گرا دیا اور وہ خزر جی میرے دل
کی شفا بن گیا۔“

یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ابواسامہ جشمی کے ہیں۔

غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی قریظہ کے
بارے میں یہ اشعار کہے جن میں آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہیں اور بنی
قریظہ کے متعلق آپ کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ سَجَمْتُ مِنْ دَمْعٍ عَيْنِي عَبْرَةً وَ حَقَّ لِعَيْنِي أَنْ تَفِيضَ عَلَى سَعْدٍ
”بے شک میری آنکھ کے آنسوؤں سے ایک بڑا آنسو بہہ نکلا ہے اور میری آنکھ کا حق ہے
کہ وہ سعد پر آنسو بہائے

قَتِيلٌ ثَوَى فِي مَعْرَكٍ فُجِعَتْ بِهِ عَيُّونُ ذَوَارِي الدَّمْعِ دَائِمَةً الْوَجْدِ
اس شہید پر جو میدانِ جنگ میں پیوندِ خاک ہو گیا اور جس پر دائمی حزن و ملال والی اور آنسو
بہانے والی آنکھیں درد مند ہو گئیں۔“

عَلَى مِلَّةِ الرَّحْمَنِ وَارِثَ جَنَّةٍ مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا أَكْرَمُ الْوَفْدِ
”وہ خداوندِ رحمن کے دین پر شہید ہو کر ان شہداء کے ساتھ جنت کے وارث بن گئے جن کا
گروہ سب سے مکرم گروہ ہے۔“

فَإِنْ تَكَ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا وَ أَمْسَيْتَ فِي غَيَاءٍ مُظْلِمَةٍ اللَّحْدِ
”پس (اے سعد!) اگر تم ہم سے رخصت ہو گئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر تاریک لحد والی قبر میں

آرام فرما ہو گئے ہو (تو کوئی حرج نہیں)۔

فَإِنَّ الَّذِي يَأْسَعِدُ أَبْتَ بِشَهْدٍ كَرِيمٍ وَ أَثْوَابِ الْمَكَارِمِ وَالْحَمْدِ
کیونکہ اے سعد! تم وہ شخص ہو کہ تعریف اور مکارم اخلاق کے لباس میں ملبوس ہو کر عزت
والے مقام کی طرف لوٹ گئے ہو۔

بِحُكْمِكَ فِي حَيِّ قَرِيطَةَ بِالَّذِي قَضَى اللَّهُ فِيهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلَى عَمْدٍ
”قریطہ کے دونوں قبیلوں کے بارے میں ایسا فیصلہ کر کے (اس مقام کی طرف لوٹ گئے
ہو) کہ جو فیصلہ تم نے اپنی رائے سے کیا تھا وہی اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا۔“

فَوَافَقَ حُكْمَ اللَّهِ حُكْمَكَ فِيهِمْ وَ لَمْ تَعْفُ إِذْ ذُكِّرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدٍ
”پس ان کے بارے میں تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بالکل موافق ہو گیا، اور تم نے
معاف نہیں کیا جبکہ تمہیں عہد و پیمان بھی یاد کرایا گیا۔“

فَإِنْ كَانَ رَبُّبُ الدَّهْرِ أَمْضَاكَ فِي الْآلِي شَرَوْا هَذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّتَيْهَا الْخُلْدِ
”پھر اگر گردشِ زماں نے ان لوگوں کی وجہ سے تمہیں اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنہوں
نے دائمی جنتوں کے بجائے یہ دنیا خریدی

فَنَعْمَ مَصِيرُ الصَّادِقِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ
(تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ سچے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ بہت قابلِ تعریف ہوگی جب انہیں
اعزاز و اکرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلایا جائے گا۔“

حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے جن میں آپ حضرت سعد بن
معاذ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرثیہ کہتے ہیں اور
ان میں پائی جانے والی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں:

أَلَا يَا لِقَوْمِي هَلْ لَنَا حُمٌ دَافِعٌ وَ هَلْ مَا مَضَى مِنْ صَلَاحِ الْعَيْشِ رَاجِعٌ
”اے میری قوم! بتاؤ جو کچھ مقدر میں لکھا جا چکا ہے کیا اسے کوئی دور کر سکتا ہے اور عیش و
عشرت کی جو زندگی گزر چکی ہے کیا وہ واپس آ سکتی ہے؟“

تَذَكَّرْتُ عَصْرًا قَدْ مَضَى فَتَتَّ بَنَاتُ الْحَشَى وَأَنْهَلَتْ مِنْهَا الْمَدَامِعُ

”مجھے زمانہ ماضی کی یاد آئی تو میرے قلب و جگر پھٹ گئے اور ان سے آنسو بہہ نکلے۔“

صَبَابَةٌ وَجَدَ ذِكْرَتِي أَحِبَّةً وَ قَتْلِي مَضَى فِيهَا طِفِيلٌ وَ رَافِعُ
”حزن و ملال اور رقتِ قلب نے مجھے ان دوستوں اور مقتولوں کی یاد دلا دی جن میں طفیل
اور رافع تھے جو گزر گئے۔“

وَ سَعْدٌ فَأَضْحَوْا فِي الْجَنَانِ وَ أَوْحَشَتْ مَنْادِيَهُمْ فَلَا رَحْصَ مِنْهُمْ بَلَادِعُ
”اور سعد (بھی ان میں تھے جو گزر گئے) اور جنتوں میں چلے گئے۔ ان کی منازل نے مجھے
وحشت زدہ کر دیا ہے اور زمین ان سے ویران ہو گئی ہے۔“

وَفَوْا يَوْمَ بَذَرَ لِلرُّسُولِ وَ فَوْقَهُمْ ظِلَالُ السَّمَايَا وَالسَّيُوفُ اللَّوَامِعُ
”ان لوگوں نے بدر کے روز رسول کریم ﷺ کے ساتھ وفا کی درآں حالیکہ ان کے اوپر
موتوں کے سائے اور چمکدار تلواریں منڈلا رہی تھیں۔“

دَعَا فَاجَابُوهُ بِحَقِّ وَ كُلُّهُمْ مُطِيعٌ لَهُ فِي كُلِّ أَمْرٍ وَ سَامِعُ
”حضور ﷺ نے انہیں بلایا تو انہوں نے حق کے ساتھ لبیک کہی اور وہ سب کے سب ہر
حکم میں حضور ﷺ کے فرمانبردار اور سامع تھے۔“

فَمَا نَكَلُوا حَتَّى تَوَالَوْا جَمَاعَةً وَ لَا يَقْطَعُ الْأَجَالَ إِلَّا الْمَصَارِعُ
”انہوں نے بھاگنے کے بجائے ایک جماعت کی صورت میں پے درپے حملے کیے اور ان کی
زندگیاں قتل گاہوں کے سوا کہیں اور ختم نہیں ہوئیں۔“

لَآئِهِمْ يَرْجُونَ مِنْهُ شَفَاعَةً إِذَا لَمْ يَكُنْ إِلَّا الشُّبُورُ شَافِعُ
”کیونکہ وہ لوگ حضور ﷺ کی شفاعت کی اس وقت امید رکھتے ہیں جب نبیوں کے سوا
کوئی اور شافع نہ ہوگا۔“

فَذَلِكَ يَا عَمِيرَ الْعِبَادِ بَلَادُونَا إِبَابَتَنَا لِلَّهِ وَالنَّوْتُ نَافِعُ
”پس اے خیر البشر! یہ ہماری آزمائش ہے اور ہم اللہ کے ہر حکم پر راضی اور حاضر ہیں جبکہ
موت حق ہے۔“

لَنَا الْقَدَمُ الْأُولَى إِلَيْكَ وَ عَخْلَفْنَا لِأَوَّلِنَا فِي مِلَّةِ اللَّهِ تَابِعُ
”آپ کی طرف ہمارا ہی پہلا قدم اٹھا اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اللہ کے دین کے
معا ملے میں ہمارے پہلے لوگوں کا اتباع کریں گی۔“

و نَعْلَمُ أَنَّ الْمَلِكَ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَ أَنَّ قَضَاءَ اللّٰهِ لَا بُدَّ وَاقِعٌ
 ”اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری کی ساری بادشاہی اللہ وحدہ لا شریک کے لئے ہے اور اللہ
 تعالیٰ کی قضاء واقع ہو کر رہتی ہے۔“

غزوہ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:
 لَقَدْ لَقِيتُ قُرَيْظَةَ مَا سَاَهَا وَ مَا وَجَدْتُ لِذَلِّ مِنْ نَّصِيرٍ
 ”بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ذلت و رسوائی کے
 باعث انہیں ایک بھی حامی نہ مل سکا۔“

أَصَابَهُمْ بَلَاءٌ كَانَ فِيهِ سِوَى مَا قَدْ أَصَابَ بَنِي النَّصِيرِ
 ”وہ ایسی آزمائش سے دوچار ہوئے جس کی نوعیت اس آزمائش سے مختلف تھی جس سے بنی
 نصیر دوچار ہوئے تھے۔“

غَدَاةَ أَقَاتِهِمْ يَهُوَى إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ كَالْقَمَرِ النَّبِيرِ
 ”یہ اس روز ہوا جب عالم کو منور کرنے والے چاند کی طرح (روشن رو) رسول اللہ ﷺ
 ان کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔“

لَهُ عَجَلٌ مُّجَنَّبَةٌ تَعَادَى بِفُرْسَانٍ عَلَيْهَا كَالصُّقُورِ
 ”آپ کے ساتھ پہلو بہ پہلو چلائے جانے والے وہ گھوڑے بھی تھے جو شکروں جیسے
 سواروں کو اپنے اوپر بٹھائے بڑی تیزی سے دوڑے جارہے تھے۔“

تَرَكْنَاهُمْ وَ مَا ظَفِرُوا بِشَيْءٍ وَمَاؤُهُمْ عَلَيْهِمْ كَالْغَدِيرِ
 ”ہم نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ کسی چیز میں بھی کامیاب نہ ہو سکے، ان کے خون ان
 پر تالاب کی طرح بہہ رہے تھے۔“

فَهُمْ صَرَعُوا تَحَوُّمَ الظُّمْرِ فِيهِمْ كَذَلِكَ يُدَانُ ذُو الْعَنْدِ الْفَجُورِ
 ”وہ بچھاڑے پڑے تھے جن پر پرندے منڈلا رہے تھے، سرکشی اور فاسق و فاجر لوگوں کے
 ساتھ اسی طرح برتاؤ کیا جاتا ہے۔“

فَالَّذِرُ مِثْلَهَا نَصْحًا قُرَيْشًا مِنَ الرُّحْنِ إِنْ قَبِلْتَ نَذِيرِي
 ”پس خداوند رحمن کی طرف سے خیر خواہی کے طور پر بنی قریظہ کی اس مثال سے قریش کو ڈراؤ

اگر وہ میرے انداز کو قبول کریں۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ لَقِيتُ قُرَيْظَةَ مَا سَاَهَا وَ حَلَّ بِحِصْنِهَا ذُلُّ ذَلِيلٍ
”بے شک بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ان کے قلعے میں انتہائی بری ذلت داخل ہوئی۔“

سَعْدٌ كَانَ أَنْذَرَهُمْ بِنَصْحِ بَانَ إِلَهُكُمْ رَبُّ جَلِيلٍ
”اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں خیر خواہی کے طور پر اس بات سے ڈرایا تھا کہ تمہارا خدا رب جلیل ہے۔“

فَمَا بَرَحُوا بِنَقْضِ الْعَهْدِ حَتَّى فَلَّاهُمْ فِي بِلَادِهِمُ الرَّسُولُ
”لیکن وہ عہد شکنی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے مقاموں میں ہی رسول اللہ ﷺ نے انہیں تلواروں سے اڑا دیا۔“

أَحَاطَ بِحِصْنِهِمْ مِّنَا صُفُوفٌ لَهُ مِنْ حُرٍّ وَقَعْتِهِمْ صَلِيلٌ
”ہماری صفوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جن کی شدید افتاد کے باعث اس قلعے میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی قریظہ کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

تَفَاقَدَ مَعْشَرَ نَصْرُوا قُرَيْشًا وَ لَيْسَ لَهُمْ بِيَلَدَتِهِمْ نَصِيرٌ
”وہ گروہ بکھر کر رہ جائے اور ایک دوسرے کو گم کر بیٹھے جنہوں نے قریش کی مدد کی حالانکہ اپنے شہر میں ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔“

هُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَعُوهُ وَ هُمْ عَنَى مِنَ التَّوْدَاةِ يُوَدُّ
”انہیں کتاب دی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور وہ تورات سے اندھے ہو کر ہلاک ہو گئے۔“

كَفَرْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَ قَدْ أُتِيتُمْ بِتَصْدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ
”تم نے قرآن کریم کا انکار کیا حالانکہ تمہارے پاس اس کی تصدیق آچکی تھی جو کچھ رسولِ نذیر نے فرمایا۔“

فَهَانَ عَلَى سَرَاةٍ بَيْنِ لُؤَيٍّ حَرِيقٍ بِالْبَوِيرَةِ مُسْتَطِيرٌ

”اس کے نتیجہ میں بوریہ کے مقام پر بنی لوی کے سرداروں پر ایک پھیلی ہوئی آگ بڑی آسانی سے چھا گئی۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

پھر ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ کے ان اشعار کا یوں جواب دیا:

أَدَامَ اللَّهُ ذَٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ وَ حَرَقَ فِي طَرَائِقِهَا السَّعِيرُ
”اللہ تعالیٰ اپنے اس کام کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور اس کے اطراف و نواحی میں بھڑکتی ہوئی آگ برابر چلتی رہے۔“

سَتَعْلَمُ آيُنَا مِنْهَا بِنُزُولٍ وَ تَعْلَمُ أَيُّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ
”عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس مقام سے دور ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی زمین برباد ہوگی۔“

فَلَوْ كَانَ النَّحِيلُ بِهَا دِكَايَا لَقَالُوا لَا مَقَامَ لَكُمْ فَسِيرُوا
”اگر اس جگہ یہ کھجور کے درخت اونٹنیاں ہوتے تو کہتے یہ جگہ تمہارے ٹھہرنے کی نہیں اس لئے یہاں سے چل پڑو۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار

جبل بن جوال ثعلبی نے بھی آپ کے ان اشعار کا جواب دیا اور بنی نصیر اور بنی قریظہ کا مرثیہ کہتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

أَلَا يَا سَعْدُ سَعْدَ بَنِي مُعَاذٍ لِمَا لَقِيتَ قَرِيطَةَ وَالنَّضِيرُ
”اے سعد! اے معاذ کے بیٹے سعد! ذرا بتاؤ بنی قریظہ اور بنی نصیر کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔“

لَعَمْرُكَ إِنَّ سَعْدَ بَنِي مُعَاذٍ غَدَاةً تَحْتَلُّوْا لَهُوَ الصُّبُورُ
”تیری جان کی قسم! بے شک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت (بنی قریظہ کے فیصلہ کے لئے) لوگ اٹھا کر لے گئے تو آپ حق پر ڈٹ گئے۔“

فَأَمَّا الْخَزْرَجِيُّ أَبُو حُبَابٍ فَقَالَ لِقَيْنَقَاعٍ لَا تَسِيرُوا
”جہاں تک ابو حباب خزرجی کا تعلق ہے تو اس نے قبیلہ قینقاع سے کہا کہ مت جاؤ۔“

وَ بَدَّلَتِ الْبَوَالِي مِنْ حُضَيْرٍ أَسِيدًا وَالذَّوَانِرُ قَدْ تَدَوَّرُ

”لیکن قبیلہ حفیز کے بجائے قبیلہ اسید کو حلفاء بنا لیا گیا اور زمانے میں اس طرح کے انقلاب آتے رہتے ہیں۔“

وَ أَقْفَرَتِ الْبُؤَيْرَةُ مِنْ سَلَامٍ وَ سَعِيَّةٍ وَ ابْنِ أَخْطَبٍ فَهِيَ بُؤْرٌ
”اور مقام بؤیرہ سلام، سعیہ اور ابنِ اخطب سے ویران ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔“

وَ قَدْ كَانُوا يَبْلَدَتِهِمْ ثِقَالًا كَمَا ثَقُلَتْ بِبَيْطَانَ الصُّخُورِ
”حالانکہ یہ سب اپنے شہر میں اس طرح گراں بار تھے جس طرح میطان پہاڑ پر پتھر کی چٹانیں گراں بار ہیں۔“

فَإِنْ يَهْلِكُ أَبُو حَكَمٍ سَلَامٌ فَلَا رُثَّ السِّلَاحِ وَ لَا دُؤْرُ
”پس اگر ابو حکم سلام ہلاک ہو جائے تو اس کے ہتھیار تو پرانے اور زنگ آلود نہیں ہو گئے۔“
وَ كُلُّ الْكَاهِنِينَ وَ كَانَ فِيهِمْ مَعَ اللَّيْنِ الْخَضَارِمَةُ الصُّقُورُ
”اور کاهنین کے دونوں قبیلوں میں، جن میں بڑے بڑے نرم خو، نحی شرفاء اور شکروں کی مانند انتہائی طاقتور لوگ موجود تھے۔“

وَجَدْنَا الْمَجْدَ قَدْ ثَبَتُوا عَلَيْهِ بِمَجْدٍ لَا تُغَيِّبُهُ الْبُدُورُ
”ہم نے ایسا مجد و شرف دیکھا جس پر وہ اس قدر پختہ ہو گئے کہ مرویرایام بھی اسے مٹا نہیں سکتا۔“

أَقْبُوا يَا سَرَاةَ الْأَوْسِ فِيهَا كَانَتْكُمْ مِنَ الْمَخَزَاةِ عَوْدُ
”اے سردارانِ اوس! جاؤ تم وہاں جا کر رہو، یوں لگتا ہے تم ذلت و شرمندگی کے احساس سے کانے ہو چکے ہو (یعنی تم میں ذلت کا احساس مٹ چکا ہے)۔“

تَرَكْتُمْ قِذْرَكُمْ لَا شَيْءَ فِيهَا وَ قِذْرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُورُ
”تم نے اپنی ہنڈیا کو چھوڑ دیا، اب اس میں کچھ نہیں جبکہ ہماری قوم کی ہنڈیا گرم ہے اور ابل رہی ہے (یعنی تم بخیل ہو جبکہ ہم نحی اور مہمان نواز ہیں)۔“

سلام بن ابی الحقیق کا قتل

ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابورافع سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا تھا۔ غزوہ احد سے قبل کعب بن اشرف (یہودی) کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی اور آپ کے خلاف اس کی ہدیان سرائی کے باعث قبیلہ اوس نے قتل کر دیا تھا۔ جب غزوہ خندق کا معاملہ اپنے انجام کو پہنچا اور بنی قریظہ کا قصہ بھی تمام ہو گیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اذن طلب کیا کہ وہ سلام بن ابی الحقیق کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی، حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

عمل خیر میں اوس و خزرج کا جذبہ مسابقت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے جو اسباب مہیا کیے تھے ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انصار کے یہ دونوں قبیلے اوس و خزرج رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک دوسرے سے اس طرح بازی لے جانے میں کوشاں رہتے تھے جس طرح دو جوان مرد ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے متعلق منفعت کا کوئی کام قبیلہ اوس کے لوگ سر انجام دیتے تو قبیلہ خزرج کے لوگ کہتے: ”بخدا! اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں تم اس کام کے ساتھ ہم پر فضیلت اور سبقت نہیں لے جا سکتے“۔ پھر انہیں اس وقت تک چین نہ آتا جب تک وہ اسی قسم کا کارنامہ سر انجام نہ دے لیتے اور جب قبیلہ خزرج کے لوگ کوئی کارنامہ سر انجام دیتے تو قبیلہ اوس کے لوگ یہی کہتے۔

ابن ابی الحقیق کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ان پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے قتل کیا اور ان

جب کعب بن اشرف کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی کے باعث قبیلہ اوس کے لوگوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا بخدا تم اس کے ساتھ ہم پر کبھی فضیلت اور سبقت نہیں لے سکتے۔ چنانچہ ان کے درمیان بات چلی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھنے میں ابن اشرف جیسا کون آدمی ہے؟ لوگوں نے ابن ابی الحقیق کا ذکر کیا۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ

چنانچہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی سلمہ کے پانچ آدمی یعنی حضرات عبد اللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبد اللہ بن انیس، ابو قتادہ حارث بن ربیع اور بنی اسلم سے ان کے حلیف خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم اس مہم پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ کسی بچے یا عورت کو قتل کریں۔ یہ لوگ اپنا سفر طے کر کے جب خیبر پہنچے تو رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر آئے اور گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہ چھوڑا جس کے اندر موجود لوگوں کو اندر بند کر کے دروازہ بند نہ کر دیا ہو۔ ابن ابی الحقیق اپنے ایک بالا خانے میں موجود تھا جس کی طرف چڑھنے کے لئے کھجور کے تنے کی ایک سیڑھی لگی تھی۔ یہ لوگ اس سیڑھی کے ذریعے اس کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ اس کی بیوی باہر آئی اور پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہم چند عربی آدمی ہیں، بچے کھچے کھانے کی طلب ہے۔ بیوی نے کہا: صاحب خانہ اندر ہیں، اندر ہی اس کے پاس چلے جاؤ۔“ فرماتے ہیں: جب ہم اس کے پاس اندر داخل ہوئے تو ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا کہ کہیں اس کے پاس اس کی بیوی کی آمد و رفت جاری نہ ہو اور وہ ہمارے کام میں حائل نہ ہو جائے۔ دروازہ بند کرنا تھا کہ اس کی بیوی چلانے لگی۔ ابن ابی الحقیق اپنے بستر پر لیٹا تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی تلواریں تھامیں اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ بخدات کی تاریکی میں کوئی چیز اس کی نشاندہی نہیں کر رہی تھی سوائے اس کے کہ اس کی سفیدی (نظر آ رہی تھی)۔ یوں لگتا تھا گویا کوئی سفید مصری کپڑا پڑا ہوا ہو۔ اس کی بیوی نے جب شور مچانا شروع کر دیا تو ہم

کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ ابن عقبہ نے ان میں حضرت اسعد بن حرام کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ابن عقبہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص معروف نہیں جس نے حضرت اسعد کا بھی ذکر کیا ہو۔

میں سے ایک آدمی اس پر اپنی تلوار اٹھانے لگتا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی ممانعت کا خیال آتا تو اپنا ہاتھ روک لیتا۔ اگر یہ ممانعت نہ ہوتی تو ہم رات کو اس کی بیوی سے بھی فارغ ہو جاتے۔ فرماتے ہیں: پھر جب ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابن ابی الحقیق پر وار کیا تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی حتیٰ کہ وہ آ رہا نہ ہوئی۔ تلوار گتے ہی وہ چیخا قَطْنِي قَطْنِي یعنی یہ میرے لئے کافی ہے کافی ہے۔ اور ہم لوگ باہر آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی نظر کچھ کمزور تھی، وہ سیڑھی سے گر گئے اور ہاتھ میں سخت موج آ گئی۔ بروایت ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے پاؤں میں موج آئی تھی۔ ہم نے انہیں اٹھایا اور چشموں سے ان کے قلعے کے اندر پانی آنے کے راستے پر لے آئے اور اس میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں نے آگ جلا کر روشنی کی اور ہمیں تلاش کرنے کے لئے ہر چہرے کو خوب غور سے دیکھنے لگے۔ حتیٰ کہ جب وہ مایوس ہو گئے تو اپنے ساتھی (ابن ابی الحقیق) کے پاس واپس چلے گئے اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ وہ ان کے درمیان دم توڑ رہا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں

قَطْنِي، قَدْ اور نون وقایہ

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں یہ الفاظ ذکر کیے: قَطْنِي قَطْنِي۔ انہوں نے کہا اس کا معنی ہے میرے لئے کافی ہے، کافی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: یہ کلمہ اصل میں الْقَطْ سے مشتق ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔ پھر اس میں تخفیف کر کے اسے حرف (قط) کے قائم مقام رکھ دیا گیا۔ اسی طرح قَدْ بمعنی قَطْ بھی الْقَطْ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے لمبائی کے رخ کاٹنا۔ اور طاء کے ساتھ الْقَطْ کا معنی ہے چوڑائی کے رخ کاٹنا۔ کہا جاتا ہے: اِنَّ عَلَيْنَا رَحْمَةً اللّٰهُ كَانَ اِذَا اسْتَعْلَى الْفَارِسَ قَدْ وَاِذَا اسْتَعْرَضَهُ قَطُّ کہ ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی گھڑسوار کے اوپر غالب آتے تو اسے لمبائی کے رخ کاٹ دیتے اور جب عرض کی طرف سے اس کے قریب آتے تو اسے چوڑائی کے رخ کاٹ دیتے۔“ اور جب کوئی چیز کفایت کرنے والی ہو جس کی موجودگی میں کسی اور چیز کی حاجت نہ ہو بلکہ وہ مزید طلب نہ کرنے کا تقاضا کرتی ہو تو اہل عرب اس معنی کا شعور دلانے کے لئے قَدْ اور قَطْ بولتے ہیں۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ ہی ذات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں قَدِي اور قَطِي جیسا کہ وہ حَسْبِي کہتے ہیں اور اگر چاہیں تو نون ملا کر قَدْنِي بھی کہہ دیتے تھے اور یہ نون آخری حرف کے سکون کی خاطر لایا جاتا ہے کیونکہ وہ یاء کی وجہ سے آخری حرف کو حرکت دینا ناپسند کرتے ہیں۔ جس طرح وہ فعل کے

کیسے معلوم ہو کہ یہ دشمن خدا ہلاک ہو چکا ہے؟ اس پر ہم میں سے ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں اور معلوم کر کے تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ گیا اور لوگوں میں گھس گیا (واپس آ کر) اس نے بیان کیا: میں نے دیکھا کہ اس کی بیوی اور چند یہودی اس کے گرد جمع ہیں۔ بیوی ہاتھ میں چراغ لیے اپنے شوہر کا منہ دیکھ رہی تھی اور لوگوں کو سارا قصہ سنارہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: سنو بخدا! میں نے ابن عتیک کی آواز سنی پھر میں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا اس شہر میں ابن عتیک کہاں آ سکتا ہے؟“ پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: فَاطِمَةُ وَاللّٰہِ یٰہُوْدَ ”خداے یہودی قسم! وہ تو چل بسا“۔ میں نے اس سے زیادہ دل پسند فقرہ کبھی نہ سنا۔ فرماتے ہیں: پھر جو نبی اس کی موت کا ہمیں علم ہوا تو ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور حضور ﷺ کو اس دشمن خدا کے قتل کی خبر سنائی۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کے قتل کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ ہم میں سے ہر ایک اس کے قتل

آخر کی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ضَرَبْنِیْ۔ اسی طرح وہ لَیْتُ کے آخر کی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں لَیْتَنِیْ۔ کبھی کبھی لَیْتَنِیْ بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ بہت قلیل ہے اور وہ کہتے ہیں لَعَلْنِیْ اور لَعَلِّیْ اور کہتے ہیں مِنْ لَدُنِّیْ۔ پس انہوں نے ظرف کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ اسی طرح مِنْ اور عَنْ کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ انہوں نے ان کلمات کے آخر میں ایسا اس لئے کیا تا کہ کسرہ بے بچا جاسکے اور اس مقصد کے لئے نون کو خاص کیا کیونکہ جب یہ نون اسم کے آخر میں بطور تنوین ہو تو یہ امتناعِ اضافت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ مقامات میں یہ نون امتناعِ کسرہ کا شعور دلاتا ہے اور فعل اور حروف میں یہ امتناعِ اضافت کا بھی شعور دلاتا ہے کیونکہ حرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح فعل بھی مضاف نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ فَعَلْنَا میں نون علاماتِ اضمار میں سے ہے اور فَعَلْنَا میں ضمیر مفعول ہے۔ جہاں تک قَدْ اور قَطُّ کا تعلق ہے تو یہ دونوں اسم ہیں، اسی طرح لَدُنْ بھی اسم ہے لیکن ان کے اواخر کو حرکت دینا ممنوع ہے کیونکہ ان کی حروف کے ساتھ مشابہت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر قَطْنِیْ کے آخر میں نِیْ کا کیا محل ہے ہم کہیں گے؟ یہ اضافت کے باعث محلِ جر میں ہے جس طرح لَدُنِّیْ میں ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضَرَبْنِیْ اور لَیْتَنِیْ میں یہ نون ضمیر مفعول اور ضمیر منصوب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ نون محلِ جر میں ہے۔ ہم کہیں گے کہ فی الحقیقت ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور صرف یاء ہے جس طرح کاف اور ہاء ضمیر ہوتی ہے جیسا کہ مِیْنِیْ اور عِنِّیْ میں صرف یاء ضمیر مجرور ہے اور اس

کا دعویٰ کرنے لگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اپنی تلواریں میرے پاس لاؤ“۔ ہم نے اپنی تلواریں پیش کیں، حضور ﷺ نے انہیں غور سے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کے متعلق فرمایا کہ ”اس تلوار نے اسے قتل کیا، میں اس میں کھانے کا اثر دیکھ رہا ہوں“۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا اس سلسلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلّٰهِ دَرٌّ عَصَابِيَّةٌ لَا قِيَتَهُمْ يَا ابْنَ الْحَقِيقِ وَ أَنْتَ يَا ابْنَ الْآشْرِفِ
اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دو چار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔

يَسْرُونَ بِالْبَيْضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمْ مَرَحًا كَأَسَدٍ فِي عَوَيْنٍ مَغْرِبٍ
جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔

میں نون بھی ہے اور لیتی اور لعلیٰ میں بھی یا، ہی ضمیر منصوب ہے اور اس میں نون نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ یہ کہتے ہیں قَطِيٌّ اور قَدِيٌّ تو ان میں اسم (قد اور قط) کا محل کیا ہے؟ ہم کہیں گے ان دونوں کا اعراب بھی حَسْبِي کے اعراب کی طرح ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی خبر کا محذوف ہونا اس لئے لازم ہے کہ اس میں امر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی باب سے جہنم (اس سے اللہ تعالیٰ بچائے) کا یہ قول ہے قَطِيٌّ وَ عِزَّتِكَ قَطِيٌّ مجھے کافی ہے تیری عزت کی قسم! کافی ہے۔ اور قَطِيٌّ بھی مروی ہے۔ یہ وہ اپنے اس قول کے بعد کہے گی: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ”کیا کچھ اور بھی ہے“۔ پھر جب اس میں قدم (1) رکھا جائے گا اور وہ کچا کچ بھر جائے گی تو کہے گی قَطِيٌّ بس بس مجھ کو کافی ہے۔ ایک شاعر نے ان دونوں لغتوں کو ایک شعر میں جمع کیا ہے، اس نے کہا:

قَدْنِيٍّ مِنْ نَصْرِ الْحُبَيْبِ قَدِيٍّ

”مجھے دو دوستوں کی مدد کافی ہے، کافی ہے“۔

1۔ یعنی اس اللہ رب العزت سبحانہ و تعالیٰ عزوجل کا قدم جو اس شان والا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (شوری) ”نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز اور وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے“۔

حَتَّىٰ أَتَوَّكُم فِي مَحَلِّ بِلَادِكُمْ فَسَقَوْكُم حَتْفًا بَيِّضَ دُفِّ
 ”یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار
 تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا۔“

مُسْتَبْصِرِينَ لِنَصْرِ دِينِ نَبِيِّهِمْ مُسْتَصْغِرِينَ لِكُلِّ أَمْرٍ مُّجْهِفٍ
 ”در آں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی
 مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول ”دُفِّ“ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یہ ساری بحث اس قَطُّ کے متعلق ہے جو حَسْبِي کے معنی میں ہے۔ جہاں تک قَطُّ کا تعلق ہے
 جو مبنی بر ضمہ ہے تو وہ زمانہ ماضی کی طرف ہے۔ اسے تخفیف اور تشدید دونوں طریقوں سے بولا جاتا
 ہے۔ یہ بھی اسی الْقَطُّ سے مشتق ہے جو کاٹنے کے معنی میں ہے۔ اس کے مقابلہ میں زمانہ مستقبل کی
 ظرف عَوْضُ ہے۔ کہا جاتا ہے مَا فَعَلْتُهُ قَطُّ میں نے کبھی یہ کام نہ کیا اور لَا أَفْعَلُهُ عَوْضُ میں
 ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ یہ دونوں قَبْلُ اور بَعْدُ کی مثل ہیں۔

حضرات عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام حضرت عمرو نجاشی کے دربار میں

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت راشد مولیٰ حبیب بن ابی اوس ثقفی سے، انہوں نے حضرت حبیب بن ابی اوس ثقفی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خود یہ واقعہ بیان کیا کہ جب ہم جنگ خندق سے فارغ ہو کر دیگر قبائل کے گروہوں (احزاب) کے ہمراہ واپس لوٹے تو میں نے قریش کے چند آدمیوں کو جمع کیا جو میرے ہم خیال تھے اور میری بات توجہ سے سنتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ اب ناقابلِ برداشت حد تک بلند ہوتا جا رہا ہے، میں نے ایک تجویز سوچی ہے، بتاؤ تمہاری رائے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بتائیے تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے کہا: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (شاہ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اور اس کی پناہ میں وہاں رہائش پذیر ہو جائیں۔ اگر محمد (ﷺ) ہماری قوم پر فتح یاب ہو جائیں تو ہم (ایسے حالات میں) نجاشی کی پناہ میں ہوں گے اور ہمارے لیے محمد (ﷺ) کی محکومی سے نجاشی کے ماتحت ہونا بہت پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم ان پر

حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

ہم نے حضرت ابوبکر الخطیب کے واسطے سے ایک مرفوع سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یَقْدُمُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةُ رَجُلٌ حَكِيمٌ ”آج رات تمہارے پاس ایک دانا آدمی آئے گا“۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ اس روایت میں انہوں نے راستے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمرو کی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ان کو کہے جانے والے حضرت خالد کے اس قول کا ذکر کیا ہے: وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَقَامَ الْبَيْسَمُ۔ جنہوں نے اسے یاہ کے ساتھ الْبَيْسَمُ روایت کیا ہے تو اس کا معنی علامت ہے یعنی بخدا معاملہ واضح ہو گیا اور حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ اور جنہوں نے اسے النَّسَمُ مِم کے فتح اور نون کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس کا معنی ہے راستہ سیدھا ہو گیا اور ہجرت واجب ہوئی۔ النَّسَمُ اونٹ کے خف کے اگلے حصے کو کہتے ہیں۔ اسے راستہ کے لئے کنایہ بولا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ راستہ میں رخ کیا جاتا ہے۔

غالب آجائے تو ہم وہ لوگ ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں، ان کی طرف سے ہمیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پہنچے گا۔ سب نے کہا: یہ رائے واقعی ٹھیک ہے، میں نے کہا: تو پھر ہمارے لئے کچھ چیزیں جمع کرو جو ہم نجاشی کو بطور ہدیہ پیش کریں گے۔ نجاشی کو ہمارے ملک کا سب سے پسندیدہ ہدیہ چمڑا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے لئے بہت سی چمڑے کی مصنوعات جمع کیں اور انہیں لے کر روانہ ہو گئے اور نجاشی کے پاس پہنچ گئے۔

بخدا ہم اس کے پاس اقامت گزریں تھے کہ ایک روز اس کے پاس عمرو بن امیہ ضمری آیا اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر اور ان کے رفقاء کے بارے میں اپنا گرامی نامہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ وہ نجاشی کے ہاں کچھ دیر ٹھہرا پھر واپس چلا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: عمرو بن امیہ ضمری یہاں آیا ہوا ہے۔ اگر میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کروں کہ وہ عمرو کو ہمارے حوالے کر دے تو پھر ہم عمرو کی گردن اڑا دیں گے۔ اگر میں یہ کارنامہ انجام دے لوں گا تو قریش خوش ہوں گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے قاصد کو قتل کر کے انہیں اپنی غیر حاضری کی اچھی جزاء دے دی ہے۔ چنانچہ میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب معمول اس کے سامنے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: میرے دوست! مرحبا، کیا اپنے ملک سے میرے لئے کوئی تحفہ بھی لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اے بادشاہ! میں تمہارے لیے بہت سی چمڑے کی مصنوعات لے کر آیا ہوں۔ چنانچہ وہ سارے تحفے اس کی خدمت میں پیش کر دیے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور وہ اسے بہت پسند آئے۔ پھر میں نے اس سے کہا: اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی دیکھا ہے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے نکلا ہے، وہ ہمارے ایک دشمن آدمی کا قاصد ہے۔ اسے تم میرے حوالے کر دو تا کہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف اور نامور افراد کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہو گیا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر ایک زوردار طمانچہ میری ناک پر دے مارا۔ بخدا مجھے گمان ہوا کہ اس نے ناک کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت اگر میرے لیے زمین پھٹ جاتی تو شرمندگی کے باعث میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا: اے

حضرت زبیر نے بھی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ اس راستے میں حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ہمراہ تھے۔ جب تینوں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان دونوں سے کم سن تھا۔ میں نے ان دونوں کو فریب دینے کا ارادہ کیا۔ بیعت کے لئے اپنے سے قبل ان دونوں کو آگے

بادشاہ! بخدا! کاش مجھے علم ہوتا کہ تم میرے اس سوال پر اتنے برا فروختہ ہو گے۔ اس نے کہا، کیا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں ایک ایسی ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالے کر دوں جس کے پاس ناموس اکبر (جبرائیل) حاضر ہوتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا تاکہ تو اس کو قتل کر دے؟ میں نے پوچھا! اے بادشاہ! کیا وہ شخص واقعی ایسا ہے؟ نجاشی بولا: تجھ پر افسوس! اے عمرو! میری بات مانو اور اس ہستی کا اتباع کرو۔ بخدا! وہ حق پر ہیں اور آپ اپنے جملہ مخالفین پر غالب آ جائیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکروں پر غالب آ گئے تھے۔ میں نے کہا: کیا تم ان کی طرف سے میرے اسلام قبول کرنے کی بیعت لیتے ہو؟ اس نے کہا: بے شک۔۔۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا درآں حالیکہ میری پہلی رائے تبدیل ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے اسلام کو ساتھیوں پر پوشیدہ رکھا۔

راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ یہ فتح مکہ سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے، وہ مکہ مکرمہ سے آرہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوسلیمان! (حضرت خالد کی کنیت) کدھر کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا: وَاللّٰهِ لَقَدْ اسْتَقَامَ الْيُسْمُ بخدا! معاملہ واضح ہو گیا اور دین اسلام کی حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ یہ شخص واقعی اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ بخدا! میں جا رہا ہوں، اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آخر کب تک (حق سے منحرف رہوں گا)۔ میں نے کہا: بخدا! میں بھی صرف اسی لئے آیا ہوں تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ چنانچہ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور قبول اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر میں قریب ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے سارے سابقہ

بڑھادیا۔ ان دونوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادے لیکن جب میں نے بیعت کی تو یہ تو ذکر کیا کہ میرے پچھلے گناہ (معاف فرمادے) لیکن یہ کہنا بھول گیا کہ میرے اگلے گناہ بھی معاف فرمادے۔

گناہ معاف کر دیے جائیں اور جو گناہ بعد میں ہوں گے ان کا میں ذکر نہیں کرتا۔ میری عرض سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَا عَمْرُو بَايِعْ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَجُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ تَجُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهَا ”اے عمرو! بیعت کرو، بے شک اسلام پہلے گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور بے شک ہجرت بھی پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔“ پھر میں نے بیعت کی اور واپس آ گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یوں: بھی روایت کیا گیا ہے: فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَحُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ تَحُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهَا۔ (يَحُثُّ کا معنی ہے جھاڑ دینا)۔

حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا کہ جب ان دونوں حضرات نے اسلام قبول کیا تو اس وقت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھے۔

نجاشی کے ساتھ ضمیری کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کے نجاشی کے پاس آنے کا ذکر کیا ہے۔ اس گرامی نامہ میں وہی کچھ لکھا تھا جو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے ساتھ گفتگو کی۔ کیونکہ جب آپ نجاشی کے پاس آئے تو آپ نے اس سے کہا: ”اے امحمہ! (نجاشی کا نام) مجھ پر بات کرنا اور تم پر اسے غور سے سننا لازم ہے۔ ہم پر نرمی کرنے میں گویا تم ہم سے ہو اور تم پر اعتماد کرنے میں گویا ہم تم سے ہیں کیونکہ ہم نے جب بھی تم سے کوئی بھلائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اسے پالیا اور ہمیں تم سے جس چیز کا بھی خدشہ ہوا ہم اس سے بے خوف ہو گئے اور تمہاری زبان سے ہی تمہارے خلاف ہمیں یہ جھٹ مل چکی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسا گواہ نہیں ہو سکتا جس کا رد نہ ہو سکے اور ایسا قاضی نہیں ہو سکتا جو ظلم نہ کرے۔ اس میں شکاف پڑنے کا اندیشہ ہے اسی میں احتیاط کا حصول اور فیصلہ کن بات تک وصول ہے وگرنہ اس نبی امی ﷺ کے بارے میں تم بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں یہودیوں کی مانند ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ہر سمت کے لوگوں کی طرف اپنے قاصد بھیج دیے ہیں لیکن حضور ﷺ کو تم سے وہ امیدیں وابستہ ہیں جو دوسرے لوگوں سے وابستہ نہیں اور آپ ﷺ کو تم سے ان باتوں کا اندیشہ نہیں ہے جن کا دوسرے لوگوں سے اندیشہ ہے کیونکہ تم نے پہلے بھی بھلائی کی ہے اور آئندہ بھی تم

حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام کے متعلق

ابن زبیری کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابن زبیری سہمی نے یہ اشعار کہے:

أَنشَدُ عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ حَلَفَنَا وَ مُلْقَى نِعَالِ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمُقْبِلِ
”میں عثمان بن طلحہ کو اپنے باہمی عہد کی اور بوسہ گاہ (حجر اسود) کے قریب لوگوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی قسم دلاتا ہوں

وَمَا عَقَدَ الْآبَاءُ مِنْ كُلِّ حَلْفَةٍ وَ مَا عَالِدٌ مِّنْ مِّثْلِهَا بِمُحَلِّلٍ
اور ہر اس عہد و پیمان کی (قسم دلاتا ہوں) جو ہمارے آباء و اجداد نے باندھا اور خالد بھی اس

سے بھلائی کی توقع ہے۔“ آپ کی گفتگو سن کر نجاشی نے کہا: ”میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ دعویٰ نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا اور جس طرح اونٹ کے سوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (حضور ﷺ کی تشریف آوری کی) بشارت دی تھی، بے شک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دراز گوش کے سوار کو بشارت دی تھی۔ اور بے شک (آپ پر ایمان لانے کے لئے) آپ کو آنکھوں سے دیکھنا آپ کے متعلق خبر مل جانے سے زیادہ فائدہ مند نہیں، لیکن حبشہ میں میرے اعموان و انصار بہت کم ہیں، مجھے مہلت دو تا کہ میرے اعموان و انصار زیادہ ہو جائیں اور لوگوں کے دل نرم ہو جائیں (پھر ان کو اسلام کا پابند کرنا آسان ہوگا)۔“ ہم ان شاء اللہ آنے والے صفحات میں نبی کریم ﷺ کے قاصدوں کی وہ گفتگو ذکر کریں گے جو انہوں نے بادشاہوں کے پاس جا کر کی اور جو انہیں اس کا جواب ملا۔

شاہانِ عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد

حضرت وحید رضی اللہ عنہ قیصر کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کی طرف آپ کے قاصد تھے، حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جبذہ بن اسیم غسانی کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوزہ بن علی خنی شاہ یمامہ کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوزہ بن علی خنی شاہ یمامہ کی طرف، حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بادشاہ بحرین منذر بن ساوی کی طرف، حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ حارث بن عبد کلال کی طرف، حضرت عمرو بن اندامی رضی اللہ عنہ و جندی شاہ عمان کی طرف، حضرت حاطب بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ مقوقس شاہ مصر کی طرف اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے۔ جیسا کہ پہلے

جیسے عہد و پیمان سے بری نہیں ہو سکتا۔“

اِمِفْتَاَحَ بَيْتٍ غَيْرِ بَيْتِكَ تَبْتَغِيْ وَ مَا تَبْتَغِيْ مِنْ مَّجْدٍ بَيْتِ مُوَقِّلٍ
کیا تو اپنے گھر کے سوا کسی اور گھر کی کنجی طلب کرتا ہے اور قدیم گھر کا مجد و شرف طلب نہیں کرتا۔
فَلَا تَأْمَنَنَّ خَالِدًا بَعْدَ هَذِهِ وَ عُثْمَانَ جَاءَ بِالذُّهْمِ الْمُعْضَلِ
”پس اس واقعہ کے بعد تم خالد اور عثمان سے بے خوف نہ رہو، وہ دونوں بڑی سخت مصیبت لائے ہیں۔“

ماہِ ذی قعدہ اور اوائلِ ذی الحجہ میں بنی قریظہ پر فتح حاصل ہوئی اور اس حج کی ولایت بھی مشرکین کے پاس رہی۔

مذکور ہوا۔ ان میں سے ہر ایک کی گفتگو ہے جو انہوں نے کی اور اشعار ہیں جو انہوں نے کہے۔ ان شاء اللہ ہم بعد میں ان کا ذکر کریں گے۔

السهرية

سیرت ابن ہشام کے اشعار میں جو سمہری نیزوں کا ذکر آیا ہے، یہ نیزے سمہر کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ ایک کاریگر تھا جو نیزے بناتا تھا اور اس کی روینہ ان نیزوں کو بچتی تھی۔ اس کی وجہ سے نیزوں کو روینہ کہا جاتا۔ جہاں تک ماخی کمانوں کا تعلق ہے تو یہ ماخہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس کا نام ہمیشہ بن حارث ہے جو بنی نصر بن ازد کا ایک فرد تھا۔ جعدی نے کہا:

بِعِيسٍ تُعْطِفُ اَعْنَاقَهَا كَمَا عَطَفَ الْمَاسِيحِيُّ الْقِيَمَاتَا
”بھورے رنگ کے اونٹ اپنی گردنیں اس طرح دوہری کرتے ہیں جس طرح ماخی قان کے درخت کی بنی ہوئی کمان دوہری کرتا ہے۔“

کبھی کمانوں کو زارہ کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ ماخہ کی بیوی ہے۔ صحرائی نے کہا:

سَنَحَةِ مِنْ قَيْسِيْ زَادَةَ حَرَاءَ هَتَوِيْ عِلَادُهَا غَوْدُ
”زارہ کی سرخ کمان کا عطیہ جس کی آواز سریلی اور سائیں سائیں کرنے والی ہے۔“

یہ اشعار دینوری کی کتاب النبات سے ماخوذ ہیں اور یزنیہ عبید طعان کی طرف منسوب ہے، یہ یزنیہ بن ہمازی کے نام سے مشہور ہے۔ اور مازیہ مازی بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہے۔ یہ طبری کا قول ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے تلواریں استعمال کیں وہ جم ہے اور یہ روئے زمین پر چوتھا بادشاہ ہے۔

غزوہ بنی لحيان

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ بکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذوالحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے ماہ مدینہ طیبہ میں بسر کیے اور بنی قریظہ پر فتح لانے کے تقریباً چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں آپ بنی لحيان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان سے اصحاب ربیع یعنی حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم کا بدلہ لیں اور ظاہر یہ کیا کہ شام کا قصد ہے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے نواح میں غراب نامی پہاڑ کے پاس سے گزرتے ہوئے شاہراہ شام پر روانہ ہوئے۔ آپ پہلے ٹھیس پھر بتراء پہنچے، پھر یہاں سے بائیں سمت مڑ گئے اور بنی سے گزر کر صحیرات الیمام پہنچے۔ اس کے بعد آپ کے سامنے حج کرنے کی شاہراہ مکہ سیدھی ہو گئی۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ آپ غران پہنچ گئے جہاں بنی لحيان کی بستیاں تھیں۔ وہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا، غران آج اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے جو سایہ نامی مقام کی طرف جاتی ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ بنی لحيان ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر محفوظ ہو گئے ہیں۔ جب حضور ﷺ غران میں اترے اور بنو لحيان کو جو مغالطہ دینا چاہا تھا وہ مقصد پورا نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم عسفان میں اتریں تو اہل مکہ خیال کریں گے کہ ہم مکہ مکرمہ تک آئے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ دو سو سواروں

غزوہ بنی لحيان

اس واقعہ میں کوئی مشکل لفظ نہیں۔ البتہ اس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے:

لَقُوا سَرَعَانًا يَمْلَأُ الشَّرْبَ رَوْعُهُ

کے ہمراہ عسکان تشریف لائے اور یہاں فروکش ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو سوار بھیجے، یہ دونوں کراع الغمیم پہنچے (مگر کسی کافر سے سامنا نہ ہوا) اور واپس آ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب رسول اللہ ﷺ واپس روانہ ہونے لگے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے سنا: آئِبُونَ تَائِبُونَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَاِبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوءِ الْمُنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ ”ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے اور ان شاء اللہ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ میں سفر کی صعوبت، تکلیف دہ واپسی اور اپنے اہل و مال میں برے منظر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

غزوہ بنی لحيان کا واقعہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی لحيان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ بَنِي لِحْيَانَ كَانُوا تَنَظَرُوا لَقُوا عُصْبًا فِي دَارِهِمْ ذَاتَ مَصْذِقٍ
”اگر بنی لحيان ایک دوسرے کا انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی صداقت پسند

سَرَعَانَ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو سب پر سبقت لے جائیں اور السَّرْبُ چرنے والے مال مویشی ہیں۔ گویا یہ سَارِب کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ اَمِنٌ فِي سَرِبِهِ یعنی فلاں شخص اپنے مال مویشیوں کے بارے میں بے خوف ہے اور اسے اپنے مال پر غارت گری کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اور جن لوگوں نے اسے فِي سَرِبِهِ سین کے کسرہ کے ساتھ بولا ہے تو اس صورت میں یہ ضرب المثل ہے کیونکہ سرب وحشی جانوروں اور پرندوں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ تو اَمِنٌ فِي سَرِبِهِ کا یہ معنی ہوگا کہ فلاں شخص نہ خود ڈرتا ہے اور نہ اس کے اہل و عیال ڈرتے ہیں۔ اس معنی کی طرف اہل لغت میں سے اس شخص نے اشارہ کیا ہے جس نے کہا کہ فِي سَرِبِهِ کا معنی ہے فِي نَفْسِهِ۔ اس سے اس کی یہ مراد نہیں کہ نفس کو سرب کہا جاتا ہے بلکہ اس کی یہ مراد ہے کہ نہ خود اسے ڈرایا جاسکتا ہے اور نہ اس کے ساتھیوں کو۔ نہ کہ اس شخص کی طرح جس کا ذکر پہلے ہوا۔ اور اسے فِي سَرِبِهِ سین کے فتح کے ساتھ بھی بولا گیا ہے۔ پس ایک شخص اپنے مال کے بارے میں بے خوف ہے اور دوسرا اپنی ذات کے بارے میں بے خوف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فِي سَرِبِهِ کا معنی ہے فِي طَرِيقِهِ یعنی اس کے راستے میں۔

جماعتوں سے دو چار ہو جاتے۔

لَقُوا سَرَعًا يَمْلَأُ الشَّرْبَ دَوْعُهُ آمَامَ طَحُونٍ كَلْبَجَرَةٍ فَيَلْقَى
”وہ ایسے ہر اول دستے سے دو چار ہوتے جس کا خوف دل کو بھر دیتا اور اس کے پیچھے
کھکشاں کی طرح (ہتھیاروں سے چمکتا ہوا) ایک پیش کر رکھ دینے والا طاقتور لشکر ہوتا۔“

وَلِكِنَّهُمْ كَفُّوا وَبَارًا تَبَعَتْ شِعْبَ حِجْلٍ غَيْرِ ذِي مُتَّقِي
”لیکن وہ غولوں کی طرح کمزور اور بزدل تھے، حجاز کی ان گھاٹیوں میں جا کر چھپ گئے جن

حضرت کعب کا قول ہے۔

آمَامَ طَحُونٍ كَلْبَجَرَةٍ فَيَلْقَى

اس سے مراد لشکر ہے اسے کھکشاں (آسمانی راستہ) سے اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں کمواروں اور
نیزوں کی چمک ہوگی جس طرح آسمانی راستے کے ارد گرد ستارے چمکتے ہیں، کیونکہ اکثر ستارے آسمانی
راستے کے ارد گرد ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجرہ دراصل چھوٹے چھوٹے ستارے ہی ہیں جو
ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس آسمانی راستے کی سفیدی دراصل ان ستاروں کی
سفیدی کی وجہ سے ہے۔ ایک منقطع حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ راستہ جو آسمان پر نظر آتا ہے یہ
ایک سانپ کی تھوک کی وجہ سے ہے جو عرش کے نیچے رہتا ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی
حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو ان کو فرمایا: إِنَّكَ سَتَقْدَمُ
عَلَى قَوْمٍ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَجْرَةِ فَقُلْ لَهُمْ هِيَ مِنْ عَوَاقِبِ الْآفَاقِ الَّتِي تَحْتَ الْعَرْشِ
”تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو تم سے آسمان پر نظر آنے والے راستے کے بارے میں سوال
کریں گے۔ تو تم انہیں کہنا کہ یہ عرش کے نیچے رہنے والے اثر ہے کے پسینے کی وجہ سے ہے۔“ لیکن
اہل نقل کے نزدیک اس حدیث کی سند ضعیف ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسے عقلی نے ذکر کیا
ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ راستہ آسمان کا وہ رخسہ ہے جس سے آسمان
پھٹے گا۔ مجرہ کے معنی میں جہاں تک غیر مسلم نجومیوں کا قول ہے تو القاضی نے النقص الکبیر میں ان کے
تقریباً دس سے زائد اقوال ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو تو عقل جائز قرار دیتی ہے اور بعض لغو
باتوں کے مشابہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی جائز ہے کہ شاعر کے قول کَلْبَجَرَةٍ کا معنی یہ ہو کہ اس میں کر رکھ دینے والے لشکر کا اثر اس
گزرگاہ کے اثر کی مانند ہے جو اپنے اوپر سے گزرنے والی چیز کو چھیل کر رکھ دیتی ہے اور اس کی بیخ کنی

سے نکلنے کا کوئی دروازہ بھی نہ تھا۔“

کر دیتی ہے۔ اور فیلق فلق سے فَيَعْلُ کے وزن پر صفت مشبہ ہے جس کا معنی ہے مصیبت میں ڈالنے والا لشکر، گویا وہ دلوں کو پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس کے مصدر کو فِلَقَّة بھی بولتے ہیں۔ ابنِ احمر نے کہا:

قَدْ طَرَقَتْ بِبِكْرِهَا أُمُّ طَبَقٍ فَدَبَّرُوهُ عَجَبًا ضَخَمَ الْعُنُقُ
”ام طبق نے اپنا پہلا بچہ بڑی مشکل جنا۔ لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد یہ خبر نقل کی کہ وہ موٹی گردن والا تھا۔“

جب لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ تو اس نے کہا:

مَوْتُ الْأَمَامِ فِلَقَةٌ مِّنَ الْفِلَقِ

”امام کی موت شگافوں میں سے ایک شگاف ہوتا ہے۔“

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ فَاطِمَةُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ تَوَكَّلْنِي مُسْلِمًا وَالْحَقِّقِي بِالصِّلَاحِينَ۔ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دِينِي وَإِي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ
أَمِينَ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا۔
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

غبارِ راہِ طیبہ

افتخار احمد تبسم

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف